اشاعتِ خاص

2017ء

علم باعثِ شرف انسانیّت

روح پرور مقالات و شاہپارے

اہلِ علم و فضل کی نو بنو تحریریں

اتحاد اہلِ سنّت کے دلفریب منظر نامے کی روح پرور داستان

جدید و قدیم علوم کے ماہر اساتذہ کرام
اور محققین کی آراء اور تحقیق کا نچوڑ

ایک ایسا بہار علم افروز دستاویز
جس کی اہمیّت ہمیشہ یکساں رہے گی

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

جلد 11 شمارہ نمبر 3,2

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۞ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۞

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۞ صِرَاطَ الَّذِيْنَ

اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ

وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۞

اشاعتِ خاص 2017ء

چیف ایڈیٹر

ملک محبوب الرسول قادری

جلد 11 شمارہ نمبر 2,3

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

قیمت فی شمارہ

900 روپے

سالانہ رکنیت فیس

2000 روپے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم زاویۂ قادریہ سیدنا غوث اعظم سٹریٹ (نزد چونگی نمبر 1) جوہر آباد 41200

0300/0321/0313-9429027 Mahboobqadri787@gmail.com

اپنی بات

علم، باعثِ شرفِ انسانیت

ایک فکر۔ ایک نظریہ۔ ایک حقیقت

الحمدللہ! نہایت اہم فکری موضوع پر ہماری ایک اور کاوش آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ انسان، علم کی بنیاد پر مسجود ملائکہ قرار پایا اور اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو علم کے ذریعے عزت کا تاج عطا کیا۔ "علم۔ باعثِ شرفِ انسانیت" کے موضوع پر اشاعت خاص اسی فکر کی آئینہ دار ہے۔ ہمارے دینی و روحانی بھائی پیر آف اسلام آباد حضرت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی بھی ہماری طرح مضطرب رہتے ہیں اور ملت کے لئے کچھ کر گزرنے کی فکر ہمہ وقت انہیں دامن گیر رہتی ہے۔ جب بھی ہم اکٹھے ہوتے ہیں کچھ اسی طرح کے پروگرام بناتے رہتے ہیں۔ "علم، باعثِ شرفِ انسانیت" کے عنوان سے پروگرامز، تقریبات، نشستیں اور خصوصاً جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول اسلام آباد کی سالانہ تقریب تقسیم انعامات اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ اور پیش نظر عظیم و ضخیم اشاعت اسی اجمال کی تفصیل ہے۔ اگر توجہ اور تفکر و تدبر سے کام لیا جائے تو ادراک کے سوتے پھوٹنے لگتے ہیں۔ ذرا سوچیئے کہ!

☆ کیا فضاؤں میں اڑنا علم ہے، سمندروں میں تیرنا علم ہے، یہ سب صحیح مگر میں تو علم اسے کہوں گا جو انسان کے حضور فرشتوں کو جھکا دے اور وہ علم یہ ہے ۔۔۔۔ جو مقصود ہے۔

☆ علم معراج کا وہ زینہ ہے جو اہل نظر کو ہی نظر آ سکتا ہے اس کا قرب تاریکی میں روشنی کے مانند ہے۔

☆ علم معراجِ انسانیت، گنجینہ اخلاق اور لازوال دولت ہے۔

☆ علم ایسا نور ہے جس سے سب مستفید ہو سکتے ہیں لیکن اس کے حصول کے لیے پروانوں کی طرح

جلنا از بس ضروری ہے۔

☆ علم ایسا پھول ہے جو کبھی مرجھاتا نہیں، اور ہمیشہ خوشبو دیتا رہتا ہے۔

☆ علم بحرِ ناپیدا کنارہ ہے جس میں آسمان و زمین کی وسعتیں پنہاں ہیں۔

☆ علم ایسا کنواں ہے جس کا پانی جتنا پیو اتنا ہی بڑھ جاتا ہے اور علم کے پیاسے کی پیاس کبھی نہیں بجھتی۔

☆ علم ایک ایسا نور ہے جو روح کو ایک انوکھی روشنی سے منور کر دیتا ہے۔

☆ علم ایک ایسی شے ہے جو انسانی ذہن کے بند دریچوں کو کھول کر انسان کو باشعور بنا دیتا ہے۔

☆ علم ایک ایسا خزانہ ہے جس کو حاصل کرنے کے بعد کسی اور چیز کی طلب محسوس نہیں ہوتی۔

☆ علم وہ قوت ہے جو انسان کو ضابطہ حیات سے نوازتی ہے اور انسان کی دنیوی و اخروی فلاح کا سامان بنتی ہے۔

☆ علم شاندار مستقبل کا دروازہ ہے اور کبھی نہ ختم ہونے والا خزانہ۔

☆ علم ہی عرفانِ ذات کے در وا کرتا ہے اور بجا ہے کہ علم حق کے قریب تر ہے اور جہالت کفر کے قریب تر۔

ربّ العالمین کے حضور التجا ہے کہ اس معاشرے اور سماج میں علم نافع کو رواج نصیب کرے۔ میرے مطالعہ میں حصولِ علم کے حوالے سے ایک وصیّت ہے جو ہر فرد کو ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ اگر ایسا ہو جائے تو حصولِ علم کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ ذرا کامل توجہ سے مطالعہ کریں:

سلاطین کے پاس بہت کم آمد و رفت رکھنا، ان سے ہر وقت اس طرح پرخطر رہنا جس طرح آدمی آگ سے پرخطر رہتا ہے جب تک کوئی خاص ضرورت نہ ہو دربار بادشاہی میں نہ جانا، کیونکہ اس طرح اپنا اعزاز و اکرام قائم رہتا ہے اور اس لیے بھی کہ سلطان نے اپنے مقابلے میں ہر شخص کو بے حقیقت سمجھتا ہے۔ جب سلطان اپنے حاشیہ نشینوں میں بیٹھا ہو تو اس وقت اس سے زیادہ گفتگو نہ کرنی چاہیے۔ ایسے موقع پر وہ اپنے علم و فضل کا سکہ جمانے اور تمہیں نیچا دکھانے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح تم لوگوں کی نظر میں ذلیل ہو جاؤ گے۔

اگر سلطان تمہیں قاضی مقرر کرنا چاہے تو پہلے دریافت کرلو کہ وہ تمہارے فقہی مسلک اور طریقہ

اجتہاد سے واقف ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ حکومت کے دباؤ سے تم اپنے فیصلے کے خلاف عمل کرنے پر مجبور ہو جاؤ۔ پھر یہ بھی معلوم کرلو کہ تمہارے اس تقریر کی تہہ میں کیا مقصد کارفرما ہے تمہارے علم و فضل سے استفادہ یا کچھ اور؟

سلطان کے وزرا اور اس کے حاشیہ نشینوں سے تعلقات قائم کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ صرف سلطان سے تعلقات رکھنا۔ اس میں بھی خود پیش قدمی نہ کرنا اس لیے کہ جب خود پیش قدمی کروگے تو وہ تمہیں اپنے اغراض کا آلہ کار بنائے گا تم آلہ کار بن گئے تو تمہیں ذلیل و رسوا کرے گا۔ ہر کام میں تمہارے کیڑے نکالے گا۔

اظہارِ حق میں کسی کی پروا نہ کرنا، خواہ وہ سلطان ہی کیوں نہ ہو اگر کوئی شخص دین میں کسی بدعت کا موجد ہو رہا ہو، تو اعلانیہ اس کی غلطی بیان کر دینا خواہ وہ شخص کتنے ہی جاہ و جلال کا مالک ہو کیونکہ اظہارِ حق میں خدائے تعالیٰ تمہارے معین و مددگار ہوا اور اپنے دین کا محافظ و حامی۔ اگر تم ایسا کروگے تو لوگوں کو دین میں رخنہ اندازی کی جرأت نہ ہوگی اور وہ تمہارے اظہارِ حق سے بھی خائف رہیں گے خود بادشاہ سے کوئی نامناسب اور دین کے خلاف حرکت صادر ہو تو صاف کہہ دینا کہ عہدۂ قضا کے لحاظ سے میں آپ کا مطیع ہوں لیکن کسی غلطی پر آپ کو مطلع کرنا میرا فرض ہے۔

اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہو، علم کی نگہداشت رکھو، دنیا کو بالکل حقیر سمجھو، دنیا کے کسی کام میں مطمئن ہو کر نہ لگ جاؤ، اللہ کے یہاں تمام باتوں کی باز پرس ہوگی۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو۔ عبادت اتنی ہی کرو جتنی عام لوگ کرتے ہیں۔ ہمیشہ تلاوت قرآن کرتے رہو جب تک لوگ تم کو خود کو امام نہ بنائیں آگے نہ بڑھو ہر مہینے میں دو چار دن روزے کے لیے مقرر کرلو۔ زیارتِ قبور کی عادت ڈالو، موت کو ہمیشہ یاد رکھو۔

جو لوگ اپنی خواہشات کے بندے ہو چکے ہیں، ان سے ربط ضبط، مگر تبلیغ اور دعوت دین کی غرض سے ان سے ملنا یا تعلق قائم کرنا مناسب ہے۔ کسی پر لعن طعن نہ کرو۔ کسی انسان میں اپنی طرف سے رہائی دیکھو، تو اس کے لیے بھلائی چاہو اور بھلائی کے ساتھ اس کا تذکرہ کرو، البتہ یہ برائی دین کے بارے میں ہے تو لوگوں سے اس کا تذکرہ کرو تاکہ لوگ اس کی اتباع نہ کریں اور اس سے محفوظ رہ سکیں۔

تجارت اور کاروباری معاملات کے بارے میں زیادہ گفتگو نہ کرو، ورنہ لوگوں کو خیال ہوگا کہ تم مال کے حریص ہو۔ یہ بھی گمان ہوگا کہ تم رشوت لیتے ہو۔ عام آدمیوں بالخصوص دولت مندوں سے کم

میل جول رکھنا، ورنہ وہ سمجھیں گے کہ تم ان سے کچھ توقع رکھتے ہو۔

گفتگو میں نہ سختی اور درشتی ہو، نہ آواز بلند ہو، بلکہ متانت و وقار پیش نظر رہے، لہو ولعب سے پرہیز کرو۔ لوگوں کے راز افشاء نہ کرو کوئی تم سے مشورہ کرے تو اپنی معلومات کے مطابق بتانے میں کوتاہی نہ کرو اس طرح اللہ تعالیٰ سے تقرب حاصل ہوگا، اپنے ہمسائے کی کوئی برائی دیکھو تو پردہ پوشی کرو اس لیے کہ یہ امانت ہے۔ بخل سے پرہیز کرو، حریص نہ بنو اور نہ کبھی جھوٹ بولو، بازاری لوگوں کی صحبت اختیار نہ کرو۔ ہر معاملے میں اپنی عزت اور وقار کا خیال رکھو۔ ہمیشہ قلب میں استغنار کھو۔ دنیا کی طمع و رغبت بالکل نہ کرو، خواہ تم مفلس ہی کیوں نہ ہو۔ ہر معاملے میں ہمت و جرات سے کام لو، اس لیے کہ جس کی ہمت کم ہو جاتی ہے اس کا رتبہ بھی گر جاتا ہے۔

تو ہاں۔ ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب کے ساتھ سالانہ تقریب تقسیم اسناد و دستار بندی و چغہ پوشی کے موقع پر عظیم الشان پروگرام ترتیب پایا۔ اس سلسلہ میں ہم نے طویل دورے اور اسفار بھی کئے اور ملکی تاریخ میں ایک ایسا منفرد، مثالی اور جامع پروگرام تشکیل دیا جو ایک طرف اتحاد اہل سنت کا منظر نامہ پیش کر رہا تھا اور دوسری طرف نظم و ضبط اور مقاصد و اہداف کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھا۔ اسے ہم بلا خوف تردید وطن عزیز کے بیدار مغز اہل علم و فضل کا بین الملکی منظم اجتماع قرار دے سکتے ہیں۔ پیش نظر اشاعت خاص میں اس کی تفصیلات اس لئے بھی محفوظ کر دی گئی ہیں کہ دینی تعلیمی حوالے سے ہماری قومی تاریخ کا اہم باب ہیں اور قوم کی امانت تاکہ اجتماعی شوق اور شعور میں اضافہ ہو۔ اس خصوصی اشاعت کے حوالے سے ایک توضیحی امر یہ ہے کہ اس کو گذشتہ سال ۲۰۱۶ء ہی میں شائع کرنے کا پروگرام تھا لہٰذا اسی تناظر میں پڑھا جائے۔ شعراء کرام نے اسی حوالے سے اس کے قطعات اشاعت لکھے مگر۔

اے رضا! ہر کام کا اک وقت ہے

کے مصداق "علم! باعثِ شرفِ انسانیت نمبر" اپنے وقت پر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔۔۔ پڑھیئے! استفادہ کیجئے اور ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھئے۔۔۔۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

ملک محبوب الرسول قادری

(مدیر اعلیٰ)

رفعتِ رحمتِ کبریا دیکھئے

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گل ہائے نعت

رفعتِ رحمتِ کبریا دیکھئے
چہرہ والضحیٰ دل رُبا دیکھئے

لائی باد صبا، بوئے شاہِ زمن
جلوہ احمدِ مجتبیٰ ﷺ دیکھئے

شہرِ طیبہ میں ہر اک کے دل کی صدا
مصطفیٰ، مصطفیٰ، مصطفیٰ ﷺ دیکھئے

وہ ہیں شمس الضحیٰ،وہ ہیں بدر الدجے
نورِ انوارِ نورُ الہدیٰ دیکھئے

چار سُوان کے جلوے ہیں پھیلے ہوئے
روئے انور پہ جھومر سجا دیکھئے

بزم اقراء میں جبریل کی گفتگو
شہرِ مکہ میں غارِ حرا دیکھئے

یہ ہے سدرہ نشیں اور وہ رب کے قریں
شب اسراء کا پردہ اٹھا دیکھئے

ہیں صحابہ ستارے ، قمر آپ ہیں
آل کشتئ نوحؑ نجا دیکھئے

سب ملائک، رسل اور سبھی انبیاء
قدس میں مقتدی، مقتداء دیکھئے

میرے آقا کے خادم شہنشاہِ کل
مظہرِ مصطفیٰ ﷺ ، مرتضیٰؓ دیکھئے

جو بھی دیکھے تجھے بس وہ کہتا رہے
صورتِ مصطفیٰ ﷺ حق نما دیکھئے

آپ کے جدِ اعلیٰ کا فیضان ہے
آبِ زمزم پہ یہ جمگھٹا دیکھئے

میں ہوں خادم ترا اور تری آل کا
شہرِ طیبہ میں مجھ کو بُلا دیکھئے

ہے مری یہ دعا اور یہی التجا
اپنی امت کو خیر الوریٰ ﷺ دیکھئے

قادری ہی نہیں تیرا مدح سرا
بو حنیفہ و غوث و رضا دیکھئے

نتیجہ فکر: ملک محبوب الرسول قادری

نذرِ عقیدت بحضور

شاہِ جیلاں میر میراں پیر پیراں

غوثِ اعظم دستگیر

حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

المدد یا غوثِ اعظم المدد یا دستگیر
امت اسلام اب پھر بحرِ ظلمت میں گری
دشمنانِ دینِ مسلم جبر پر ہیں ڈٹ گئے
ارضِ پاکستان کو پھر امن کی خیرات دے
اہلِ سنت، اہلِ جنت، راسخ الایمان ہیں
مشرق و مغرب میں تیرے علم، کا عرفان کا
حضرت احمد رضا خاں قادریؒ کے فیض سے
غوث، قطب، ابدال سارے، اولیاء مستور بھی
آپ کے لطف و کرم سے میری دنیا پر بہار
میرے ہادی، میرے آقا، میرے والی، مرشدی
قادریؔ تو کر کرم کی عرض اپنے شیخ سے
استغاثہ آپ سے اور آپ کے اجداد سے
المدد یا غوثِ اعظم المدد یا دستگیر

پیر پیراں، میر میراں، شاہ جیلاں دستگیر
شاہ محی الدین آقا، المدد یا دستگیر
یا رسول اللہ مدد کن، یا علی، یا دستگیر
یا امان الخائفین، یا خدائے دستگیر
مشکلیں حل کر خدایا، از طفیل دستگیر
ہر جگہ ہے فیض جاری، غوثِ اعظم دستگیر
ہم کو حاصل ہو گئی نسبت تمہاری، دستگیر
آپ کے دربار کے سائل ہیں سارے، دستگیر
آپ ہی عقبیٰ میں میرے مہربان و دستگیر
پنجتن کا فیض عرفان ہو عطا یا دستگیر
تجھ کو دم بھر میں نوازیں، غوثِ اعظم دستگیر
عرض کرتا ہوں دوبارہ غوثِ اعظم دستگیر
پیر پیراں، میر میراں، شاہِ جیلاں دستگیر

عرض گزار

ملک محبوب الرسول قادری

الاھداء بخدمت

حضرت شیخ الحدیث علامہ الحاج

ابوالفیض **محمد عبد الکریم محدث ابدالوی**
چشتی رضوی قادری

استاذ الکل امام المناطقہ شیخ العرب والعجم

مولانا **ملک عطا محمد بندیالوی** قدس سرہ

مترجم تفسیر کبیر، محقق العصر حضرت علامہ مولانا

مفتی محمد خان قادری

دامت فیوضھم

جن کی تصنیفی تالیفی اور تدریسی خدمات پر زمانہ گواہ ہے اور جن کا فیضان علمی
سارے جہان کو منور کئے ہوئے ہیں۔

رب العالمین ! روزِ حشر انہیں حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں جمع فرمائے اور ہمیں
ان کے فیوض و برکات سے وافر حصہ عطا کرے۔ آمین

ملک محبوب الرسول قادری

(مدیر اعلیٰ)

انتساب

ہم اپنی اس کاوش کو
وادیٔ بولان صوبہ بلوچستان کے ضلع خضدار میں
تعلیم و تعلم کے لئے ہمہ وقت مصروف عمل مادر علمی

المرکز الاسلامی جامعہ سنان بن سلمہ رضی اللہ عنہ

سے موسوم کرتے ہیں

☆ جس میں طلباء کی فکری و علمی تربیت کا قابل رشک اہتمام ہے۔

☆ جس کی لائبریری صوبہ بھر میں اپنی نوعیت کا منفرد علمی ذخیرہ ہے۔

☆ جس کے بانی و مہتمم حضرت استاذ العلماء پیر شجاع الحق نورانی انتہائی اہم مقصد کے لئے شبانہ روز مصروفِ عمل ہیں۔

☆ جس کے اساتذہ اور طلباء بین الملکی مطالعاتی دوروں پر نکل کر چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر میں فکری یکسوئی کے فروغ کے لئے عملی اقدامات اٹھاتے رہتے ہیں۔

ربّ تعالیٰ اس جد و جہد کو شرفِ قبول بخشے
اور نتیجہ خیزی کا خلعت عطا کرے۔ آمین

پاکستان کے سیاسی اتحادوں میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار (قومی اتحاد سے متحدہ مجلس عمل تک) اس تحقیقی مقالہ پر اسلامی یونیورسٹی بہاولپور نے فاضل مقالہ نگار مظہر حسین کو ایم فل کی ڈگری الاٹ کی ہے۔ حقائق و معلومات کا خزانہ ہے۔ شعبہ سیاست خصوصاً دینی سیاست کے مزاج کو سمجھنے کے لئے بہترین کتاب ہے۔ نادر تصاویر بھی شامل ہیں۔ صفحات: ۷۶۰۔ قیمت: ۶۰۰ روپے۔

شیخ الاسلام قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کی گراں قدر خدمات کے اعتراف میں ایک منفرد اشاعت خاص۔۔۔ قائد اہل سنت نمبر۔۔۔ چار حصوں پر محیط ہے۔ گفتارِ اکابر۔۔۔ مقالہ خصوصی۔۔۔ انٹرویوز۔۔۔ منظومات۔۔۔۔۔۔ صفحات: ۴۶۴۔ قیمت: ۵۰۰ روپے

پاکستان کی سیاست میں اہم ترین کردار۔ دینی طبقات کا سنہرا دور۔ ایک اہم تاریخی وصحافتی دستاویز ہے۔ کیونکہ ملک کے اہم ناقدین، تجزیہ نگاروں، کالم نگاروں، تجربہ کار سیاست دانوں اور بالغ نظر صحافیوں کی تحریروں سے جگمگاتا ایک جہان ہے۔ صفحات: ۵۷۶۔ قیمت: ۷۰۰ روپے۔
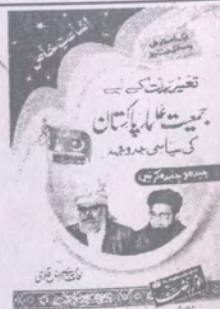
قائد ملت اسلامیہ مولانا شاہ احمد نورانی کے ختم چہلم کے موقع (۲۰۰۴ء میں) پر شائع ہونے والی اوّلین اہم تاریخی دستاویز ہے۔ جس پر بے پناہ محنت کی گئی ہے اور اب محدود چند کاپیاں اسٹاک میں موجود ہیں۔ رعایتی قیمت

بسپاسِ خاطر: عزیز گرامی ملک محبوب الرسول قادری

مدیر اعلیٰ "انوارِ رضا" جوہر آباد، علم باعث شرف انسانیت

شمعِ شعور، شعلۂ شب شرف شمارِ شہدِ شفا

شاہانِ شان، شمسِ شہود و شاہِ شہا

عینِ علوم، عالمِ عام و عمودِ عہد

عینِ عیان، عطرِ عنبرِ عبائے

ایں دفترِ دبیر و دافعِ معضلات

دل را دفینہ ایست دوائے دوالہا

فقرِ فقیر "ملک محبوب مصطفیٰ"

یارب قبول باد ایں سعی دعا
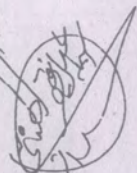
نتیجۂ فکر

پیر طریقت حضرت علامہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی

بسپاسِ خاطر: عزیز گرامی **ملک محبوب الرسول** قادری

مدیر اعلیٰ "انوارِ رضا" جوہر آباد، علم باعث شرف انسانیت

شمعِ شعور، شعلۂ شب، شرف شمار ہاؤ شہدِ شفاء

شایانِ شان شمسِ شہود و شاہِ شہا

عینِ علوم، عامرِ عام و عمود و عہد

عینِ عیاں عطر عمر عنبرِ عباء

ایں دفترِ دبیر و دفاعِ معضلات

دل را دفینہ ایست دوائے دوامہا

فقرِ فقیر مسلکِ "محبوبِ مصطفیٰ"

یارب قبول باد ایں سعی بے ریا

نتیجۂ فکر

پیر طریقت حضرت علامہ **محمد اسماعیل فقیر الحسنی**

کلماتِ تشکر

علم باعثِ شرفِ انسانیت۔۔۔۔۔ ہماری اشاعت خاص ہے۔اس کے حوالے سے مجھے مبلغ اسلام علامہ سید محمد ظفر اللہ شاہ بخاری اور مبلغ اسلام علامہ سید محمد انور حسین، مفکر اسلام علامہ محمد نور المصطفیٰ رضوی (خانقاہ ڈوگراں)، پروفیسر مرزا امجاد احمد، ریسرچ اسکالر حیدر رضا رومی گولڑوی (بھوانہ جھنگ)، پروفیسر حافظ محمد محسن قادری (لاہور)، علامہ محمد عمران عنصر (لاہور)، حضرت حافظ پیر سید انعام الحسنین کاظمی زنجانی (لاہور)، علامہ پیر سید شجاع الحق نورانی (خضدار) کا خصوصی شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے اس کی مشاورت سے لے کر پروف ریڈنگ تک کے مختلف مراحل میں میرا ساتھ دیا۔ بالخصوص محقق العصر حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری جنہوں نے اس اشاعت کے لئے اہم ترین مضمونِ قرآنی یعنی تفسیر کبیر سے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ مرحمت فرمایا۔ دعا گو ہوں کہ رب تعالیٰ ان تمام احباب کے لئے کے لئے دارین میں سعادتوں کے دروازے کھولے اور ہماری اس کاوش کو علم نافع کے فروغ کا ذریعہ بنائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

ملک محبوب الرسول قادری

(مدیر اعلیٰ)

حمد باری تعالیٰ جلّ وعلا

فلک اسفل ہے مری مرتبہ اعلیٰ تیرا
وصف کیا خاک لکھے خاک کا پتلا تیرا

طور ہی پر نہیں موقوف اُجالا تیرا
کون سے گھر میں نہیں جلوۂ زیبا تیرا

کیا خبر ہے کہ علی العرش کے معنی کیا ہیں
کہ ہے عاشق کی طرح عرش بھی جویا تیرا

ارِنی گوئے سرِ طور سے پوچھے کوئی
کس طرح عشق میں گراتا ہے تجلی تیرا

باغ میں پھول ہوا شمع بنا محفل میں
جوش نیرنگ در آغوش ہے جلوہ تیرا

سات پردوں میں نظر اور نظر میں عالم
کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ معما تیرا

طور کا ڈھیر ہوا غش میں پڑے ہیں موسیٰ
کیوں نہ ہو یار کہ جلوہ ہے یہ جلوہ تیرا

چار اضداد کی کس طرح گرہ باندھی ہے
ناخنِ عقل سے کھلتا نہیں عقدہ تیرا

دشت ایمن میں مجھے خاک نظر آئے گا
مجھ میں ہو کر نظر آتا نہیں جلوہ تیرا

برقِ دیدار ہی نے تو یہ قیامت توڑی
سب سے ہے اور کسی سے نہیں پردہ تیرا

آمدِ حشر سے اک عید ہے مشتاقوں کی
اِسی پردہ میں تو ہے جلوۂ زیبا تیرا

سارے عالم کو تو مشتاقِ تجلی پایا
پوچھنے جایئے اب کس سے ٹھکانا تیرا

طور پر جلوہ دکھایا ہے تمنائی کو
کون کہتا ہے کہ اپنوں سے ہے پردہ تیرا

کام دیتی ہیں یہاں دیکھئے کس کی آنکھیں
دیکھنے کو تو ہے مشتاق زمانہ تیرا

میکدہ میں ہے ترانہ تو اذاں مسجد میں
وصف ہوتا ہے نئے رنگ سے ہر جا تیرا

بے نوا مفلس ومحتاج وگدا کون کہ میں
صاحب جودوکرم وصف ہے کس کا تیرا

آفریں اہل محبت کے دلوں کو اے دوست
ایک کوزے میں لئے بیٹھے ہیں دریا تیرا

اتنی نسبت بھی مجھے دونوں جہاں میں بس ہے
تو مرا مالک ومولیٰ ہے میں بندہ تیرا

انگلیاں کانوں میں دے دے کے سنا کرتے ہیں
خلوتِ دل میں عجب شور ہے برپا تیرا

اب جماتا ہے حسنؔ اس کی گلی میں بستر
خوبرویوں کا جو محبوب ہے پیارا تیرا

نعت شریف

شاہا کہ ترے سر پہ ہے لولاک لما تاج — کونین کے سر ہے تری خاکِ کفِ پا تاج

وہ خاک جو اُڑتی ہے تری راہ گذر سے — شاہنشہِ کونین! وہ ہوتی ہے مرا تاج

دارین میں کیونکر نہ چلے سکہ انہیں کا — جن لوگوں کے سر پر ہے تری مہر و وفا تاج

لاکھوں کو بنایا ہے "نبی" رب نے ولیکن — رکھا گیا آخر ترے سر پر ہی شہا! تاج

معراج کی شب آپ ﷺ کی تھی تخت نشینی — بٹھلا کے سرِ عرش دیا قربِ دنیٰ تاج

بلوا کے نبیوں کو جو پوچھا ترے رب نے — کیا چاہئے اس سر کے لئے؟ سب نے کہا تاج

دنیا کو ضرورت نہ رہی اور کسی کی — پیارے! تری زلفوں پہ وہ ہے آ کے سجا تاج

کہہ دیں گے نبی سارے بہ ہنگام شفاعت — سجتا ہے ترے سر پہ ہی اے ماہِ لقا، تاج

اس واسطے تو بعد میں آیا ہے سبھی کے — تھے سارے نبی موتی، بنا جن سے ترا تاج

وہ تاک رہی ہوتی ہے خود عرش بریں سے — ہے کیونکہ اجابت کے لئے تیری دعاء تاج

یوں غیب سے آتی تھی ندا وقتِ ولادت — کیا خوب تجھے آمنہ مائی! یہ ملا تاج

آقا تیرے قربان، تیری آلؓ کے صدقے — حق والوں کے سر پر ہے آلِ عبا تاج

ہر چند کہ ہے مفلس و نادار یہ چشتیؔ — رکھتا ہے سر اپنے پہ، تیرا عشق و ولاء تاج

☆☆☆

مجھے غیروں کے چُنگل سے چھڑالو یارسول اللہ ﷺ — کرم فرما کے دامن میں چھپالو یارسول اللہ ﷺ

کسی بھی غیر کی جانب، رہے خواہش نہ جھکنے کی — کچھ ایسا آپ ﷺ اپنا ہی بنالو یارسول اللہ ﷺ

اگر دشمن ہوں کوشاں، آپ ﷺ سے مجھ کو چھڑانے میں — مجھے اس کشمکش سے، خود بچالو یارسول اللہ ﷺ

حوادث کے بھنور میں گر پھنسے کشتی — تمہیں اس آڑی ساعت میں سنبھالو یارسول اللہ ﷺ

تمہارے شوق میں ہم زندگی کے نیل میں کود ے — تمہیں ہو ناخدا، خود ہی نکالو یارسول اللہ ﷺ

نہیں خواہاں، سکندر بن کے دنیا میں گذاروں میں — فقط دامن سے چشتیؔ کو لگا لو یارسول اللہ ﷺ

(شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحی گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ)
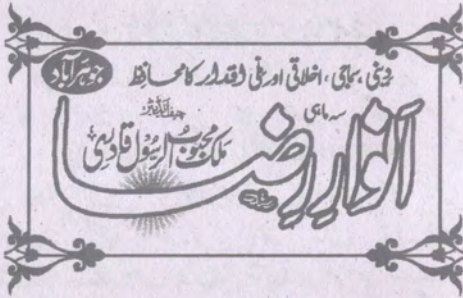
پیغامات

☆ محسنِ پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان ۔۔۔۔ بین الاقوامی شہرت کے حامل ایٹمی سائنس دان

☆ پیر میاں عبدالخالق قادری صاحب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

امیر اہل سنت سربراہ مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

☆ حضرت پیر سید غلام نظام الدین قاضی ۔۔۔۔۔۔ گولڑہ شریف

☆ حضرت پیر سید محمد فاروق القادری ۔۔۔۔۔ سجادہ نشین شاہ آباد شریف

☆ حضرت پیر سید غلام مہر محی الدین رومی ۔۔۔۔۔۔۔ گولڑہ شریف

☆ حضرت پروفیسر جی اے حق چشتی ۔۔۔۔۔۔۔ خطیب درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

☆ نامور صحافی جناب جبار مرزا صاحب ۔۔۔۔۔۔ کالم نگار روزنامہ جنگ

☆ آواز دوست ۔۔۔۔۔۔۔۔ پیر سید صبغت اللہ شاہ سہروردی

☆ قطعہ تاریخ اشاعت ۔۔۔۔۔۔۔۔ پیر فیض الامین فاروقی

☆ علم ۔۔ شرفِ انسانیت ۔۔۔ منظوم خراج ۔۔۔۔۔۔۔ شاعر حمد و نعت طاہر حسین طاہر سلطانی

ترانہ اہلسنت

نبی ﷺ کا جھنڈا امن کا جھنڈا

نبی ﷺ کا جھنڈا لیکر نکلو دنیا پر چھا جاؤ
نبی ﷺ کا جھنڈا امن کا جھنڈا گھر گھر پر لہراؤ
پکارو یارسول اللہ یا حبیب اللہ ﷺ

عاشق ہیں جو پاک نبی ﷺ کے ان کو لیکر ساتھ چلو
کملی والے کے متوالو ہاتھ میں ڈالے ہاتھ چلو
حب نبی ﷺ کے ہر دل میں تم جا کے دیپ جلاؤ
نبی ﷺ کا جھنڈا امن کا جھنڈا گھر گھر پر لہراؤ
پکارو یارسول اللہ یا حبیب اللہ ﷺ

قریہ قریہ بستی بستی ذکر نبی ﷺ کا عام کرو
نبی ﷺ کی عظمت کے گن گاؤ ورد یہ صبح شام کرو
نبی ﷺ کا جھنڈا اونچا رہے گا نعرہ یہی لگاؤ
نبی ﷺ کا جھنڈا امن کا جھنڈا گھر گھر پر لہراؤ
پکارو یارسول اللہ یا حبیب اللہ ﷺ

دشمن ہیں جو دین نبی ﷺ کے ان کو مار کے دور کرو
صنم کدے ازموں فرقوں کے سارے چکنا چور کرو
تعلیمات مصطفوی ﷺ کے نور کو یارو پھیلاؤ
نبی ﷺ کا جھنڈا امن کا جھنڈا گھر گھر پر لہراؤ
پکارو یارسول اللہ یا حبیب اللہ ﷺ

رنگ برنگے جھنڈے چھوڑو تھام لو گنبد والا
ہم سب پر راضی ہو جائے کالی کملی والا
اس جھنڈے کے سائے تلے تم مل کر قدم بڑھاؤ
نبی ﷺ کا جھنڈا امن کا جھنڈا گھر گھر پر لہراؤ
پکارو یارسول اللہ یا حبیب اللہ ﷺ

ابن علی نے کربلا میں تم کو یہ پیغام دیا
یاد رکھو کملی والے ﷺ نے تم کو پاک نظام دیا
توڑ دو طاغوتی قوت کو ظلم کے ایوان یہ ڈھاؤ
نبی ﷺ کا جھنڈا امن کا جھنڈا گھر گھر پر لہراؤ
پکارو یارسول اللہ یا حبیب اللہ ﷺ

پیغام

بین الاقوامی شہرت یافتہ ایٹمی سائنس دان، محسن پاکستان

ڈاکٹر عبد القدیر خان صاحب

نشانِ امتیاز اینڈ بار ہلالِ امتیاز

جناب محبوب الرسول قادری صاحب خود بھی علم و نور تقسیم کرنے میں کوشاں رہتے ہیں اور روحانی حلقوں تک بھی ہماری رسائی کراتے رہتے ہیں۔ کرنل محمد سرفراز سیلفی محترم پیر صاحب تک عقیدت کا رشتہ جناب محبوب الرسول قادری صاحب نے دینی حلقے میں بین الاقوامی سطح کی کانفرنس جس کا موضوع تھا "علم باعث شرفِ انسانیت" کا انعقاد کرا کے ایک نئی طرح ڈالی ہے۔ میں ذاتی طور سے پیر صاحب، کرنل محمد سرفراز سیلفی کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ملک محبوب الرسول قادری صاحب جو گزشتہ کئی برسوں سے حصولِ علم اور فروغِ علم کا عَلم اٹھائے مجاہدانہ وار سفر جاری رکھے ہوئے ہیں ان کے اس احسن مشن پر بھی مبارک باد اور ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔

سچی بات ہے میں اب "انوارِ رضا" کا مستقل قاری ہو گیا ہوں اور نئے پرچے کا شدت سے منتظر رہتا ہوں۔ "انوارِ رضا" میں ہر بار ایک نیا جہان پڑھنے کو ملتا ہے۔ اللہ پاک علم و نور، محبت و خلوص اور روحانیت کے آستانوں کو آباد اور دل میں اتر جانے والی تحریروں کو ہم تک پہنچانے والوں کو شاد رکھے! آمین۔

والسلام

ڈاکٹر عبد القدیر خان

پیغام

حضرت امیر اہل سنت پیر طریقت

پیر میاں عبد الخالق قادری صاحب

سجادہ نشین: خانقاہِ قادریہ بھرچونڈی شریف (سندھ)

مرکزی امیر: مرکزی جماعت اہل سنت پاکستان

سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہرآباد اور اس کے مدیر اعلیٰ محترم مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے ہمیشہ اہل سنت کو نہایت مفید علمی، تحقیقی، تاریخی اور اعتقادی لٹریچر فراہم کیا ہے۔ وہ ہمارے مضبوط نظریاتی ساتھی ہیں۔ لکھنا، پڑھنا اور شائع کر کے اہل محبت تک پہنچانا ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ انجمن طلبہ اسلام کے پلیٹ فارم سے انہوں نے تحریکی زندگی کا آغاز کیا۔ بزم انوار رضا، الرضا یوتھ کونسل، انجمن نوجوانان اسلام، جمعیت علماء پاکستان، انٹرنیشنل غوثیہ فورم اور علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان کے اسٹیج سے انہوں نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ لاہور میں اسلامک میڈیا سنٹر ان کا اشاعتی ادارہ ہے۔ میں ان کی ہمہ وقت اور ہمہ جہت سرگرمیوں سے آگاہی پر خوشی محسوس کرتا ہوں۔ موجودہ ماحول میں اتحاد اہل سنت کے حوالے سے بھی ان کی گراں قدر مات کسی سے مخفی نہیں۔ ان کے خطبات کا سلسلہ بھی پورے ملک میں ہے۔ ان کی تقریریں بامقصد اور پیغام سے بھرپور ہوتی ہیں۔ ملک محبوب الرسول قادری سے ہماری تعلق داری کا دورانیہ بیس بائیس برس سے ہے۔ ہر ملاقات پہلی ملاقاتوں سے زیادہ پُرکشش ہوتی ہے اور تعلقات کو مزید مستحکم کرنے کا سبب بنتی ہے۔ وہ خود اعلیٰ روایات کے حامل اور مشنری جذبے سے سرشار ہیں۔ میرے لئے زیادہ خوشی کا باعث یہ خبر بنی کہ انہوں نے فروغ علم کے لئے اب کی بار اپنے رسالے کا خاص نمبر منظر عام پر لانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اگر اسی نکتہ کی اہل سنت کو سمجھ آجائے تو دگرگوں حالات سے ہماری جان چھوٹ سکتی ہے۔ "علم، باعثِ شرفِ انسانیت نمبر" کو میں ساری سُنی دنیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے لئے مفید خیال کرتا ہوں۔ ایسی کوششیں ہمیشہ ہر طرف سے جاری رہنی چاہئیں۔ میری طرف سے ایڈوانس مبارک۔

پیغام

حضرت

سیّد نظام الدین جامی قادری

سجادہ نشین: آستانہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

اسلام دینِ حق اور خالقِ کائنات کی طرف سے اشرف المخلوقات حضرتِ انسان کے لئے نصابِ زندگی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو حضور ﷺ کی اُمت کے لئے نصاب پسند فرمایا۔ قرآن کریم علوم کا خزانہ ہے۔ حضور ﷺ معلّم کائنات بن کر مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں (ﷺ) علم کا شہر ہوں، علی (رضی اللہ عنہ) اس کا دروازہ ہے جو علم حاصل کرنا چاہے وہ اس دروازے سے آئے۔ اسلام دراصل فروغ علم کی ایسی عالمگیر تحریک ہے جو منشاء خداوندی ہے۔ اہل اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہل بیت علیہم السلام اطہار، محدثین و مفسرین اور پھر صوفیاء وصلحاء اسی مشن کے ساتھ متصلاً وابستہ و پیوستہ رہے۔ میرے اجداد میں سارے سلسلے فروغ علم و معرفت ہی کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔ بالخصوص نائب غوث الوریٰ اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی قدس سرہٗ نے علم و معرفت ہی کے ذریعے دجالِ قادیان مرزا غلام کا ناطقہ بند کر دیا۔ بلاشبہ وہ ظاہری و باطنی اور علمی و روحانی کمالات کا مجموعہ تھے۔ میرے والد گرامی حضرت نصیر ملت پیر سید غلام نصیر الدین نصیر گیلانی کا علم تو چار دانگ عالم میں ہے۔ واقعی علم، باعثِ شرفِ انسانیت ہے جبکہ مسلمان اور علم کا باہمی طور پر چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لہٰذا اس موضوع پر جس طرف سے بھی کوشش کی جائے وہ لائق تحسین اور اُمت کی خیر خواہی کے مترادف ہے۔

اہل سنت کے دینی صحافی ملک محبوب الرسول قادری نے اپنے جریدہ "انوارِ رضا" جوہر آباد کی ایک اشاعت خاص "علم، باعثِ شرفِ انسانیت" کے عنوان سے وقف کر کے

ایک اہم ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کسی ایک وقت کی نہیں بلکہ ہر دور اور زمانے کی ضرورت ہے۔

میں مبارکباد کے ساتھ دعا گو ہوں کہ رب العزت، حضور تاجدارِ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اس کوشش کو ثمر بار اور موثر بنائے۔ امین۔

عوام و خواص مسلمین سے بھی میری گزارش ہے کہ وہ علم کے ساتھ اپنی وابستگی مضبوط سے مضبوط تر بنائیں کیونکہ علم عرفانِ ذات کے قریب تر ہے اور اسی میں ہماری دنیا و آخرت کی فلاح و بھلائی کا راز مضمر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم نافع سے بہرہ ور فرمائے۔ آمین

پیغام

زینت علم وعطاء، حضرت پیر

سیّد محمد فاروق القادری

سجادہ نشین: خانقاہِ قادریہ شاہ آباد شریف۔ گڑھی اختیار خان، رحیم یار خان

لیس الجمال با ثواب تزینها فان الجمال جمال العلم والادب
کن این من شئت واکتسبه ادبًا لینفك محموده من النساب

حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

☆ حسن و جمال وہ کپڑے نہیں جن سے زینت حاصل کرتے ہو اصل حسن و جمال علم اور ادب ہے۔

☆ تم جس کی اولاد بھی ہو علم و ادب حاصل کرو یہ تمہیں نسب سے بے نیاز کر دے گا۔

☆ اسلام میں علم کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ پہلی وحی اِقْرَاء یعنی پڑھ نازل ہوئی پھر قرآنِ مجید نے فرمایا:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ کیا علم والے اور اَن پڑھ برابر ہو سکتے ہیں۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔

علم را بر تن زنی مارے بود علم را بر دل زنی یارے بود

"علم کو تن کی آسائش کے لیئے حاصل کیا جائے گا تو سانپ ثابت ہوگا اور اگر علم کی حقیقت کو حاصل کر کے اس پر عمل کیا جائے گا تو وہ یار ثابت ہوگا۔"

☆ دنیا میں ہمیشہ حکمرانی علم ہی کی رہی ہے۔ انبیائے کرام f اور ان کے جانشین صوفیا علم کے مرکب نہیں راکب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ظاہری بے سروسامانی کے باوجود زمانوں پر حکمرانی کرتے ہیں۔

☆ علم میں کمال حاصل کیا جائے۔ اسے دل میں اُتارا جائے اور انسان اپنے آپ کو ہمیشہ طالب علم سمجھے یہی علم کی معراج ہے۔

میرے محب و مخلص ملک محبوب الرسول قادری نے ہمیشہ لوگوں کے اندر شعور و آگہی پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ عزوجل اس پر انہیں اجر عطا فرمائے۔
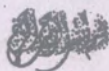
پیغام

پیر سید حضرت

غلام مہر محی الدین رومی گیلانی الحسنی والحسینی

سجادہ نشین: آستانہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی ہے کہ سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہرآباد کے چیف ایڈیٹر ملک محبوب الرسول قادری اپنے رسالے کا خاص نمبر بعنوان "علم، باعثِ شرفِ انسانیت" شائع کر رہے ہیں جو باعث مسرت وسعادت ہے اور باعث برکت ورحمت بھی۔ فروغِ علم کے لئے کی جانے والی ہر کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہیئے۔ یہ مومن کی متاعِ عزیز ہے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اولیاء کرام نے ہمیشہ فروغ علم کے لئے کام کیا۔ جس کا نقاہ، آستانہ، مسجد یا مدرسے سے علم کی آواز اٹھے ہم سب کو اس کا ہم نوا بننا چاہیئے۔ میں "انوارِ رضا" جوہرآباد کی اس اشاعت خِاص کا خیر مقدم کرتا ہوں اور ملک محبوب الرسول قادری کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ اشاعت ان کی طرف سے پوری قوم کے لئے تحفہ ہوگا۔

ناصِر کاظمی

اس شہر بے چراغ میں جائے گی تو کہاں — آ اے شب فراق تجھے گھر ہی لے چلیں
آؤ کچھ دیر رو ہی لیں ناصؔر — پھر یہ دریا اتر نہ جائے، کہیں
گذری ہے مجھ پہ یہ بھی قیامت کبھی کبھی — تیرے قریب رہ کے بھی دِل مطمئن نہ تھا
اے دوست ہم نے ترک محبت کے باوجود — محسوس کی ہے تیری ضرورت کبھی کبھی

پیغام

حضرت

پروفیسر جی اے حق محمد

ریسرچ اسکالر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

مشیر وفاقی شرعی عدالت اسلام آباد

خطیب درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

ساری کائنات کے لئے اصل سرچشمۂ ہدایت قرآن مجید ہے جو بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روز اول حضرت آدم علیہ السلام یعنی سب سے پہلے انسان کے لئے علم کو وجہ شرف قرار دیا اور پھر واضح بتلایا کہ درجے کے اعتبار سے اہل علم کو دیگر انسانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

ساری کائنات میں افضل ترین شخصیت سید کل ختم رسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں صرف معلم یعنی علم دینے والے بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

سلسلہ ہائے طریقت میں بلند ترین مقام پر فائز حضرت الشیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے میں نے علم کا درس لیا تا آنکہ قطب بنایا گیا۔ اس دنیا میں تخلیق انسان کا عظیم تر مقاصد عرفان الٰہی ہے۔

بندہ اپنے رب کو پہچان لے اس کی معرفت حاصل کر لے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کا راستہ کیا ہے جاننے والوں نے بتلایا کہ علم کے لئے شمع کی طرح پگھلنا پڑے گا کیونکہ علم کے بغیر رب تعالیٰ کا عرفان کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ کہنا حق بجانب ہے کہ "علم" وجہ شرفِ انسانیت ہے۔

پیغام

مشہور صحافی

جناب جبار مرزا صاحب

میں نے اپنے کسی کالم میں لکھا تھا کہ اِس وقت دنیا میں کم وبیش چھ ہزار زبانیں بولی جا رہی ہیں لیکن سمجھ صرف دو زبانوں کی ہی آتی ہے جن میں ایک دولت اور دوسری طاقت کی زبان ہے، لیکن ان دو زبانوں سے بھی بڑھ کر ایک زبان ہے جسے علم کی زبان کہتے ہیں، اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے سب سے پہلے قلم تخلیق کیا تھا اور علم قلم سے ہم تک پہنچا۔ "انوارِ رضا" کے اس خصوصی شمارے کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ اس کانفرنس کا احاطہ کئے ہوئے ہے جس کا انعقاد حضرت پیر صاحب کرنل محمد سرفراز سیفی صاحب نے گزشتہ دنوں اسلام آباد میں کیا تھا اور جس کا عنوان تھا "علم، باعث شرفِ انسانیت" علم مومن کی کھوئی ہوئی میراث ہے اس کا حصول ہر ذی شعور مرد وزن پر لازم ہے، میری حالیہ طبع ہونے والی کتاب "قائداعظم اور افواجِ پاکستان" کے فلیپ پر معروف قانون دان جناب محمد رشید قمر ایڈووکیٹ نے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے دورۂ بلوچستان کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب عمائدین بلوچستان نے قائد کو تحفے میں تلوار دی تو قائداعظم نے فرمایا "یہ تلوار جو آپ نے مجھے عنایت کی ہے صرف حفاظت کے لئے اٹھے گی لیکن فی الحال جو سب سے ضروری امر ہے وہ تعلیم ہے، علم تلوار سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔" جناب محبوب الرسول قادری صاحب کی شخصیت لائق تحسین ہے کہ وہ دامے، درمے اور سخنے علم کی اہمیت سے طالبانِ علم کو آگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ "انوارِ رضا" ان کا خوبصورت تبلیغ کا ذریعہ ہے، علم ہی وہ منبعٔ انوار ہے جو انسان کو کائنات کی دیگر مخلوقات میں ممیز وممتاز کرتا ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں کہ "علم، باعث شرفِ انسانیت ہے۔"

پیغام

حضرت

سیّد صبغت اللہ شاہ سہروردی بخاری

خانقاہ قادریہ پیرور دیہ شاہ آباد شریف

علم از سامان حفظ زندگی است علم از اسباب تقویم خودی است

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ علم ہمیشہ قوموں کے عروج و زوال کا مسئلہ رہا ہے کیونکہ علم سے مراد ہے آگاہی، شعور، حسن و قبیح کی تمیز جو کہ انسانیت کا طرۂ امتیاز ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں علم کی اہمیت و افادیت پر جس قدر زور دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم انسانیت کا مرکز و منبع ہے اور اگر ہم تاریخ کی ورق گردانی کریں تو پتہ چلتا ہے کہ جن اقوام نے اپنے مرکز سے منہ موڑا ہے اور اپنے منبع کو فراموش کیا ہے تو وہ زوال کی ایسی گردش کا شکار ہوئے ہیں کہ صدیوں بعد بھی پہلے والا مقام حاصل نہیں کر سکے۔ ماضی قریب سے مسلمان بھی اسی وجہ سے مصائب و آلام میں مبتلا ہیں کہ انہوں نے اپنے مرکز و محور آقائے نامدار سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ کی تعلیمات پر عمل کے متعلق کوتاہی اختیار کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ۵۸ اسلامی ممالک ہونے کے باوجود مسلم اُمہ کی کوئی تنظیم نہیں ہے۔ آپس میں اتحاد و اتفاق نہیں ہے کسی معاملے پر اکٹھے نہیں ہو سکتے اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں دوبارہ وہی مقام ملے اور دنیا میں ہمارا نام و نشان باقی رہے تو جھکنا اسی دروازے پر پڑے گا جس کی زبان مقدس پر پہلا لفظ "اِقْرَاء" تھا۔

جب پیر فلک نے ورق ایام کا الٹا آئی یہ صدا پاؤ گے تعلیم سے اعزاز

ایک اور جگہ بھی شاعر مشرق مسلمانوں کے زوال اور زبوں حالی کا حل پیش کرتے ہوئے

فرماتے ہیں کہ:

اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا　　　ہے خون فاسد کے لئے تعلیم مثل نیشتر

انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کرنا چاہوں گا کہ دور حاضر میں مخصوص فن کی ڈگری کو علم اور یہ ڈگری حاصل کر لینے والے کو سب سے زیادہ پڑھا لکھا تصور کیا جاتا ہے۔ علم کے ان شعبہ جات نے انسانیت کو جس قدر سہولیات فراہم کی ہیں مکمل طور پر ان کا اعتراف کرتا ہوں لیکن باوجود اس کے ہم ابھی تک تشنہ لب ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہمارے اس تشنگی کا دارو لانے کے لئے رازی وغزالی پیدا ہوں۔ ابن عربی اور فارابی جنم لیں جو بیک وقت قرآن، حدیث، فقہ، منطق، معقول، شاعری، علم جفر، علم نجوم، علم ہیئت، علم الابدان، علم الفراست اور علم الجغرافیہ کے ساتھ ساتھ پندرہ، پندرہ زبانوں پر ماہرانہ عبور رکھتے تھے صرف یہی نہیں بلکہ یہ حضرات روحانیت میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے اور انسانیت سے محبت تو ہمیشہ ان کا بنیادی درس رہا ہے۔

ترے علم ومحبت کی نہیں ہے انتہا کوئی　　　نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

لیکن صد حیف کہ مسلمان ان نابغۂ روزگار شخصیت کو فراموش کر چکے ہیں۔ ان کی تصانیف سے آگاہ نہیں ہیں اور اگر کچھ تحریریں ہیں تو ان کو سمجھنے والا کوئی نہیں ہے۔ غزالی جیسی عبقری شخصیت کے ساتھ تو یہ سانحہ بھی ہوا ہے کہ ان کی بیشتر کتب کا اہل یورپ نے ترجمہ کر کے شامل نصاب کر دیا ہے اور کچھ کتابوں کے ایک یا دو نسخے ہیں جو تا حال ان کے پاس محفوظ ہیں اور اقوام مسلم کو اس کا ادراک بھی نہیں ہے اور اہل یورپ کی ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ انہوں نے علم پر بہت زیادہ توجہ دی ہے اور ہر چھوٹی سے بڑی کتاب تک کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ مسلمانوں کی فلسفے اور سائنس سے متعلق جتنی بھی تحریریں تھیں اس سے صرف اور صرف اہل یورپ نے فائدہ اٹھایا ہے اور ہمارے حضرات بقول بیدلؒ

حق شناسی کو، مروت کو، ادب کو، شرم کو　　　جہد اہلِ فضل بریک دگر الزام است وبس

کے عمل پر کار فرما ہیں۔

گزشتہ کچھ عرصے سے ہمارے دینی مدارس کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔ آٹھ سالہ درس نظامی کا نصاب مکمل کر لینے کے بعد روش زمانہ کی تقلید میں دستار بندی تو کرائی جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ سوائے چند ایک

ہوتے ہیں کہ گویا مدرسہ کی شکل نہیں دیکھی۔ ایک اور کھیپ تیار ہوتی ہے جن کے اندر، تحقیق، جستجو، راست فکری اور تلاشِ حق کی دانہ جو برابر بھی خواہش نہیں ہوتی بلکہ اپنے اساتذہ کی گردان کرائی ہوئی مسلک کی ترویج واشاعت میں مصروف رہتے ہیں اور حق بات سے کوسوں دور رہتے ہیں۔

یہ سب باتیں ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہیں۔ ہر مسلک کے باشعور اور اکابر علماء کو غور فرمانا چاہیئے کہ ہم تعلیمی میدان میں کیوں اس قدر زوال پذیر ہیں، مل بیٹھ کر تعلیمی اصلاحات کی جائیں۔ نصاب پر نظرثانی ہونی چاہیئے۔ تعلیم پر مامور اساتذہ کی قابلیت وصلاحیت کو مدنظر رکھا جائے، فروعی مسائل کو ترک کیا جائے، نہیں تو بقول اقبالؔ ۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں
یہی آئینِ قدرت ہے، یہی اسلوبِ فطرت ہے جو ہے راہِ عمل میں گامزن، محبوبِ فطرت ہے

دورِ حاضر میں علم سے متعلق ہماری خانقاہوں کا کردار بھی مثبت نہیں ہے۔ ہماری خانقاہیں جو کبھی علم کے مراکز ہوا کرتی تھیں، زمانہ وہاں سے فیض یاب ہوتا تھا اور مسند نشین اپنے زمانے کے انتہائی عالم، فاضل اور متقی ہوتے تھے۔ علم کے ساتھ عمل ان کا اوڑھنا بچھونا اور وہ اپنے کردار وعمل کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کرتے تھے۔ آج بھی اگر ہم غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ، شیخ سید حسین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ کریں تو ایک ایک سفر میں علم کا بحر بیکراں ہے لیکن افسوس کہ اب ہمارے وہی مراکز علم کی بجائے سیاست، تقویٰ کی بجائے دولت، انسانیت کی بجائے اقتدار اور عمل صالح کی بجائے منصب دنیاوی حاصل کرنے کی لپیٹ میں آچکے ہیں اور اکابرین کی کمائی پر پلنے والے ان سجادہ نشینوں کو احساس تک بھی نہیں۔

جب سے ہمارے علمی وروحانی مراکز ورثے میں تبدیل ہوئے ہیں اس وقت سے بربادی شروع ہوئی ہے۔ عالم فاضل باپ کے پیچھے جتنا ان پڑھ اور جاہل بیٹا کیوں نہ ہو لیکن ہزاروں، لاکھوں افراد جن میں اہل علم اور متقی بھی ہوتے ہیں کا پیشوا وہی جاہل بنے گا۔

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو

ہمیں اپنا خانقاہی نظام درست کرنا ہوگا کیونکہ یہ محبت کے مرکز ہیں اور ہمارا مذہب بھی محبت وامن کا علمبردار ہے۔ سجادہ نشین حضرات کو بھی اپنا قبلہ درست کرنا چاہیئے وگرنہ وہ دن دور نہیں کہ

جب یہ نظام مفقود ہو جائے گا اس وقت اگر ہمیں کوئی چیز بچا سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف علم وآگہی ہے۔

پئے علم چوں شمع باید گداخت کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

انتہائی ناشکری ہوگی اگر میں یہاں اپنے دیرینہ کرم فرما، محب اہل بیتؓ وصحابہؓ ملک محبوب الرسول قادری کا ذکر نہ کروں۔ اس دور قحط الرجال اور عہد افراتفری وآپا دھاپی میں ملک صاحب کا وجود مسعود غنیمت ہے۔ ملک محبوب الرسول قادری نے ہمیشہ مسلک اہل سنت کی اشاعت اور علم کی شمع روشن کرنے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ کبھی "سوئے حجاز" کی صورت میں اور کبھی "انوارِ رضا" کی صورت میں۔ کبھی اپنی تقریر کی صورت میں تو کبھی مختلف محافل منعقد کرنے کی صورت میں، میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ ملک صاحب اپنی ذاتی ضروریات کو بالائے طاق رکھ کر اپنی آمدنی مسلک کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ علم کی اہمیت وافادیت پر اس شمارے کو شائع کرنے کے عوض اللہ آپ کو اجر عظیم سے نوازے۔

(آل عمران: ۷)

قطعۂ سالِ اشاعت

"انوارِ رضا مرحبا بدر منیر" ۲۰۱۶

ہیں ملک محبوب مرد ذی فراست ۔ ان کو حاصل ہے جہاں میں رعب و عزت
ہیں بلا شک یہ وقار دین و ملت ۔ غم گساری قوم کی ان کو ودیعت
دیتے ہیں ملی مسائل پر توجہ ۔ ہے قلم میں ان کے جدت و نُدرت
ذوق ان کا روز و شب پائے اضافہ ۔ یہ رہیں تا دیر دنیا میں سلامت
خوب "انوارِ رضا" ہے ان کی کاوش ۔ ہر شمارہ جس کا لے جاتا ہے سبقت
لائے ہیں اس بار جو یہ خاص نمبر ۔ علم کی ظاہر ہوئی اس میں فضیلت
علم سے انساں ملائک پر ہے افضل ۔ علم سے انسان نے پائی ہے عظمت
علم سے پاتی ہیں قومیں سرفرازی ۔ علم ہے اک لازوال آفاقی دولت
علم پر موقوف ہے عرفانِ باری ۔ علم ہی سے کھلتے ہیں اسرار قدرت
علم کی عظمت کا حامل یہ جریدہ ۔ لائے گا فکر و عمل میں ایک وسعت

یوں کہا فیض الامین نے سال اس کا
"علم وجہ شرف انساں گنج و حکمت"

پیر فیض الامین فاروقی سیالوی۔ ۱۴۳۷ھ

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

اقبالؒ

علم شرفِ انسانیت

انبیاء کی یہ میراث ہے، علم ہے نور کی ضوگری
ہے بشر کا شرف علم ہی، علم ہی سے ملے روشنی

علم خیر و عمل کا نشاں، علم انسانیت کا جہاں
یہ مخالف جہالت کا ہے، یہ مٹائے ہر اِک تیرگی

علم کا شہر ہیں مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علم ہے رحمتوں کی گھٹا
آپ بھی علم حاصل کریں، دل میں کِھل جائے گی اِک کلی

اوّلیں جو دبستاں تھا، وہ تو اصحابِ صفہ کا تھا
علم تقسیم ہونے لگا، سب کو حاصل ہوئی آگہی

علم کا بول بالا رہے، اس کا ہر سُو اُجالا رہے
جس کو جو بھی فضیلت مِلی، علم ہی کی بدولت مِلی

علم کی اپنی اِک شان ہے، حق و باطل کی پہچان ہے
جہل کی بات کوئی بھی ہو، علم کے سامنے کب چلی

علم پھیلائے ہے روشنی، علم سکھلائے آداب بھی
جہل سے بچ کے لوگو! رہو، جہل ہے تیرگی تیرگی

علم حُسنِ عمل عاجزی، جہل میں ہے تکبر بھرا
بات طاہرؔ یہ ثابت ہوئی، علم کی ہر جگہ سروری

دولتِ علم حاصل کرو، اپنا ایمان کامل کرو
بارگاہِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں چلو، شاخِ دل ہوگی طاہرؔ ہری

شاعرِ حمد و نعت طاہرؔ سلطانی
چیئرمین: حمد و نعت ریسرچ سینٹر کراچی
0300-2831089

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے "786" اعداد کو غور سے دیکھیں تو عجیب حقیقت سامنے آتی ہے۔ "786" کے "6,8,7" کو کیمیا سے منسلک کریں تو 6 ایٹمی نمبر ہے کاربن کا۔ 7 ایٹمی نمبر ہے نائٹروجن کا۔ 8 ایٹمی نمبر ہے آکسیجن کا۔ اگر ہم ان تینوں عناصر کو کسی بھی جاندار سے نکال دیں۔ تو وہ مردہ ہو جائے گا چاہے وہ وائرس ہی کیوں نہ ہو۔

اگر "786" کو جمع کریں تو "21" آتا ہے جو مرکب ہندسہ ہے۔ "786" کی طرح 21 کو بھی الگ کریں یعنی "2,1"۔ تو "1" ایٹمی نمبر ہے ہائیڈروجن کا اور 2 ایٹمی نمبر ہے ہیلیئم کا دونوں گیسوں کو سورج سے علیحدہ کریں تو دنیا موت اور تاریکی کا کھنڈر بن جائے گی۔

اس سے ثابت ہوا کہ جانداروں کی زندگی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکت سے ہے اور اس کائنات کا نظام بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی برکت سے چل رہا ہے۔ پس بسم اللہ الرحمٰن الرحیم انسانی زندگی کیلئے نہ صرف خیر و برکت کا سبب ہے بلکہ بامعنی زندگی کیلئے ضروری ہے۔

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
جوہر آباد
سہ ماہی
انوارِ رضا
تلمک محبوب الرسول قادری
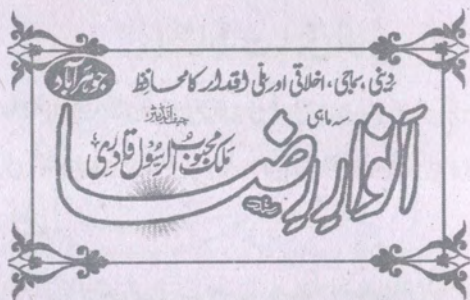
حصّہ اوّل

ارشاداتِ باری تعالیٰ

☆ اے ایمان والو! کہیں تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا کہ جن پر تم سے پہلے کتاب اتری۔ لیکن زمانہ دراز گزر جانے پر ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ اس کو فراموش کر بیٹھے۔

☆ خبردار نیک کام میں خرچ کئے ہوئے روپے کو احسان جتا جتا کر، دکھ دینے والے کلمات کہہ کر ضائع نہ کرو۔

☆ جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو وہ الٹا ہم سے منہ پھیرتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو آس توڑ بیٹھتا ہے۔

☆ بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

☆ فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اللہ تعالیٰ کا ناشکرا ہے۔

ارشاداتِ نبوی ﷺ

☆ کھاؤ، خیرات کرو اور پہنو، اس حد تک کہ فضول خرچی اور تکبر نہ ہو۔

☆ زمانے کو برا نہ کہو کہ اس کا فاعل حقیقی خدائے برتر ہے۔

☆ باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کیلئے اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کی تعلیم و تربیت اچھی کرے۔

☆ قسم سے خرید وفروخت میں زیادتی ہو سکتی ہے مگر کمائی گھٹ (برکت ختم ہو) جاتی ہے۔

☆ نیکی کا بتانے والا مثل اس کے کرنے والے کے ہے۔

☆ اپنے آپ کو تمنا سے بچا کہ وہ بیوقوفوں کی وادی ہے۔

باب 1

قرآن وسنت اور فقہاء اسلام کی روشنی میں

☆ فضائل علم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آیاتِ بنیات کی روشنی میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

از رشحاتِ قلم: مولانا جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

☆ فضیلت واہمیت علم کے حوالے سے چہل حدیث ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حضرت مفتی علیم الدین نقشبندی

☆ دینی تعلیم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علماء دین کی نظر میں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مفتی عبدالقیوم ہزاروی

☆ افادیتِ فروغ علم ۔۔۔۔۔۔۔ پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ محمد آصف ہزاروی (وزیر آباد)

☆ علم دین کی ضرورت اور فوائد ۔۔۔۔۔۔ مفتی علیم الدین نقشبندی

فرمودات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

توبہ بوڑھے سے خوب اور جوان سے خوب تر ہے۔
دنیا میں مشغول ہونا جاہل کا بد ہے لیکن عالم کا بدتر ہے۔

شرم مردوں سے خوب ہے مگر عورتوں سے خوب تر ہے۔
زبان کو شکوہ سے روک خوشی کی زندگی ملے گی۔
خوف الٰہی بقدر علم ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ سے بے خوفی بقدر جہالت۔
جس پر نصیحت اثر نہ کرے وہ جان لے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔

فرمودات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جو شخص اپنا راز پوشیدہ رکھتا ہے وہ گویا اپنی سلامتی کو اپنی قبضے میں رکھتا ہے۔
خشوع و خضوع کا تعلق دل سے ہے نہ کہ ظاہری حرکات سے۔
اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے جو میرے عیوب پر مجھے مطلع کرتا ہے۔
نیکی کے عوض نیکی حق کی ادائیگی ہے اور بدی کے عوض نیکی احسان ہے۔
جھوٹ ہرگز نہ بولو جھوٹ ہی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

انوارِ قرآنِ کریم

فضائلِ علم
آیاتِ بینات کی روشنی میں

از رشحاتِ قلم: مولانا جلال الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

فضائلِ علم سے متعلق چند قرآنی آیات، جن کو امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (۱۱:۵۷)

اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

ایمان کی طرح علم بلندی درجات کا موجب ہے۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۹:۳۹)

تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان، نصیحت تو وہی جانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (۴۹:۳۵)

اللہ سے اس سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ (۴۳:۳۹)

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ

اور اگر اس میں رسول اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف رجوع لاتے تو ضرور ان سے

مِنْهُمْ ؕ (۴:۸۳) اس کی حقیقت جان لیتے یہ جو بعد میں کاوشیں کرتے ہیں۔

معاملات میں حکم الٰہی علماء کے اجتہاد پر راجع، حکم الٰہی معلوم کرنے کے لئے انبیاء علیہم السلام اور علماء کی طرف رجوع اور علماء کا ذکر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ شانِ علم کا اظہار ہے۔

بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ (۲۹:۴۹) بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (۹:۱۲۲) تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں، اس امید پر کہ وہ بچیں۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۱۶:۴۳) تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

اہل عالم کو اپنے مسائل میں علماء کی طرف رجوع کا اشارہ فرما کر علم کی عظمت کا اظہار فرمایا۔

فضائل علم۔ احادیث سے:

فضائل علم کے بارے میں ان احادیث کا ترجمہ جنہیں امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا۔

اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور اسے اپنی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ (بخاری، مسلم، احمد، ابن ماجہ، ابونعیم، جامع صغیر)

علماء انبیاء کے وارث ہیں، آسمان والے ان سے محبت کرتے ہیں۔ سمندر کی مچھلیاں ان کے لئے ان کے مرنے کے بعد قیامت تک مغفرت طلب کرتی ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن النجار، جامع صغیر)

انسانوں میں سے بہتر اور ایمان دار وہ عالم ہے کہ اگر لوگ اس کے پاس اپنی حاجت لے جائیں تو وہ ان کو فائدہ دے اور اگر وہ اس سے بے پرواہ ہو جائیں تو وہ اپنے نفس کو بے پروا کرے۔ (بیہقی)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں دو قسمیں ایسی ہیں کہ جب وہ درست ہوں تو سب لوگ درست ہوں اور اگر وہ بگڑ جائیں تو سب لوگ بگڑ جائیں۔ ایک امراء (حکام) دوسرے فقہاء (علماء)۔ (ابن عبد البر۔ ابو نعیم)

جو شخص میری امت کو میری سنت کی چالیس حدیثیں یاد کر کے پہنچا دے تو میں اس کا قیامت کے روز شفیع اور گواہ ہوں گا۔ (ابن عبد البر عن ابن عمر)

عالم زمین میں اللہ کا امانت دار ہے۔ (ابن عبد البر عن معاذ)

اس حال میں صبح کر کہ تو عالم ہو یا متعلم یا عالم کی باتیں سننے والا یا عالم کا محب اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔ (بزاز، طبرانی عن ابی بکرۃ)

علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے درہم و دینار ترکہ میں نہیں چھوڑے علم اپنا ورثہ چھوڑا ہے جس نے علم پایا اس نے بڑا حصہ پایا۔ (ابو داؤد۔ ترمذی)

علم سیکھو اور علم کے لئے سکون اور مہابت حاصل کرو۔ استاد کے سامنے کہ اس نے تمہیں تعلیم دی، تواضع و فروتنی اختیار کرو۔ (طبرانی فی الاوسط۔ ابن عدی عن ابی ہریرہ)

تین آدمیوں کے حقوق کو منافق کے سوا کوئی اور کم نہیں جانتا۔ ایک وہ کہ حالت اسلام میں جس کے بال سفید ہو گئے ہوں، دوسرا عالم، تیسرا عادل بادشاہ۔ (طبرانی عن ابی امامہ)

جس نے اپنے علم کو بڑھالیا، مگر دنیا سے بے رغبت نہ ہوا وہ اللہ سے دور ہوا۔ (دیلمی عن علی)

جو اپنے آپ کو عالم کہے وہ جاہل ہے۔ (طبرانی فی الاوسط عن ابن عمر)

تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری ترمذی، ابن ماجہ)

جسے کچھ قرآن یاد نہیں وہ پرانے گھر کی مانند ہے۔ (ترمذی)

جو ہمارے عالم کا حق نہ پہنچائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(احمد، حاکم، طبرانی فی الکبیر عن عبادہ بن صامت)

عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ پر۔

(ترمذی عن ابی امامہ)

عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسی چودھویں رات میں چاند کو باقی ستاروں پر۔

(ابو نعیم فی الحلیہ)

قیامت کے روز تین آدمی سفارش کریں گے۔ انبیاء علیہم السلام، علماء، شہداء۔ (ابن ماجہ عن عثمان)

فضائلِ علم۔ کلامِ اکابر سے:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام کے کلمات طیبات جن کا تعلق فضائل علم سے ہے اور انہیں امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: علم مال سے بہتر ہے علم تیری حفاظت کرتا ہے اور تو مال کی۔ علم حکم ہے اور مال محکوم۔ مال خرچ کرنے سے گھٹتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام کو اختیار دیا گیا کہ علم، مال اور سلطنت میں سے جو چاہیں پسند کریں۔ انہوں نے علم کو اختیار فرمایا تو مال اور سلطنت علم کے ساتھ عطا ہوئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ میں دنیا کی بھلائی سے مراد علم اور عبادت ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علم سیکھو کہ علم کا سیکھنا نیکی ہے۔ اس کی طلب عبادت ہے۔ علم کو دہرانا تسبیح ہے۔ علم میں کوشش کرنا جہاد ہے۔ جاہل کو تعلیم دینا صدقہ ہے۔ علم کے مستحقین پر خرچ کرنا اللہ کا قُرب ہے۔ علم تنہائی میں انیس ہے، خلوت میں ساتھی ہے۔

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مجھے میرے آقا نے تین سو درہم سے خریدا اور آزاد کر دیا تو میں نے سوچا کہ کون سا فن سیکھوں، آخر علم کو سیکھا ایک برس بھی نہ گزرا تھا کہ خلیفہ وقت میری زیارت کے ارادہ سے آیا۔ میں نے اسے لوٹا دیا اور اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔"

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جس نے قرآن سیکھا اس کی عظمت بڑھ گئی، جس نے فقہ میں توجہ کی وہ جلیل القدر ہوا، جس نے لغت میں توجہ کی اس کی طبیعت میں رقت آ گئی۔ جس نے حساب میں توجہ کی اس کی رائے مضبوط ہو گئی جس نے کتب حدیث میں توجہ کی اس کے دلائل مضبوط ہو گئے اور جس نے اپنے کو محفوظ نہ رکھا اس کو علم نفع نہ دے گا۔"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "جو شخص عالم نہ ہو اسے انسانوں میں شمار نہ کر۔ کیونکہ علم وہ خاصہ ہے جس سے انسان باقی جانداروں سے ممیز ہوتا ہے۔ انسان علم کے شرف سے ہی انسان کہلانے

کا مستحق ہے۔ انسان اپنی قوت کے باعث انسان نہیں کیونکہ اونٹ اس سے قوی ہے۔ نہ اپنے عظیم جُثہ کی بنیاد پر انسان ہے کیونکہ ہاتھی اس سے بڑا ہے۔ نہ اپنی شجاعت کی بنیاد پر کیونکہ درندے اس سے زیادہ شجاع ہیں۔ نہ زیادہ کھانے کی وجہ سے کہ اونٹ کا پیٹ اس سے بڑا ہے اور نہ اپنی جماعت کی بناء پر کہ ادنیٰ درجے کی چڑیاں اس سے بڑھ کر ہیں۔ ہاں اگر انسان کو باقی جانوروں سے تمیز ہے تو صرف علم کی بدولت۔

تعلیم سے متعلق اکابر ماہرین تعلیم کے نظریات

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنے منفرد خیالات، علم کلام اور فنون فلسفہ میں مہارت تامہ کی وجہ سے مخصوص درجات کے مالک ہیں۔ عالم اسلام کے علوہ مغربی دنیا کے مفکرین نے بھی آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے اور بہت سے معاملات میں آپ سے رہنمائی حاصل کی ہے۔ آپ کی عظمت کے باعث آپ کو حجۃ الاسلام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد میں صرف چونتیس برس کی عمر میں مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے۔ مدرسہ مذکورہ کی تاریخ میں یہ ایک ہی ہستی ہے جو اتنی چھوٹی عمر میں اتنے بڑے منصب پر فائز ہوئی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علم سیکھنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے مگر کون سے علوم کی تعلیم فرض ہے۔ خود فرماتے ہیں: "قرآن میں جس علم کو فقہ، علم، روشنی، نور، ہدایت اور راہ یابی سے تعبیر فرمایا ہے وہ علم ہے جس سے خداشناسی اور یادِ آخرت تازہ ہوتی رہے۔"

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: "اور جو علم کہ حدیث میں ہر مسلمان پر فرض مذکور ہوا ہے۔ اس سے مراد علم معاملہ ہے اور جو معاملات کہ عاقل و بالغ شخص کو ان کا حکم ہوتا ہے۔ وہ تین ہیں۔ ایک اعتقاد، ایک کرنا اور ایک نہ کرنا۔" [۲]

نیز فرماتے ہیں: "غرضیکہ سب افعال جو فرض عین ہیں ان کا جاننا بتدریج اسی طرح ہے اور ترکِ فعل کا معلوم کرنا بھی۔۔۔۔۔۔۔ اسی طرح واجب ہوگا۔" [۳]

طویل بحث کے بعد مزید لکھتے ہیں: "توجہ علم فرض عین ہے۔ اس میں یہی امر حق ہے جو ہم نے لکھا یعنی عمل واجب کی کیفیت کا جاننا فرض عین ہے۔ پس جو شخص واجب کو جان لے گا اور اس کے

واجب ہونے کے وقت کو معلوم کرلے گا تو وہ علم کہ اس پر فرض عین تھا اس کو سیکھ لے گا۔"۴

خلاصہ بحث کے طور پر فرمایا: "جب یہ بات ظاہر ہو چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد میں "طلب العلم فریضة علی کل مسلم" العلم سے عمل کا علم مراد لیا ہے جس کا واجب ہونا مسلمانوں پر مشہور ہے۔"۵

ان عبارات کا مفاد یہی ہے کہ علم کی تحصیل ضروری ہے۔ مگر اس علم کی جس سے احکام شرع معلوم ہوں۔ مثلاً عبادات، معاملات، اخلاقیات وغیرہ اس کے سوا تمام علوم مطلوب خدا اور سول نہیں۔ وہ مردود ہیں۔ خود امام غزالی علیہ الرحمۃ کی زبانی سنئے:

"علم کہ دنیوی تقاضوں کو پورا کرنے میں، بحث و جدل کرنے میں یا عوام کو مقفیٰ و مسجع وعظ کہہ کر پھسلانے میں استعمال ہو حرام اور جالِ دنیا ہے۔"۶

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحصیل علوم میں افادیت کے قائل ہیں۔ عالم اگر بے عمل ہو یا خوفِ خدا و خوف آخرت سے عاری ہو یا علم کو فخر کا ذریعہ بنالے۔ آپ کے نزدیک وہ علم اور وہ عالم مردود و مقہور ہے۔ فرماتے ہیں:

"قیامت کے روز سب لوگوں سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اللہ پاک نے اس کے علم سے کچھ نفع نہ دیا ہو۔" (طبرانی، بیہقی) ۷

حدیث میں جس طلبِ علم کو فرض کہا ہے اس سے مومن کو رقیق القلب، پاکیزہ اور اللہ کی یاد کرنے والا بنانا مراد ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ثمرہ علم کا دلوں کو آخرت کی طرف میلان اور روحوں کا تزکیہ و ترقی ہے۔"۹

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک علم وہ نیکی ہے جس کے فیض سے عالم، عالم ناسوت، ملکوت، لاہوت کے اسرار و حقائق کو اپنی گرفت میں لینے کا اہل ہو جاتا ہے۔ ورنہ وہ عالم عالم نہیں اور نہ وہ علم علم۔۔۔۔۔ اس شخص نے اپنی زندگی اس بے مقصد کام میں یونہی صرف کر دی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نقطہ نظر کے مطابق قرآن وحدیث، فقہ و تفسیر کے علاوہ دیگر دنیوی علوم بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ مگر اولیت اہم علوم دینیہ کو حاصل ہے۔ اس لئے تحصیل علوم میں علوم و فنون کے درمیان ایک ترتیب قائم کرے۔ پھر تحصیل علوم میں مشغول ہو۔ ایسا نہ ہو کہ غیر اہم علوم میں زندگی کا قیمتی حصہ تو صرف کر دے اور واجب علوم (عبادات معاملات اور اخلاقیات کے علوم) رہ

جائیں۔

حواشی: ا۔مذاق العارفین اردو ترجمہ احیاء علوم الدین، ناشران قرآن کمپنی لاہور ص ۷۔۔۔۔ ۲۔ایضاً ص ۲۱۔۔۔۔۔ ۳۔ایضاً ص ۲۱۔۔۔۔ ۴۔ایضاً ص ۲۲۔۔۔ ۵۔ایضاً ص ۲۳۔۔۔۔۔ ۶۔ایضاً ص ۷۔۔۔۔۔۔ ۷۔ایضاً ص ۶۔۔۔۔۔۔ ۸۔ایضاً ص ۸۔۔۔۔۔۔ ۹۔ایضاً ص ۹۔۔۔۔۔

ابن خلدون:

ابن خلدون عمرانیات، سیاسیات اور تعلیمات کے بہت بڑے ماہر تھے۔ آٹھویں صدی ہجری کے آخر اور نویں صدی ہجری کے عشرہ اول میں ابن خلدون کے فلسفیانہ نظریات سامنے آئے۔ انہوں نے علم کو خوراک کی مانند انسان کی طبعی ضرورت قرار دیا۔ ابن خلدون نے علوم کو واضح دو قسموں میں تقسیم کیا۔

ا۔ علوم عقلیہ ۲۔ علوم نقلیہ

ابن خلدون نے اپنے ہم مذہب افراد پر لازم قرار دیا کہ ان کی ایک خاص مجلس ہو جس میں اوقات معینہ پر جمع ہوں۔ اس مجلس میں کوئی اجنبی شریک نہ ہو۔ ایسی مجلس میں اکثر وہ علم نفس، حس محسوس اور عقل معقول پر مباحثہ کرتے تھے لیکن سب سے زیادہ توجہ کتب الٰہیہ اور تنزیلات نبویہ کے اسرار و مسائل پر دیتے۔

ابن خلدون علوم الٰہیہ کو منتہائے مقصود تعلیم قرار دیتے۔ کیونکہ یہی علوم حقیقت ازلی و ابدی کے مظہر ہیں۔ جو تکمیل انسانیت کے لئے ضروری ہیں۔

ابن خلدون کے نزدیک تعلیم کا حقیقی مقصد علم حقیقت و علم معرفت حاصل کرنا ہے۔ اگرچہ دنیا میں رہنے کے لئے دنیاوی امور اور دنیاوی مادی اشیاء کا علم بے حد ضروری ہے۔ لیکن دونوں اقسام کی منفعت مختلف نوعیت کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علم معرفت ہر کس و ناکس حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے حصول میں دلچسپی لیتا ہے۔ اس لئے لوگ عموماً دنیوی علوم کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ دراصل دنیوی علوم کا حصول کم ہمتی پر مبنی ہے۔ مردانِ حق اپنی بلند ہمتی کے سبب تعلیم کا حقیقی مقصد (علم معرفت) پانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ ابن خلدون کے نزدیک تعلیم کے بارے میں نظریات تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس کا باعث انسانی زندگی کے تین بڑے عوامل ہیں۔

اول: دین دوم: جغرافیائی حالات سوم: وسائل حیات کی کمی بیشی

ابن خلدون ۔ کے نظریہ کے مطابق سیاسیات کی پختگی اور اہمیت میں جن امور کو دخل ہے ان میں تعلیم اور رواج تعلیم بھی شامل ہے۔

ریاست کے لئے سیاست اور سیاست کے لئے علم بنیادی عوامل ہیں۔ اس بارے میں ابن خلدون کے نزدیک تعلیم ایک ایسا موضوع ہے جو افلاطون سے لے کر آج تک کے فلاسفروں کا موضوع بنا رہا ہے۔ چاہے ان کا مرکز سیاسی نوعیت کا ہو یا کسی اور نوعیت کا۔ تاہم تعلیم کو سیاست میں جس قدر اہمیت حاصل ہے اتنی قوت بازو کو بھی نہیں۔ سیاست کا مقصد صرف وسعت حدود جغرافیائی کے لئے مسلسل کوشش کرنا نہیں بلکہ خود اپنی ریاست میں زیادہ سے زیادہ فلاح و بہبود کو رواج دینا ہے جس ملک میں تعلیم زیادہ ہوگی وہ ہر لحاظ سے قوی ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ:

عارف باللہ شاہ ولی اللہ (المتولد ۱۱۱۴ھ/ ۱۷۰۳ء، المتوفی ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء)

حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی دہلوی (م ۱۱۳۱ھ) کے بیٹے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے مغلیہ دورِ حکومت کے دس بادشاہوں کا زمانہ پایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کی زندگی کا ایک معتدبہ حصہ درس وتدریس میں صرف ہوا۔ شاہ صاحب کس قسم کی تعلیم کا رواج چاہتے تھے؟ اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لئے چند شواہد کا مطالعہ مفید مطلب ہے۔

وصیت نامہ فارسی میں خود شاہ صاحب کی ایک تحریر ہے جن کا تعلق علوم کی تعلیم سے ہے۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ صرف ونحو کی تین تین یا چار چار کتابیں سب سے پہلے پڑھی جائیں۔

۲۔ بعد از اں تاریخ، حکمت عملی کی کوئی کتاب کہ عربی زبان میں ہو اس طرح پڑھی جائے کہ مشکل الفاظ کو لغت کی مدد سے حل کرتے جائیں۔

۳۔ عربی زبان پر قدرت کے بعد علم حدیث کی کتاب موطا پڑھی جائے کہ اصل علم تو حدیث کا علم ہے۔

۴۔ قرآن مجید کو بغیر ترجمہ اور تفسیر کے پڑھا جائے۔ مشکل کلمات کو نحو کے ذریعہ حل کیا جائے یا ان کا شان نزول معلوم کیا جائے۔

۵۔ اس کے بعد تفسیر جلالین بقدر ضرورت پڑھی جائے۔

۶۔ بعد ازاں کتب حدیث صحاح وغیرہ، کتب فقہ، کتب عقائد اور کتب سلوک ایک وقت میں پڑھی جائیں۔

۷۔ ان سے فراغت حاصل کرنے کے بعد کتب دانش و بینش مثل شرح ملا جامی، قطبی وغیرہ پڑھی جائیں۔

۸۔ اگر وقت اجازت دے تو مشکوٰۃ اور اس کی شرح طیبی کو اس طرح پڑھا جائے کہ ایک روز کچھ حصہ مشکوٰۃ کا اور دوسرے روز اس کی شرح طیبی سے۔

۹۔ اس طریق تدریس میں بہت نفع ہے۔

۱۰۔ فیض ربانی کے حصول کے لئے قرآن مجید، حدیث، تفسیر اور فقہ کی تعلیم ضروری ہے اور ان علوم کے حصول کے لئے ابتدائی صرف ونحو وادب کی تعلیم بمنزلہ زینہ کے ہے۔[1]

حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ اپنے ملفوظات میں اپنے والد بزرگوار کے بارے میں فرماتے ہیں:

پدرمن وقت رخصت از مدینہ از استاد خود عرض کرد و اُو خوش شد کہ ہرچہ خواندہ بودم فراموش کردم اِلّا علم دین یعنی حدیث۔[2]

میرے والد نے مدینہ سے رخصت کے وقت اپنے استاد سے عرض کی جس سے وہ خوش ہوئے کہ میں نے علم دین یعنی حدیث کے علاوہ جو کچھ پڑھا تھا وہ بھلا دیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ بعض علوم میں اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں: "اس بندہ ضعیف پر خداوند تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ مجھے فاتحیت کی خلعت پہنائی گئی ہے اور پچھلے دور کا افتتاح میرے ہاتھ سے کرایا گیا ہے۔ مجھ سے پوچھا گیا فقر کی اچھی باتیں کیا ہیں؟ چنانچہ میں نے ان کو جمع کر کے فقہ حدیث نئے سرے سے مرتب کر دی ہے۔

میں نے فن اسرارِ حدیث اور علم مصالح احکام وغیرہ جو آنحضرت ﷺ خداوند تعالیٰ سے لے کر آئے ہیں اور جن کی آپ ﷺ نے تعلیم فرمائی ہے مدون کیا۔ یہ وہ حق ہے جس کے بارے میں اس سے پہلے کسی نے مجھ سے بہتر بات نہیں کی ہے حالانکہ یہ عظیم الشان علم ہے۔

نیز مجھے کمالات اربعہ یعنی ابداع، خلق، تدبیر اور تدلّی کا نہایت وسیع علم دیا گیا ہے۔ ایسے ہی نفوس انسانی کی استعدادات کا کامل علم عطا کیا گیا ہے جس سے ہر شخص کا کمال اور انجام معلوم ہو سکتا

ہے۔ یہ دونوں وہ بلند مرتبہ علوم ہیں کہ مجھ سے پہلے کسی نے ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا۔ اس کے علاوہ مجھے حکمت عملی کے اصول کو خداوند تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے آثار کے ذریعے سمجھنے اور پختہ کرنے کی توفیق بخشی گئی۔"۴

مجموعہ وصایا اربعہ کے مرتب نے حضرت شاہ ولی اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ اس کو شاہ صاحب کی زندگی کا خلاصہ اور تعلیمات کا نچوڑ کہنا چاہئے۔

"مارا لابدست کہ حرمین محترمین رویم، روئے خود براں آستانہائے مالیم، سعادت ما ایں ست و شقاوت ما در اعراض۔"۵

ہمارے لئے لازمی ہے کہ حرمین محترمین جائیں اور اپنے چہروں کو درِ بیت اللہ اور درِ رسول اللہ ﷺ پر ملیں۔ ہماری سعادت اسی میں ہے اور اس سے انکار میں ہماری شقاوت اور بدبختی ہے۔

مذکورہ بالا شواہد کی روشنی میں ہم حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کے تعلیمی نظریات ب آسانی معلوم کر سکتے ہیں۔ شاہ صاحب کے تعلیمی نظریات کا اجمالی طور پر یوں ذکر کر سکتے ہیں۔

۱۔ کتب دینیہ، قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر وغیرہ کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ (منطق، فلسفہ، ریاضی، سائنس وغیرہ) کی تعلیم ضروری ہے مگر اس انداز میں کہ اولیت علوم دینیہ کو ہو گی۔

۲۔ قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لئے بنیادی طور پر صرف و نحو، لغت و ادب کی تعلیم ضروری ہے۔ ان علوم کی حیثیت علوم آلیہ کی سی ہے۔

۳۔ علوم کی تحصیل کی غرض و غایت فیض ربانی کا حصول ہے۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کا انحصار اور مقامات باطنی کا مدار قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر کی تعلیم ہے۔ بغیر ان کے حصول کے انسان وہ مقام نہیں پا سکتا جس کے حصول کا اسے حکم دیا گیا ہے۔

۴۔ تحصیل علوم کی غرض و غایت درِ مصطفیٰ ﷺ تک حاضری ہے۔ اسی میں سعادتِ ابدیہ ہے۔ اس سے اعراض شقاوت عظیمہ ہے۔

بمصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باد نرسیدی تمام بولہبی ست

۵۔ اہل علم حضرات سے یہ بات مخفی نہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں قرآن و حدیث، فقہ و تفسیر اور دیگر علوم کی حامل اکثر درسگاہیں شاہ ولی اللہ کے سلسلہ تلامذہ کی درسگاہیں ہیں۔ یہ علماء و فضلا کسی نہ کسی

واسطہ سے آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ مگر مقام افسوس ہے کہ یہ فضلاء اور علماء اپنے اندر بنیادی نوعیت کے اختلافات رکھتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب درد ان اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے شاہ صاحب کی تعلیمات کا سہارا لینا پڑے گا۔ ویسے سیدھی سی بات یہ ہے کہ جن درسگاہوں کے فارغ التحصیل طلبا در مصطفی ﷺ تک عاجزانہ حاضری کو زندگی کا سب سے بڑا نصب العین سمجھتے ہیں۔ مقام مصطفی ﷺ کی عظمت ان کے ایمانوں کا جزو اعظم ہے اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے ہر وقت کوشاں ہیں وہ ہی شاہ صاحب کے صحیح جانشین ہیں۔

حواشی: ۱۔ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں از ابوالحسنات ندوی، مطبع معارف اعظم گڑھ ص ۱۰۷.......... ۲۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین (انفاس العارفین) میں اس طرح بھی منقول ہے۔ "این فقیر برائے وداع نزدیک شیخ ابو طاهر رفت۔ ایں بیت برخواند۔ ع نیست کل طریق کنت اعرف+ الا طریقا یودبنی الاربعکم۔ بمجرد شنیدن آں بکابر شیخ غالب آمد و بغایت مستانہ شد" شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان۔ ص ۳۲.......... ۳۔ ہر شخص کا کمال باطنی اور انجام معلوم ہونا علوم غیبیہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو حضور پُر نور ﷺ کے توسط سے ان علوم سے حصہ عطا فرماتا ہے۔ فقیر قادری عفی عنہ.......... ۴۔ شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان۔ ص ۷ و ۸.......... ۵۔ تقدیم الطاف القدس۔ از حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ ص ۵..........

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال (۱۸۷۶ء تا ۱۹۳۸ء):

ایک ماہر تعلیم کی حیثیت سے اقبال کے تعلیمی نظریات کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

جدید علوم، جن کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ یہ یورپ والوں کے ایجاد کردہ ہیں درحقیقت مسلمانوں ہی کا ورثہ ہیں۔ ان علوم کو مسلمانوں نے نہ صرف ایجاد کیا بلکہ اس حد تک پہنچایا کہ اس سے آگے جانا آج بھی مشکل ہے۔ اس حقیقت کو علامہ اقبال کی زبان سے سنئے۔

حکمتِ اشیاء فرنگی زاد نیست — اصل او جز لذت ایجاد نیست
نیک اگر بینی مسلمان زادہ است — ایں گہر از دست ما افتادہ است
ایں پری از شیشۂ اسلافِ ماست — باز صیدش کن کہ او از قافِ ماست

(مثنوی مسافر)

یہ حکمت اشیاء درحقیقت فرنگیوں کی ایجاد کردہ نہیں۔ اس کی اصل تو انسانی سرشت ہے۔ اگر تو تعصب سے ہٹ کر دیکھے تو معلوم ہوگا۔ یہ گوہر آبدار تو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہی گرا ہے۔ حکمت کے یہ علوم تو ہمارے علمی کوہ قاف کی پری ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ حق پہنچتا ہے کہ ان کو دوبارہ حاصل کریں۔

چونکہ علوم جدیدہ اقبال کے نزدیک مسلمان اسلاف کا ترکہ و میراث ہیں۔ اس لئے موجودہ دور کے مسلمانوں کو ان کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ ترغیبی انداز میں اقبال لکھتے ہیں:

نائب حق در جہاں آدم شود — خویش رابر پشت باد اسوار کن
یعنی ایں جمازہ راما ہار کن — از شعاعش دیدہ کن نا دیدہ را
دا نما اسرار نا فہمیدہ را — جستجو را محکم از تدبیر کن
انفس و آفاق را تسخیر کن — تو کہ مقصود خطاب انظری
پس چرا ایں راہ چوں کوراں بری — آنکہ بر اشیاء کمند انداخت است
مرکب از برق وحرارت ساخت است — علم اشیاء اعتبار آدم است
حکمت اشیاء حصار آدم است

(رموز بیخودی)

انسان دنیا میں اسی وقت نائب حق بنتا ہے جب کہ عناصر قدرت پر اس کا حکم جاری ہو۔ اے مسلماں! تو ہوا کی پشت پر سواری کر۔ اس تیز رفتار اونٹ کی نکیل تیرے ہاتھوں میں ہونی چاہئے۔ اے نوجوان مسلمان! تو فضائے آسمان کے ایک حقیر ذرہ کی روشنی سے چشم بینا کو منور کر دے۔ جگمگاتے خورشید کی شعاعوں کو شکار کر۔ اپنی جدو جہد کو تدبر اور تدبیر سے مستحکم بنا۔ انفس و آفاق کو مسخر کر۔

اے مسلمان! تو ہی خطاب الٰہی:

اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ — وہ اونٹ کی طرف کیوں نہیں دیکھتے، کس انداز سے اسے بنایا گیا ہے

کا مخاطب ہے۔ تجھے تو اشیاء کائنات کی حقیقت و ماہیت پر غور و فکر کی دعوت دی گئی تو پھر کیوں اس راہ میں تو غور نہیں کرتا۔ ذرا غور سے سن! جس نے اشیاء کائنات پر کمند ڈال دی اور ان کو مسخر کر لیا۔ وہی عناصر قدرت برق و باد کا حکمران ہے۔ وہ ان اشیاء کا راکب ہے اور وہ اس کا مرکب۔ اشیاء کی ماہیت و حقیقت کا علم ہی حضرت آدم علیہ السلام کی برتری کا سبب ہے۔ اگر انسان اشیاء کے اسرار و رموز سے آگاہی

حاصل کرلے۔ تو یہی اشیاء اس کے لئے امن کا حصار بن جاتی ہیں۔

ان خیالات و افکار کا اظہار کرنے کے باوجود اقبال نے جدید تعلیم کے اثرات پر کڑی تنقید بھی کی ہے۔ علامہ کی نگاہ میں جدید تعلیم کا ایک نقص یہ ہے کہ وہ نوجوانوں کو بے ادب بنا رہی ہے۔ نوجوانوں کی بدتمیزی دیکھ کر ان کا دل کڑھتا ہے اور وہ موجودہ تعلیم سے پشیمان ہو جاتے ہیں۔

نوجوانے راچوں بینم بے ادب　　روز من تاریک می گردد چوں شب

تاب و تب در سینہ افزاید مرا　　یاد عہد مصطفیٰ ﷺ آید مرا

از زمان خود پشیمان می شوم　　در قرون رفتہ پنہاں می شوم

اقبال برملا اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ جدید تعلیم نے نوجوان مسلم کو حق و صداقت بیان کرنے سے روک دیا ہے۔

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا　　کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

تعلیم جدید نے نوجوانوں کے ذہن سے یقین و ایمان کی دولت نکال لی ہے اور وہ ناامیدی و مایوسی کے باعث تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

جواناں تشنہ لب خالی ایاغ　　شستہ رو، تاریک جان، روشن دماغ

کم نگاہ، بے یقین و نا امید　　چشم شاں اندر جہاں چیزے ندید

(جاوید نامہ)

اقبال کے نزدیک جدید تعلیم نے نوجوانوں کو احساس کمتری میں مبتلا کر دیا ہے۔ حالانکہ اقبال کا نوجوان شاہین زادہ ہے۔ اب یہ رسم و راہ شہبازی سے بے خبر اور عقابی روح سے ناآشنا ہے تو کیوں؟ یہ شاہین زادہ کرگس بنا تو کیوں؟ جدید تعلیم سے۔

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں　　اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسم شاہبازی

جدید تعلیم میں ستاد کے کردار کا تذکرہ کتنے تاسف بھرے لہجے میں کرتے ہیں۔

شکایت ہے مجھے یارب خداوندانِ مکتب سے　　سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

جدید تعلیم اور اس کے متعلقات نے نوجوان مسلم کو افرنگی کی غلامانہ ذہنیت میں اس طرح جکڑ دیا ہے کہ اس کا وجود ظاہری درحقیقت صرف قالب ہے۔ جو قلب سے خالی ہے۔ کلیات اور جمعات کی اس تعلیم نے نوجوان کو مردہ لاش میں بدل دیا ہے۔

گرچہ مکتب کا جواں زندہ نظر آتا ہے
مردہ ہے مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس

تعلیم جدید کے مقاصد میں کہا گیا تھا کہ اس سے مزین ہو کر تعلیم یافتہ طبقہ معاش کا ذریعہ آسانی سے پیدا کرے گا۔ اقبال کی نگاہ میں یہ مقصد غلامیٔ افرنگ کو اور زیادہ مضبوط اور دیرپا کرنے کا باعث ہوگا۔

وہ علم نہیں زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کفِ جو

جدید تعلیم نے جاں بھی گرد غیر اور بدن میں گرد غیر کی کیفیت پیدا کر دی۔ اقبال دیکھ کر بڑے سوز سے تڑپ اٹھے۔

بہ طفل مکتب ما ایں دعا گفت
پئے نانے بہ بندِ کس میفتاد

بتایا گیا کہ جدید تعلیم سے روشن خیالی اور آزادی ضمیر حاصل ہوگی مگر علامہ اقبال کا تجربہ یہ ہے کہ یہ روشن خیالی درحقیقت ناپختہ ذہنی ہے۔ دینی عقائد سے بیزاری اور الحاد کی طرف راہبری ہے۔

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

الغرض جدید تعلیم اقبال کے نزدیک درحقیقت مسلمانوں کے خلاف ایک گہری سازش تھی۔ تعلیم کے حسین پردے میں نوجوانوں کو بے یقینی اور الحاد کی تاریک وادی میں چھوڑنا تھا۔ فرماتے ہیں۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

علم، جو بذات خود منبع خیر و قوت ہے مظہر جبریل ہے اب جدید تعلیم سے:

شر و قہر کا مظہر اور ابلیس بنا
علم از و رسواست اندر شہر و دشت
جبرئیل از صحبتش ابلیس گشت

علامہ اقبال کی نگاہ میں وہ علم جس میں عشق کا امتزاج نہ ہو ناپسندیدہ ہے۔ وہ اس علم کے مداح ہیں جس میں عشق کا امتزاج ہو۔ فرماتے ہیں۔

علم بے عشق است از طاغوتیاں
علم با عشق است از لاہوتیاں

گویا علم با عشق مشرف با اسلام ہے۔ اس کی ضیا پاشیوں سے جہاں منور ہے دل زندہ ہے روح خدا شناس ہے اور علم بے عشق اسلام سے دور، طاغوت کا وجود بے حرمان و بے نصیب ہے۔ اس سے دل تاریک اور جسم غلام ہوتا ہے۔

علم اپنی وسعت کے باوصف، اگر اسلام کے تابع نہ ہو تو وہ شیطان ہے۔ بولہب ہے۔
ضروری ہے کہ تمام علوم، قرآنی ہدایت کے تابع ہوں نہ کہ اس کو اپنے تابع بنائیں۔ جب تک قرآن، علوم پر حاکم نہ ہوگا۔ علوم نامسلمان رہیں گے۔ اس حقیقت کو اقبال نے کس خوبی سے بیان کیا ہے۔

خوشتر آں باشد مسلمانش کنی   کشتۂ شمشیر قرآنش کنی

سیکولر تعلیم نے اسلامی قومیت کی بقاو نشوونما کو سخت نقصان پہنچایا۔ اقبال موجودہ تعلیمی تحریکات کو مسلم قومیت کی تشکیل کے لئے کافی نہیں سمجھتے وہ چاہتے ہیں کہ ایسا عظیم الشان نظام تعلیم قائم کیا جائے جو ایک طرف تو افراد میں اسلامی شعور بیدار کرے اور دوسری طرف سیکولر نظام کے منفی اثرات کا بالکلیہ سدباب کرے وہ لکھتے ہیں:

"اخلاق و مذہب کے اصول و فروغ کی تلقین کے لئے موجودہ زمانے کے واعظ کو تاریخ اقتصادیات اور عمرانیات کے حقائق عظیمہ سے آشنا ہونے کے علاوہ اپنی قوم کے لٹریچر اور تخیل میں پوری دسترس رکھنی چاہئے۔ الندوہ، علی گڑھ کالج، مدرسہ دیوبند اس قسم کے دوسرے مدارس جو الگ الگ کام کر رہے ہیں۔ اس بڑی ضرورت کو رفع نہیں کر سکتے"۔[1]

سیکولر تعلیم خواہ یہ مکتب کی تعلیم ہو یا کالج کی۔ اقبال کے نزدیک اسلامی قومیت کی تشکیل میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ سیکولر تعلیم سے قومیت کا مفہوم وہ بن جاتا ہے جسے اہل مغرب نے نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کی اشاعت و تشہیر میں پوری صلاحیتیں صرف کر دیں۔ یہ تصور قومیت وطن، نسل، رنگ، زبان کے اجزائے ترکیبی سے نشوونما پاتا ہے۔ حالانکہ اسلامی انہی امتیازات کو مٹانے آیا تھا۔ بدقسمتی سے دارالعلوم دیوبند کے طالب علم، نہیں معلم بلکہ صدر معلم نے جب اسلامی قومیت کا ناطہ وطن سے جوڑا تو اقبال سرتاپا احتجاج بن کر گویا ہوئے۔

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ   ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن است   چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بمصطفیٰ ﷺ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

علامہ اقبال تحقیق و جستجو کا متلاشی ہے۔ اس کے نزدیک تحقیق سے قوموں کا وجود ہے۔ مگر مغربی محققین جنہیں ہم مستشرقین کہتے ہیں، کی تحقیق سے ناراض ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مستشرقین تحقیق کے پردے میں اپنے مقاصد، سیاسی ہوں یا تبلیغی بروئے کار لانا چاہتے ہیں۔ لکھتے ہیں: "میں یورپین

مستشرقین کا قائل نہیں کیونکہ ان کی تصانیف سیاسی پراپیگنڈہ یا تبلیغی مقاصد کی تخلیق ہوتی ہیں۔"۲

علامہ اقبال کے نظریہ میں عورتوں کی تعلیم اس طرز کی ہونی چاہئے جو اسے اپنے فرائض منصبی سے آگاہ کردے۔ چراغ محفل کی بجائے چراغ خانہ بنادے۔ عورتوں کی تعلیم دین کی تعلیم بنیادی اور ابتداء سے ہی ہونی چاہئے۔ ضرب کلیم کا قطعہ ملاحظہ ہو۔ عنوان ہے "عورت اور تعلیم"۔

تہذیب فرنگی ہے، اگر مرگ امومت ہے حضرت انساں کے لئے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن کہتے ہیں اسی علم کو اربابِ نظر موت
بے گانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن ہے عشق و محبت کے لئے علم و ہنر موت

تعلیم نسواں کے بارے میں اقبال نے جو کچھ شعار کی صورت میں پیش کیا اس کا خلاصہ انہی کی نثر میں ملاحظہ کیجئے: "ایک قوم کی حیثیت سے ہمارے استحکام کا انحصار مذہبی اصولوں کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنے پر ہے۔ جس لمحہ یہ گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ شاید ہمارا حشر یہودیوں جیسا ہوجائے۔ تو پھر ہم اس گرفت کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے کیا کرسکتے ہیں۔ کسی قوم میں مذہب کا محافظ" خاص کون ہوتا ہے؟ عورت اور صرف عورت۔" اس لئے مسلمان عورت کو عمدۃ، معقول و معتبر دینی تعلیم ملنی چاہئے۔ کیونکہ وہی فی الواقعی قوم کی معمار ہے۔ میں مطلقاً آزاد طریقہ تعلیم کا قائل نہیں۔ دیگر تمام امور کی طرح طریقۂ تعلیم کا تعین بھی ایک قوم کی ضروریات کے ماتحت ہونا چاہئے۔ ہمارے مقاصد کے لئے مسلمان لڑکیوں کی دینی تعلیم کافی ہے۔"۳

اسلامی ریسرچ کی اہمیت، موجودہ دور میں اس کے تقاضے اور مستشرقین کی تحقیق کے بارے میں اقبال کے نظریات گزشتہ سطور میں گزر چکے ہیں۔ تحقیق اسلامی کے بنیادی شرائط اور تحقیق کی غرض وغایت کیا ہے۔ خود اقبال کی زبانی سنئے:

"مصر جائیے، عربی زبان میں مہارت پیدا کیجئے۔ اسلامی علوم، اسلام کی دینی و سیاسی تاریخ، تصوف، فقہ، تفسیر کا بغور مطالعہ کر کے محمد عربی ﷺ کی اصلی روح تک پہنچنے کی کوشش کیجئے۔"۴

حواشی: ۱۔ مقالات اقبال مرتبہ سید عبدالواحد/ بحوالہ اقبال اور تعلیم از محمد احمد خان، ص ۲۳۹۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۲۔ اقبال نامہ، مرتبہ شیخ عطاء اللہ/ بحوالہ اقبال اور مسئلہ تعلیم۔ ص ۲۹۱۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۔ اقبال اور مسئلہ تعلیم۔ ص ۱۷۴۔۔۔۔۔۔۔ ۴۔ اقبال نامہ حصہ اول مرتبہ شیخ عطاء اللہ/ بحوالہ اقبال اور مسئلہ تعلیم۔ ص ۴۱۴

انوارِ صحبتِ نبوی ﷺ

فضیلت و اہمیت علم کے حوالے سے

چہل حدیث

حضرت مفتی علیم الدین نقشبندی

نبی پاک صاحب لولاک ﷺ اُمی لقبی ہونے کے باوجود کائنات کے معلم ہیں۔ علم کی ترغیب، علماء کی فضیلت، عالم و متعلم کے آداب، کتابت علم، علمائے سو، آفات علم، علم کی مختلف اقسام اور ان کے احکام، روایت علم کے آداب اور علم سے متعلق دیگر بہت سے امور کے بارے میں آپ ﷺ کے ارشادات کثیر تعداد میں ہیں۔ احادیث مبارکہ پر مشتمل کوئی تصنیف ان سے خالی نہیں۔ صرف کنز العمال میں کتاب العلم کے تحت درج ہونے والی احادیث مبارکہ کی تعداد گیارہ سو سے زائد ہے، حصول برکت کے لئے ان سے صرف اکتالیس ارشادات بمعہ ترجمہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

نوٹ: ہر حدیث کے آخر میں درج پہلا ہندسہ کنز العمال کی جلد اور دوسرا ہندسہ اس کے صفحہ کو ظاہر کرتا ہے۔

(۱) من سلك طريقاً يطلب فيه علماً سلك الله به طريقاً من طرق الجنة و ان الملائكة لتضع اجنحتها لطالب العلم رضى بما يصنع و ان العالم يستغفر له من فى السموات و من فى الارض و الحيتان فى جوف المآء و ان فضل العالم على العابد كفضل القمر ليلة البدر على سآئر الكواكب و

جو شخص علم کی تلاش میں کسی راہ پر گامزن ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اسے جنت کے راستہ پر چلائے گا۔ طالب علم کے عمل سے خوشنود ہو کر فرشتے اپنے پر اس کے لئے بچھاتے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق پانی میں موجود مچھلیوں سمیت علم والے کے لئے بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں۔ عالم کی برتری عابد پر ایسی ہے جیسے سارے ستاروں

ان العلمآء ورثة الانبيآء وان الانبيآء لم يورثوا درهماً ولا ديناراً انما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر

(۱۴۶/۱۰)

پر چودھویں رات کے چاند کو برتری حاصل ہوتی ہے، بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء درہم و دینار وراثت نہیں چھوڑتے، وہ صرف علم بطور وراثت کے چھوڑتے ہیں۔ جس نے اسے حاصل کرلیا اس نے وافر حاصل پالیا۔

(۲)طلب العلم فريضةٌ على كل مسلمٍ و واضع العلم عند غير اهله كمقلد الخنازير الجوهر و اللؤلؤ والذهب (۱۳۱/۱۰)

علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے۔ نااہل کو علم سکھانے والا ایسا ہے جیسا کہ خنزیروں کے گلے میں جوہر، موتی اور سونے کا پٹہ ڈالنے والا۔

(۳)العلم دين والصلوة دين فانظروا عمن تأخذون هذا العلم و كيف تصلون هذه الصلوة فانكم تسألون يوم القيامة۔

(۱۳۳/۱۰)

علم دین ہے۔ نماز دین ہے۔ لہٰذا دیکھو کہ تم کس سے یہ علم حاصل کرتے ہو اور کیسے یہ نماز ادا کرتے ہو، کیوں کہ تم سے ان کے بارے میں روز قیامت پوچھا جائے گا۔

(۴)العالم والعلم والعمل فى الجنة فاذا لم يعمل العالم بما يعلم كان العلم والعمل فى الجنة و كان العالم فى النار۔(۱۳۴/۱۰)

عالم، علم اور عمل جنتی ہیں۔ جب عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے (وہ عالم نہیں ہے لہٰذا) علم اور عمل تو جنت میں ہوں گے۔ لیکن عالم دوزخ میں۔

(۵)اذ اراد الله بعبد خيراً فقهه فى الدين و زهده فى الدينار و بصره عيوبه۔

(۱۳۷/۱۰)

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے۔ اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔ دنیا سے بے رغبت کر دیتا ہے اور اپنے عیب اسے دکھا دیتا ہے۔

(۶)اذا جآء الموت لطالب العلم و

جب طالب علم کو طلب علم میں موت آتی ہے۔

هو علی هذه الحالة مات و هو شهید۔
(۱۳۸/۱۰)

تو وہ شہادت کی موت مرتا ہے۔

(۷)اشد الناس حسرةً یوم القیامة رجل امکنه طلب العلم فی الدنیا فلم یطلب و رجل علم علماً فانتفع به من سمعه منه دونه۔
(۱۳۸/۱۰)

قیامت کے دن سب سے بڑھ کر حسرت اس شخص کو ہوگی، جس کے لئے طلب علم دنیا میں ممکن تھی۔ لیکن اس نے علم نہ سیکھا، نیز اس شخص کو جس نے علم سیکھا۔ لیکن اس سے سننے والوں نے اس سے فائدہ اٹھایا خود اس سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔

(۸)العلم خزائن و مفتاحها السوال فاسئلوا یرحمکم الله فانه یؤجر فیه اربعةٌ السائل والمعلم والمستمع والسامع والمحب لهم۔
(۱۳۳/۱۰)

علم کئی خزانوں پر مشتمل ہے، ان کی چابی سوال ہے۔ لہٰذا پوچھا کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ کیونکہ اس کے باعث چار آدمیوں کو ثواب ملتا ہے۔ (۱) پوچھنے والا۔ (۲) سکھانے والا۔ (۳) سننے والا اور دھیان کرنے والا۔ (۴) ان سے محبت کرنے والا۔

(۹)من طلب العلم کان کفارةً لما مضٰی۔(۱۳۹/۱۰)

علم کی طلب سابقہ گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔

(۱۰)من علم علماً فله اجر من عمل به لا ینقص من اجر العامل۔
(۱۳۹/۱۰)

جس نے کسی کو علم سکھایا، اس کے لئے اس پر عمل کرنے والے کے برابر ثواب ہوگا۔ عمل کرنے والے کا ثواب کم نہ ہوگا۔

(۱۱)والله لان یهدٰی بهداك رجلٌ واحدٌ خیرٌ لك من حمر النعم۔
(۱۴۱/۱۰)

خدا تعالیٰ کی قسم! تیری رہنمائی سے ایک آدمی کا ہدایت پا جانا تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(۱۲)تعلموا العلم و تعلموا للعلم السکینة والوقار و تواضعوا لمن

علم سیکھو، علم کے لئے اطمینان اور وقار سیکھو! جس سے علم سیکھو اس کے ساتھ تواضع سے

تعلمون منه۔(۱۴۱/۱۰)

(۱۳)اغد عالماً او متعلماً او مستمعاً او محباً ولا تکن الخامس فتهلك۔

(۱۴۳/۱۰)

(۱۴)افضل الاعمال العلم بالله ان العلم ینفعك معه قلیل العمل و کثیره و ان الجهل لا ینفعك معه قلیل العمل ولا کثیره۔(۱۴۴/۱۰)

(۱۵)ان الله تعالیٰ لا ینزع العلم منکم بعد ما اعطا کموه انتزاعاً و لکن یقبض العلماء و یبقی الجهال فیسألون فیفتون فیضلون و ینسرن۔

(۱۴۵/۱۰)

(۱۶)دخلنا علی رسول الله ﷺ حتی ملانا البیت و هو مضطجعٌ لجنبه فلما رانا قبض رجلیه و قال انه سیأتیکم اقواماً من بعدی یطلبون العلم فرحبوبهم و حیوهم و علموهم

(۱۴۷/۱۰)

(۱۷)خرج رسول الله ﷺ ذات یوم من بعض حجره فدخل المسجد فاذا هو بحلقتین احدهما یقرؤن القرآن و

پیش آؤ۔

(۱) عالم یا (۲) طالب علم یا (۳) ان سے علمی گفتگو سننے والا یا (۴) ان سے محبت کرنے والا بن۔ان چار گروہوں کے علاوہ پانچواں نہ بن۔

اللہ تعالیٰ عزوجل (کے دین) کا علم سب سے بہتر عمل ہے۔علم کے ساتھ عمل فائدہ مند ہے۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔جہالت کے ساتھ تھوڑا یا زیادہ عمل تجھے کچھ فائدہ نہ دے گا۔

اللہ تعالیٰ تمہیں علم عطا فرمانے کے بعد یک بارگی تم سے نہیں چھین لے گا۔لیکن وہ علماء کو اٹھا لے گا، جاہل باقی رہ جائیں گے۔ان سے مسائل پوچھے جائیں گے۔وہ فتوے دیں گے، خود گمراہ ہوں گے اوروں کو گمراہ کریں گے۔

ہم نبی پاک ﷺ کی خدمت میں اندر آئے یہاں تک کہ ہم سے گھر بھر گیا۔آپ کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے۔جب آپ ﷺ نے ہمیں دیکھا اپنی ٹانگیں سمیٹ لیں اور فرمایا، تمہارے پاس کچھ لوگ علم کی طلب میں آئیں گے۔انہیں خوش آمدید اور مرحبا کہو اور انہیں علم سکھاؤ۔

ایک روز نبی پاک ﷺ اپنے کسی حجرہ شریفہ سے باہر تشریف لائے۔پھر مسجد میں داخل ہوئے، آپ ﷺ نے دو حلقے دیکھے، ایک

یدعون الله و الاخریٰ یتعلمون و یعلمون فقال النبی ﷺ کل علی خیرٍ هؤلاء یقرؤن القرآن و یدعون الله فان شاء اعطاهم وان شاء منعهم و هؤلاء یتعلمون او یعلمون و انما بعثت معلماً فجلس معهم

(۱۴۷/۱۰)

میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور دعائیں مانگ رہے تھے، دوسرے حلقہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کچھ پڑھ رہے تھے، اور کچھ پڑھا رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب نیکی میں مشغول ہیں۔ یہ قرآن مجید پڑھ رہے ہیں اور دعائیں مانگ رہے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہے ان کو دے اور اگر چاہے تو روک لے۔ یہ پڑھ رہے ہیں یا پڑھا رہے ہیں۔ میں صرف تعلیم دینے والا بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں، یہ فرما کر (ان کی تعلیمی ضرورت کی بنا پر) ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔

(۱۸) ما عبد الله تعالیٰ بشیءٍ افضل من الفقه فی الدین و لفقیهٌ واحدٌ اشد علی الشیطان من الف عابدٍ و لکل شیءٍ عمادٌ و عماد هذا الدین الفقه۔

(۱۴۸،۱۴۷/۱۰)

دین میں سمجھ پیدا کرنے سے بڑھ کر فضیلت والی اللہ تعالیٰ کی کوئی عبادت نہیں۔ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔ ہر شے کا ایک ستون ہوتا ہے۔ اس دین کا ستون فقہ ہے۔

(۱۹) من جاء مسجدی هذا لم یأته الا لخیرٍ یتعلمه او یعلمه فهو بمنزلة المجاهد فی سبیل الله و من جاء لغیر ذلك فهو بمنزلة الرجل ینظر الی متاع غیره۔

(۱۴۹،۱۴۸/۱۰)

جو شخص میری اس مسجد میں صرف کوئی نیکی سیکھنے یا سکھانے کے لئے آیا وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے قائم مقام ہے۔ جو کوئی کسی اور مقصد کے لئے آیا، وہ دوسرے کے سامان کی حفاظت کرنے والے کی مانند ہے۔

(۲۰) یا ابا ذرٍ لان تغدو فتعلم ایةً من کتاب الله خیرٌ لك من ان تصلی مائة

اے ابو ذر رضی اللہ عنہ! تیرا کہیں جا کر قرآن کریم کی ایک آیت مبارکہ سیکھ لینا سو رکعت نماز نفل سے

رکعةٍ و لان تغدو فتعلم باباً من العلم عمل به او لم یعمل خیرٌ لك من ان تصلی الف رکعةٍ تطوعاً

(۱۴۹/۱۰)

افضل ہے۔ تیرا کہیں جا کر علم کا ایک باب سیکھ لینا، اس پر عمل کیا جائے یا نہ، ہزار رکعت نماز نفل سے بہتر ہے۔

(۲۱)ان مثل العلماء کمثل النجوم فی السماء یهتدیٰ بها فی ظلمات البر والبحر فاذا انطمست النجوم او شك ان تضل الهداة۔

(۱۵۰/۱۰)

علماء کی مثال آسمان کے ستاروں کی طرح ہے کہ ان کے ذریعہ سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ جب ستاروں کی روشنی ختم ہو جائے تو ممکن ہے کہ رستہ دکھانے والے بھی گمراہ ہو جائیں۔

(۲۲)الا اخبرکم عن الاجود الله الا جود الا جود و انا اجود ولد آدم و اجودهم من بعدی رجلٌ علم علماً فنشر علمه یبعث یوم القیامة امةً وحده و رجلٌ جاد بنفسه فی سبیل الله حتی یقتل۔

(۱۵۱/۱۰)

کیا میں سب سے فیاض ہستی نہ بتاؤں؟ اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر فیاض ہے۔ سب سے زیادہ فیاض ہے۔ بنی آدم میں سب سے فیاض میں ہوں۔ میرے بعد سب سے زیادہ فیاض وہ ہوگا جسے علم عطا کیا گیا اور اس نے اپنے علم کو پھیلا دیا، قیامت کے دن وہ اکیلا بہت بڑا امام بنا کر اٹھایا جائے گا۔ نیز وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربانی کے لئے پیش کر دی۔ یہاں تک کہ وہ مار ڈالا گیا۔

(۲۳)ایما ناشیءٍ نشأ فی طلب العلم والعبادة حتی یکبر اعطاه الله تعالی یوم القیامة ثواب اثنین و سبعین صدیقاً۔

(۱۵۱/۱۰)

جو بچہ طلب علم اور عبادت میں پلا بڑھا، یہاں تک کہ وہ بڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے بہتر صدیقوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔

(۲۴)خصلتان لا تجتمعان فی منافقٍ حسن سمتٍ ولا فقهٌ فی الدین

(۱۰/۱۵۲)

دو خصلتیں کسی منافق میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اچھی روش اور دین میں سمجھ۔

(۲۵)خیر الناس اقرء هم و افقههم فی دین الله و اتقاهم و امرهم بالمعروف و انهاهم عن المنکر و او صلهم للرحم۔

(۱۰/۱۵۳)

عام لوگوں سے بہتر وہ ہیں، جو قرآن مجید کو بہتر انداز سے پڑھنے والے، دین کی زیادہ سمجھ رکھنے والے، زیادہ تقویٰ والے، نیکی کا زیادہ حکم دینے والے، برائی سے زیادہ روکنے والے اور رشتہ داری کا زیادہ لحاظ رکھنے والے ہیں۔

(۲۶)ما اجتمع قومٌ فی بیتٍ من بیوت الله یتلون کتاب الله و یتدار سون بینهم الا نزلت علیهم السکینة غشیتهم الرحمة و حفتهم الملائکة و ذکر هم الله فی من عنده۔

(۱۰/۱۵۷)

کوئی قوم جب اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی گھر میں کتاب اللہ کی تلاوت کرتی ہے، اس کے درس و تدریس میں مشغول ہوتی ہے تو اس پر اطمینان کا نزول ہوتا ہے۔ اسے رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ عزت میں حاضر مخلوق کے سامنے ان کا ذکر فرماتا ہے۔

(۲۷)ما من رجل ینعش بلسانه حقاً فعمل به من بعده الا اجریٰ علیه اجره الی یوم القیامة ثم وفاه ثوابه یوم القیامة۔

(۱۰/۱۵۸)

جو آدمی اپنی زبان سے حق کا اظہار کرتا ہے، پھر بعد میں آنے والے اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک اس کا ثواب جاری فرما دیتا ہے۔ پھر روز قیامت اسے پورا ثواب عطا فرمائے گا۔

(۲۸)من طلب علماً فادرکه کتب له کفلان من الاجر و من طلب علماً

جس نے علم طلب کیا اور اسے حاصل کر لیا اسے دو حصے ثواب دیا جائے گا اور جس نے علم تو

فلم یدر کہ کتب له کفلٌ من الاجر

(۱۰/۱۶۲)

طلب کیا لیکن اسے حاصل نہ کرسکا اس کو ایک حصہ ثواب عطا کیا جائے گا۔

(۲۹)من غدا الی المسجد لا یرید الا ان یتعلم خیراً او یعلمه کان له کاجر معتمرٍ تام العمرة و من راح الی المسجد لا یرید الا لیعلم خیراً او یعلمه فله اجر حاجٍ تام الحجة۔

(۱۰/۱۶۶)

جو صبح سویرے مسجد میں صرف نیکی سیکھنے یا سکھانے کے لئے آیا، اسے پورا عمرہ کرنے والے کا ثواب ملتا ہے اور جو شام کو مسجد میں نیکی سیکھنے یا سکھانے کے لئے آتا ہے۔ اسے پورا حج کرنے والے حاجی کی مانند ثواب ملتا ہے۔

(۳۰)منهو مان لا یشبعان منهومٌ فی علمٍ لا یشبع و منهومٌ فی الدنیا لا یشبع۔

(۱۰/۱۷۹،۱۸۰)

دو حریص سیر نہیں ہوتے، علم کی حرص والا سیر نہیں ہوتا، دنیا کی لالچ کرنے والا حریص بھی سیر نہیں ہوتا۔

(۳۱)لاحسد الا فی اثنین رجلٌ آتاه الله مالاً فصرفه فی سبیل الخیر و رجلٌ آتاه الله علمًا فعلمه و عمل به۔

(۱۰/۱۸۰)

دو آدمیوں کے سوا کوئی اور رشک کے لائق نہیں، ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو، اور اسے وہ نیکی کی راہ میں خرچ کرتا ہو۔ دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ علم سے نوازے، وہ لوگوں کو سکھائے اور خود اس پر عمل کرے۔

(۳۲)العلم علمان علمٌ فی القلب فذاك العلم النافع و علمٌ علی اللسان فذلك حجةٌ علی ابن آدم۔

(۱۰/۱۸۲)

علم کی دو قسمیں ہیں۔ یک وہ جو دل میں جاگزیں ہوگیا۔ وہ سودمند علم ہے۔ دوسرا وہ جو صرف زبان پر ہے۔ وہ آدمی کے خلاف دلیل ہوگا۔

(۳۳)ان اخوف ما اخاف علی امتی کل منافقٍ علیم اللسان۔

(۱۰/۱۸۶)

سب سے خوفناک چیز مجھے اپنی امت پر جس کے ضرر کا خوف ہے۔ ہر وہ منافق ہے، جو زبان کا عالم ہو (اپنے علم پر خود عمل نہ کرتا ہو)۔

(۳۴) مثل العالم الذی یعلم الناس الخیر ینسی نفسہ کمثل السراج یضیء للناس و یحرق نفسہ۔

(۱۰/۱۸۷)

وہ عالم جو لوگوں کو بھلائی سکھائے اور خود کو بھلا دے۔ اس کی مثال دیئے کی سی ہے کہ لوگوں کو روشنی دیتا ہے اور اپنے آپ کو جلاتا ہے۔

(۳۵) اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ عالمٌ لم ینفعہ علمہ۔

(۱۰/۱۸۷)

قیامت کے دن سب سے سخت عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اس کے علم نے کچھ نفع نہ دیا۔

(۳۶) ان اناساً من امتی سیتفقھون فی الدین و یقرؤن القرآن و یقولون نأتی الامرآء فنصیب من دنیاھم و نعتزلھم بدیننا ولا یکون ذلک کما لا یجتنی من القتاد الا الشوک کذلک لا یجتنی من قربھم الا الخطایا۔

(۱۰/۱۸۸)

میری امت کے کچھ لوگ دین میں فقاہت کا مقام پالیں گے اور قرآن مجید پڑھیں گے۔ کہیں گے ہم حکمرانوں کے پاس جاتے ہیں، تاکہ اپنی کچھ دنیا درست کرلیں۔ اپنے دین کو ہم ان سے بچا کر رکھتے ہیں۔ حقیقت میں ایسا نہ ہوگا، جس طرح (سخت کانٹوں والے درخت) قتاد سے صرف کانٹے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان کے قرب سے صرف گناہوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۳۷) ان الناس لکم تبعٌ و ان رجالاً یأتونکم من اقطار الارض یتفقھون فی الدین فاذا اتوکم فاستوصوا بھم خیرًا

(۱۰/۲۴۶)

لوگ تمہارے پیچھے چلنے والے ہیں۔ کچھ لوگ زمین کے اطراف و اکناف سے دین کی سمجھ حاصل کرنے کے لئے آئیں گے۔ جب وہ تمہارے پاس آئیں، انہیں نیکی کی بات سکھانا۔

(۳۸) کنا جلوساً عند النبی ﷺ و

ہم نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں بیٹھے

هو نائمٌ فذكرنا الدجال فاستيقظ محمراً وجهه فقال غير الدجال اخوف عندى عليكم من الدجال ائمةٌ مضلون۔

(۱۰/۲۷۰)

تھے اور آپ ﷺ سوئے ہوئے تھے۔ ہم نے دجال کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ بیدار ہو گئے۔ آپ ﷺ کا چہرہ اقدس سرخ تھا، فرمایا دجال کے سوا اس سے بڑھ کر بھی میرے نزدیک تمہارے لئے زیادہ خوفناک مخلوق ہے۔ وہ گمراہ کرنے والے امام ہیں۔

(۳۹)مررت ليلة اسرى بى على قومٍ تقرض شفاههم بمقاريض من نارٍ فقلت لجبريل من هؤلاء قال خطباء من اهل الدنيا ممن كانوا يأمرون الناس بالبر و ينسون انفسهم و هم يتلون الكتاب افلا يعقلون

(۱۰/۲۰۹)

معراج کی رات میرا گزر ایک قوم پر ہوا۔ جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ اہل دنیا سے وہ مقرر ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو فراموش کر دیتے تھے، وہ قرآن مجید پڑھیں گے، کیا وہ نہیں سمجھیں گے؟

(۴۰)اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثةٍ صدقةٌ جاريةٌ او علمٌ ينتفع به او ولدٌ صالحٌ يدعوله۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

جب آدمی مر جاتا ہے اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں مگر تین جہتوں سے اس کو ثواب ملتا رہتا ہے۔ صدقہ جاریہ، علم جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے، نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔

(۴۱)من حفظ على امتى اربعين حديثاً من امر دينها بعثه الله يوم القيامة فقيهاً عالماً

(۱۰/۲۲۴)

جو شخص میری امت کو چالیس احادیث دینی معاملات کے بارے میں پہنچائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن عالم اور فقیہ اٹھائے گا۔

دینی تعلیم، علماء دین کی نظر میں

مفتی عبدالقیوم ہزاروی ☆

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد

سب سے پہلے میں ادارہ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی کے ذمہ دار حضرات کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے دینی تعلیم اور اس کے نظام کو قابل التفات قرار دیتے ہوئے اس کو موضوعِ سخن بنایا۔ جس سے حاضرین کو کم ازکم دینی تعلیم کے نظام تدریس سے تعارف ہوگا اور ان کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ اس لحاظ سے میں ان کا شکر گزار بھی ہوں کہ انہوں نے مجھے بھی اس مجلس میں شرکت کا موقعہ فراہم کیا۔

اگرچہ دینی تعلیم سے متعلق چند استفسارات کا جواب معلوم کرنے کے لئے یہ مجلس منعقد کی گئی ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ بعض استفسارات غلط مفروضہ پر مبنی ہیں اور بعض قابل غور بھی ہیں۔ تاہم دینی تعلیم سے متعلق کسی بھی سوال و جواب سے قبل علم دین کی تعریف و تقسیم، اس کا موضوع، طریقہ و نظام تعلیم اور اس کے اغراض و مقاصد کو بیان کرنا ضروری ہے تا کہ خلطِ مبحث نہ ہونے پائے۔ اس لئے مقالہ میں ان امور کو مختصر انداز میں بیان کرنے کے بعد اس کی تعلیم سے متعلق شکوک وشبہات کا ازالہ نیز آخر میں کچھ اعترافات اور ان کے متعلق تجاویز پیش کی جائیں گی۔

تعریف:

چونکہ علم دین کی ترکیب اضافی ہے اس لئے اس کی تعریف، اس کے دونوں جزوؤں کی معرفت سے حاصل ہوگی اور یہ بات بھی واضح ہے کہ مضاف کا تعین مضاف الیہ کی تعریف و تعین پر موقوف ہے اس لئے پہلے مضاف الیہ یعنی دین کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔

دین سے مراد، دین اسلام ہے چونکہ یہ دین انسان کی دنیوی و اخروی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے بیان کردہ طریقہ کا نام ہے اسی لئے یہ دین انسان کی دونوں زندگیوں

☆ سابق مہتمم: جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (مفتی اعظم پاکستان)

سے متعلق اُمور پر بحث کرتا ہے، یہ امور جسمانی ہوں روحانی یا عقلی ہوں، شخصی ہوں یا اجتماعی پھر یہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے متعلق، دین اسلام ان سب امور پر مشتمل ہے۔

علم دین کی ترکیب میں علم اپنے معلوم کی طرف مضاف ہے ظاہر ہے کہ معلوم یعنی دین میں جو وسعت ہوگی وہی وسعت اس کے علم میں بھی ہوگی۔

تقسیم:

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان دو قوتوں یعنی قوت نظریہ اور قوت عملیہ کا حامل ہے۔ قوت نظریہ کی بنا پر وہ موجودات میں غور و فکر کرتا ہے اور قوت عملیہ کے ساتھ قوت نظریہ سے حاصل کردہ نتائج کے پیش نظر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اسی طرح کائنات کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ کہ جس کے وجود میں انسانی قوت وارادہ کو دخل نہیں ہے۔ کائنات کی یہ قسم موجوداتِ خارجیہ سے موسوم ہے اس کی دوسری قسم جس کے وجود میں انسانی قوت وارادہ کا دخل ہے، جن کو اعمال وافعال سے تعبیر کیا جاتا ہے انسان کی قوت نظریہ کا تعلق موجودات سے ہوتا ہے اور اس کی قوت عملیہ کا تعلق اعمال وافعال سے ہے۔

لہٰذا کائنات سے متعلق انسان کو دو فکر یعنی نظریات وعملیات حاصل ہوئے، ان دو فکروں کی تقسیم سے علوم دینیہ کے اقسام حاصل ہوں گے۔ نظریات سے علوم نظریہ اور عملیات سے علوم عملیہ حاصل ہوں گے۔

نظریات:

نظریات میں سے بعض یقینی اور بعض ظنی ہیں۔ نظریات یقینیہ کو اعتقادیات اور ایمانیات کہا جاتا ہے جن سے علم الکلام بحث کرتا ہے اور نظریات ظنیہ سے بحث کرنے والا علم فلسفہ وحکمت ہے پھر طبیعات اور مابعد طبیعات کے لحاظ سے فلسفہ کی دو قسمیں علم الطبعی اور علم الالٰہی۔ جن میں سے ہر ایک کی تین تین انواہ ہیں۔

عملیات:

عملیات میں سے بعض کا تعلق شخص واحد سے ہے اور بعض کا تعلق جماعت سے ہے۔

عملیات شخصیہ اگر وجدانی ہوں تو ان کو تصوف کہا جاتا ہے اور اگر ان کا تعلق جوارح سے ہو تو ان کو عبادات سے تعبیر کرتے ہیں۔

جن عملیات کا تعلق جماعت سے ہے، اعمال وافعال کی نوعیت کے لحاظ سے ان کے مختلف اقسام ہوں گے۔ مثلاً اگر یہ افعال مالی امور سے متعلق ہوں تو پھر ان کے تمام فریق زندہ ہوں تو ان کو معاشیات اور اگر ایک فریق میت ہو جس کے مال کی تقسیم کی جائے تو اس کو فرائض ومیراث کہا جاتا ہے اور یہ اعمال ازدواج سے متعلق ہوں تو مناکحات ہیں اور اگر معاشرہ سے متعلق ہوں تو معاشرتی علوم، اگر لڑائی جھگڑے کے بارے ہوں تو مخاصمات، حکام اور رعیت سے متعلق ہوں تو ان کو سیاسیات کا نام دیا جاتا ہے۔

پھر یہ سیاسیات داخلی ہوں تو ان کو امارۃ، قضا اور زواجر یعنی تعزیرات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اگر سیاسیات خارجی امور سے متعلق ہوں تو ان کو سیر وجہاد کہا جاتا ہے۔ نظریات وعملیات کے ان تمام اقسام کا نام دین ہے۔

پھر ان نظریات وعملیات سے متعلق بعض ایسے امور بھی ہیں جو ان میں حسن وخوبی پیدا کرتے ہیں ان کو آداب کہا جاتا ہے اور بعض ایسے بھی ہیں جو ان کے ادراک وفہم اور عمل میں معاون بنتے ہیں۔ اگر وہ معاون لفظی ہوں تو صرف، نحو، لغت اور بلاغۃ اور اگر عقلی ہوں تو منطق اور اگر یہ امور ان نظریات وعملیات کے لئے عملی معاون ہوں تو یہ سیرت وتاریخ کہلاتے ہیں۔

چونکہ ان تمام نظریات وعملیات اور معاون کا ماخذ ومصدر قرآن وحدیث ہیں، اس لئے ماخذ ہونے کی حیثیت سے ان سے بھی بحث ضروری ہے۔ پھر ان سے اخذ واستنباط کے اصول وقواعد کو جاننا بھی ضروری ہے۔ اس لئے اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ کا حصول بھی ضروری ہے۔ سامعین حضرات پر واضح ہو گیا کہ علوم دینیہ کا یہ نظام آپس میں کس طرح مربوط ہے۔

موضوع:

تیس کے قریب یہ عنوانات دین کا موضوع ہیں۔ ان میں سے عملیات کے چھ عنوان کو فقہ سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ طب اور ریاضی کے بعض اقسام نیز مناظرہ کو بھی دینی تعلیم میں شامل کر لیا جائے تو یہ تعداد مزید بڑھ جائے گی۔

دینی تعلیم کا دائرہ:

دینی تعلیم چونکہ علوم دینیہ سے متعلق ہے لہٰذا اس تعلیم کا دائرہ کار جملہ علوم دینیہ کو محیط ہوگا۔ جن کی تعداد حسب ذیل ہے۔

صرف، نحو، لغت، بلاغۃ (معانی، بیان اور بدیع) منطق و فلسفہ (کی دو قسمیں جو مجموعی طور پر چھ انواع پر مشتمل ہیں) کلام، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، سیرت و تاریخ، فرائض، تصوف، طب، مناظرہ، ہیئت، ہندسہ بیس سے زائد ان علوم کی تعلیم مدارس دینیہ میں دی جاتی ہے۔ جبکہ لسانیات میں سے عربی فارسی اور اُردو کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ حفظ قرآن، تجوید قرآن بھی مدارس دینیہ کی معروف تعلیم ہے جبکہ داخلہ کے وقت طالب علم کم از کم پرائمری تک ضرور پڑھا ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ مدارس دینیہ میں طالب علم کو کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔

واضع:

چونکہ ان تمام علوم کا منبع و مصدر، قرآن کریم ہے اور قرآن منزل من اللہ ہے لہٰذا ان علوم کا واضع اللہ تعالیٰ جل و علیٰ ہے۔

معلمِ اول:

ان علوم کی تعلیم خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ کتب احادیث میں ان تمام عنوانات کے تحت احادیث موجود ہیں۔

غرض و غایت:

قوۃِ نظریہ و علیہ سے متعلق حُسن و کمال اور ضرر و فساد کو پہچان کر ان دونوں قوتوں کو فساد سے محفوظ اور فضائل سے مزین کرنا۔ تاکہ انسان اپنے فکر و عمل میں حق و باطل کی صحیح پہچان کر کے اِحقاق حق و ابطال باطل کے ذریعہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تحفظ کر سکے اور دنیا و آخرت کی سعادت مندیوں سے بہرہ ور ہو سکے۔

مقاصد:

تفقہہ فی الدین کی اجتہادی قوت حاصل کرنے کے لئے قرآن وحدیث کی تشریحات سے متعلق اسلاف کی تحقیقات کو سمجھنے کا ملکہ اور استعداد تام حاصل کرنا۔

حق کے دفاع کے لئے ایسی فورس تیار کرنا جو تعلیم دین کے ساتھ ساتھ اس کی بقاو تحفظ کے لئے ایثار وقربانی، مشکلات و پریشانی کے تحمل کا خوگر بن سکے تا کہ اعلائے کلمۃ الحق کے لئے جہاد میں مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے ثابت قدم رہ سکے۔

نظامِ تعلیم:

دینی تعلیم کا نظام، مذکورہ بالا اغراض ومقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ارشاد **لولانفس من کل فرقة منهم طائفة،لتفقهوا فی الدین**، پر مبنی ہے۔

چونکہ آیۃ کریمہ میں ہر اجتماعی آبادی میں سے کچھ لوگوں کو تفقہ فی الدین کے لئے سفر کی تنبیہہ کی گئی ہے اس لئے دینی تعلیم کے اقامتی ادارے قائم کیے گئے، تا کہ مختلف اطراف سے آئے ہوئے مسافر طلبا یہاں قیام کر کے تعلیم حاصل کریں جن کے لئے میز بانی کے فرائض خود استاد اور معلم کو ادا کرنا ہوتے ہیں۔ اس نظام کا مقصد طلبا کو سفری صعوبتوں، بے سروسامانی اور استاد کی احسان مندی میں مبتلا کر کے دینی جدو جہد میں استقلال کا خوگر بنانا ہے۔

دوسرا یہ کہ علم دین صرف پڑھنے کا نام نہیں بلکہ اس تعلیم سے حاصل شدہ معرفت پر عمل پیرا ہونا اور اس معرفت کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی ضروری ہے ورنہ علم غیر نافع کے بارے معلم شریعت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اعوذ باللہ من علم لا ینفع اس نظام تعلیم میں طلبا کو زیر نگرانی رکھ کر عملی تربیت دینا مقصود ہے۔ اسی حکمت کے پیش نظر رسول مقبول ﷺ نے مدینہ منورہ میں پہلا مدرسہ قائم فرما کر اس نظام کی بنیاد مہیا فرمائی۔

طریقہ تعلیم:

دینی علوم کی تعلیم کے لئے مدارس میں یہ طریقہ کار ہے کہ ابتداء میں طلبہ کو علوم اکیڈیمی یعنی صرف، نحو، لغت، منطق کی ابتدائی کتب زبانی یاد کرائی جاتی ہیں تا کہ یہ اصول وقواعد ان کو ازبر ہو

جائیں۔ اسباق میں ان قواعد کا اجراء بھی ساتھ ساتھ کرایا جاتا ہے۔ اس کے بعد ہر فن کی مشکل سے مشکل تر کتاب کی طرف تدریجاً طلبہ کو بڑھایا جاتا ہے۔ کتاب کو حل کرنے کا ملکہ پیدا کرنے کے لئے طلبہ کو پابند کیا جاتا ہے کہ وہ یومیہ اسباق کو حل کر کے آئیں۔ چنانچہ استاد اور شاگرد روزانہ ہر سبق کی تیاری کر کے اوقاتِ تدریس میں اس پر مذاکرہ کرتے ہیں جس میں اسباق کے لفظی و معنوی پہلوؤں پر کھل کر بحث کی جاتی ہے اس طرح ہر فن کی مشکل ترین اور قیل وقال سے بھرپور کتاب پر اس فن کی تدریس ختم کر دی جاتی ہے۔

اس طریقہ تعلیم کا مقصد طلبا کے ذہنی گوشوں کو جلا بخشتا ہے اور ان کو باریک اور مشکل ترین مسائل کے حل کرنے کی استعداد فراہم کرنا ہے۔ محض کتابوں سے مسائل یا ان پر قیل وقال ہر گز مقصود نہیں۔ کیونکہ تعلیم و تعلم میں علم بمعنیٰ ملکہ ہوتا ہے یہاں علم المعنیٰ ادراک نہیں اور نہ ہی بمعنیٰ مسائل ہے کیونکہ اگر صرف ادراک مقصود ہو تو پھر ایک دو مسئلوں کے ادراک پر اس فن کا عالم قرار دینا ہوگا۔ اسی طرح مسائل مراد ہوں تو کتنے ہوں؟ اگر تمام مسائل ہوں تو یہ غلط ہے کیونکہ ہر فن کے مسائل لا محدود ہیں جن کو محدود وقت میں حاصل کرنا ممکن نہیں، اور بعض مسائل بھی مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ بعض معلوم نہیں، لہٰذا التعلیم و تعلم میں مقصد صرف ملکہ و استعداد پیدا کرنا ہے جس سے پیش آمدہ مسائل کو حل کیا جا سکے۔

مدتِ تعلیم:

چونکہ اس تعلیم کا مقصد معینہ مسائل کا حصول نہیں تاکہ مدت کا تعین کیا جا سکے، یہاں تو حصول ملکہ و استعداد مقصود ہے اور فطری طور پر انسان کے قویٰ میں تفاوت ہے جس کی وجہ سے استعداد کے حصول میں وقت کا تفاوت لازمی ہے، تاہم آٹھ دس سال میں اکثر طلبا یہ استعداد حاصل کر لیتے ہیں۔

فضلاء کی اہلیت وصلاحیت:

کسی فاضل کی اہلیت و قابلیت معلوم کرنے کے لئے اس کا تعلیمی نصاب معلم اور تعلیم گاہ کا ماحول معلوم کیا جاتا ہے۔ اگر نصاب فنون کا جامع، استاد معلمانہ خصوصیات کا حامل اور علوم و فنون کا ماہر ہو نیز درس گاہ کا ماحول پاکیزہ ہو، پھر طالب علم علمی استعداد حاصل کر چکا ہو اور دورانِ تعلیم قواعد وضوابط کی

پابندی کا خوگر بن چکا ہو تو اس کی قابلیت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اب صرف میدان عمل میں اس کی صلاحیتِ کار کے لئے عملی تجربہ کی ضرورت ہے جو کہ معاشرتی ذمہ داریاں سونپ دینے پر موقوف ہے۔

دینی تعلیم کے فضلا جس نصاب کو پڑھتے ہیں وہ جامع ہے۔ ان کے اساتذہ کرام علوم وفنون میں ماہر ہوتے ہیں۔ دینی مدارس کے پاکیزہ ماحول میں تربیت حاصل کرتے وقت قواعد وضوابط کی پابندی بھی مسلم ہے۔ اس کے باوجود ان کی قابلیت واہلیت میں شک وشبہ غلط فہمی پر ہی مبنی ہو سکتا ہے، خصوصاً دینی تعلیم میں عملی تربیت کا علم ہو جانے پر اہلیت کا سوال بے معنی سا ہو جاتا ہے۔ کسی بھی تعلیم کی اہم کامیابی یہ ہوتی ہے کہ اس کے فاضل حضرات خطرناک، اہم اور نازک ترین مواقع پر تعلیمی وتربیتی تقاضوں سے سرمو انحراف نہ کریں، جس کا مظاہرہ دینی تعلیم کے فاضل دو صد سال سے کر رہے ہیں۔ انگریز کی آمد کے بعد اس نظام تعلیم اور اس کے حاملین کو نیست ونابود کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی بلکہ ابھی تک یہ سلسلہ بدستور جاری ہے اور نہ جانے کب تک جاری رہے۔ اس کے باوجود یہ نظام تعلیم اور اس کے حاملین زندہ ہیں قائم ودائم ہیں۔ نیز ہر قسم کے مصائب وآلام اور مشکلات کے باوجود اپنے مقدس مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں: اگر علماء کرام کی اہلیت معاشرتی ذمہ داریوں کے بارے میں معلوم کرنی ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان کو معاشرتی ذمہ داریاں سونپی جائیں جبکہ یہی علماء کرام دو صدی قبل تک تمام معاشرتی ذمہ داریوں سے عمدہ طور پر عہدہ برآ ہونے کی اہلیت ثابت کر چکے ہیں جس پر تاریخ شاہد ہے پھر موجودہ دور میں بھی اس دینی تعلیم کے فضلاء کی اہلیت کار معلوم کرنی ہو تو مدارس کے عظیم الشان نظام کو ملاحظہ کیا جائے جن میں سینکڑوں طلبہ کی رہائش، خوراک اور کتب بلکہ لباس تک کا مفت انتظام، اساتذہ اور دیگر عملہ کے اخراجات کے علاوہ تعمیرات، لائبریریاں وسیع کتب خانے، تحقیق وتالیف، نشر واشاعت کتب وجرائد غرضیکہ مدرسہ کیا ہے ایک مملکت ہے جسے ایک عالم دین اپنی علمی سیاسی اور انتظامی بصیرت سے چلاتا ہے جبکہ ابتداً خالی ہاتھ، کھلی جگہ نہ کمرہ نہ دیوار مگر طلبہ اور ان کی تعلیم کی ذمہ داریوں کا بوجھ اپنے پختہ عزم کے کندھوں پر ڈالے بیٹھ جاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے چند سال بعد وہاں ایک جہاں آباد ہوتا ہے۔

اس طرح دینی تعلیم کے فاضل حضرات کی سیاسی اور قائدانہ صلاحیت بھی اظہر من الشمس ہے۔ انگریز اور ہندو کے خلاف تمام تحریکوں میں قیادت، تحریک آزادی اور آزادی کے بعد جتنی

تحریکیں چلیں، ان کا مطالعہ اور مشاہدہ بھی علماء کرام کی اہلیت کار اور ان کی بصیرت کا بین ثبوت ہے۔

دینی تعلیم اور اس کے نظام کے بارے میں شکوک وشبہات:

دینی تعلیم اور اس نظام کے بارے میں ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ مروجہ سرکاری اداروں میں اسلامیات اور عربی لازمی قرار دیئے جانے کے بعد دینی مدارس کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بنیادی طور پر کوئی تعلیم اسلامی یا غیر اسلامی نہیں بلکہ اس کا مدار تعلیم کے اغراض ومقاصد پر ہے۔ اگر تعلیم کے مقاصد دنیاوی ہیں تو وہ دنیاوی اور اگر اس کا مقصد حق و باطل میں امتیاز نیز حق کے بقاو تحفظ اور دفاع کے لئے جدو جہد ہے تو یہ دینی تعلیم کہلائے گی۔ جبکہ اس جہاد کے لئے مشقت، پریشانی، ایثار اور قربانی مالی ہو یا جسمانی کی عملی تیاری ضروری ہے۔

سرکاری تعلیمی اداروں میں تعلیم کا مقصد صرف اچھی ملازمت کا حصول ہے تا کہ دنیاوی جاہ وجلال اور مفادات حاصل کیے جاسکیں اور اگر ان میں تعلیم کا مقصد حق و باطل کا امتیاز تسلیم بھی کرلیا جائے، جب بھی مروجہ سرکاری اداروں میں طالب علم کو احقاق حق کے جہاد کے لئے ایثارو قربانی اور مشکلات میں مبتلا ہونے کا خوگر نہیں بنایا جاتا کیونکہ وہاں ہر قسم کی سہولت میسر ہوتی ہے بلکہ فیس کی ادائیگی کی بنا پر طلبہ ان درس گاہوں اور اساتذہ کا تقدس معمولی سی مشکل پر پامال کر دیتے ہیں جبکہ دینی تعلیمی اداروں میں مسافری، بے سروسامانی، ایثارو قربانی، استاد کی خدمت اور احسان مندی کے بغیر تعلیم کا کوئی تصور نہیں ہے جس سے طلبہ جدو جہد اور مشکلات پر صبر کرنے کا عادی ہو کر اعلائے کلمۃ الحق کے جہاد کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ نیز آپ سن چکے ہیں کہ صرف اسلامیات پڑھنے کا نام علم دین نہیں ہے بلکہ اس کو نافع بنانے کے لئے اس سے حاصل شدہ معرفت پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔ جس کے لئے عملی تربیت لازمی ہے جبکہ یہ سب کچھ مروجہ سرکاری اداروں میں ناپید ہے۔ جس کا واضح ثبوت سرکاری تعلیمی اداروں میں روزمرہ کے واقعات ہیں۔

جبکہ دینی اداروں میں تعلیم کے ساتھ عملی تربیت کا اہتمام ہے۔ لہٰذا ان مخصوص علمی مقاصد کے حصول کے لئے دینی مدارس کی اپنی جگہ ضرورت باقی ہے۔

سوال نمبر ۲: دینی تعلیم کے متعلق ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ دینی تعلیمی اداروں میں جو نصاب پڑھایا جاتا ہے وہ قدیم ہے اور اس کے بعض علوم متروک ہو چکے ہیں۔ اس لئے وہ موجودہ

دور کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا لہٰذا اس میں ترمیم کی ضرورت ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی نصاب کی افادیت و عدم افادیت معلوم کرنے کے لئے اس کے اغراض و مقاصد سمجھنا ضروری ہیں، درس نظامی یعنی دینی تعلیم کے نصاب کا مقصد ایک قوت راسخہ حاصل کرنا ہے جس سے قرآن و حدیث پر اسلاف کے کئے ہوئے کام کو سمجھا جا سکے، کیونکہ قرآن ہی علوم کا منبع ہے۔ اس تک رسائی کے لئے اسلاف کی تشریحات سے رہنمائی حاصل کرنا ضروری ہے۔

جب کہ ان تشریحات کو سمجھنے کے لئے موجودہ درس نظامی کے علوم پر مشتمل نصاب ضروری ہے کیونکہ اسلاف نے اپنی تصانیف میں ان علوم و فنون کی اصطلاحات کو استعمال فرمایا ہے۔ نیز درس نظامی کا نصاب اتنا وسیع اور جامع ہے کہ اس کا حامل تمام علوم میں دسترس حاصل کر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نصاب کے فضلا تمام علوم میں تحقیقات کر سکتے ہیں۔

بعض علوم متروک ہونے کے باوجود اس نصاب میں اس لئے شامل ہیں کہ سابقہ قرون کی تالیفات میں ان علوم کی اصطلاحات کو استعمال کیا گیا ہے۔ اس لئے ان اصطلاحات کے حصول کے بغیر ان تالیفات سے رہنمائی مشکل ہے۔ اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں اہل یونان نے اسلام کے بارے شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لئے یونانی حکمت و فلسفہ کو استعمال کیا اور اسلامی عقائد و نظریات اور مسلمات پر اعتراضات کئے تو اس وقت اسلاف نے یونانی حکمت کے چھ فنون عربی میں منتقل کئے تاکہ یونانی اعتراضات سمجھ کر ان کے اصول کو غلط ثابت کیا جائے اور اسلامی اصول و قواعد کا تحفظ کیا جائے۔

چنانچہ مفسرین و محققین نے اہل یونان کو ان کی ہی اصطلاحات میں جواب دیا۔ جس سے اس فتنہ کا سد باب ہوا۔ اب چونکہ قرآن و حدیث کی تشریحات میں جا بجا اسلاف نے ان اصطلاحات کو استعمال فرمایا۔ اس لئے کسی بھی محقق کے لئے ان اصطلاحات کو حاصل کئے بغیر تحقیق کرنا ممکن نہیں تو معتذر ضرور ہے۔ غرضیکہ وہ اصطلاحات مقصد نہیں بلکہ اسلاف کی تحقیقات کے ذریعہ قرآن و حدیث تک رسائی مقصود ہے۔

ایک اور سوال یہ کیا جاتا ہے

(ا) کہ اس نصاب کے حاملین معاشرہ میں کس کام کے اہل ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دینی

تعلیم کے نصب کی جامعیت کے باوجود یہ سوال تجاہل عارفانہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر ادنیٰ نصاب کے حاملین کی اہلیت مسلم ہے تو اس سے کہیں اعلیٰ نصاب کے حاملین کی اہلیت میں کیوں شبہ کیا جاتا ہے۔ سرکاری اداروں کا نصاب اول سے آخر تک صرف چھ اور اب کچھ اسلامیات اور قدرے عربی لازمی قرار دینے پر آٹھ مضامین بنتے ہیں جن میں سے انگریزی اور اردو کو لسان قرار دے کر خارج کر دیا جائے تو علوم کی تعداد صرف چھ رہ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اختیاری مضامین بھی رکھے جاتے ہیں۔ پھر ان چند مضامین کی تعلیم کا حال سب کو معلوم ہے۔ خلاصے اور گیس پیپرز کے ذریعہ کامیابی حاصل کی جاتی ہے ان تمام کوتاہیوں کے باوجود اس کے حاملین (میٹرک تا ایم اے) معاشرتی ذمہ داریوں کے اہل قرار پائیں جبکہ دینی تعلیم کے تیس سے زائد مضامین جن سے کم از کم بیس لازمی مضامین کے حاملین جو کہ فنون میں قدم رکھنے سے قبل حافظ قرآن، قاری اور پرائمری، مڈل نیز میٹرک کر چکے ہیں کو معاشرتی ذمہ داریوں کے نااہل قرار دینا خود کوتاہ فہمی ہے حالانکہ دینی تعلیم کی بنیاد خلاصوں اور گیس پیپرز پر نہیں بلکہ مشکل ترین کتب کے حل کرنے پر مبنی ہے۔ اس سے قطع نظر جب چند مضامین کی ناقص تعلیم کے حامل کو معاشرتی ذمہ داریوں کا اہل بنانے کے لئے اس کو تربیتی کورس کرائے جاسکتے ہیں تو دینی تعلیم کے فضلا کو بھی یہ کورس کرائے جاسکتے ہیں۔

(ب) دینی نصاب، دینی علوم میں مہارت اور ملکہ حاصل کرنے کے لئے پڑھایا جاتا ہے۔ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس نصاب کے بعد کوئی فنی علم یا مہارت اس کے لئے ممنوع ہے۔ بلکہ معاشرہ میں جن ذمہ داریوں کو اپنانا چاہئے اس کی تربیت کا راستہ کھلا ہے۔ بلکہ ان علوم کی مدد سے وہ کسی بھی تربیتی کورس کو کامل طور پر حاصل کر سکتا ہے۔

(ج) ایک جواب یہ ہے کہ دینی تعلیم کا مقصد طالب علم میں ملکہ استنباط و استخراج پیدا کرنا ہے جس سے وہ پیش آمدہ امور و مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ نصاب کی جامعیت اس کو ہر میدان میں صلاحیت کار کا اہل بنا دیتی ہے۔

(د) معاشرتی ذمہ داریوں کی اہلیت کا معیار معاشرہ کی تشکیل پر موقوف ہے جبکہ معاشرہ کی تشکیل حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جیسی حکومت ہوگی ویسا ہی معاشرہ تشکیل پائے گا۔ الناس علیٰ دین ملوکھم کا یہی مطلب ہے لہٰذا یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ کس قسم کا معاشرہ تشکیل دیتی ہے اور اس کے لئے کسے اہل قرار دیتی ہے۔ آج اگر اسلامی معاشرہ تشکیل دیا جائے اور عملاً اسلام نافذ ہو جاتا ہے تو

اہلیت کا معیار تبدیل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ دو سو سال قبل تک ایسا معاشرہ تھا جس میں تمام تر معاشرتی ذمہ داریاں علماء کے سپرد تھیں۔ اس کے بعد انگریز کا تشکیل کردہ معاشرہ آیا تو اہلیت کا معیار بھی تبدیل ہو گیا۔ لہٰذا معاشرتی اہلیت کی بنیاد سرکاری منصوبہ بندی ہے۔ آج اگر منصوبہ بندی کرتے وقت علماء کی خدمات کو شامل کیا جائے تو خود بخود لوگ دینی تعلیم کو اہلیت کا معیار قرار دیں گے۔

(ہ) اہلیت اگر انسانی کمال، علمی استعداد اور صلاحیتِ کار کا نام ہے تو اس کا مظاہرہ حکومتی سرپرستی ختم ہو جانے کے باوجود آج تک علماء کرام کر رہے ہیں، دینی تعلیمی نصاب اور اس کے حاملین کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کے باوجود، آج بھی یہ نصابِ تعلیم اور اس کے حامل رواں دواں ہیں۔ اس کے برعکس اگر موجودہ سرکاری نصاب تعلیم اور اس کے حاملین کی سرکری سرپرستی ختم ہو جائے تو یہ پوری عمارت زمین بوس ہو جائے۔ نہ یہ نصاب رہے گا اور نہ ہی اس کے حاملین، کیونکہ اس کی بنیاد ذاتی خوبی پر نہیں بلکہ ملازمت کے سبز باغ پر ہے۔

کردار میں وسعت کی ضرورت:

دینی مدارس کے موجودہ نظام کو برقرار رکھتے ہوئے ان سے فارغ ہونے والے افراد کے معاشرتی کردار میں وسعت کا سوال حکومت سے کیا جانا مناسب ہے۔ اگر وہ خلوص نیت سے یہ چاہتی ہے تو اس کے لئے علماء کرام ہر ایک ذمہ داری کا بار اٹھانے پر آمادہ ہیں، یہ ذمہ داری انتظامی، قانونی، عدالتی، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تیس قسم کے علوم میں تدریس و تحقیق کے علاوہ ہر قسم کی منصوبہ بندی میں اعلیٰ قسم کی صلاحیت کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ اگر کسی ٹیکنیکی شعبہ میں ذمہ داری سونپنا چاہتے ہیں تو اس شعبہ میں تربیت کے بعد علماء کرام ذمہ داری قبول کرنے کو تیار ہیں۔ جس طرح سرکاری اداروں سے فارغ التحصیل حضرات کو ٹیکنیکی شعبہ میں اس کی تربیت کے بعد ہی ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔ جبکہ اس تربیت کی اہلیت علماء کرام میں دوسروں کی نسبت زیادہ ہے۔ محض انگریزی زبان کو علماء کی نااہلی کے لئے عذر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ زبان اور علم میں فرق واضح ہے۔ اگر اس کو عذر قرار دیا جائے تو علماء چھ ماہ میں اس عذر کا ازالہ کر سکتے ہیں، بشرطیکہ حکومت منصوبہ بندی میں سنجیدہ ہو نیز آزمائش شرط ہے۔

معیار کی بہتری کے لئے قواعد و ضوابط:

سوال کے پہلے جز میں درس نظامی کا ذکر ہے۔ غالباً دینی مدارس کے معیار کی بہتری کا سوال مراد ہے کیونکہ درس نظامی مدارس کے نصاب کا نام ہے۔ جس کا معیاری ہونا مسلم ہے۔ اگر مدارس کے معیار کا سوال ہوتو پھر معیاری شرائط کے متعلق ہی سوال کافی تھا۔ کسی مقام پر نئے مدرسہ کے آغاز پر پابندی کا ذکر غیر متعلق ہے کیونکہ مدرسہ دینی تعلیم کے مرکز کا نام ہے۔ یہ مراکز جتنے زیادہ ہوں گے یہ تعلیم اتنی زیادہ ہوگی۔ جب حکومتی پالیسی بھی یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں، تاکہ تعلیم عام ہو۔

جبکہ دینی مدرسہ میں طلباء کی مفت تعلیم بلکہ ان کے اقامتی اخراجات بھی خود مدرسہ کے آغاز کرنے والے کو برداشت کرنا ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان اداروں کا قیام نہ صرف تعلیمی وسعت کا ذریعہ ہے بلکہ خدمت خلق اور اس کی فلاح کا باعث بھی ہے۔ اس کے مقابلہ میں سرکاری تعلیم کے اداروں کے آغاز پر کوئی پابندی نہیں خواہ یہ ادارے تجارت کی بنیاد پر ہی کیوں نہ قائم ہوں اور تعلیم کے نام پر لوٹ مار ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔ ان کا آغاز صرف اسی لئے پسندیدہ ہے کہ وہاں تعلیمی نصاب سرکاری ہے۔ رہا یہ سوال کہ دینی مدارس کے آغاز کے لئے قواعد و ضوابط کیا ہوں؟ اور کون وضع کرے اور کون نافذ؟

اس کا جواب واضح ہے کہ یہ ضابطے مدارس کے اغراض و مقاصد اور اس کی تعلیم کے پیش نظر وضع کئے جاسکتے ہیں مگر ان کے نفاذ کے لئے آزاد معاشرہ میں جبر نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اخلاقی دباؤ کارآمد ہوسکتا ہے۔ جس کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ داروں کو امداد مہیا کرنے والی اتھارٹی مناسب ضابطے وضع کرے اور جو ادارہ یا مدرسہ ان ضابطوں کی پابندی کرے اسے امداد دی جائے۔

مثلاً محکمہ زکوٰۃ علماء کرام کا ایک بورڈ بنائے جو معیاری ضابطے وضع کرے پھر ان ضابطوں کی پابندی کرنے والے اداروں کو اداروں کو امداد دی جائے لیکن اس کے لئے نیک نیتی سے اصلاحِ احوال مقصود ہو۔ محض اداروں کے قیام کو روکنا یا ان کو ناکام بنانا مقصود نہ ہو۔ ورنہ یہ ایک گناہِ عظیم اور معاشرہ کی اصلاح و فلاح کے راستہ کو مسدود کرنے کے مترادف ہوگا۔ جس کو معاشرہ کسی طرح بھی قبول نہیں کرے گا۔

نصاب اور موجودہ تقاضے:

یہ سوال نمبر ا کا اعادہ ہے جس کا جواب دیا جاچکا ہے۔ تاہم دوبارہ وضاحت کے لئے اتنا عرض کر دینا کافی ہوگا کہ اگر مرکزی نصاب جو پرائمری تا ایم اے صرف چھ مضامین یا زیادہ سے زیادہ آٹھ مضامین پر مشتمل ہے۔ اس کے فارغ التحصیل جن کی کامیابی کا دارو مدار نصاب پر نہیں بلکہ نصابی خلاصوں اور امتحانی گیس پیپرز پر ہے، اگر اسے اہل قرار دیا جاسکتا ہے تو تیس علوم کے فضلاء جن کی کامیابی کا معیار محنت اور نصاب کی تکمیل پر ہے انہیں کیوں اہل قرار نہیں دیا جاسکتا؟ اس کا سبب صرف سرکاری منصوبہ بندی کی خامی ہے۔ جبکہ عصری، علمی اور دینی قیادت آج بھی علماء کے ہاتھ میں ہے جس کا انکار اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے البتہ حکومتی قیادت کا سوال درست ہے جبکہ حکومت سیاسی، علمی یا دینی قیادت پر مبنی نہیں ہے بلکہ پاکستان میں حکومتی قیادت ایک مخصوص طبقہ کی اجارہ داری پر مبنی ہے۔

تاہم کسی بھی ترمیم و اضافہ کا کوئی مقصد متعین کرنا ضروری ہے جبکہ مقصد کے تعین کے بغیر مسلمہ نصاب کو تبدیل کرنا بے معنی ہوگا بلکہ اس سے تعلیمی معیار کو گرانا اور کمزور کرنا مقصود ہوگا جس کا کوئی عقل مند شخص تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اس نصاب کا مشکل ہونا ہی اس کی خصوصیت ہے کیونکہ جن مقاصد کے لئے یہ نصاب وضع کیا گیا وہ عظیم تر مشکل ترین ہیں جن کا حل یہی نصاب ہے لہٰذا وہ مقاصد واضح کئے جائیں تاکہ ان کے مطابق ترمیم و اضافہ ممکن ہو۔

تربیت اساتذہ:

تربیتی کورسز بھی اگرچہ پڑھنے سننے کا نام ہے۔ تاہم تربیتی کورسز کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا لیکن اس کے لئے منصوبہ بندی کرتے وقت اس بات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے کہ یہ کورسز علماء کے شایانِ شان ہوں تاکہ وقت کا ضیاع نہ ہو۔ علمی یا عملی طور پر کمتر حضرات سے تربیت دلانا علماء سے مذاق متصور ہوگا۔ تربیتی کورسز کی نوعیت اس کے اغراض و مقاصد پر موقوف ہے۔ اگر تدریسی مقاصد کے لئے ہی کورسز کرانے ہوں تو پھر ضروری ہے کہ جس قسم کی تدریس پیش نظر ہوگی اسی تدریس کے ماہرین مقرر کرنے ہوں گے۔ یہ تدریس اگر درس نظامی ہو تو پھر درس نظامی کی تدریس کے ماہرین کا تقرر کرنا ہوگا

جس کے لئے مصری ازہری جامع علماء کا تقرر مناسب ہوگا۔ جامع کی بات۔ اس لئے کی ہے کہ آج کل جامعہ ازہر کے علماء عام طور پر ایک فن میں ہی مہارت رکھتے ہیں جبکہ ہندو پاک کے علماء درس نظامی کے تمام علوم کے ماہر ہوتے ہیں۔ اگر تربیت دینے والا استاد کسی ایک پہلو سے بھی کمزور ہوگا تو وہ علماء کرام پر اثر انداز نہ ہوگا۔ کیونکہ طلباء اساتذہ کو ان کے کمزور پہلو میں پریشان کرتے ہیں جس کی وجہ سے اساتذہ احساس کمتری میں مبتلا ہو کر طلباء پر تفوق قائم نہیں کر پاتے۔ بہر حال کورسز کا نصاب، مدت وغیرہ تفصیلات طے کرنے کے لئے بورڈ قائم کیا جاسکتا ہے جو قابل عمل تجاویز مرتب کرے۔

اختلافِ مسالک:

موجودہ دور میں یہ ایک لاینحل مسئلہ ہے کیونکہ یہ اختلاف انگریز نے ایک مخصوص نظریہ کے تحت پیدا کیا، جس کی بنیاد آزادی فکر و عمل کے دلکش نعرہ پر رکھی گئی۔ چنانچہ ہندوستان میں وارد ہوتے ہی انگریز نے مسلمانوں میں اس نعرہ کی تشہیر کی اور اس کے لئے آواز بلند کرنے والوں کو گرانٹس دیں اور ان کے تحفظ کی ذمہ داری لی۔ جس کا ثبوت ریکارڈ پر موجود ہے۔ انگریز تو رخصت ہو گیا اس کے افکار و نظریات اب تک جاری و ساری ہیں اور ہماری حکومت انہی نظریات اور اصولوں پر قائم ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں اختلافات کا خاتمہ ناممکن ہے۔ اس کے خاتمہ کی ایک ہی صورت ہے کہ اسلامی اصولوں کو اپنایا جائے اور حق و باطل میں تمیز کر کے حق کا اِحقاق اور باطل کا اِبطال بزور طاقت کیا جائے۔ انگریز کی آمد سے قبل مسلمان حکمرانوں کے دور میں جس طرح اسلامی نظریہ کا تحفظ قانونی طور پر نافذ تھا اسی طرح آج بھی کوئی مسلمان جب تک حق و باطل میں تمیز پیدا کرنے کے بعد حق کے تحفظ کو قانونی شکل نہیں دیتا اس وقت تک نئے فتنے پیدا ہوتے رہیں گے۔

حکومت اور مدارس:

اس وقت حکومت اور مدارس کے درمیان محکمہ زکوٰۃ وعشر کے قیام کے بعد مالیات کے شعبہ میں قدرے تعلق قائم ہے کیونکہ حکومت نے زکوٰۃ فنڈ میں سے صرف دس فی صد رقم مدارس کو دینی منظور کی ہے جبکہ اس کی تقسیم بھی بیوروکریسی کے ہاتھ میں ہے جو دینی تعلیم اور اس کے نظام اور اس کے حامل حضرات کو ایک آنکھ دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ مدارس اور اہل مدارس کو اس بہانہ سے رسوا کیا

جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے یہ تعلق کچھ مدت کے بعد ختم ہو جائے۔

دوسرا تعلق:

جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی ذاتی دلچسپی کی بنا پر قائم ہوا ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے دینی مدارس کے بورڈوں یعنی تنظیم و وفاق کی سندات کو محکمہ تعلیم میں تدریسی ملازمت کے لئے ایم اے عربی اسلامیات کے مساوی قرار دیا ہے۔ اگرچہ کاغذی طور پر یہ اعلان ہو رہا ہے اور جہاں تک یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کا دائرہ اختیار تھا وہاں تک حرکت ہوئی اس کے بعد محکمہ تعلیم کے اہل کار ہر شعبہ میں وہی لوگ ہیں جو علماء اور مدارس سے نفرت کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اپنے دائروں میں علماء کے آگے دیواریں کھڑی کر دی ہیں۔ غرضیکہ مدارس اور حکومت کے درمیان صرف ان دو صورتوں میں برائے نام تعلق ہے جو کہ مزید نفرت کا باعث ثابت ہو رہا ہے۔

دو متوازی نظام تعلیم:

اس سے متعلق گزارش ہے کہ اگر صرف نصابِ تعلیم، طریقۂ تعلیم اور اغراض تعلیم کا تفاوت ہوتا تو ان امور میں تبدیلی پر غور ہو سکتا تھا لیکن یہاں دینی اور لادینی کا سوال ہے۔ یہ دو ضدیں بلکہ نقیضین ہیں، ان امور کا جمع ہونا محال ہے۔ اس وقت سرکاری تعلیمی اداروں میں ان ضدین میں معرکہ آرائی جاری ہے۔ ابھی تو انتظار کا مرحلہ ہے۔ سرکاری تعلیمی اداروں کی تعلیم کا جب تک کوئی واضح رخ متعین نہیں ہوتا اس وقت تک کوئی رائے دینا بے کار ہے۔

فی الحال سرکاری اداروں میں لادینی تعلیم کی دلیل یہ ہے کہ وہاں کے استاد اور طالب علم کے لئے دین پسندی کوئی شرط نہیں، یہی وجہ ہے کہ وہاں کے استادوں اور پروفیسروں کی اکثریت لادین ہے جو انہی سرکاری اداروں کی پیداوار ہے۔

دیگر مسلم ممالک میں تعلیم:

تمام اسلامی ممالک کا وہی حال ہے جو پاکستان میں ہے۔ یعنی سرکاری اداروں میں لادینی تعلیم اور پرائیویٹ سیکٹر میں دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ الاماشاء اللہ وہاں کے نجی دینی تعلیمی

ادارے بھی قدیم نصاب ونظام پر مبنی ہیں اور وہاں بھی متدین علماء کرام اسی بے سروسامانی میں کام کر رہے ہیں جس میں پاکستانی علماء مبتلا ہیں، تمام مسلم ممالک میں نجی دینی اداروں اور حکومت کے درمیان معرکہ آرائی جاری ہے اللہ تعالیٰ دینی اداروں کو اس امتحان میں استقامت اور استقلاب عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اعترافات:

ابتداء سے علماء دین کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ ہر فن کی تحصیل اس فن کے مشہور ماہر سے کرتے رہے ہیں اور اس غرض کے لئے مختلف مقامات پر اساتذہ کے ہاں استفادہ کرتے اور ان سے قلمی سندات حاصل کرنے کو فخر محسوس کرتے تھے موجودہ دور میں بھی طلباء ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں تعلیمی خصوصیات اور ماہرین کی شہرت کی بناء پر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ ایک اچھا اور مقبول مقصد ہے۔

لیکن آج کل اکثر طلباء کا مقصد اس کے برعکس ہوتا ہے، وہ آج علمی خصوصیات کی بجائے آسائش اور سہولیات کے علاوہ اختصار کے متلاشی ہوتے ہیں جس کی بناء پر نصابی ترتیب کو پامال کرتے ہوئے دوسرے مدرسہ میں اپنی مرضی کی اونچی کلاس میں داخلہ لیتے ہیں۔ بناعلیہ طلباء کی استعداد اور اہلیت متاثر ہوتی ہے۔ جس سے دینی تعلیم کے اغراض ومقاصد پورے نہیں ہوتے۔ اس کے لئے سر ٹیفکیٹ کا نظام رائج کرنا ضروری ہے تاکہ پہلے مدرسہ کے سر ٹیفکیٹ کی بنیاد پر دوسرے مدرسہ میں داخلہ لے، اور مروجہ نصاب کی تکمیل کے بغیر فارغ نہ ہو سکے۔ اس نظام کا پابند ہونا تمام مدارس کے لئے ضروری قرار دیا جائے۔

بعض مدارس انتظامی وسائل کے بغیر کسی بھی درجے کی تعلیم کا اعلان کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے ایک طرف ایسے مدارس کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے تو دوسری طرف طلباء اور اساتذہ کا وقت ضائع ہوتا ہے، اس لئے مدارس کی درجہ بندی ان کے وسائل کے مطابق ہونا ضروری ہے تاکہ اساتذہ اور طلبا پریشانی سے محفوظ رہ سکیں۔

معاشرہ میں جس طرح باقی شعبوں میں جعل سازی رواج پا چکی ہے اسی طرح دینی تعلیم کے لئے دینی اداروں کے نام سے جعل سازی شروع ہو چکی ہے۔ جس سے علماء اور مدارس کا وقار

مجروح ہو رہا ہے۔ اس کے سد باب کے لئے ضروری ہے کہ کسی مسلک کا مدرسہ اس کے تعلیمی بورڈ کی منظوری کے بغیر قائم نہ ہو سکے اور بورڈ کی منظوری اور اس کے رجسٹریشن سر ٹیفکیٹ کے بغیر اس مدرسہ کی امداد ممنوع قرار دی جائے تاکہ دینی اداروں کا تقدس پامال نہ ہو اور قوم کا سرمایہ بے مقصد اور بے جا صرف نہ ہو۔

بعض مدارس کورس کی تکمیل کے بغیر اور استحقاق کو نظر انداز کرتے ہوئے سندات جاری کر دیتے ہیں بلکہ بعض مدارس نچلے درجہ کو فوقانی ظاہر کر کے یا فوقانی درجہ کی شرائط پوری کئے بغیر طلباء کو اس میں داخلہ دے کر سند کا مستحق بناتے ہیں جس کی وجہ سے ناپختہ اور ناقص افراد معاشرہ میں علماء کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔

بنیادی اقدام:

ان تمام کمزوریوں کا علاج یہ ہے کہ حکومت علماء کرام کا ایک مشترکہ نگران بورڈ بنائے جس کو قانونی طور پر ان امور کے سد باب کا اختیار ہو، لیکن یہ بورڈ قانونی اختیار رکھنے کے باوجود اپنے دائرہ اختیار میں آزاد ہو تاکہ علماء کے بغیر کوئی حکومتی اہل کار مدارس کے کام میں دخل اندازی نہ کر سکے بلکہ حکومت صرف اس بورڈ کی سفارشات کی پابندی ہو۔

فرمودات حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اپنے آپ کو دنیا کی غلاظتوں سے پاک رکھو۔

باطل کی پیروی کرنے والے ہمیشہ نقصان میں رہتے ہیں۔

دوسروں پر ظلم وستم کرنے والوں کا انجام بہت برا ہوتا ہے۔

جسے ایک بار آزما لیا اسے بار بار آزمانے کا کیا فائدہ۔

صلہ رحمی کرنے سے عمریں بڑھتی ہیں۔

افادیت فروغِ علم

پروفیسر ڈاکٹر صاحبزادہ محمد آصف ہزاروی (وزیر آباد)

انسان اور حیوان میں بنیادی فرق عقل سلیمہ کا ہے ورنہ ضیافت معدہ اور لطفِ کام و دہن کا اہتمام تو جانور بھی کرتے ہیں اور اسی طرح فریضہ اختلاط بھی سر انجام دیتے ہیں یعنی اپنی نسل کی بڑھوتری ہم انسانوں کی طرح ہی کرتے ہیں۔ بصیر اور سمیع بھی ہوتے ہیں پھر انسانوں کو حیوانوں پر فوقیت کیوں دی جاتی ہے اور فطرت نے تمام چوپایوں کو دو پایوں کے زیر نگیں کیوں کیا ہے۔ آخر ایک منحنی سا انسان اپنے سے کئی گنا وزنی اونٹ اور بیل کو بوٹیوں اور قیمے میں کیسے تبدیل کر دیتا ہے اور شیر جیسے جنگل کے بادشاہ کو کیسے پنجرے کا قیدی بنا لیتا ہے۔ آخر تمام پرندوں، چرندوں، خزندوں اور درندوں پر حکمرانی انسان کو کیوں دی گئی ہے۔ تو وجہ صرف عقل کا استعمال ہے۔ حضرت انسان نے محض اپنی عقل کی بنیاد پر زمانے کے تار و پور بکھیر کر رکھ دیئے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عقل ہی اگر اس تمام فوقیت و سبقت کا باعث ہے تو پھر عقل تو تمام انسانوں میں موجود ہے پھر تمام انسانوں کا رویہ اور سلوکیت کی منازل ایک دوسرے کے ساتھ متصادم کیوں؟ اور تمام انسان اگر اس بنیاد پر برابر ہیں تو پھر تمام انسانوں کی عقلی خصوصیات ایک جیسی کیوں نہیں تو اس کا جواب "دانش" ہے۔

دانش عقل کو صیقل کرتی ہے۔ دانش انسانوں کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتی ہے۔ دانش گویا فہم و شعور کی جنم گاہ ہے۔ عقل، شعور، دانش، فہم، حکمت، مصلحت، تدبر، آگہی اور دانائی آخر ہیں کیا؟ اگر ہم ان تمام Adjectives کا مادہ نکالنا چاہیں تو وہ بنے گا "علم" جی ہاں علم ہی تمام خصوصیات کا ماحصل ہے اور دین و دنیا کی تمام ترقی علم یعنی جاننے پر ہی منحصر ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے اپنی پیاری کتاب میں علم اور جہل میں فرق واضح کرتے ہوئے فرمایا: مراد عالم اور جاہل کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ گویا علم و آگہی کا فرق۔ رنگ و نسل اور ذات پات کے فرق سے زیادہ زود فہم ہے۔ بعض افراد اس فلسفے کی حقانیت کے قائل نہیں اور ان کے خیال میں Low

Caste کو علم حاصل کرنے کا کوئی حق نہیں جیسے ارسطو کے ہاں باقاعدہ انسانوں کی انسانوں کی غلامی اور آقائی کا تصور ملتا ہے۔یعنی ارسطو کے ہاں باقاعدہ انسانوں کی انسانوں کی غلامی اور آقائی کا تصور ملتا ہے۔یعنی ارسطو جیسے اہل عقل و دانش کے ہاں بھی بعض انسانوں کو علم حاصل کرنے کا حق محض اس لئے حاصل نہیں کہ وہ غلام یا باندی کے ہاں پیدا ہوئے۔اسی طرح انڈین فلاسفرز کے ہاں بھی شودروں، دلتوں اور کم ذاتوں کا تصور ملتا ہے۔ہمارا معاشرہ بھی ابھی تک چودھری، کمی کے فرسودہ تصورات سے باہر نہیں آسکا۔ابھی کل کی بات ہے امریکہ میں کلبوں کے باہر Dogs and Blacks Not Allowed کی تختیاں نمایاں ہوتی تھیں۔یعنی کالے گورے کی لڑائی عروج پر تھی اور ان تمام تصورات میں اعلیٰ مناصب والے یا آقا قسم کے لوگوں کی سوچ یہ تھی کہ ان کے low cast کو صرف خدمت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور انہیں علم کے حصول کا کوئی حق نہیں۔بعض تصورات میں غلاموں کو ووٹ کے حق سے محروم کیا گیا۔بعینہٖ بعض اقوام میں علم کو نظریہ جنسیت کی بھینٹ چڑھا دیا گیا یعنی جنس کی بنیاد پر علم کو بانٹا گیا۔مرد کو علم حاصل کرنے کا حقدار ٹھہرایا گیا اور عورت کو اس لئے جاہل رہنے پر مجبور کیا گیا کہ وہ تو صرف مرد کی تسکین کا ذریعہ ہے یا بچے پیدا کرنے کی مشین اس کو علم سے کیا غرض۔لیکن ہمارے پیارے مذہب نے ان تمام تفریقات کو یکسر ختم کرتے ہوئے پرچم انسانیت کو یوں بلند کیا کہ:

طلب العلم فریضتہ علی کل مسلم و مسلمتہ یعنی تعلیم مرد و عورت دونوں پر فرض ہے۔

ہمارے پیارے مذہب نے نا صرف خواتین کو علم حاصل کرنے کی ترغیب دی بلکہ جائیداد میں ان کا حق دے کر مردوں کے فرائض میں اضافہ کر دیا۔ہمارے پیارے دین نے غلامی اور ذات پات کی اونچ نیچ کی بھی بیخ کنی کی۔بقول حفیظ جالندھری

غلاموں کو سریر سلطنت پر جس نے بٹھلایا یتیموں کے سروں پر کر دیا اقبال کا سایہ

یہ بھی ہمارے مذہب کی ہی تعلیم ہے کہ علم جنت کے راستوں کا نشان ہے۔انسانی عقل کی بنیاد بھی علم و دانش ہی ہے اور عمل بھی تو تب ہی ہو گا جب علم ہو گا اور حساب بھی علم پر ہی منحصر ہے یعنی اچھے اعمال کی بنیاد بھی حصولِ علم ہی ہے۔

بقول علامہ اقبال

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

علم تمام دینی و دنیاوی ترقی کی بھی بنیاد ہے۔ کبھی جاہل بھی امام ہوئے ہیں۔
بقول علامہ اقبال۔

سبق پڑھ پھر صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

اس شعر میں علامہ اقبال اللہ تعالیٰ کا پیغام ہم سے share کر رہے ہیں کہ پہلے علم حاصل کیا جائے صداقت کا یعنی صدیق بنائے پھر علم حاصل کیا جائے عدالت کا۔ یعنی عادل و منصف بنا جائے پھر سبق پڑھا جائے شجاعت کا یعنی بہادری اور دلیری سے جہاد کرنا آ جائے اور یہ تمام تیاری کس لئے؟ تاکہ بعد میں قوم کی امامت کا فریضہ سونپا جائے۔ گویا قوم کی رہبری بھی کسی جاہل کا حق نہیں بلکہ کسی اہل علم کا حق ہے۔ ہمارے موجودہ حالات اور قوم کی دگرگوں حالت کی وجہ بھی جاہل حکمران ہیں۔ ظاہر ہے جمہوریت کے عین مطابق جب نوے فیصد جاہل عوام کو ووٹ کا حق دیا جائے گا تو ان کا چناؤ بھی 'جیسا منہ ویسی چپیڑ' کے مصداق ان جیسا ہی ہوگا۔ آج کل دہشت گردی کا دور دورہ ہے اور قوم کا وطیرہ بن چکا ہے کہ۔

رائج ہے میرے دیس میں نفرت کا قاعدہ
ہو جس سے اختلاف اسے مار دیجئے

حالات یہاں تک پہنچ چکے کہ۔

جانے کب کون کسے مار دے کافر کہہ کر
شہر کا شہر مسلمان ہوا پھرتا ہے

ان حالات کی ذمہ دار بھی جہالت ہے۔ جب جسم پر بندھے بم کو پھاڑنا جنت کے حصول کا ضامن بن جائے اور دوسروں کو محض اختلاف رائے پر قتل کرنا باعث بخشش ٹھہرے تو کیا بات کریں۔ جبکہ علم کا حصول آپ کو Dialogue کی اہمیت سے آگاہ کرتا ہے۔ اکثر سنا جاتا ہے کہ علم نے فلاں کی غیرت نچوڑ لی اور اب وہ مار دھاڑ اور طاقت کے اظہار سے لاچار ہوگیا۔ میرے خیال میں علم غیرت نہیں جہالت نچوڑ لیتا ہے اور جب انسان علم کی دولت سے لیس ہو عقل و دانش کی بات کرتا ہے تو اسے جاہل لوگ "بے غیرتی" کے طعنے دیتے ہیں۔ میرے دوست معروف شاعر کی حساس زبان میں۔

نسل و رنگت کی بات کرتے ہو
کیسی نفرت کی بات کرتے ہو

آدمی کو لہو لہو کر کے آدمیت کی بات کرتے ہو
بم دھما کے ہیں قوم کی قیمت کس قیادت کی بات کرتے ہو
فرقہ بندی ہے کاروبار یہاں کس امامت کی بات کرتے ہو
ٹکڑے ٹکڑے ہوئی ہے یکجہتی کیسی امت کی بات کرتے ہو
خودکشی ہے غریب کا جھومر کس حکومت کی بات کرتے ہو
لوگ نفرت میں ڈھل گئے ارشدؔ تم محبت کی بات کرتے ہو

علم کے طالبوں کو غلبہ اور طالبان میں تقسیم کر دیا گیا ہے تا کہ دوسری اقوام ہم پر دہشت گردی کا لیبل لگا سکیں۔ جاہل علما جہاد اور فساد میں فرق واضح نہ کر سکے اور ہماری نالائق حکومتیں کوئی واضح خارجہ پالیسی نہ بنا سکیں اور یوں ہم جہالت کے اندھے کنویں میں گرتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ غداروں کی پشت پناہی، اپنوں کی مکاری اور بین الاقوامی سازشوں کے جال نے پہلے ہی ملک کے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں اور ہم دوسروں کے ایما پر اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی چلا رہے ہیں۔

ثبت کر دی مہر ہم نے ملک کی تقسیم پر
ہو گیا ہے قائداعظمؒ کی امیدوں کا خون
دم بخود ہیں اس شکست و ریخت پر اہل وطن
اور کیا کہیے بجز انا علیہ راجعون

یہ تمام مسائل جن کا ہم شکار ہیں جہالت کی بدولت ہیں۔ ہم پڑھی لکھی قوم نہیں ہیں۔ اکثریت کی جہالت قوم کو پنپنے نہیں دے رہی۔ بچت حصول علم میں ہے۔ علم ہی ظلم کا توڑ اور عفو و تراحم کا بنیادی پتھر ہے۔

دنیا کے موجودہ حالات میں ہر طرف ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔ کشمیر میں انڈین آرمی کے مظالم ہوں یا افغانستان میں امریکی ڈرون اٹیک، عراق اور شام میں ISIS (داعش) کی بربریت ہو یا فلسطین کے نہتے مسلمانوں پر یہودی بھیڑیوں کی یلغار ہر طرف ظلم ہی ظلم ہے۔ علم ظلم کے خلاف بہت بڑی ڈھال ہے۔ عالم ظالم نہیں ہو سکتا کیونکہ علم کا تعلق خدا سے ہے اور خدا کی پیاری کتاب قرآن مجید کا آغاز ہی 'اقرا' یعنی علم حاصل کرنے سے ہوا تھا۔ لہٰذا تمام ظالم جہلا میں شمار ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید اقوام کے مظالم کے خلاف آواز انہی

ممالک سے بھی اٹھ رہی ہے اور اہل علم ظلم کے خلاف دہائی دیتے نظر آ رہے ہیں۔ ہٹلر کا گیس چیمبر آپریشن ہو یا ہلاکو کا کھوپڑیوں کا مینار، مسولینی کی پھانسیاں ہوں یا طالبان کے مذبح خانے جہاں انسانوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دیا جاتا ہو یہ تمام ظلم انسانیت کے خلاف ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف ہے۔ مذہب کی روح کے خلاف ہے اور تعلیم حق کے خلاف ہے۔ ہمارے پیارے مذہب کی تعلیم تو یہ ہے کہ جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے تمام انسانیت کو قتل کیا اب اس بات کا علم رکھنے والا تو کسی چیونٹی کو مارنے سے پہلے بھی سوچے گا کہ کہیں اللہ کی پکڑ میں نہ آ جائے۔ خودکش دھماکے کرنے والے نام نہاد مسلمانوں کو بھی یہ سوچنا چاہئے کہ وہ لوگوں کو قتل کر کے جنت کے لائسنس بانٹتے پھر رہے ہیں یہ کیسے جائز ہو گیا۔

موجودہ دور کی تمام ترقی کی بنیاد بھی علم کے حصول پر ہی ہے۔ علم اندھیروں میں روشنی پھیلانے کا نام ہے۔ علم کی وجہ سے ہی انسان ہواؤں کا سینہ چیر رہا ہے، پہاڑوں کو تسخیر کر رہا ہے، فضاؤں میں اڑ رہا ہے، سنگلاخ چٹانوں کے اندر مخفی خزانوں تک پہنچ رہا ہے۔ سائنسی اور طبی ترقی حیران کن ہے۔ ذرائع مواصلات کی ترقی نے فاصلوں کو سمیٹ دیا ہے۔ اب ہزاروں میل دور بیٹھا شخص آپ کے ہاتھ میں دبے موبائل کی وجہ سے انگلی کے چند اشاروں پر آپ کے ساتھ محوِ گفتگو ہو سکتا ہے۔ ستاروں پر کمندیں ڈالی جا رہی ہیں۔ فطرت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حضرت انسان اپنی مرضی کے فیصلے کر رہا ہے۔ بڑی بڑی بیماریوں نے انسان کے علم و فن کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ بجلی کی کڑک سے ڈر کر غاروں میں چھپ جانے والا انسان بجلی کو اپنی باندی بنا کر بڑے بڑے کام لے رہا ہے۔ سیلابوں میں بہہ جانے والا انسان بڑے بڑے ڈیم بنا کر سیلابوں کا رخ موڑنے اور اس کے منہ زور پانیوں کو قابو کرنے پر قادر ہے۔ لوگ چھٹیاں گزارنے اب پہاڑوں کی بجائے خلاؤں میں جاتے ہیں۔ چاند جو کبھی چندا ماموں ہوتے تھے اب انسان کے پاؤں تلے روندے جا رہے ہیں۔ متعدد سیارچے دریافت کر لئے گئے ہیں۔ علم کی وجہ سے فطرت کی وسعتوں کا اندازہ ہو رہا ہے اور انسان نے دنیا بھر کی وسعتوں کو سمیٹ کر انٹرنیٹ کی صورت اپنے ہاتھ میں محدود کر دیا ہے۔ گفتگو کا نچوڑ یہ ہے کہ تمام ترقی فروغ علم کی وجہ سے ہے۔ علم کی اہمیت و افادیت ہی اس تمام ترقی کی وجہ ہے۔ دوسری اقوام کا عروج اور ہمارے زوال کی وجہ بھی ہماری کوتاہ فہمی اور ان کی علم سے محبت ہے۔ وہ روز بروز

علم سے فائدے اٹھارہے ہیں اور ہم خواری اور پستی کا شکار ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ دوسری اقوام کی طرح ہم بھی علم وفن سے سیراب ہوں، ہم بھی آسمانوں پر حکمرانی کریں۔ہم بھی ستاروں پر کمندیں ڈالیں۔ہم بھی سمندروں کا سینہ چیریں اور پہاڑوں کی ناف میں چھپے خزانے ڈھونڈیں۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیش بہا خزانے عطا فرمائے ہیں، چاروں موسموں کی لذت دی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان رحمتوں سے فائدہ اٹھائیں اور علم کی سیڑھی استعمال کرتے ہوئے عروج کی طرف گامزن ہوں۔

آخر میں ملک محبوب الرسول قادری دم اقبالہ نے "علم، باعثِ شرفِ انسانیت" کے عنوان سے جو علمی کام کیا ہے اس کی توصیف ضروری ہے۔محترم قادری صاحب ہر اعتبار سے علم وعرفان کی خدمت کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہیں اور جا بجا آپ کی قلمکاریاں بکھری دکھائی دیتی ہیں۔علم ومعرفت کی انجمن کا ایک ضوفشاں ستارہ ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ آج کے اس گئے گزرے دور میں بھی آپ کی ذات ایک علمی حوالہ ہے۔فروغ علم کے حوالے سے آپ کی خدمات بہت زیادہ ہیں۔جب تک اس قوم کے پاس قادری صاحب جیسے نباض موجود ہیں اس قوم کے علمی وجدان میں زوال کی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہوں بطفیل نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم برادر ملک محبوب الرسول قادری دام اقبالہ کے علم وعمل میں ترقی اور بلندی درجات عطا فرمائے۔اس علمی کاوش کو قبول فرماتے ہوئے اہل علم اور اہل سنت کے دینی وعلمی اداروں میں مثبت تبدیلیوں کا باعث بنے۔آمین۔

علم کی ضرورت اور اسکے فوائد

مفتی علیم الدین نقشبندی

☆ انسان پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات ہیں۔ ان تمام سے بڑھ کر علم اور اس پر عمل کرنا ہے۔ وہ شخص حکیم ہے۔ جس کے قول و عمل میں تضاد نہ ہو بلکہ یکساں ہوں۔ دنیا کا سب سے بڑا افلاس جہالت ہے۔ جاہل مال کا طالب اور عقلمند علم میں کمال کا خواہاں ہوتا ہے۔

☆ جو شخص علم حاصل کرنے کی مشکلات سے پہلوتہی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اسے تمام عمر جہالت کی سختیاں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ طلب علم میں شرم کرنا قطعاً نامناسب ہے۔ کیونکہ جہالت شرم سے بدتر ہے۔

☆ علم کے مقابل مال و دولت کی کوئی وقعت نہیں۔ علم سے بہرہ ور محتاج انسان، جاہل بادشاہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ ایک صاحب علم کا علم ہزار ہا عابدوں کی عبادت سے افضل ہے۔ عالم با عمل کی زندگی کا ایک دن جاہل کی تمام عمر سے بہتر ہے۔

☆ علم سے بے بہرہ انسان، انسان نہیں جانور ہے۔ جس گھر میں سارے افراد جاہل ہوں وہ گھر جانوروں کا اصطبل ہوتا ہے اور جس ملک میں علم کا رواج نہیں وہ جانوروں کا ایک جنگل ہے۔

☆ انسان کو مال و زر کا بوجھ اٹھانے کی ایک خاص حد سے بڑھ کر استطاعت نہیں، علم کا بوجھ جتنا بھی اٹھاتے چلو گے۔ خود کو ہلکے سے ہلکا تر محسوس کرتے جاؤ گے۔

☆ تھوڑا علم پُر خطر ہے۔ اس چشمہ سے خوب خوب سیراب ہو کر پیو ورنہ اس کے قریب نہ جاؤ ایک دو گھونٹ سے علم کا نشہ سر پر سوار ہو جاتا ہے۔ جو خطرناک ہے۔ خوب سیر ہو کر پیؤ گے تو دل و دماغ روشن ہو جائیں گے۔

☆ کسی بڑی سے بڑی دیگ، بڑے سے بڑے برتن میں مسلسل کوئی چیز ڈالتے جاؤ، ایک وقت آئے گا وہ بھر جائے گا، مزید گنجائش نہ رہے گی۔ انسانی سینہ اور ذہن قدرت کا وہ عطیہ ہیں کہ ان میں جتنا علم ڈالتے جاؤ گے، ان کی وسعتیں اور گہرائیاں پایاب نہیں ہو سکتیں، بلکہ ان میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، زبان حال سے "ھل من مزید" پکارتے چلے جاتے ہیں۔

☆ کسی مقام، شہر، علاقہ یا ملک کی عظمت کے باعث اس کی کثیر آبادی، عالیشان عمارات، غلہ کی فراوانی اور دولت کی ریل پیل نہیں بلکہ ان کی عظمت کا سبب وہ عظیم انسان ہوتے ہیں جو مقام، شہر، علاقہ یا ملک سے تعلق رکھتے ہیں۔

☆ علم ایک چراغ ہے، اگر چراغ کو جلایا نہ جائے تو روشنی حاصل نہیں ہو سکتی۔ علم اس وقت مفید ہے جب اس پر عمل کیا جائے، ورنہ بے فائدہ بلکہ ضرر رساں۔

☆ علم، عمل کے بغیر ایک آزار ہے اور عمل بغیر علم کے بے کار۔ علم مال سے بہتر ہے کہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تم کو کرنا پڑتی ہے۔ جس شخص کو علم غنی نہ کرے مال و زر سے کبھی اس کی آنکھیں اور دل سیر نہ ہوں گے۔ صاحب علم اگرچہ حقیر حالت میں ہو عظیم ہوتا ہے۔ اسے حقیر نہ سمجھو، جاہل اگرچہ بلند مرتبہ پر فائز ہو عظیم نہیں ہوتا، اسے بڑا خیال مت کرو۔

☆ ایک دفعہ دس افراد پر مشتمل ایک وفد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ عرض کرنے لگے ہمارا سوال تو ایک ہے۔ لیکن ہم میں سے ہر ایک الگ الگ جواب کا خواہاں ہے۔ آپ نے ان سے سوال پوچھا تو انہوں نے عرض کیا ہمارا سوال یہ ہے کہ علم بہتر ہے یا مال؟

آپ رضی اللہ عنہ نے ان تمام کو یوں الگ الگ جواب دینا شروع کیا، فرمایا:

(۱) علم۔ اس لئے کہ مال کی حفاظت تو کرتا ہے جب کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے۔

(۲) علم۔ اس لئے کہ مال فرعون اور ہامان کا ترکہ ہے اور علم انبیائے کرام علیہم السلام کی میراث ہے۔

(۳) علم۔ اس لئے مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے، علم ترقی کرتا ہے۔

(۴) علم۔ اس لئے کہ مال دیر تک رہنے سے فرسودہ ہو جاتا ہے مگر علم میں کچھ نقصان نہیں ہوتا۔

(۵) علم۔ اس لئے کہ مال کو ہر وقت چوری کا خدشہ رہتا ہے مگر علم کو چوری ہونے کا کوئی خدشہ نہیں۔

(۶) علم۔ اس لئے کہ مال دار کبھی کنجوس اور بخیل کہلاتا ہے جبکہ صاحب علم کریم ہی کہلاتا ہے۔

(۷) علم۔ اس لئے کہ مال سے دل پر تاریکی کا غلبہ ہو جاتا ہے، لیکن علم دل کی نورانیت کا باعث ہوتا ہے۔

(۸) علم۔ اس لئے کہ مال کی کثرت کے باعث ہی فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ لیکن کثرت علم کے باعث نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "ما عبدناک حق عبادتک" کہا۔

(۹) علم۔اس لئے کہ مال کے دشمن بے شمار پیدا ہو جاتے ہیں۔مگر علم سے ہر دل عزیزی میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۱۰) علم۔اس لئے کہ قیامت کے دن مال کا حساب لیا جائے گا مگر علم کا حساب نہ ہو گا۔(مخزن اخلاق:۱۰۱،۱۰۲)

☆ اقلیدس حکیم ایک محفل میں بیٹھا تھا کہ ایک جاہل آ کر صدر مجلس کے مقام پر بیٹھ گیا۔کسی نے اس سے پوچھا،کیا آپ کو اس جاہل کی یہ حرکت بری محسوس نہیں ہوئی؟اس نے جواب میں کہا برا ماننے کی کیا وجہ ہے؟دیکھو اس مکان کی دیواریں سب سے بلند ہیں۔لیکن ان کی بلندی کا کوئی خیال نہیں کرتا۔میں جاہلوں کو دیواروں،پتھروں اور خاک کے تودوں سے زیادہ وقعت نہیں دیتا،پھر برا کیوں مناؤں؟(مخزن اخلاق۔۱۵۴)

☆ علماء کا اتفاق ہے کہ کوئی آدمی جتنا ادب میں بڑھا ہوا ہو گا اتنا ہی وہ عالی مرتبت ہو گا۔ادب دراصل اپنے آپ کو ناقص اور دوسروں کو باکمال جاننے اور ماننے کا نام ہے۔اس کے برعکس بے ادب دوسروں میں نقص نکالتا ہے اور خود کو باکمال سمجھتا ہے۔

☆ حکیم دیو جانس کلبی جنگل میں جا رہا تھا کہ ایک رہزن نے آلیا اور کہنے لگا جو کچھ تیرے پاس مال ہے،مجھے دے دے۔اس نے جواب دیا:میرے پاس مال تو بہت زیادہ ہے لیکن تو لے نہیں سکتا۔ڈاکو نے جامہ تلاشی لی کچھ نہ نکلا۔پوچھنے لگا۔تو نے مال کہاں چھپا رکھا ہے؟اس نے اپنا سینہ کھول کر دکھایا کہ بیش قیمت خزانہ یہاں ہے۔جو رہزنوں اور ڈاکوؤں کی دستبرد سے باہر ہے۔(ایضاً:۱۷۲)

☆ علم کو دولت پر ترجیح ہے کہ مال و دولت کا حصول علم سے ممکن ہے۔لیکن مال و زر سے علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

☆ ایک خیرات مال کی ہوتی ہے۔اور ایک سخاوت علم کی،مال کی سخاوت کا اثر اس کی موجودگی تک رہتا ہے۔لیکن علم کی خیرات کا اثر رہتی دنیا تک برقرار رہتا ہے۔

☆ علم کا مقصد عمل ہے،علم میں کوئی ایسی چیز نہیں جو محبت دنیا پر دلالت کرتی ہو،لہٰذا علم پر عامل دنیا سے دوری اختیار کرتے ہیں۔

☆ عالم کی تھوڑی سی گفتگو بہت سے مطالعہ سے زیادہ مفید ہوتی ہے۔

☆ علم وہ ہے جس کی بدولت دنیا نظروں میں حقیر ہو جائے،عقبیٰ کی طرف رغبت پیدا ہو۔

آدمی دنیا کی برائی سے واقف ہو۔ برے اخلاق و کردار سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔

☆ کسی مدرسہ کے چند طلباء دریا کے کنارے سبق کا تکرار کر رہے تھے۔ وہیں ایک ماہی گیر مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ طلبہ لفظ "مخنث" پر بحث کر رہے تھے۔ ماہی گیر نے بھی اس کے مفہوم کو سمجھ لیا۔ اتفاق سے ماہی گیر کے جال میں ایک خوبصورت مچھلی آ پھنسی۔ وہ انعام کے لالچ سے اسے بادشاہ کے دربار میں لے گیا۔ بادشاہ بھی اس کی خوبصورتی سے بہت متاثر ہوا اور انعام اس شرط پر دینے کا وعدہ کیا جب اس کا جوڑا پورا کرے، بصورت دیگر اس نے دھمکی دی کہ اگر اس کا جوڑا تم نے مکمل نہ کیا تو تمہیں مار ڈالا جائے گا۔ اب ماہی گیر کو انعام کا ہوش تو نہ رہا جان کے لالے پڑ گئے، کیونکہ ایسی مچھلی ملنا بہت دشوار تھا۔ خوش بختی سے اسے طلبہ کی بحث یاد آ گئی۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ مچھلی مخنث ہے۔ نہ مذکر ہے نہ مؤنث۔ لہٰذا اس کا جوڑا ملنا ناممکن ہے۔ بادشاہ نے یہ معقول جواب سنا، اس کو انعام دے کر رخصت کیا۔

☆ علم کا شیدائی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ کسی کی خوشی میں دخل دے کر اسے خراب کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس کی آرزو کسی کو برباد کرنے کا باعث نہیں ہوتی، وہ کسی کو فریب نہیں دیتا بلکہ اپنی کامیابی سے ہر کسی کو فائدہ پہنچاتا ہے، وہ ایسی خوشی حاصل کرتا ہے جو مستحق ملامت نہیں ہوتی۔

☆ شیطان کی ایک محفل میں اس کی ذریت اپنے اپنے کارنامے بیان کر رہی تھی اور وہ ہر کسی کو اس کی کارگزاری پر شاباش اور آفرین کہہ رہا تھا۔ ایک شیطان خاموش بیٹھا رہا۔ اس نے اس سے پوچھا تم بھی کوئی کارنامہ بیان کرو۔ اس نے جواب دیا مجھ سے کچھ نہ ہو سکا۔ صرف ایک کام کیا جو قابل ذکر نہیں۔ پوچھا وہ کیا؟ اس نے جواب دیا، آج ایک بچے کو مدرسہ میں جانے سے روک دیا ہے۔ شیطان اٹھا اور اسے سینہ سے لگا لیا اور کہنے لگا تم نے سب سے بڑھ کر کام کیا ہے، آج کے غیر حاضر ہونے کی بدولت وہ آہستہ آہستہ پڑھنے سے محروم ہو جائے گا۔ اس طرح وہ جاہل رہ جائے گا اور خود بخود گناہوں کا ارتکاب کرنے لگے گا۔ اسے مزید بہکانے کی سر دردی نہ ہوگی۔

☆ جو آدمی عالیشان رہائش گاہ، خوبصورت سواری اور قیمتی لباس کے ذریعہ سے فضیلت حاصل کرنے کا خواہاں ہے۔ وہ جاہل اور بے وقوف ہے۔ کیونکہ اس طرح رہائش گاہ پر رہائش گاہ کی سواری پر سواری کی اور لباس پر لباس کی فضیلت ہوگی، نہ خود اس کی کسی پر فضیلت ثابت ہو سکے گی۔

اللھم وفقنا لما تحب و ترضی یارب العالمین آمین بجاہ سید المرسلین۔

فرموادات حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جس نے دنیا کو جس قدر پہچانا، اسی قدر اس سے بے رغبت ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب کو تنہائی محبوب ہوتی ہے۔

اے انسان! خدا تعالیٰ نے تجھے اپنے لئے پیدا کیا ہے اور تو دوسروں کا ہونا چاہتا ہے۔

تعجب ہے اس پر جو شیطان کو دشمن جانتا ہے اور پھر اس کی اطاعت کرتا ہے۔

خاموشی غصے کا بہترین علاج ہے۔

زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے بہت زیادہ خطرناک ہے۔

فرمودات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خوش اخلاقی سے پیش آنا سب سے پہلی نیکی ہے۔

زمانہ کے پل پل کے اندر آفات پوشیدہ ہیں۔

دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔

گناہوں پر نادم ہونا ان کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا ان کو برباد کر دیتا ہے۔

عقلمند اپنے آپ کو پست کر کے بلندی حاصل کرتا ہے اور نادان اپنے آپ کو بڑھا کر ذلت اٹھاتا ہے۔

جب عقل کامل ہو جائے تو کلام کم ہو جاتا ہے۔

باب ۲
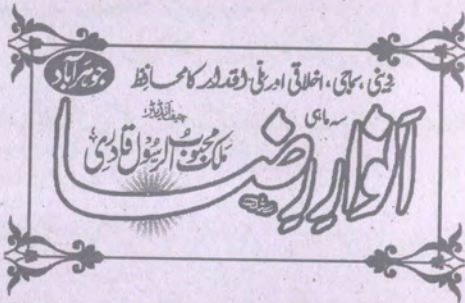
علم اور علماء، اسلام کا مقام

☆ علم و علماء کے فضائل کے عنوان سے نورانی خطاب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

☆ مقالہ: درس نظامی کی اہمیت ۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا ملک عطا محمد بندیالوی

☆ اسلام کا نظامِ تعلیم ۔۔ (سیرت طیبہ کی روشنی میں) ۔۔ ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

☆ عہدِ رضا میں دینی تعلیم کی اہمیت اور معیارِ تعلیم ۔۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر حسن رضا خان

☆ جدید و قدیم علوم کا امتزاج ۔۔۔ تاجدار ملتان حضرت مولانا حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ

☆ درسِ نظامی کے نصاب میں تبدیلی کی ضرورت ۔۔۔۔۔۔ مفتی محمد حسین نعیمی

☆ اپنی اولاد کو عالم دین بنائیں ۔۔۔۔۔۔ علامہ پروفیسر عون محمد سعیدی

فرمودات حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جب تک کسی پر مکمل اعتماد حاصل نہ کرلو اسے اپنا محرم راز نہ بناؤ۔

خدا کی عبادت کرنے سے انسان کا نفس پاک و پاکیزہ ہو جاتا ہے۔

خدا پر یقین حاصل ہو جائے تو دنیا و آخرت سنور جاتی ہے۔

مومن کی حاجت روائی عمرے کا ثواب رکھتی ہے۔

خدا کو یاد کرنے میں سستی نہ کرو۔

فرمودات حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اہل حاجت کا تمہارے پاس آنا بھی تم پر خدا کی نعمتوں میں سے ہے۔

اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنا ذلت کا باعث بنتا ہے۔

بلند پروازی تباہی لاتی ہے۔

ظالم کے ساتھ ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔

انسان کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے۔

علم وعلماء کے فضائل کے عنوان سے

نورانی خطاب

قائد اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نشھدہ و نومن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ و نشھدان سیدنا و نبینا و حبیبنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبدہ و رسولہ الذی ارسلہ الی الحق کافتہ بشیر او نذیر او داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا و بشر المؤمنین باان لھم من اللہ فضلا کبیرا

ھو الحبیب الذی ترجی شفاعتہ نکل ھول من لا ھوال معتھم

یارب صل وسلم واتما ابدا علی حبیبك خیر الخق کلھم الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم علیك یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

درود شریف پڑھئے.........

جانشین پیر طریقت حضرت صاجزادہ مولانا قاری محمد میاں صاحب مدظلہ زیب سجادہ آستانہ عالیہ حامدیہ نقشبندیہ مجددیہ

مقتدر ومحترم علماء کرام اور مشائخ عظام!

میرے محترم بزرگو! عزیز بھائیو! عظیم نوجوانو اور پیارے پیارے بچو اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مجھے انتہائی خوشی اور مسرت ہے کہ یہ میرے لئے بہت بڑی سعادت ہے کہ حضرت پیر طریقت راہبر شریعت حضرت مولانا حامد علی خان صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کی اس بابرکت تقریب میں آپ کے ساتھ میں بھی شرکت کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

آپ سب لوگ قرب و جوار سے دور دراز سے اس بابرکت اور مقدس تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں میں بھی اسی نیت سے حاضر ہوا ہوں۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس حاضری کو قبول فرمائے۔ اس آستانہ عالیہ کے فیوض و برکات کو تاقیامت جاری و ساری رکھے اور یہ دارالعلوم جامعہ خیر المعاد جو کہ حضرت اقدس پیر طریقت حضرت حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم علمی اور روحانی یادگار ہے کو اللہ تعالیٰ صاجزادہ محمد میاں صاحب کی سرپرستی میں مینارۂ نور بنائے تاکہ اس کے انوار و برکات تادیر جاری و ساری رہیں۔ حضرت پیر طریقت مولانا حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ میرے بزرگ تھے میں ان کو اپنے اکابرین میں شمار کرتا ہوں۔ وہ ہمارے اور آپ کے انتہائی واجب الاحترام اور مقتدر پیشوا تھے۔ حضرت پیر طریقت ہمارے لئے مینارہ نور اور مینارہ تعلیم تھے۔

نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے لئے ان کی جدوجہد پاکستان کی سیاسی و مذہبی تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ حضرت پیر حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۰ اور ۷۷ء میں نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے لئے جو عظیم جدوجہد فرمائی اس جدوجہد نے ایسی عظیم الشان مثال قائم کی جو پاکستان کی تاریخ میں سنہری الفاظ میں لکھی جائے گی۔

وہ ظلم کے سامنے سینہ سپر رہے وہ بڑے بڑے طاقتور لوگوں سے حکومت کے غنڈوں سے اور خود حکومت کی طاقت سے لڑتے رہے بالکل لڑتے رہے اور اس کا مشاہدہ ملتان میں رہنے والے ہزاروں لوگوں نے کیا ہے گویا بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

انہوں نے راستے میں آنے والی مشکلات کی کوئی پرواہ نہیں کی وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور دین کی سربلندی کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کو سربلند رکھنے کے لئے ڈٹے رہے۔ وہ نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے لئے اور اس نظام کی برکات سے پاکستان کے مقدر کو سنوارنے کے لئے اپنی جان ہتھیلی پر لئے رہے۔

اس تحریک کے دوران مختلف مقامات پر انہیں جو تکالیف دی گئیں ان سے وہ اس طرح نبرد آزما رہے جیسے اللہ کا ولی پھولوں کی سیج پر کھیل رہا ہے۔

حضرت پیر طریقت مولانا حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے دوست تھے ان کی ولایت میں کوئی شک نہیں ہے۔ ان کے عزم اور استقامت سے محسوس ہوتا تھا کہ واقعی وہ چلتے پھرتے اللہ کے ولی تھے۔ استقامت ان کی شان تھی ان کو دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا۔

ان کی استقامت کا عالم یہ تھا کہ ایک طرف فیڈرل سیکیورٹی فورس تھی اور دوسری طرف مولانا حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا سینہ تھا۔

ان کی استقامت کا یہ عالم تھا ایک جانب وہ دین کی جدو جہد کرنے والی جماعت کی قیادت کر رہے تھے اور دوسری طرف ان کے خلاف شیطانی حکومتوں کی یلغار تھی۔

الحمد للہ حضرت حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ بڑی ہمت اور جرات کے ساتھ ہر قدم پر سینہ سپر رہے۔ کسی بھی لمحہ ان کے قدموں میں لغزش نہیں آئی مگر حکومت کے قدموں میں لغزش آ گئی۔ حکومت لرز گئی اور بالآخر عبرتناک انجام سے دو چار ہو گئی۔ رب العالمین جل جلالہ وعمہ نوالہ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (حم السجدۃ: ۳۰)

بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں۔

کنز الایمان (از اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

اور یہ کہنے کے بعد کہ اللہ ہمارا رب ہے متزلزل نہیں ہوئے اور آزمائش کی گھڑی آئی تو ثابت قدم رہے انہوں نے گھبرا کر میدان نہیں چھوڑا بھاگے نہیں بلکہ ڈٹے رہے۔ استقامت اختیار کی اور امتحان میں ثابت قدم رہے۔

وہ ظلم کے مقابل استقامت کے پہاڑ بن گئے کوئی پرمٹ ان کی استقامت بدل نہ سکا کوئی جاگیر ان کے قدم نہ اکھاڑ سکی دنیا کا کوئی لالچ کوئی انعام کوئی وزیر اعلیٰ کوئی وزیر اعظم اور کوئی صدر ان کی بولی نہ لگا سکا۔ اس لئے کہ ان کی بولی دربار مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لگ چکی تھی۔

آزمائش کی گھڑی میں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ کیا کیا جائے بیوی ہے، بچے ہیں، دوست ہیں،

زمینیں ہیں، جائیداد ہے، کاروبار ہے، پرمٹ ہیں، کاروبار ہے، سب کچھ داؤ پے لگ جائے گا بلکہ راہ حق میں فداکارانہ بڑھتے چلے گئے۔ انہوں نے خدا کے نام پر سب کچھ قربان کر دیا حتیٰ کہ اپنی جان بھی کھپا دی۔

یہی وجہ ہے کہ اہل حق کو کوئی لالچ کوئی انعام خرید نہیں سکتا۔ دنیا کا مال و دولت اللہ اللہ کرنے والوں کو جھکا نہیں سکتا۔

حضرت مولانا حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ کا کردار ہمارے سامنے ہے۔ انہوں نے آزمائش کے وقت راہِ فرار اختیار نہیں کی بلکہ استقامت کا راستہ اختیار کیا۔ ان کا کردار دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ہمارے اسلاف کا روشن کردار تاریخ کے صفحات پر موجود ہے آج بھی دنیا جانتی ہے کہ علماء حق نے ہر دور میں ہر حال میں علائے کلمۃ الحق کا فریضہ سر انجام دیا۔ آج وقت کے یہ کمالات ہیں کہ علماء سوء کے دین کے نمائندوں کا کردار مسخ کر دیا ہے۔ وہ حکومت کے کاسہ لیس بن گئے ہیں۔ انہوں نے دین کا وقار مجروح کیا ہے۔

ایک وقت وہ تھا کہ بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ

وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہبان گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب ہے یہ وہ کردار تھا جن کے دیکھنے کو اب آنکھیں ترستی ہیں۔

حضرت مولانا حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اسلاف کی یادگار تھے ہم سے بچھڑ گئے ہم سے جدا ہو گئے۔ حضرت سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہم سے جدا ہو گئے۔ یہ بزرگ وہ تھے جن کے متعلق ایک آدمی نہیں بلکہ پورا ملک گواہی دے سکتا ہے کہ "وہ صاحب استقامت، صاحب عزیمت اور مستقل مزاج بزرگ تھے۔"

ایسے کردار کو بارہا قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل نے ہر چیز کھول کر بیان فرما دی ہے۔ اب اگر کوئی آدمی کتاب ہدایت کھول کر غور نہ کرے تو یہ اس کی اپنی مرضی ہے۔ یہ بات اہل نظر ہی جانتے ہیں کہ مقام فقر کتنا بلند ہے۔

زمین میں بہت استقامت ہے پہاڑ میں اس سے بھی زیادہ استقامت ہوتی ہے اور علماء حق کی استقامت کا یہ عالم ہے کہ ان کی استقامت ان سب سے زیادہ ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ مقام فقر بہت بلند ہے۔ یہ تو شاہی سے بھی زیادہ بلند ہے بادشاہ اور

فقیر کا کوئی مقابلہ نہیں۔

بادشاہ تو فقیر کے دروازے کا گدا ہے۔

اور سنو جو فقیر بادشاہ کے دروازے پر گدا بن کر جارہا ہے وہ دراصل فقیر نہیں بلکہ بھکاری ہے۔بقول اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مقام فقر اتنا بلند ہے شاہی سے مگر　　روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیے

میرے عزیز غور کرو اور بتاؤ کہ شاہوں اور فقیروں کے درمیان میں ملاقات کا کوئی جوڑ بنتا ہے۔

نہیں۔ہر گز نہیں۔

میں (شاہ احمد نورانی) جب کسی سجادہ نشین کو حکومت کے دروازے پر جاتے ہوئے دیکھتا ہوں کہ وہ مانگ رہے

کیا مانگ رہے ہیں؟

دنیا مانگ رہے ہیں؟ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں سینٹ کی کوئی سیٹ مل جائے یا پھر قومی اسمبلی کی کوئی سیٹ مل جائے۔

وہ دیکھتے اور سوچتے ہیں کہ اسلام آباد میں لاہور میں گلبرگ میں خیرات بٹ رہی ہے تو اس بٹنے والی خیرات میں سے کوئی تو حصہ مجھے بھی مل جائے۔یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے کیونکہ ہمارے بزرگ تو وہ لوگ تھے جن کا کردار یہ تھا کہ

تخت سکندری پر وہ تھوکتے بھی نہیں ہیں　　بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

لیکن افسوس کہ آج ان لوگوں کے بستر نواز شریف، بے نظیر اور روائیں کے دروازے پر لگے ہوئے ہیں۔

اور جو لوگ رہ گئے ان کے بستر جام صادق کے دروازے پر لگے ہوئے ہیں۔

لوگو دیکھو کیسا وقت آ گیا ہے کہ فقیر وائین wine اور جام glass کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔

آپ سمجھ گئے ہوں گے یہاں تو بڑے بڑے سمجھ دار لوگ ہیں اور خاص طور پر جو لوگ قلعے پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ تو زیادہ ہی سمجھدار ہیں۔

آج لوگ دنیا کی تلاش کرتے ہیں لیکن فقیر دربار مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بک چکے ہیں۔

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ رب العالمین جل جلالہ و عم نوالہ ارشاد فرماتے ہیں

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ (سورۂ توبہ:۱۱۱)

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں۔اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

(کنز الایمان الاعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

دیکھو اللہ خریدار ہے بولی لگا رہا ہے کہاں بولی لگ رہی ہے؟ بازارِ مصطفی ﷺ میں بولی لگ رہی ہے۔

کون بولی لگا رہا ہے؟ خود خدا بولی لگا رہا ہے۔

لیکن بتاؤ اس کے بعد بھی اگر کوئی خدا اور رسول کو چھوڑ کر دنیا داروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے پاس جا کر اپنی بولی لگواتا ہے تو کیا کہیے بس ہم تو پھر یہی سمجھیں گے کہ

زاغوں کے تصرف میں ہے عقابوں کا نشیمن

یہ المیہ ہے کہ عقاب کے روپ میں کوّے نظر آ رہے ہیں۔

کیونکہ عقاب تو جھپٹتا ہے اپنا شکار خود کرتا ہے وہ بادشاہوں کا ملغوبہ نہیں کھاتا ہے وہ کسی کا شکار نہیں کھاتا۔

وہ شاہوں کے در سے مانگتا نہیں ہے۔

اس کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انما انا قاسم واللہ معطی (الحدیث)

دینے والا خدا تعالیٰ ہے اور بانٹنے والا مصطفیٰ ﷺ۔

اس حدیث مبارک کی ترجمانی کرتے ہوئے مجدد الامت اعلیٰ حضرت حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

رب ہے معطی اور یہ ہیں قاسم دیتا وہ ہے اور کھلاتے یہ ہیں

اللہ کے اولیاء اور بزرگوں کا یہی عقیدہ تھا میرا بھی یہی عقیدہ ہے اس لئے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے در پر بیٹھے رہے وہاں سے ہٹے نہیں۔

اللہ کے ولی اِدھر اُدھر سے نہیں مانگتے تھے وہ جو لینا چاہتے ہیں خدا اور مصطفیٰ ﷺ سے مانگتے ہیں حضور ﷺ خدا کی زمینوں کے خزانوں کے مالک ہیں

وہ عرشیوں کے آقا اور فرشیوں کے داتا ہیں۔ پوری کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد گھومتی ہے۔ جس کو جو لینا ہے وہ اسی در سے لے کیونکہ رب ان کو دیتا ہے اور وہ مخلوق کو بانٹ رہے ہیں جس کو درِ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ملتا اسے درِ خدا سے بھی نہیں ملتا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ کے ولی راہِ حق میں باطل کے مقابل ڈٹ جایا کرتے تھے۔ وہ حق کی حمایت میں آلام و مصائب کا مقابلہ کرتے تھے انہوں نے وقت کے حاکموں کو ان کے مظالم دیکھ کر ٹوکا اور روکا لیکن اب لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ آج علماء کو کیا ہو گیا ہے کہ علماء سیاست کی طرف آ گئے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ نورانی میاں بڑے اچھے آدمی تھے لیکن وہ سیاست میں آ گئے ہیں او ہو یہ تو بہت بڑا گناہ ہو گیا ہے۔

وہ کہتے ہیں فلاں بزرگ اللہ کے ولی تھے لیکن اب وہ سیاسی ہو گئے ہیں۔

میرے عزیز!

میرے بھائی! کیا تم امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے کردار سے واقف نہیں ہو؟ وہ سرہند کے چھوٹے سے قصبے کی خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن حالات کا تقاضا ہوا تو وہ اکبر کے مقابلے پر آ گئے۔ جہانگیر کے سامنے کھڑے ہو گئے اور آپ نے شاہوں کے سامنے جرات ایمان سے کام لے کر یوں کلمہ حق بلند کیا کہ آج تک باطل لرز رہا ہے۔

ایک طرف ہمارے بزرگوں کا یہ کردار ہے اور دوسری طرف آج کا مرید پیر صاحب کو مشورہ دیتا ہے کہ آپ کم از کم کسی پارٹی میں نہ جائیں۔ ہم جس پارٹی میں چاہیں چلے جائیں برائی کرتے رہیں مفادات لیتے رہیں ہمارے جی میں جو آئے ہم کرتے رہیں۔

ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم جس پارٹی میں جب چاہیں چلے جائیں اور جب چاہیں مفادات کی خاطر چھوڑ دیں۔

ہمیں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا کوئی روک نہیں سکتا کوئی ٹوک نہیں سکتا لیکن "پیر صاحب کا کام صرف یہ ہے کہ وہ نذرانے وصول کرتے رہیں جیب میں ڈالتے رہیں اور مریدوں کے لئے دعائیں کرتے رہیں۔"

یہ موجودہ دور کا عجیب المیہ ہے کہ "مرید سیاسی ہو گیا ہے اور پیر غیر سیاسی ہو گیا ہے پہلے دور کے مرید پیر صاحب کا حکم مانتے تھے لیکن اب پیر صاحب کو مرید کا حکم ماننا پڑتا ہے

کوئی رائے نہیں ہوتی بس جو مرید کہتے ہیں وہ کرتے چلے جائیں گویا پیر صاحب مرید صاحب کے مرید ہو گئے ہیں۔"

ایسے لگتا ہے کہ اگر یہ چودھویں صدی کا مرید حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوتا تو یقیناً انہیں مشورہ دیتا کہ "حضرت اگر کوئی نیکی کرتا ہے کرتا رہے آپ کو اس سے کیا غرض؟" یہ سب لوگ آپ کے نانا جان کے اُمتی ہیں اور سب کے سب ہی آپ کے پاس آتے ہیں نذرانے دیتے ہیں ہاتھ چومتے ہیں پاؤں دباتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ حضور آپ کسی کی مخالفت نہ کریں بلکہ سب کے لئے دعا فرمائیں آپ کو کیا کہ یزید شراب پیتا ہے کہ نہیں پیتا بس آپ خاموش رہیں آپ کو کیا غرض کہ یزید بے وقت نماز پڑھتا ہے چاہے بے وضو ہی پڑھتا ہے۔ یزید مسجد میں شراب پی کر ہی آتا ہے مگر آتا تو ہے وہ جمعہ کا خطبہ دیتا ہے چاہے حرام کاری کے بعد دیتا ہے۔ ابن زیاد بھی امتی ہے یزید بھی امتی ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا بھی امتی ہے وہ جو کرتے ہیں کرتے رہیں آپ کو کیا؟ آپ خانقاہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کریں اور دعائیں کریں۔

حالانکہ دوستو مسئلہ بڑا پیچیدہ تھا یزید زنا کا مرتکب تھا اس نے دو سگی بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھا ہوا تھا وہ اہل بیتؓ کا گستاخ تھا اس پر خدا کی پھٹکار تھی یہی وجہ ہے کہ وہ ذلیل و خوار ہو کر مرا۔

یزید ظالم حکمران تھا وہ ظلم کرتا تھا لوگوں کے حقوق غصب کرتا تھا وہ جابر تھا جھوٹ بولتا تھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب یزید کا کردار سامنے آیا تو امام حسینؓ کا کردار بھی سامنے آ گیا، اور انہوں نے فرمایا "ہم بدل سکتے ہیں ہمارے مکانات کے نقشے بدل سکتے ہیں مدینے اور مکے کا نقشہ بدل سکتا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا نقشہ نہیں بدل سکتا۔"

چاہے کچھ بھی ہو جائے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کا نقشہ نہیں بدلنے دیں گے۔ ایسا کرنے کے لئے یزید کو میدان میں اتر کر ہمارا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس لمحے موجودہ صدی کا کوئی مرید ہوتا تو وہ ضرور کہتا کہ "پیر جی تسی سیاست وچ نہ پوو۔"

اس دور کے بزدل مرید اور پیر یہی کچھ کر رہے ہیں وہ بزدل ہیں اس لئے مصلحت کی راہ اختیار کیئے ہوئے ہیں علماء حق کی حمایت کرتے ہیں باطل کا مقابلہ کرتے ہیں تو جرم گردانا جاتا ہے

لیکن حکومت جو مجرم ہے وہ خود آ کر رنڈیوں کا ناچ دیکھتی اور دکھاتی ہے تو دکھاتی اور دیکھتی رہے۔ ٹیلی ویژن پر حرام زادیوں کا ناچ ہو رہا ہے ہونے دو نواز شریف اور اس کے حواری ملک لوٹ رہے ہیں لوٹنے دو۔

تین روز قبل چودہ اگست کو اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت ٹیلی ویژن پر مرد اور عورت کا ڈانس دکھا رہی تھی اور پوری قوم دیکھ رہی تھی کہ ایک عورت اور مرد ناچ رہے ہیں۔

تم بتاؤ دیکھا یا نہیں دیکھا۔

بتاؤ۔ بتاؤ۔

ڈرو نہیں کہ رپورٹنگ ہو رہی ہے۔

تمہیں فکر نہیں کرنا چاہئے ذمہ دار مقرر ہوتا ہے تم بتاؤ کہ چودہ اگست کو ٹی وی پر یہ سب کچھ دیکھا یا نہیں۔

ہاں دیکھا۔۔۔۔۔۔

تو پھر بتاؤ کیا یہ اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت ہے؟

نہیں میرے عزیز یہ اسلامی امریکی اتحاد کی حکومت ہے جو کہ نہ اسلامی ہے نہ جمہوری ہے نہ اتحادی ہے بلکہ امریکی ہے۔

اور اب تو جماعت اسلامی بھی اس میں سے نکل گئی ہے۔ اس لئے اسلام تو اس اتحاد سے رخصت ہو گیا کیونکہ جماعت اسلامی جہاں جاتی ہے اسلام کا ٹھیکہ ساتھ لے کر جاتی ہے۔

عجیب بات ہے کہ کل یہی جماعت اسلامی ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر یہ کہتی تھی کہ یہ اسلامی جمہوری اتحاد ہے اور نواز شریف اس کی جانب سے وزیراعظم ہیں۔ ان جیسا شریف وزیراعظم پاکستان کو نہیں ملے گا۔

لیکن اب جماعت اسلامی ہی کہتی ہے کہ "ہم نے ضیاء الحق کے زمانے میں اسلام کے بڑے کان کاٹے ہیں لیکن نواز شریف ہم سے بھی دو چار قدم آگے نکل گئے ہیں۔"

پہلے جماعت اسلامی گواہی دیتی رہی کہ نواز شریف ہی اسلام نافذ کرے گا لیکن اب وہ گواہی دے رہی ہے کہ نواز شریف اسلام کا باغی اور غدار ہے۔

ہم (جمعیت علمائے پاکستان والے) کہتے تھے کہ آئی جے آئی اور پی پی پی دونوں

کھوٹے سکے کے دو رخ ہیں اس وقت بھی ہم کہتے تھے اور اب بھی کہتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہم تو ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ یہ دونوں امریکی ایجنٹ ہیں۔

لیکن اس وقت جب ہم نے یہ موقف پیش کیا جماعت اسلامی ا لے جنہوں نے اسلام کا ٹھیکہ لیا ہوا تھا وہ ہمیں کہتے تھے نہیں جی نورانی میاں تو پیپلز پارٹی کو خوش کرنے کے لئے کہتے ہیں۔

وہ سوچتے رہے کہ مولوی عورت کو خوش کر رہے ہیں کیا انہیں معلوم نہیں تھا کہ مولوی عورتوں کو خوش نہیں کرتا اگر کرتا ہے تو بڑے قاعدے اور ضابطے سے کرتا ہے۔ مولوی زن پرست نہیں ہوتا وہ تو بنیاد پرست ہوتا ہے۔ کیونکہ اسلام کی بنیاد ضابطے پر ہے اسلام کے بنیادی ضابطے ا کلمہ ۲ نماز ۳ روزہ ۴ زکوٰۃ ۵ حج ہیں اور یہ ہمارا مسلم ورلڈ آرڈر ہے۔

یہ اسلام کی بنیادیں ہیں یہ پانچ ستون ہیں جن پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے۔ مسلمان بنیاد پرست ہوتا ہے اس لئے کہ وہ اسلام کی بنیاد کو مانتا ہے اور اگر وہ بنیاد پرست نہیں ہوتا تو پھر عورت پرست ہوتا ہوگا۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم بنیاد پرست ہیں۔ اب ان لوگوں سے تم خود پوچھ لو جو اسمبلی کے فورم پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ ہم بنیاد پرست نہیں ہیں۔

امریکہ والے خوش ہو جاؤ کہ ہمارے ہاں ایسے مرد موجود ہیں جو بنیاد پرست نہیں اور ایسی عورتیں بھی موجود ہیں جو شراب پیتی سگریٹ کا کش لگاتی اور ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھتی ہیں اور وہ ہمارے وزیر اعظم کی معتمد خاص ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے وزیر اعظم بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ اب (امریکہ میں) عابدہ حسین چلے گی۔

امریکیو! تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ نواز شریف صاحب خود اعلان کرتے ہیں کہ ہم بنیاد پرست نہیں بلکہ ہم عورت پرست ہیں۔

اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت میں ٹی وی پر عورتیں ناچ رہی ہیں۔

"لڑکیاں ڈانس کر رہی ہیں۔ بے حیائی اور بے شرمی کے پروگرام ہو رہے ہیں اور لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ ہم اسلام نافذ کر دیں گے۔"

پاکستان کی سپریم کورٹ نے فیصلہ کیا ہے کہ ۳۰ جون تک سودی کاروبار بند کر دیا جائے لیکن

اسلامی جمہوری اتحاد کے وزیر اعظم نواز شریف نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ "نہیں صاحب! اس کے بغیر تو کام نہیں چلے گا۔"

دیکھو اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت ہے اور یہ ان کا اسلام ہے جہاں سود بھی چلتا ہے حرام کاریوں کے اڈے بھی موجود ہیں کنجریوں کے بازار بھی آباد ہیں اور رنڈیوں کا ناچ بھی ٹی وی پر پوری قوم دیکھ رہی ہے لیکن کوئی پرواہ نہیں ہے۔

ہم نے تو بہت پہلے بتا دیا تھا اور بار بار بتاتے رہے ہیں اب بھی بتا رہے ہیں کہ آئی جے آئی اور پی پی پی کھوٹے سکے کے دو رخ ہیں۔ ایک محترمہ کا رخ ہے اور ایک محترم کا رخ ہے۔

یہ محترمہ اور محترم دونوں امریکی ملازم اور تنخواہ دار ہیں۔

لوگو تم سنبھل جاؤ اور

دیکھو ان کو پہچانو کہ یہ سب ڈاکو اور ظالم ہیں یہ اسلام اور پاکستان کے باغی اور غدار ہیں۔ یہ مجرم حکمران خدا کے باغی ہیں۔

لوگ سوچتے ہیں کہ اگر ان کو ووٹ نہ دیں تو پھر کس کو ووٹ دیں؟

کیا مولوی کو ووٹ دیں؟

اور اگر مولوی حکومت میں آ گیا تو پھر کیا ہوگا؟

مولوی کامیاب ہو گیا تو پھر

"عدل و انصاف کا دور دورہ ہوگا خوشحالی ہوگی دولت کی منصفانہ تقسیم ہوگی عورت کو بازار میں نہیں گھر میں رہنا ہوگا وہ انگریز کے ساتھ جا کر نہیں ناچے گی وہ کلب نہیں جائے گی لوگوں کو گناہ کی دعوت نہیں دی گی۔"

بعض لوگ کہتے ہیں کہ "مولوی معاملات کی سوجھ بوجھ نہیں رکھتا وہ مسائل حل نہیں کر سکے گا۔"

میرے عزیز تیری سوچ کا یہ غلط رخ ہے کہ مولوی ملک نہیں چلا سکے گا بلکہ مولوی آئے گا تو وہ ملکی معاملات کو بخوبی نپٹائے گا وہ مسائل کو حل کرے گا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ وہ حکومتی معاملات کو ڈیل نہیں کر سکتا کیا ایسا کرنے کے لئے کوئی جن ہے جو قابو میں کرنا پڑتا ہے اگر ایسا بھی ہو تو مولوی سے زیادہ بہتر کون ...

مولوی پانچوں وقت مسجد میں لوگوں کے مسائل سنے گا۔

بازار جائے گا تو قیمتوں پر کنٹرول ہوگا۔

ہر جانب عدل وانصاف کا بول بالا ہوگا۔

ظالم کا ہاتھ روکے گا مظلوم کا حق اسے لوٹائے گا۔

وہ تو پیدائش سے لے کر تدفین تک تیرے ساتھ ہوگا اور پھر دنیا سے جانے کے بعد حضور ﷺ کے ہاں تیری سفارش بھی کرے گا اس کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ مسئلہ یہ نہیں ہے دراصل بات یہ ہے کہ نورانی میاں بڑے سخت آدمی ہیں وہ قائدے اور ضابطے کے پابند ہیں۔ یہ وہی بات کہتے ہیں جو قرآن وسنت کے مطابق ہو جبکہ ہمیں تو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو قرآن وسنت کو ایک جانب رکھ کر کچھ اپنی مرضی اور کچھ ہماری مرضی کے فیصلے کیا کریں۔

لہٰذا ہم تو اسے ووٹ دیں گے جو ہماری مرضی اور اپنی مرضی سے کام لے گا یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں:

آوے ہی آوے

بھئی کون آوے

کھوٹا سکہ آوے

وہ چاہے بے نظیر کی صورت میں ہو یا نواز شریف کی شکل میں ہو آپ نے ووٹ دے کر جس کو کامیاب کیا جس کو لائے وہ آگیا اور اب سر پکڑ کر بیٹھ گئے ہو اور کہتے ہو کہ:

آٹا مہنگا ہوگیا ہے۔

روٹی مہنگی ہوگئی ہے۔

چینی کا ریٹ بڑھ گیا ہے۔

بجلی کا بل زیادہ ہوگیا ہے۔

روٹی بھی مہنگی ہوگئی بوٹی بھی مہنگی ہوگئی ہے اور اب پوری قوم شور مچاتی ہے کہ ہائے کیا کریں؟

میں کہتا ہوں کہ

اب کیوں چلاتے ہو؟ یہ تو سب کچھ تمہارا اپنا کیا دھرا ہے یہ اس لئے ہوا کہ تم نے کھوٹے سکے کا انتخاب کیا جو پاکستان کے بازار میں نہیں چل سکتا۔ اگر تم نظام مصطفی ﷺ کے لئے ووٹ دیتے تو پھر ایسا نہ ہوتا تاریخ بتاتی ہے کہ جب نظام مصطفی ﷺ کی حکومت تھی تو ایک بوڑھا شخص مدینہ کے بازار میں سودا لے کر جارہا تھا برابر میں ایک اور آدمی جارہا تھا اس نے کہا: "لاؤ بابا تمہارا سامان میں اٹھا لیتا ہوں تاکہ تم آسانی سے گھر پہنچ جاؤ اس آدمی نے بوڑھے بزرگ کا سامان اٹھا کر چلنا شروع کیا بازار سے گزر رہا تھا جو بھی دکان آتی دکاندار کھڑا ہو کر سلام کرتا۔

بوڑھے شخص نے یہ کچھ دیکھا تو سوچنے لگا کہ جس آدمی نے میرا سامان اٹھایا ہوا ہے ہر دکاندار اسے کھڑے ہو کر سلام کرتا ہے وہ جوں جوں آگے جارہے تھے ہر کوئی سلام کہتا جارہا تھا۔

ایسے میں ایک آدمی کے منہ سے نکلا اے گورنر صاحب سلام ہو بوڑھا بزرگ گھبرا گیا۔

ارے یہ تو گورنر ہے۔

بوڑھے نے فوراً پوچھا ارے بھائی تم کون ہو؟

فرمایا میرا نام ابوموسیٰ اشعری ہے میں ایران کا گورنر ہوں اور حضور پرنور محمد ﷺ کا صحابی ہوں۔ تم سودا سلف لے کر گزر رہے تھے تو مجھے خیال آیا کہ آپ کو مزدور کی ضرورت ہے لہٰذا میں نے آپ کا سامان یہ سمجھ کر اٹھا لیا کہ مجھ سے بہتر مزدور کون ہوسکتا ہے جو رعایا کا بوجھ اٹھائے۔ میں نے دل میں کہا کہ آج ہی یہاں اپنا بوجھ اٹھالوں تاکہ کل قیامت کو اٹھانا نہ پڑے۔

لوگو! نظام مصطفی ﷺ کی حکومت میں یہ مسلمانوں کے گورنر ہیں۔ آج کے گورنر کو دیکھو پنجاب کے گورنر کے پاس ۷۰ لاکھ روپے کی کار ہے اور وہ لوگوں کے مسائل کیا حل کرے گا۔ اس سے تو ملاقات کرنے کو غریب ترس جائے گا۔ اسی طرح دوسرے حکمران بھی عیاش اور فضول خرچ ہیں۔ صوبہ سندھ کے گورنر کے پاس ۶۵ لاکھ روپے کی کار ہے۔ وزیراعظم کے پاس ۷۵ لاکھ روپے کی کار ہے اور صدر کے پاس ۸۰ لاکھ روپے کی کار ہے۔

آج کے حکمرانوں کی فضول خرچی کا یہ عالم ہے جب کہ عوام روٹی اور بوٹی سے محروم ہیں۔ موجودہ حکومت ٹیکسوں کے ذریعے عوام کا خون نچوڑ رہی ہے۔ زکوٰۃ اور عشر کے نام پر اربوں روپیہ جمع ہوتا ہے۔ مختلف فنڈز لئے جاتے ہیں اور یہ فنڈز غریبوں تک پہنچنے کی بجائے وڈیروں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی عیاشیوں اور راللوں تللوں میں خرچ ہو جاتے ہیں۔

سرحد کے پسماندہ علاقوں میں جا کر دیکھو۔

بلوچستان میں قلات اور خاران کی طرف جا کر دیکھو۔

سندھ میں جیکب آباد سے لے کر شہداد پور تک جا کر دیکھو۔

پنجاب میں چولستان، جہلم، چکوال اور ڈی جی خان تک علاقے دیکھو۔

تمہیں پتہ چلے کہ ان علاقوں میں کتنی غربت ہے لوگ تپتی ہوئی دھوپ میں دس دس میل سے پانی کنستروں میں بھر بھر کر سروں پر لا رہے ہیں۔ لوگ پینے کے پانی کو ترستے ہیں ان علاقوں میں بہت سی جگہوں پر

بجلی نہیں ہے

سکول نہیں ہیں

ہسپتال نہیں ہیں

اور روزگار بھی نہیں ہے

جبکہ پاکستان کے حکمران فرانس سے پانی منگوا کر پیتے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ سے منگوا کر پیتے ہیں۔ یہ ہمارے حکمران ہیں جن کی تصویر کا ایک رخ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

لیکن اسلام کے حاکموں کا کردار اس سے بالکل مختلف تھا وہ عوام کے بادشاہ نہیں بلکہ خدم تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس روم کا سفیر آیا آپ نے اسے جو کی روٹی پیش کی اور فرمایا کہ کھائیے۔

اس نے کہا امیر المومنین آپ بھی کھائیے۔

فرمایا میں جو کی روٹی نہیں کھاؤں گا۔

پوچھا کیوں؟

فرمایا اس لئے نہیں کھاؤں گا کہ ابھی رعایا کے ہر فرد کو جو کی روٹی میسر نہیں ہے اور جب تک رعایا کے ہر فرد کو جو کی روٹی نہیں مل جاتی اس وقت تک عمر رضی اللہ عنہ جو کی روٹی کھانے کا حق نہیں رکھتا۔

دیکھو! یہ نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکمران ہیں اور یہ ان کا عملی کردار ہے۔

کہنے کا فریضہ ادا کیا اور وہ بھی کبھی خوف و خطر میں مبتلا نہیں ہوئے۔

اور نہ حکمرانوں کے سامنے جھکے ان کا کردار صاف ستھرا رہا جو قابل فخر ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو حکومت وقت نے بلوایا جہانگیر نے کھڑکی بنوائی تھی تاکہ آپ گزرتے ہوئے جھک جائیں لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ صورت دیکھی تو سمجھ گئے اور فرمایا کہ "ایسا نہیں ہو سکتا۔"

جب وقت آیا تو آپ نے کھڑکی سے سر کے بل گزرنے کی بجائے پاؤں کے بل گزر گئے۔ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذہن میں بھی آج کے نام نہاد علماء کی طرح یہ خیال آ سکتا تھا کہ "بادشاہ نے بلوایا ہے چلو تھوڑی دیر کے لئے خوش ہو جائے گا۔"

لیکن نہیں انہوں نے فرمایا "بادشاہ ناراض ہوتا ہے تو ہو جائے لیکن خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض نہ ہو جائیں۔"

علماء حق کے سامنے یہی مشن ہے کہ انسان خدا کے علاوہ کسی کے سامنے نہ جھکے۔ یہی مقصد زندگی او مقصد بندگی ہے اور اس راستے پر قائم رہنا ہی علماء کی شان ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہر جانب حکومت میں خرابی نظر آ رہی بلکہ خرابیاں ہی خرابیاں ہیں۔ وہ لوگ جو کل علماء کو طعنے دیتے تھے آج ان کی زبانیں بند ہیں وہ کہتے تھے کہ علماء سیاست میں حصہ کیوں لیتے ہیں۔ ہم نے جواب دیا اس لئے کہ:

برائی کا راستہ روک سکیں۔

ظلم کرنے والے ہاتھ توڑ سکیں۔

نیکی کی اشاعت کریں

اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ، امام ربانی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا کردار ادا کر سکیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے حق کی پاداش میں جیل کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن جب جیل سے نکلے تو اس شان سے کہ شاہی دربار کی رونقیں ختم ہو گئیں۔ سجدہ اور تہیہ ختم ہو گئے۔ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے شاہی دربار کو چیلنج کر دیا جس کے نتیجے میں اسلام کی عظمت اور ہیبت کو چار چاند لگ گئے۔

افسوس ہے کہ آج اکثر علماء جن کا کام یہ تھا کہ وہ موجودہ ظالم اور مجرم حاکموں کے درباروں کو چیلنج کرتے لیکن وہ درباروں کو چیلنج کرنے کی بجائے درباروں کے بھکاری بن گئے ہیں۔

ہمارے اکابری درباروں کو چیلنج کرتے تھے اور آج کے بعض نام نہاد مشائخ اور علماء درباروں سے سمجھوتے کرتے ہیں۔ درباروں کے صبح وشام چکر لگانا اور خود درباری بننا فخر سمجھتے ہیں۔

سرکار و دربار سے عزت کی بھیک اور دنیا کا مال مانگنے والے درباری علماء سے مخاطب ہو کر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا کہ

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی — جو قوم کو سلاطین کا پرستار کرے

آج ہمارے ملک میں علماء صوفیا اور بزرگوں کے جو خانوادے موجود ہیں ان کو دعوت دیتا ہوں کہ آؤ دنیا کے حاکموں کے درباروں کو چھوڑ کر ایک پلیٹ فارم پر متحد و منظم ہو جاؤ تمہاری عظمت وقار اور عزت آج بھی تمہیں مل سکتی ہے۔

آؤ اور دیکھو کہ آپ کے بزرگوں کا کردار کیا تھا۔ ان اللہ والوں نے ہمیشہ کلمہ حق بلند کیا وہ خدا کے دوست تھے۔ اللہ کے ان ولیوں سے اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

(حم السجدۃ: ۳۰)

بے شک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں۔

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

یعنی وہ لوگ جو حق کی حمایت میں ڈٹے رہے اور انہوں نے حق کی حمایت میں کسی صدر وزیر اعظم یا وزیر اعلیٰ کی کوئی پرواہ نہیں کی ان کے لئے اللہ کی طرف سے بشارت ہے کہ وہ اللہ کے ولی ہیں۔

جو آدمی دنیا داروں سے شاہوں سے کسی قسم کا لالچ نہیں رکھتا بھکاری نہیں بنتا اور صاحب استقامت ہے اس کی تائید میں اللہ کے فرشتے اترتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں کہ اللہ رب العالمین ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۝

(حم السجدہ: ۳۰)

نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔

(کنز الایمان از اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

یہ اللہ کے اولیاء کا ہی اعزاز ہے کہ وہ ثابت قدم رہے۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بادشاہ نے خلق قرآن کے مسئلے پر کوڑے مارے آپ کو اتنے کوڑے لگے کہ خون ٹپکنے لگا آپ کے ہر ہر قطرہ خون پر اللہ نے بشارت دی اور یہ جو آپ نے استقامت دکھائی آپ کا یہ کردار تا قیامت زندہ رہے گا اور آنے والوں کے لئے روشنی کا سمبل بنا رہے گا۔

آج کل لوگ کہتے ہیں۔

اوجی نورانی صاحب آپ ان کو کھوٹے سکے کہتے ہو حالانکہ خرابی تو نیچے کے لوگ پیدا کرتے ہیں اوپر تو سب ٹھیک ہے لیکن میرے عزیز نہیں۔

اگر اوپر سب ٹھیک ہوتا تو نیچے خرابی نہ ہوتی۔

دیکھو وہ سامنے مکان کی چھت پر پرنالہ ہے اگر اوپر سے پرنالہ کے ذریعے صاف پانی آتا تو نیچے بھی یقیناً صاف پانی آتا۔

چونکہ اسلام آباد میں، لاہور میں، کوئٹہ، کراچی اور پشاور میں جو پرنالے ہیں وہاں سے گندگی اور خرابی ظلم و زیادتی، زنا، چوری اور ناانصافی کی شکل میں گر رہی ہے۔اس لئے یہ لعنت سارے معاشرے کو متاثر کر رہی ہے۔

اصل بات یہ کہ جو اوپر سے گرے گا وہ نیچے آئے گا ایسا نہیں ہوسکتا کہ اوپر سے کچھ گرے اور نیچے کچھ اور نظر آئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ علماء کو راہ حق بتائے اور حق کی حمایت میں اٹھنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو عقل سلیم عطا فرمائے اور وطن عزیز میں نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کے لئے آگے بڑھنے کی سعادت نصیب فرمائے۔

دیکھو حضرت مولانا احمد علی خان رحمۃ اللہ علیہ کی جدو جہد کتنی عظیم تھی کہ انہوں نے کسی حکومت سے سمجھوتہ نہیں کیا۔صعوبتیں برداشت کیں، تکالیف کا سامنا کیا لیکن کلمہ حق کی سربلندی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔حکومت نے ان کی بڑی سے بڑی قیمت لگانے کی تیاری کی لیکن اس مرد درویش کو حق تعالیٰ نے ہر لحہ استقامت عطا فرمائی اور وہ حق کی حمایت میں ڈٹے رہے۔یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

و آخر و دعوانا الحمدللہ رب العالمین

درسِ نظامی کی اہمیت

استاذ العلماء مولانا ملک عطا محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علی آلہ و اصحابہ

اما بعد! فقیر سراپا تقصیر عطاء محمد چشتی گولڑوی عفی عنہ عرض پرداز ہیں کہ علوم شرعیہ کی تحصیل دو قسم ہے۔

قسم اول:

وہ علوم شرعیہ جن کا حاصل کرنا ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض عین ہے مثلاً نماز، روزہ جس مسلمان پر فرض ہے تو اس کے ضروری مسائل معلوم کرنے اس پر فرض عین ہیں اسی طرح جو مسلمان تجارت یا اور کوئی کاروبار کرتا ہے تو اس کے ضروری مسائل حاصل کرنا اس مسلمان پر فرض عین ہیں۔ فرض عین وہ ہے کہ جس پر فرض ہے اسی کو ادا کرنا ضروری ہے دوسرا اس کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا مثلاً جس پر نماز اور روزہ فرض ہے تو یہ فرض تب ہی ادا ہوگا جب وہ خود ادا کرے گا کوئی دوسرا آدمی اس کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا۔

قسم دوم:

وہ علوم شرعیہ جن کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے یعنی فرض تو ہر ایک پر ہے لیکن اگر بعض نے ادا کر دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا لیکن اگر کسی نے بھی ادا نہیں کیا تو ہر مسلمان کو پورے فرض کے ترک کرنے کا گناہ ہوگا۔ جیسا کہ کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو جن مسلمانوں کو اس فوتیدگی کا علم ہوگا ہر ایک پر جنازہ فرض ہو جائے گا لیکن اگر بعض مسلمانوں نے جنازہ پڑھ لیا تو سب کا

فرض ادا ہو جائے گا اور اگر جنازہ کسی نے بھی نہیں پڑھا تو جن مسلمانوں کو فوتیدگی کا علم ہوا ہر ایک کو پورے فرض کے ترک کا گناہ ہو گا۔ بالفرض اگر سارے عالم اسلام کو فوتیدگی کا علم ہوا اور کسی نے بھی جنازہ نہ پڑھا تو سارا عالم اسلام گنہگار ہو گا اور ہر ایک مسلمان کو فرض کے ترک کا گناہ ہو گا۔ اسی طرح قرآن اور حدیث سے کماحقہ واقفیت حاصل کرنی اور قرآن وحدیث کے اسرار اور رموز حاصل کرنے ہر ایک مسلمان پر فرض ہیں لیکن یہ فرض کفایہ ہے اگر مسافتہ قصر یعنی اڑتالیس میل کے اندر ایک ایسا عالم موجود ہے جس کو کتاب وسنت پر پورا عبور ہے تو سب کا فرض ادا ہو جائے گا لیکن اگر مسافتہ قصر میں ایسا ماہر عالم موجود نہیں ہے تو ہر مسلمان کو فرض کے ترک کا گناہ ہو گا۔ اس کی مختصر طور پر دلیل ملاحظہ ہو۔ قرآن پاک میں ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ الاية

اس آیۃ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

و بالاول دون الثانی تفصیلا من حیث انا متبعدون بتفاصیله فرض ولکن علی الکفایة لان وجوبه علی کل احد یوجب الحرج و فساد المعاش

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے چونکہ ہم مسلمان اس کی تفصیل کے ساتھ مکلّف ہیں لہٰذا اس وحی منزل کا تفصیلی علم حاصل کرنا ہم پر فرض ہے لیکن فرض کفایہ ہے کیونکہ اگر ہر ایک پر فرض عین ہو تو پھر دنیا کا انتظام خراب ہو جائے گا کیونکہ اگر تمام لوگ کتاب وسنت کا علم تفصیلی حاصل کرنے میں مصروف ہو جائیں تو پھر تجارت اور کھیتی باڑی اور دیگر کاروبار کون کرے گا حالانکہ دنیاوی کاروبار کے بغیر دنیاوی انتظام نہیں چل سکتا اسی لئے مشہور مقولہ:

لولا الحمقاء الخربت الدنیا — یعنی اگر احمق اور بے عقل نہ ہوتے تو ساری دنیا خراب اور برباد ہو جاتی۔

مذکورہ بالا مقولہ میں حمقاء سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ دنیاوی کاروباد کرتے ہیں یعنی اگرچہ دنیاوی کاروبار کرنے والے احمق اور بے عقل ہیں لیکن ان کی حماقت اور بے عقلی بڑی قابل قدر ہے کہ دنیاوی انتظام اسی پر چل رہا ہے اور اس مقولہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ عقل مند اور سمجھدار وہ ہے جو کتب وسنت کا علم حاصل کرنے میں تمام عمر مصروف اور مشغول رہتا ہے اور اپنا فرض بھی ادا کرتا ہے اور دوسروں کا فرض بھی برخلاف دنیاوی کاروبار کرنے والوں کے کہ وہ نہ تو اپنا فرض کفایہ ادا کرتے ہیں

اور نہ ہی دوسروں کا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو کہ تفصیلی طور پر کتاب وسنت کے اسرار ورموز حاصل کر کے اپنا اور دنیاوی کاروبار والوں کا فریضہ ادا کر رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اسلامی اور دینی مدارس قائم کر رکھے ہیں اور پھر وہ طلباء جو کہ اِن مدارس میں علم دین حاصل کر کے عالم دین بن کر فارغ ہوتے ہیں تو اب یہ بات واضح ہو گئی کہ جو دنیاوی کاروبار کرنے والے لوگ دینی مدارس اور ان طلباء کا احسان مند ہونا چاہئے کہ یہ مدارس اور طلباء اپنا اور امداد کنندوں کا فریضہ ادا کر رہے ہیں اگر یہ طلباء بھی دنیاوی کاروبار کرتے اور علم دین حاصل نہ کرتے تو یہ طلباء خود بھی گنہگار تارک فرض ہوتے اور امداد کنندگان بھی فرض کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہوتے چونکہ امداد کنندگان اپنے اس فرض سے غافل ہیں اس لئے یہ لوگ مدارس اور طلباء پر احسان جتلاتے ہیں جو کہ حد درجہ غیر معقول اور قبیح ہے۔

بندہ نے علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت اوپر نقل کی ہے فاضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حاشیہ میں اس کی تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

لا بد فی مسافۃ القصر من شخص یعلم ذالك و یحصل به الکفایة والا لکان کل من قدر علی تعلمه ولم یتعلم آثما

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ چونکہ تفصیلی طور پر کتاب وسنت کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے لہٰذا اڑتالیس میل جو کہ مسافتِ قصر ہے اس مسافت کے اندر ایسے عالم کا ہونا ضروری ہے جو کہ کتاب و سنت کا مکمل عالم اور ماہر ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہر وہ آدمی جو کہ علم دین حاصل کرنے پر قادر ہے اور اس نے علم دین نہیں پڑھا گنہگار ہوگا اور وہ یہ گناہ ہوگا جو کہ ترک فرض پر مترتب ہوتا ہے۔ فاضل سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ تفصیلی علم شرع کے فرض کفایہ ہونے پر قرآن پاک سے بھی ایک آیۃ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں آیۃ ملاحظہ ہو۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ

خلاصہ عبارت آیۃ کریمہ یہ ہے کہ تمام مسلمان تحصیل علم شرعی کے لئے سفر نہیں کر سکتے تو پھر تم پر ضروری ہے کہ تم سے ایک گروہ ایسا ہو کہ وہ علم دین حاصل کرنے کے لئے سفر کرے اور پھر علم میں

مہارت تامہ حاصل کرے اور جب وہ تحصیل علم کے بعد اپنی قوم میں واپس آئے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے اور انہوں نے علم دین حاصل نہیں کیا وہ عالم ان کو تبلیغ دین کرے تو یہ لوگ بھی احکام خداوندی سے واقف ہو جائیں گے۔ اس آیۃ شریفہ میں بھی مسلمانوں کے دو گروہ کا ذکر ہے۔

اول:

وہ جو علم دین حاصل کرنے کے لئے سفر کرے اور علم دین پر پورا عبور حاصل کرے۔

دوم:

گروہ وہ ہے جو کہ پیچھے رہ گیا اور دنیاوی کاروبار کیا اور سفر کرنے والوں کی مالی امداد کی تو چونکہ تفصیلی علم دین حاصل کرنا فرض کفایہ تھا لہٰذا ایک گروہ نے جو علم دین حاصل کیا تو انہوں نے اپنا فرض بھی ادا کیا اور دنیاوی کاروبار کرنے والوں کا بھی فرض ادا کر دیا۔ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ دنیاوی کاروبار کرنے والے طلباء دین کی مالی امداد کریں اور اس امداد سے طلباء اور مدارس پر احسان نہ جتلائیں بلکہ طلباء کا ان پر احسان ہے کہ انہوں نے اپنا اور امداد کنندوں کا فرض ادا کیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تفصیلی علم شریعت چونکہ کتب وسنت کے سرار و رموز کے حاصل اور معلوم کرنے سے ہوتا ہے تو کتاب وسنت میں مہارت اور اس پر پورا پورا عبور کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے تو علماء اہل سنت نے اس کے لئے ہر دور میں ایک تعلیمی نصاب مقرر کیا ہے تو پہلے۔ یہ نصاب مختصر تھا اور پھر یہ نصاب ہر دور کے تقاضوں کے مطابق بڑھتا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اسلام نے ترقی کی اور جزیرہ عرب سے نکل کر دنیا کے ہر گوشہ اور اطراف واکناف میں پہنچا تو عقلا اور حکماء اور فلاسفہ یونان نے اسلام کی ترقی سے حیرت زدہ ہو کر کتاب وسنت اور اس سے حاصل شدہ لٹریچر کا بغور مطالعہ کیا کیونکہ یہ ایک مسلم امر ہے کہ جب کوئی قوم اپنے منشور پر عمل کر کے حیرت انگیز ترقی کرتی ہے تو دوسری اقوام اس ترقی یافتہ قوم کے منشور اور لٹریچر میں دلچسپی لینا شروع کر دیتی ہیں اور اس کا مطالعہ کرتی ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اس کے منشور میں وہ کون سا کمال ہے جس کی وجہ سے یہ قوم سالوں کی ترقی کو مہینوں اور دنوں میں حاصل کر رہی ہے تو اس بناء پر حکماء اور فلاسفروں نے کتاب وسنت کا عمیق نظر سے مطالعہ کیا تو اب عقلاء اور فلاسفہ کے دو گروہ ہو گئے۔

گروہ اول:

گروہ اول نے کتاب وسنت کے نظریہ کو جب عقل سلیم کے ترازو پر تولا تو اس کو عقلی قواعد وضوابط کے بالکل مطابق پایا بلکہ کتاب وسنت نے عقل سلیم کو نئی راہوں سے روشناس کرایا۔ مولانا ظفر علی خان مرحوم نے اپنے ایک شعر میں اس کی یوں وضاحت کی ہے۔ شعر ملاحظہ ہو۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے حل کردیا چند اشاروں میں

یہ گروہ اسلام کی حقانیت پر ایمان لایا اور اسلام کی ہر بات کو دلائل عقلیت سے ثابت کیا اور معترضین کو دلائل عقلیہ سے دنداں شکن جواب دیا اور فلاسفہ کے۔

گروہ دوم:

گروہ دوم نے اسلام کے بعض معتقدات اور نظریات پر عقلی دلائل سے شدید اعتراضات کیئے اب مسلمانوں پر یہ فرض ہوگیا کہ ان عقلی اعتراضات کا عقلی دلائل سے جواب دیں کیونکہ دلیل دو قسم کے ہی ہوتے ہیں۔ نقلی اور عقلی۔ چونکہ یہ دوسرا گروہ نقلی کا تو منکر تھا اس لئے اس گروہ کا عقلی دلائل سے ہی منہ بند کیا جاسکتا ہے۔ اب علماء اسلام عقلی اور فلسفی دلائل سے تب ہی جواب دے سکتے ہیں کہ علوم عقلیہ اور فلسفہ میں مہارت حاصل کریں کیونکہ جب تک کسی علم میں مہارت حاصل نہ ہو اور اس کو کماحقہ نہ سمجھا جائے اس میں نہ تو کوئی کلام کرسکتا ہے اور نہ اس پر اعتراض۔ غور فرمائیں یہود اور نصاریٰ کے علماء اور روسی دہریئے کتاب وسنت اور اسلامی معتقدات اور نظریات پر جو آئے دن اعتراضات کرتے ہیں تو ان کو کتاب وسنت اور عربی زبان پر پورا عبور ہوتا ہے۔ چنانچہ شبلی نعمانی مرحوم اپنی کتاب میں تحریر کرتا ہے کہ یورپ میں ایسے نصرانی علماء دیکھے گئے ہیں جنہوں نے مسند امام احمد حنبل کا چھ دفعہ نہایت غور سے مطالعہ کیا ہے حالانکہ بعض علماء اسلام مسند امام احمد کی زیارت سے بھی محروم ہیں۔

بات دور نکل گئی ہے بندہ یہ بیان کر رہا تھا کہ فلاسفہ اور حکماء کے ایک گروہ نے اسلامی نظریات پر عقلی اور فلسفی اعتراضات کیئے تو علماء اسلام پر لازم ہوگیا کہ ان دلائل کا جواب عقلی دلائل سے دیں اور یہ اسی وقت ممکن تھا کہ علماء اسلام فلسفہ میں مہارت حاصل کریں اس بناء پر اسلامی نصاب میں

علوم عقلیہ اور فلسفہ کو داخل کیا گیا اور پھر علماء اسلام نے ان علوم عقلیہ میں اس قدر مہارت حاصل کی کہ فلاسفہ یونان بھی حیرت زدہ ہو گئے بندہ یہاں اس کی ایک مثال پیش کرتا ہے کہ علوم عقلیہ کا معلم ثالث بو علی سینا ہے اور اس نے فلسفہ یونان کے نظریات پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اشارات ہے اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح لکھی ہے اور اس میں فلاسفہ کے نظریات کا فلسفی قواعد سے رد بلیغ کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ علماء اسلام نے علوم عقلیہ کو حاصل تو اس لئے کیا تھا کہ معترضین کا جواب ان کے مسلمہ دلائل عقلیہ سے دیں لیکن فلسفہ میں اتنی مہارت حاصل کی کہ فلسفی نظریات کا تیہ پانچا کر دیا یہاں بندہ اس پر بحث کر رہا تھا کہ علوم عقلیہ اور فلسفہ کو اسلامی نصاب تعلیم میں کیوں داخل کیا گیا تو اس کی دو وجہ ظاہر ہو گئیں۔

وجہ اول:

یہ کہ اسلامی نظریات پر جو عقلی اور فلسفی اعتراضات کئے گئے ان کا جواب عقلی اور فلسفی دلائل سے دیا جا سکے۔

وجہ دوم:

جو فلسفی نظریات اسلام سے متصادم ہیں ان کو فلسفی دلائل سے رد کیا جائے تو اب فلاسفہ یونان کو لینے کے دینے پڑ گئے وہ اسلامی نظریات پر اعتراض کر رہے تھے اور اب اپنا بیڑا ابھی غرق کر بیٹھے اب ہر دور میں جو علوم عقلیہ کو اسلامی نصاب تعلیم میں داخل کیا گیا تو اس کی یہ صورت نہیں تھی کہ چند ناتراشیدہ لال بجھکر بیٹھ گئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ فلاں فن کی فلاں کتاب داخل کر لو اور فلاں کتاب کو نکال دو بلکہ اس کی صورت یہ تھی کہ چند ماہرین علماء اسلام نے مجلس منعقد کی اور ان علماء کو کتاب وسنت پر پورا عبور تھا اور اس کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف تھے اور ان کو معلوم تھا کہ کتاب وسنت کے فلاں فلاں نظریات پر فلاسفہ نے عقلی اعتراضات کئے ہیں تو ان ماہرین علماء اسلام نے اسلامی نصاب تعلیم میں صرف ان علوم عقلیہ کو دخل کیا جن میں ان عقلی اعتراضات کے عقلی دلائل سے جواب دیئے گئے ہیں یا کہ ان علوم عقلیہ کی مدد سے ان اعتراضات کے عقلی دلائل سے جواب دیئے جا سکتے ہیں۔ غور فرمائیں علوم عقلیہ کی جو کتابیں داخل نصاب کی گئی ہیں تو ان کتابوں کو بتمامہ

داخل نصاب نہیں کیا گیا بلکہ ان کتابوں کا صرف اتنا حصہ داخل نصاب کیا گیا جس کی مدد سے کتاب و سنت کے اسرار و رموز سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے اور ان سے اعتراضات عقلیہ کا عقلیہ سے جواب دیا جا سکتا ہے اور مدرسین اور طلباء کی اصلاح میں اس کو مقام درس کہا جاتا ہے۔

جس دور میں علوم عقلیہ کو داخل نصاب اسلامی کیا گیا تو علماء اسلام نے عقلی علوم پر کتابیں لکھنا شروع کیں تو ہر دور میں علماء اسلام نے ان عقلی کتب کو داخل نصاب اسلامی کیا جو کہ ان کے خیال میں کتاب و سنت کے سمجھنے میں زیادہ مفید اور مددگار تھیں اسی بناء پر نصاب اسلامی تغیر پذیر رہا جو نئی کتاب سابقہ سے بہتر تھی اس کو داخل نصاب کیا گیا اور سابقہ کو خارج کر دیا گیا۔ اب موجودہ دور میں جو اسلامی نصاب مدارس عربیہ اسلامیہ میں پڑھایا جا رہا ہے اس کو درس نظامی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت مولانا نظام الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ لکھنؤ کے قرب و جوار میں پیدا ہوئے اور ۱۱۶۱ ہجری میں وفات پائی اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل علوم نقلیہ اور عقلیہ کے ماہر تھے تمام عمر تدریس و تصنیف میں بسر کی اور علوم نقلیہ اور عقلیہ کے بادشاہ تھے اور صوفی مجاز تھے موجودہ درس نظامی ان کا ترتیب دیا ہوا ہے اسی وجہ سے اس کو درس نظامی کہا جاتا ہے۔

بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ درس نظامی دار العلوم نظامیہ بغداد شریف کی طرف منسوب ہے یہ غلط ہے اور ناواقفیت پر مبنی ہے۔ ۱۱۶۱ھ کے بعد جو بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے وہ اسی درس نظامی کی پیداوار ہیں۔ اب یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت مولانا نظام الدین سہالوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو درس نظامی مرتب فرمایا تھا وہ بعینہٖ اب اس دور میں موجود نہیں ہے۔ کیونکہ اس نصاب میں شرح اشارات، شرح مطالع، شرح تجرید اور جدید تین اور قدیمتین وغیرہا داخل تھیں اور اب اس دور میں نہیں ہیں اور بعد میں درس نظامی میں قطع و برید اور زیادتی اور کمی ہوئی ہے تو یہ کسی منصوبے کے ماتحت نہیں ہوئی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ طلباء علوم اسلامیہ سہولت پسند ہو گئے اور انہوں نے پورا درس نظامی نہ پڑھا تو اس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ فارغ التحصیل طلباء مذکورہ بالا علمی کتابوں کو پڑھانے سے قاصر رہے اور دوسرے طلباء نے بھی مذکورہ بالا کتابوں کے پڑھنے میں دلچسپی نہ لی تو وہ کتابیں خود بخود درس نظامی سے خارج ہو گئیں کیونکہ نہ ان کا کوئی پڑھانے والا رہا اور نہ پڑھنے والا۔ اگرچہ وہ کتابیں قرآن پاک اور حدیث کے فہم کے لئے بہت مفید تھیں۔ بندہ اس کی یہاں ایک مثال پیش کرتا ہے کہ ہمارے موجودہ دور میں جو علمی انحطاط آ رہا ہے تو بالفرض اگر چند سال کے بعد کافیہ اور قدوری اور اصول شاشی اور شرح تہذیب

سے اوپر فنون پڑھانے والا کوئی عالم پیدا نہ ہوا تو یہ اوپر والا نصاب خود بخود درس نظامی سے خارج ہو جائے گا۔ اسی طرح ہمارے بعض مدارس دینیہ کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ جب ان کو کوئی خاص فن پڑھانے والا مدرس دستیاب نہیں ہوتا تو وہ اس فن کو ہی اپنے دارالعلوم کے نصاب سے نکال دیتے ہیں۔

ایک بڑے پرانے عالم نے ایک دفعہ بندہ کے سامنے یہ تذکرہ کیا کہ ایک زمانہ تھا کہ کتاب خیالی پڑھانے والے کے گھر پر جھنڈا لہراتا تھا جیسے آج کل وزراء کی کاروں پر فخریہ جھنڈے ہوتے ہیں تو بندہ نے عالم مذکور کو جواب دیا کہ اب جو علمی انحطاط آرہا ہے تو اس سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ چند سال کے بعد نحو میر اور ایساغوجی پڑھانے والے مدرس کے گھر پر جھنڈا لہرائے گا اس تمام سمع خراشی سے بندہ کا مقصد یہ ہے کہ درس نظامی کے نصاب میں یہ قطع و برید کسی منصوبہ کے تحت نہیں ہوئی بلکہ اس کا سبب مجبوری اور کم علمی ہے۔ بہر حال اب بھی جتنا درس نظامی باقی رہ گیا ہے۔ اگر ہمارے مدارس دینیہ اس کی تعلیم کا مکمل انتظام کریں اور طلباء کو دوران تعلیم یہ پڑھایا جائے کہ کتاب وسنہ۔ پر اغیار کی طرف سے یہ اعتراض کئے جاتے ہیں اور ان کا یہ جواب ہے تو ہمارے علماء کتاب وسنت اور اسلامی معتقدات کا پورا پورا دفاع کر سکتے ہیں۔ بندہ کا یہ دعویٰ ہے کہ کتاب وسنت پر عقلاء اور فلاسفہ نے جو عقلی اعتراضات کئے ہیں ان کا جواب صرف اور صرف موجودہ درس نظامی سے ہی دیا جا سکتا ہے۔ کوئی جدید عالم اور فلاسفر جدید علوم سے جواب نہیں دے سکتا۔ بندہ نے بعض متجددین کو حکماء کے اعتراضات لکھ کر بھیجے ہیں کہ آپ لوگ جدید علوم سے ان کا جواب دیں یا کہ قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی کو روانہ کریں کہ وہ ان اعتراضات کا جواب جدید علوم سے دیں۔ اگر انہوں نے جدید علوم سے مکمل جوابات دیئے تو ہم جدید علوم کی برتری تسلیم کر لیں گے اور دینی مدارس کو مشورہ دیں گے کہ وہ ان جدید علوم کو اپنے مدارس کے نصاب میں داخل کریں لیکن اگر الازہر والوں نے بھی ان عقلی اعتراضات کا جواب ہمارے قدیم درس نظامی سے ہی دیا تو پھر درس نظامی کی برتری ثابت ہوگی اور ہم پرانے فیشن والے ان کو یہ مشورہ دیں گے کہ قرآن فہمی اور حدیث دانی کے لئے وہ اپنے مدارس میں درس نظامی کا انتظام کریں۔ اب بندہ یہاں مشت نمونہ از خروارے چندوہ اعتراضات نقل کرتا ہے جن کا جواب ہمارا پرانا درس نظامی ہی دے سکتا ہے۔ اعتراضات ملاحظہ ہوں۔

اعتراض اول:

قرآن پاک میں ہے:

كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ

اس آیۂ مبارکہ میں دو موتوں اور دو حیاتیوں کا ذکر ہے۔ دونوں حیات میں محیی یعنی حیات دہندہ کا ذکر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہے اور دوسری موت میں ممیت کا ذکر ہے کہ وہ رب العزت ہے لیکن موت اول میں ممیت کا ذکر نہیں ہے حالانکہ موت اور حیات ہر دو کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ اللہ تعالیٰ جل شانہ موت اور حیات ہر دو کا پیدا کرنے والا ہے۔ (چیک کریں)

اسی نے ہر ایک کو پیدا فرمایا اس کی کیا وجہ ہے۔

اعتراض دوم:

ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ،

تو من مثلہ کی نحوی ترکیب میں صرف دو احتمال ہیں۔

احتمال اول:

یہ کہ ظرف مستقر ہے اور اس کا متعلق محذوف ہے اور یہ سورہ کی صفت ہے۔ اس احتمال میں مثلہ کی ضمیر ما نزلنا کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور عبدنا کی طرف بھی۔

احتمال دوم:

کہ من مثلہ ظرف مستقر نہیں ہے۔ بلکہ فاتو کے متعلق ہے اور اس احتمال میں مثلہ کی ضمیر صرف عبدنا کی طرف راجع ہے اور ما نزلنا کی طرف راجع نہیں ہو سکتی اس کی کیا وجہ ہے؟

اعتراض سوم:

کلام پاک میں جو ظروف اور حروف جارہ ہیں ان کا کوئی نہ کوئی متعلق ہوتا ہے کبھی مذکور اور کبھی محذوف اور بغیر متعلق کے جملہ کا معنیٰ سمجھ نہیں آتا یعنی جملہ اپنا معنیٰ سمجھانے میں متعلق پر موقوف ہے۔ جب متعلق محذوف ہوتا ہے تو بعض نحوی ثبت مقدر اور محذوف نکالتے ہیں اور بعض دوسرے ثابت نکالتے ہیں۔ مثلاً قرآن پاک میں ہے الحمدللہ اب یہاں للہ کا متعلق محذوف ہے جب تک متعلق کا لحاظ نہ کیا جائے الحمدللہ کا معنیٰ سمجھ نہیں آتا۔ خلاصہ یہ ہے الحمدللہ اپنا معنیٰ سمجھانے کے متعلق کی طرف محتاج ہے اسی طرح دوسری جگہ فرمایا گیا:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

یہاں بھی جب تک لام جارہ کے متعلق کا اعتبار نہ کیا جائے کلام کا مطلب سمجھ نہیں آتا اسی طرح اور جگہ میں ہے لِلّٰهِ الْمَشْرِقَ وَالْمَغْرِبَ یہاں بھی لام جارہ کا متعلق محذوف ہے جس کے بغیر کلام کا معنیٰ سمجھ نہیں آتا۔ اب سوال یہ ہے کہ قرآن پاک میں جو یہ متعلقات محذوف ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں یا کہ غیر اللہ کا کلام ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں تو یہ صریحاً غلط ہے کیونکہ یہ تو نحاۃ بصرہ اور کوفہ کے اجتہاد ہیں کوئی کچھ مقدر نکالتا ہے اور کوئی کچھ اور مقدور نکالتا ہے اور اگر یہ متعلقات غیر اللہ کا کلام ہیں جیسا کہ صحیح یہی ہے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اپنا معنیٰ سمجھانے کے لئے غیر اللہ کی طرف محتاج ہے۔ العیاذ باللہ۔ تو اب یہ کلام بلیغ ہی نہیں ہے چہ جائیکہ معجزہ ہو حالانکہ قرآن پاک معجزہ ہے۔

سوال چہارم:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝

اب اس آیہ مبارکہ میں تصریح ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام اسماء کی تعلیم دی اور ظاہر ہے کہ فرشتوں کو یہ تعلیم نہ دی اور ان کو یہ اسماء نہ سکھائے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو یہ فرمانا کہ فرشتوں سے اسماء دریافت کرو اور پوچھو بظاہر غیر معقول معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب فرشتوں کو اسماء کی

تعلیم ہی نہیں دی گئی تو وہ کیسے بتلا سکتے ہیں۔ اگر فرشتوں کو بھی اسماء کی تعلیم دی جاتی تو وہ بھی اسماء بتلا دیتے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اسی لئے اسماء بتلائے کہ ان کو سکھا دیئے گئے تھے اگر حضرت آدم علیہ السلام کو بھی اسماء کی تعلیم نہ دی جاتی تو یہ بھی نہ بتلا سکتے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اسماء سکھائے گئے اور فرشتوں کو نہ سکھائے گئے تو فرشتے جواب نہ دے سکے۔ اگر اسماء فرشتوں کو سکھائے جاتے اور حضرت آدم علیہ السلام کو نہ سکھائے جاتے تو فرشتوں کے سوال پر حضرت آدم علیہ السلام بھی جواب نہ دے سکتے۔ امتحان کا یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ تمام طلباء کو نصاب پڑھایا جاتا ہے اور پھر امتحان لیا جاتا ہے کہ کس نے سبق یاد کیا ہے اور کس نے یاد نہیں کیا۔ فرشتوں سے جو سوال کیا گیا وہ نصاب سے خارج تھا۔ اگر نصاب سے خارج سوال کیا جائے گا تو طلباء ہنگامہ برپا کر دیتے ہیں۔

سوال پنجم:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اقوال نقل فرمائے ہیں اور فرشتوں کا کلام نقل فرمایا ہے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف یہ کلام منسوب ہوا۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (الآیۃ)

یہ تمام رکوع حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اسی طرح فرشتوں کا کلام نقل فرمایا۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ الخ۔ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

اور اسی طرح فرعون کا کلام نقل فرمایا۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ الخ۔ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ

یہ نو آیات ہیں جو کہ فرعون کے مقالات ہیں اس کے بعد جادوگروں کا مقولہ دو آیات ہیں اسی طرح اور مقولات ہیں جو کہ غیر اللہ کی طرف منسوب ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا مقولات فی الواقع انہیں کے ہیں جن کی طرف منسوب ہیں یا کہ ان کے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اگر پہلی

صورت ہے کہ یہ کلام غیر اللہ کا ہے تو پھر غیر اللہ کا کلام معجز ہوا تو پھر یہ دعویٰ کہ قرآن اور کلام معجز ہے درست نہ ہوا کیونکہ معجز کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ اس قسم کا کلام لانے پر قادر نہیں ہے تو اب غیر اللہ اس قسم کا معجز کلام لانے پر قادر ہوگیا اور اگر دوسری ہے کہ کلام غیر اللہ کا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام معجز ہے تو پھر قرآن کا یہ کہنا ہے کہ یہ کلام فلاں فلاں کا ہے خلاف واقع ہوا حالانکہ خلاف واقع اور کذب اللہ تعالیٰ جل شانہ میں محال ہے۔

لقولہ تعالیٰ (ومن اصدق من اللہ قلیلاً)

سوال ششم:

قرآن پاک جو معجز ہے تو وجہ اعجاز میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ قرآن پاک بلاغت کی وجہ سے معجز ہے تو سوال یہ ہے کہ علم بلاغت وہی ہے جو کہ اس علم کی مبسوط کتابوں میں مذکورہ ہے اور اس علم کے بڑے بڑے امام گزرے ہیں تو جن آئمہ کو اس علم بلاغت پر پوری دسترس حاصل ہے وہ بلاغۃ کے لحاظ سے اسی کلام پر قادر ہیں جو کہ قرآن کا مقابلہ کرے اور اس کی مثل ہو۔اب اس پر کیا دلیل کہ وہ ائمہ قرآن کی مثل نہیں لا سکتے۔

سوال ہفتم:

قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اب شیٔ کا اطلاق واجب اور ممکن اور ممتنع تینوں پر آتا ہے اور لفظ کل الفاظ عامہ سے ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ لفظ عام اگر اپنے عموم پر ہے اور مخصوص البعض نہیں ہے تو لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پر قادر اور اپنا مقدور ہو اور نیز لازم آئے گا کہ شریک الباری جو کہ ممتنع اور محال بالذات ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا مقدور ہو اور یہ باطل ہے۔کیونکہ اس صورت میں شریک الباری ممتنع لذاتہ نہیں رہے گا اور اگر مذکورہ بالا عام مخصوص البعض ہے اور واجب اور ممتنع اس سے خارج ہیں تو اب دو سوال ہیں۔

اول:

یہ کہ وہ مخصص کون سی آیۃ یا حدیث ہے جس کا یہ معنی ہو کہ شیٔ اپنے عموم پر نہیں ہے اور واجب اور ممتنع اس سے خارج ہیں۔

دوم:

یہ کہ عام مخصوص البعض ظن کا مفید ہوتا ہے اور ظنی ہوتا ہے حالانکہ یہ قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہر شئی پر قادر ہے۔

سوال ہشتم:

قرآن پاک میں ہے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اب سوال یہ ہے کہ لفظ النبیین جو کہ الفاظ عامہ سے ہے یہ اپنے عموم پر اور غیر مخصوص البعض ہے یا کہ عموم پر نہیں ہے اور مخصوص البعض ہے۔

صورت اول میں چونکہ آنحضرت ﷺ بھی نبی ہیں لہٰذا آپ بھی النبیین میں داخل ہوں گے اور جیسے آپ دوسرے نبیوں کے لئے خاتم ہیں اور دوسرے نبیوں سے مؤخر ہیں اسی طرح اپنے لئے بھی خاتم اور اپنے سے بھی مؤخر ہوں گے اور جیسے دوسرے انبیاء علیہم السلام آپ سے مقدم ہیں آپ خود بھی اپنے سے مقدم ہوں گے اور تقدم شئی علی نفسہٖ باطل ہے اور دوسری خرابی یہ آئے گی کہ آپ جن نبیوں کے لئے خاتم ہیں وہ نبی خاتم النبیین نہیں ہوں گے اور چونکہ آپ اپنے لئے بھی خاتم ہیں لہٰذا آپ بھی ختم النبیین نہیں ہوں گے حالانکہ مذکورہ بالا نص سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں تو لازم آئے گا آپ خاتم النبیین ہوں بھی اور نہ بھی تو یہ باطل ہے کیونکہ یہ اجتماع نقیضین ہے۔

صورت دوم کہ لفظ النبیین اپنے عموم پر نہ ہو اور مخصوص البعض ہو اور آپ اس میں داخل نہ ہوں تو آپ کا خاتم النبیین ہونا ظنی ہوگا کیونکہ عام مخصوص البعض ظنی ہوتا ہے حالانکہ خاتم النبیین کا عقیدہ قطعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور دوسرا سوال یہ ہے اس صورت میں مخصص کون ہے یہاں تک بندہ نے آٹھ سوال ذکر کئے ہیں جن کا تعلق قرآن کے ساتھ ہے اور ان سوالات کے ذکر کا یہ مقصد ہے کہ ان سوالات کا جواب کسی جدید علم سے نہیں دیا جا سکتا بلکہ ان کا جواب صرف اور صرف پرانے درس نظامی سے دیا جا سکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ درس نظامی کا تعین قرآن فہمی اور حدیث دانی کے لئے ہی کیا گیا ہے لہٰذا درس نظامی میں یا تو ان سوالات کا جواب صریح طور پر دیا گیا ہے اور یا درس نظامی کی مدد سے اس کے ماہرین دے سکتے ہیں۔ اب بندہ ان سوالات کا ذکر کرتا ہے جن کا تعلق

حدیث پاک سے ہے۔

سوال اول:

حدیث شریف میں ہے۔ ماشاء الله کان و مالم یشا لم یکن اس حدیث میں لفظ کان سے مراد شئی کا وجود اور لفظ لم یکن سے مراد شئی کا عدم ہے اور یہ امر واضح ہے کہ شئی کا وجود اور عدم ہر دو مشیت خداوندی کے تابع ہیں اور ہر دو کے ساتھ مشیت ایزدی کا تعلق ہے تو اب قاعدہ کے مطابق حدیث مبارک کے الفاظ ایسے ہونے چاہئیں جن سے یہ واضح ہو کہ ہر شئی کا وجود اور عدم مشیت خداوندی کے تابع ہے حالانکہ مذکورہ بالا حدیث شریف سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ مشیت کا تعلق صرف شئی کے وجود سے ہے اور شئی کے عدم کے ساتھ عدم مشیت کا تعلق ہے نہ کہ مشیت کا۔ تو حدیث اس طرح ہونی چاہئے۔ ماشاء الله کان و مشاء الله لم یکن اب اس عبارت میں وجود اور عدم ہر دو کو مشیت خداوندی کے تابع کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے کہ حدیث میں پہلی عبارت کو اختیار کیا گیا ہے نہ کہ دوسری عبارت کو۔

سوال دوم:

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن دوزخی کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی اب سوال یہ ہے کہ جہنمی کی داڑھ جس نے گناہ کیا تھا وہ تو زیادہ سے زیادہ ماشہ یا دو ماشہ کے برابر تھی اب قیامت میں جو احد پہاڑ کے برابر ہوگی تو اس کے ساتھ اور بہت سا مادہ ملایا جائے گا۔ حالانکہ وہ مادہ داڑھ کے ساتھ گناہ میں شریک نہ تھا تو اب تعذیب بلا معصیۃ لازم آئے گی یعنی اس مادہ زیادہ نے گناہ تو نہیں کیا تھا اور اس کو قیامت میں عذاب ہوگا اور یہ عدل کے خلاف ہے۔

سوال سوم:

مسلم شریف میں ایک حدیث سے ملاحظہ ہو۔

والذی نفس محمد بیدہ لا یسمع بی احد من هذہ الامۃ یهودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار۔

اس حدیث پر تین سوال ہیں۔

سوال اول:

باعتبار علم صرف کہ حدیث شریف میں جو لفظ لا یسمع ہے یہ کون سا صیغہ ہے اگر یہ جواب دیا جائے کہ یہ لفظ لا یضرب کی طرح نفی مضارع کا صیغہ ہے تو یہ غلط ہے کہ یہ نفی کا صیغہ ہے۔

سوال دوم:

لا یسمع بی احدٌ میں جو لفظ احد ہے یہ ترکیب میں کیا واقع ہے۔ یہ سوال علم نحو کے لحاظ سے ہے اگر یہ جواب دیا جائے کہ لفظ احد، یہ فاعل ہے لا یسمع کا تو جواب غلط ہے یہ لا یسمع کا فاعل نہیں ہے۔

سوال سوم:

یہ سوال باعتبار لغت کے ہے حدیث شریف کا ظاہری معنی یہ ہے کہ کوئی آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنتا تک نہیں ہے اور یہ جانتا بھی نہیں کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ فرمایا ہے اور پھر وہ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان نہیں لایا تو وہ جہنم میں جائے گا۔ یہ تکلیف مالایطاق ہے کیونکہ جس آدمی کو آپ کا علم تک نہیں ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان کیسے لاسکتا ہے اور پھر اس تکلیف مالایطاق کی بناء پر اس کو دوزخ میں داخل کرنا عدل کے خلاف ہے۔ یہاں تک گیارہ سوال آئے جن کا تعلق کتاب وسنت سے ہے۔ ان سوالات کو ذکر کرنے کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ ان کا جواب کوئی نہیں دے سکتا بلکہ ذکر کرنے کے چند مقصد ہیں۔

مقصد اول:

یہ کہ ان سوالات کے جواب درس نظامی میں ہی موجود ہیں اور درس نظامی کی مدد سے ہی ان سوالات کا جواب دیا جاسکتا ہے اور درس نظامی کا ماہر ہی ان سوالات کو حل کرسکتا ہے۔

مقصد دوم:

یہ سوالات تمرین کے طور پر ذکر کیئے گئے ہیں کہ درس نظامی کے طلباء اور علماء اس قسم کے

سوالات پر غور و خوض کریں تاکہ ان پر اگر کوئی اس قسم کے سوالات کرے تو اس کا وہ جواب دے سکیں۔

مقصد سوم:

ہمارے مدارس دینیہ میں درس نظامی کی تعلیم کا ایسا بہترین انتظام ہونا چاہئے کہ ان مدارس سے فارغ فضلا اس قسم کے مشکل سوالات کا جواب دینے پر قادر ہیں۔

مقصد چہارم:

بعض ناظمین مدارس کا یہ خیال ہے کہ درس نظامی میں رد و بدل اور کاٹ چھانٹ کر کے جدید علوم کو بھی نصاب میں داخل کیا جائے۔ ان حضرات کو اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ دینی مدارس کا مقصد اعلیٰ یہ ہے کہ ہمارے طلباء کتاب و سنت کے اسرار و رموز سمجھیں۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ ہمارے مدارس سے فارغ فضلاء ایٹم بم بنائیں اور نئی ایجادات کریں تو اب ان متجددین کو یہ سوچنا چاہئے کہ وہ کون سے مشکل سوالات اور اسرار و رموز ہیں کہ پرانا درس نظامی ان کے حل اور فہم کے لئے کافی نہیں اور صرف جدید علوم سے ہی ان سوالات کا حل کیا جا سکتا ہے اور کتاب و سنت کے اسرار و رموز سمجھے جا سکتے ہیں۔ بندہ نے کتاب و سنت سے متعلق جو سوالات نقل کئے ہیں مناسب یہ تھا کہ ان کے جوابات بھی یہاں ذکر کر دیئے جاتے لیکن یہاں ایسا نہیں کیا گیا اس کی بھی چند وجوہ ہیں۔

وجہ اول:

اس صورت میں مضمون طویل ہو جائے گا اور پھر ہو سکتا ہے کہ سارے مضمون کی اشاعت ممکن نہ ہو۔

وجہ دوم:

جیسا کہ قاعدہ ہے کہ علم صرف پڑھنے والے طلباء سے استاد کوئی صیغہ پوچھتا ہے تو طلباء کو اسی وقت استاد صیغہ نہیں بتلاتا اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ طلباء خود غور کریں گے تو ان میں صیغہ حل کرنے کا ملکہ پیدا ہوگا اگر اسی وقت صیغہ بتلا دیا جائے تو طلباء میں ملکہ پیدا نہیں ہوتا۔ بندہ نے بھی جوابات اسی

لئے ذکر نہیں کیے تاکہ طلباء خود غور کریں اور ان کو ایسے سوالوں کے حل کرنے کا ملکہ حاصل ہو۔

وجہ سوم:

اگر بندہ یہاں جوابات ذکر کر دے تو بعض متجددین یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سوال کونسے مشکل ہیں ان کا جواب تو ہم پہلے سے جانتے تھے۔

وجہ چہارم:

سوالات مذکورہ بالا سے بعض کا جواب وہی سمجھے گا جو کہ درس نظامی میں مہارت رکھتا ہو لہٰذا ہر کسی کو وہ جواب سمجھنا مشکل ہو جائے گا۔ اگر کوئی صاحب ان سوالات کا جواب دے تو یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہوگا کہ جواب کس کتاب میں لکھا ہے۔ اب بندہ یہاں درس نظامی اور مدارس اسلامیہ کے متعلق چند امور ذکر کرتا ہے۔

امر اول:

پرانے درس نظامی پر متجددین کی طرف سے ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ درس نظامی بہت بوجھل ہے اس میں طالب علم کو بڑی مشقت کرنا پڑتی ہے اور وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے لہٰذا اس میں کانٹ چھانٹ ضروری ہے اس سوال کے چند جواب ہیں۔

جواب اول:

بندہ اس سوال کو بالکل تسلیم کرتا ہے اور جواب دیتا ہے کہ درس نظامی سے کتاب وسنت کے اسرار و رموز حاصل ہوتے ہیں اور اس سے دین و دنیا کی بھلائی حاصل ہوتی ہے اور یہ سعادت عظمیٰ ہے اور سعادت عظمیٰ کے حصول کے لئے بوجھ اٹھانا پڑتا ہے اور مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے اور اس کے حصول کے لئے کافی وقت خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اب بندہ یہاں اس کی ایک مثال پیش کرتا ہے غور فرمائیں۔ سلف صالحین میں بڑے بڑے مشائخ گزرے ہیں جن کو غوث اور قطب اور ابدال کہا جاتا ہے اور پھر ان سے بعض کو غوث اعظم کہا جاتا ہے کیا ان مشائخ نے یہ مراتب اور سعادت عظمیٰ حلوہ اور پلاؤ کھا کر اور عیش و عشرت کر کے حاصل کی ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ بھوک اور

پیاس برداشت کی اور بڑے بڑے مجاہدے کیئے تب کہیں جا کر یہ سعادت عظمیٰ حاصل کی اگر یہ مشائخ متجد دین کی طرح یہ خیال کرتے کہ یہ مجاہدات اور بھوک و پیاس برداشت کرنا بوجھل ہے اور اس میں بڑی مشقت ہے اور اس پر کافی مدت صرف کرنا پڑتی ہے تو وہ بھی اس سعادت عظمیٰ کو حاصل نہ کر سکتے انہوں نے یہ بوجھ اور مشقت صرف سعادت عظمیٰ حاصل کرنے کے لئے برداشت کی اور وہ اس کو بوجھ نہیں سمجھتے تھے بلکہ یہ بوجھ اور مشقت انہوں نے خوشی سے برداشت کی کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ سعادت عظمیٰ کے مقابلہ میں یہ بوجھ اور مشقت کوئی حیثیت نہیں رکھتی اسی لئے ہماری معقول کی کتابوں میں "مصرح" ہے کہ ہر علم کے شروع کے وقت طالب علم کو اس علم کا فائدہ اور نفع معلوم کرنا ضروری ہے تاکہ طالب علم اس نفع کو ملحوظ کرتے ہوئے بوجھ اور مشقت کو خوشی سے برداشت کرے۔
آج کل کے متجددی جو طلباء کے سامنے درس نظامی کو ہوا بنا کر پیش کرتے ہیں یہ کتاب وسنت اور طلباء کے دشمن ہیں اور طلباء اسلامیہ کو سعادت عظمیٰ سے محروم کرنا چاہتے ہیں اور طلباء حماقت کی وجہ سے ان کو اپنا دوست خیال کرتے ہیں۔

جواب دوم:

درس نظامی اگر محنت سے حاصل کی جائے تو اس پر صرف نو سال خرچ ہوتے ہیں اور اس کے بعد وہ مستند عالم دین ہوتا ہے اور اس کو ہر مذہبی عہدہ آسانی سے مل جاتا ہے مثلاً مدرس مفتی، مناظر اور درس نظامی کے فارغ کو کوئی اور امتحان پاس نہیں کرنا پڑتا اور دوران تعلیم اس کے والدین کو کوئی زیادہ مالی بوجھ بھی برداشت نہیں کرنا پڑتا اور اس کو فارغ ہونے کے بعد بغیر درخواست دینے کے عہدہ مل جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ درس نظامی سے فراغت عہدہ کے حصول کی گارنٹی ہوتی ہے۔ برخلاف سکولوں اور کالجوں کے جدید علوم کے ان کی تعلیمی مدت سولہ (۱۶) سال یعنی ایم اے کرنے کے بعد یہ لوگ انٹرینڈ یعنی ناتجربہ کار ہوتے ہیں۔ جب تک وہ کوئی اور امتحان پاس نہ کریں ان کو کوئی خاص عہدہ نہیں مل سکتا۔ مثلاً ڈی ایس پی یا ایس پی اور پھر اس امتحان پر بھی دو تین سال صرف ہو جاتے ہیں اور ان کی تعلیم پر والدین کا کافی خرچ آتا ہے اور صرف ایم اے سے فراغت ملازمت کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جدید علوم کی تکمیل پر تقریباً اٹھارہ سال خرچ ہوتے ہیں تو اب بندہ ان متجددین سے پوچھتا ہے کہ آپ لوگ سکولوں،

کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب پر وہ اعتراض کیوں نہیں کرتے جو کہ درس نظامی کے خلاف کئے جاتے ہیں۔ بندہ نے غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ کالجوں کا نصاب پڑھنے سے کتاب وسنت کے اسرار ورموز نہیں کھلتے اور نہ ہی سعادت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے بلکہ اس سے آدمی روحانیت سے دور چلا جاتا ہے اور یہ امر شیطان کو پسند ہے لہٰذا شیطان متجد دین کے دل میں اس نصاب کے خلاف کوئی وسوسہ نہیں ڈالتا بلکہ ان کو اس نصاب کی ترغیب دیتا ہے۔ برخلاف درس نظامی کے اس سے کتاب وسنت کے اسرار کھلتے ہیں اور سعادت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے اور یہ امر شیطان کو ناپسند ہے لہٰذا شیطان متجد دین کے دل میں نصاب درس نظامی کے خلاف وسوسہ ڈالتا ہے تاکہ یہ شیطان کے نائب اور خلفاء طلباء اسلام کو گمراہ کریں۔

جواب سوم:

ہماری دینی کتابوں میں مذکور ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی علم سے جاہل ہو تو اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے وہ اس علم کی مذمت کرتا ہے اور اس کی انہوں نے یہ مثال دی ہے کہ شاہ مصر کو ایک خواب آیا اور وہ خواب بالکل سچا تھا لیکن بادشاہ کے نجومی اس کی تعبیر سے جاہل تھے لہٰذا انہوں نے اضغاث احلام کہا یہ اپنی جہالت پر پردہ ڈالنا تھا حالانکہ یہی خواب جب حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے صحیح تعبیر بیان فرمائی۔ جو کہ واقع کے بالکل مطابق تھی بعینہ اسی طرح یہ متجد دین بھی درس نظامی سے یا تو بالکل جاہل ہیں اور یا اس میں مہارت نہیں رکھتے اور اس کی تدریس پر پوری قدرت نہیں رکھتے لہٰذا اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لئے درس نظامی کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ اب بندہ آخر میں کالجوں سے فارغ طلباء اور درس نظامی سے فارغ طلباء کے درمیان ایک اور فرق بیان کرتا ہے وہ یہ کہ کالج سے فراغت ملازمت کی گارنٹی نہیں ہے اور درس نظامی سے فراغت ملازمت کی گارنٹی ہے بشرطیکہ درس نظامی میں مہارت رکھتا ہو مزید برآں کالج کے فارغ کو ملازمت کے لئے درخواست دینا ہوگی کہ مجھے ملازمت دی جائے اور ملازمت کے لئے سفارش کی ضرورت ہوگی برخلاف درس نظامی کے فارغ کے اس کو درخواست کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود محکمہ یعنی مدارس اسلامیہ کے ناظمین اس سے درخواست کریں گے کہ تم مہربانی کر کے ہمارے مدرسے میں آ کر تدریس کرو نیز درس نظامی کے ماہر فارغ کو ملازمت کے لئے سفارش کی ضرورت

نہیں بلکہ الٹا محکمہ اس کے سامنے سفارش پیش کرے گا کہ تم ہمارے دارالعلوم میں کام کرو۔ یہاں تک امر اول ختم ہوا جس میں درس نظامی پر بحث کی گئی۔اب امر دوم ملاحظہ ہو۔

امر دوم:

جب ہندوستان پر انگریز مسلط ہوا تو چونکہ انگریز نے مسلمانوں پر بڑے بڑے مظالم کر کے مسلمانوں سے حکومت چھینی تھی لہٰذا انگریز کو مسلمانوں سے زیادہ خطرہ تھا اور انگریز کو یہ بھی معلوم تھا کہ مسلمان جب تک کتاب وسنت پر عمل کرتے رہیں گے تو یہ جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر انگریز کے لئے خطرہ رہیں گے۔لہٰذا مسلمانوں کو کتاب وسنت سے دور رکھو لہٰذا انگریز نے درس نظامی کے خلاف پروپیگنڈا شروع کیا اور اس کے خلاف بہت نازیبا الفاظ استعمال کئے اور علماء دین کو ہر قسم کی سرکاری ملازمت سے دور رکھا تاکہ علماء معاشی بدحالی کی وجہ سے ذلیل ہوں اور پھر مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اپنے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مولوی عالم، مولوی فاضل وغیرہما کے درجے کھولے تاکہ مسلمان یہ سمجھیں کہ انگریز ہمارے دین کے خیر خواہ ہیں اور دوسرا ان کا مقصد یہ تھا کہ جو طلباء مولوی عالم اور مولوی فاضل میں داخلہ لیں گے ان کو مغربیت میں رنگ دیا جائے گا اور فارغ ہو کر انگریز کے ایجنٹ بن جائیں گے۔

اور درس نظامی کے خلاف مسلمانوں میں پروپیگنڈہ کر کے ان کو کتاب وسنت سے دور رکھیں گے اور انگریز اس منصوبہ میں کافی حد تک کامیاب رہے اور انہوں نے کافی تعداد میں اپنے ایجنٹ پیدا کئے حیرت یہ ہے کہ بندہ نے کالجوں سے فارغ ایسے لوگوں کو بھی دیکھا کہ وہ ساری عمر انگریز کے خلاف جہاد کرتے رہے۔لیکن درس نظامی کے خلاف انگریز کے پروپیگنڈہ سے وہ بھی متاثر تھے اس کی ایک مثال بندہ یہاں ذکر کرتا ہے عقلاء کا اس میں اختلاف ہے کہ اربعہ عناصر اور اس سے پیدا شدہ اشیاء کس سے مرکب ہیں۔مسلمان فلاسفہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ سب اشیاء اجزا لاتتجزیٰ سے مرکب ہیں ان کے خلاف فلاسفہ یونان نے جزلایتجزیٰ کا عقلی دلائل سے بزار دکیا ہے اور پھر مسلمان فلسفیوں نے ان عقلی دلائل کا دندان شکن جواب دیا جن انگریز مخالفوں کا بندہ نے اوپر ذکر کیا ہے ان سے بعض کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ جزلایتجزیٰ تو افلاطون اور ارسطو کا مذہب ہے مسلمان طلباء کو اس کے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔بات لمبی ہوگئی بندہ اس پر بحث کر رہا تھا کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو

کتاب وسنت سے دور رکھنے کے لئے درس نظامی کے خلاف پروپیگنڈہ کیا تو اس دور کے علماء نے انگریز کا بڑی جرأت سے مقابلہ کیا اور انگریز کو شکست فاش سے دو چار کیا۔ علماء نے مسجد کی پرانی چٹائیوں پر طلباء اسلام کو درس نظامی کے ذریعہ کتاب وسنت کے اسرار و رموز کی تعلیم دی اور اس دور میں بڑے بڑے جید علماء پیدا ہوئے جن کا شمار مشکل تر ہے یہاں صرف چند چوٹی کے علماء کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سر فہرست حضرت سیدنا سیادة پناہ جناب پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ جن کے علم کی دھاک غیروں نے بھی تسلیم کی ہے اس کے بعد اعلیٰ حضرت شیخ احمد رضا خان بریلوی، استاذ الاساتذہ مولانا یار محمد صاحب بندیالوی اور حضرت استاذ غلام محمود پپلانوی اور حضرت استاذ الاساتذہ، شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی بہاول پور قدس اللہ سرارہم اس دور میں نہ تو اساتذہ کے لئے کوئی سہولت تھی اور نہ ہی طلباء کے لئے کھانے کا انتظام بلکہ طلباء گداگری کر کے گزارا کرتے اور علم دین حاصل کرتے تھے اب انگریز ہندوستان سے چلا گیا اور پاکستان کی صورت میں ایک اسلامی مملکت قائم ہوئی اور اس کے قیام کی بناء ہی اس پر تھی کہ اس سرزمین میں اسلامی نظام قائم کیا جائے گا اور ہر پاکستانی حکومت نے نظام اسلام کا ہی نعرہ بلند کیا اور پاکستان میں بڑے بڑے اسلامی دار العلوم قائم ہوئے جن میں اساتذہ اور طلباء کو ہر قسم کی سہولتیں حاصل ہیں تو اب عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ پاکستان میں ایسے علماء پیدا ہوتے کہ انگریز کے دور کے علماء سے اگر علم وفضل میں بڑھ کر نہ ہوتے تو کم از کم برابر تو ضرور ہوتے۔

لیکن حالت یہ ہے کہ ہمارے مدارس سے صرف نعت خوان اور مؤذن اور آئمہ مساجد پیدا ہو رہے ہیں وہ مدرس جو درس نظامی کما حقہ پڑھا سکیں ناپید ہو رہے ہیں اور درس نظامی روبزوال ہے معمولی مسائل پر اختلاف ہے تمام مسلمانوں پر عموماً اور ناظمین اسلامی مدارس پر خصوصاً یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس پر سنجیدگی سے غور کریں اور تلافی کی کوشش کریں اور یقین کریں کہ قیامت میں اس کی بھی باز پرس ہوگی۔ قوم کا کروڑوں روپیہ مدارس اسلامیہ پر خرچ ہو رہا ہے اور سال کے بعد یہ حساب نہیں لگایا جاتا کہ سال کی کارکردگی کیا ہے۔

غور فرمائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو نص قطعی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن کسی عالم دین کے متعلق کوئی نص نہیں ہے کہ اس جیسا اور اس سے

بڑھ کر کوئی عالم پیدا نہیں ہو سکتا اب بھی رازی اور غزالی اور تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم پلہ بلکہ ان سے بھی بڑھ کر علماء پیدا ہو سکتے ہیں لیکن یہ کام کرامت اور معجزہ سے کرنے کا نہیں ہے یہ عالم اسباب ہے اور ہمارے پاس وسائل بھی ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم وسائل کو منصوبہ بندی کے ساتھ بروئے کار لائیں۔

امر سوم:

کافی عرصہ سے یہ بحث مدارس اسلامیہ میں چل رہی ہے کہ درس نظامی میں تبدیلی کرنی چاہئے یا نہیں۔ تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ درس نظامی میں جو کتابیں ہر فن کی داخل ہیں ان کو تبدیل کر کے ان کی جگہ اسی فن کی اور کتابیں لائی جائیں یا نہ تو بندہ کے اساتذہ بھی اس کے خلاف تھے۔

پہلی دلیل:

یہ فرماتے تھے کہ پرانے درس نظامی نے بڑے بڑے علماء پیدا کئے اور یہ نصاب مجرب ہے اب مجرب کو چھوڑ کر نیا تجربہ حماقت ہے۔

دوسری دلیل:

یہ ہے کہ پرانا درس نظامی مستند اور متفق علیہ ہے تقریباً سب مکاتب فکر جو یہ نصاب پڑھتے پڑھاتے ہیں سب کے نزدیک یہ کتابیں مستند ہیں اب اگر موجودہ دور کے مصنفین کی کتابیں داخل کی جائیں تو ہر مکتبہ فکر کے لئے قابل قبول نہیں ہوں گی مثلاً اگر مصنف بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہے تو دیوبندی مکتبہ فکر کے قابل قبول نہ ہوگا اور اسی طرح بالعکس۔

تیسری دلیل:

یہ ہے کہ جو کتابیں درس نظامی میں داخل ہیں ان کی مثل مشکل سے ملے گی مثلاً بیضاوی شریف اس کی مثل بہت مشکل ہے اسی طرح شرح جامی اپنی مثال آپ ہے شرح جامی کافیہ کی وجہ سے پڑھائی جاتی ہے اگر اس کو خارج کر دیا جائے تو کافیہ بھی خارج کرنا پڑے گا۔

چوتھی دلیل:

درس نظامی کی کتابوں پر ہمارے علماء نے بڑے مبسوط شروح اور حواشی لکھے ہیں مثلاً فاضل لاہوری نے بیضاوی اور خیالی پر حواشی لکھے اگر ان کتابوں کو خارج کر دیا گیا تو یہ کتابیں اور ان کے شروح اور حواشی ناپید ہو جائیں گے کیونکہ وہی کتابیں طبع ہوتی ہیں جن کی مارکیٹ میں مانگ ہو تو ہمارے اکابرین کی تمام کوشش ضائع ہو جائے گی اور ہم ناخلف قرار پائیں گے اور بھی کئی دلائل ہیں لیکن خوف طوالت سے ان کو ذکر نہیں کیا جاتا۔ یہ تو درس نظامی میں تبدیلی کی ایک صورت ہے دوسری صورت یہ ہے کہ بعض کتابوں کو سرے سے نکال دیا جائے اور اس کی جگہ اور کوئی کتاب نہ داخل کی جائے تو یہ بھی بہت نامناسب ہے کیونکہ ابتدا میں گزر چکا ہے کہ جن لوگوں نے درس نظامی ترتیب دیا ہے ان کی کتاب وسنت پر پوری نظر تھی کہ فلاں کتاب سے کتاب وسنت کی فلاں جگہ حل ہوگی اور فلاں کتاب سے فلاں آیۃ یا حدیث حل ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ درس نظامی کتاب وسنت کے لئے ایک مکان کی مثل ہے اور ہر کتاب کا کسی نہ کسی آیۃ اور حدیث سے تعلق ہے تو جو کتاب نکالی جائے گی تو قرآن فہمی اور حدیث دانی میں خلل واقع ہوگا۔ اب درس نظامی میں تبدیلی کی ایک تیسری صورت بھی ہے کہ درس نظامی کو بحال رکھا جائے اور جدید علوم کا اضافہ کیا جائے تو یہ زہر قاتل ہے کیونکہ قبل ازیں گزر چکا ہے کہ درس نظامی کافی بوجھل ہے اور ہمارے طلباء بصد مشکل اس کو برداشت کرتے ہیں۔ اب طلباء پر جدید علوم کا بوجھ بھی ڈال دیا جائے تو وہ نہ درس نظامی میں کوئی مہارت حاصل کر سکیں گے اور نہ ہی جدید علوم میں کوئی مقام حاصل کریں گے اور اس میں درس نظامی کو نقصان ہوگا علوم جدید کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

کیونکہ جدید کے لئے تو کالج اور یونیورسٹی کی شکل میں اور ادارے ہیں جن سے ماہرین علوم جدیدہ فارغ ہوتے ہیں لیکن درس نظامی کے ادارے تو صرف یہی نجی ادارے ہیں تو اس صورت میں ہمارے مدارس سے ماہرین فارغ نہ ہوں گے لہٰذا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اسلامی مدارس سے ماہرین درس نظامی فارغ ہوں اور قرآن فہمی اور حدیث دانی میں مہارت حاصل کریں اور کالجوں سے علوم جدیدہ کے ماہرین فارغ ہوں. اور ہر دو کے ملنے سے معاشرہ ترقی پذیر ہوگا۔ بندہ اس کی

ایک مثال پیش کرتا ہے مثلاً شہروں، دیہات میں جو لوگ بستے ہیں تو انہوں نے کام تقسیم کئے ہوئے ہیں کوئی دفتر میں کام کرتا ہے تو کوئی تجارت کرتا ہے کوئی کھیتی باڑی کرتا ہے تو کوئی لوہار اور ترکھان اور جولاہے کا کام کرتا ہے۔ یہ سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں جب یہ آپس میں تعاون کریں گے تو معاشرہ درست ہو جائے گا اب یہ نہیں ہوسکتا کہ شہر یا دیہات میں ہر آدمی ہر ایک کام کرے کیونکہ اس صورت میں وہ کوئی کام بھی نہیں کر سکے گا بعینہ اسی طرح بعض لوگ درس نظامی اور دین پڑھیں اور بعض جدید علوم حاصل کریں اور ہر دو ملیں گے تو سب کام درست ہوں گے اور اگر ہر طالب علم پر لازم کر دیا جائے کہ وہ قدیم اور جدید دونوں علم پڑھیں تو وہ طالب علم کوئی علم بھی مہارت کے ساتھ حاصل نہیں کرسکیں گے۔ غور فرمائیں مسلمانوں کے جو آئمہ گزرے ہیں تو ہر ایک نے تمام عمر ایک فن کی خدمت کی ہے تبھی تو اس فن کے امام ٹھہرے اگر وہ ہر فن حاصل کرنے کی کوشش کرتے تو ان کو کسی فن میں بھی مہارت نہ ہوتی اور ہر فن ادھورا رہ جاتا۔

امر چہارم:

بندہ کے اس مضمون سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ فقیر جدید علوم کا مخالف ہے بلکہ بندہ کا مقصد یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کا اصل مقصد یہ ہونا چاہئے کہ درس نظامی کو مکمل طور پر پڑھایا جائے تاکہ ان مدارس سے فارغ ہونے والے فضلاء درس نظامی کے ماہر ہوں اور مکمل درس نظامی پڑھانے پر ان کو مکمل دسترس ہو اس تکمیل کے بعد اگر ان کے پاس مزید وقت ہو تو جس قدر وہ چاہیں علوم جدیدہ حاصل کریں اور ایک اور صورت یہ ہے کہ اسلامی مدارس ایک علیحدہ شعبہ قائم کریں کہ درس نظامی سے فارغ ہونے والے فضلاء سے ایک جماعت منتخب کریں اور اس جماعت کے لئے ضروری علوم جدیدہ میں مہارت حاصل کرنے کا بندوبست کریں تاکہ جہاں ان کی ضرورت ہو وہاں ان سے کام لیا جائے۔ بندہ صرف اس کے خلاف ہے کہ علوم جدیدہ کی وجہ سے طلباء میں درس نظامی کے متعلق کمزوری پیدا ہو جائے اور وہ درس نظامی میں کمزوری ناقابل برداشت ہے کیونکہ مدارس اسلامیہ کا اصل مقصد تفہیم کتاب وسنت ہے اور یہ درس نظامی کے بغیر تقریباً ناممکن ہے۔ اب بندہ آخر میں ایک تتمہ اور تکملہ ذکر کرتا ہے کہ درس نظامی میں جو علوم عقلیہ داخل کئے گئے ہیں ان کے تمام فوائد یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

فائدہ اول:

یہ امر مسلم ہے کہ عقل نقل سے مقدم ہے کوئی نقل اگر عقل سلیم کے خلاف ہو تو نقل میں تاویل کی جائے گی اس کی چند مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔ قرآن پاک میں ہے (الرحمٰن علی العرش) اس آیۃ کے لغوی معنی سے اللہ تعالیٰ کے لئے مکان ثابت ہوتا ہے تو علماء اسلام نے اس میں تاویل کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے مکان عقلاً محال ہے۔ اس کی تفصیل علم کلام میں ہے اسی طرح کلام پاک میں ہے (اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ) اس سے اللہ تعالیٰ کے لئے جہت فوق ثابت ہوتی ہے جو کہ عقلاً باطل ہے لہٰذا اس میں بھی تاویل کی جاتی ہے اسی طرح کئی احادیث ہیں جن کا لغوی معنی عقل کے خلاف ہے لہٰذا ان کی بھی تاویلات ہیں جو آدمی علوم عقلیہ میں ماہر ہوگا وہ یہ سمجھے گا کہ کون سی آیات اور احادیث لغوی معنی کے لحاظ سے خلاف عقل ہیں اور ان میں کیا تاویل کی جاتی ہے اور جو آدمی ان علوم عقلیہ سے بے بہرہ ہوگا وہ آیات اور احادیث کے لغوی معنی کا معتقد ہوگا اور گمراہی کے گڑھے میں گر جائے گا۔

فائدہ دوم:

فلاسفہ یونان نے اسلامی معتقدات پر جو عقلی اعتراض کئے ہیں عقلی علوم کی مدد سے ان اعتراضات کے جواب دیئے جا سکتے ہیں جو آدمی ان علوم عقلیہ سے نابلد ہے وہ ان اعتراضات کے عقلی جواب دینے سے قاصر ہے۔

فائدہ سوم:

فلاسفہ یونان کے جو نظریات اسلام کے خلاف ہیں تو علوم عقلیہ کا ماہر ان نظریات کو دلائل عقلیہ سے باطل کرنے پر قادر ہوگا۔ مثلاً فلاسفہ یونان عالم کو قدیم مانتے ہیں کہ عالم کی ابتداء نہیں ہے۔

فائدہ چہارم:

چونکہ ماضی میں منطق اور فلسفہ کا بڑا رواج تھا تو ہماری مذہبی کتابوں کو منطق اور فلسفہ کی طرز پر لکھا گیا ہے مثلاً تفسیر بیضاوی اور کتب اصول اور کتب کلامیہ تو جب تک مدارس اسلامیہ کے طلباء

منطق اور فلسفہ میں مہارت حاصل نہیں کریں گے تو مذہبی کتابوں کو سمجھنے میں ان کو بڑی دشواری ہوگی ان کتابوں کا وہ نفس ترجمہ کرلیں گے لیکن کتاب کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔

فائدہ پنجم:

چونکہ منطق اور فلسفہ کے مسائل بڑے دقیق ہوتے ہیں تو ان علوم عقلیہ کی وجہ سے ہمارے طلباء میں شرح شریف کے دقیق مسائل کو سمجھنے کی ان میں استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ذہنی وسعت سے سرفراز ہوتے ہیں۔

فائدہ ششم:

علوم عقلیہ کے حاصل کرنے میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ تصوف کے دقیق مسائل کو حقیقی طور پر طالب علم سمجھنے لگتا ہے اور جو معاندین جہالت کی وجہ سے صوفیاء پر اعتراض کرتے ہیں۔ معقولات کا ماہر ان لوگوں کے فریب میں نہیں آتا اور ہر دور میں ان ماہرین نے صوفیا صافیہ کا دفاع کیا ہے بندہ اس کی ایک مثال پیش کرتا ہے۔ محققین صوفیا مثلاً مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں۔ علوم عقلیہ میں اس مسئلہ پر کافی بحث کی گئی ہے اور اس مسئلہ کو مثالوں سے سمجھایا ہے تو معقولات کا ماہر صوفیاء کے مقصد کو خوب سمجھتا ہے کہ حقیقی توحید یہی ہے تو اب ناواقف لوگ جو صوفیاء پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ حلول کے قائل ہیں اور ہر شئی کو خدا سمجھتے ہیں ماہر عقلیات کے نزدیک یہ خالص بہتان ہے کیونکہ صوفیاء کرام وحدت وجود کے قائل ہیں نہ وحدت موجود کے قائل ہیں ان کے نزدیک وجود صرف ایک ہے جو کہ جزئی حقیقی ہے اور اس میں تکثر محال ہے ان کے نزدیک دوسرا وجود تسلیم کرنا شرک ہے تمام موجودات اسی ایک وجود مظاہر ہیں اور وہ ہرگز خدا نہیں ہیں۔ چونکہ مضمون طویل ہوگیا لہٰذا اسی پر اب ختم کیا جاتا ہے۔

فقط والسلام مع الف اکرام

حررہ الراجی الی اللہ الصمد الفقیر

عطاء محمد چشتی گولڑوی عفی عنہ

۲۸ رجب المرجب بمطابق ۶ فروری ۱۹۸۹ء۔

اسلام کا نظامِ تعلیم

(سیرتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں)

ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

قرآن کی نظر میں علم اور اسلام دونوں ایک ہی جڑ سے نکلی ہوئی دو شاخیں ہیں۔ یہ لفظ قرآن میں ۱۰۵ مرتبہ اور مختلف سورتوں میں (جیسے **یعلمون، تعلمون** وغیرہ) ۷۷۰ سے زائد مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح ۴۹ مرتبہ لفظ عقل مختلف صورتوں میں آیا ہے۔ ۱۷ فکر ۴ فقہ اور ۲۰ بار حکمت کا مادہ استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح قلم کا مادہ ۴ آیات میں اور کتاب کی مختلف صورتیں ۲۵۷ مرتبہ استعمال ہوئیں۔ قرآن کریم اور احادیث میں اہمیت کے اعتبار سے علم کو سرفہرست رکھا گیا ہے وحی کا آغاز علم کے حوالہ سے ہوا۔ امام بخاری نے کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم کا آغاز کیا اور ۱۰۲ احادیث نقل کیں، الفتح الربانی فی ترتیب مسند الامام احمد میں ۸۱، الترغیب والترہیب میں ۴۰ اور جمع الفوائد میں ۱۵۴ احادیث نقل کی گئی ہیں۔ مستدرک میں امام حاکم نے علم کے بارے میں ۴۴ صفحات پر احادیث درج کیں، امام الصوفیاء حضرت شیخ علی ہجویری نے فارسی زبان میں تصوف کی پہلی کتاب لکھی تو آغاز اثباتِ علم سے کیا۔ حجۃ الاسلام امام غزالی نے احیاء العلوم رقم کی تو بھی ابتدا "کتاب العلم" سے کی اور آغاز میں ۱۴ مختلف آیات سے علم کی فضیلت ثابت کی اور سات ابواب میں علم سے متعلق مباحث بیان کئے۔ الغرض قرآن، حدیث کی روشنی میں صوفیاء، فقہا اور متکلمین نے مختلف اسالیب بیان کے ذریعے علم کی افادیت اور ضرورت کو ذہن نشین کروایا ہے۔ غیر مسلموں نے علم ہی کو اسلام کا بنیادی امتیاز سمجھا ہے۔ پروفیسر (F. Rosenthal) نے لکھا:

"علم ایک ایسا تصور ہے جو اسلام پر ہمیشہ چھایا رہا ہے اور اس نے مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کو ایک خاص شکل وصورت دی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علم کے تصور نے مسلمانوں کی تہذیب کو ہمہ جہتی طور پر وسعت وقوت سے متاثر کیا ہے۔ پورے اسلامی لٹریچر میں علم کی ضرورت و اہمیت، اس

کی فضیلت و برتری، اس کے محاسن و مناقب اور ان سے متعلق امور و مسائل کو اس شد و مد، تکرار و تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ کمال فصاحت و بلاغت سے بیان کیا گیا ہے کہ توحید، آخرت اور عبادت کی طرح علم بھی اسلام کا ایک عقیدہ بن گیا اور ہر مسلمان اس کو اپنی زندگی کا اہم دینی وظیفہ و فریضہ سمجھنے لگا۔ بلکہ اسلام نے علم ہی کو اس عالم کی رونق و آبادی کا سبب قرار دیا جب تک علم ہے یہ عالم باقی ہے۔ جب علم اٹھ جائے گا دنیا کی ویرانی قریب آ جائے گی۔"

اور سلطنتوں کی شان بھی علم ہی کی وجہ سے ہے۔ خاندان سلاجقہ کے کسی بادشاہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اس نے اپنے وزراء کی مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کہا، ہماری سلطنت اطراف عالم میں پھیل رہی ہے۔ جو کچھ عامۃ الناس کی بہبود کے لئے کیا جا سکتا ہے، وہ ہم کر رہے ہیں لیکن بہرحل اس سلطنت کے دشمن بھی ہیں جو اس کی سرحدوں پر تاک لگائے بیٹھے ہیں۔ معلوم نہیں کب وہ اس نظام کو درہم برہم کرنے کی کوشش میں لگ جائیں۔ ہم چاہتے ہیں ہمارے وزیر اعظم اس مسئلے پر غور کر کے اس صورت حال سے بچاؤ کے لئے لائحہ عمل ترتیب دیں۔ مملکت اسلامیہ کو اللہ کے دشمنوں سے بچانے کے لئے جو کچھ وہ خرچ کرنا چاہیں، حاضر ہے۔ جو کرنا ہو، کر ڈالیں، ہمیں ان پر پورا اعتماد ہے۔ ان پر کوئی پابندی نہیں۔ بس وہ اس بات کی سعی کریں کہ اس سلطنت کے دشمن اس کی طرف کبھی میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرات نہ کر سکیں۔

کافی عرصہ گزر گیا۔ بادشاہ نے دوبارہ مجلس بلائی۔ اس مجلس میں وزیر اعظم کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا۔ بادشاہ سلامت نے فرمایا: ہم نے تم پر اعتماد کرتے ہوئے تمہیں ایک ذمہ داری سونپی۔ اسے ادا کرنے کے لئے تمہارے لئے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور اس معاملے میں تمہیں پورا اختیار دے دیا۔ ہم نے کہا تھا تیر تفنگ تیار کرو، اسلحے کی فیکٹریاں لگاؤ، لوگوں کی فوجی تربیت کے لئے ادارے بناؤ، قوم کے بچے بچے میں جہاد کی روح پھونک دو اور ایسا کرو کہ ملک کا دفاع ناقابل تسخیر بن جائے۔ لیکن جس پیمانے پر اور جس شان سے یہ کام ہونا چاہیئے تھا، ہمیں اور ہمارے وزرا کو اس کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے۔

وزیر اعظم نے یہ باتیں سن کر کہا کہ اس نے جو کچھ کرنا تھا، وہ کر چکا ہے۔ اس سے بڑھ کر کچھ کرنے کا نہ اس کا ارادہ ہے اور نہ وہ اس کی کوئی ضرورت ہی محسوس کرتا ہے۔ بادشاہ نے حیرت سے پوچھا: تم نے ایسا کیا کام کیا ہے؟ ہم نے دیکھا نہ سنا ہمیں تو اپنے اردگرد ایسا کچھ نظر نہیں آیا۔

وزیر اعظم نے بادشاہ کے اس سوال کا جو جواب دیا، اس میں ایسی ہر قوم کے لئے بڑا سبق

ہے، جو اپنے مستقبل کے بارے میں کسی درجے میں بھی سنجیدگی سے غور کرتی ہو۔ اس نے کہا: حضور والا میں نے اس سلطنت کے دفاع کے لئے نہایت مضبوط قلعے تعمیر کر دیئے ہیں۔ جو کچھ میں نے بیت المال سے لیا، اسے پوری دیانت داری کے ساتھ صحیح مصرف پر خرچ کیا ہے۔ اللہ نے چاہا تو اب کوئی شخص اس ملک کی طرف بری نظروں سے نہ دیکھ سکے گا۔ آپ اطمینان رکھئے۔ جیسے قلعے میں نے تعمیر کیے ہیں، کسی سلطنت میں کم ہی تعمیر ہوئے ہوں گے۔ جیسی سپاہ میں نے تیار کی ہے، کسی ریاست نے نہ دیکھی ہو گی۔ جس طرح کے سالار میرے ہاں آپ کو ملیں گے، دنیا میں کہیں نہیں ملیں گے، جناب والا میں نے اس پوری سلطنت میں تعلیم گاہوں کا اک جال بچھا دیا ہے۔ جیسے لوگ یہاں تیار ہوں گے، جیسا کچھ وہ دین و دنیا کو سمجھیں گے، علوم و فنون پر ان کو جیسی گرفت ہوگی، جس سیرت و کردار کے ساتھ وہ اٹھیں گے، اس کے بعد اس قوم کی طرف کوئی شخص بھی بری نظروں سے دیکھنے کی جرات نہ کر سکے گا۔ جس قوم میں کردار کی پختگی ہے جس کی تعلیم کا معیار صحیح ہے، جس کا نصب العین صحیح طریقے پر، اس کی آئندہ نسلوں کو منتقل ہو گیا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اس کا مستقبل ہر قسم کے خطرے سے محفوظ و مامون ہے۔

علم:

علم کے لغوی معنی "دانستن" ہے اور اصطلاحی مفاہیم مفسرین، محدثین، متکلمین اور فقہا نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق بیان کئے ہیں۔ ان تعریفات کا احاطہ ممکن نہیں اسی وجہ سے بعض نے علم کی تعریف کو محال کہا ہے۔

محققین نے علم کے تین بنیادی عناصر بیان کئے ہیں:

مبدا:

یعنی ذات الٰہی، صفات الٰہی اور افعال الٰہی کی معرفت۔

معاد:

انجام کار۔

معاش:

شریعت کے مطابق زندگی گزارنا۔

اسلام میں علم کی بڑی غایت جہاں معرفت الٰہی ہے وہاں فلاح وخیر انسانی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں علم کے ساتھ ہدی اور رحمۃ کے لفظ بھی آئے ہیں۔ اس سے دنیا اور آخرت کی کامل رہنمائی مقصود ہے۔ امام غزالی نے اپنی تحقیق سے جو نتیجہ نکالا ہے وہ:

اصل السعادۃ فی الدنیا والاخرۃ ھو العلم۔ — دنیا اور آخرت میں سعادت کی بنیاد علم ہی ہے۔

اس سعادت کا ثمرہ آخرت میں قرب رب العالمین اور دنیا میں عزت ووقار، علم کا مقصد سعادت اخروی کے ساتھ ساتھ مقاصد خلق کی دریافت اور تکمیل بھی ہے۔ امام نے علم کی دو اقسام بیان کی ہیں:

ا۔ فرض عین:

یہ ان علوم پر مشتمل ہے جن کے حصول پر ایک انسان کی نجات اخروی اور دنیوی تحفظ وبقا منحصر ہے۔

۲۔ فرض کفایہ:

وہ علم جن سے انسانی تہذیب کو ترقی ہوئی۔ جہاں تک قرآن کریم کا تعلق ہے علم انسانی سے مراد محض تصور ہی نہیں اس کی تصدیق بھی ہے حواس سے محسوس کرنے کے بعد اسے پرکھنا، تجزیہ کرنا، حقیقت تک رسائی حاصل کرنا اور اس پر عمل کر کے اسے سعادت دارین کا ذریعہ بنانا غایت اصلی ہے۔ یہ قرآن مجید کے اثباتی اور مشاہداتی رجحان کا نتیجہ تھا کہ ازمنہ مظلمہ کے خلص داخلی تصور علم کے بعد یورپ میں پہلے ذوق مشاہدہ وتحقیق اور پھر ذوق تجزیہ پیدا ہوا۔ اقبال نے مشاہدات اور سائنس کے علم کو بھی دین کے تابع قرار دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"علم سے میری مراد وہ علم ہے جس کا دارومدار حواس پر ہو۔ عام طور پر میں نے علم کا لفظ انہیں معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس علم سے وہ طبعی قوت ہاتھ آتی ہے جس کو دین کے ماتحت رہنا چاہئے۔ اگر یہ دین کے تحت نہ رہے تو محض شیطنت ہے۔ لہٰذا مسلمان کے لئے لازم ہے کہ وہ علم کو مسلمان کرے۔"

محمد اسد اپنی کتاب "اسلام اور مسلمان دوراہے پر" میں اسلام میں علم کے تصور کی ہمہ گیریت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر ہم اپنے آپ کو اس دین کی تعلیمات سے ہم آہنگ رکھیں تو ہم کبھی جدید علوم کو اپنی زندگی سے خارج نہیں کر سکتے۔ ہم میں سیکھنے، ترقی کرنے اور سائنسی ومعاشی طور سے آگے بڑھنے کی اتنی ہی خواہش ہوگی جتنی کہ مغربی اقوام میں ہے۔ البتہ اگر ہم مسلمان رہنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ ہم ہر چیز، ہر معاملے اور مسئلے کو مغرب کی آنکھ سے دیکھنا چھوڑ دیں، یعنی اپنی اسلامی اور روحانی تہذیب کو مغربی مادی تہذیب سے نہ بدلیں۔

علم ایک بین الاقوامی فطری حقیقت ہے۔ یہ مشرقی ہے نہ مغربی۔ البتہ مختلف ثقافتی مزاج میں حقائق کو مختلف زاویہ نگاہ سے دیکھا اور پیش کیا جاتا ہے۔ حیاتیات، نباتات، حیوانیات اور ریاضی مادی ہیں نہ روحانی۔ ان کا تعلق مشاہدہ سے ہے۔ جن سے حقائق کو جمع کر کے ان سے قوانین اخذ کئے جاتے ہیں۔ مگر جو نتائج ہم اخذ کرتے ہیں وہ صرف حقائق اور مشاہدات پر مبنی نہیں ہوتے بلکہ اس کا تعلق ہمارے اندرونی مزاج اور زندگی ومسائل کے بارے میں ہمارے رجحانات سے ہوتا ہے۔"

جرمن فلسفی کینٹ (Kent) نے کہا: "یہ عجیب لگتا ہے مگر ہے یقینی کہ ہماری عقل فطرت سے نتائج اخذ نہیں کرتی بلکہ تجویز کرتی ہے۔"

"سائنس جو کہ مادی ہے نہ روحانی ہمیں کائنات کی اختلافی تعبیر دے سکتی ہے یعنی وہ ہمیں ہمارے اپنے مزاج کے مطابق روحانی نتائج بھی دے سکتی ہے مادی بھی مغرب اپنے منجھے ہوئے شعور کے باوجود مادیت کی طرف راغب ہے۔ دوسرے لفظوں میں جدید تجرباتی سائنس کا مطالعہ مسلمانوں کی ثقافتی حیثیت کے لئے خطرناک نہیں بلکہ تہذیب مغرب کی مرعوبیت اور اس کو اپنانے کا جذبہ، جن کے تحت مسلمان ان علوم کی طرف جاتے ہیں وہ خطرناک ہے۔

اگر ہم نے وہ بنیادی اسلامی اصول اپنایا ہوتا جس کے مطابق ہر مسلمان پر علم کا حصول فرض ہے تو ہم جدید سائنس کے لئے آج یورپ کی طرف یوں نہ دیکھ رہے ہوتے جیسے کوئی پیاسا سراب کی طرف دیکھتا ہو۔" (ص:۴۶)

ان تفصیلات کے بعد اسلام کے تصور علم کو ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں۔ اسلام کی نگاہ میں علم وہ ہے جس کے حصول سے آدمی اللہ رب العزت اور رسول اللہ ﷺ سے شناسا ہو، دینی عقائد واعمال سے آگاہی حاصل کرے۔ اسلامی شعائر کا ادب واحترام سیکھے، دل میں اسلاف کی محبت پیدا ہو اور غیر متزلزل قسم کا ایمان قلب وذہن میں راسخ ہو جائے۔ یہاں ڈگریوں کے ڈھیر کا نام علم نہیں بلکہ نیابت

الٰہی کا فریضہ انجام دینے کے لئے افراد کی ذہنی، جذباتی، روحانی، جسمانی اور معاشرتی ترقی اور نشوونما علم ہے کیونکہ کسی شخص کی علمیت اس کی آدمیت کا ثبوت نہیں۔ ایم اے، پی ایچ ڈی کا دیانتداری، اخلاص، رحم دلی سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ مقاصد جس علم کے ذریعہ حاصل ہوں وہی علم نافع ہے جس کے لئے معلم انسانیت دعا مانگا کرتے: اللھم انی اسئلك علما نافعا، و عملا متقبلا و رزقا طیبا۔

یہی وہ علم ہے اگر دل میں اتر جائے تو یقین بن جاتا ہے اور بصارت بصیرت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور دانش برہانی کے ساتھ دانش نورانی کی نعمت بھی مل جاتی ہے۔ وہ علم جو انسان کو خدا سے بیگانہ بنادے، رسول ﷺ سے بے نیاز کردے، اسلاف سے باغی بنادے، انسانی ہمدردی کا جذبہ مٹا دے وہ علم نہیں جہالت ہے۔

یہی وہ علم ہے جس سے انسان نے ذرات تک کی چھان بین کرلی مگر انسان اپنے خالق کو نہ پہچان سکا، اور اپنے من میں ڈوب کر سراغ زندگی نہ پاسکا۔ اسی علم کی طرف اقبال نے ان اشعار میں اشارہ کیا۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا — آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

علم کا جو تصور نبی کریم ﷺ نے اپنی سیرت طیبہ کی روشنی میں دنیا والوں کے سامنے اجاگر کیا اس کے درج ذیل نکات بھی نہایت اہم ہیں:

۱۔ انسان نے علوم ایجاد نہیں کئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عطا سے علمی حقائق دریافت کر کے انہیں زندگی کے تقاضوں کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ اس کو حضرت انسان کا علمی، سائنسی یا فلسفیانہ کمال کہا جائے گا ورنہ تمام علوم کا اولین موجد اور بانی خالق کائنات ہے۔

۲۔ آپ کا حیات بخش تصور علم ہمیں یہ پیغام دے رہا ہے کہ اگر آج ترقی یافتہ دنیا میں عزت سے جینا چاہتے ہو اور قوموں کی دوڑ میں آگے نکلنے کا ارادہ ہے تو علم و حکمت کی خداداد صلاحیتوں کو کائنات انسانی کے لئے زیادہ سے زیادہ نفع بخش بناؤ اور جہانیان عالم کے سامنے دنیا و آخرت کی خیر و فلاح کی خاطر تمام تر ذاتی منفعتوں کو نچھاور کردو تاکہ "شہداء علی الناس" کے مصداق اقوام عالم کی قیادت اور امامت کے منصب پر فائز کیے جاسکو۔ تمہارے قدم جم جائیں اور باطل مٹتا جائے۔

۳۔ جو علم نیابت الٰہی کا شعور پیدا نہ کر سکے وہ بے ثمر ہے۔ دینی اور لادینی کی تفریق مقاصد کے اعتبار سے ہے۔ اگر رضائے الٰہی اور عرفان حق مقصود نہ ہو تو علم لادینی ہے ورنہ سارے علوم دینی ہیں۔ دینی اور لادینی علوم کی تفریق نے معاشرہ میں انتشار پیدا کیا ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں مختلف علوم کی طرف اشارے موجود ہیں۔

اسلامی نظامِ تعلیم کے بنیادی عناصر:

نظامِ تعلیم کے چار بنیادی عناصر ہیں:

(۱) مرکزِ تعلیم (۲) طلبا (۳) معلم (۴) نصاب

قرآن کریم کی روشنی میں ان بنیادی عناصر کو اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(۱) بیت اللہ.................مرکزِ تعلیم

(۲) تخلیق امت مسلمہ.................طلبا

(۳) بعثت امام الانبیاء.................معلم

(۴) نصاب.................تلاوت آیت، تعلیم کتاب و حکمت، تزکیہ

بیت اللہ:

مرکزِ تعلیم و تربیت کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی "اور یاد کرو اس وقت کو جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام بیت اللہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور دعا کئے جاتے تھے) اے ہمارے پروردگار ہماری دعائیں قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (البقرہ:۱۲۷)

بیت اللہ کی قرآنِ کریم نے اہم صفات بیان کی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) مبارك (آل عمران:۹۶)

(۲) هدی للعلمین (ایضاً)

(۳) مثابة للناس (اجتماع گاہ) (البقرہ:۱۲۵)

(۴) جائے امن (ایضاً)

انہیں خصوصیات سے کسی بھی مرکزِ علم کے ماحول اور مقصد کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تعلیم اور مسجد کا تعلق قائم کیا۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی صورت میں مرکزِ تعلیم

سامنے آیا اور مرکزِ علم آج تک برکت، ہدایت اجتماع اور امن کا موجب ثابت ہوا۔ اسی وجہ سے مسجد ہمیشہ تعلیم گاہ نبی ﷺ اور اس کے ذریعے مسلمان ایک مخصوص ثقافتی ورثے کے امین بنے۔ مسجد نبوی بطور درس گاہ نظم وضبط کے اعتبار سے مثالی، امن وسکون کے اعتبار سے نمونہ، برکت وہدایت کے اعتبار سے بے مثل تھی۔ صحابہ کرامؓ علوم وفنون کی ہر نوع کا علم حاصل کرتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی علمی جستجو کے نتیجہ میں بہت سے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھیں۔ خاتم الانبیاء ﷺ کا اسوۂ حسنہ ان تلامیذ کے افکار ونظریات کا محور ومرکز تھا۔

یہاں دو قسم کے لوگوں کی تعلیم کا انتظام کیا گیا تھا۔ ایک تو وہ لوگ تھے جو عمومی مسائل سیکھنے کے لئے باہر سے آتے اور چند دن پڑھنے کے بعد واپس چلے جاتے (اس سے محدود مدت کے کورسز کے نظریہ کا استنباط بھی کیا جاسکتا ہے) مثلاً بنی عامر اور بنی تمیم کے افراد۔

دوسرے مستقل اقامتی طلباء یہ حضرات نبی کریم ﷺ سے اسلام سیکھتے اور عملی تربیت حاصل کرتے ان کی کفالت کا انتظام بھی آپ ہی کے ذمہ تھا۔ ان طلباء کی تعداد کم وبیش ہوتی رہتی حضرت بو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسی درسگاہ کے تربیت یافتہ تھے۔ صفہ کی اس یونیورسٹی میں Residental University کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

واضح رہے کہ اس تعلیم گاہ کی بنیاد تقویٰ پر تھی جو اس بات کا اشارہ ہے کہ اگر آج بھی تعلیمی اداروں کے لئے "تقویٰ" کا مقصد پیش نظر رکھا جائے تو برکت، امن، ہدایت اور اجتماع کا ماحول پیدا کیا جاسکتا ہے۔ یہاں سے تعلیمی مراکز کے تقدس کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

طلباء:

نظام تعلیم کا اہم ترین عنصر ہیں۔ درس نبوی ﷺ کے خوشہ چینوں کی عظمتوں کی داستان خود قرآن نے رقم کی۔ کتنی رفعتوں کے مالک ہیں وہ تلامذہ جن کی صداقت، عدالت اور شجاعت کی گواہی خود معلم انسانیت نے دی۔ سچ ہے یہی لوگ دنیا کی امامت کے اہل تھے۔ چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بارگاہ نبوی ﷺ میں اپنی علمی، فکری، قلبی اور روحانی صلاحیتوں کو پروان چڑھایا اس لئے ان میں اعتدال اور توازن تھا۔ علوم وفنون میں انہماک انہیں اپنے خالق کے حقوق سے کبھی نہ روکتا اور زہد وتقویٰ دنیوی امور میں مہارت حاصل کرنے میں آڑے نہ آیا چونکہ مقصد تعلیم متعین تھا اس لئے انہوں نے اپنی ساری توانائیاں اس مقصد کے لئے وقف کر دیں نتیجہ دنیا کے سامنے ہے کہ عمر جس سے اونٹ سیدھے نہ ہوتے

تھے رب کے نافرمان سیدھے کر دیئے۔انہیں کے افکار سے تاریک دور میں یورپ نے اپنی نشاۃ ثانیہ کا کام لیا۔صحابہؓ میں شوق تھا اور آج طالب علم میں لاپروائی، ان کو اپنے مقصد پر یقین اور آج مایوسی کی فضا وہ کائنات کی تعمیر میں لگے رہے اور آج تخریب وجہ فخر ہے وہ سراپا ادب اور ہم بے ادبی کے نشان وہ سیارہ ہم ثابت وہ دنیا کے امام اور ہم مظلوم و مقہور۔

آج طلباء کے سامنے بارگاہ مصطفوی ﷺ کے ان ستاروں کو رکھ دیں اپنے دلوں کو ان کے انوار سے منور کریں تو ممکن ہے کہ ہم اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کر سکیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عمومی روش یہ تھی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کا خطاب اور فرمودات سنتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے۔بنی اسرائیل کی طرح لایعنی سوالات نہ کرتے اور کثرت سوال سے بھی گریز کرتے جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو ان کا جواب ہوتا اللہ و رسولہ اعلم۔

معلم:

نظام تعلیم و تربیت میں معلم کو مرکزی و محوری حیثیت حاصل ہے۔آپ کسی قوم کے مستقبل کے بارے میں اگر کوئی رائے قائم کرنا چاہیں تو اس کا آسان طریقہ اسی قوم کے نظام تعلیم کا مطالعہ ہے۔یہ مطالعہ آئندہ نسلوں کی اقتدار، اخلاقی معیار اور قوم کی ترقی کی راہوں کو متعین کر دیتا ہے۔اسلامی نظام تعلیم کے اولین معلم نبی رحمت ﷺ ہیں۔آپ نے معلم کامل کی حیثیت سے تعلیم و تدریس میں وہ تمام اسالیب اور طریقے استعمال فرمائے کہ آج کی ترقی یافتہ دنیا بھی ان سے مستفید ہو رہی ہے اور ان سے آگے نہیں بڑھ سکی۔

نبی کریم ﷺ نے جس خلوص، جذبہ، محنت، محبت اور ہمدردی سے معلمی کے فرض کو انجام دیا اس کی گواہی قرآن نے اس طرح دی (فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۝) عہد حاضر میں اخلاق و کردار کی پستی اور سیرت و اعمال کی گراوٹ کا تجزیہ کیا جائے تو پس پردہ معلمین کی لاپروائی، محنت و جانفشانی پے پہلوتہی، طلبا سے بے رغبتی جیسے عوامل نظر آئیں گے۔جب تک معلمین اپنی سیرت و کردار اور اعمال و افعال کو اسوۂ حسنہ کے مطابق نہیں ڈھالتے اس وقت تک قومی و ملی اخلاقی گراوٹ کا رخ تعمیر و ترقی کی طرف نہیں موڑا جا سکتا۔اگر کسی ملک کے سیاست دان، حکمران، ڈاکٹر بے ایمان ہو جائیں تو معاشرہ پر اتنا گہرا اثر نہیں پڑتا جتنا اساتذہ کے بگڑنے سے

پڑتا ہے۔ دوسری طرف اساتذہ کو بھی ملازم نہ سمجھا جائے بلکہ یہی معلمین معاشرے کے باپ ہیں۔

شیخ مکتب ہے اک عمارت گر اس کی صنعت ہے روح انسانی

معلم انسانیت ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں معلم کی شخصیت و کردار کے درج ذیل عناصر سامنے آتے ہیں:

(۱) خشیت الٰہی:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

خشیت اور علم لازم و ملزوم ہیں انہیں کسی بھی صورت میں جدا نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) ٹھوس نظریہ حیات:

بحیثیت مسلمان حق اور باطل دونوں سے بیک وقت ہم رشتہ قائم نہیں رکھ سکتے۔ اس لئے اسلامی نظریہ حیات پر ٹھوس اعتقاد ہو اور اس کی علامتیں ظاہر ہوں۔

(۳) قول و فعل میں مطابقت:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝

کیا تم دوسروں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْہُ

میں ہر گز نہیں چاہتا کہ جن باتوں سے تم کو روکتا ہوں ان کا خود ارتکاب کروں۔

لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝

تم وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس نظریہ حیات پر آپ کا پختہ یقین ہے ان پر عمل بھی ہونا چاہئے۔ تعلیم و تدریس کا عمل جس قدر عمل سے مؤثر ہوتا ہے کتاب و حروف سے ممکن نہیں۔ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین ﷺ کو مبعوث فرمایا جو اپنی شان عظمت میں علم و عمل کے تمام تر کمالات کا محور اور مرکز ہیں۔ اگر آپ ﷺ کا اسوہ نہ ہوتا تو تمام افکار، نظریات رہتے نظام کی صورت

اختیار نہ کرتے۔

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں　　آدمی، آدمی بناتے ہیں
جستجو ہم کو آدمی کی ہے　　وہ کتابیں بہت منگاتے ہیں

(۴) اخلاص:

اسلام میں اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔ خلوص نیت کا اجر ہے بعض اوقات انسان کو عمل کی فرصت نہیں ملتی مگر اسے نیت کا اجر مل جاتا ہے۔

حدیث میں ہے۔ عن ابی فراس رجل من اسلم۔ قال: نادی رجل فقال: یا رسول اللہ ﷺ ما الایمان؟ قال: الاخلاصہ۔

(صحیح الترغیب والترہیب جلد اول ص:۱۰۶ تحقیق علامہ ناصر الدین البانی)

امام شعرانی اخلاص کی تاثیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "جس نے اپنے باطن کو مراقبہ اور اخلاص سے صحیح کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو مجاہدہ اور اتباع سنت سے آراستہ کر دیتا ہے۔"

(الطبقات الکبریٰ للشعرانی جلد اول ص:۷۵)

(۵) تفکر، تدبر اور ذکر الٰہی:

قرآن کی نظر میں علم والے وہ ہیں جو کائنات کی کھلی کتاب میں غور وفکر بھی کرتے ہیں اور ہر لمحہ پروردگار عالم کی یاد میں مگن بھی رہتے ہیں۔ تحقیق کے بعد ان کا یہ نعرہ ہوتا ہے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝　　اے ہمارے رب تو نے یہ سب کچھ بے کار پیدا نہیں فرمایا تو ہر عیب سے پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالینا۔

علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو پا کر کہا تھا:

فقر قرآن اختلاط ذکر و فکر　　فکر را کامل ندیدم جز بہ ذکر

شاگرد سے قلبی تعلق:

استاد معلم اور مربی ہے اس لیے شاگردوں سے انتہائی شفقت و محبت کا تعلق ہونا چاہیے

ہمارے اسلاف کا اپنے شاگردوں سے کیسا تعلق تھا اس کا اندازہ مشہور مدرس حکیم علی گیلانی کے بارے میں تذکرہ علمائے ہند کے اس فقرہ سے لگائیے۔

پیوستہ طلبہ را درس گفتے و بے ایشاں طعام نہ خوردے۔	ہمیشہ طلبہ کو درس دیتے اور ان کے بغیر کھانا نہ کھاتے۔

امام بخاری کے بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں "خود بہت تھوڑا کھاتے تھے، لیکن طلباء پر بے حد شفقت و احسان فرماتے، یہ کہنا بجا ہوگا کہ جود و کرم کی انتہا کر دیتے۔" اساتذہ کی اسی شفقت کا نتیجہ تھا کہ طلباء کی ان سے محبت قلبی وابستگی کی آخری حدوں کو چھو جاتی۔

(۶) اظہار تشکر:

عالم کا علم اسے ہر گھڑی علیم کا شکر ادا کرنے پر مجبور کرتا ہے حضرت لقمان کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ	اور ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔

زرنوجی نے امام اعظم کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ ہر کتاب کے اختتام پر الحمدللہ کہتے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے علم و حکمت کے باب کھول دیئے۔

(۷) احساس ذمہ داری:

اس کارگاہ حیات میں ہر فرد راعی ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی رعیت کا پورے شعور کے ساتھ احساس کرنا ہوگا اور پھر بھرپور طریقہ سے ان کو ادا کرنا ہوگا۔ یعنی ہر حال میں کام کا حق ادا کرنا ہے۔

(۸) حیاء:

حیاء ایک ایسی قوت ہے جو خیر کی رہ نما ہے اور شر سے بچانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسے ایمان کا ایک شعبہ کہا گیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ حیا نہ رہے پھر جو جی میں آئے کرتے رہو پس خیر کی بہترین علامت شرم و حیا ہے اور شر کی علامت بے حیائی ہے۔

(۹) اعتدال:

شخصیت کی تعمیر و ترقی کے لئے اعتدال و توازن اہم عنصر ہے۔ یہ مزاج، کام کاج، تعلقات، معاملات اور اخراجات......غرض کہ ہر شعبہ حیات میں لازمہ حیات ہے۔

(۱۰) صبر و تحمل:

صبر کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) بدنی: جیسے مشقت برداشت کرنا۔

(۲) نفسانی: خواہش کے تقاضوں اور طبیعت کی مرغوب چیزوں سے رک جانا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور معرفت کا یہ حق ہے کہ تم اپنی تکلیف کی شکایت نہ کرو اپنی مصیبت کا ذکر نہ کرو۔"

(۱۱) استقامت و باقاعدگی:

مستقل مزاجی شخصیت کو معروف بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

(۱۲) احتساب نفس:

ہم اپنی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ہم پر جذبات بہت جلد غالب آجاتے ہیں۔ بدگمانی، بدظنی اور غلط فہمی عصر حاضر میں ہماری بنیادی کمزوریاں ہیں مسلمان کو ایٹمی قوت تباہ نہیں کر سکتی مگر بدگمانی تباہ کر ڈالتی ہے۔ اس وجہ سے علم کو ہر وقت اپنی عملی زندگی اور علمی زندگی میں حقائق معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ بھی کہ آج ہم خدا سے کتنے قریب شیطان سے کتنے دور جنت کے کتنے قریب اور جہنم سے کتنے دور ہوئے ہیں۔ یہ چیز معلم کی قوت عمل میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔

(۱۳) دعاء:

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے لمحات مقدسہ دعا ہی میں گزرے اور آپ نے دعا کے ذریعہ امتی کا ہر لمحہ اپنے پروردگار سے جوڑ دیا اور یہ آپ کا بڑا معجزہ ہے۔

دعا میں یقین کی کیفیت ضروری ہے۔ شیخ سعدی اپنے گدھے پر عازم سفر تھے کہ بارش کا نزول ہوگیا۔ ایک گھر والوں سے پناہ لینے کے لئے کہا تو گھر والے نے شکل وصورت دیکھ کر کہا کہ گھر میں بیوی دردِ زہ میں مبتلا ہے اگر تعویذ لکھ کر دو گے تو پناہ ملے گی۔ آپ نے ہاں کر دی اور تعویذ لکھ کر دے دیا وہ تعویذ اس قدر کارگر ثابت ہوا کہ نہ صرف ان گھر والوں کی مشکل آسان ہوگئی بلکہ جہاں بھی دیا، پریشانی دور ہوگئی۔ ایک مولوی صاحب نے منگوایا کھول کر دیکھا تو اس میں لکھا تھا۔

اے اللہ! میں اور میرا گدھا آرام میں ہیں آگے تو جانے۔ بس یقین کی یہی کیفیت ہمیں مطلوب ہے۔ بعض علماء کے بارے میں لکھا ہے کہ جب کوئی علمی مشکل آجاتی تو جنگل میں نکل جاتے سر سجدے میں رکھ کر عرض کرتے۔

یامعلم آدم علمنی

ایک معلم کو ان اوصاف اور کردار کی اعلیٰ صفات کا حامل ہونا چاہئے۔

کیونکہ طلباء میں معلم کی زبان سے نکلنے والے الفاظ ہی نہیں بلکہ اس کے دل و دماغ میں کارفرما تمام نظریات و افکار کی روشنی بھی منتقل ہوتی ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا تھا اگر فلسفہ اور سائنس پڑھانے والا استاد مومن، صالح اور متقی ہوگا تو اس کے شاگرد مومن، صالح اور متقی ہوں گے اور اگر بخاری پڑھانے والا استاد فاسق و فاجر اور زندیق ہوگا تو اس کے شاگرد فاجر اور زندیق پیدا ہوں گے۔

اساتذہ کا انتخاب سیرت طیبہ کی روشنی میں:

اسوہ حسنہ کی روشنی میں اساتذہ کے معیار انتخاب کے لئے درج ذیل امور بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔

(۱) اساتذہ فقط عہدہ کے اعتبار سے Subject Specialist نہ ہوں بلکہ حقیقتاً اپنے مضمون میں مہارت رکھتے ہوں۔

(۲) بنیادی اخلاقی اقدار کے پابند ہوں۔

(۳) شعائر اسلام کا احترام اور ان پر عمل کرنے والے ہوں۔

نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم، پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک مستشرق نے لکھا ہے: "فن تعلیم کے کسی نہایت محدود تصور ہی کے تحت اس بات کا انکار ممکن ہے کہ محمد ﷺ تاریخ عالم کے ایک غیر

معمولی معلم تھے کیونکہ جو شخص انسانی رویوں کا معیار بلند کر دے وہ تو معلموں کا بادشاہ کہلانے کا مستحق ہے۔" (Gulick P:4. Robert L, The Educator:Muhammad)

نصاب تعلیم:

قرآن میں چار مقامات پر (بقرۃ ۱۲۹، ۱۵۱، آل عمران ۱۶۴، جمعہ ۲) نصاب کا ذکر مقصد بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ سے آیا ہے۔ آپ کے چار فرائض منصبی بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) تلاوت آیات (۲) تعلیم کتاب (۳) تعلیم حکمت (۴) تزکیہ نفس

تلاوتِ آیات:

تلاوت آیات کے دو مفہوم ہیں۔

(۱) قرآن کے الفاظ کی حفاظت اور ان کا تقدس۔

(۲) قرآنی احکام وقوانین اور اخلاقی وروحانی تعلیمات کی پیروی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب وروز اس طرح قرآن کی تلاوت فرمائی کہ قرآنی آیات روزمرہ کا موضوع بن گئیں۔ اپنے اور بیگانے ہر جگہ اسی کتاب حکمت کی فصاحت وبلاغت کا اقرار کرتے یہاں تک کہ زمانہ جاہلیت کا ادب دب کر رہ گیا۔ یہ تلاوت آیات کی اثر آفرینی تھی جس نے گیارہ برس کی عمر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے تشکیل کردار اور تعمیرِ شخصیت میں اہم کردار ادا کیا۔

علامہ مراغی ایک اور مفہوم ذکر کرتے ہیں جو نصاب تعلیم میں گہرائی وگیرائی کو جنم دیتا ہے اور تحقیق وجستجو کی راہیں کھولتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت فرماتے جو اللہ کی عظیم قدرت، اس کی توحید اور اس کے وسیع علم پر دلالت کرتیں اور نفوس انسانی کی توجہ کو اس امر کی طرف مرکوز کرتیں کہ اللہ کی نشانیوں سے استفادہ کیا جائے اور ان سے عبرت حاصل کی جائے۔"

تعلیم کتاب:

الفاظ کے معانی ومراد کی وضاحت کرنا، اللہ کی کتاب کا صحیح منشاء اور مطلوب سمجھانا تاکہ لوگ کتاب کی روح تک پہنچ سکیں۔ تعلیم کتاب کے نتیجہ میں ایسے افراد تیار ہوئے کہ ان کے اعمال، افعال، سیرت، کردار، تہذیب اور اخلاق انسانیت کے لئے معیار قرار پائے۔ شر، فساد، فحش

اور منکر مغلوب ہو گئے اور خیر، معروف، صلاح و فلاح غالب ہو گئے۔ بزدلی، چوری، دغا، فریب، مکاری، عیاری کی جگہ شجاعت، اولوالعزمی، بلند ہمتی، عزم صمیم، صدق اور خلوص وجہ امتیاز بن گئے۔ بقول سید قطب نبی رحمت ﷺ کا وصال ہوا تو قرآن کے ایک لاکھ چلتے پھرتے نسخے موجود تھے۔

تعلیم حکمت:

حکمت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے وضع الشئ فی محلہ کسی چیز کو اس کے محل اور موقعہ پر رکھنا۔ یعنی بات کی جائے تو ٹھکانے کی اور کام کیا جائے تو برمحل۔ کتاب میں اگر احکام وقوانین کی طرف اشارہ تھا تو حکمت میں اسرار فلسفہ، علل اور اس کے نتائج کی طرف اشارہ ہے۔ حکمت میں وہ تمام علوم و فنون کے منافع و مصالح آجاتے ہیں جو دنیا وآخرت میں انسان کے لئے ضروری ہیں۔

عصر حاضر میں نصاب حکمت کی ترتیب وتدوین کے لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے افکار سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں جو ڈاکٹر، جج، سیاست دان پیدا ہوں گے وہ مبلغ اسلام بھی ہوں گے ان کے اخلاق و کردار ہی دعوت اسلام ہوں گے۔

تزکیہ نفس:

منکرات ورذائل سے اجتناب اور فضائل اخلاق سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا تزکیہ نفس ہے۔ ہماری نصف شخصیت کی تشکیل عقل وخرد سے ہوتی ہے اور نصف شخصیت طبائع، میلانات اور خواہشات سے بنتی ہے اس لئے ہمیں جتنی تعلیم کی ضرورت ہے اتنی ہی تربیت کی احتیاج ہے۔ بلکہ آج اعلیٰ تعلیم سے زیادہ اعلیٰ تربیت کی ضرورت ہے۔ اگر صرف تعلیم ہی تمام مسائل کا حل ہوتی تو ان ممالک میں جرائم نہ ہوتے۔ جہاں شرح تعلیم سو فیصد ہے۔ اذہان وقلوب کی تمام اخلاقی بیماریاں، نیتوں اور ارادوں کے تمام فسادات کا علاج تزکیہ نفس ہے۔ سرکاری، عدالتی، تعلیمی، سیاسی، معاشرتی، جملہ امراض اور ان کے انسداد وتدارک کا واحد حل تزکیہ نفس ہے۔ عہد رسالت میں نبی رحمت ﷺ نے ایک انتہائی گمراہ بدعنوان اور حیوانی صفات واوصاف کی حامل قوم کو تزکیہ نفس کے ذریعے دنیا کی سب سے بڑی بااخلاق، مہذب، متمدن اور صاحب سیرت وکردار قوم بنا دیا تھا۔

ایک مؤرخ اس تزکیہ کی منظر کشی ان الفاظ میں کرتا ہے: "پیغمبر ﷺ قلب کی ماہیت بدل دیتے ہیں۔ وہ انسان کے اندر ایسی تبدیلی پیدا کرتے ہیں کہ وہ دوسرے انسان کی فاقہ کشی کو نہ دیکھ سکے، وہ اس کے اندر ایثار کی روح اور قربانی کا جذبہ اور سچی انسانی ہمدردی پیدا کرتے ہیں۔ اس کو دوسروں کی زندگی اپنی زندگی سے زیادہ عزیز ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی جان کھو کر دوسروں کی زندگی بچانا چاہتا ہے۔ وہ خطروں میں اپنے آپ کو ڈال کر دوسروں کو خطروں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر دوسروں کا پیٹ بھرنا چاہتا ہے۔

تزکیہ کے تین بنیادی شعبہ جات ہیں اور تعلیم میں ان تینوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

(۱) تزکیہ علم (۲) تزکیہ عمل (۳) تزکیہ تعلقات

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے نظام تعلیم وتدریس کو ان افراد سے پہچانا جا سکتا ہے جو آپ نے تیار کیے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کے نتیجہ میں خلافت راشدہ رضی اللہ عنہم کے امین، بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑانے والے، تپتے ہوئے صحراؤں میں اذانیں دینے والے، نوک نیزہ پر تلاوت کرنے والے، تختہ دار پر کلمہ حق کہنے والے اور فلک بوس چوٹیوں پر توحید کے پرچم گاڑنے والے سرفروش مجاہدین اسلام پیدا ہوئے۔

تعلیم وتدریس کا نبوی منہج واسلوب:

سیرت النبی ﷺ صرف ایک اعلیٰ کردار اور نمونہ عمل ہی نہیں بلکہ ایک تحریک اور ایک عظیم انقلاب بلکہ "اُم انقلاب" ہے کہ اس انقلاب کی لہریں آج بھی محسوس کی جاتی ہیں۔ سیرت النبی ﷺ بحر ظلمات میں روشنی کا مینارہ بن کر بھٹکے ہوئے راہی کو منزل کا پتہ دے رہی ہے۔ خوف وہراس میں گھری ہوئی اور خود ساختہ نظاموں کے چکروں میں پھنسی ہوئی انسانیت کو سیرت النبی ﷺ کی دائمی شفقت اور آغوش رحمت اللعالمین ﷺ میں پناہ مل سکتی ہے۔ آپ نے تعلیم وتدریس کے لئے جو اسوہ چھوڑا ہے اس کے چند نکات درج ذیل ہیں۔

(۱) واضح مقصد:

سبق کا مقصد متعین ہو اور یہ معلم اور متعلم دونوں پر واضح ہو۔ آقا کریم ﷺ جو کچھ بتانا یا

سکھانا چاہتے تھے اس کا بنیادی مقصد آپ کی نظر میں تو متعین ہوتا ہی تھا یہ خود متعلمین پر بھی اچھی طرح واضح ہوتا تھا کہ وہ کیا کچھ اور کس مقصد سے سیکھنے جا رہے ہیں۔

(۲) غلطیوں کی اصلاح کا طریق نبوی:

غلطیوں کی اصلاح لازمی ہے اور اہم بھی۔ یہ دینی خیر خواہی کی ایک صورت اور نہی عن المنکر کا ایک جزو ہے۔ تربیت صرف غلطیوں کی اصلاح کا نام نہیں بلکہ اس میں دین کے اصول و قواعد اور شرعی احکام بتانا، سمجھانا اور سکھانا بھی شامل ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے غلطیوں کی اصلاح کے لئے جو اقدامات فرمائے ان میں بہت تنوع پایا جاتا ہے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حالات اور افراد کے بدلنے سے اصلاح کا اسلوب بھی بدل جاتا ہے۔ محمد صالح المنجد نے لوگوں کی غلطیوں کی اصلاح کے لئے نبی اکرم ﷺ کے اختیار کردہ ۳۸ مختلف اسلوب درج کئے ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) غلطی کی فوری اصلاح کی جائے۔
(۲) غلطی کے ازالہ کے لئے شرعی حکم بیان کر دیا جائے۔
(۳) اس غلط فہمی کی اصلاح کی جائے جو غلطی کا سبب بنے۔
(۴) غلطی کرنے والے پر شفقت کا اظہار کیا جائے۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنی غلطی پر انتہائی شرمسار ہو۔
(۵) کسی کو غلطی پر قرار دینے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کیا جائے بلکہ تحقیق کی جائے۔
(۶) غلطی کا نقصان واضح کیا جائے۔
(۷) غلطی کرنے والے کو عملی طور پر تعلیم دی جائے۔
(۸) غلطی کرنے والے کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کیا جائے۔
(۹) غلطی کرنے والے سے متاثرہ فریق سے معذرت کا مطالبہ کرنا۔
(۱۰) غلطی پر غصے کا اظہار
(۱۱) غلطی کرنے والے کا بائیکاٹ
(۱۲) بلا عذر شرعی غلطی پر ڈٹ جانے والے کو بد دعا دینا

(۱۳) انسان کی فطری کمزوریوں کو ملحوظ رکھنا

(۱۴) فریقین کے درمیان مداخلت کر کے جذبات ٹھنڈے کرنا تاکہ فتنہ بڑھے سے پہلے ختم ہو جائے۔

(۳) بوریت سے بچاؤ:

دورانِ درس طلباء میں اکتاہٹ و بوریت نہیں پیدا کرنی چاہیے۔

اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں اس سے بچنے کے لئے موقع و محل کی مناسبت سے درج ذیل اسلوب اختیار کیے جا سکتے ہیں:

(ا) بات چیت کا طریقہ:

نبی کریم ﷺ باتوں باتوں میں بہت سی تعلیمات ارشاد فرمادیتے آپ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے، جو بات اہم ہوتی اسے دو تین دفعہ دہراتے اور گفتگو میں مخاطب کی استعداد، ذوق اور ضرورت کا خیال رکھتے۔

(ب) سوال اور مکالمہ کا طریقہ:

سوال کے ذریعے سامعین کی تفہیم و تعلیم کی دلچسپ اور بہت ساری خوبصورت مثالیں سیرت طیبہ میں ملتی ہیں۔ سوال اور مکالماتی انداز کا مقصد لوگوں کو شوق دلانے اور رغبت پیدا کرنے کے علاوہ مسائل میں غور و خوض اور تفکر کی عادت ڈالنا بھی تھا۔ اس تعلیمی انداز سے وسعت نظر پیدا ہوتی ہے۔ اس انداز کا فائدہ معلم اور متعلم دونوں کو ہے۔ معلم کو یہ فائدہ کہ علم اس کے حافظے میں محفوظ رہے گا اور طالب علم کو یہ فائدہ ہوگا کہ اس کی بے خبری اور جہالت دور ہوگی۔ وہ شک اور ابہام کے مرحلے سے نکل کر یقین کی منازل طے کر سکے گا۔ (فتح الباری، جلد اول، ص: ۲۱۷)

احادیث سے ایسی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) ایک بار رسول کریم ﷺ نے حاضرینِ مجلس سے دریافت فرمایا: "خلق خدا میں ایمان کے اعتبار سے تمہارے لئے سب سے زیادہ حیران کن کون ہے؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: فرشتے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بھلا وہ ایمان کیوں نہ لاتے ان کو تو اپنے رب کی حضوری حاصل ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: پھر وہ لوگ انبیاء کرام علیہم السلام ہو سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ایمان کیوں نہ لاتے جبکہ ان پر تو وحی نازل ہوتی ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: پھر تو ایسے لوگ ہم ہی ہو سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ تمہارے ایمان کا معاملہ بھی ایسا نہیں۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے خود ہی فرمایا: "میرے نزدیک ایمان کے اعتبار سے خلق خدا میں سب سے بڑھ کر حیرت کا معاملہ ان لوگوں کا ہے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ وہ صرف کتاب الٰہی کو پائیں گے اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس پر ایمان لے آئیں گے۔" (تفسیر ابن کثیر جلد اول ص: ۴۲)

(۲) ایک مرتبہ آپ ﷺ نے پوچھا: تمہارے نزدیک پہلوان کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پہلوان وہ نہیں بلکہ اصل پہلوان وہ ہے جو غصے میں اپنے آپ پر قابو رکھے۔

(ج) آسانی سے مشکل کی طرف:

استاد طلبا کے لئے حتی الامکان آسانی مہیا کرے۔ نبی کریم ﷺ نے آسانی بہم پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ بتدریج آسان سبق سے مشکل کی طرف بڑھنا چاہئے تاکہ بچے بآسانی مشکلات پر قابو پالیں۔

(د) تشبیہات و تمثیلات:

آپ ﷺ لوگوں کو اچھی طرح واضح کرنے کے لئے نہایت موزوں اور برمحل تشبیہات و تمثیلات سے کام لیتے تھے۔ محمد فیاض نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ "امثال الحدیث" میں ۱۳۶۸ امثال جمع کی ہیں۔ ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

صحیحین یا کسی ایک میں	۴۳۲
صحیحین کے علاوہ صحیح	۱۳۱
حسن	۳۱۷

ضعیف (ضعف معمولی) ۲۵۹

شدید ضعف ۴۷

موضوع ۸

جن پر حکم نہیں لگایا ۲۵

نوٹ: یہ احادیث کتب ستہ کے علاوہ دارمی، موطا، مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ، ابن حبان، مستدرک اور بقیہ سنن ومسانید سے لی گئی ہیں۔

تعلیم کے لئے مثال بیان کرنے سے تفکر کے علاوہ دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ اس سے ایک غیر مرئی و مجرد چیز مرئی بن جاتی ہے اور وہ چیز نسبتاً زیادہ قابل فہم بن جاتی ہے۔

(۴) اخباری یا اطلاعی طریقہ:

کسی چیز کے بارے میں بتانا ہو تو آپ ﷺ کبھی کبھی سادہ اخباری یا اطلاعی انداز بیان اختیار فرماتے۔ جیسے آپ نے جریج، راہب یا اندھے، کوڑھی اور گنجے کا واقعہ بیان فرمایا۔

اس انداز میں اختصار، الفاظ میں بہتر منظر کشی، تمثیلات کے ذریعے وضاحت، موقع و محل کی مناسبت سے لب ولہجہ میں اتار چڑھاؤ اور چہرے کی حرکات و سکنات، جذبات و تاثرات کے ذریعے کیفیت کا اظہار جیسی خصوصیات ہونی ضروری ہیں۔

(۵) لیکچر یا خطابت کا طریقہ:

نبی رحمت ﷺ کا عام اندازِ بیان خطیبانہ تھا۔ اجتماعی تعلیم و تربیت میں آپ عموماً اسی طریقہ سے کام لیتے تھے۔ آپ ﷺ خطبے کے لئے کھڑے ہوتے تو مجلس پر سناٹا چھا جاتا۔ آپ ﷺ کے خطبات مختصر، پُر جوش اور مؤثر ہوتے۔ موقع و محل کے مطابق آواز میں اتار چڑھاؤ یا سوز وگداز ہوتا۔ بات سمجھانے کے لئے عملی نمونہ پیش کرتے یا انگلیوں کے اشاروں سے بتاتے۔ کبھی تشبیہ، موزوں کہانی تمثیل اور چٹکلہ سے مدد لیتے۔

صحیح بخاری اور علم سے متعلقہ مسائل:

امام بخاری کی الجامع الصحیح کی کتاب العلم سے محدثین نے علم سے متعلقہ جو مسائل اخذ کئے

ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) کسی مجلس میں علمی سوال کا جواب مؤخر بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اگر سوال انتہائی بنیادی نوعیت کا ہو تو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

(۲) بوقت ضرورت معلم بلند آواز سے پکار سکتا ہے۔

(۳) تعلیم بذریعہ خط وکتابت بھی ہو سکتی ہے۔

(۴) حیاء فی العلم جو ترک تعلیم پر آمادہ کرے مذموم ہے۔

(۵) حلقۂ تعلیم میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جائیں۔

(۶) علم قول اور عمل پر مقدم ہے۔

(۷) اشتغال علمی نوافل سے افضل ہے۔

(۸) معلمین اپنے متعلمین کی سہولت کا خیال رکھتے ہوئے تدریس کا وقت مقرر کر سکتے ہیں۔

(۹) انداز و بشارت ساتھ ساتھ ہوں۔

(۱۰) فہم فی العلم کی فضیلت

(۱۱) علم عظمت کی چیز ہے اس عظیم چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(۱۲) علم کے لئے سفر ضروری ہے۔

(۱۳) فہم و ذکاوت اور محنت کے علاوہ بزرگوں کی خدمت اور ان کا احترام بھی حصول علم کے لئے مفید اور ممد و معاون ہے۔

(۱۴) علوم کا سرچشمہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صدر مبارک ہے۔ امت کے جس فرد کو بھی سرمایہ علم ملے گا اسی سینہ سے ملے گا۔

(۱۵) معلم عالم مجرد عالم سے افضل ہے۔

(۱۶) معلم شاگردوں کو دو باتوں کی تلقین کرے۔ جو کچھ سیکھا اور سنا ہے اس کو پورے طور پر یاد کریں اور اسے اپنی ذات تک محدود نہ رکھیں بلکہ دوسروں کو بھی سکھانا، سنانا اور پہنچانا فرض سمجھیں۔

(۱۷) علم سیکھنے کے لئے تعاون و اشتراک چاہئے۔

(۱۸) استاد کو مناسب موقعہ پر (کسی بھی نوعیت کی بدنظمی، بدعنوانی، غلط روی اور نافہمی کا مظاہرہ وغیرہ) پر غصہ کی اجازت ہے مگر حظ نفس سے خالی ہو۔

عہد رضا میں دینی تعلیم کی اہمیت اور معیارِ تعلیم

ڈاکٹر حسن رضا خان☆

ہندوستان کی تاریخ کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ بات یقین کے اجالے میں آ جاتی ہے
ہندوستان کی علمی تاریخ اس قدر روشن ہے کہ جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ تعلیم اور توسیع و اشاعت
متعلق اگر دیکھا جائے تو یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ مسلمان جس ملک میں گئے ان کے ایک ہاتھ میں
نصرت کی تلوار اور دوسرے ہاتھ میں علم وفن کا چراغ ہوتا تھا جو ملک ان کے زیر نگیں آیا فضل وکما
علم وہنر کی بزم چراغاں برپا کردی یا دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ مسلمان جب جزیرۃ العرب
سے باہر نکلے تو ان کے ایک ہاتھ میں فتح ونصرت کا علم تھا اور دوسرے ہاتھ میں قلم۔ جس ملک کو فتح
وہاں بساط رزم پلٹ کر بزم علم وفن آراستہ کردی۔ جہاں گئے وہاں کی دنیا بدل دی انہیں کی بدو
ایران سرچشمہ علم وفن بن گیا، ان کی توجہ سے مصر طرابلس، الجزائر کے وحشی دنیا کے معلم بن گئے، اند
میں ایسی شمع روشن کی کہ جس سے پورا یورپ روشن ہوگیا اور دنیا کے سامنے ہم فخر سے کہنے لگے

قفس کی تیلیوں سے لے کر شاخ آشیاں تک ہے
مری دنیا یہاں سے ہے میری دنیا وہاں تک ہے

مسلمانوں نے عالم کو منوا دیا کہ علم صحرا میں ہمارا رفیق ہے تنہائی میں ہمارا مونس، علم خو
طرف رہنمائی کرتا ہے اور مصیبت میں ہمت قائم رکھتا ہے۔ دوستوں میں علم ہماری زینت کا باع
ہے اور دشمنوں کے خلاف ڈھال کا کام دیتا ہے۔ علم ہی انسان کو مینارۂ نور بنا دیتا ہے۔

☆ ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات عربی وفارسی پٹنہ (انڈیا)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں نے دیگر اقوام سے بھی علوم حاصل کئے ہیں لیکن مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ ان کی خامیوں کو دور کیا۔ پھر اپنی تحقیق سے مفید اضافے کئے اور انہیں رتبۂ کمال تک پہنچا دیا۔ ارسطو و افلاطون سے فلسفہ و حکمت حاصل کئے لیکن ان علوم میں وہ کمال پیدا کیا کہ خود استاد بن گئے۔ ابن سینا، ابن رشد، امام غزالی، فارابی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ جیسے حکماء پیدا ہوئے جنہوں نے ان سارے علوم کو دین اسلام کا خادم بنا دیا اور انہیں علوم کے ذریعہ اسلام کی برتری اور حقانیت سارے عالم پر ثابت کر دیا۔

ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کی تاریخی حیثیت:

یہ بات اپنی جگہ طے ہے کہ مسلمانوں کے لئے حصولِ علم دین زندگی کو باوقار بنانے کے لئے لازمی جز ہے۔ تعلیم و تعلم کو ایک مسلمان باعث برکت و موجب فلاح دارین سمجھتا ہے۔ اس کارخیر میں سعی پیہم اسلامی تشخص کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ اسی جذبۂ خیر کے تحت شہاب الدین غوری نے ۵۸۷ھ میں اجمیر شریف میں متعدد مدرسے قائم کئے۔ (تاج الماثر حسن نظامی نیشاپوری)

محمد تغلق کے زمانہ کی ایک عصری تصنیف میں ہندوستان کے سیاحوں کی زبانی منقول ہے کہ صرف ہندوستان کے پایۂ تخت دہلی میں اس وقت ایک ہزار مدرسے تھے جن میں ایک شافعیوں کا تھا اور باقی سب حنفیوں کے۔ (صبح الاعشیٰ قلشندی جلد ۵ /ص ۶۹)

یہ تو آغاز کا حال تھا انجام تو حیرت ناک ہے۔ اورنگزیب عالمگیر کے زمانے کا ایک یورپین سیاح کپتان الیگزینڈر ہماٹن سندھ کے ایک شہر ٹھٹھہ کے متعلق لکھتا ہے کہ شہر ٹھٹھہ میں مختلف علم و فن کے چار سو مدرسے ہیں۔ (ہندوستان عہد عالمگیری میں، مرزا سمیع اللہ)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمان اپنے مذہبی مذاق کی بنا پر ہمیشہ تعلیم اور تعلم کو کار خیر خیال کرتے رہے ہیں اس لئے ہندوستان میں مسلمانوں نے مدارس اسلامیہ کے قیام میں نمایاں حصہ لیا۔

چند مشہور مدارس کا تذکرہ پیش ہے جس سے مسلمانوں کی ہندوستان میں علمی کارگزاریوں کا اندازہ آسانی سے ہو جاتا ہے اور عہد رضا میں دینی تعلیم کی اہمیت کا جائزہ آسانی سے لیا جا سکتا ہے۔

سندھ کے مدرسے:

(۱) مدرسہ فیروزیہ: ناصر الدین قباچہ نے ۶۲۴ھ میں قائم کیا منہاج الدین ابوعمر و عثمان بن

محمد بن عثمان جوزانی صدر تھے۔

(۲) مدرسہ ملتان: شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی کی خانقاہ میں مدرسہ قائم ہوا۔ شیخ موسیٰ درس دیتے۔

(۳) مدرسہ سیوستان: ۷۳۴ھ میں ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں ذکر کیا ہے کہ میں اس شہر کے بڑے مدرسہ میں اترا اور اس کی چھت پر سوتا تھا۔

(۴) مدرسہ بھکر: نجم الدین محمد رفیع سندھی (م ۱۱۶۰ھ) نے اپنے شیخ معین الدین کی حیات میں بنوایا تھا۔

کشمیر کے مدرسے:

(۵) مدرسہ قطب الدین پورہ: سلطان قطب الدین کشمیری م ۷۹۶ھ نے بنایا۔

(۶) مدرسہ سلطان زین العابدین: تاریخ کشمیر۔

(۷) مدرسہ سری نگر: مرزا برہان الدین تونی نے ۱۱۱۰ھ اور ۱۱۱۳ھ کے درمیان بنایا۔

پنجاب کی درسگاہیں:

(۸) مدرسہ لاہور: علامہ محمد فاضل بدخشی نے ۱۰۴۴ھ میں بنوایا (ماثر الاکرام)

(۹) مدرسہ سیالکوٹ: علامہ عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی نے قائم کیا۔

(۱۰) مدرسہ تھانیسر: شیخ عبدالرحیم نے تعمیر کیا۔

(۱۱) مدرسہ نارنول: شیخ نظام الدین نے نارنول کی خانقاہ (م ۹۳۷ھ) میں بنوایا۔

دہلی کی دانش گاہیں:

(۱۲) مدرسہ معزیہ: قطب الدین ایبک نے اس کی بنیاد ڈالی۔

(۱۳) مدرسہ ناصریہ: سلطان شمس الدین التمش نے بنایا۔

(۱۴) مدرسہ فیروزیہ: فیروز شاہ دہلی نے ۷۵۵ھ میں بنایا۔

(۱۵) مدرسہ علامہ تلنبی: (منتخب التواریخ)

(۱۶) مدرسہ مولانا سماء الدین: ۹۰۱ھ میں قائم ہوا۔

(۱۷) مدرسہ شیخ فرید شکر گنج: شیخ علاء الدین نے بنوایا۔

(۱۸) مدرسہ ماہم بیگم: اکبری دائی ماہم آنکہ نے بنوایا تھا۔

(۱۹) مدرسہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی: جہانگیر نے بنوایا۔

(۲۰) مدرسہ شاہجہانی: شاہجہاں نے ۱۰۶۰ھ اور ۱۰۷۶ھ کے درمیان بنوایا تھا۔

(۲۱) مدرسہ فتح پوری بیگم: شاہجہاں کی بیوی فتح پوری بیگم نے ۱۰۶۰ھ میں بنوایا۔

(۲۲) مدرسہ اکبری آبادی بیگم: شاہجہاں کی دوسری زوجہ نے ۱۰۴۰ھ میں بنوایا۔

(۲۳) مدرسہ میر جملہ: میر جملہ نے بنوایا۔

(۲۴) مدرسہ عنایت اللہ خاں۔

(۲۵) مدرسہ غازی الدین خاں: وزیر غازی الدین خان نے ۱۱۶۵ھ میں بنوایا۔

(۲۶) مدرسہ والدہ غازی الدین خاں: غازی الدین خاں کی والدہ نے بنوایا۔

(۲۷) مدرسہ حضرت شاہ ولی اللہ۔

(۲۸) مدرسہ بازار دریبہ: نواب روشن الدولہ نے ۱۳۳۴ھ میں بنوایا۔

(۲۹) مدرسہ ارادتمند خان: ۱۱۳۵ھ میں تعمیر ہوا۔

(۳۰) مدرسہ شاہ حسین: ۱۱۴۸ھ میں تعمیر ہوا۔

آگرہ کی تعلیم گاہیں:

(۳۱) مدرسہ شیخ رفیع الدین: یہ مدرسہ آگرہ میں شیخ رفیع الدین حسینی شیرازی محدث سے منسوب ہے۔

(۳۲) مدرسہ زینیہ: شیخ زین الدین خوافی (م ۹۴۱ھ) نے بنوایا۔

(۳۳) مدرسہ مفتی ابوالفتح: ابوالفتح ابن عبد الغفور تھانیسری نے ۹۸۶ھ میں بنوایا۔

(۳۴) مدرسہ اکبر آباد: شہنشاہ اکبر نے بنوایا۔

(۳۵) مدرسہ خس: مولانا علاء الدین لاری نے ۹۶۹ھ میں پھونس سے بنایا۔

(۳۶) مدرسہ جامع مسجد: شاہجہاں کی بیٹی جہاں آرا بیگم نے بنوایا۔

(۳۷) مدرسہ اکبر: شہنشاہ اکبر نے بنایا۔

(۳۸) مدرسہ ابوالفضل: علامہ ابوالفضل کی طرف منسوب ہے۔

(۳۹) مدرسہ البنات: یہ مدرسہ فتح پور کے محلوں کے قریب ہے۔

(۴۰) مدرسہ گوالیار: امیر رحیم داد نے بنایا۔

(۴۱) مدرسہ قنوج: شیخ علی اصغر قنوجی نے بنوایا۔

(۴۲) مدرسہ فرخ آباد: نواب محمد خان بنگش نے بنوایا۔

جونپور، بہار اور بنگال کے مدرسے:

(۴۳) مدرسہ قاضی شہاب الدین: ابراہیم شرطی نے بنوایا۔

(۴۴) مدرسہ راجی بیگم: شاہ محمود کی زوجہ راجی بیگم نے بنوایا۔

(۴۵) مدرسہ عزیز اللہ: جنید برلاس نے بنوایا۔

(۴۶) مدرسہ شیخ محمد افضل: شیخ محمد افضل عثمانی کا مدرسہ ہے صاحب شمس بازغہ اور صاحب مناظرہ رشیدیہ جیسے نابغہ روزگار یہاں سے نکلے۔

(۴۷) مدرسہ شیخ رشید۔

(۴۸) مدرسہ بنارس: شیخ نظام نے قائم کیا۔

(۴۹) مدرسہ پٹنہ: نواب سیف الدین خان نے ۱۰۶۷ھ میں بنوایا۔

(۵۰) مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ: الحاج نور الہدیٰ نے بنایا۔

(۵۱) مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرہ: مولانا مجتبیٰ نے اس کی بنیاد ڈالی۔

(۵۲) مدرسہ داناپور: نواب آصف نے بنیاد ڈالی۔

(۵۳) مدرسہ مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف۔

(۵۴) مدرسہ شاہ آباد۔

(۵۵) مدرسہ اورنگ آباد۔

(۵۶) مدارسہ رنگ پور: بختیار خلجی۔

مالوہ اور خاندیش کی تعلیم گاہیں:

(۵۷) مدرسہ مندو: ہوشنگ، شاہ غوری نے بنایا۔

(۵۸) مدرسہ محمودیہ: محمود شاہ خلجی نے مندو میں ۸۴۹ھ میں بنایا۔

(۵۹) مدرسہ غیاثیہ: غیاث الدین بن محمود کبیر خلجی نے بنایا۔

(۶۰) مدرسہ ظفر آباد: سلطان غیاث الدین خلجی نے بنایا۔

(۶۱) مدرسہ اجین: محمود شاہ خلجی نے بنایا۔

(۶۲) مدرسہ سارنگ: محمود شاہ خلجی نے نے بنایا۔

(۶۳) مدرسہ رائسین: غانم الملک نے مالوہ کے شہر رائسین میں ۸۹۰ھ میں بنوایا۔

(۶۴) مدرسہ عادل پور: عادل شاہ برہان پور نے بنایا۔

(۶۵) مدرسہ برہان پور: جس میں شیخ طاہر بن یوسف سندھی درس دیتے تھے۔

گجرات میں مدرسے:

(۶۶) مدرسہ عثمانیہ: شیخ عثمان نے بنایا۔

(۶۷) مدرسہ نہروالہ: مولانا قاسم بن محمد نہر درس دیتے تھے۔

(۶۸) مدرسہ احمد آباد: سرکھیز میں بنایا گیا۔

(۶۹) مدرسہ محمد طاہر پٹنی۔

(۷۰) مدرسہ علامہ وجہ الدین۔

(۷۱) مدرسہ احمد آباد: سیف خاں جہانگیری نے ۱۰۳۲ھ میں بنوایا۔

(۷۲) مدرسہ شیخ الاسلام خاں: مولانا اکرام الدین نے ۱۱۵۹ھ میں بنوایا۔

(۷۳) مدرسہ زاہد بیگ سورت: حاجی زاہد بیگ نے ۱۰۴۱ھ میں بنوایا۔

(۷۴) مدرسہ ظفر یاب خاں: ظفر یاب نے سورت میں بنایا۔

اودھ کے تعلیمی ادارے:

(۷۵) مدرسہ لکھنؤ: شیخ محمد بن ابی البقاء محمد اعظم نے بنایا۔

(۷۶) مدرسہ امیٹھی: حسن سارنگپوری نے قائم کیا۔

(۷۷) مدرسہ ملا جیون: عبدالقادر بن احمد امیٹھی نے بنایا۔

(۷۸) مدرسہ شاہ پیر۔

(۷۹) مدرسہ فرنگی محل: استاذ العلماء ملا نظام الدین عالم گیر نے فرنگی تاجر سے خرید کر دے دیا۔

(۸۰) مدرسہ منصوریہ: ملا حمد اللہ بن شکر اللہ نے ۱۱۴۶ھ میں بنایا۔

(۸۱) مدرسہ بلگرام: علامہ عبدالجلیل بلگرامی نے بنایا۔

(۸۲) مدرسہ قاضی قطب الدین۔

(۸۳) مدرسہ سلطانیہ۔

(۸۴) مدرسہ امجد علی شاہ: نواب امجد علی شاہ نے لکھنؤ میں قائم کیا۔

(۸۵) مدرسہ سلون: ضلع رائے بریلی کا ایک قصبہ ہے۔

روہیل کھنڈ کے تعلیمی مراکز:

(۸۶) مدرسہ معزیہ: ۶۳۰ھ میں بدایوں میں قطب الدین ایبک نے بنایا۔

(۸۷) مدرسہ فتح خان: فتح خاں نے آنولہ میں بنایا۔

(۸۸) مدرسہ ضابطہ خاں: نواب ضابطہ خاں نے مراد آباد میں بنایا۔

(۸۹) مدرسہ حافظ رحمت خاں: حافظ رحمت خاں نے شاہجہاں پور نہر کے کنارے بنایا۔

(۹۰) مدرسہ بریلی: حافظ رحمت خاں نے بریلی میں بنایا۔

(۹۱) مدرسہ اہل سنت: حضرت علامہ نقی علی خاں نے بریلی میں قائم کیا۔

(۹۲) مدرسہ پیلی بھیت: حافظ رحمت خاں نے ۱۱۸۱ھ میں قائم کیا۔

دکن کے علمی مراکز:

(۹۳) مدرسہ ایلچپور: ۷۵۰ھ میں صفدر خاں نے بنایا۔

(۹۴) مدرسہ محمود گاوان: وزیر عماد الدین محمود گیلانی نے بنایا۔

(۹۵) مدرسہ طاہریہ: یہ مدرسہ احمد نگر میں قلعہ کے اندر ہے۔

(۹۶) مدرسہ برہانیہ: احمد نگر میں برہان نظام شاہ نے ۹۲۹ھ میں بنوایا۔

(۹۷) مدرسہ عالیہ بیجاپور: علی عادل شاہ نے بنایا۔

(۹۸) مدرسہ علویہ: علی محمد نے بیجاپور میں بنوایا۔

(۹۹) مدرسہ حیدر آباد: محمد قلی صاحب شاہ نے ۱۰۰۶ھ میں بنوایا۔

(۱۰۰) مدرسہ حیات نگر: حیات النساء عبداللہ قطب شاہ کی والدہ نے بنوایا۔

(۱۰۱) مدرسہ گولکنڈہ: محمد بن خاتون عامل نے بنوایا۔

(۱۰۲) مدرسہ اورنگ آباد: محمد غیاث لدین خاں نے ۱۱۴۸ھ میں بنایا۔

(۱۰۳) مدرسہ مدارس: نواب محمد علی خاں نے بنوایا۔

(۱۰۴) مدرسہ نظامیہ: عثمان خاں نے بنایا۔

۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد انگریزوں کے قدم پورے طور پر جم گئے۔ مسلم مفکرین علماء و دانشوروں نے بروقت قابل ستائش اہم قدم اٹھایا۔ ہمارے اکابر نے یہ محسوس کیا کہ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے سبب اب انگریز اور مسلم دشمن مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے، مسلمانوں کی مذہبی زندگی کی تاراجی کے لئے نت نئے فتنے برپا کریں گے اور مفتوحہ قوم اپنے ملی قومی اور مذہبی خصائص و روایات کو کیسے بچائے گی۔ ہمارے مفکرین نے دوربینی کا بھرپور ثبوت دیا کہ سیاسی اقتدار کی محرومی کے بعد تعلیم ہی ایک ایسا ذریعہ تھا جس سے اپنی قومیت کا تحفظ کیا جا سکتا تھا اس لئے ان لوگوں نے ہر علاقے میں مدارس اسلامیہ کا جال بچھا دیا۔ الحمدللہ اس کے اثرات آج تک قائم ہیں۔ مدارس کے ذریعہ قوم وملت کی بھرپور آبیاری ہوئی جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان اپنے اسلامی تشخص کے ساتھ زندہ ہے۔

انگریزی حکومت عیسائیت کی ترویج واشاعت میں جٹ گئی اس نے انگریزی اسکولوں کے نصاب تعلیم میں بائبل کو لازمی قرار دیا جو طلباء انگریزی پڑھتے تھے آسانی سے عیسائیت قبول کر لیتے۔ ہندوستان کی ہندی قوم نے انگریزی تعلیم کو قبول کر لیا کہ نوکری حاصل کرنے کا یہی آسان ذریعہ ہے اور انگریزی حکومت کی خوشنودی بھی اس سے حاصل ہو جائے گی جس سے خوب سے خوب فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ مگر اس کا اثر یہ ہوا کہ اونچے کلاس کے ہندو اور آدمی باسی کی بڑی آبادی آسانی سے عیسائی ہو گئی۔ اس وقت علماء کرام نے اپنی فکری بصیرت کا ثبوت دیا کہ انگریزی تعلیم کے خلاف فتویٰ جاری کر دیا جس کا مسلم قوم نے بھرپور استقبال کیا۔ ڈاکٹر نذیر احمد نے لکھا ہے کہ ان کے والد سے پرنسپل نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے لڑکے کو انگریزی بھی پڑھائی جائے تو انہوں نے فرمایا مجھے

اپنے لڑکے کا مر جانا منظور ہے لیکن انگریزی پڑھانا منظور نہیں ہے۔ اس کے باوجود اس زمانہ میں ایسے کچھ دانشور آ گئے۔ جنہوں نے سوچا کہ قوم کی جہاں ذہنی سطح بلند رہے وہیں اقتصادی حالات بھی بہتر رہیں۔ ان لوگوں نے ایسے ادارے قائم کئے جہاں عصری تعلیم یافتہ جدید تعلیم کے حصول کے لئے انگریزی زبان کی حیثیت سے پڑھیں گے مگر نصاب تعلیم دینیات بھی لازمی ہوگی۔ اس نظریہ کی تکمیل کے لئے دو بڑے ادارے وجود میں آ گئے ایک مسلم علی گڑھ یونیورسٹی دوسرا عثمانیہ یونیورسٹی۔

سر سید احمد کے نزدیک تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ قوم کی ذہنی سطح بلند ہو اور معاشرتی اقتصادی حالت بہتر ہو جائے۔ امرتسر میں ۱۸۸۴ء میں انہوں نے تقریر کی کہ اگر تم آسمان کے تارے ہو گئے تو کیا جب تم علم اور اسلام کے نمونہ ہو گے جب ہی ہماری قوم کی عزت ہو گی۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ عربی فارسی کی تحصیل کو نہ چھوڑے یہ ہمارے باپ دادا کی مقدس زبان ہے اور ہمارے قدیم ملک کی زبان ہے جو فصاحت و بلاغت میں لاثانی ہے۔ مگر افراط تفریط نہ ہو اس زبان میں ہمارے مذہب کی ہدایتیں ہیں لیکن جب کہ ہماری معاش، ہماری بہتری، ہماری زندگی با آرام بسر ہونے کے ذرائع انگریزی زبان سیکھنے میں ہیں تو ہم کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اس نظریے کے تحت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا نصاب تعلیم مرتب ہوا اور موجودہ شعبے قائم ہو گئے۔

عثمانیہ یونیورسٹی ایک ایسی یونیورسٹی قائم ہوئی جس میں علوم و فنون کے طور طریقے، رنگ ڈھنگ، مشرقیت کے اجزائے عناصر شریک کئے گئے۔ دینیات کی تعلیم کے ساتھ جدید جتنے شعبے تعلیم گاہوں کے تھے اُن کو شامل کیا۔ دوسری زبانوں میں جو علمی شاہکار تھے ان کو اردو زبان میں منتقل کیا عثمانیہ یونیورسٹی کے نصاب تعلیم میں مسلم الثبوت، ہدایہ، بخاری اور ترمذی شامل ہے اس نصاب تعلیم سے اس ادارہ کا معیار تعلیم سمجھ میں آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کا دور تعلیمی عروج کا دور تھا اس عہد میں جدید و قدیم دونوں علوم کے بے شمار ماہرین اپنا علمی جوہر پیش کر رہے تھے اور علم کی آڑ میں باطل تحریکوں اور گمراہ کن نظریات کو زور و شور سے پیش کرنے کے لئے حکومت کی سر پرستی بھی حاصل تھی۔ اسلامی تشخص کو پامال کرنے کے لئے بے دریغ پریس پر خرچہ ہو رہا تھا۔ ایسے وقت میں اعلیٰ حضرت کے اسلامی عقائد اور تعلیم کی احیائی ایک متحسن کوشش "جامعہ منظر اسلام" کی شکل میں ایک جامع یونیورسٹی قائم ہو گئی۔ جہاں سے

الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری، مولانا عبد العلیم صدیقی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں، عید السلام مولانا عبد السلام، مولانا عبد الرحیم، حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفی رضا خاں اور برہان ملت مولانا برہان الحق جیسے بے شمار نابغہ روزگار کو علم اور دین روشن کا مینار بنا دیا۔ جنہوں نے دنیا کے ایک بڑے خطے کو اپنی فیض رسانی سے بقعۂ نور بنا دیا اور اس دور کے ملحدانہ نظریات کا مقابلہ کرنے کا سامان فراہم کر دیا اور نوع انسانی کو اسلام کے چشمۂ صافی سے روشناس کر دیا۔ جو اعلیٰ حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ ہے اور اسلام کی بہت بڑی خدمت ہے آپ نے اپنی علمی تحریروں سے مغرب زدہ ذہنوں کی صفائی اور سائنس ہی کے ذریعہ سائنس کے مارے ہوئے لوگوں کو ہدایت کی روشنی عطا کر دی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کے عہد میں ہندوستان کے مراکز کی حیثیت دہلی، اجمیر، بدایوں، ٹونک، لکھنؤ، بریلی، جونپور اور خیر آباد کو حاصل تھی جہاں علماء کی عظیم ترین شخصیتیں ہمہ وقت تعلیم و تربیت میں لگی ہوئی تھیں اور اپنی تعلیمی سرگرمیوں سے ہمہ جہت ترقی کے منازل روز و شب طے فرما رہی تھیں وہیں س عہد میں مدارس کے قیام کی ایسی تحریک چل پڑی تھی کہ اکثر بستی اور ہر شہر میں تعلیمی ادارے قائم ہو گئے۔ جہاں باضابطہ طور پر دینی تعلیم کے حصول کی آسانیاں ہو گئیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر جگہ علماء وجود میں آ گئے جو علمی تشنگی رکھنے والے کسی شخص کے لئے حصول فیض کا ذریعہ بن سکیں۔

اعلیٰ حضرت کے عہد میں نصاب تعلیم کو دیکھنے کے بعد ہندوستان کے معیار تعلیم کی بلندی کا پتہ چلتا ہے۔ اس عہد کا نصاب تعلیم مندرجہ ذیل ہے پڑھئے اور اپنے تعلیمی معیار پر فخر کیجئے۔

(۱) صرف، میزان، منشعب، پنج گنج، زبدہ، دستور المبتدی، صرف میر، علم الصیغہ، فصول اکبری، شافیہ۔

(۲) نحو، نحو میر، مائۃ عامل، شرح مائۃ عامل، ہدایۃ النحو، کافیہ، شرح جامی۔

(۳) بلاغت، مختصر المعانی، مطول تا ما انا قلت۔

(۴) ادب: نفحۃ الیمن، سبعہ معلقہ، دیوان متنبی، مقامات حریری، حماسہ۔

(۵) فقہ: شرح وقایہ اولین، ہدایہ آخرین۔

(۶) اصول فقہ: نور الانوار، توضیح تلویح، مسلم الثبوت۔

(۷) منطق: صغریٰ، کبریٰ، ایساغوجی، قال اقوال، میزان منطق، تہذیب شرح تہذیب، قطبی،

میر قطبی، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، میر زاہد رسالہ، حاشیہ غلام یحییٰ میر زاہد، ملا جلال، ادر کین یمین، بحر العلوم، شرح مسلم، حاشیہ عبد العلی بر میر زاہد رسالہ اور شرح ملا مبین بھی داخل نصاب تھیں۔

(۸) حکمت: میبذی، صدرا، شمس بازغہ۔

(۹) کلام: شرح عقائد نسفی، خیالی میر زاہد امور عامہ۔

(۱۰) ریاضی: تحریر اقلیدس مقالہ اولیٰ، خلاصۃ الحسب، تصریح، شرح تشریح، شرح چغمنی۔

(۱۱) فرائض: شریفیہ۔

(۱۲) مناظرہ: رشیدیہ۔

(۱۳) تفسیر: جلالین، بیضاوی۔

(۱۴) اصول حدیث: شرح نخبۃ الفکر۔

(۱۵) حدیث: بخاری، مسلم، مؤطا، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔

مذکورہ شواہد سے ہم یقین کے اجالے میں آ گئے ہیں کہ عہد رضا میں دینی تعلیم کی اہمیت ساری دنیاوی تعلیم سے زیادہ تھی اور معیار تعلیم اتنا اونچا کہ اکثر طلباء درسی تعلیم سے فراغت کے بعد علم کا قطب مینار سمجھے جاتے تھے تو ان کے اساتذہ کا کیا کہنا۔

جدید وقدیم علوم کا امتزاج

تاجدار ملتان حضرت مولانا حامد علی خان رحمۃ اللہ علیہ ☆

میری نظر میں آج بھی اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ جدید دور کے رائج علوم کو بھی ہمارے علما اسی ذوق وشوق سے سمجھیں، جس طرح ہمارے علمائے قدیم نے قدیم یونانی فلسفے کو سمجھا تھا، یہ اس لیے ضروری ہے کہ جب تک ہم جدید علوم سے واقفیت بہم نہ پہنچائیں گے، اس وقت تک ان کی روشنی میں قرآن وسنت کی تعلیمات جدید طرز میں دنیا کے سامنے پیش نہیں کرسکیں گے۔ اگر ہم ایسا کر سکیں تو لوگ اپنے مانے ہوئے اصولوں کی بناپر بھی قرآن وسنت کے مطالب پر ایمان لانے پر مجبور ہوجائیں گے۔ چنانچہ میرا خیال ہے کہ جدید عمرانی علوم، مثلاً سماجیات، معاشیات اور سیاسیات وغیرہ بھی درسِ نظامی میں شامل ہونے چاہئیں۔ انہیں قرآن مجید کی روشنی میں سمجھنا پڑے گا اور پھر ان کے غلط اصولوں کی نشاندہی کرکے جدید دنیا کے مسائل کا حل تلاش کیا جائے گا۔

البتہ تبدیلیٔ نصاب میں غور، تدبر اور تدریج کی ضرورت ہے۔ درس نظامی میں ایسے علوم کو سمونا پڑے گا جن سے اسلامی روح کو کوئی صدمہ نہ پہنچے۔ پھر ہمیں یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ اس تبدیلی کے نتیجے میں کہیں ہم اصل مقصد سے دور تو نہیں جارہے؟

سب سے زیادہ ضروری عربی زبان پر مہارت حاصل کرنا ہے۔ پھر یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ ہم جدت اور تبدیلی کے جوش میں متقدمین کی آرا اور ان کی کوششوں کو نظر انداز نہ کردیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم ایسے علوم کو درس نظامی میں شامل کرلیں، جن کے مطالعے سے ہم فہم قرآن سے بھی محروم ہو جائیں اور جدید علوم ہم پر اس قدر حاوی ہوجائیں کہ ہم ان کے مطابق قرآن کی تعبیر اپنی رائے سے کرنے لگیں۔ اسلام کی روح میرے نزدیک یہ ہے کہ جمہور مسلمین نے جس کو دین کہا ہے، اس میں ہم اپنی کوئی الگ راہ نکالنے کی کوشش نہ کریں۔ اگر ہر شخص اپنی رائے پر اصرار کرنے لگے تو مذہب پھر بازیچۂ اطفال بن کررہ جائے گا۔

☆ مہتمم: جامعہ خیر المعاد۔ ملتان

اجتہاد ہر زمانے میں ہوتا رہا ہے، اس لیے کہ ہر زمانے میں نئے نئے مسائل سامنے آتے رہے ہیں اور ان مسائل پر اسلام کے نقطۂ نظر سے غور کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن غور کرنے کے بھی کچھ اصول ہیں۔ آج بھی یہ ممکن ہے کہ بعض اہم مسائل پر فیصلہ کرنے کے لیے تمام مکاتیب فکر کے علما باہم جمع ہوں اور مل کر غور وخوض کے ذریعے مسائل کو طے کریں۔ آج کے دور میں اجتماعی اجتہاد ہی معتبر ہو سکتا ہے۔ (دینی مدارس ۔۔۔۔۔روایت اور تجدید، علما کی نظر میں، صفحہ ۱۷۶۔۱۷۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ

عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

صدق اللہ العظیم

قریب ہے کہ کھڑا کرے تجھ کو تیرا رب مقام محمود میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَالْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى

صدق اللہ العظیم

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

درسِ نظامی کے نصاب میں تبدیلی کی ضرورت

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

درسِ نظامی کے نصاب میں اگر کچھ ترمیم کر دی جائے تو یہ زیادہ مؤثر اور مفید ہو سکتا ہے، لیکن ترمیم اس نوعیت کی ہو کہ جو اصل دینی علوم ہیں، مثلاً قرآن، حدیث، فقہ اور اصولِ فقہ وغیرہ یہ قائم رکھے جائیں اور باقی معاون علوم میں کمی یا بیشی کر دی جائے۔ اس تبدیلی میں کتابوں کی تبدیلی بھی شامل ہے۔ عصر حاضر کے جدید علوم اور معاشرتی زندگی پر مشتمل مضامین بھی شامل کیے جا سکتے ہیں۔

لیکن ان تبدیلیوں کے لیے حسب ذیل شرائط لازمی ہیں:

۱۔ تمام مدارس کی ایک باقاعدہ تنظیم قائم کی جائے، جو مدارس کے نظم و نسق، نصاب، طریقِ امتحان وغیرہ میں ہم آہنگی اور یک سانیت پیدا کرے۔

۲۔ جدید و قدیم ماہرین تعلیم پر مشتمل ایک بورڈ درسِ نظامی کے نصاب پر نظر ثانی کرے اور اس میں مناسب تبدیلیاں تجویز کرے۔

۳۔ پھر اس نئے نصاب کو کامیاب کرنے کے لیے حکومت ان مدارس کی سرپرستی کرے اور نئے نصاب کی ترویج کے لیے جن ذرائع اور وسائل کی ضرورت ہو، وہ حکومت مہیا کرے۔

میرے (ڈاکٹر ممتاز احمد) اس سوال پر کہ کیا اس طرح آپ حکومت کو دینی مدارس کے نظام میں مداخلت کا موقع فراہم نہیں کریں گے؟ مولانا نے فرمایا:

اگر حکومت درسِ نظامی کے مقصد کو سمجھتی ہو اور اسے اس کی اہمیت کا احساس ہو اور حکومت کو اپنے دینی فریضے کی ادائیگی کا جذبہ ہو تو ایسی حکومت کی مداخلت کو نہ صرف یہ کہ ہم برداشت کریں گے بلکہ اس کی مداخلت کا خیر مقدم کریں گے۔ لیکن بے دین اور بے عمل نوکر شاہی کی مداخلت دینی مدارس کی تباہی کا باعث ہوگی۔ چنانچہ میرا مؤقف اس سلسلے میں یہی ہے کہ جب تک حکومت کے پاس دین دار اور فرض شناس عملہ نہ ہو، اس وقت تک دینی مدارس کے معاملات میں مداخلت کرنے کا اسے

کوئی حق نہیں۔

نصاب کی تبدیلی صرف اس وقت مؤثر اور کامیاب ہوگی، جب سارے مدارس مل کر یہ کام کریں گے۔کوئی ایک مدرسہ اکیلا یہ کام کرے گا تو کامیاب نہیں ہوگا۔حکومت نے جامعہ اسلامیہ بہاولپور میں ترمیم کے ساتھ درسِ نظامی کو چلانا چاہا،لیکن یہ تجربہ کامیاب نہیں ہوا۔

نصابِ تعلیم کی تبدیلی کو کامیاب کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حکومت تبدیل شدہ نصاب کا اعلان کرے اور کہے کہ جو مدارس اس تبدیل شدہ نصاب کے مطابق تعلیم دیں گے،ان کی سندیں عام تعلیمی ڈگریوں کے برابر تسلیم کی جائیں گی۔ یہ ایک طرح سے ترغیب ہوگی اور مدارس اپنے اپنے ہاں نصاب میں تبدیلی کرنا شروع کردیں گے۔

اس وقت مدارس عربیہ کے ساتھ ایک مشکل ہو رہی ہے کہ طلبہ کی ایک بہت بڑی تعداد مدرسے بدلتی رہتی ہے۔آج یہاں،کل وہاں،یا تو ابتدا ہی سے طلبہ ایک ہی مدرسے میں رہیں اور وہیں سے فارغ التحصیل ہوں۔ایسی صورت میں ایک متعین نصاب کی مکمل تعلیم کامیابی کے ساتھ دی جاسکتی ہے۔

اس سلسلے میں ایک بات یہ بھی ہے کہ اگر مدارس کے منتظمین کی بہت بڑی تعداد اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ نصاب میں تبدیلی ہونی چاہیے،لیکن ان میں سے کوئی بھی پہل کرنے کو تیار نہیں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مدرسہ بھی درسِ نظامی میں بنیادی تبدیلیوں کی پہل کرے گا،وہ ایک طرح سے Single Out ہوجائے گا۔اسی لیے میں کہتا ہوں کہ اس طرح کی کوشش اجتماعی طور پر ہونی چاہیے۔

میرے (ڈاکٹر ممتاز احمد) اس سوال کے جواب میں کہ کیا نصاب تعلیم میں تبدیلی کے ضمن میں ان کے پیش نظر جدید علوم عمرانیات کو شامل کرنا بھی ہے؟ مولانا نے فرمایا:

جدید علوم عمرانیات کو قدیم اسلامی علوم سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔قرآن وسنت ہی علوم عمرانی کے ماخذ ہیں اور قرآن وسنت اور فقہ کی تعلیم کے دوران ہی عمرانی مسائل پر بحث کی جاسکتی ہے اور طلبہ کو ان سے متعارف کرایا جاسکتا ہے۔اسی طرح عام اخلاقی تعلیمات بھی قرآن وسنت کی تدریس کے دوران دی جاسکتی ہیں۔البتہ جو نئی چیزیں درس نظامی کے ساتھ شامل کرنے کی ضرورت ہے وہ ہیں، بنیادی سائنس کی معلومات، جغرافیہ، تاریخ، حساب، انشاپردازی کی مشق وغیرہ۔

(دینی مدارس۔۔۔روایت اور تجدید، علماء کی نظر میں صفحہ ۵۸۔۶۱)

اپنی اولاد کو عالم دین بنائیں

علامہ پروفیسر عون محمد سعیدی

الحمد للہ! ہم سب مسلمان ہیں اور ہمارا سچا دین اسلام ہے۔ اس دین پر ہمارا پختہ ایمان ہے۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اسے اسلام پوری طرح سمجھ میں آ جائے اور اسے اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ دین کیا ہے؟ تو اس کے لیے اسے یقیناً اس عظیم کتاب کا مطالعہ کرنا ہوگا جسے اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اس کا نام "قرآن حکیم" ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام اور اسلام کی تمام تر تعلیمات جامعیت و کاملیت کے ساتھ قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ پھر قرآن حکیم کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ضرورت پیش آئے گی نبی پاک ﷺ کی احادیث کو سمجھنے کی، کیونکہ ہمیں قرآن حکیم سمجھنے کے لیے بہر صورت حدیث رسول ﷺ کی ضرورت ہے۔

پھر قرآن و حدیث دونوں کو سمجھنے کے لیے ہمیں عربی زبان سمجھنے کی بھی ضرورت ہے اور عربی زبان صرف، نحو، بلاغت، لغت اور اشتقاق وغیرہ جیسے علوم پڑھنے سے آتی ہے۔ مزید برآں قرآن و حدیث کو سمجھنے کے لیے ہمیں فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، علم الکلام اور اسی طرح کے دیگر علوم کی ضرورت بھی ہے۔

کامل مسلمان:

جو شخص کامل مسلمان بننا چاہتا ہے وہ اس وقت تک کامل نہیں بن سکتا جب تک وہ مکمل طور پر قرآن، حدیث اور فقہ جیسے علوم سے آگاہ نہ ہو جائے۔ کیونکہ اسلام سارے کا سارا انہیں کے اندر موجود ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جب ہمارا دین اسلام ہے اور اسلام کو سمجھنے کے لیے ہمیں قرآن و حدیث کی ضرورت ہے تو بحیثیت مسلمان ہمارے لیے قرآن و حدیث کے علوم پڑھنا ضروری ہیں۔ اگر ہم یہ علوم نہیں پڑھیں گے تو اسلام سے دور ہو جائیں گے۔ یہ بات قطعاً ممکن نہیں کہ اہل اسلام قرآن و حدیث اور فقہ جیسے علوم پڑھے بغیر کامل مسلمان بن جائیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

گر تو می خواہی مسلماں زیستن — نیست ممکن جز بقرآں زیستن

پس کامل مومن بننے کے لیے ہمیں فہم قرآن کی ضرورت ہے۔ فہم قرآن کے لیے ہمیں فہم حدیث کی ضرورت ہے اور قرآن و حدیث دونوں کی فہم کے لیے دیگر بہت سے علوم کی ضرورت ہے۔ یہ سب کے سب ہمیں پڑھنے پڑیں گے تب ہم اسلام کو پوری طرح سمجھ پائیں گے۔ اگر خدانخواستہ قرآن و حدیث کے سمجھنے والے ناپید ہو جائیں تو اسلام بھی اس کے ساتھ ہی ناپید ہو جائے گا۔ پس علم دین حاصل کرنا بہت بڑا فرض اور بہت بڑی سعادت ہے اور علم دین سے دوری اختیار کرنا بہت بڑا گناہ اور بہت بڑی شقاوت ہے۔ علم دین پڑھنے میں اسلام اور ایمان کا تحفظ ہے جبکہ علم دین کو چھوڑنے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری ہے۔

ایک خوبصورت مثال: دیکھیے اگر کوئی کمپنی کوئی مشین تیار کرتی ہے تو اس کو صحیح طور پر چلانے کے لیے ایک کتابچہ بھی مہیا کرتی ہے کہ آپ مشین چلانے سے پہلے اس کتابچے کو اچھی طرح پڑھ لیں اور اس کی ہدایات کے مطابق اس مشین کو آپریٹ کریں۔ ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ اگر آپ نے اس مشینری کو دی گئی ہدایات کے بغیر استعمال کرنے کی کوشش کی تو اس سے آپ کا نقصان ہو سکتا ہے۔۔۔ بالکل اسی طرح دنیا کے تمام انسان اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق ہیں۔ انسان بھی مشینری کی طرح ہے۔ اب اس مشین کو کیسے چلانا ہے؟ اللہ پاک نے اس کے لیے ایک ہدایت نامہ "قرآن حکیم" کی صورت میں بھیجا ہے کہ اس کو پڑھو اور انسانی مشین کو آپریٹ کرو بی پھر بعض اوقات جب مشین زیادہ اہم ہو تو اس کے لیے ساتھ ساتھ کوئی ایکسپرٹ بھی کمپنی کی طرف سے مہیا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ مشین بہت اہم ہوتی ہے، صرف ہدایات پڑھ کر اس کو صحیح طریقے سے نہیں چلایا جا سکتا۔ لہٰذا متعلقہ ایکسپرٹ ہمیں اس مشین کے بارے میں صحیح راہنمائی مہیا کرتا ہے۔

اسی طرح انسانیت کی مشین کو بھی صحیح طور پر چلانے کے لیے جو ہستی اللہ پاک نے اس دنیا میں مبعوث فرمائی ہے وہ "حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کی ذات بابرکات ہے جو سر سے لے کر پاؤں تک سراپا قرآن تھے۔ "کان خلقه القرآن"

پس جیسے جیسے محبوب خدا کرتا چلا جائے انسان بھی اسی طرح کرتا چلا جائے تو وہ کامیاب و

ہٹ جائے گا۔اور جب وہ قرآن کی راہ سے ہٹ گیا تو پھر انسانی مشین صحیح طور پر آپریٹ نہیں ہو سکے گی اور نتیجتاً اس کا خسارہ ہو جائے گا۔

گویا اسلام کے مطابق چلنے کے لیے ہمیں نہ صرف قرآن کو سمجھنے کی ضرورت ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی بھی ضرورت ہے۔ورنہ یہ مشین نقصان اٹھائے گی اور جہالت کی وجہ سے اس کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔

ناواقف نقصان ہی کرتا ہے:

اگر کوئی شخص قرآن وحدیث کو پڑھے بغیر زندگی گذارنے کی کوشش کرے تو اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک آدمی کو آپ نے ایک اچھی نفیس اور خوبصورت گاڑی مہیا کی، جو کہ بہت ہی قیمتی ہے، جس کے اندر اچھے سے اچھے فنکشن موجود ہیں، اور کروڑوں روپے کی ہے۔اتفاق سے جس شخص کو آپ نے گاڑی دی ہے وہ اس کو چلانے کے فن سے ناواقف ہے۔وہ گاڑی کی خوبصورتی کو دیکھ کر اس کے اندر بیٹھ جاتا ہے اور اس کو چلانے کی کوشش شروع کر دیتا ہے۔آپ کا کیا خیال ہے وہ ناواقف آدمی اس کار کے ساتھ کیا حشر کرے گا؟ یقیناً کبھی اِس دیوار میں مارے گا اور کبھی اُس دیوار میں۔اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ہمیں قرآن وحدیث کی صورت میں انتہائی قیمتی چیزیں عطا فرمائیں۔دنیا کی قیمتی سے قیمتی اشیاء بھی ان کے سامنے ہیچ ہیں۔اب اگلا سوال یہ ہے کہ کیا قرآن وحدیث کو ہر بندہ جیسے چاہے من مرضی سے چلا سکتا ہے یا ان کو بھی باقاعدہ طور پر سیکھنے کی ضرورت ہے؟ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ اگر ہر ایرا غیرا قرآن وحدیث کو من مرضی سے سمجھنے کی کوشش کرے گا تو وہ نعوذ باللہ قرآن وحدیث کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دے گا۔پس قرآن وحدیث کے لیے بھی ماہرین کی ضرورت ہے۔ایسے ماہرین جو قرآن وحدیث کی حقیقتوں سے آشنا ہوں، ان کی باریکیوں سے باخبر ہوں اور ان کی روح سے واقف ہوں۔

خدانخواستہ اگر قرآن وحدیث اَن پڑھوں کے ہاتھ میں تھما دیئے جائیں کہ وہ ان کو "حسب ضابطہ" سمجھنے کی بجائے صرف اپنی عقل اور رائے سے سمجھنے کی کوشش کریں تو وہ ان کے مفاہیم میں ایسا بگاڑ پیدا کر دیں گے کہ ان کی روح ہی ناپید ہو جائے گی۔اسی لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی

رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "عالم بننے کے لیے باقاعدہ کسی استاد کے پاس پڑھنا ضروری ہے خواہ مدرسہ میں پڑھے یا اس کے گھر میں جا کر۔ بے قاعدہ پڑھا ہوا شخص عالم نہیں کہلوا سکتا"۔

پتہ چلا کہ جب تک ہم قرآن وحدیث کے صحیح ایکسپرٹ پیدا نہیں کر دیتے تب تک اسلام کی کامیابی کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ اسی لیے ہم اپنے دوستوں سے کہا کرتے ہیں کہ آپ اپنے کم از کم ایک بیٹے اور ایک بیٹی کو عالم دین ضرور بنائیں تاکہ وہ قرآن وحدیث کے ماہر ہو جائیں۔ انہیں سمجھ کر خود بھی ان پر عمل کریں اور آپ کو بھی ان پر عمل کی راہ دکھائیں۔ ورنہ خسارہ ہی خسارہ اور نقصان ہی نقصان ہے۔ دنیا میں بھی ذلت و رسوائی اور آخرت میں بھی تباہی و بربادی۔

علم دین حاصل کرنا فرض ہے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۝

یعنی تمہاری ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے جو اپنے گھروں سے کوچ کرے اور دین کی بہترین سمجھ حاصل کرے۔ پھر جب فارغ التحصیل ہو جائے تو اپنی قوم میں واپس آئے اور انہیں اللہ کا ڈر سنائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ لوگو! خود بھی علم دین سیکھو اور اپنی اولادوں اور عزیزوں کو بھی علم دین سکھاؤ۔ انہیں ایسے اداروں میں داخل کرو جہاں وہ دین کو اس کی گہرائیوں کے ساتھ سمجھ کے آئیں۔ لیتفقھوا باب تفعل ہے، جس کا مطلب ہے دین کو اس کی گہرائیوں کے ساتھ سمجھنا۔ جدید زبان میں اس کو سپیشلائزیشن (Specialization) کہتے ہیں۔ یعنی ایسے لوگ جو دین میں اسپیشلسٹ ہوں، ایکسپرٹ ہوں اور دین کی ہر بات کا پوری مہارت کے ساتھ علم رکھتے ہوں۔ اس آیت میں دین کے فقط سطحی علم کی بات نہیں ہو رہی بلکہ مہارت کی بات ہو رہی ہے۔

اُلٹی چال:

آج صورتحال یہ ہے کہ لوگ ان پڑھ اور جاہل ہوتے ہیں، نہ قرآن کی خبر ہوتی ہے نہ

حدیث کی۔ مگر "الناس اعداء لما جهلوا" کے مطابق جب کوئی عالم انہیں بتاتا ہے کہ قرآن پاک کے احکام یہ ہیں تو وہ اس کے دشمن بن جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کو کیا خبر؟ جو الٹی سیدھی بات ہمیں سمجھ آرہی ہے بس وہ ہی درست ہے۔ جبکہ وہ شخص جس نے ساری عمر قرآن وحدیث پڑھنے پڑھانے میں کھپادی اس کے متعلق وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسے کسی شے کا پتہ نہیں ہے۔ پھر سیکولر طبقہ اور جاہل پیروں نے جلتی پہ تیل کا کام کیا ہے اور لوگوں کا ذہن علماء کے بارے میں خراب کر دیا ہے۔ یہ بہت بڑی جہالت اور بہت بڑا خسارہ ہے۔ حالانکہ جہاں اللہ تعالیٰ نے دین کے ماہرین تیار کرنے کا حکم فرمایا ہے، وہاں عام لوگوں کو یہ بھی حکم دیا ہے کہ ان ماہرین کے پیچھے چلو۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

یعنی اے لوگو! اگر تمہیں قرآن وحدیث نہیں آتے تو جنہیں آتے ہیں ان سے پوچھ کے ان کے پیچھے چلا کرو۔ (۱۷:۳۵)

فرض عین:

اس آیت کے حوالے سے مزید دو باتیں بھی ذہن میں رکھیں۔ علم دین دو طرح کا ہے۔ فرض عین اور فرض کفایہ۔

فرض عین، دین کی ان باتوں کا علم جن کی بندے کو ہمہ وقت ضرورت پیش آتی ہے یا پھر اس وقت ضرورت پیش آتی ہے جب وہ کسی نئے کام کے کرنے کا بیڑا اٹھا رہا ہو۔ مثلاً بنیادی عقائد کا علم، طہارت ونجاست کا علم، حلال وحرام کا علم، شادی کر رہا ہے تو نکاح وطلاق کے مسائل کا علم، کاروبار کر رہا ہے تو تجارت کی مسائل کا علم، بینکنگ کے شعبہ میں ہے تو اسلامی معیشت کا علم، نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے مسائل کا علم، روزہ رکھ رہا ہے تو اس کے مسائل کا علم، حج کر رہا ہے تو اس کے مسائل کا علم، زکوٰۃ فرض ہو چکی ہے تو اس کے مسائل کا علم، عدالت میں ہے تو اس کے مسائل کا علم، ڈاکٹر ہے تو اس سے متعلقہ مسائل، کہیں نوکری کر رہا ہے تو اس سے متعلقہ مسائل۔ یہ ہیں وہ بنیادی چیزیں جن کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور اگر ہر مسلمان نے اپنی متعلقہ ضرورت اور شعبہ کے متعلق دین کا علم حاصل نہ کیا تو وہ بہت بڑا گناہگار ہے۔ اس سے قبر اور حشر میں مواخذہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا تو نے ہمارے دین کا علم حاصل کیوں نہ کیا؟ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ جس پر نماز فرض ہے اس پر

صرف نماز ہی فرض نہیں، نماز کے مسائل کا سیکھنا بھی فرض ہے۔ جس پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر زکوٰۃ ہی فرض نہیں اس کے مسائل کا سیکھنا بھی فرض ہے۔ مزید برآں زندگی کے جس شعبہ کا بھی وہ کام کر رہا ہے اس سے متعلقہ دینی احکام کا سیکھنا اس پر فرض عین ہے ورنہ وہ اللہ و رسول کا نافرمان ہے۔

حدیث پاک سے ثبوت لیجئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

طلب العلم فریضہ علی کل مسلم ہر مسلمان پر علم دین حاصل کرنا فرض ہے۔ (چاہے وہ مرد ہو یا عورت)۔

لہٰذا جو حاصل نہیں کرے گا، قیامت کے دن وہ رب کریم کا مجرم بن کر آئے گا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے فرض علم حاصل کیوں نہیں کیا تھا۔

ایسی بنیادی باتیں سیکھنے کے لیے بندے کو صرف دو تین سال درکار ہوتے ہیں۔ اتنے عرصہ میں آدمی کافی حد تک دین کی اہم اور ضروری باتیں سیکھ جاتا ہے۔۔ لہٰذا ہر شخص کو چاہیے کہ وہ روزانہ اپنی زندگی میں سے کچھ وقت نکال کر علم دین حاصل کرے۔۔ اگر وہ تھوڑا تھوڑا بھی سیکھتا رہے تو ایک دن اسے دین کی بہت سی سمجھ بوجھ حاصل ہو جائے گی۔

فرض کفایہ:

اب آئیے فرض کفایہ کی طرف، فرض کفایہ یہ ہے کہ ہر علاقے میں علماء کی ایک جماعت ایسی ہو جو صرف دین کی بنیادی باتیں ہی نہ سمجھتی ہو بلکہ دین کے جملہ احکام، تمام کلیات اور اہم جزئیات سے آگاہ ہو۔ "فلولا نفر" والی آیت میں اسی فرض کفایہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

لہٰذا ہر علاقہ میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جسے قرآن کی ہر آیت اور آقا ﷺ کی ہر حدیث کا پتہ ہو، فقہ کی تمام کتب کی سمجھ ہو۔ وہ جماعت تمام اسلامی علوم کی ماہر، ایکسپرٹ اور اسپیشلسٹ ہو۔ ایسے لوگوں کو شریعت مطہرہ میں علماء اور فقہاء کہا جاتا ہے۔۔ ظاہری بات ہے کہ اگر دین کی بنیادی باتیں سیکھنا ہر بندے کے لیے ضروری ہے تو پھر "پورے دین" کی سمجھ بھی تو کچھ لوگوں کو ہونی چاہیے تاکہ ایسے لوگوں سے دین کی ہر بات دریافت کی جا سکے اور وہ ہر لحاظ سے بھرپور راہنمائی کر سکیں۔ اگر قرآن کا یہ حکم عقل و خرد کی روشنی میں کوئی اہمیت رکھتا ہے تو پھر اس کام کے لیے ہمیں کم از کم اپنے ایک بیٹے اور ایک بیٹی کو علم دین کے لیے وقف کرنا ہوگا۔ جبکہ بقیہ اولاد کو دین کی بنیادی باتیں سکھا کر

دوسرے کاروبار میں لگایا جاسکتا ہے۔

یاد رہے کہ دین کا مکمل عالم بننا فرض کفایہ ہے۔ اگر کسی علاقے میں کوئی بھی شخص مکمل عالم نہیں بنے گا تو سارے کا سارا علاقہ گناہگار ہوگا، سب ہی اللہ کے مجرم ہوں گے۔ پس اس فرض کفایہ کو ادا کرنے کے لیے ہمیں اولادوں کو عالم بنانا ہوگا اور اس کے لیے ان کا خرچہ بھی برداشت کرنا ہوگا، ان کی مالی سرپرستی بھی کرنا ہوگی، ان کو لباس اور خوراک بھی مہیا کرنے ہوں گے، ان کو کتابیں بھی فراہم کرنا ہوں گی، ان کی ضروریات کا خیال بھی رکھنا ہوگا۔ جس طرح ہم عصری علوم کے لیے اپنی اولادوں پر زر کثیر صرف کرتے ہیں اس سے ہزاروں گنا زیادہ جذبہ کے ساتھ دینی علوم پڑھنے والوں پر اپنا مال خرچہ کرنا چاہیے اور یہی ایمان کامل کی نشانی ہے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ یہ نیک کام کر کے ہم ان پر کوئی احسان نہیں کر رہے بلکہ اپنا فرض کفایہ ادا کر کے خود اپنی ذات پر احسان کر رہے ہیں۔ کیونکہ ایسی عالم جماعت کا تیار کرنا ہماری ذمہ داری ہے ورنہ ہم عصیاں شعار قرار پائیں گے۔۔۔۔۔ مزید یہ کہ اس جماعت کی تیاری کے لیے ہمیں ان مدارس کی خدمت بھی کرنی چاہیے جن میں دین کی صحیح تعلیم دی جارہی ہو۔ تاکہ جو بچے وہاں زیر تعلیم ہیں ان کے عالم بننے میں بھی ہمارا حصہ شامل ہو سکے۔ لیکن یاد رہے کہ صرف اسی پر اکتفا کر لینے سے خلاصی نہ ہوگی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ خود اپنے بھی کم از کم ایک بیٹا بیٹی، پوتا پوتی یا نواسہ نواسی وغیرہ کو وقف کرنا ہوگا۔ جس کے نتیجہ میں ہمارے خاندان کے زیادہ نہیں تو دو افراد خدمت دین میں مصروف ہو جائیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہو جائیں گے۔

آرزوئے خدا:

اس آیت پاک سے ایک اور بات بھی معلوم ہوئی اور وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فلولا نفو" تو اس میں "فلولا" کے الفاظ قابل غور ہیں۔۔۔۔۔ یعنی "ایسا کیوں نہ ہوا" کہ تمہاری ہر جماعت میں سے ایک گروہ علم دین حاصل کرتا۔۔۔ اس سے پتہ چلا کہ اپنی اولاد کو علم دین پڑھانا اللہ تعالیٰ کا حکم ہی نہیں بلکہ اس کی آرزو بھی ہے۔ ذرا سوچیئے کہ اگر ہمارے کوئی بزرگ ہمیں کسی کام کا حکم دیں یا کسی کام کی خواہش کا اظہار کریں تو ہم ان کے حکم اور ان کی خواہش کا احترام کرتے ہیں اور اس کام کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر بزرگوں کی بات کا پورا کرنا ہماری پہلی ترجیح ہوتا ہے تو پھر

اپنے خالق و مالک کی بات کا پورا کرنا کتنا زیادہ ضروری ہونا چاہیے۔ اس پر بھی ہمیں غور کرنا ہوگا۔ ذرا دیکھیے تو سہی! خود رب العالمین فرما رہا ہے کہ تمہارے ہر علاقہ میں ایک جماعت کو عالم دین ہونا چاہیے۔ خود خالق کائنات یہ آرزو کر رہا ہے کہ تم اپنے عزیزوں کو عالم دین بناؤ۔ اب آپ ہی سوچ کر بتائیں کہ کیا ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس آرزو کو پورا نہیں کرنا چاہیے؟۔

مذکورہ نکتہ کے سمجھ لینے کے بعد اب دیکھتے ہیں کہ کون شخص اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے اور کون اس کو خوش کرنے کا عزم بالجزم کرتا ہے۔ ہے کوئی ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ سے عرض کرے کہ مولا! چونکہ تو نے مجھ سے آرزو فرمائی ہے لہٰذا میں تیرا بندہ سب سے پہلے تیری اس آرزو کو پورا کروں گا۔ میں بھی تیرا ہوں، میرا مال بھی تیرا ہے اور میری اولاد بھی تیری ہے، بلکہ میرے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب کچھ تیرا ہے۔ اولاد کو عالم بنانا تو معمولی بات ہے، میں تو اپنی جان تک تیری خاطر نثار کرنے کے لیے تیار ہوں۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آرزوئے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

یاد رہے کہ عالم بننا اور بنانا صرف آرزوئے خدا ہی نہیں بلکہ آرزوئے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے۔۔۔۔۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین   یعنی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کا ماہر بنا دیتا ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہم عالم بنیں اور عالم بنائیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس طرح ترغیب دلائی کہ دیکھو جس شخص کو اللہ تعالیٰ دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے تو یوں سمجھو کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا بھلا کر دیا ہے۔۔۔ آج لوگوں کی سوچ الٹی ہوگئی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے دولت دے دی اس کے ساتھ بھلا کر دیا۔ جس کو گاڑی دے دی اس کے ساتھ بھلا کر دیا۔ جس کو کوٹھی دے دی اس کے ساتھ بھلا کر دیا۔ جس کو زمین دے دی اس کے ساتھ بھلا کر دیا۔ جس کو عہدہ دے دیا اس کے ساتھ بھلا کر دیا۔ مگر پیارے نبی

ﷺ نے بھلائی کا جو معیار بتایا دیا وہ یہ نہیں جو ہم نے سمجھ رکھا ہے۔ وہ تو یہ ہے کہ جس کو اللہ نے دینی علوم کی مہارت دے دی اس کے ساتھ بھلا کر دیا۔

لہٰذا جو شخص علم دین حاصل کرے گا اس کو پیارے اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ملے گی اور پیارے مصطفیٰ ﷺ کی رضا بھی ملے گی۔ اور جس کے ساتھ اللہ اور اس کا رسول ﷺ راضی ہو جائیں تو اسے اور کیا چاہیے۔۔۔۔ یہی تو کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔۔۔۔ ایک انسان کی سب سے بڑی خواہش یہ ہونی چاہیے کہ اس کا خالق و مالک اور اس کے نبی ﷺ اس پر راضی ہو جائیں۔ قرآن حکیم میں ہے:

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اللہ تعالیٰ و رسول ہی کو راضی کرنا سب سے بڑی بات ہے۔

پس تحقیق سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ و رسول ﷺ ہم سے اسی وقت راضی ہوں گے جب ہم خود بھی علم دین حاصل کریں گے اور اپنے بچوں کو بھی عالم دین بنائیں گے۔ پس وہ لوگ جو اعلیٰ سوچ کے مالک ہیں اور دنیا و آخرت میں عزت حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں، ان کا فرض منصبی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو حصول علم دین کی راہ پر لگائیں۔ جبکہ وہ خوش نصیب لوگ جو پہلے ہی اس حکم پر عمل پیرا ہیں اور اپنی اولاد کو عالم بنا رہے ہیں تو وہ بہت ہی پیارے لوگ ہیں، اللہ و رسول ﷺ کے حکم کو پورا کر رہے ہیں۔ اللہ و رسول ﷺ کی آرزو کو پورا کر رہے ہیں۔ اللہ و رسول ﷺ کی رضا کے راستے پر چل رہے ہیں اور اللہ و رسول ﷺ کی توقعات پر پورا اتر رہے ہیں۔ لہٰذا ان پر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ راضی ہیں راضی ہیں۔

اعلیٰ سوچ والے:

ہم نے "اعلیٰ سوچ" کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ جو لوگ اللہ و رسول کے حکم پر عمل کر رہے ہیں ان کی سوچ بہر حال اعلیٰ ہے۔ وہ کبھی گھٹیا نہیں ہو سکتی۔ جبکہ وہ شخص جو اللہ کے حکم کو پورا نہیں کر رہا تو اس کی سوچ بہت گھٹیا ہے، وہ کبھی اعلیٰ سوچ کا مالک نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ایسا شخص کسی قسم کی تعریف کا مستحق ہے۔ لہٰذا وہ لوگ جو اعلیٰ سوچ کے مالک ہیں، ہماری ان سے گزارش ہے کہ وہ اپنی اولاد کو قرآن و حدیث کا ماہر بنائیں۔۔ جبکہ وہ لوگ جو اپنی اولادوں کو عالم دین بنانے کی خواہش نہیں رکھتے، مجھے کہنے دیجئے کہ ان کی سوچ میں پرلے درجے کا گھٹیا پن پایا جاتا ہے خواہ وہ دنیا کا کوئی بھی علم

اپنے بچوں کو پڑھاتے رہیں۔ وہ بہر حال اعلیٰ نہیں ہو سکتے۔

سنت خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

تعلیم قرآن ایک ایسا عظیم کام ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات پاک کی طرف فرمائی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

الرحمن علم القرآن — رحمن تو وہ ہے جو قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔

تعلیم قرآن جہاں خدائے پاک کی سنت ہے وہاں پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انما بعثت معلما۔ — بیشک میں آیات ربانی کا معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

معلوم ہوا کہ قرآن حکیم کا پڑھنا اور پڑھانا کائنات کی سب سے عظیم ہستیوں کا کام ہے۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقدس فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قرآن دے کر بھیجتا ہے۔ وہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے امت تک پہنچاتے ہیں۔ سبحان اللہ! کیسا عظیم سلسلہ ہے۔ اور جو اس سلسلہ سے وابستہ ہے وہ بھی کتنا عظیم ہے۔ مبارکباد کا مستحق ہے وہ شخص جو خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو پورا کر رہا ہے۔ اور نالائق ہے وہ شخص جو قرآن پڑھنے پڑھانے سے کنی کتراتا ہے، اس پر بڑا افسوس ہے۔ وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ سے ہٹ گیا ہے اور انتہائی گھٹیا سوچ کا مالک ہے۔

پس وہ لوگ جو تعلیم قرآن کا کام کر رہے ہیں ان سے زیادہ اچھی اور اعلیٰ سوچ کا مالک کوئی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا آج کے بعد جو بھی شخص آپ کو یہ بتائے کہ وہ اپنے بیٹے کو عالم دین بنا رہا ہے تو اسے گلے سے لگا لیجئے اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیجئے کیونکہ اس نے اپنے لیے ایک عظیم کام کا انتخاب کر کے بہت بڑا کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ یقیناً وہ بہت بڑے اعزاز کا مستحق ہے۔

گھٹیا ذہنیت:

آج قوم کی ذہنیت اس حد تک گھٹیا ہو چکی ہے کہ جب انہیں کسی شخص کے متعلق پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو عالم دین بنا رہا ہے تو انہیں مرچیں لگ جاتی ہیں، طبیعت متلانے لگتی ہے۔ ناک بھوں

چڑھا کر بڑے خبیث لہجے میں اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو دین پڑھا کے کیا کرے گا اور قرآن وحدیث سے اس کو کیا حاصل ہو گا؟۔۔۔۔لعنت ہے اس سوچ پر۔۔۔۔۔ذرا سوچیئے کہ کیا ان لوگوں کی یہ گھناؤنی بات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا پر مبنی ہے؟ کیا اس سے اللہ و رسول ﷺ کو خوشی ہوگی اور وہ ان سے راضی ہو جائیں گے؟ یقیناً نہیں، ہر گز نہیں۔ یہ تو خالصتاً شیطانی بات ہے۔

اس قسم کے بدفطرت، بدخصلت، بدقماش اور بدمعاش لوگ غالباً یہی چاہتے ہیں کہ قوم علم دین سے دور ہو جائے اور اپنی اولادوں کو علم دین پڑھانا بند کر دے۔ مگر لوگ الحمد للہ پھر بھی ان کی باتوں میں نہیں آتے اور علم دین کا سلسلہ جاری وساری رکھتے ہیں۔ اس پر بھی انہیں بہت سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں نے قسم اٹھا رکھی ہوتی ہے کہ کم از کم انہوں نے اپنی اولادوں کو تو علم دین کے قریب آنے ہی نہیں دینا۔ نعوذ باللہ۔ ایسی ہی گھٹیا اور گندی سوچ کے مالک لوگ، مدارس میں پڑھنے والے طلباء کو گھٹیا سمجھتے ہیں اور سکول، کالج وغیرہ میں پڑھنے والوں کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔۔۔۔تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو۔

جو دلائل ہم نے اب تک پیش کیے ذرا ان کو سامنے رکھیے اور پھر بتائیے کہ اعلیٰ کون ہے اور گھٹیا کون؟ کیا قرآن وحدیث پڑھنے والے بھی گھٹیا ہو سکتے ہیں اور کیا قرآن وحدیث سے دور بھاگنے والے بھی اچھے ہو سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں، ہر گز نہیں۔ بلکہ ہمارا نظریہ تو یہ ہے کہ علماء اور طلباء ہمارے سروں کے تاج، آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہیں۔ یہی تو ہمارے ایمان کے محافظ اور اللہ کے دین کے سچے وارث ہیں۔ اور جو لوگ علم دین سے دور ہیں ان کی حیثیت کاٹھ کباڑ سے کچھ زیادہ نہیں۔

آج کے بعد وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند تخیل اور اعلیٰ فکر سے نوازا ہے، وہ اپنی یہ پکی سوچ بنالیں کہ وہ اپنی اولاد کو علم دین کی راہ پر لگائیں گے۔ کم از کم ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو تو ضرور عالم دین بنائیں گے۔ اور اگر سارے بھی بنا دیئے تو نقصان کا سودا نہیں۔ کیونکہ حضور ﷺ کی واضح حدیث ہے:

خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ — تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ سنا دیا کہ وہ لوگ جو قرآن حکیم سیکھنے اور سکھانے

میں مشغول ہیں وہ اس کائنات کے سب سے بہترین عمدہ اور معیاری لوگ ہیں۔لہٰذا اگر ساری اولاد بھی عالم بن گئی تو ساری کی ساری بلند ترین مقام پر فائز ہوگئی۔

تحدیث نعمت:

یہاں تحدیث نعمت کے طور پر عرض کروں گا کہ میرے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ مالی لحاظ سے خوشحال نہیں تو تنگدست بھی نہیں تھے۔لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کا ایک ہی بیٹا ہے۔اسے ڈاکٹر، انجینئر، پائلٹ یا جج وغیرہ بنائیں۔والد گرامی نے فرمایا کہ نہیں میرا بیٹا قرآن وحدیث کا عالم بنے گا اور پھر انہوں نے مجھے بڑی ثابت قدمی کے ساتھ علم دین کی راہ پر لگا دیا۔الحمدللہ میں عالم تو نہیں خاکپائے علماء ضرور بن گیا(یہ مضمون اس دعویٰ کی دلیل ہے)۔آج جب بھی میں اپنی زندگی میں پیچھے مڑ کے دیکھتا ہوں،تو قدم قدم پر اپنے والدین کا احسان مند ہوتا ہوں کہ انہوں نے میرے لیے اس دنیا کی سب سے اعلیٰ تعلیم کا انتخاب کیا۔اگر آج میں ڈاکٹر،انجینئر ،پائلٹ،جج یا سائنسدان وغیرہ ہوتا تو پتہ نہیں دین کے متعلق میرے کیا خیالات ہوتے اور نہ جانے میں دنیا کی کون کون سی رنگینیوں میں غرق ہوتا۔لیکن یہ میرے والدین کی مہربانی کا نتیجہ ہے کہ آج میں قرآن کی آیتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھتا پڑھاتا ہوں۔مجھے اس سے بڑھ کر اور کیا نعمت میسر ہو۔اگر میرے والدین مجھے کچھ اور بناتے تو میں ان کا اتنا احسان مند نہ ہوتا جتنا کہ میں اب ان کا احسان مند ہوں۔ فالحمدللہ علی ذلك۔

علوم دینیہ بہت وسیع ہیں:

قرآن وحدیث کے علوم بہت وسیع ہیں۔ان کی فہم کے لیے پوری پوری زندگی چاہیے۔ہم نے دینی تعلیم کے متعلق جو یہ سوچ بنالی ہے کہ وہ تو بس عمومی قسم کی چند چیزوں کے حصول کا نام ہے،یہ انتہائی غلط ہے۔بعض لوگوں کے نزدیک تو قرآن کریم کو خرید کر گھر میں رکھ لینا ہی دینی تعلیم کے لیے کافی ہے۔بعض کے نزدیک ناظرہ اور چند دعائیں یاد کر لینا کافی ہے۔کچھ لوگوں کا ذہن یہ ہے کہ بچے کو حافظ بنا دینے سے علم دین پورا ہو جاتا ہے۔حالانکہ حفظ وناظرہ ایک سعادت ضرور ہے لیکن اس سے بندہ عالم دین نہیں بن جاتا۔علم دین تو قرآن وحدیث کو سمجھنے کا نام ہے۔اگر ان کی کامل آگہی چاہیے تو اس

کے لیے انسان کو پوری زندگی وقف کرنے کی ضرورت ہے۔ جن لوگوں نے اپنی ساری ساری زندگیاں قرآن وحدیث کے علوم پر کھپا دیں، اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ آج بھی اپنے آپ کو پرائمری کا طالب علم ہی سمجھتے ہیں۔ اسی سے سمجھ جائیں کہ دین کا علم کتنا وسیع ہے۔ اور وہ لوگ کتنی عجیب وغریب سوچ کے مالک ہیں جو دو چار چیزیں پڑھ لینے کے بعد اپنے آپ کو مفتی سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ کوئی چھوٹا سا کتابچہ پڑھ لیتے ہیں تو محقق العصر کہلاتے ہیں۔ آٹھ دس شعر یاد کر لیتے ہیں تو خطیب اعظم بن جاتے ہیں۔ پندرہ بیس سورتیں یاد کر لیتے ہیں تو امام الائمہ کا منصب سنبھال لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ چیزیں علم دین کے الف با میں بھی مشکل سے ہی آتی ہیں۔

بیٹا آپ کیا پڑھ رہے ہو؟ لوگوں کی عادت ہے کہ جب وہ کسی بچے سے ملتے ہیں تو اس سے پوچھتے ہیں کہ تم کونسی کلاس میں پڑھتے ہو اور کون سے سکول میں پڑھ رہے ہو؟ حالانکہ عادت یہ ہونی چاہیے کہ جب بھی کوئی بچہ ملے تو اس سے پوچھا جائے کہ بیٹا قرآن کتنا پڑھ لیا ہے؟ حدیث کی کتنی کتابیں پڑھ لیں ہیں؟ فقہ وسیرت میں کیا کچھ حاصل کر لیا ہے؟۔

اگر آپ آج کے نوجوان سے مذکورہ باتیں پوچھیں گے تو بدقسمتی سے اس کا جواب یہی ہوگا کہ نہ تو ہم نے قرآن پڑھا ہے اور نہ ہی حدیث، نہ تو فقہی مسائل سیکھے ہیں اور نہ ہی سیرت طیبہ کا کچھ پتہ ہے۔ اگر آپ اس سے مزید پوچھیں کہ بیٹا آپ نے یہ سب چیزیں کیوں نہیں پڑھیں تو جواب ملے گا کہ بابا جان نے نہیں پڑھائیں۔

یہاں میری ہر بابا جان سے گزارش ہے کہ جناب! اپنے بچوں کو قرآن پڑھائیں، انہیں حدیث کی تعلیم دلوائیں۔ انہیں فقہی مسائل سکھائیں۔ انہیں حضور کی سیرت سے آگاہ کریں تاکہ جب ان سے پوچھا جائے کہ بیٹا تم نے یہ سب کچھ پڑھا ہے؟ تو وہ کہہ سکیں کہ ہاں ہمارے بابا جان نے ہمیں یہ سب کچھ پڑھایا ہے اور ساتھ ہی آپ کو دعائیں بھی دیں۔

جہالت پہ قناعت:

ہمارے نزدیک قرآن وحدیث اور فقہ وعقائد کا نہ پڑھنا بہت بڑی جہالت ہے۔ جو بچہ قرآن، حدیث، شریعت، عقائد اور اسلامی احکام سے ناواقف ہے وہ جاہل ہے۔ اور اچھی طرح ذہن میں بٹھا لیں کہ اس جہالت پہ قناعت کرنا نہایت بری بات ہے۔ اگر کسی بندے کو کوئی شے نہیں آتی تو وہ

جاہل ہی نہ پھرتا رہے بلکہ آگے بڑھ کر اپنی جہالت کو دور کرے۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سفید داڑھی والا بوڑھا شخص آیا، آپ نے اس سے پوچھا: "کیا تم نے قرآن وحدیث بھی پڑھے ہیں؟" اس نے کہا کہ نہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "کوئی بات نہیں اب علم حاصل کرلو۔" اس بزرگ نے جواب دیا: داڑھی سفید ہوگئی ہے اب پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ باب مدینۃ العلم رضی اللہ عنہ نے اس کو جو تاریخی جواب ارشاد فرمایا وہ سنیے اور سر دھنیے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "بڑے افسوس اور تعجب کی بات ہے، سفید داڑھی کے ساتھ جاہل رہتے ہوئے تو شرم نہیں آتی مگر علم پڑھتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

اللہ کا پیغام:

اگر آج کسی کے پاس اس کے دوست کا انگریزی میں خط آجائے اور اسے انگریزی نہ آتی ہو تو وہ کیا کرے گا؟ کیا خط کو بند کر کے رکھ دے گا؟ یقیناً نہیں! پہلے تو خود پڑھنے کی کوشش کرے گا۔ اگر خود سمجھ نہیں آئے گی تو پھر کسی ماہر سے پڑھوائے گا تاکہ اس کو پتہ چل سکے کہ اس کے دوست نے اس خط میں کیا لکھا ہے؟ جب تک وہ اپنے دوست کا پیغام اچھی طرح نہیں سمجھ لے گا، چین سے نہیں بیٹھے گا۔

بس یوں ہی سمجھ لیجئے کہ رب العالمین نے بھی ہمیں قرآن کی صورت میں ایک خط (پیغام) بھیجا ہے اور وہ ہمارا سب سے بڑا خیر خواہ اور دوست بھی ہے۔۔ یہ خط اس نے ہمارے لیے بھیجا ہے اور ہمارے نام بھیجا ہے۔ اس میں بار بار:

یا ایھا الناس اور	اے لوگو! میری بات سنو۔
یاایھا الذین آمنو	اے ایمان والو! میری بات سنو۔

کہہ کر ہمیں مخاطب کیا ہے۔ اب اگر ہمیں اپنے پیارے اللہ تعالیٰ کا پیغام "قرآن حکیم" سمجھ میں نہ آئے تو ہمیں چین سے نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ اٹھ کے بھاگ پڑنا چاہیے۔ تفسیریں لے کر آئیں، ترجمے لے کر آئیں، کسی ماہر کے پاس جائیں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ ہمارا اللہ ہمیں کیا کہتا ہے۔ جس طرح اپنے دوست کا خط ہم فقط چوم کر اوپر نہیں رکھ دیتے کہ چلو بھئی گھر میں پڑا رہے گا برکت ہوتی رہے گی، اسی طرح رب العالمین کے پیغام (قرآن پاک) کے ساتھ بھی ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ اسے غلاف میں بند کر کے بلند مقام پر رکھ دیں۔

مقامِ قرآن سے بے خبری:

جب سے، ہم قرآن فہمی سے دور ہوئے ہیں تب سے ہم نے اسے پتہ نہیں کن کن کاموں پر لگا دیا ہے۔ ختموں پہ لگا دیا، تعویذوں پہ لگا دیا، ایصال ثواب پہ لگا دیا، فوت ہونے والے پر سورۃ یاسین پڑھنے پہ لگا دیا وغیرہ وغیرہ۔ ان چند کاموں کے علاوہ ہم قرآن حکیم سے کوئی اور کام لینے سے قاصر ہیں۔ حالانکہ قرآن صرف انہی کاموں کے لیے نہیں آیا اور نہ ہی یہ قرآن کے نزول کا بنیادی مقصد ہیں۔ اگر چہ یہ کام بھی قرآن سے ہوتے ہیں ہم ان کے منکر نہیں ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ قرآن صرف اُنہی کاموں کے لیے نہیں آیا جن کاموں پر ہم نے اسے لگا رکھا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیے کہ مثلاً ایک بہت بڑا انجینئر ہے، جو بڑی بڑی عمارتیں ڈیزائن کر سکتا ہے، بڑے بڑے پل ڈیزائن کر سکتا ہے۔ ہم اس کے ذمہ یہ کام لگا دیں کہ بھائی ہمیں دو مرغیاں رکھنے کے لیے ایک ڈربہ ڈیزائن کر دو تو وہ اس پر کیا کہے گا۔ یہی نا کہ تم میری توہین کر رہے ہو، میرے مقام کو گھٹا رہے ہو۔ میں تو بڑے بڑے پل اور بڑی بڑی عمارتیں ڈیزائن کر سکتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ مرغیوں کا ڈربہ بنا دو۔ یہ ڈربے بنانا بھی مجھے آتے ہیں مگر ہم سے کوئی بڑی چیز بنواؤ۔ یہ تو معمولی نوعیت کے کام ہیں۔

قرآن کے ساتھ بھی ہم نے کچھ یہی کام کیا ہے۔ قرآن تو وہ ہے جو ہمارے لیے ساری کائنات مسخر کر سکتا ہے۔ قرآن تو وہ ہے جو ہمیں ساری دنیا کا حکمران بنا سکتا ہے۔ قرآن تو وہ ہے جو ہمیں درجہ امامت پہ فائز کر سکتا ہے۔ قرآن تو وہ ہے جو علوم وفنون کے سمندر بہا سکتا ہے۔ مگر ہم نے اس سے یہ چیزیں تو نہ سیکھیں البتہ اپنی بدترین غلامی اور ذلت و رسوائی کے داغ دھبے اس کے روشن چہرے پر لگا دیے۔ آج اغیار کہتے پھرتے ہیں کہ اگر قرآن میں کچھ ہوتا تو مسلمانوں کا یہ حال نہ ہوتا۔

۔۔۔۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس قرآن کی وجہ سے، بہت سی قوموں کو عروج ملتا ہے اور بہت سی قوموں کو زوال آتا ہے۔۔۔۔۔ جو اس کی راہ پر نہیں چلتے، وہ زوال پذیر ہو جاتے ہیں اور جو اس کا راستہ اختیار کر لیتے ہیں وہ دنیا کے حکمران بن جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ قرآن کی دی ہوئی شاہراہ پر چلے تو دنیا ان کے لیے بازیچہ اطفال بن گئی، بڑی بڑی سپر پاورز ان کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئیں، بڑی بڑی بادشاہتیں ان کے سامنے زمیں بوس ہو گئیں۔۔۔۔۔ جبکہ ہم نے قرآن کو چند وظیفوں اور ختموں پہ لگایا تو ہم بندوں اور پیسوں کے

غلام بن گئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح ہم نے یقیناً قرآن کے مقام کو گھٹا دیا ہے۔ اگر آج بھی ہم دنیا پر اسلام کا سکہ بٹھانا چاہتے ہیں، نظام مصطفیٰ ﷺ کا بول بالا چاہتے ہیں اور دیگر عظیم تر مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں فہم قرآن کی طرف قدم بڑھانا ہوگا اور یہ تہیہ کرنا ہوگا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ کم از کم ہمارا ایک بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی یا خاندان کا کم از کم ایک بچہ بچی قرآن و حدیث کی تعلیم ضرور حاصل کریں گے اور ان کے ماہر بنیں گے۔

ماہِ تاباں سے کہہ دو اپنی کرنوں کو چن کے رکھ لے
میں اپنے صحرا کے ذرے ذرے کو چمکنا سکھا رہا ہوں

اسلام قیامت تک کے لیے ہے:

ایک اور مضبوط دلیل ملاحظہ فرمائیں، جس سے یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ آ جائے گی کہ اپنی اولاد کو "علم دین" پڑھانا صرف اچھا کام ہی نہیں بلکہ ضروری کام بھی ہے۔ ایسا کرنا صرف آخرت کے لیے ہی مفید نہیں بلکہ دنیا کے لیے بھی انتہائی ضروری ہے یہی ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اسلام کا پیغام صرف نبی پاک ﷺ کے زمانہ کے لیے ہی نہیں تھا بلکہ قیامت تک آنے والی تمام صدیوں کے لیے تھا۔ کیونکہ اسلام ہر دور کا مذہب ہے اور اس نے قیامت تک کے لیے باقی رہنا ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن، حدیث، فقہ، سیرت اور اس طرح کے دیگر علوم اسلام کی اساس ہیں۔ اسلام انہی کی بنیاد پر آگے بڑھتا ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ علوم عطا فرمائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تابعین کو دیئے، تابعین نے تبع تابعین کو دیئے۔ نسل در نسل یہ سلسلہ اسی طرح چلتا اور آگے بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ آج ہم پندرہویں صدی میں اسلام کا نام لے رہے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اسلام نے ہمارے بعد والی صدی میں بھی داخل ہونا ہے یا نہیں؟ اور کیا ہمارے بعد والوں تک بھی یہ پیغام پہنچنا چاہیے یا نہیں؟! اگر تو اگلی نسلوں کو اس کی ضرورت نہیں تو پھر واقعی "علوم اسلامیہ" کو بھی پڑھنے پڑھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم نے پڑھ لیا بس اتنا ہی کافی ہے۔ کیونکہ ہمارے بعد کسی کو اسلام درکار نہیں ہے بی لیکن اگر ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اسلام نے ابھی آگے بڑھنا ہے اور آنے والی نسلوں تک بھی پہنچنا ہے تو پھر ہمیں اپنی کافرانہ روش ترک کر

کے اپنی اولادوں کو علم دین پڑھانا پڑے گا، انہیں قرآن وسنت سے آگاہی بخشنی ہوگی، انہیں فقہ و سیرت کے علوم ازبر کرانے ہوں گے۔ اگر ہم اس پر آمادہ ہیں تو پھر سمجھ لیجئے اسلام بھی آگے بڑھنے کو تیار ہے ورنہ وہ یہیں ٹھپ ہو کے رہ جائے گا (اور شاید ہم اپنے طرزِ عمل سے اس کو ٹھپ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں)۔

اگر ہماری یہ بات کسی کو سمجھ آ گئی ہو تو پھر وہ آج ہی سے تہیہ کرلے کہ اس نے اپنے فرض سے پہلو تہی نہیں کرنی۔ اسلام کو اگلی صدی تک پہنچانے کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کرنا ہے اور اس کے لیے اپنی پوری توانائی خرچ کرنی ہے۔ اور اگر اب بھی کسی کو یہ بات سمجھ نہیں آئی اور وہ اپنے اس فریضے سے چشم پوشی کرنے پر تلا ہوا ہے تو پھر اسے دنیا و آخرت میں مواخذہ کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اللہ اور رسول ﷺ اس سے یہ پوچھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ تمہیں دنیا میں جو حیاتِ مستعار کے چند لمحات دیئے گئے تھے ان میں تم نے اسلام کی آواز کو آگے پہنچانے میں اپنا کیا کردار ادا کیا تھا۔

علماء کرام کا احسان:

یہ تو ہم اپنے ان علماء کرام کا احسان مانیں جنہوں نے تن تنہا پوری قوم کا بوجھ اٹھا لیا اور اپنی دیوانہ وار جدوجہد سے دینی تعلیم کو آگے بڑھایا۔ نجانے اس کے لیے انہیں کتنی کتنی قربانیاں دینی پڑیں اور کیسی کیسی مشقتیں جھیلنی پڑیں۔ ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ دو چار مثالیں ملاحظہ ہوں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ چودھویں صدی کے عظیم عالم دین تھے۔ آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک بہت بڑا فقہی انسائیکلو پیڈیا مرتب کیا جو کہ "فتاویٰ رضویہ" کی ۳۳ جلدوں کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ جید علماء اور منتہی طلباء اس کو پڑھتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے سینکڑوں کتابیں لکھیں۔ قرآن حکیم کا ترجمہ "کنز الایمان" لکھا۔ "حدائق بخشش" جیسا گلدستۂ نعت رقم کیا۔ بس یوں سمجھ لیجیے کہ ایک لحاظ سے انہوں نے یکہ وتنہا اسلام کے کام کو آگے بڑھایا۔ حالانکہ یہ صرف انہی کی نہیں بلکہ ہر مسلمان کی ذمہ داری تھی۔

دوسری مثال ہمارے کراچی کے عالم دین سعید ملت حضرت مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ کی ہے جنہیں اٹھارہ قسم کے امراض لاحق ہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے ۱۲ ضخیم جلدوں میں قرآن حکیم کی تفسیر "تبیان القرآن" لکھ دی۔ سات ضخیم جلدوں میں "شرح صحیح مسلم" لکھ دی اور اب

بخاری شریف کی شرح "نعمۃ الباری" لکھ رہے ہیں۔ ۸ جلدیں چھپ چکی ہیں صرف دو تین باقی ہیں۔ اس طرح انہوں نے عام کتابی سائز کے تقریباً پچاس ساٹھ ہزار صفحات تحریر کیے۔ اپنی تمام خواہشات اور ضروریات کو بالائے طاق رکھ کر ساری زندگی فقط دین کی ترویج واشاعت کا کام کیا۔

تیسری مثال ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جنہوں نے ۵ جلدوں میں تفسیر "ضیاء القرآن"، ۷ جلدوں میں سیرت طیبہ پر "ضیاء النبی" اور دیگر بہت سے مقالات ومضامین تحریر کیے۔ جواب انگریزی میں بھی چھپ کر مارکیٹ میں آ چکے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مدارس کا بھی ایک عظیم نیٹ ورک پورے پاکستان میں قائم کر دیا۔

چوتھی مثال شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہ کی ہے جنہوں نے تقریر، تحریر، تنظیم اور تعلیم وغیرہ کے میدان میں ہمہ جہت کام کر کے ساری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔

پانچویں مثال امیر اہلسنت حضرت مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہ العالیہ کی ہے جنہوں نے دنیا کے کثیر ممالک میں ستر سے زائد شعبوں میں تبلیغ دین کا ایسا عظیم الشان مربوط سلسلہ قائم کر دیا کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال پیش کرنا مشکل نظر آتا ہے۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ ایسے لوگ کہاں سے تیار ہو جاتے ہیں اور ان کا یہ ذہن کیسے بن جاتا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ جب آدمی قرآن وحدیث کو پڑھ لیتا ہے اور ان کی چاشنی اس کے دل ودماغ میں سرایت کر جاتی ہے، تو اسے اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اگر دوسرے لوگ اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو رہے تو کیا میں بھی اس سے سبکدوش ہو جاؤں؟ بس یہی سوچ کر وہ علم دین کے کام میں پوری تندہی کے ساتھ مصروف عمل ہو جاتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت بھی اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔

پس ہمارے علماء کا ہم پر احسان ہے کہ انہوں نے اس بے رخی اور بے گانگی کے دور میں بھی قرآن وحدیث کو اپنے سینے سے لگا رکھا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اسلامی تعلیمات آنے والی نسلوں میں منتقل ہو رہی ہیں۔ کاش ہر مسلمان کے دل میں یہ جذبہ سرایت کر جائے اور ہر کلمہ گو کے دماغ میں یہ سوچ پیدا ہو جائے کہ وہ خود بھی قرآن وحدیث کی راہ پر چلے اور اس کی اولاد بھی دینی علوم کی ماہر ہو تو دین کا کام اس برق رفتاری سے دنیا میں پھیلے کہ چشم فلک حیران رہ جائے۔

سی آئی اے کی خفیہ رپورٹ:

امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے کی رپورٹ "گلوبل ٹرینڈ ۲۰۲۰" کے مطابق اس وقت مغربی تہذیب وتمدن اور غلبہ واستبداد کو ساری دنیا میں صرف اور صرف ایک ہی چیلنج درپیش ہے او راس چیلنج کا نام "اسلام" ہے۔ صرف اسلام ہی ایسا زرخیز مذہب ہے جو اپنی طاقتور آفاقی تعلیمات کے ساتھ یورپ سے ٹکرانے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس کے علاوہ کسی میں یہ ہمت نہیں۔ اس مفصل رپورٹ میں انہوں نے اسلام کو نیچا دکھانے کے لیے کئی قسم کی سفارشات مرتب کی ہیں اور مختلف قسم داؤ پیچ بتائے ہیں کہ اگر ان کو آزمایا جائے تو مسلمانوں کو شکست سے دوچار کیا جاسکتا ہے۔ ان میں بنیادی اہمیت جس بات کو دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو دینی تعلیم سے دور کر کے سیکولر نظام تعلیم کا خوگر بنا دیا جائے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ان کے دلوں سے قرآن وحدیث کی محبت نکل جائے گی اور وہ اپنی اقدار سے بے زار ہو کر مغربی تعلیم وتہذیب کے دیوانے بن جائیں گے۔ نیز اس طرح ان کے دل ودماغ میں یہ بات بھی راسخ ہو جائے گی کہ ان کی ترقی صرف اور صرف یورپ کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ جبکہ اسلام عصر حاضر کا ساتھ دینے سے قاصر ہے بی آپ حیران ہوں گے کہ وہ پوری تندھی کے ساتھ درجہ بدرجہ اپنے اس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچا رہے ہیں اور مسلمان خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں۔ وہ تو بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں جبکہ مسلمان جوابی کارروائی کے طور پر ایک قدم بھی نہیں اٹھا رہے۔

رپورٹ کا متن ملاحظہ ہو:

"اسلامی بنیاد پرستی مستقبل قریب میں یورپ اور امریکہ کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوگی، لہٰذا اس کے تدارک کے لیے ابھی سے کوئی جامع پالیسی بنانا ہوگی۔ امریکہ کو چاہیے کہ وہ تمام اسلامی ممالک کو لبرل بنائے۔ ان میں ڈسکو کلب، شراب خانے اور جوا خانے کھولے جائیں، وہاں آفتابی غسل کے ساحل بنائے جائیں۔ نظام تعلیم سے اسلامی تعلیمات خارج کر دی جائیں۔ مخلوط تعلیم کو قانونی شکل دی جائے۔ مانع حمل ادویہ کا استعمال بڑھایا جائے۔ تمام سرکاری اور غیر سرکاری دفتروں میں خواتین کی تعداد بڑھائی جائے۔ بچوں کو اسکولوں میں جنسی تعلیم دی جائے۔ ریڈیو اور ٹیلیویژن پر شراب اور سگریٹ کے استعمال کے اشتہار دکھائے جائیں۔ انگریزی کو تمام اسلامی ممالک میں ذریعہ

اظہار بنا دیا جائے۔ نقاب، حجاب، داڑھی اور نماز کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ مذہب کو ریاست کی بجائے پرائیویٹ معاملہ بنایا جائے۔ اسلامی دنیا کے پڑھے لکھے نوجوانوں کی یورپ اور امریکہ منتقلی کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اسلامی دنیا میں اخبارات اور ٹیلی ویژن کے ذریعے ایسے دانشور پروان چڑھائے جائیں جو ان ممالک کے عوام کو احساس کمتری کا شکار بنا دیں، اور ان کے دماغ میں یہ بات راسخ کر دیں کہ ہم یورپ اور امریکہ سے پیچھے ہیں، اگر ہم نے یورپی زندگی کے اصول نہ اپنائے تو ہم ختم ہو جائیں گے۔"

یہود و نصاریٰ کو پریشانی:

یاد رہے کہ یہود و نصاریٰ کو ہمارے ملک کی سیاست سے کوئی پریشانی نہیں، سیاستدان تو خود انہی کے پالے ہوئے ہیں بی وہ ہمارے بینکوں سے بھی خوفزدہ نہیں، بینک تو سارے انہی کی نگرانی اور سرپرستی میں چل رہے ہیں بی انہیں ہمارے سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں سے بھی کوئی خطرہ نہیں کیونکہ وہ تو انہی کی سفارشات کے خضر راہ بنائے ہوئے ہیں بی انہیں ہمارے کاروباریوں اور سرمایہ داروں سے بھی کوئی دھڑکا نہیں کیونکہ وہ تو انہی کے آگے سجدہ ریز ہیں۔

تو پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ انہیں پریشانی کس سے ہے؟ انہیں دراصل اسلام کی آفاقی تعلیمات اور اس کے حقیقی وارثوں سے پریشانی ہے۔ وہ ہماری مساجد اور مدارس کو ایٹم بم سمجھتے ہیں۔ وہ ہمارے قرآن کو دہشت گرد کتاب کہتے ہیں۔ وہ ہمارے پیغمبر امن و سلامتی کو فساد و غارتگری کا علمبردار قرار دیتے ہیں۔ وہ ہمارے علماء حق کو دنیا کی خرابی و تباہی کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔

یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف سے ہمارے حکمرانوں کو بار بار تلقین کی جاتی ہے کہ ان مدارس اور مساجد کو اپنے کنٹرول میں لاؤ۔ یہی وجہ ہے کہ مسجد کے سپیکروں کو تو یوں بند کروایا جاتا ہے جیسے وہاں سے کوئی آتش فشاں ابل رہا ہو۔ مگر ملک کے ہر گلی کوچے میں صبح و شام بلند آواز سے فحش گانے چلتے رہتے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ ذرا سوچیئے کہ صرف علماء کی آواز ہی کیوں بند کروائی جاتی ہے، صرف مدارس کا نصاب ہی بدلنے کی سفارش کیوں کی جاتی ہیں۔ اس کی ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ غیر مسلموں کو خطرہ صرف انہی سے ہے۔ ان کی خواہش یہ ہے کہ قرآن و حدیث، مدارس و مساجد، علماء و طلباء، ان سے محبت کرنے والے اور دین کا راستہ اختیار کرنے والے سب لوگوں کو صفحہ ہستی سے مٹا

دیا جائے اگر وہ (بزعم خویش) اپنے اس مشن میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو پھر انہیں یقین ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت خم ٹھونک کر ان کے مقابلہ میں نہیں آ سکتی۔

ہمارا فرض:

اب یہ امت مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ مل کر یہود و نصاریٰ کی ان سازشوں کو ناکام بنائے اور خیر و شر کی اس بین الاقوامی جنگ میں دیوانہ وار کود پڑے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

چراغ مصطفوی اور شرار بولہبی ہر دور میں باہم ٹکراتے رہے ہیں۔ عصر حاضر میں بھی یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ کفر کی سازشیں تو آج بھی عروج پر ہیں لیکن اس کے مقابلہ میں مسلمان اپنی ذمہ داریاں نہیں نبھا رہا۔ حالانکہ ہر کلمہ پڑھنے والے کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ان سازشوں کا ڈٹ کے مقابلہ کرے اور کفر کی تہذیب کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جائے۔ وہ ایسی حکمت عملی اپنائے کہ غیر مسلموں کی تمام سازشوں کے تار و پود بکھر کے رہ جائیں۔

اگر ہم کفر کی سازشوں کو ناکام بنانا چاہتے ہیں تو اس کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے مدارس کو پروان چڑھائیں، ان کے نصاب کو بہتر بنائیں، ان کا نظام تعلیم ریگولر بنائیں اور ان کی بھرپور سرپرستی کریں۔ نیز اپنی مساجد کو آباد کریں، انہیں پانچ وقت نماز کے ساتھ ساتھ مسجد نبوی کی طرز پر سیاسی، معاشی، سماجی اور قانونی امور کا مرکز و محور بنائیں۔ خاص طور پر اپنے بچوں کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں۔ جب ہم اپنے بچوں کو زیادہ سے زیادہ پڑھائیں گے تو ہر طرف علماء کی کثرت ہوگی اور یہی "کثرت" اسلام کی کامیابی کی ضامن ہوگی۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج پاکستانی معاشرہ میں گنتی کے چند ہی علماء ایسے ہیں جو مستند حیثیت رکھتے ہیں۔ علماء حق کا بحران گھمبیر صورت اختیار کر گیا ہے۔ راقم الحروف کئی ایسے شہروں کو جانتا ہے جہاں ایک بھی مفتی عالم نہیں ہے اور دیہاتوں کی تو بات ہی نہ پوچھیے جہاں بس مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے کچھ فروتر قسم کے لوگ مولوی بنے بیٹھے ہیں (الا ماشاء اللہ)۔ اگر قحط الرجال کی یہی صورتحال رہی تو پھر یاد رکھیں کہ جو معدودے چند علماء موجود ہیں ان کی فہرست مرتب کر کے ان کے ساتھ بڑی آسانی سے وہی معاملہ کیا جا سکتا ہے جو ترکی میں مصطفیٰ

کمال پاشا نے کیا تھا۔لہٰذا ہمیں اتنے کثیر علماء تیار کرنے ہوں گے کہ "اسلام دشمن عناصر" جتنے مرضی علماء کو شہید کرادیں ان کے پیچھے ان کے لاکھوں جانشین موجود ہوں۔

اہل اور جید علماء کی ضرورت:

یاد رکھیے! کفر کی مزاحمت بنیادی طور پر علماء کی طرف سے ہی سامنے آتی ہے۔اگر علماء ختم ہو گئے تو کفر کی مزاحمت کون کرے گا؟۔۔نااہل مذہبی راہنماؤں (کاروباری مولوی، پیر، نعت خواں وغیرہ) سے تو قطعاً یہ امید نہیں کہ وہ میدان عمل میں آئیں گے۔یا تو وہ دین کو روزگار کے طور پر کام میں لائیں گے اور گھروں میں بیٹھ رہیں گے۔یا پھر جہاد و تصوف کے نام پر غیر مسلموں سے مال و دولت سمیٹ کر ان کی مزاحمت کی بجائے موافقت کا راستہ اختیار کریں گے۔خود بھی ان کی پالیسیوں پہ عمل پیرا ہوں گے اور اپنی نسلوں کو بھی ان کی تعلیم و تہذیب کے سپرد کر دیں گے۔خود بھی تباہ ہوں گے اور قوم کو بھی برباد کریں گے۔اس سلسلہ میں بخاری شریف کی ایک چشم کشا حدیث ملاحظہ ہو:

عن عبد الله بن عمرو بن العاص ص قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ان الله لايقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد.ولكن يقبض العلم بقبض العلماء . حتى اذالم يُبْقِ عالما اتخذا الناس رؤسا جهالا، فسئلوا فافتوا بغير علم فضلّوا و اضلوا.

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالیٰ علم کو (اس طرح) نہیں اٹھائے گا کہ اس کو بندوں (کے سینوں) سے نکال لے گا، لیکن وہ علماء کے اٹھانے سے علم کو اٹھائے گا۔حتی کہ جب وہ کسی عالم کو باقی نہیں رکھے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے۔ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔"

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم دین اس طرح سے نہیں اٹھے گا کہ دین کی کتابیں ہی ناپید ہو جائیں۔کتابیں تو بہت ہوں گی مگر کتاب خواں نہیں ہوں گے۔یورپ کی لائبریریوں میں جا کر دیکھیے، وہاں اسلام کی کتابوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

مگر وہ علم کے موتی کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارہ

کتابیں تو آج بھی لائبریریوں اور مکتبوں میں بہت مل جاتی ہیں مگر اصل مسئلہ یہ ہے کہ ان کے پڑھنے اور سمجھنے والے موجود نہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ کتابوں کو پڑھ کر ان کی دکھائی ہوئی راہ پہ چلنے والے جید علماء پیدا کیے جائیں۔اسی طرح ہی اسلام دشمنوں کی سازشیں ناکام بنائی جا سکتی ہیں۔پھر وہ علماء بھی صرف ایک دو نہیں بلکہ اتنی کثیر تعداد میں ہوں کہ اگر دو چلے جاتے ہیں تو ان کے پیچھے پانچ موجود ہوں۔پانچ چلے جاتے ہیں تو دس موجود ہوں۔دس چلے جاتے ہیں تو پچاس موجود ہوں۔بس ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے اور کیفیت یہ ہو کہ

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

جب علم وفن کا بازار گرم ہوگا اور علماء کی ریل پیل ہوگی تو ہر طرف ہمیں فکر ونظر نور برساتی اور عقل و دانش موتی لٹاتی نظر آئے گی۔ان شاء اللہ

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش — اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
اس قدر ہوگی ترنم آفریں بادِ بہار — نکہت خوابیدہ، غنچہ کی نوا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود — پھر جبیں، خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی

روشن خیالی کی پھرتیاں:

آج ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو روشن خیالی کے مرض میں مبتلا ہیں اور اس کی وجہ سے علم و علماء کے دشمن ہیں۔مجھے ایک روشن خیال کہنے لگا: "یہ جو تم مولوی لوگ ہو، اب ہم یہاں معاشرہ میں تمہاری نہیں چلنے دیں گے۔" میں نے کہا "آپ اپنی اسلام دشمنی کی ڈیوٹی پوری کریں مگر ہم بھی جب تک دم میں دم ہے، اسلام کا دامن نہیں چھوڑیں گے اور اس کا جھنڈا اپنے ہاتھوں سے نہیں گرنے دیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔پھر دیکھ لینا کہ غالب کون آتا ہے اور شکست کون کھاتا ہے"۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ سارے لوگ ہی روشن خیالی کے مریض نہیں

ہوتے۔ الحمد للہ! یہاں اہل ایمان بھی بکثرت موجود ہیں۔ایک جگہ میں نے تقریر کی، جس میں میں نے علم دین کے فضائل بیان کیے۔ وہاں موجود ایک صاحب جو کہ گورنمنٹ ملازم تھے، انہوں نے پوری قوت ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے برملا یہ اعلان کیا کہ ان کے چار بیٹے ہیں اور وہ ان سب کو عالم بنائیں گے ان شاء اللہ۔

الٹی چال:

آج روشن خیالی کی وبا اتنی عام ہوگئی ہے اور دین سے دوری کا مرض اتنی شدت اختیار کر گیا ہے کہ لوگوں کا دماغ ہی الٹا ہوگیا ہے۔ مثلاً اگر وہ کبھی یہ ارادہ کر بھی لیں کہ انہوں نے اپنی اولاد کو علم دین پڑھانا ہے تو پھر وہ کچھ اس طرح سے سوچتے اور فیصلہ کرتے ہیں: یہ بچہ دماغی لحاظ سے کمزور ہے، اس کو مدرسہ میں ڈال دو۔۔ یہ بچہ معاشی لحاظ سے کمزور ہے، اس کو مدرسہ میں ڈال دو۔۔ یہ بچہ بہت شرارتی ہے، کسی کے قابو نہیں آتا، اس کو مدرسہ میں ڈال دو۔۔ یہ بچہ قبول صورت ہے، اس کو مدرسہ میں ڈال دو۔۔ یہ بچہ معذور ہے، اس کو مدرسہ میں ڈال دو۔۔ یہ نوکروں اور ملازموں کا بچہ ہے، اس کو مدرسہ میں ڈال دو۔ واہ رے مسلمان تیری دانشمندی کے قربان۔

اور پھر یہ بد دماغ لوگ جب ایسے بچوں کو مدرسہ میں ڈال آتے ہیں تو یوں اتراتے پھرتے ہیں جیسے انہوں نے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔ یوں لگتا ہے جیسے علم دین پر انہوں نے جو احسان کیا ہے وہ دنیا میں کسی نے نہ کیا ہوگا، اسلام کے ساتھ انہوں نے جو مہربانی کی ہے وہ کبھی کسی اور کے حصہ میں نہ آئی ہوگی۔ دین کے لیے انہوں نے جو قربانی پیش کی ہے، تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ شرم سے ڈوب مرنا چاہیے ایسی گھٹیا سوچ رکھنے والوں کو۔

اب دین کیسے ترقی کرے؟:

ہم میں سے ہر فرد یہ چاہتا ہے کہ دین ترقی کرے۔ کوئی ایک مسلمان بھی اس کے برعکس رائے نہ دے گا (سوائے ان چند لوگوں کے جن کے دماغوں میں فتور پیدا ہو چکا ہو۔) آپ کسی بھی نارمل مسلمان سے پوچھ لیں کہ کیا دین کو عروج ملنا چاہیے تو وہ اس کا جواب ہاں میں ہی دے گا۔۔۔ اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح کے کمزور و ناتواں کندھے ہم نے دین کو فراہم کیے ہیں اور جس

طرح کے مجبور و مقہور بچے ہم نے مدارس میں پہنچائے ہیں، کیا ان کے ذریعے ہم اپنے اس عظیم مقصد کو پاسکتے ہیں؟ یقیناً اس کا جواب یہی ہوگا کہ نہیں!۔۔۔جب ہم نے دین کو دیے ہی اپنے گھروں کے مسترد کیے ہوئے بچے ہیں، جب ہم نے اس کے حوالے ہی معاشرہ کا پسماندہ طبقہ کیا ہے، جب ہم نے اس کی راہ پر لگایا ہی ابنارمل (Abnormal) لوگوں کو ہے تو پھر دین کی ترقی کے خواب دیکھنا اور اس کے عروج کی باتیں کرنا ایسے ہی ہے جیسے موسم خزاں میں بہار کی امید رکھنا۔۔۔ایسے لوگ جو خود اپنا بوجھ نہیں اٹھاسکتے، وہ دین کا بوجھ بھلا کیسے اٹھائیں گے؟۔

یاد رکھیے! کوئی بھی فکر ہو، کوئی بھی نظریہ ہو، کوئی بھی ادارہ ہو۔۔۔۔وہ طاقتور، مضبوط، فکرمند، پڑھے لکھے، اعلیٰ فکری صلاحیتوں کے مالک اور بہترین دل و دماغ کے حامل افراد کے بغیر ترقی نہیں کرسکتا بی آپ کسی اچھے سے اچھے ادارے میں کسی نالائق بندے کو بٹھادیں تو وہ اسے تباہ کر کے رکھ دے گا۔ بالکل اسی طرح اگر آپ "دین خدا" کو نالائق بچوں کے سپرد کردیں اور پھر یہ امید رکھیں کہ وہ خوب خوب ترقی کرے گا، تو یہ کیسے ممکن ہے، ان کے ذریعے دین کا نقصان تو ہوسکتا ہے، فائدہ کبھی نہیں۔ جیسا کہ آج کل کی صورتحال ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے سمجھدار بچوں اور بچیوں کو اس راہ پر لگائیں اور پھر دین کی ترقی کی امید رکھیں۔

انبیاء کے وارث:

نبی کریم ﷺ کی ایمان افروز حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

العلماء ورثة الانبیاء   یعنی علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ انبیاء اس کائنات کے افضل ترین اور بلند پایہ لوگ ہوتے ہیں۔ وہ ہر لحاظ سے کامل و اکمل انسان ہوتے ہیں۔ دنیا کے سارے بہترین انسان مل کر بھی ایک نبی کے پائے کے نہیں ہوسکتے۔

خلق سے اولیاء، اولیاء سے رسل   اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

وہ ایسے باکمال لوگ ہوتے ہیں کہ نہ تو ان کے ذہن کا کوئی مقابلہ کرسکتا ہے، نہ ان کی خوبصورتی کا کوئی مقابلہ کرسکتا ہے، نہ ان کے علم کا کوئی مقابلہ کرسکتا ہے، نہ ان کے اخلاق کا کوئی مقابلہ کرسکتا ہے اور نہ ہی ان کی طاقت کا کوئی مقابلہ کرسکتا ہے۔ وہ بے عیب، بے مثل، باوقار اور باحیا انسان

ہوتے ہیں۔۔۔اب سوچنا یہ ہے کہ جو لوگ عالم دین بن کر ان کے وارث بننے جا رہے ہیں وہ بھی تو اعلیٰ پایہ کے لوگ ہونے چاہئیں۔وہ ذہین بھی ہوں، نیک سیرت بھی ہوں، خوش اخلاق بھی ہوں، حیادار بھی ہوں، باکردار بھی ہوں، مخلص بھی ہوں اور وفادار بھی ہوں۔کیونکہ جن لوگوں کے وہ وارث بننے جا رہے ہیں وہ کوئی معمولی ہستیاں نہیں ہیں۔ایسے عظیم لوگوں کا وارث اگر کوئی نکما اور نالائق شخص ہوگا تو وہ یقیناً ان کی وراثت کو خاک میں ملا دے گا۔لہٰذا صرف معذور بچہ ہی علم دین کیوں پڑھے، تندرست بچے کو بھی علم دین پڑھنا چاہیے۔صرف غریب کا بچہ ہی علم دین کیوں پڑھے، امیر کے بچے کو بھی علم دین پڑھنا چاہیے۔صرف نوکر کا بچہ ہی علم دین کیوں پڑھے، سیٹھ کے بچے کو بھی علم دین پڑھنا چاہیے۔

اپنا انتخاب درست کیجئے:

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں بار بار ارشاد فرماتا ہے کہ ہمارے لیے اچھی چیزوں کا انتخاب کیا کرو۔خراب چیزوں کا انتخاب نہ کیا کرو۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ۬

تم ہرگز ہرگز نیک نہیں بن سکتے جب تک کہ تم اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔

ہمارے ایک عالم دین کے مدرسہ میں ایک خاتون آئی اور مسجد و مدرسہ کے لیے سونے کے چار کنگن پیش کیے۔انہوں نے شکریہ ادا کیا اور پوچھا کہ آپ کے دل میں یہ خیال کیسے آیا؟ اس عفت مآب خاتون نے کہا کہ جب میں نے قرآن کی وہ آیت پڑھی جس میں اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ پسندیدہ چیز کو اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم فرمایا تو میں نے سوچا کہ ایک عورت کے لیے سب سے زیادہ پسندیدہ چیز اس کا زیور ہوتا ہے۔لہٰذا میں نے یہی زیور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا فیصلہ کیا۔اور مدرسہ میں دینے چلی آئی۔سبحان اللہ

ہمیں بھی یہ بات خوب خوب سمجھ لینی چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے لیے اچھی اچھی چیزیں منتخب کرنے کا حکم فرمایا ہے تو ہمیں اس کے دین کے لیے نکمے، کند ذہن اور معذور بچوں کا انتخاب کرنے کی بجائے لائق فائق، ذہین فطین اور صحتمند بچے منتخب کرنے چاہییں۔یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ہم دین کے لیے نالائق بچوں کا انتخاب کرتے ہیں۔کیا ہم ذہنی طور پر اپاہج ہو چکے ہیں؟ کیا

ہمارے دماغوں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے؟ بی ہم کیوں نہیں سوچتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کی راہ میں اچھی سے اچھی چیز لگائیں اور ہم خراب سے خراب چیز لگاتے ہیں۔

ہماری صورتحال دورِ جاہلیت کے بت پرستوں جیسی ہے۔ وہ اپنے لیے تو بیٹے پسند کرتے تھے مگر فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۞ کہ یہ تو بڑی خراب تقسیم ہے کہ تم اپنے لیے بیٹے پسند کرو اور اللہ کے لیے بیٹیاں پسند کرو۔۔۔ کتنا بڑا ظلم ہے کہ بندہ سکول کالج کے لیے تو سمجھدار اور صحت مند بچے منتخب کرے اور اللہ کے دین کے لیے کمزور اور نالائق بچے منتخب کرے۔ کتنی بڑی ناانصافی ہے کہ بندہ جس چیز کو اپنے لیے ناپسند کرے اللہ تعالیٰ کے لیے وہی چیز منتخب کرلے بی یہ بت پرستوں کی تقسیم سے بھی زیادہ بری اور گندی تقسیم ہے۔

انصاف پسندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس اللہ نے ہمیں پیدا کیا، سر سے لے کر پاؤں تک نعمتوں کا مجموعہ بنایا، ہمارے گھروں کو رحمتوں کا مسکن بنایا اور ہماری زندگی کو خوشیوں سے معمور کیا۔ جب ہم اس کے لیے کسی بھی شے کا انتخاب کرنے لگیں تو وہ سب سے اچھی چیز ہونی چاہیے۔

ایک بہترین مثال:

قلب و نظر کی تسکین کے لیے ایک اور مثال ملاحظہ ہو: مثلاً اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے شہر میں صحت کا معیار بہترین ہو، طبی سہولتیں سب کو میسر ہوں۔ تشخیص بھی زبردست ہو اور علاج بھی اچھا ہو بی تو اس کے لیے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟۔۔۔ یقیناً اپنی اس خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ہمیں اچھے ڈاکٹرز پیدا کرنے کی ضرورت ہوگی۔ ایسے ڈاکٹرز جو اپنے فن کے ماہر ہوں،، بہترین تشخیص کر سکتے ہوں، زبردست علاج کر سکتے ہوں، دوائیں اور دیگر طبی سامان ان کی نگرانی میں تیار ہو۔۔۔ تب ہی صحت کا معیار بہتر ہوگا بی لیکن اگر ہم مستند ڈاکٹروں کی بجائے نیم حکیموں سے کام چلانے کی کوشش کریں، علاج معالجہ پر اناڑیوں کو لگا دیں اور آپریشن کی ذمہ داری عطائیوں کے سپرد کر دیں تو کیا اس سے صحت کا معیار بلند ہو جائے گا؟ یقیناً نہیں۔

اسی طرح اگر ہم اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے معاشرہ کے گرے پڑے بچوں کا انتخاب کرنا شروع کر دیں گے تو اس سے بھی دین کا معیار پست ہو جائے گا اور اس کا وہی حشر ہوگا جو ہم

اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ پس اگر ہم دین کے پھریرے ساری دنیا میں لہرانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ہمیں اپنے ذہین وفطین اور سمجھدار بچوں کو دین کی راہ پر لگانا ہوگا۔ ایسے بچے کہ جب وہ پڑھ لکھ جائیں تو ہر معاملہ میں ہماری بھرپور راہنمائی کرسکیں۔ اگر ان سے قرآن کی کوئی بات پوچھی جائے تو فوراً اس سے آگاہ کرسکیں۔ اگر ان سے کسی حدیث کے متعلق سوال ہو تو اس کا صحیح طور پر جواب دے سکیں۔ اگر ان سے کوئی شرعی مسئلہ دریافت کیا جائے تو مکمل تحقیق کے ساتھ راہنمائی کرسکیں۔۔۔ حقیقت یہ ہے کہ جب اس معیار کے علماء کثرت سے ہوں گے تو دین کو سر بلند ہونے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔

مگر افسوس کہ آج لوگوں میں یہ جذبہ سرد ہو چکا ہے۔ وہ اپنے بچوں کو علم دین پڑھاتے ہوئے جھجکتے اور شرماتے ہیں۔۔۔۔۔ میں ان حضرات کی بات نہیں کرتا جو دنیادار کہلاتے ہیں۔۔ میں تو ایسے پیروں کو جانتا ہوں جنہیں اپنے بچوں کو علم دین پڑھاتے ہوئے موت آتی ہے۔ میں تو ایسے علماء کو جانتا ہوں جنہیں اپنی اولادوں کو عالم بناتے ہوئے بخار چڑھتا ہے۔ میں تو ایسے مذہبی جگوں کو جانتا ہوں جو اپنے لاڈلوں کو قرآن وحدیث پڑھانے سے دور بھاگتے ہیں۔ جب بڑے بڑے پیروں، مولویوں اور مذہبی جگوں کا یہ حال ہوگا تو پھر عام بندہ کیا کرے گا۔ وہ تو ایک نہیں، سو قدم پیچھے ہٹ جائے گا۔

سمجھدار لوگوں کی اہمیت:

اب ذرا براہ راست قرآن سے پوچھ لیجئے کہ وہ سمجھدار لوگوں کو کتنا پسند کرتا ہے؟ اور براہ راست حدیث سے پوچھ لیجئے کہ وہ عقل والوں کو کتنی اہمیت دیتی ہے۔ آپ کو یہ سن کر خوشگوار حیرت ہوگی کہ قرآن وحدیث بھی عقل وشعور، تفکر وتدبر اور سمجھ بوجھ والوں کو پسند کرتے ہیں۔ اللہ ورسول کی خواہش یہ ہے کہ مفکر ومدبر قسم کے لوگ علم دین حاصل کریں۔

مثلاً: قرآن حکیم میں بار بار عقل والوں کو یوں مخاطب کیا گیا ہے۔ "یااولی الالباب" (اے عقل والو) "یا اولی الابصار" (اے سمجھ والو) کہیں فرمایا: "افلا یتدبرون القرآن" (یہ لوگ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے) تدبر کا مطلب ہے گہرائی میں اترنا اور گہرائی میں کوئی عقلمند ہی اتر سکتا ہے۔ کہیں فرمایا: "لعلکم تعقلون" (تاکہ تم سمجھ اور عقل اختیار کرو) ایک جگہ

یوں ارشاد فرمایا:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ

یعنی اگر لوگ اپنے متنازعہ معاملات کو رسول اللہ ﷺ اور اولوالامر پر پیش کریں گے تو ایسے لوگ جو قوتِ استنباط رکھتے ہیں وہ ان معاملات کا حل نکال لیں گے۔

معلوم ہوا کہ مسائل کا حل عقل والے ہی نکال سکتے ہیں یہ آیت کریمہ بھی قابل توجہ ہے۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ

یعنی اے لوگو! اگر تمہیں علم نہ ہو تو علم و دانش والوں کے پاس جایا کرو، اور ان سے سوال کیا کرو۔ وہ مسائل کا حل نکالنے میں تمہاری مدد کریں گے۔

اسی طرح حدیث شریف میں بھی عقل و دانش والوں کو خوب اہمیت دی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

(مسلم، ج ا، ص: ۱۸۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اے میرے صحابہ! تم میں سے جو عقلمند اور دانشور لوگ ہیں وہ میرے زیادہ قریب رہا کریں پھر وہ جو ان سے کم سمجھ دار ہیں، پھر وہ جو ان سے کم سمجھ دار ہیں۔

گویا حضور ﷺ نے عقل والوں کی "اعلیٰ، متوسط اور ادنیٰ" کی درجہ بندی بھی کر دی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے لوگو! اپنے رب کی پہچان حاصل کرو اور ایک دوسرے کو عقل کے استعمال کی تلقین کرو۔ اس طرح تم اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کی پہچان حاصل کر لو گے۔ جان لو کہ عقل ہی تمہیں تمہارے رب کے قریب کرتی ہے۔"

(احیاء العلوم، امام غزالی، ج: ا، ص: ۲۲۵، طبع پروگریسو بکس لاہور)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور مومن کا ستون اس کی عقل ہے۔ پس اس کی عقل کے مطابق اس کی عبادت ہوتی ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ گناہگار لوگ جہنم میں پکاریں گے۔

لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر
یعنی اگر ہم سنتے اور عقل استعمال کرتے تو جہنمیوں میں سے نہ ہوتے۔

(حوالہ مذکورہ، ج:۱،ص:۲۲۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ سے بکثرت احادیث سنتا ہوں جن کو میں بھول جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اپنی چادر پھیلاؤ۔" پس میں نے اپنی چادر پھیلادی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے چلو بنایا اور اس کو میری چادر میں ڈال دیا۔ پھر فرمایا: "اس کو اپنے جسم کے ساتھ چمٹالو۔" سو میں نے اس چادر کو اپنے جسم کے ساتھ چمٹالیا پھر میں اس کے بعد کوئی بھی چیز نہیں بھولا۔ (بخاری، حدیث ۱۱۹)

اسی وجہ سے سب سے زیادہ حدیثیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں جن کی تعداد ۵۳۷۴ ہے۔

سیرت طیبہ واضح طور پر بتاتی ہے کہ جن لوگوں کو بارگاہ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خاص مقام حاصل تھا وہ علم و دانش اور عقل و شعور میں اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ مثلاً خلفائے اربعہ، ابن عباس، ابن عمر، ابن مسعود، معاذ بن جبل اور ان جیسے دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جن کو اللہ نے وافر عقل سے نوازا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسندیدہ لوگ تھے۔

معلوم ہوا کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھدار اور مضبوط حافظہ والے لوگ بہت زیادہ پسند ہیں جو دین کی باتوں کو سمجھنے اور انہیں یاد رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ جو قرآن وحدیث سے مسائل کا استنباط کرسکتے ہوں۔ جو دین کی روشنی میں لوگوں کے معاملات کو حل کرسکتے ہوں۔ جو آیات واحادیث کی صحیح تفسیر وتشریح کرسکتے ہوں۔

ان تمام حوالہ جات کو پڑھ لینے کے بعد ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم نے بھی اپنے عقل وشعور والے بچوں کو دین کے لیے منتخب کرنا ہے۔

مال و دولت کا بہترین مصرف:

ہم سے ایک پروفیسر صاحب نے پوچھا کہ راہ خدا میں خرچ کرنے کا سب سے بہترین مصرف کیا ہے؟۔ تو ہم نے جواب دیا کہ اس دور میں اپنا مال خرچ کرنے کا سب سے بہترین مصرف

تعلیم و تعلم" ہے۔ اس راہ پہ جتنا بھی خرچ کیا جائے، کم ہے۔ اور جتنا ثواب تعلیم پہ خرچ کرنے کا ہے اتنا کسی اور کا نہیں، کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

افضل العبادۃ طلب العلم — یعنی افضل عبادت علم حاصل کرنا ہے۔ پس اس پر خرچ کرنا بھی سب سے افضل ہوا۔ (دیلمی، ج:۱ص:۲۰۷)

اللہ تعالیٰ کو بھی علم اتنا پسند ہے کہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وحی بھیجی۔ اے ابراہیم! بے شک میں علم والا ہوں اور علم والے کو پسند کرتا ہوں۔ (احیاء العلوم، ج:۱ص:۱۲)

سلطنت اور مال و دولت تو ایسی چیزیں ہیں جو علم کے ساتھ وابستہ کر دی گئی ہیں۔ جب علم آتا ہے تو یہ دونوں بھی ساتھ چلی آتی ہیں۔ حدیث پاک کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کو مال، سلطنت اور علم کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے علم کو پسند فرمایا۔ پس علم اختیار کرنے سبب سے آپ کو سلطنت اور مال بھی عطا کر دیے گئے۔ (ابن عساکر، ج:۲۲ص:۲۷۵)

امامت و خطابت:

ہم سب جانتے ہیں کہ مساجد کی امامت و خطابت ایک بہت بڑا منصب ہے اور اس کے لیے نہایت صالح اور اہل قسم کے افراد کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی میراث ہے، یہ نااہلوں کے سپرد نہیں ہونی چاہیے بی اور اگر اہل امام و خطیب درکار ہیں تو پھر اس کے لیے اپنی اولادوں کو عالم دین بنانے کی ضرورت ہے، تاکہ وہ پڑھ لکھ کر منبر رسول ﷺ کے وارث بنیں اور مصلائے امامت پر فائز ہو کر لوگوں کی صحیح قیادت کریں۔

آج اگر منبر و محراب پر نااہل لوگ قابض نظر آتے ہیں تو یہ قوم کا اپنا قصور ہے۔ کیونکہ اس نے اچھے امام و خطیب تیار کرنے کے لیے اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کیں۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ ہر چیز قوم کے ہاتھ میں ہے۔ ملک بھی قوم نے چلانا ہے، ادارے بھی قوم نے چلانے ہیں اور دین بھی قوم نے چلانا ہے۔ یہ بھی قوم کی ذمہ داری ہے کہ وہ مساجد میں اعلیٰ قسم کے آئمہ و خطباء فراہم کرے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب قوم اپنے لائق فائق بچوں کو عالم دین بنائے گی۔۔ ایسے علماء جو دینی و عصری دونوں علوم پر مہارت کاملہ رکھتے ہوں اور ان کا ذہنی معیار بھی اعلیٰ درجہ کا ہو، جب وہ امامت و خطابت کا شعبہ سنبھالیں گے تو پوری قوم کے لیے قابل فخر ہوں گے۔ وہ منصب امامت کی اہمیت کو

بھی سمجھیں گے اور اس کے تقاضوں کو بھی پورا کریں گے۔ اگر ہم نے اپنی اولادوں کو عالم دین نہ بنایا تو منبر و محراب اسی طرح بازیچۂ اطفال بنے رہیں گے جس طرح آج دکھائی دے رہا ہے۔

حفاظت قرآن:

علم دین پڑھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے آسمان سے قرآن حکیم کی صورت میں جو کتاب نازل فرمائی ہے، یہ اس کی آخری کتاب ہے۔ اس کے بعد کوئی اور کتاب نہیں آئے گی۔۔۔۔ یہی حجۃ اللہ علی الارض ہے، یہی حق کا معیار ہے، یہی دنیا کا آخری سچ ہے۔ یہی ہماری دنیا بھی بنائے گی اور یہی آخرت بھی۔ یہی ہماری قبر بھی سنوارے گی اور یہی حشر بھی۔۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے دنیا کا سب سے عظیم، قیمتی اور انمول تحفہ ہے جو چیز جتنی قیمتی ہوتی ہے، اس کی حفاظت بھی اتنی ہی ضروری ہوتی ہے۔ جھونپڑی پہ کوئی گارڈ نہیں کھڑا کرتا، ہمیشہ قیمتی مقامات کی حفاظت کی جاتی ہے۔

جب مسلمہ طور پر قرآن حکیم سے بڑھ کر کوئی قیمتی چیز نہیں تو پھر اس کی حفاظت کے لیے بھی ہمیں اعلیٰ درجہ کا انتظام کرنا ہوگا تاکہ شیطان جیسے عیار و مکار ڈاکو سے اس کی حفاظت کی جاسکے۔۔۔۔ ڈاکو جتنا بڑا ہو حفاظت کا انتظام بھی اتنا ہی بڑا کیا جاتا ہے۔۔ اگر ہم نے قرآن حکیم کو شیطان کی دست برد اور اس کے ایجنٹوں کی یلغار سے بچانا ہے تو اس کے لیے اعلیٰ قسم کے لوگوں کو آگے لانا ہوگا۔۔۔ ایسے مضبوط لوگ جو شیطان کے طریقہ واردات کو بھی سمجھ سکیں اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ خم ٹھونک کے اس کا مقابلہ بھی کرسکیں۔۔ کمزور و ناتواں اور مجبور و مقہور لوگ یہ ڈیوٹی سرانجام نہیں دے سکتے۔۔ یہ صلاحیت صرف جید، متقی اور ذہین و فطین علماء میں ہوتی ہے کہ وہ شیاطین کے ساتھ پوری قوت سے ٹکرا سکتے ہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد — دین کی صحیح فہم رکھنے والا ایک شخص شیطان پر ایک ہزار عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری ہے۔

یعنی ایک ہزار عابد و زاہد اور روزہ دار و شب بیدار مل کر شیطان کا اس طرح مقابلہ نہیں کر سکتے جس طرح ایک عالم دین کرسکتا ہے۔

کیونکہ علماء ہی وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں معلوم ہوتا ہے کہ کفر کیا ہے اور ایمان کیا ہے، نیکی کیا ہے اور گناہ کیا ہے، خیر کیا ہے اور شر کیا ہے، حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے، خوب کیا ہے اور زشت کیا ہے، جائز کیا ہے اور ناجائز کیا ہے، صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے بی ایسے ہی علماء ہماری رہبری کے لائق ہیں جو علم و تقوی کے پیکر ہوں۔ وہ خود بھی شیطان سے بچیں گے اور ہمیں بھی اس سے بچائیں گے۔ اس طرح ہمارا ایمان بھی محفوظ رہے گا اور قرآن بھی، حدیث رسول بھی محفوظ رہے گی اور دین اسلام بھی، علوم شرعیہ بھی محفوظ رہیں گے اور فنون اسلامیہ بھی۔۔ اگر محافظوں کے ذریعے جان کی حفاظت کا اہتمام کیا جاتا ہے تو اپنی اولاد کو عالم دین بنا کر ایمان کی حفاظت کا اہتمام کیوں نہیں کیا جاتا۔

جب ہمیں اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ دین و ایمان اور حدیث و قرآن کی حفاظت صرف اور صرف علم دین کے حصول میں ہے تو پھر اس کے تمام تر انتظامات بھی ہمارے ذمہ ہیں۔ اور اس کے لیے سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ ہم اپنی اولاد میں سے جن بچوں اور بچیوں کو سب سے زیادہ ہنر مند، عقلمند اور صحتمند پائیں، انہیں اس امید پر دین کی راہ پر لگائیں کہ وہ اپنی ذہانت، صحت، علم اور عمل سے شیطان کا خوب خوب مقابلہ کریں گے۔ نہ صرف یہ کہ خود اس سے بچیں گے بلکہ دوسروں کو بھی بچائیں گے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ایک عالم دین پورے کے پورے گھر کے ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ پوری کی پوری بستی کے ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ پورے کے پورے محلہ کے ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ پورے کے پورے شہر کے ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ بلکہ پوری کی پوری دنیا کے ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔۔ اگر خدانخواستہ ہم نے نکمے، نالائق اور کمزور عقل والے بچوں کو دین کی حفاظت کی ذمہ داری دے دی تو پھر شاید وہ خود بھی شیطان کے وار سے نہ بچ سکیں گے اور ہمیں بھی نہ بچا سکیں گے اور اس طرح دین الٰہی کے بارے میں چہ میگوئیاں ہوں گی۔ نعوذ باللہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث:

علم دین حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہے۔ جو خوش نصیب اس کو حاصل کرتا ہے وہ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث بنتا ہے۔ اس پر رحمت خداوندی کی چھما چھم بارش ہوتی ہے۔ اور جو اس سے منہ موڑتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث سے منہ موڑتا ہے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لے گئے اور بازار کے لوگوں سے

کہا: "تم لوگ یہاں پر بیٹھے ہو! اور مسجد میں تاجدار مدینہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔" یہ سن کر لوگ بازار چھوڑ کر مسجد کی طرف گئے اور واپس آ کر حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ "ہم نے تو میراث تقسیم ہوتے نہیں دیکھی۔" آپ نے فرمایا کہ "پھر تم نے کیا دیکھا؟" انہوں نے بیان کیا کہ "ہم نے ایک گروہ کو دیکھا جو اللہ کے ذکر، تلاوت کلام پاک اور علم دین کی تعلیم میں مصروف ہے۔" حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہی تو حضور ﷺ کی میراث ہے۔"

(مجمع الزوائد، ج:۱،ص:۳۳۱، حدیث:۵۰۵)

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی بنو امیہ بن زید (کے محلے) میں رہتے تھے، جو مدینہ پاک کی بلندی پر تھا۔ ہم باری باری سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔ ایک دن وہ مدینہ منورہ جاتے اور واپس آ کر اس دن کی وحی کا حال مجھ کو بتا دیتے اور ایک دن میں جاتا اور آ کر اس دن کی وحی کا حال ان کو بتلاتا۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۸۹، ج:۱،ص:۵۰)

ذوق وشوق میں اضافہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی چند مزید احادیث ملاحظہ ہوں:

☆ جو بندہ علم کی جستجو میں جوتے، موزے یا کپڑے پہنتا ہے تو اپنے گھر کی چوکھٹ سے نکلتے ہی اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (طبرانی اوسط، باب المیم، الحدیث ۵۷۲۲، ج:۴،ص ۲۰۴)

☆ جو علم کی تلاش میں نکلتا ہے وہ واپس لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہوتا ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب العلم، الحدیث:۲۶۵۶، ج:۴،ص:۲۹۴)

☆ علم کا ایک باب جسے آدمی سیکھتا ہے میرے نزدیک ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور جب کسی طالب علم کو علم حاصل کرتے ہوئے موت آ جائے تو وہ شہید ہے۔

(الترغیب والترھیب، کتاب العلم، رقم الحدیث:۱۶، ج:۱،ص:۵۴)

☆ جو میری اس مسجد میں صرف بھلائی کی بات سیکھنے یا سکھانے کے لیے آیا تو وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور جو کسی اور نیت سے آیا تو وہ غیر کے مال پر نظر رکھنے والے کی طرح ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب العلم، رقم الحدیث:۲۲۷، ج:۱،ص:۱۴۹)

☆ جو کوئی اللہ کے فرائض سے متعلق ایک یا دو یا تین یا چار یا پانچ کلمات سیکھے اور اسے اچھی

طرح یاد کرے اور پھر لوگوں کو سکھائے تو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بات سننے کے بعد کوئی حدیث نہیں بھولا۔"

(الترغیب والترھیب، کتاب العلم، رقم الحدیث: ۲۰، ج: ۱، ص: ۵۴)

☆ تمہارا کسی کو کتاب اللہ کی ایک آیت سکھانے کے لیے جانا تمہارے لیے سو رکعتیں ادا کرنے سے بہتر ہے اور تمہارا کسی کو علم کا ایک باب سکھانے کے لیے جانا خواہ اس پر عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے تمہارے لیے ہزار رکعتیں ادا کرنے سے بہتر ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب السنۃ، رقم الحدیث: ۲۱۹، ج: ۱، ص: ۱۴۲)

☆ حضرت سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "علم کا ایک مسئلہ سیکھنا میرے نزدیک پوری رات قیام کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔" مزید فرماتے ہیں: "جو یہ کہے کہ علم کی جستجو میں رہنا جہاد نہیں اس کی رائے اور عقل ناقص ہے۔" (المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح، ص: ۲۲)

☆ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابی سے محو گفتگو تھے کہ آپ پر وحی آئی کہ اس صحابی کی زندگی کی ایک ساعت باقی رہ گئی ہے۔ یہ وقت عصر کا تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ بات اس صحابی کو بتائی تو انہوں نے مضطرب ہو کر التجا کی: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے ایسے عمل کے بارے میں بتائیے جو اس وقت میرے لیے سب سے بہتر ہو۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علم دین سیکھنے میں مشغول ہو جاؤ۔" چنانچہ وہ صحابی علم سیکھنے میں مشغول ہو گئے اور مغرب سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ راوی فرماتے ہیں کہ اگر علم سے افضل کوئی شے ہوتی تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کا حکم ارشاد فرماتے۔ (تفسیر کبیر، ج: ۱، ص: ۴۱)

ایک ایمان افروز واقعہ:

حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال (ظاہری) ہوا تو اس وقت میں کم سن تھا۔ میں نے اپنے ایک ہم عمر انصاری سے کہا کہ چلو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم حاصل کر لیں، کیونکہ ابھی وہ بہت ہیں بی وہ انصاری کہنے لگے اے ابن عباس! اتنے صحابیوں کی موجودگی میں لوگوں کو بھلا تمہاری کیا ضرورت پڑے گی؟ چنانچہ میں اکیلا ہی علم حاصل کرنے میں لگ گیا۔ بارہا ایسا ہوا، مجھے پتہ چلتا کہ فلاں صحابی رضی اللہ عنہ کے پاس فلاں حدیث ہے۔ میں ان کے گھر دوڑا جاتا۔ اگر وہ قیلولے میں (یعنی آرام کر رہے) ہوتے تو میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر ان

کے دروازے پر پڑا رہتا۔ گرم ہوا میرے چہرے کو جھلساتی رہتی۔ جب وہ صحابی باہر آتے اور مجھے اس حال میں پاتے تو متاثر ہو کر کہتے: "رسول اللہ ﷺ کے چچا کے بیٹے! آپ کیا چاہتے ہیں؟" میں کہتا: "سنا ہے آپ رسول اللہ ﷺ کی فلاں حدیث روایت کرتے ہیں، اسی کی طلب میں حاضر ہوا ہوں۔" وہ کہتے: "آپ نے کسی کو بھیج کر مجھے بلوالیا ہوتا۔" میں جواب دیتا: "نہیں اس کام کے لیے خود مجھے ہی آنا چاہیے تھا۔" اس کے بعد یہ ہوا کہ جب اصحاب رسول ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے تو وہی انصاری جب دیکھتے کہ لوگوں کو میری ضرورت ہے تو حسرت سے کہتے: "اے ابن عباس! تم مجھ سے زیادہ عقل مند تھے۔" (سنن الدارمی، ج:۱،ص:۱۵۰،حدیث:۵۷۰)

عقلمندی کا تقاضا:

مذکورہ تمام احادیث کو پڑھ لینے کے بعد عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ عقلمند لوگ اپنے عقلمند بچوں کو قرآن وتفسیر کا عالم بنائیں۔ دانا لوگ اپنے دانا بچوں کو حدیث وسیرت کا عالم بنائیں۔ دانشور لوگ اپنے دانشور بچوں کو فقہ وقانون کا عالم بنائیں۔۔۔جو بچے سب سے زیادہ سمجھدار ہوں ان کو دین کی راہ پر لگا دینے کے بعد باقی جو ذرا کمزور بچے ہوں ان میں سے دیکھ لینا چاہیے کہ (دین کی بنیادی تعلیم دلوانے کے بعد) کس کو ڈاکٹر بنانا ہے اور کس کو انجینئر، کس کو وکیل بنانا ہے اور کس کو سائنسدان، کس کو پائلٹ بنانا ہے اور کس کو فوجی افسر، وغیرہ وغیرہ۔

حادثاتی علماء:

آج تک ہوتا یہ چلا آیا ہے کہ جو بھی لوگ علماء بنے ہیں، وہ اکثر حادثاتی طور پر بنے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنے بچوں کو کھلا پلا نہیں سکتے تھے وہ انہیں مدرسہ میں چھوڑ آئے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جن کا بچہ سکول میں نہیں چل سکتا تھا، وہ اسے مدرسہ میں چھوڑ آئے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جنہیں علم دین کی اہمیت کا کچھ اندازہ نہیں تھا مگر دیکھا دیکھی میں مدرسہ میں داخل کرا آئے مدرسہ والوں نے ایسے بچوں کو اپنی تحویل میں لے کر ان پہ محنت کی، انہیں پڑھایا لکھایا، ان کی تربیت کی اور وہ "عالم" بن گئے۔ اسی کو کہتے ہیں حادثاتی طور پر عالم بن جانا۔ نہ کوئی پروگرام نہ کوئی پلاننگ، نہ کوئی سوچ، نہ کوئی منصوبہ بندی۔ بس دیگر وجوہات کی بناء پر بچے مدرسہ میں پہنچے۔ آنکھیں بند کر کے علم دین پڑھنا شروع

کیا اور عالم بن گئے۔ یعنی اپنی اولاد کو اس طرح پلاننگ کے ساتھ عالم دین نہیں بنایا گیا جس طرح دیگر شعبوں میں پلاننگ کے ساتھ بھیجا جاتا ہے۔

ہونا تو یہ چاہیے کہ آدمی سب سے پہلے اپنی اولاد کے بارے میں یہ سوچے کہ ان میں سے کس کو عالم بنانا ہے۔ پھر اس کی پوری طرح نگرانی اور سرپرستی کرے تا آنکہ وہ عالم دین بن جائے۔ ایسا بچہ جب عالم بنے گا تو ہم کہہ سکیں گے کہ وہ باقاعدہ ایک سوچ اور ایک پروگرام کے تحت عالم بنا ہے۔ نہ یہ کہ حادثاتی طور پر علماء کی صف میں آ گیا۔

میری خوش قسمتی:

میں بھی وہ خوش قسمت انسان ہوں جس کو والدین نے باقاعدہ پروگرام کے تحت عالم بنایا۔ میرے والد گرامی کو بہت سے لوگوں نے کہا کہ جناب آپ کا ایک ہی بیٹا ہے اسے فلاں فلاں چیز بنائیں۔ مگر انہوں نے ڈنکے کی چوٹ پر کہا کہ میں نے اپنے بیٹے کو صرف عالم دین بنانا ہے اور انہوں نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ سکول و کالج کی فیسوں کی استطاعت رکھنے کے باوجود انہوں نے جو ارادہ کیا وہ اس پر ثابت قدم رہے۔ اور نتیجتاً میں نے علم دین کے نصاب کو مکمل کر لیا۔ میں سب سے پہلے اپنے اللہ کا شکر گزار ہوں اور پھر اپنے والدین کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میرے متعلق بہت اچھا تعلیمی پروگرام بنایا۔ اپنی اولاد کے متعلق اتنی اچھی سوچ بہت کم والدین کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے والدین کو دنیا و آخرت کی جزاء عطا فرمائے۔

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واحد راستہ:

راقم الحروف کی یہ سوچی سمجھی رائے ہے کہ جب تک ہم اپنی اولادوں کو شریعت مطہرہ کا صحیح عالم نہیں بنا لیتے اور ہر طرف علماء کی ریل پیل نہیں ہو جاتی تب تک ملک میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفاذ ممکن نہیں۔ کیونکہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے "مضبوط قیادت" اور شریعت سے واقف "انتظامیہ" کی ہر شعبہ میں ضرورت ہے۔ اگر ہماری اولاد دین سے جاہل رہ گئی تو ملک بھر میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کام کون سنبھالے گا؟ اگر ہم ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ چاہتے ہیں تو پھر اس کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم انہیں ماہر عالم دین بنائیں۔ اگر ہماری اولاد دین سے نابلد رہ گئی تو پھر ایسے لوگ علماء کا لبادہ اوڑھ کر

آگے آجائیں گے جنہیں نہ تو قرآن کی خبر ہوگی اور نہ ہی حدیث کی۔ وہ قرآن کی بھی غلط تشریح کریں گے اور حدیث کا بھی من مانا مفہوم بیان کریں گے۔ وہ نظام مصطفیٰ ﷺ لانے کی بجائے اس کے راستے کی رکاوٹ بن جائیں گے، جس کے نتیجہ میں سارا معاشرہ کرپٹ ہو جائے گا۔ آج پاکستان کا زوال صرف اسی وجہ سے ہے کہ ہم نے اور ہماری اولادوں نے علم دین کا راستہ ترک کر دیا ہے اور نظام مصطفیٰ ﷺ کی منزل سے دور ہو گئے ہیں۔ اگر ہم ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ چاہتے ہیں تو پھر ہمیں علم دین کی راہ کو اپنانا ہوگا۔

علم دین پڑھے پڑھائی بغیر نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی امید رکھنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص مریض ہو اور اپنی صحت یابی کے لیے کسی مستند ڈاکٹر کے پاس جائے، اس کو بھاری بھرکم فیس دے کر اپنا معائنہ کروائے، نسخہ کے مطابق مہنگی اور قیمتی دوائی خریدے اور گھر میں آکر اسے شیلف میں بند کر کے رکھ دے۔ اب وہ دوا استعمال کیے بغیر یہ امید رکھے کہ وہ بہت جلد صحت یاب ہو جائے گا۔ آپ خود بتائیں کہ کیا وہ واقعی ٹھیک ہو جائے گا؟ یقیناً نہیں۔ کیونکہ اس نے وہ دوا استعمال ہی نہیں کیا اور اسے اپنے حلق سے نیچے ہی نہیں اُتارا۔۔۔۔ اسی طرح اگر کوئی شخص خداوند قدوس کی قرآن حکیم جیسی عظیم کتاب کو شیلف میں بند کر کے رکھ دے، نہ خود پڑھے نہ اولاد کو پڑھائے، نہ خود سمجھے نہ اولاد کو سمجھائے، نہ خود عمل کرے نہ اولاد سے عمل کرائے اور پھر یہ امید رکھے کہ ملک میں نظام مصطفیٰ آجائے گا تو یہ اس کی جہالت اور حماقت ہے۔ جب تک ہم خود اور ہماری اولادیں قرآن و حدیث کے فہم کے راستے پر گامزن نہیں ہوتیں تب تک تبدیلی کی کوئی توقع نہیں۔

اللہ و رسول ﷺ کی راہنمائی:

ہر فرد اپنی اولاد کے متعلق اچھا ہی سوچتا ہے۔ کوئی بھی ان کے متعلق برا نہیں سوچتا۔ اب جو شخص اپنی اولاد کو بہتر راہ پہ دیکھنا چاہتا ہے اس کے لیے اللہ و رسول ﷺ کی رہنمائی سب سے بہتر ہے۔ جس راستے کا انتخاب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ کر دیں اس کو اپنانے میں ہی فائدہ ہے۔ اور اس سے ہٹنا اپنا اور اپنی اولاد کا نقصان کرنا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ اس سلسلہ میں ہماری کیا راہنمائی کرتے ہیں۔

لگایا۔ارشاد ربانی ہے:

يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

یعنی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکمت عطا فرماتا ہے اور جسے حکمت عطا کر دی گئی اسے بہت بھلائی عطا کر دی گئی اور نصیحت کی بات صرف عقل والے ہی سمجھتے ہیں۔

یہاں "حکمت" سے مراد اللہ کا دین ہے اور وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ کا مفہوم یہ ہے کہ عقل والے لوگ ہی اللہ کے دین کو پڑھنے پڑھانے کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔لہٰذا اس آیت کریمہ کی روشنی میں عقل والے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی عقل والی اولاد کو اللہ کے دین کا عالم بنائیں جبکہ بے عقل لوگوں پر کوئی پابندی نہیں وہ اپنی بے عقل اولاد کو جو مرضی بناتے پھریں۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

خیرکم من تعلم القران و علمه

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن پڑھتا اور پڑھاتا ہے۔

اس حدیث پاک میں حضور ﷺ نے بہترین آدمی اس کو قرار دیا ہے جو قرآن پڑھنے پڑھانے کی راہ پر چل رہا ہو۔۔۔۔پس اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بالاتفاق ہمیں ہدایت دے دی کہ سب سے اعلیٰ اور بہترین راستہ قرآن فہمی اور حدیث فہمی کا راستہ ہے۔۔۔نیز یہ کہ جو لوگ قرآن و حدیث سمجھتے ہیں وہی عقل والے اور بہترین لوگ ہیں۔

ایک مثال سے وضاحت:

اگر کوئی آرٹسٹ اپنا فن پارہ تخلیق کرتا ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے لوگوں میں پذیرائی حاصل ہو اور وہ پسندیدہ نظروں سے دیکھا جائے۔پھر اگر وہ مقبولیت حاصل کر لے تو اس کی خوشی دوبالا ہو جاتی ہے بی اسی طرح اگر کوئی شخص کوئی ایسی کتاب لکھتا ہے جو لوگوں میں مقبول ہو جاتی ہے، ہزاروں کی تعداد میں فروخت ہوتی ہے اور بکثرت اس کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو لکھنے والے کی طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔۔یہ تو عام بندے کی کتاب کا حال ہے۔اب ذرا (بلا تمثیل) اس کتاب کے متعلق سوچیے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی

سمجھ کر اس پہ عمل کیا جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے بلکہ اس کا حکم دیتا ہے۔ اب ذرا خود سوچیے کہ جب سارے لوگ مل کر کتاب اللہ کا مطالعہ کریں گے اور اس کے پڑھنے پڑھانے میں مصروف ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کتنی خوش ہوگی اور اپنے بندوں کو کتنے کتنے انعامات سے نوازے گی۔ اس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔۔ پھر کتاب بھی ایسی کہ اس جیسی کتاب پوری کائنات میں موجود نہ ہو۔ ایک لازوال، بے مثال اور شاہکار کتاب۔ جس میں ساری انسانیت کی بھلائی پوشیدہ ہے اور سب جہانوں کے علوم وفنون یکجا ہیں۔۔ اب اپنے مسلمان بھائیوں سے ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کو خوش کرنا چاہیے یا نہیں؟۔ اگر کرنا چاہیے تو پھر یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اسی وقت خوش ہوگا جب ہم اس کی کتاب کو پڑھنا پڑھانا شروع کر دیں گے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی اسی وقت ہم پہ راضی ہوں گے جب ان کے ارشادات عالیہ ہمارے اور ہمارے بچوں کی نوک زبان پر ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو قرآن پڑھتا دیکھ کر کتنا خوش ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو حدیث پڑھتا دیکھ کے کتنے راضی ہوتے ہیں، یہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ جب آدمی قرآن پاک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر آسمان کے فرشتے نازل فرماتا ہے۔ اور جب وہ احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرتا ہے تو مکین گنبد خضرا کی نگاہ رحمت نصب ہوتی ہے۔۔ کسی نے خواب میں دیکھا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضور اقدس ﷺ کو پنکھا جھل رہے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ امام بخاری چونکہ حضور ﷺ کی احادیث کی خدمت کرتے ہیں اس لیے انہیں بارگاہِ رسالت ﷺ میں خاص مقبولیت حاصل ہے۔

ہمارا حال:

آج ہماری اکثریت کا حال یہ ہے کہ انہوں نے اللہ ورسول ﷺ کو خوش کرنے کی بجائے شیطان کو خوش کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ دنیا جہان کی ساری کتابیں پڑھیں گے مگر اللہ کا قرآن نہیں پڑھیں گے۔ کرۂ ارض کے ہر مفکر اور فلاسفر کو پڑھیں گے، مگر پیارے مصطفیٰ ﷺ کی حدیث نہیں پڑھیں گے۔ ہر مسئلے کی گتھی سلجھانے کی کوشش کریں گے مگر مسائل فقہ کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ سوچنا چاہیے کہ کیا اس طرح اللہ ورسول ﷺ ہم پر ناراض نہیں ہو جائیں گے اور کیا ہم قہر الٰہی کے مستحق نہ قرار پائیں گے؟۔ یقیناً یہ وہ ظلم ہے جو قرآن وحدیث کے ساتھ کوئی غیر مسلم نہیں خود مسلمان کر رہے ہیں۔

اگر مسلمان ہی قرآن وحدیث کو پڑھنا چھوڑ دیں گے تو کیا کافر آ کر ان کا مطالعہ کریں گے۔ جب سے مسلمانوں نے قرآن وحدیث کی تعلیم کو چھوڑا ہے ان پر اللہ کے عذاب کا کوڑا برس رہا ہے اور یہ اس وقت تک برستا رہے گا جب تک وہ دوبارہ قرآن وحدیث کے دامن میں پناہ نہیں لے لیتے۔

امراء کی دوہری ذمہ داری:

جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے اور ان کے پاس اللہ کا دیا ہوا بہت کچھ ہے، ان کا تو ڈبل فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو عالم دین بنائیں۔ کیونکہ غریب آدمی تو بہت سے مسائل کا شکار ہوتا ہے اور اپنے روزگار کی فکر میں ہوتا ہے وہ یہ سوچتا ہے کہ بچے کو کوئی ایسی چیز پڑھادے جس سے وہ برسرِ روزگار ہو جائے۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی خوشحال بنایا ہے۔ اس کے پاس زمینیں ہیں، پلاٹ ہیں، بینک بیلنس ہے، کاروبار ہے، وغیرہ وغیرہ۔ تو اس کے لیے اپنے بچوں کو علم دین پڑھانے میں کیا دشواری ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بچوں کے معاشی مستقبل سے بے فکری عطا کر دی ہے تو اس پر یہ بھاری فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو عالم دین بنائے۔ خوشحال لوگوں کی اولاد جب عالم دین بنے گی تو وہ فکرِ معاش سے بے نیاز ہوگی اور ڈٹ کر دین کی خدمت کرے گی۔ اسے اپنے اخراجات کی کوئی پروا نہیں ہوگی۔ بس اس کا ایک ہی کام ہوگا یعنی دین کی خدمت کرنا۔

ہمارے اہلسنت کے امام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو کون نہیں جانتا۔ انہوں نے دین کی ایسی خدمت کی کہ فرشتے عش عش کر اٹھے۔ اس کی واحد وجہ یہی تھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے فارغ البالی عطا کی تھی۔ والدین کی طرف سے آپ کو مناسب اراضی حصے میں ملی تھی۔ آپ اس کی آمدنی سے اپنے گھر کی ضروریات بھی پوری کرتے تھے اور اسے دین کاموں پر بھی خوب خرچ کرتے تھے۔ آپ ہدایا و تحائف لینے سے بھی گریز کرتے تھے۔

کسی نے آپ سے کہہ دیا کہ ریاست "نان پارہ" کے نواب کی تعریف میں کچھ اشعار رقم کر دیجئے، وہ آپ کو کثیر مال و دولت سے نوازے گا، جسے آپ دین کے لیے خرچ کیجئے گا۔ یہ سن کر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدح میں ایک خوبصورت نعت لکھی اور مقطع میں یوں کہا:

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

یعنی ہمارا دین روٹی کا ٹکڑا نہیں کہ ہم اس کے پیچھے بھاگتے پھریں اور نوابوں کی تعریف میں نظمیں رقم کریں۔ ہمارے لیے تو رسول اللہ ﷺ کی گدائی کافی ہے۔

پس اگر مالدار لوگوں کے بچے پڑھ جائیں گے تو وہ بھی اسی طرح بے نیازی اور استغناء سے دین کی خدمت کریں گے جس طرح اعلیٰ حضرت نے کی تھی۔ انہیں کسی بھی مخالف موافق کی پروا نہیں ہوگی۔۔۔ یہ غربت ہی کی وجہ ہے کہ کچھ نادار اور غریب لوگ جب علم دین پڑھ لیتے ہیں تو وہ اپنی شان استغناء کو قائم نہیں رکھ سکتے۔

لیکن اب اس کا کیا جائے کہ یہاں بھی الٹا چکر چل رہا ہے کہ امیر لوگ تو علم دین کے قریب آنے کو بھی گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں، ان کے بچے دین سے دور دنیا کی رنگینیوں میں مست ہیں۔ جبکہ علم دین غریبوں کے ہی بچے پڑھ رہے ہیں، انہی کے دم قدم سے دین کی دنیا آباد ہے۔ سچ فرمایا تھا حضور ﷺ نے:

بدأ الاسلام غریبًا و سیعود غریبًا کما بدأ فطوبی للغربائی (مسلم)

اسلام بے چارگی کی حالت میں شروع ہوا تھا پھر دوبارہ پہلے کی طرح بے چارگی کی حالت میں لوٹے گا پس دین کی راہ پر چلنے والے "قلیل غرباء" کے لیے خوشخبری ہے۔

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا، تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارا، تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا، تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
امیر نشہ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملت بیضا غربا کے دم سے

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

دین کے لیے وقف:

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مثالیں بھی دی ہیں جو سب کچھ تج کر اپنے آپ کو دین کے لیے وقف کر دیتے تھے۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی والدہ نے منت مانی:

رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۝

اے میرے رب میں منت مانتی ہوں کہ جو کچھ میرے پیٹ میں ہے وہ تیرے دین کے لیے وقف ہے تو مجھ سے اس کو قبول فرما۔ بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے صاف پتہ چلا کہ پہلی امتوں میں بھی جذبہ والے لوگ اپنی اولادوں کو دین کے لیے وقف کرنے کی منت مانتے تھے۔ پس امت محمدیہ ﷺ ہونے کے ناطے ہمیں بھی اپنے اندر ایسا ہی ذوق وشوق پیدا کرنا چاہیے اور اپنی اولادوں کو دین خدا کے لئیے وقف کر دینا چاہیے۔

قابل توجہ حدیث:

وہ لوگ جو علم دین اور علماء سے بے زار نظر آتے ہیں اور ناک بھوں چڑھاتے ہیں نہ خود علم دین پڑھتے ہیں نہ اپنی اولادوں کو پڑھاتے ہیں اگر ان میں رتی بھر بھی ایمان موجود ہے تو وہ اس حدیث کو بار بار پڑھیں اور اپنے طرز عمل پہ غور کریں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَکُنِ الْخَامِسَ فَتَهْلَكَ

(کنز العمال، ج:۱۰،ص:۸۲)

عالم بن یا متعلم بن یا علم کو سننے والا بن یا علم سے محبت کرنے والا بن اور پانچواں نہ بن) کہ علم اور علماء سے نفرت کرتا ہو) ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

کیا آج اپنی اولادوں کو عالم نہ بنا کر اور علم وعلماء سے بے زار ہو کر ہم ہلاکت کی راہ پر نہیں چل رہے؟ ہمیں اس پر غور کرنا ہو گا۔

لمحہ فکریہ:

ہم ایک ایسے خدا کے ماننے والے ہیں جس کا علم لامحدود ہے اور وہ اپنی اس صفت کو لفظ "علیم" کے ذریعے اپنی مدح میں بیان فرماتا ہے۔ پھر ہم ایک ایسے نبی کے ماننے والے ہیں کہ

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط سے اس نبی کی وسعت علم بیان کی گئی ہے۔ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًاه سے اس نبی کے علم میں روز بروز اضافہ کی نوید سنائی گئی ہے پھر ہم ایک ایسی کتاب (قرآن) کو ماننے والے ہیں جس کا آغاز ہی اقرأ سے ہوا تھا۔

مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ایسے علیم وخبیر خدا کی مخلوق، ایسے عالم ما کان و ما یکون نبی کی امت اور ایسی تبیانا لکل شیئ کتاب اللہ کی حامل قوم جہالت کی اندھیر نگری میں ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے۔ ۸۰ فیصد سے زیادہ مسلمان جہالت کی تاریکیوں میں غوطہ زن ہیں۔ اور جو ۲۰ فیصد پڑھے لکھے ہیں ان کی اکثریت بھی قرآن وحدیث کے علوم سے نابلد ہے۔ خود سوچیے کہ کیا ایسی قوم دین ودنیا میں ترقی اور کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔ یقیناً نہیں ہرگز نہیں۔

وہ قوم جس کا آغاز ہی اقراء سے ہوا تھا　　حیرت ہے کہ تعلیم وتعلم میں ہے پیچھے

بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تحفہ:

ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے گزارش کریں گے کہ وہ اپنے بہترین سمجھدار بچوں کو ایسا عظیم عالم دین بنائیں کہ کل بروز قیامت اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھیں کہ دنیا سے ہمارے لیے کیا تحفہ لائے ہو تو وہ اپنے عالم بچوں کو بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کر دیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ رحمۃ اللہ کے مرشد نے بڑے فخر کے ساتھ ارشاد فرمایا تھا: "کل بروز قیامت اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے پوچھ لیا کہ تم دنیا سے میرے لیے کیا لائے ہو تو میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں "احمد رضا" کو پیش کر دوں گا۔" سبحان اللہ۔

راہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

خود بھی قرآن پڑھنا اور اپنے پیاروں کو بھی قرآن پڑھانا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں جس کتاب کی تعلیم پر سب سے زیادہ زور دیا اور آج بھی اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسمانی طور پر دنیا میں تشریف فرما ہوں تو اسی کتاب کی تعلیم کو اولیں ترجیح دیں گے، اس کا نام قرآن ہے۔ لہٰذا قرآن حکیم پڑھنا پڑھانا راہ مصطفیٰ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی محبت رکھنے والوں کو اپنے لیے اور اپنے پیاروں کے لیے فہم قرآن کا راستہ منتخب کرنا چاہیے۔

پھر اس پر بھی غور فرمائیں کہ قرآن حکیم کی تعلیم کوئی معمولی بات نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی اور اس کے بعد آپ کی امت کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ارشاد ربانی ہے:
هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ ۔۔۔۔۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے "تلاوت آیات، تزکیہ نفوس، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت" کو حضور ﷺ کا فرض منصبی قرار دیا ہے ۔۔۔۔ اور جیسے یہ رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری ہے بالکل اسی طرح ساری امت کی ذمہ داری ہے۔ قرآن حکیم کی بہت سی آیات اور رسول اللہ ﷺ کی ان گنت احادیث میں تمام مسلمانوں کو قرآن حکیم کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنے اور اس کو سمجھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ مثلاً:

افلا یتدبرون القرآن۔ فاقرءوا ماتیسر من القرآن۔ واذا تلیت علیہم آیاتہ زادتہم ایمانا۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر ۔۔۔۔۔ یہ اور اسی طرح کی دیگر بہت سی آیات و احادیث میں امت کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے نظام تعلیم میں قرآن حکیم کو اساسی اور بنیادی حیثیت دے کر اچھی طرح پڑھے اور سمجھے۔

احمقوں سے معذرت کے ساتھ:

مذکورہ کثیر دلائل کو پڑھنے کے بعد بھی اگر قوم کے دل میں قرآن و حدیث پڑھنے پڑھانے کا جذبہ پیدا نہیں ہوا اور وہ اس سلسلے میں ہچکچاہٹ کا شکار ہے تو پھر سمجھ لیجیے کہ وہ ان احمقوں میں سے ہے جن کی عقلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں اور دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پہ کلام نرم و نازک بے اثر

مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور اور سمجھ بوجھ سے نوازا ہے اس کا اولیں فرض ہے کہ وہ فوراً سے پیشتر خود بھی قرآن و حدیث کا علم حاصل کرے اور اپنی آنے والی نسلوں کو بھی اس کی تعلیم دلوانے کا بندوبست کرے۔

دینی و عصری تعلیم:

بعض لوگوں کو عصری تعلیم کا خبط ہوتا ہے اور وہ اس پر دل و جان سے فدا ہوتے ہیں۔ وہ دینی تعلیم کو عملی طور پر ہاتھ لگانا بھی گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں۔ نہ خود اس کے قریب آتے ہیں نہ اپنی اولاد کو قریب آنے دیتے ہیں۔ ایسے لوگ خالصتاً گمراہی اور خسارے میں ہیں۔ کیونکہ تنہا عصری تعلیم کا حصول آہستہ آہستہ انسان کو اللہ سے دور کر دیتا ہے۔

او علم کہ حق نہ نماید جہالت است

یعنی وہ علم جو اللہ کی راہ نہ دکھائے وہ جہالت ہے۔ لہٰذا صرف عصری تعلیم پر مر مٹنا اور قرآن و حدیث کو ترک کر دینا پرلے درجے کی جہالت، حماقت اور خباثت ہے۔

اسی طرح بعض لوگ قرآن و حدیث سے متعلقہ چند علوم پر اکتفا کر کے بہت سے مفید عصری و سائنسی علوم کو ترک کر دیتے ہیں اور ان کے پڑھنے پڑھانے کو گمراہی اور کفر قرار دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ لوگ بھی قرآن کی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ کیونکہ قرآن حکیم نے کسی علم پر قدغن نہیں لگائی بلکہ تمام علوم کے حصول کی ترغیب دی ہے۔ یاد رہے کہ "قرآن" علم میں دوئی اور ثنویت کو بالکل پسند نہیں کرتا بلکہ اس کا انکار کرتا ہے۔ لہٰذا دینی و عصری علوم کے حسین امتزاج پر مبنی تعلیم کا حصول ہی فلاح کا ضامن ہے۔ اگر عصری تعلیم پڑھ لی اور خدا رسول سے بے گانہ ہو گئے یا فقط قرآن و حدیث پڑھ لیے اور معاشرہ سے لاتعلق ہو گئے تو کوئی نفع کا کام نہیں کیا۔

اسی لیے حضور ﷺ ایسے علم سے پناہ مانگا کرتے تھے جو نفع نہ پہنچائے۔ خواہ دنیا میں نفع نہ دے خواہ آخرت میں نفع نہ دے۔ حضور ﷺ کی دعا یہ ہے:

اللھم انی اعوذبك من علم لا ینفع "اے اللہ میں ایسے علم سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو نفع مند ثابت نہ ہو۔"

زبردستی دین کی تعلیم دلوانا:

دین کی تعلیم تو ایسا بنیادی فرض ہے کہ اس کے لیے زبردستی کرنا بھی جائز ہے۔ صرف جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے۔ آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم عصری علوم کے لیے تو اپنے بچوں پر بہت سختی

کرتے ہیں مگر دینی علوم کی طرف نرمی سے بھی توجہ نہیں دلاتے بلکہ الٹا ان سے روکتے اور ان کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ ہماری یہ سرد مہری، بے رخی اور بے گانگی قابل گردن زدنی ہے۔ قرآن حکیم میں ایک ایسی مثال بھی موجود ہے جس میں کتاب اللہ سے دور رہنے والوں کو خوفناک تہدید (Horrible Threat) کے ذریعے اس کے پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے پر مجبور کیا گیا۔ فرمایا:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْکُرُوْا مَا فِیْهِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۝

اور (اے بنو اسرائیل) جب ہم نے تم سے پختہ وعدہ لیا اور ہم نے تمہارے اوپر پہاڑ طور کو اٹھا کے کھڑا کر دیا کہ جو کتاب ہم نے تمہیں دی ہے اس کو مضبوطی سے تھامو اور اس کے مفاہیم کو ذہن نشین کرو تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو۔

کیسی واضح اور صریح آیت ہے جو ہمیں بتا رہی ہے کہ کتاب اللہ کے نہ پڑھنے اور سمجھنے والوں پر اللہ تعالیٰ اس حد تک ناراض ہوتا ہے کہ ایک بہت بڑا پہاڑ ان کے سروں پہ کھڑا کر کے ان سے وعدہ لیتا ہے کہ بتاؤ آئندہ میری کتاب پڑھو گے یا نہیں؟ اس پر عمل کرو گے یا نہیں؟

کیا اب بھی ہمارے لیے قرآن سے دوری کی کوئی گنجائش باقی رہ گئی ہے؟ کیا اب بھی فہم قرآن سے اعراض کا کوئی راستہ موجود ہے؟ کیا اب بھی علم دین سے فرار کی کوئی صورت ممکن ہے؟

کتاب اللہ سے دور بھاگنے والوں کے لیے ایک اور عبرتناک حوالہ بھی حاضر خدمت ہے۔ پڑھیے اور سوچیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِیْقٌ مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ ۙ کِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ کَاَنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۝

یعنی جب بنو اسرائیل کے پاس اللہ کا رسول وہ کتاب لے کر آیا جو ان کے پاس موجود سابقہ تعلیمات انبیاء کی تصدیق کرتی تھی تو اہل کتاب کے ایک گروہ نے کتاب اللہ کو اٹھا کے اپنی پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا گویا وہ کتاب اللہ کو جانتے ہی نہیں (استغفر اللہ)۔

اس آیت کو پڑھنے کے بعد غور کیجئے کہ کیا ہمارا رویہ قرآن کے ساتھ بالکل بنو اسرائیل جیسا نہیں ہے؟ شہروں کے شہر، قصبوں کے قصبے اور گھروں کے گھر اجڑے پڑے ہیں۔ نہ قرآن کا پتہ ہے

نہ حدیث کی خبر۔ویسے پوچھو تو بڑے فخر سے کہیں گے کہ ہم نے فلاں فلاں ڈگری حاصل کی ہوئی ہے اور فلاں فلاں ڈپلومہ کیا ہوا ہے۔لیکن قرآن وحدیث کا پوچھو تو کچھ پتہ نہیں۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

ایک تیسری آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴿

اور رسول اللہ بروز قیامت عرض کریں گے اے میرے رب بے شک میری اس قوم نے قرآن کو ترک ہی کر دیا تھا۔

گویا قیامت کے دن حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری قرآن کا دامن نہ تھامنے کی شکایت کریں گے۔

سب کچھ تو قرآن وحدیث میں ہے:

یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ جب تک ہم صحیح طور پر قرآن وحدیث نہیں پڑھیں گے تب تک ہمیں احکام الٰہی کا پتہ نہیں چل سکتا اور نہ ہی اللہ ورسول ﷺ کی رضا معلوم ہو سکتی ہے۔قرآن وحدیث کے بغیر تو ہم کورے کے کورے ہیں۔جب تک قرآن وحدیث کو بنیاد نہ بنایا جائے تب تک کوئی بھی علم انسان کے لیے نفع مند نہیں ہے۔کسی بھی شئ کی حقیقت معلوم کرنی ہے تو اس کے لیے قرآن وحدیث کے بغیر چارہ نہیں۔غرض ہر شے کا پتہ علم دین سے چلے گا۔

دین وایمان کا پتہ علم دین سے چلے گا کفر واسلام کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔۔نماز روزہ کے مسائل کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔۔حج وزکوٰۃ کے مسائل کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔۔ظاہری وباطنی گناہوں کا پتہ علم دین سے چلے گا صغیرہ وکبیرہ گناہوں کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔۔طہارت ونجاست کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔۔نکاح وطلاق کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔خرید وفروخت کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔حلال وحرام کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔۔حق وباطل کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔۔تبلیغ وجہاد کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔۔خبیث وطیب کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔وراثت وزراعت کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔رشتہ داروں کے حقوق کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔طلباء واساتذہ کے آداب کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔بزرگوں کے احترام کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔

ہمسائیوں اور مہمانوں سے تعلق خاطر کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔۔سیاست و معیشت کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔۔تہذیب و معاشرت کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔۔قانون واخلاق کا پتہ علم دین سے چلے گا۔۔۔۔صنعت و تجارت کا پتہ علم دین سے چلے گا۔

جب ہر چیز کا پتہ علم دین سے چلے گا تو پھر آپ خود ہی بتائیے کہ جنہوں نے علم دین کو ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھ رکھا ہے انہیں کسی بھی شئی کی حقیقت کی کیا خاک خبر ہوگی؟ وہ تو بس حیوانات ہیں جو زندگی گزار کے دنیا سے چلے گئے۔

کیا کہوں احباب کیا کارہائے نمایاں کر گئے   بی اے کیا نوکر ہوئے پنشن ملی مر گئے

دینی تعلیم سے بے خبری کا نتیجہ:

آج چونکہ دینی تعلیم سے بیگانگی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ قرآن وحدیث کے حقیقی ماہرین کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔ پس اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دین کے نام پر بڑے بڑے "کاروباری اور بھکاری" وجود میں آ گئے۔ لوگ چونکہ خود جاہل ہیں لہٰذا انہوں نے معاشرہ پر چھائے ہوئے ان کاروباریوں، بھکاریوں، تعصب پرستوں، تشدد پسندوں اور فرقہ بازوں کے کالے کرتوتوں کو عین اسلام سمجھ لیا اوران کی بداعمالیوں کو دین مصطفیٰ ﷺ قرار دے دیا۔۔۔۔۔اگر قوم صحیح طور پر قرآن و حدیث پڑھی ہوئی ہوتی تو اسے خود بخود صحیح و غلط، خوب وزشت اور حق و باطل کی تمیز ہو جاتی، جس سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا۔

اب بھی اگر قوم سدھر جائے اور قرآن وحدیث کے دامن سے وابستہ ہو جائے تو بہت جلد اس پر ہر چیز طشت از بام ہو جائے گی۔ مکروفریب کا پردہ چاک ہوگا، حق وصداقت کا سویرا طلوع ہوگا، تاریکیاں بھاگتی پھر رہی ہوں گی اور روشنیوں کو غلبہ نصیب ہوگا۔

آخری عریضہ:

ہماری آخری گزارش یہی ہے کہ سب مسلمانوں کی بھلائی اسی میں پوشیدہ ہے کہ وہ خود بھی علم دین حاصل کریں اور اپنی اولادوں کو بھی علم دین پڑھائیں۔ اپنی دنیا بھی سنواریں اور اپنی آخرت بھی سنواریں، ورنہ عبرتناک انجام کیلئے تیار ہو جائیں۔
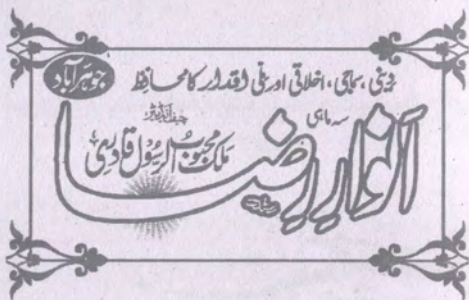
علم سے نور اُجالا

امام احمد رضا کا نظریہ تعلیم

پروفیسر عبد الغفار گوہر

حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۵۶ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام نقی علی خاں تھا۔ آپ کا گھرانہ علمی اور روحانی تھا۔ آپ نے تقریباً ۱۴ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم حاصل کر لئے اور فتویٰ نویسی کے فرائض سر انجام دینے لگے۔ (۸: ۱۲۰) آپ کا وصال ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ آپ کی تصانیف ایک ہزار کے لگ بھگ ہیں۔

تعلیمی نظریات

(الف) مقاصد تعلیم:

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعلیم کے مندرجہ ذیل مقاصد تھے:

(۱) تفہیم دین (۲) رضائے الٰہی کا حصول، فرماتے ہیں کہ "رزق علم میں نہیں وہ تو رازق مطلق کے پاس ہے جو خود اپنے بندوں کا کفیل ہے۔" (۱: ۲۲)۔ مزید فرماتے ہیں کہ "دنیوی علم کا حصول اگر اس نیت سے کیا جائے کہ اس سے دین کا مفاد مقصود ہو تو وہی تعلیم دین بن جائے گی۔" (۴: ۱۰) (۳) حسن نیت اور حسن عمل کی تربیت کرنا۔ فرماتے ہیں "حسن نیت سے بے شمار احکام بدل جاتے ہیں۔ اچھا بھلا کام نیت بدلنے سے نامسعود بن جاتا ہے۔" (۵: ۱۰) (۴) معرفت الٰہی (۵) تفہیم منصب رسالت (۶) خیر و شر میں فرق کی وضاحت (۷) تعمیر کردار۔

(ب) نصابی ماڈل:

(۱) افادیت اور مقصدیت کے نقطہ نظر سے امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تمام علوم جدیدہ و قدیمہ خواہ عقلی ہو یا نقلی کی تعلیم کو جائز قرار دیتے ہیں۔ (۲: ۹۹) (۲) ذی علم مسلمان اگر بہ نیت ردّ نصاریٰ انگریزی پڑھے تو ضرور اجر پائے گا۔ (۳: ۹۹) (۳) دنیوی زندگی کے لئے کسی زبان کے سیکھنے، حساب،

اقلیدس، جغرافیہ یا کسی جائز علم کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۴) طب، سائنس اور دیگر علوم جدیدہ کا ہر وہ حصہ جو تعلیمات اسلامیہ کے تابع ہو قابل قبول ہے۔ (۵) جو جائز علم دنیا و آخرت میں کسی کام نہ آئے غیر نافع ہے۔ نصاب سے خارج کر دینا ضروری ہے۔ (۶) مذموم علوم کا حصول منع ہے کیونکہ اس میں مخلوق کے نقصان کا پہلو غالب ہے۔

(ج) ذرائع علم:

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تین ذرائع کے قائل تھے:

(۱) قرآن (۲) حدیث (۳) اجماع وقیاس

اس ضمن میں انہوں نے ایک حدیث کا حوالہ دیا ہے۔ لکھتے ہیں: "رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ علم تین ہیں قرآن یا حدیث یا وہ چیز جو وجوب عمل میں ان کی ہمسر ہے گویا اجماع کی طرف اشارہ ہے۔ ان کے سوا سب فضول ہے۔" (۱۰:۷)

(ر) حکمت تدریس:

(۱) ابتدائی تعلیم اور ذہن سازی:

دیگر مسلمان مفکرین کی طرح امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ابتدائی تعلیم پر زیادہ زور دیتے ہیں اور اس سطح پر ذہن سازی کے قائم ہیں۔

فرماتے ہیں: "نرم لکڑی جدھر جھکاؤ جھک جاتی ہے۔" اور فرماتے ہیں "بچپن کی تربیت ہی بچے کی زندگی میں انقلاب پیدا کرتی ہے۔" (۱۰:۶)

اس ضمن میں وہ تشدد کی بجائے نرمی کے قائل ہیں۔

(۲) سکون ومحبت:

زندگی میں وقار اور سکون پیدا کرنے کے لئے دوران تعلیم سکون اور محبت کا سماں پیدا کر کے تربیت کرنی چاہئے۔

(۳) جسمانی تربیت:

طلبہ کو کھیلنے کا وقت بھی دیا جائے۔

(۴) آسان اور مؤثر انداز:

تعلیم کا انداز آسان اور مؤثر ہونا چاہئے کیونکہ مشکل زبان میں تعلیم اور اجنبی زبان میں تعلیم دونوں صورتیں طالب علم کی علمی ترقی میں حائل ہوتی ہیں۔

(۵) مادری یا علاقائی زبانیں:

ابتدائی تعلیم ہر شخص کو اس کی مادری زبان یا علاقائی زبان میں دی جائے۔

(۶) غیر ملکی زبان:

اعلیٰ تعلیم کے لئے مشکل یا غیر ملکی زبان استعمال میں لائی جاسکتی ہے۔

(۷) تعلیم نسواں:

(۱) مخلوط تعلیم کسی سطح پر جائز نہیں۔

(۲) عورتوں کے لئے ان کی ضروریات اور نفسیات کے مطابق الگ نصاب ہونا چاہئے۔

(۳) عورتوں کے لئے ایسی فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم ضروری ہے جسے وہ باپردہ رہ کر حاصل کرسکیں۔

بدعات کی بیخ کنی

(۱) قبروں پر سجدہ۔

(۲) عورتوں کا مساجد میں طاق بھرنا اور گیت گانا۔

(۳) شادیوں میں باجے بجانا (سوائے اس دف کے جس کی اجازت ہے)۔

(۴) قبروں کا حد شرح سے اونچا کرنا۔

(۵) عروس بزرگان دین میں مرد و عورت کا اختلاط۔

(۶) قبروں کا بوسہ وطواف وغیرہ۔(۵۸:۹)

کتاب نامہ

۱۔احمد رضا، امام فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص ۲۲۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۔احمد رضا، امام، ک۔م۔ب، ص ۹۹۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۳۔احمد رضا، امام، ک۔م۔ب، ص ۹۹۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۔پاکستان، لاہور (روز نامہ) ۱۸ جون ۱۹۹۵ء، ص ۱۰۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۔ایضاً ص ۱۰۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۶۔ایضاً ص ۱۰۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۷۔ایضاً ص ۱۰۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۔محمد مسعود احمد، ڈاکٹر، حیات مولانا احمد رضا ص ۱۲۰۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹۔معارف رضا، کراچی، شمارہ (۱۷) ۱۹۹۷ء، ص ۵۸۔۔۔۔۔۔۔۔۔

معلم و متعلم کے باہمی حقوق و فرائض

مولانا محمد ناصر چشتی ☆

یہ معلوم ہونا چاہئے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اس لئے کہ علم بڑی دولت اور عظیم نعت ہے۔علم دل کی زندگی اور آنکھوں کا نور ہے، کائنات کا معلم حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ پر جوسب سے پہلی وحی بھیجی اس میں بھی آپ ﷺ کو اقراء یعنی پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے: "پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔جمے ہوئے خون کے لوتھرے سے انسان کی تخلیق کی۔پڑھئے اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ انسان کو علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا" (سورہ العلق ۱ تا ۵)

اس لئے معلم انسانیت حضرت محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے علم میں اضافے کی دعا کی "رب زدنی علما" (طٰہٰ ۱۱۴) اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔آنحضرت ﷺ نے علم کی اہمیت و فضیلت کے پیش نظر اس کی ترویج و اشاعت کی ابتداء فرمائی۔معلم کامل سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ نے مسجد نبوی میں ایک درسگاہ صفہ قائم فرمائی۔

جس دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دن رات علم سیکھنے میں مصروف رہتے تھے۔اس درس گاہ صفہ کی نگرانی بھی خود رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔

اسی طرح جنگ بدر کے دن خواندہ کافر قیدیوں کا یہ فدیہ مقرر کیا گیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں۔(مجمع الزوائد ص ۱۷۲، ج ۴)

اس لئے کائنات کے عظیم ترین معلم کامل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حصول علم کو فرض قرار دیا ہے، آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

(بیہقی فی شعب الایمان ص ۲۸۲، ج ۲)

☆ روشنیوں کے شہر کراچی سے مشنری جذبہ سے سرشار معروف علمی نوجوان قلمکار

یعنی مسلمان حاکم پر فرض ہے کہ وہ حکومت کرنے اور عوام کے حقوق وغیرہ کے متعلق اسلامی احکام سیکھے۔

مسلمان تاجر پر فرض ہے کہ وہ تجارت سے متعلق دین کے احکام سیکھے۔

مسلمان وکیل پر فرض ہے کہ وہ اسلامی قانون بھی سیکھے۔

مسلمان ڈاکٹر و حکیم پر فرض ہے کہ وہ علاج و معالجہ اور حلال و حرام دواؤں کے متعلق شرعی احکام سیکھے۔

تمام مسلمان عوام پر فرض ہے کہ وہ یہ علم سیکھیں کہ روزانہ پانچ نمازیں فرض ہیں۔

ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں، صاحب نصاب کے اموال پر زکوٰۃ فرض ہے۔

صاحب استطاعت پر حج فرض ہے اور قتل، چوری، زنا، سود اور شراب نوشی حرام ہے۔

معلم اور متعلم کی فضیلت

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "تم میں سے جو کامل ایمان والے اور علم والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے گا۔" (سورۃ المجادلہ:۱۱)

"آپ فرما دیجئے کیا جو لوگ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہیں؟" (الزمر:۹)

ارشاد نبی ﷺ ہے: "اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔" (صحیح بخاری ص ۱۶، ج ۱)

"علماء انبیاء کے (علم کے) وارث ہوتے ہیں۔" (جامع ترمذی ص ۹۳، ج ۲)

علم کی اہمیت اور معلم و متعلم کی فضیلت اہمیت کا تعین کرنے کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں، یعنی معلم (پڑھانے والا) اور متعلم (پڑھنے والا) کے باہمی حقوق فرائض کیا ہیں؟ اور جن پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔ جن پر عمل کرنے سے ہم دین و دنیا میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

معلم کے چند حقوق و فرائض یہ ہیں۔

۱۔ معلم باکردار اور کردار ساز ہو:

کسی قوم میں کسی پیغمبر کی بعثت کا اہم ترین مقصد امت کی تعلیم و تربیت ہوتا ہے اور علماء

کرام چونکہ جانشین انبیاء ہوتے ہیں اور معلم کا کام بھی تعلیم و تربیت دینا ہوتا ہے، اس لئے سلسلہ تدریس سے قبل یہ بہت ضروری ہے کہ معلم خود حسنِ اخلاق کا پیکر ہو اور حسن خلق نیک لوگوں کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

(سورۃ التوبہ:۱۱۹)

اسلامی ضابطہ اخلاق میں اچھی صحبت کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ ہادی اعظم رسول عربی محمد ﷺ کا فرمان عالیشان ہے "برے ہم نشین کے مقابلے میں تنہائی بہتر ہے اور اچھے لوگوں کی صحبت تنہائی سے بہتر ہے اور بھلائی کی بات خاموشی سے بہتر ہے اور بری بات سے خاموشی بہتر ہے۔"

(مشکوٰۃ ۴۱۴)

چونکہ شاگردوں کو اپنے اساتذہ سے ہم کلامی اور ہم نشینی کا زیادہ موقعہ ملتا ہے لہٰذا اساتذہ کو اپنے کردار پر کڑی نظر رکھتے ہوئے شاگردوں کی کردار سازی کا عمل بھی مسلسل جاری رکھنا چاہئے۔

۲۔ سلوک:

انداز تعلیم دلنشین ہو تو پر تاثیر ہوتا ہے لیکن اس کی خشت اول اخلاقی ہے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کرو۔" (سورہ الاحزاب ۷۰)

"اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔" (البقرہ ۸۳)

ہمیں یہاں اس حدیث پاک سے بھی رہنمائی ملتی ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "بے شک کچھ لوگ تمہارے تابع ہوں گے اور بے شک بہت سے لوگ زمین کے دور دراز حصوں سے تمہارے پاس آئیں گے، جو دین میں سمجھ رکھتے ہوں گے، جب وہ تمہارے پاس آجائیں تو تم ان سے اچھا سلوک کرنا۔" (جامع ترمذی۔ ص ۸۹، ج ۶)

اساتذہ کو اپنے شاگردوں کے ساتھ شفقت و محبت اور خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہئے تا کہ آپس میں فاصلہ ختم ہو اور انہیں سوال کرنے میں کوئی شرم یا جھجک محسوس نہ ہو اس لئے معلم کامل امام الانبیاء محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا کہ "تعلیم دو اور سختی نہ کرو کیونکہ تعلیم سختی سے بہتر چیز ہے۔"

رسول کریم ﷺ نے دین کی تعلیم دینے والوں کو خاص کر یہ تاکید فرمائی، خواہ آپ مبلغ ہو یا معلم آپ نے فرمایا "آسانی کرو اور سختی نہ کرو۔ لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور متنفر نہ کرو۔"
(صحیح بخاری ص ۱۶، ج ا و ص ۲۶، ج ۲)

۳۔ حفظ علم و تشہیر علم:

علم کو محفوظ رکھنے کا مؤثر طریقہ یہ ہے کہ معلم مصروف مطالعہ رہے اور علم پر عمل کرتا رہے، جس علم پر عمل ہوتا ہے وہ علم خود بخود قائم و دائم رہتا ہے اور علم کی حفاظت کا سب سے بہترین طریقہ علم کی تعلیم و تشہیر ہے اس لئے ایک عالم پر فرض ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے بعد دوسروں کو علم سکھائے تاکہ یہ علماء کے لئے صدقہ جاریہ بن جائے۔

جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "انسان کے مرنے کے بعد اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہیں مگر صدقہ جاریہ اور وہ علم جس سے دوسرے فائدہ حاصل کرتے ہوں اور نیک اولاد جو والدین کے لئے دعائے خیر کرتی رہے۔" (صحیح مسلم ص: ۴۱، ج: ۲)

اس حدیث کی روشنی میں استاد کے شاگردوں اور ان کے شاگردوں کے ذریعے یہ علم جہاں تک پہنچے گا اس شخص کو برابر اجر و ثواب ملتا رہے گا۔ اسی طرح حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔" (سنن ابوداؤد ص ۱۵۹، ج ۲)

نبی محترم ﷺ نے اپنے بعد معلم کو سب سے بڑا سخی قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے "میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہے جس نے علم سیکھا اور پھر اس کو پھیلایا۔"

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ افضل ترین سخاوت علم کی تعلیم و تشہیر ہے۔ اس کے برخلاف علم کو چھپانا بہت بڑا بخل ہے اور یہ بھی بروز قیامت باعث عذاب ہوگا۔ جیسا کہ رسول نذیر ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس شخص نے علم کی کوئی بات پوچھی جس کا اسے علم بھی ہے پھر اس نے اس کو چھپایا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔" (ترمذی ص ۸۹، ج ۲)

جس طرح عالم کے لئے علم کو چھپانا اور تشنگان علم کو علم سے محروم رکھنا باعث عذاب ہے اسی طرح علم نہ ہونے کے باوجود اپنے کو عالم ظاہر کرنا اور بتانا یہ بھی باعث گناہ ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو

ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کو علم کے بغیر فتویٰ دیا گیا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہوگا۔" (سنن ابوداؤد)

۴۔ اختصاصیت پسند:

معلم کو اپنے شعبہ علم میں بہت ماہر ہونا چاہئے تاکہ وہ اپنے تلامذہ کو بہتر انداز میں تعلیم و تربیت دے سکے۔ خود معلم کامل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو قرآن سیکھنا ہو وہ فلاں صحابی (زید بن کعب وعبداللہ ابن مسعود) کے پاس جائے اور جس کو تقسیم ترکہ کا حساب سیکھنا ہو تو وہ فلاں صحابی (زید بن ثابت) کے پاس جائے۔ (صحیح بخاری: ص ۷۵۳، ج ۲)

یہاں تک تو چند فرائض معلم حضرات کے بارے میں تحریر کیے گئے ہیں۔ اب چند حقوق وفرائض متعلمین کے بارے میں زینت قرطاس ہیں جو متعلمین کے لئے نہایت ضروری ہیں جن پر عمل کرنے سے ہی کوئی طالب علم کامیاب ہوسکتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی ایک مشعل راہ بن سکتا ہے۔

متعلمین کے لئے چند حقوق:

طالب علم پر استاد کی اطاعت و تعظیم واجب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علماء کی عزت کیا کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔" (کنزالعمال: ص ۱۵۰، ج ۱۰)

حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "عالم کا تم پر یہ حق ہے کہ تم مجلس میں لوگوں کو بالعموم سلام کرو اور عالم کو خصوصیت کے ساتھ علیحدہ سلام کرو، تم ان کے سامنے بیٹھو تو ہاتھوں اور آنکھوں سے اشارے بازی نہ کیا کرو۔" (کنزالعمال: ص ۱۵۵، ج ۱۰)

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا میں اس کا غلام ہوں۔ اگر وہ چاہے تو مجھے بیچ دے اگر چاہے تو آزاد کردے اور اگر چاہے تو غلام بنائے رکھے۔"

حضرت شیخ ابراہیم بن اسماعیل "بتعلیم التعلم طریق التعلیم" میں آداب معلم تحریر فرماتے ہیں:

۱۔ طالب علم کو استاد کے مسند پر نہیں بیٹھنا چاہئے۔

۲۔ طالب علم کو استاد کے قریب نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ کم از کم ایک گز دور بیٹھنا چاہئے۔

۳۔ طالب علم استاد کے مکان کا دروازہ نہ کھٹکھٹائے بلکہ صبر کرے یہاں تک کہ استاد باہر نکل آئے۔

۴۔ معلم کی تعظیم کے لئے اُس کے آگے نہیں چلنا چاہئے۔

۵۔ طالب علم کو چاہئے کہ استاد کی ناراضگی سے خود کو بچائے۔

۶۔ جس نے بھی استاد کو اذیت پہنچائی وہ علم کی برکت سے محروم ہو جاتا ہے۔
(بتعلیم المتعلم طریق التعلم المتعلمین ۱۶ تا ۲۰)

دنیا میں ہر شخص کے تین والد ہوتے ہیں۔ ایک اصلی والد، دوسرا استاد اور تیسرا سسر ہوتا ہے اور تینوں میں استاد کا درجہ سب سے بلند و بالا ہوتا ہے۔ سسر اپنی لختِ جگر کو پالتا ہے اس کو تعلیم و تربیت دیتا ہے پھر اپنے داماد کے سپرد کر دیتا ہے۔ والد اصلی اپنے بچے کو آسمان سے زمین پر لانے کا موجب بنتا ہے اور استاد محترم اپنی تعلیم و تربیت سے اسے زمین سے آسمان تک پہنچا دیتا ہے اور علم کی روشنی اسے عطا کرتا ہے اور دین و دنیا میں کامیاب انسان بناتا ہے اس لئے استاد کا درجہ بلند ترین ہے۔

۲۔ تحصیلِ علم:

طالب علم کو لازم ہے کہ وہ ذوقِ علم کی تسکین کے لئے دور دراز سفر کرنے سے بھی احتراز نہ کرے۔ قرآن مجید کی سورۃ الکہف میں واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت خضر علیہ السلام مذکور ہے کہ کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام طلب علم کی تلاش میں نکلے اور سفر کی تکلیفیں بھی برداشت کیں اس طرح واقعہ مذکور کا حاصل کلام یہ ہے کہ کوئی شخص کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو وہ ہر چیز کا جاننے والا نہیں ہو سکتا۔ اس واقعہ مذکورہ سے دوسری چیز یہ مستفاد ہوتی ہے کہ علم میں زیادتی کی خواہش ہو تو بیرون ممالک کا سفر بھی ضرور کرنا چاہئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں بھی درسگاہ صفہ میں تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے لئے دور دراز شہروں سے لوگ آتے تھے اور ضروری تعلیم و تربیت کی تکمیل کرنے کے بعد اپنے وطن

واپس چلے جاتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے صرف ایک حدیث حاصل کرنے کے لئے ایک ماہ کی مسافت کا سفر کیا۔ (صحیح بخاری: ص ۱۷، ج ۱)

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "حکمت کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے وہ بات جہاں ملے مومن ہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔" (مجمع الزوائد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: "علم کو قید کرلو میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! علم کس سے قید ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لکھنے سے علم قید ہوتا ہے۔"
(مجمع الزوائد: ص ۱۵۲، ج ۱)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کو تحریر سے قید کرلو۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا کہ ہر وقت اپنے ساتھ قلم و دوات اور قرطاس رکھتے تھے اور جس سے بھی علم کی کوئی بات سنتے اسے لکھ لیا کرتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب تک قبر کا منہ نہ دیکھ لوں قلم و دوات نہیں چھوڑ سکتا۔ (وراثت انبیاء، ص ۱۱۹)

۳۔ اخلاص نیت:

تحصیل علم کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بتائے ہوئے احکام پر عمل کیا جائے اور غافلوں کو ہوشیار، جاہلوں کو واقف کار اور ضلالت و گمراہی کا خاتمہ کیا جائے تو یہ مقصد باعث اجر و ثواب ہے اور جو علم اس مقصد کے خلاف حاصل کیا جائے گا وہ باعث وبال جان ہوگا۔ جیسا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے علماء پر فخر کرنے، جاہلوں سے بحث کرنے اور لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے علم حاصل کیا اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔"
(جامع ترمذی: ص ۹۰، ج ۲)

ہر نیک کام میں اخلاص نیت ہونا ضروری ہے کیونکہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ نیت اچھی ہوگی تو باعث اجر و ثواب اور رضائے الٰہی کی موجب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر کام میں اخلاص نیت عطا فرمائے۔

۴۔عجز وانکساری:

طالب علم کے لئے عاجزی وانکساری بہت ضروری ہے کیونکہ تواضع سے ہی بلندی حاصل ہوتی ہے اور خاص کر استاد کے سامنے تو کسی قسم کی انانیت اور تکبر کا اظہار نہ کرے۔ بلکہ ہمہ وقت عاجزی و انکساری سے پیش آئے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ہر نماز کے بعد اپنے استاد (حماد) اور والد (ثابت) کے لئے استغفار کرتا ہوں اور میں نے کبھی بھی اپنے استاد کے گھر کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے۔ حالانکہ میرے گھر اور ان کے گھر کے درمیان سات گلیاں ہیں۔(الخیرات الحسان مترجم ص ۱۹۷)

۵۔تکرار و مذاکرہ:

تحفیظ علم کے لئے مطالعہ اور تکرار و مذاکرہ بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ علم میں پختگی اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ عربی کا ایک مقولہ ہے "السبق حرف، والتکرار الف" یعنی سبق تو کم ہونا چاہئے لیکن اس کا تکرار زیادہ سے زیادہ ہونا چاہئے کیونکہ سبق کی نسبت تکرار اور غور وخوض جتنا زیادہ ہوگا فہم وادراک اتنا ہی زیادہ ہوگا۔ علم میں ملکہ اور پختگی حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ طالب علم آپس میں تکرار اور مذاکرہ زیادہ سے زیادہ کریں۔ مسائل علمیہ اور مختلف مضامین پر علمی و تحقیقی بحثیں کریں۔ اس طریقے سے علم میں ملکہ اور پختگی بہت جلد پیدا ہوتی ہے۔

(قرۃ العیون فیتذ کرۃ الفنون۔ ص ۳۵،۳۴)

۶۔استفسار علم:

طالب علم کو جو چیز بھی معلوم نہ ہو یا سمجھ میں نہ آتی ہو تو استاد سے ضرور پوچھنا چاہئے، پوچھنے میں کوئی شرم یا عار محسوس نہیں کرنا چاہئے۔

ارشاد رب ذوالجلال ہے کہ:

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ — پس اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

(سورۃ النحل: ۴۳)

اس لئے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شرمیلا اور متکبر شخص علم حاصل نہیں کرسکتا۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بڑے پُرحکمت اقوال ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان تقسیم فرمائی ہے اس سے راضی ہیں کہ ہمارے لئے علم ہے اور جاہلوں کے لئے مال ہے۔

۲۔ علم انبیاء کرام علیہم السلام کی میراث ہے اور مال فرعون و قارون کی میراث ہے۔

۳۔ علم خرچ کرنے سے اس میں اور اضافہ ہوتا ہے جبکہ مال خرچ کرنے سے کم ہوجاتا ہے۔

(تفسیر عزیزی: ص ۱۷۴، ج ۱)

اسی طرح کسی شاگرد کے لئے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ استاد کو محض تنگ کرنے کے لئے یا امتحاناً بے معنی سوال کرے بلکہ شاگرد اپنے علم میں اضافے کے لئے یا اپنے علم کی تصدیق کے لئے یا دوسروں کی معلومات اور اصلاح کے لئے سوال کرسکتا ہے۔ سوال بامقصد اور جامع انداز میں کرنا چاہئے۔

حضور سید الانبیاء والمرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتہائی بلیغ ارشاد گرامی ہے:

حسن السوال نصف العلم۔ اچھے انداز میں بہترین سوال کرنا آدھا علم ہوتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۳۰)

اچھے اور بامقصد سوال سے استاد کے ذہن میں بھی انشراح اور وسعت پیدا ہوتی ہے اور شاگرد کی تائید و اصلاح اور علم میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اپنے حقوق و فرائض ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہمیں علم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

فروغ علم میں استاد، شاگرد تعلقات کی اہمیت

(ماضی و قریب کے چند واقعات)

محمد راشد شیخ ☆

اگر دنیا کے مذاہب کی تعلیمات پر ہم غور کریں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے حصول علم اور فروغ علم کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ قرآن پاک کے نزول کے وقت سب سے پہلی وحی کا پہلا لفظ ہی **اقرا** (یعنی پڑھیں) ہے۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کی متعدد احادیث میں حصول علم اور فروغ علم سے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ فروغ علم اور حصول علم میں استاد، شاگرد تعلقات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اسلام میں استاد کی اہمیت اور حیثیت کیا ہے۔ اس بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے:

من علمنی حرفاً فقد صیرنی عبداً — جس نے مجھے ایک حرف سکھایا میں اس کا غلام ہو گیا۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں کسی نے آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ اگر آپ خلیفہ نہ ہوتے تو اور کس حیثیت میں زندگی گزارنا پسند کرتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ اگر مجھ پر بار خلافت نہ ہوتا تو میں استاد ہوتا۔

تاریخ اسلام کے سرسری مطالعے سے ہی یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہر دور میں حصول علم اور فروغ علم میں استاد، شاگرد تعلقات کو بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔ اس موضوع پر اسلامی کتب خانے میں اتنا مواد محفوظ ہے کہ اگر اسے یکجا کیا جائے تو کئی مجلدات کا مجموعہ تیار ہو سکتا ہے۔ ہر عہد میں استادوں نے بغیر کسی دنیاوی اور مادی لالچ کے طویل عرصے تک شاگردوں کی کئی نسلوں کو زیور علم سے آراستہ کیا اور دوسری طرف ہمیں ایسے شاگردوں کی بھی کثرت نظر آتی ہے جنہوں نے طول طویل فاصلے طے کر کے اور تمام مشکلات کا مقابلہ کر کے اساتذہ کرام سے علم حاصل کیا اور اس کے بعد ہی اپنے وطن کو لوٹے۔ تاریخ اسلام سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر عہد میں حصول علم اور

☆ کراچی سے ایک مخلص باشعور محنتی محقق

فروغ علم کی راہ میں کبھی دنیاوی مال و دولت کی حرص سدِ راہ نہیں بنی اور حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے ہمیشہ علم کو مال پر ترجیح دی۔ اس موضوع پر حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے درج ذیل اشعار میں بڑی عمدہ حقیقت بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں:

رضینا قسمت الجبار فینا لنا علم و للجهال مال

فان المال یغنی عن قریب وان العلم یبقی لا یزال

ترجمہ: "ہم اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم پر راضی ہو چکے ہیں کہ ہمارے پاس علم اور جاہلوں کے پاس مال ہے۔ بے شک مال تو عنقریب فنا ہو جائے گا جبکہ علم ہمیشہ باقی رہے گا اور اسے زوال نہیں۔"

مسلمانوں کی عظیم الشان اور تابندہ روایات میں ایک اہم روایت استاد، شاگرد کے درمیان مضبوط رشتہ بھی تھی۔ افسوس اس بات کا ہے کہ موجودہ عہد میں دیگر کئی اہم روایات کی طرح یہ روایت بھی کمزور سے کمزور تر ہوتی جا رہی ہے اور خطرہ اس بات کا ہے کہ کہیں مستقبل میں یہ روایت بالکل ختم نہ ہو جائے۔

برصغیر پاک و ہند میں جب انگریزوں نے جدید تعلیمی ادارے بنائے تو ان کا اصل مقصد کیا تھا۔ اس بارے میں لارڈ میکالے نے واضح طور پر یہ لکھا تھا: "ہمیں اس وقت لازماً ایک ایسا طبقہ بنانا چاہئے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور ایسا طبقہ ہونا چاہئے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے، اخلاق اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔"

لارڈ میکالے کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ انگریزوں کا برصغیر میں فروغ تعلیم سے اصل مقصد یہاں ایک ایسی نسل تیار کرنا تھا جو مغرب کی مادی ترقی اور روشن خیالی کی اندھی تقلید کرے، خودغرضی اور نفس پرستی، تن آسانی اور عیش پسندی کی خوگر ہو، جسے اپنے دین اپنی تاریخ، اپنی تہذیبی اقدار اور اپنی اعلیٰ اسلامی روایات سے نفرت ہو اور جو الحاد و بے دینی کو طرۂ امتیاز سمجھتی ہو۔ اس صورت حال کا مسلمان اکابر نے سختی سے نوٹس لیا اور اس کے تدارک کی تدابیر بھی کیں۔ ان اکابرین میں اکبر الہ آبادی ایک نمایاں نام ہے۔ اکبرؔ کے درج ذیل اشعار سے ظاہر ہوگا کہ وہ اس صورت حال سے کس قدر فکرمند تھے۔

نظر ان کی رہی کالج میں بس علمی زواید پر گرائیں چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر

☆

شیخ مرحوم کا قول اب مجھے یاد آتا ہے دل بدل جائیں گے تعلیم بدل جانے سے

☆

خدا پرست بنائے گا کیا وہ لٹریچر　　کرے جو طبع کو بے قید اور گناہ پسند

☆

چھوڑ لٹریچر، تو اپنی ہسٹری کو بھول جا　　شیخ و مکتب سے تعلق ترک کر اسکول جا

☆

سوچو کہ آگے چل کر قسمت میں کیا لکھا ہے　　دیکھو گھروں میں کیا تھا اور آج کیا رہا ہے
ہشیار رہ کے پڑھنا، اس جال میں نہ پڑنا　　یورپ نے یہ کہا ہے، یورپ نے وہ کہا ہے

☆

حاصل کرو علم، طبع کو تیز کرو　　باتیں جو بری ہیں ان سے پرہیز کرو
قومی عزت ہے نیکیوں سے اکبرؔ　　اس میں کیا ہے کہ نقلِ انگریز کرو

☆

عزم کر تقلید مغرب کا ہنر کے زور سے　　لطف کیا ہے لد لیے موٹر پہ زر کے زور سے

☆

علم وہ خوب ہے جو حُسنِ عمل تک پہنچے　　ذوق وہ خوب ہے جو روزِ ازل تک پہنچے (۲)

اکبر اس حقیقت سے بھی آگاہ تھے کہ تحصیل وفروغ علم میں استاد کے علم کے ساتھ ساتھ اس کے اعلیٰ اور بلند کردار کو بھی بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ جس قوم میں پاکیزہ سیرت اور بلند کردار اساتذہ ہی نہ ہوں وہ معاشرہ بتدریج مادہ پرستی کی دلدت میں دھنستا چلا جائے گا اور اعلیٰ اسلامی واخلاقی اقدار سے دور ہوتا جائے گا۔ اس موضوع پر اکبر نے درج ذیل رباعی میں اس بنیادی حقیقت کو کس قدر عمدگی سے بیان کیا ہے۔

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں　　آدمی آدمی بناتے ہیں
جستجو ہم کو آدمی کی ہے　　وہ کتابیں عبث منگاتے ہیں

جیسا کہ اوپر ذکر آیا تاریخ اسلام کے ہر عہد اور ہر زمانے میں ہمیں استاد، شاگرد تعلقات کی روشن روایت نظر آتی ہے جو افسوس ہے دن بہ دن کمزور سے کمزور تر ہوتی جارہی ہے۔ پہلے کیا صورت حال تھی اور بعد میں کیا ہوئی۔ اسے اکبر یوں بیان کرتے ہیں۔

وہ دن بھی تھے کہ خدمتِ استاد کے عوض جی چاہتا تھا ہدیہ دل پیش کیجئے
اور اب یہ ہے کہ خدمتِ استاد کے عرض کہتا ہے شاگرد کہ بل (Bill) پیش کیجئے

البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ ماضی قریب تک ہمیں ایسے بلند کردار اور اعلیٰ صفات اساتذہ نظر آتے تھے کہ جنہوں نے خود ساری زندگی اور قلیل مشاہرے پر قناعت کی اور کئی نسلوں کو نہ صرف زیورِ علم سے آراستہ کیا بلکہ ان کی اخلاقی تربیت بھی کی۔ اس موضوع پر راقم الحروف اپنے ذاتی مشاہدات اور مطالعہ کا نچوڑ پیشِ نظر مضمون میں پیش کرے گا۔ کیا عجب کہ ان بلند کردار اساتذہ کی روشن زندگیوں سے ہم آج کے تاریک ماحول میں روشنی کا انتظام کر سکیں۔

۱۔ مولانا محمد اسحاق رامپوری:

ماضی قریب کے ان اساتذہ میں جنہوں نے تمام عمر نہایت سادگی، بے غرضی اور قناعت سے زندگی گزاری مولوی محمد اسحاق رامپوری کا نام بھی شامل ہے۔ وہ رہنے والے تو رام پور کے تھے لیکن دہلی کا بچہ بچہ ان کے نام سے واقف تھا۔ ان کے مزاج سے متعلق ان کے نامور شاگرد ضیاء الدین احمد برنی اپنی معروف کتاب "عظمت رفتہ" میں لکھتے ہیں: "مولوی صاحب بے حد سادگی پسند تھے۔ قناعت ان کے مزاج میں اس درجہ بسی ہوئی تھی کہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی۔ انہوں نے اپنے شاگردوں سے کبھی کوئی فیس نہیں لی اور نہ کسی صورت میں کوئی ہدیہ یا نذرانہ ہی قبول کیا۔ ان کی ضروریات زندگی نہایت مختصر تھیں اور میں نے کبھی انہیں اس بنا پر پریشان ہوتے نہیں دیکھا۔" (۳)

مولوی محمد اسحاق رامپوری کا انتقال ۱۹۳۰ء کے اوائل میں دہلی میں ہوا۔

۲۔ شمس العلماء مولوی سید میر حسن:

مولوی سید میر حسن کا نام نامی ماضی کے عظیم، با کردار، متقی اور صالح اساتذہ کی صف میں ایک نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔ ان کا نام علامہ اقبال کے استاد محترم کی حیثیت سے معروف ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے ایک طویل عرصے تک سیالکوٹ شہر میں کئی نسلوں کو زیورِ علم کے ساتھ ساتھ کردار کی صفات سے بھی متصف کیا۔ ان کی زندگی نیکی، ہمدردی، پرہیزگاری اور دوسروں کی غم خواری سے عبارت تھی۔ علامہ اقبال جب بچے تھے تو ان کے والد محترم شیخ نور محمد نے انھیں مولانا غلام

حسن کے درس میں بغرض حصول علم بٹھایا تھا۔ مولوی سید میر حسن صاحب کی مولانا غلام حسن سے دوستی تھی اور وہ اکثر ان سے ملنے جاتے تھے۔ ایک دن ان کی نظر ننھے اقبال پر پڑی تو انھوں نے مولانا غلام حسن سے دریافت کیا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ مولانا غلام حسن نے جواب دیا کہ یہ شیخ نور محمد کا صاحب زادہ ہے۔ چند روز بعد مولوی سید میر حسن صاحب کی ملاقات شیخ نور محمد سے ہوئی تو انھوں نے شیخ صاحب سے فرمایا کہ اپنے بچے کو میرے پاس لے آئیے، اسے میں پڑھاؤں گا۔ شیخ نور محمد، مولوی صاحب کا بے حد احترام کرتے تھے چنانچہ انہوں نے ننھے اقبال کو مولوی سید میر حسن کے درس میں بھیج دیا۔ اس کے بعد مولوی صاحب کے فیض تربیت سے اقبال، علامہ اقبال بنے اور اپنے کلام سے تمام عالم میں شہرت حاصل کی۔ اس واقعے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مولوی سید میر حسن کی جوہر شناس نظروں نے پہلی نظر ہی میں اقبال کے جوہر کو پہچان لیا تھا اور اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر اس بچے کی تعلیم و تربیت درست خطوط پر ہو جائے تو یہ آگے چل کر ایک بڑا آدمی بنے گا۔ خود علامہ اقبال تمام عمر اپنے عظیم استاد کی تعریف میں رطب اللسان رہے اور جب ان کے استاد کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا تو ان کی آنکھیں نم ہو جاتیں۔ علامہ نے اپنے کلام میں بھی متعدد مقامات پر اپنے استاد سے فیض حاصل کرنے کا ذکر کیا ہے، مثلاً علامہ کے درج ذیل اشعار ملاحظہ کیجیے:

مجھے اقبال اس سید کے گھر سے فیض پہنچا ہے
پلے جو اس کے دامن میں وہی کچھ بن کے نکلے ہیں

☆☆☆

وہ شمع بارگہِ خاندانِ مرتضوی   رہے گا مثل حرم جس کا آستاں مجھ کو
نفس سے جس کے کھلی میری آرزو کی کلی   بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو
دعا یہ کر کہ خداوندِ آسمان و زمیں   کرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجھ کو

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے عظیم استاد کا کس قدر احترام کرتے تھے اس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب گورنر پنجاب نے علامہ کو "سر" کا خطاب دینے کا عندیہ دیا تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے میرے استاد مولوی سید میر حسن کو "شمس العلماء" کا خطاب دیا جائے۔ جب گورنر نے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا انہوں نے کوئی تصنیف بھی کی ہے تو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ میں ان کی زندہ

مولوی سید میر حسن سادگی پسند اور شریف النفس بزرگ تھے۔ وہ اعلیٰ اسلامی اور اخلاقی اقدار پر عمل کرتے ہوئے خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم سب سے نیکی اور ہمدردی کا سلوک کرتے تھے۔ علامہ اقبال کے علاوہ مولوی صاحب کے معروف تلامذہ میں مولانا ابراہیم سیالکوٹی، منشی غلام قادر فصیح، مولوی ظفر اقبال، مولوی احمد دین، امین حزیں، پروفیسر فضل الدین قریشی، سردار کھڑک سنگھ، پنڈت بیلی رام اور لالہ نرنجن داس شامل تھے۔ مولوی سید میر حسن کا انتقال مورخہ ۲۵ ستمبر ۱۹۲۹ء کو سیالکوٹ میں ہوا۔ ان کی تجہیز تکفین میں مسلمانوں کے علاوہ ہزاروں ہندو، سکھ اور عیسائیوں نے بھی شرکت کی تھی اور تمام شہر پر ایک سوگواری کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ (۴)

۳۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان:

ماضی قریب کے ان نامور اساتذہ میں جن کی شخصیت اپنے تلامذہ کے لئے گھنی چھاؤں کی سی حیثیت رکھتی تھی، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں اپنے اوصاف کی بنا پر نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب ایک عظیم استاد ہونے کے باوصف سلسلۂ نقشبندیہ کے بلند پایہ شیخ طریقت بھی تھے۔ آپ نے طویل عرصے تک شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی میں بحیثیت صدر شعبہ خدمات انجام دیں اور اپنے اعلیٰ کردار، تقویٰ اور للہیت، طلبہ سے شفقت اور ان کی دینی اور دنیاوی ترقی کے لئے وہ خدمات انجام دیں کہ آج بھی جب آپ کا نام آتا ہے تو لوگ آپ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ان خاصان الٰہی میں شامل تھے جن کا وجود اس سرزمین کے لئے باعث برکت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مورخہ ۲۵ ستمبر ۲۰۰۵ء کو آپ کا حیدر آباد میں انتقال ہوا تو تمام شعبہ ہائے زندگی اور ہر زبان بولنے والے نے اس کا افسوس کیا اور آپ کا جنازہ حیدر آباد کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے شاگرد آج بھی آپ کی سادگی، خلوص، طلبہ پر شفقت کے بے شمار واقعات بیان کرتے ہیں۔ یہاں ہم ان میں سے دو واقعات تحریر کریں گے۔

ڈاکٹر صاحب کے شاگرد پروفیسر انوار احمد زئی ان کے عفوو درگزر کے حوالے سے لکھتے ہیں "عفوو درگزر ڈاکٹر صاحب کے مزاج کا حوالہ ہے۔ کچھ شاگرد، بہت سے ساتھی اور بے شمار تنگ نظر اور کوتاہ بین افراد نے ان کے ساتھ اپنے اپنے انداز میں زیادتیوں کا ارتکاب کیا مگر ڈاکٹر صاحب

کے صبر اور ضبط نے ایسے لوگوں کو بار بار لہولہان کیا۔ یہ لوگ پھر سے مسلح ہو کر حملہ آور ہوئے۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے عفو و درگزر نے انہیں ہلکان کیا۔ یہاں تک کہ وہ نادم ہوا کی تحریر ہوئے اور ڈاکٹر صاحب کی وضع داری پتھر کی لکیر ٹھہری۔" (۴)

اسی طرح ڈاکٹر صاحب کے شاگردوں میں سے ایک معروف شاگرد نے ایثار، بے غرضی اور طلبہ پر شفقت کا یہ عجیب واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے شاگرد بیان کرتے ہیں کہ "جس زمانے میں ڈاکٹر صاحب صدر شعبہ اردو سندھ یونیورسٹی کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ ایک مرتبہ یہی شاگرد ڈاکٹر صاحب کے دفتر میں پہنچے اور ان سے کہا کہ میرے پاس فیس کے لئے رقم نہیں ہے۔ اگر کچھ انتظام نہ ہوا تو میری تعلیم ادھوری رہ جائے گی۔ اتفاق سے ڈاکٹر صاحب کو اسی روز تنخواہ ملی تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پوری تنخواہ شاگرد کے آگے رکھ دی اور فرمایا جتنی رقم درکار ہو لے لیجیے۔ شاگرد نے صرف فیس کی رقم لی اور بقیہ واپس کر دی۔ غلام غلام مصطفی خان مرحوم کا یہ رویہ تمام شاگردوں کے ساتھ تھا۔"

۴۔ علامہ عبدالعزیز میمن:

علامہ عبدالعزیز میمن عربی زبان و ادب کے نامور محقق اور عالم ہونے کے باوصوف ایک عظیم استاد بھی تھے۔ آپ برصغیر پاک و ہند کی تین معروف جامعات یعنی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، پنجاب یونیورسٹی اور کراچی یونیورسٹی میں صدر شعبۂ عربی رہے۔ علامہ میمن خود تو نامور استاد تھے ہی ان کے شاگرد بھی نامور ہوئے۔ علامہ کے ایک نامور شاگرد ڈاکٹر نبی بخش بلوچ قیام علی گڑھ کے دوران علامہ کی نگرانی میں P h.D کا مقالہ لکھ رہے تھے۔ وہ علامہ کی شفقت اور شاگردوں سے محبت کے حوالے سے اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں: "استاد صاحب طالب علم کی اتنی دل کھول کر امداد کرتے ہیں کہ کئی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں اور ہمت و حوصلہ بڑھ جاتا ہے۔ آج خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ رامپور کتب خانہ سے استفادہ کرنے کا ارادہ ہے۔ استاد صاحب نے فوراً تائید کی اور ساتھ لے چلے اور اپنی کوٹھی پر دو خط لکھے۔ ایک بنام سید بشیر حسین زیدی مدار المہام ریاست رامپور اور دوسرے جناب امتیاز علی خان عرشی مہتمم کتب خانہ کو۔" (۶)

علامہ عبدالعزیز میمن نے ۱۹۲۰ء تا ۱۹۲۵ء اورینٹل کالج لاہور میں بحیثیت استاد عربی

خدمات انجام دیں۔ یہاں جن طلبہ نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا ان میں سابق پرنسپل اورنیٹل کالج و صدر شعبہ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ ڈاکٹر سید عبداللہ بھی شامل تھے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ اپنی آپ بیتی میں علامہ میمن کا طلبہ سے تعلق اور شفقت کا درج ذیل واقعہ لکھا۔ یہ واقعہ ۱۹۲۲ء کے زمانے کا ہے: "اتفاقاً سب سے پہلے مولانا عبدالعزیز میمن ہی سے ملاقات ہوگئی۔ حالات پوچھے، بتائے۔ فرمایا: اچھا ہوا تعلیم میں واپس آ گئے ہو مگر منشی عالم کا امتحان بے کار ہے، تم منشی فاضل کا امتحان دو۔ میں نے کہا: فارم داخلہ اب کیسے تبدیل ہوگا؟ فرمایا: میں کرا دوں گا۔ چنانچہ اپنے رسوخ سے کرا دیا اور زائد فیس اپنے پاس سے دی۔" (۷)

علامہ عبدالعزیز میمن کے ایک اور نامور شاگرد ڈاکٹر مختار الدین احمد (سابق صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) تھے۔ وہ اپنے مضمون "بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے" میں لکھتے ہیں کہ "انہوں نے ۱۹۴۷ء میں بی اے کیا۔ اس وقت علامہ میمن مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں بحیثیت صدر شعبۂ عربی خدمات انجام دے رہے تھے۔ ڈاکٹر مختار الدین بی اے کے بعد ایم اے میں داخلہ لینا چاہتے تھے اور آپ کو اردو اور عربی دونوں مضامین سے دلچسپی تھی لیکن فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ کس مضمون میں ایم اے کریں۔ اسی کیفیت میں آپ علامہ میمن کے پاس بغرض مشورہ پہنچے اور ان کے طلب کرنے پر دونوں مضامین کے داخلہ فارم پیش کیے۔ علامہ نے فوراً اردو کا فارم چاک کر کے ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا اور عربی کے فارم پر دستخط کر کے ان کے حوالے کیا اور فرمایا: لیجیے فیصلہ ہوگیا۔" (۸)

بعد میں ڈاکٹر مختار الدین احمد نے ایم اے عربی کے امتحان میں 1949ء میں گولڈ میڈل حاصل کیا اور ۱۹۵۲ء میں علامہ میمن کی نگرانی میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے Ph.D کی ڈگری حاصل کی۔

۵۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ:

ماضی قریب کے نامور اور صاحب عزیمت اساتذہ میں ایک نمایاں نام ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا بھی ہے۔ آپ طویل عرصے تک پیرس میں رہے اور مورخہ ۱۷ دسمبر ۲۰۰۲ء میں امریکہ میں وفات پائی۔ ۱۹۴۸ء تک آپ نے بحیثیت استاد جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں خدمات انجام دیں۔ آپ کے اس دور کے شاگردوں میں جناب اسرائیل احمد مینائی (امیر مینائی کے حقیقی پوتے) بھی شامل ہیں۔ وہ ڈاکٹر صاحب کی طلبہ سے شفقت کے حوالے سے لکھتے ہیں: "میرا معمول تھا کہ اپنی رہائش گاہ

واقع کوچہ فتح سلطان سے جامعہ عثمانیہ تک روزانہ بس میں سفر کرتا۔ اسی بس سے ڈاکٹر صاحب بھی جامعہ جاتے۔ اس زمانے میں ڈاکٹر صاحب کی رہائش کٹل منڈی میں تھی۔ یہ جگہ راقم کی رہائش کے قریب ہی واقع تھی۔ میں روزانہ صبح ساڑھے سات بجے بس میں سوار ہوتا۔ جامعہ تک سفر تقریباً نصف گھنٹے میں طے ہوتا۔ ڈاکٹر صاحب کا روزانہ کا معمول تھا کہ بس میں سوار ہوتے ہی ہم طالب علموں کی گنتی کرتے اور اپنا اور تمام طالب علموں کا کرایہ اپنے بٹوے سے نکال کر کنڈکٹر کو ادا کرتے۔" (۹)

۶۔ ڈاکٹر سید عبداللہ:

ڈاکٹر سید عبداللہ علامہ میمن کے نامور شاگرد، سابق صدر شعبہ اردو، عربی، فارسی، پنجاب یونیورسٹی، سابق پرنسپل یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور اور سابق ڈائریکٹر اردو دائرۂ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور تھے۔ وہ ان عظیم اساتذہ میں شامل تھے جو اپنے مقصد اور نصب العین کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ انہوں نے زندگی بھر ذاتی منفعت، خودغرضی اور نام و نمود سے دور رہ کر کئی نسلوں کو نہ صرف زیورِ علم سے آراستہ کیا بلکہ اعلیٰ کردار سے بھی۔ ڈاکٹر صاحب کی فرض شناسی کا ایک واقعہ ان کے شاگرد ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے ان الفاظ میں بیان کیا: "چند برس ہوئے گنگارام ہسپتال میں ڈاکٹر صاحب کا ہرنیا کا آپریشن ہوا۔ جس روز صحت یاب ہو کر ہسپتال سے نکلے موٹر پر سوار ہوئے۔ بیگم صاحبہ ساتھ تھیں۔ موٹر، گھر کی سمت روانہ ہوئی۔ اچانک راستے میں ڈاکٹر صاحب نے موٹر رکوائی اور ڈرائیور سے کہا: موٹر کالج کی طرف لے جاؤ۔ سب حیران، کالج میں جا کر ابھی کیا کرنا ہے۔ خیر کالج پہنچے۔ فرمایا: "میں طلبہ کو درس دے کر گھر جاؤں گا، کئی روز سے یہ محرومی رہی۔" یہ تو ایک واقعہ ہے۔ کئی بار ایسا ہوا طویل سفر سے واپسی ہوئی۔ سیدھے کالج پہنچے، درس دیا، صحن کالج میں بیٹھ کر اساتذہ سے ملے، طلبہ سے باتیں ہوئیں اور پھر گھر روانہ ہوئے۔" (۱۰)

۷۔ چوہدری عبدالرحمن:

چوہدری عبدالرحمن مرحوم بھی ماضی قریب کے ایسے ہی ایک استاد تھے جنہوں نے ملتان شہر میں کئی نسلوں کو نہ صرف تعلیم دی بلکہ اعلیٰ اخلاق و کردار کی تربیت بھی کی۔ وہ ایک سادہ مزاج، وضع دار، شاگردوں کے ہمدردی، اعلیٰ اخلاقی اقدار سے متصف بزرگ تھے۔ چوہدری عبدالرحمن پر لکھے گئے ان

کے احباب اور تلامذہ کا معلومات افزا مجموعہ بہ عنوان "محسن ملتان۔ چوہدری عبدالرحمن" ۲۰۱۳ء میں ملتان سے شائع ہوا۔ اس کتاب میں ان کے اعلیٰ کردار اور ان کی بے لوث خدمات کے متعدد واقعات درج ہیں۔ پروفیسر عبدالخالق عزمی اس بارے میں لکھتے ہیں: "ایک خوبی میں نے چوہدری صاحب میں ایسی پائی ہے جو اچھے اساتذہ میں ہوتی تو ہے لیکن اس معیار کی کہیں دیکھنے میں نہیں آتی۔ وہ ہے لائق اور ہونہار طالب علموں کی حوصلہ افزائی اور قدر دانی۔ ہمارے ایک دوست کی نوکرانی کا بچہ ذہین تھا۔ میں نے دیکھا کہ چوہدری صاحب اس بچے کی حوصلہ افزائی کی خاطر اس کے گھر آ کر اس کی عزت افزائی کر رہے ہیں۔ اس سے مضامین لکھوا کر اخبارات میں شائع کرانے کا انتظام کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ امیر بچوں کو اس بچے پر رشک آ رہا ہے۔ یہ بچہ جب کالج میں پہنچا تو اسے سائیکل خرید کر دی۔" (۱۱)

اسی کتاب میں پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی تحریر فرماتے ہیں کہ "چوہدری صاحب اساتذۂ سلف کی ایک تاریخ ساز اور تہذیب آفریں نشانی تھے۔ ان میں وہی بے نفسی، فرض شناسی اور پیشۂ معلمی سے حقیقی کومٹ منٹ تھی جو قدیم استادوں کی سیرت و کردار کا حصہ ہے۔" (۱۲)

۸۔ مولانا عبدالسلام قدوائی:

ماضی قریب کے ایسے ہی ایک بلند کردار اور خیر خواہ استاد مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی بھی تھے۔ وہ طویل عرصے جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں استاد رہے۔ ان کے نامور شاگردوں میں ایک اہم نام ڈاکٹر مشیر الحق شہید کا بھی ہے جو ۱۹۸۷ء سے ؟؟ تک کشمیر یونیورسٹی سری نگر کے وائس چانسلر رہے۔ ڈاکٹر مشیر الحق مرحوم کو مورخہ ؟؟ کو سری نگر میں ظالموں نے شہید کر دیا تھا۔ ان کے حقیقی چھوٹے بھائی شاہ محی الحق فاروقی کراچی میں مقیم تھے جن سے راقم کے قریبی تعلقات تھے۔ ڈاکٹر مشیر الحق نے اپنے استاد کی شخصیت پر لکھی تحریریں "چند تصویر نیکاں" کے عنوان سے مرتب کی تھیں جس کے ابتدا میں انہوں نے "میرے مولانا" کے عنوان سے اپنے عظیم استاد مولانا عبدالسلام قدوائی کے حالات، محاسن اور استاد و شاگرد کے تعلقات پر دلچسپ مضمون لکھ کر شامل کیا۔ اس مضمون میں وہ لکھتے ہیں کہ:

"۱۹۵۴ء میں وہ جامعہ ملیہ دہلی میں داخل ہوئے۔ ان کے معاشی حالات اس قدر خراب تھے کہ بورڈنگ کے اخراجات ادا کرنا ان کے بس سے باہر تھا۔ اس زمانے میں مولانا عبدالسلام بھی بحیثیت استاد وہیں مقیم تھے اور ان کا قاعدہ تھا کہ غریب طلبہ اور شاگردوں کو اپنے بچوں کے ساتھ گھر پر

رکھتے اور جس حد تک ممکن ہوتا ان کی ترقی کی کوشش کرتے اور ان کی مشکلات دور کرنے کی کوشش کرتے۔ ڈاکٹر مشیر الحق لکھتے ہیں کہ مولانا نے ابتدا ہی میں طے کر لیا تھا کہ ہر ماہ ایک معمولی رقم مجھ سے لیں گے اور اس کے بعد میں کھانا، ناشتہ، دھوبی سے کپڑوں کی دھلائی، بجلی و دیگر ضروریات سے بے فکر ہو جاؤں گا۔ یہ رقم اس قدر قلیل تھی کہ دو وقت کے کھانے کے اخراجات بھی اس سے زیادہ تھے۔ جب ڈاکٹر مشیر الحق کو جامعہ ملیہ میں ملازمت مل گئی تو ایک روز مولانا نے پوچھا کہ تم جو رقم مجھے دیتے رہے اس سے تمہیں تکلیف ضرور پہنچی ہوگی اور تم سوچتے ہو گے کہ میں تم پر اتنے زیادہ اخراجات برداشت کرتا رہا اور تمہاری ملازمت کے لئے دفتروں میں مارا مارا پھرتا رہا پھر بھی تم سے یہ قلیل رقم کیوں لیتا رہا؟"

آگے مولانا ہی کے الفاظ میں اس کی وجہ بیان کی "خود میری بیوی نے مجھ سے کئی مرتبہ کہا کہ یا تو پیسے نہ لیں اور اگر پیسے لینا ہی ہیں تو باقاعدہ حساب کر کے پورے پیسے لیں۔ مگر میں نے یہ بات نہیں مانی۔ میں یہ جانتا تھا کہ وقت گزر جائے گا۔ آگے جا کر کسی کو یہ یاد نہیں رہے گا کہ تم نے کتنے پیسے دیئے۔ صرف اتنی بات لوگوں کو یاد رہ جائے گی کہ تم اپنے خرچ پر میرے گھر پر رہتے تھے۔ اسی طرح میرے اعزہ و اقربا کبھی تمہیں طعنہ نہ دے سکیں گے کہ تم اپنے استاد کی روٹیوں پر پلے ہو اور تمہارے گھر والوں کی نظریں بھی میرے گھر والوں کے آگے نیچی نہیں ہوں گی۔"

اس سے آگے ڈاکٹر مشیر الحق لکھتے ہیں کہ "نیکی کر کے دریا میں ڈالنے والے تو آج بھی مل جائیں گے لیکن مولانا جیسے کتنے لوگ ملیں گے جو اس فکر میں لگے رہتے ہوں کہ ان کی طرف نیکیوں کی نسبت بھی نہ ہونے پائے۔" (۱۳)

۹۔ مولانا سید مرتضیٰ ادیب:

جناب ممتاز حسن سابق گورنر اسٹیٹ بینک اور کئی اہم سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔ وہ عمر بھر اہل علم اور علمی اداروں کے سرپرست رہے۔ انہوں نے لاہور میں ایام طالب علمی کے دوران مولانا سید مرتضیٰ ادیب سے عربی پڑھی تھی وہ اپنے استاد کی یاد میں لکھے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے مولانا پیسے والے نہ تھے نہ پیسے کی خواہش رکھتے تھے۔ نہ مشہور تھے نہ شہرت چاہتے تھے۔ ان کی زندگی، شادی، غمی ہر طرح کے واقعات سے پُر تھی۔ مصائب نے بال بھی قبل از وقت سفید کر دیئے تھے۔ ضبط کا وہ عالم تھا کہ اپنی تکلیف کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔ میں نے انہیں کبھی

کسی کو برا کہتے نہیں سنا۔"

لب پہ احباب سے بھی تھا نہ گلہ دل میں اعدا سے بھی غبار نہ تھا (۱۴)

۱۰۔ مولانا معین الدین اجمیری:

ماضی قریب کے عظیم اور ایثار پسند اساتذہ میں ایک نام مولانا معین الدین اجمیری کا بھی ہے۔ وہ طویل عرصے تک اجمیر شریف میں رہے اور مدرسہ معینیہ میں بحیثیت استاد کئی نسلوں کو تعلیم بھی دی اور ان کی تربیت بھی کی۔ ان کے بارے میں حکیم سید محمود احمد برکاتی تحریر فرماتے ہیں "زہد، استغنا، توکل، جرأت، حق گوئی، صبر و رضا پر عمل شدائد مولانا کی حیات کے عنوانات تھے۔ ماہانہ معاوضے کا بہت کم حصہ اپنے اہل و عیال پر صرف کرتے۔ باقی رقم طلبہ پر صرف ہوتی تھی۔" (۱۵)

۱۱۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خان:

ماضی قریب کے اساتذۂ کرام میں ایک اہم نام ڈاکٹر ذاکر حسین خان کا بھی ہے جنہوں نے مسلمانوں کی خاطر بحیثیت شیخ الجامعہ، جامعہ ملیہ دہلی، ایثار و قربانی کی وہ مثالیں پیش کیں جو آج کے اساتذہ میں دور دور نظر نہیں آتی۔

۱۹۲۰ء میں ڈاکٹر ذاکر جرمنی سے Ph.D کی ڈگری لے کر آئے تھے۔ اس زمانے میں انہیں کم از کم سات سو روپے ماہانہ کی ملازمت بآسانی مل رہی تھی لیکن انہوں نے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایثار کا مظاہرہ کیا اور خود کو جامعہ ملیہ کے لئے وقف کر دیا۔ جامعہ ملیہ ایک نیا تعلیمی ادارہ تھا جسے مولانا محمد علی جوہر نے قائم کیا تھا اور خطرہ تھا کہ مالی مشکلات کی وجہ سے یہ ادارہ ختم نہ ہو جائے۔ چنانچہ ڈاکٹر ذاکر حسین اور ان کے ساتھیوں نے فیصلہ کیا کہ ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے تقریباً پچیس سال تک ستر روپے ماہانہ سے زائد نہیں لیں گے۔ ۱۹۴۶ء میں ڈاکٹر ذاکر حسین کی کوشش سے جامعہ ملیہ کا جشن سیمیں منایا گیا جس میں برصغیر کے تمام اہم سیاسی رہنماؤں نے شرکت کی۔ اس موقع پر ڈاکٹر ذاکر حسین نے خطاب میں یہ سنا کر حاضرین کو حیران کر دیا کہ پچیس سال کے عرصے میں انہوں نے اور ان کے ساتھیوں میں سے کسی نے کبھی بھی پورے ستر روپے ماہانہ نہیں لئے۔

بعد میں ڈاکٹر ذاکر حسین خان ۱۹۶۹ء میں ہندوستان کے صدر بنے۔ اس وقت وہ غریب

ہندو بنیا زندہ تھا، جس سے جامعہ ملیہ کے مشکل ترین دور میں کئی کئی مہینے قرض پر کھانے پینے کا سامان لیا جاتا تھا۔ اس غریب بنیے نے صدر بننے کے بعد ذاکر صاحب کو دعوت دی۔ ذاکر صاحب نے آمادگی ظاہر کی مگر ایوان صدر کے عملے نے کہا کہ پروٹوکول کے قوانین کی وجہ سے آپ وہاں نہیں جا سکتے۔ اس پر ڈاکٹر ذاکر حسین خان نے کہا کہ اس غریب بنیے نے مجھے قرض دیا۔ میں اس کا زیر بار احسان ہوں۔ یہ دعوت مسترد کر ہی نہیں سکتا۔ (۱۶)

جیسا کہ اوپر ذکر آیا۔ راقم نے ذاتی مطالعے کی روشنی میں محض دس اساتذہ کرام کے چیدہ چیدہ واقعات بیان کیے ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر کئی کتب لکھی جا سکتی ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ مادہ پرستی، ذاتی اغراض اور دنیاوی حرص کی دلدل میں پڑ کر ہم ایسے عظیم اساتذہ سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ آج جب میں پرائیوٹ اسکولوں کی لوٹ مار کے واقعات سنتا اور دیکھتا ہوں تو عجب مایوسی طاری ہو جاتی ہے کہ شاید آئندہ کبھی ہم ایسے باکردار اساتذہ نہیں دیکھ سکیں گے۔ ساتھ ہی جب کسی ایسے عظیم استاد کا کوئی واقعہ پڑھتا ہوں اور اس کا آج کے مادہ پرستانہ ماحول سے موازنہ کرتا ہوں تو بے اختیار علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر یاد آ جاتا ہے۔

مرنے والے کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں
جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں

حواشی وحوالہ جات:

(۱) ملاحظہ فرمائیں "مطالعۂ اکبر" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار طبع لاہور سنہ ۲۰۰۳، ص ۵۸ .... (۲) ایضاً .... (۳) ملاحظہ فرمائیں "عظمتِ رفتہ" از ضیاء الدین احمد برنی۔ کراچی، ۱۹۶۱ء، ص ۸ .... (۴) ملاحظہ فرمائیں سہ ماہی نئی عبارت حیدر آباد کا ڈاکٹر غلام مصطفی خاں نمبر۔ جولائی تا دسمبر ۱۹۹۸ء، ص ۱۷۹۔ یہ نمبر ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں شائع ہوا تھا .... (۵) ملاحظہ فرمائیں تحقیق شمارہ نمبر ۴، شعبۂ اردو سندھ یونیورسٹی، جام شورو، ص؟ .... (۶) ملاحظہ فرمائیں "علامہ عبدالعزیز میمن۔ سوانح اور علمی خدمات" از محمد راشد شیخ، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص ۲۶۰ .... (۷) ایضاً۔ ص ۳۱۱ .... (۸) ایضاً ص ۲۹۹۔ نیز ملاحظہ فرمائیں سہ ماہی صحیفہ لاہور، جنوری تا مارچ ۱۹۸۷ء۔ ص ۱۴ .... (۹) ملاحظہ فرمائیں "ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ حیات، خدمات، مکتوبات" از محمد راشد شیخ، کراچی، ۲۰۱۴ء، ص ۲۷۳ .... (۱۰) ملاحظہ فرمائیں "ڈاکٹر سید عبداللہ۔ شفیق استاد عظیم محقق" از ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار در کتاب "سوغات" مرتبہ ممتاز منگلوری، لاہور۔ ۱۹۶۷ء، ص ۴۵۔ اس کتاب میں ڈاکٹر ممتاز منگلوری نے بیان کیا کہ ڈاکٹر سید عبداللہ نے اپنی چالیس سالہ مدت ملازمت میں ایک دن بھی چھٹی نہیں کی .... (۱۱) ملاحظہ فرمائیے "محسن ملتان۔ چوہدری عبدالرحمن" مرتبہ سید اکبر جیلانی، ملتان، ۲۰۱۳ء، ص ۶۰ (۱۲) ایضاً، ص ۴۸ .... (۱۳) ملاحظہ فرمائیے "چند تصویر بتاں" مرتبہ پروفیسر مشیر الحق، مکتبہ جامعہ ملیہ نئی دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۱۴ .... (۱۴) ملاحظہ فرمائیے "مقالاتِ ممتاز" مرتبہ شان الحق حقی۔ کراچی ۱۹۹۵ء، ص ۸۱ .... (۱۵) ملاحظہ فرمائیں "جادۂ نسیاں" از حکیم ڈاکٹر سید محمود احمد برکاتی۔ لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۲۷ .... (۱۶) ایضاً ص ۱۱۴ ....

مسلمان مستورات کی علمی خدمات

مفتی علیم الدین نقشبندی

☆ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چودہ برس کی عمر میں حصول علم کے لئے سفر کا آغاز کیا۔ ان کی نگرانی کے لئے خود ان کی والدہ ماجدہ اور بہن سفر میں ان کے ہمراہ تھیں۔ امام بخاری کو اس منصب رفیع تک پہنچانے میں ان کی والدہ ماجدہ اور بہن کا بھی بھرپور حصہ ہے کہ اپنے فرزند عزیز اور برادر عزیز کی تعلیم کے لئے، اپنے وطن اور اپنے گھر بار کو خیر باد کہہ دیا۔ (علمائے سلف۔ ۶۲)

☆ مورخ دمشق امام حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے جن اساتذہ سے فن حدیث کی تعلیم پائی، ان میں اسی (۸۰) سے زیادہ مستورات کے نام آتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے اکابر اسلاف کس طرح اپنی بچیوں کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھتے تھے۔ (ایضاً:۵۹)

☆ ماضی میں غلامی کا عروج تھا۔ اسلامی معاشرہ میں تعلیم اس قدر عام تھی کہ غلام اور لونڈیاں بھی اس میدان میں کسی آزاد سے پیچھے نہ تھے، امام یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ آخر عمر میں ضعف بصارت کے باعث علیل ہو گئے۔ اس کے باعث کتب بینی سے معذور ہو گئے۔ اس موقعہ پر ان کی لونڈی نے ان کا ہاتھ بٹایا، امام کو جس حدیث کی ضرورت ہوتی، وہ لونڈی کتابوں سے نکال کر وہ حدیث پاک یاد کر لیتی اور امام یزید بن ہارون کے سامنے بوقت ضرورت پیش کر دیتی۔

(علمائے سلف۔ ۵۹)

☆ امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کون اہل علم نابلد ہے۔ تین برس کی عمر تھی کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اپنی پھوپھی کی کفالت میں آئے، پھوپھی ان کو لے کر علماء کے حلقہ درس میں پہنچاتی تھیں۔ تاکہ بچپن سے علمی ماحول کے عادی بن جائیں، پھوپھی کی اس محنت اور شفقت کا یہ نتیجہ نکلا کہ امام ابن جوزی دس برس کی عمر میں وعظ کہنے لگے اور آئندہ زمانہ میں ایک عظیم امام بن گئے۔ (علمائے

سلف: ص ۶۰)

☆ امام ربیعۃ الرائے حضرت امام مالک اور حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ ان کے والد فروخ بنی امیہ کے دور حکومت میں لشکر میں شامل تھے۔ امام مذکور اپنی والدہ کے بطن میں تھے کہ فروخ کو لشکر کے ساتھ محاذ پر جانا پڑا۔ اسلامی فتوحات کا دور تھا۔ فروخ کو اس مہم میں ستائیس برس لگ گئے۔ جب اتنی مدت کے بعد واپس ہوئے، ان کا بچہ جس کو ماں کے پیٹ میں چھوڑ گئے تھے، امام وقت بن چکا تھا۔ اپنے شہر مدینہ منورہ واپس گھر کی راہ لی۔ دروازہ کھٹکھٹایا اور بے تکلف انداز سے اندر داخل ہونا چاہا۔ ربیعہ دستک سن کر باہر آئے دیکھا، ایک عمر رسیدہ آدمی بے تکلف گھر میں داخل ہو رہا ہے۔ دونوں باپ بیٹا نے ایک دوسرے کو نہ پہچانا، لہٰذا ایک دوسرے سے الجھ گئے۔ شور سن کر لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اس مجمع میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔ انہوں نے فرمایا بڑے میاں! اگر آپ نے ٹھہرنا ہی ہے تو ہم آپ کے لئے علیحدہ گھر میں بندوبست کر دیتے ہیں۔ آپ خواہ مخواہ ضد نہ کریں۔ باپ نے یہ بات سن کر کہا کہ میرا نام فروخ ہے اور یہ مکان میرا ہی ہے۔ والدہ ماجدہ نے یہ سن کر پہچانا اور کہا یہ ربیعہ کے باپ ہیں۔

دونوں باپ بیٹا گلے ملے اور خوب روئے۔ فروخ کو اطمینان ہوا تو اپنی اہلیہ سے پوچھنے لگے! میں تیس ہزار اشرفیاں چھوڑ گیا تھا۔ ان کا کیا بنا؟ انہوں نے جواب دیا وہ محفوظ ہیں۔ آپ اطمینان رکھیں۔ امام ربیعہ مسجد نبوی میں جا کر اپنے حلقہ درس میں مشغول ہو گئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ان کے تلامذہ میں شامل تھے۔ تلامذہ کا ایک ہجوم ان کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھا۔ نماز کے وقت فروخ مسجد میں آئے نماز سے فراغت کے بعد اس حلقہ کی جانب آئے اور اسے دیکھنے لگے۔ باپ اپنے بیٹے کو دوبارہ نہ پہچان سکا۔ دیر تک شوق سے اسے دیکھتے رہے کیونکہ امام ربیعہ نے اس وقت اونچی ٹوپی پہنی ہوئی تھی اور سر جھکائے بیٹھے تھے۔ تعجب سے والد نے لوگوں سے پوچھا یہ شیخ کون ہیں؟ سامعین نے جواب دیا ربیعہ بن فروخ۔ والد کی مسرتوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے، فرط جذبت مسرت سے ان کی زبان سے یہ لفظ نکلے:

لقد رفع الله ابنی — یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو بڑا بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

خوشی خوشی گھر آئے۔ بی بی سے اپنا آنکھوں دیکھا منظر بیان کیا، خوش بخت بی بی نے

اپنے خاوند سے پوچھا۔ آپ کو تیس ہزار دینار زیادہ پسند ہیں یا بیٹے کی یہ شان؟ خاوند نے جواباً کہا، میں اس شان کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ کہا کہ وہ اشرفیاں میں نے اپنے بیٹے کی تعلیم پر صرف کر دی ہیں۔ اس خاوند نے جواب دیا۔ خدا کی قسم تو نے ان کو ضائع نہیں کیا۔ (علمائے سلف ۲۰ تا ۲۶)

☆ قدیم زمانہ میں مائیں کتنی عقل منداور علم دوست ہوتی تھیں۔ آج کا دور ہوتا تو ان تیس ہزار اشرفیوں کی بدولت لڑکے کے اخلاق کس حد تک ناگفتہ بہ ہوتے۔

☆ حضرت شہدہ بنت ابی نصر احمد رضی اللہ عنہا عابدہ اور صالحہ تھیں۔ انہیں دیگر علوم کے علاوہ علم حدیث میں اس درجہ کا کمال حاصل تھا۔ مسندۃ العراق کے نام سے مشہور ہیں، اپنے زمانہ کے اکابر محدثین کی شاگرد اور محدثین کی ایک کثیر تعداد کی استاد تھیں۔ ان کے والد ماجد حضرت ابونصر احمد رحمۃ اللہ علیہ اور برادر حضرت محمود بن احمد فرح دونوں فقیہہ اور محدث تھے یہ چھٹی صدی ہجری میں گزریں۔

(فتاویٰ نوریہ۔ ج ۳، ص ۴۷۷، ۴۷۸)

☆ ساتویں صدی ہجری کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بلند مرتبت عالمہ فاضلہ تھیں۔ ان کے والد امام محمد بن احمد ابو منصور سمر قندی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جو تحفۃ الفقہاء کے مصنف تھے۔ ان کے خاوند حضرت امام ابو بکر بن مسعود کاسانی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ اتنے جلیل القدر عالم اور فقہیہ تھے کہ ہمعصر علماء نے انہیں ملک العلماء اور علاء الدین کا لقب دیا۔ فقہ کی عدیم النظر کتب بدائع الصنائع کے مصنف و مؤلف تھے، اس بی بی کی علمی شان کا اندازہ اس تاریخی حقیقت سے ہوتا ہے۔ جب ان کا کوئی فتویٰ صادر ہوتا، تو اس پر ان کے والد ماجد، ان کے جلیل القدر زوج کے ساتھ ساتھ خود ان کے دستخط بھی ثبت ہوتے۔ (ایضاً ج ۳، ۴۷۸)

☆ جب اہل اسلام میں اسلامی علوم رائج تھے تو مستورات علمی میدان میں مردوں سے پیچھے نہ تھیں۔ مستورات میں سے صاحب فتویٰ ہونا صرف مذکورۃ الصدر فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اس زمانہ کی علمی کیفیت یہ تھی کہ جب بلاد ماوراء النہر اور دیگر بلاد اسلامیہ میں کسی علمی گھرانے سے فتویٰ جاری ہوتا تو اس پر صاحب خانہ عالم و مفتی اس کی بیٹی، بیوی، بہن یا کسی اور محرم خاتون کے تصدیقی دستخط ہوتے تھے۔ (فتاویٰ نوریہ۔ ج ۳، ص ۴۸۰)

آج دینی علوم میں مستورات کی علمی حالت کو دیکھئے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ

علم اور ہمارا تعلیمی نظام

ڈاکٹر علامہ عون محمد سعیدی

علم کی اہمیت اور فضیلت تو حقیقت مسلمہ ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ ہم ذیل میں علم کے مفہوم، اس کے دائرہ کار، طرز و طریق، تاریخی حقائق، نتائج و اثرات اور دیگر لوازمات و مناسبات سے متعلق چند گزارشات پیش کریں گے جن سے مقصود صحیح تعلیمی سمت کا تعین ہے۔

"علم" لغت میں کسی شیٔ کے جاننے کا نام ہے اور دانشوروں کی اصطلاح میں ایک عظیم محقق امام ابو منصور ماتریدی کی پیش کردہ یہ تعریف رائج ہے۔

هوصفة تجلى به الشيء المذكور لمن قامت هيني به (شرح عقائد نسفی)

علم ایک ایسا وصف ہے جس ذات میں یہ موجود ہو اس پر ہر ذکر کردہ چیز روشن ہو جاتی ہے۔

دوسرے لفظوں میں کسی شئے کو درست جاننا اور ماننا علم کہلاتا ہے۔ جیسے روشنی کو روشنی اور تاریکی کو تاریکی سمجھنا اور تسلیم کرنا۔

ایک سنگین غلطی:

وطن عزیز کی عوامی ذہنیت میں یہ خیال سرایت کر گیا ہے کہ فقط سرکاری نصاب تعلیم کو علم تصور کیا جاتا ہے جبکہ دیگر علوم (مثلاً مدارس عربیہ کا نصاب تعلیم) کو مجازاً علم کہنا بھی سوہانِ روح ہوتا ہے۔ بعض اوقات تو لوگ ان علوم کو زمرہ تعلیم میں لانے سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ کار ثواب اور جزاء آخرت کے لفظ بول کر "بزعم خویش" مذکورہ علوم کو ریاستی پالیسی میں غیر مؤثر قرار دینا پیش نظر ہوتا ہے۔

اسی طرح یہ روش بھی عام ہے کہ علم کی فضیلت پر مبنی آیات واحادیث کا اطلاق مغرب کے پروردہ، دلدادہ اور تعلیم یافتہ لوگوں کے مجوزہ نصاب تعلیم پر کیا جا رہا ہے جن کو کم از کم دعائے قنوت، نماز جنازہ اور تیسرا چوتھا کلمہ (مفہوم تو درکنار) پڑھنا تک نہیں آتا ہے اور ان کا اسلام کا تصور صرف ادائیگی میں محدود و محصور ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔ ہر سرکاری تعلیمی ادارہ کی پیشانی پر کوئی نہ کوئی

آیت یا حدیث درج ہوتی ہے گویا قرآن وحدیث وہی کچھ پڑھنے کا حکم دیتے ہیں جو مذکورہ لوگوں نے تجویز کر دیا۔

ازالہ:

ہم ان رجحانات کے متعلق عرض کریں گے کہ علم سے کسی خاص ادارے یا حکومت کا نصاب تعلیم ہرگز مراد نہیں بلکہ یہ وسیع تر مفہوم کا حامل ہے۔ ہر وہ شئے علم کہلانے کی مستحق ہے جو انسان میں معرفت کی کیفیت پیدا کر دے نیز وہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام سے برگشتہ بھی نہ کرے اور آج کل سرکاری اداروں میں جو تعلیم دی جا رہی ہے اسے صرف تعلیم تو کہا جا سکتا ہے مگر اسلامی تعلیم کہنا درست نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے پڑھے ہوئے افراد کو سکالر، پروفیسر، دانشور اور ڈاکٹر وغیرہ تو کہا جاتا ہے مگر علامہ اور قاضی ومفتی کے القاب نہیں دیئے جاتے کیونکہ وہ خود سمجھتے ہیں کہ بیس پچیس برس پڑھنے کے بعد ابھی اسلام سے ہماری واقفیت اتنی نہیں ہوئی کہ ہم مذکورہ القاب کے مستحق ٹھہریں۔ یہ خطاب اسلامی نظام تعلیم میں ان لوگوں کے لیے مخصوص ہیں جو تعلیم تو ہر شعبہ کی حاصل کریں مگر اس کا نظام اور طریقہ کار وہی ہو جو اسلام کے زرّیں اصولوں کے عین مطابق ہو۔

(نوٹ: آج کل اکثر باریش افراد کو عوام نے مذکورہ القاب دے رکھے ہیں حالانکہ وہ چند سورتوں اور بعض اسلامی معلومات کے سوا کچھ نہیں جانتے وہ بھی ان القاب کے ہرگز مستحق نہیں بلکہ یہ ان القاب کی توہین ہے وضع الشیٔ غیر محلہ اسی کا نام ہے)۔

بات ہو رہی تھی جدید اداروں کے نظام تعلیم کے حوالے سے کہ اس کا تشخص قطعاً اسلامی نہیں بلکہ یہ خالصتاً یورپین اور امریکن نظام تعلیم ہے جس کے تمام تر تصورات، ہدایات سفارشات اور طور طریقے وہیں سے آتے ہیں اور وہیں ختم ہوتے ہیں۔ اسی بناء پر ہماری قوم انگریزی صورت، لباس وزبان، رہن سہن، چال چلن اور لب ولہجہ کو اپنے لیے قابل فخر اور باعث عزت سمجھتی ہے اور ایسے لوگوں سے بہت جلد مرعوب ہو جاتی ہے جن کی وضع قطع اور گفتار ورفتار میں مغربی ثقافت کا عنصر نمایاں ہو بلکہ اب تو خوبصورتی اور حسن کا معیار ہی مغرب کی تقلید ٹھہرا ہے، ان کی ہر چیز ہمارے یہاں لازمی درجہ کی حیثیت حاصل کرتی جا رہی ہے۔ آخر کیا سبب ہے کہ وطن عزیز کا تقریباً ہر پیر و جوان چہرے کو سنت رسول سے آراستہ کرنے میں شرم وندامت اور کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ بوجھ محسوس کرتا ہے۔ اگر نہیں اس سلسلہ میں

اسلامی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے تو آتش فشاں پھٹ جاتا ہے اور وہ سیخ پا ہو جاتے ہیں۔

☆ شادی بیاہ کی اکثر و بیشتر تقریبات میں طعام ما حضر کے لیے نشستوں کا اہتمام بھی ہو سکتا ہے پھر کھڑے ہو کر کھانے پینے میں عزت کیوں سمجھی جاتی ہے۔

☆ لباس پاکستان اور اسلامی ثقافت کے مطابق بھی زیب تن کیا جا سکتا ہے پھر پینٹ شرٹ، تھری پیس اور نیکر شرٹ کو ترجیح کیوں دی جاتی ہے؟

☆ بالوں کی تراش خراش سنت رسول کے مطابق ہو تو حسن، رونق اور خوبصورتی میں کامل نکھار آ جاتا ہے۔ مگر غیر مسلموں کے مختلف ہیر سٹائلز دیکھ کر حجام کو اپنے بال ویسے ہی بنانے کی ہدایت کیوں کی جاتی ہے؟

☆ کپڑے کی سادگی سے خوشنمائی ختم نہیں ہو جاتی پھر درزی کو مختلف غیر اسلامی مغربی طرز کے کپڑے سینے کی فرمائش کیوں کی جاتی ہے؟

☆ موسیقی کا زیادہ ہی شوق ہو تو قوالی بھی سنی جا سکتی ہے مگر گانوں کی شیفتگی اور اس پر بے ہنگم رقص کی وارفتگی کس بات کی غمازی کرتے ہیں؟

☆ ویڈیو گیمز، بلیئرڈ، ڈش، سینما، نیم عریاں پوسٹر، بے حجابی، فحاشی، غیر شرعی ڈائیلاگ، فلم گھروں کی آبادی اور خانہ خدا کی مرثیہ خوانی تمام تر شعبوں میں زوال اور پستیوں کا عروج آخر یہ سبب کیا ہے؟ اور کہاں سے آیا ہے؟ بلکہ اگر سکولوں اور کالجوں کی تعلیم میں اسلامی تشخص ہوتا تو ایسا ہرگز نہ ہوتا بلکہ ہر نوجوان کی قوت اگر صحیح سمت میں کام کرے تو وہ شر کو ابھرنے سے پہلے ہی ملیا میٹ کر دے اور اس کا نام و نشان تک نہ چھوڑے۔ اس کے برعکس طلبہ میں کلاشنکوف کلچر کا فروغ، خودکشی کی رغبت، ڈاکوؤں کا رجحان، قمار بازی کا شوق، نشہ و قتل کی طرف سبقت، گاڑیوں اور عمارتوں کی توڑ پھوڑ اور تقریباً ہر جرم میں ملوث ہونے کی خبریں کس کی نظر سے پوشیدہ ہیں۔

یہ تو اس تعلیم کے ابتدائی مراحل ہیں اب انتہا بھی ملاحظہ ہو۔ اس تعلیم کا انجام مغربی ممالک کی یونیورسٹیوں پر ہوتا ہے۔ اعلیٰ تعلیم اسی کو سمجھا جاتا ہے جو وہاں پڑھائی جاتی ہے۔ ہمارے طلبہ کی تمناؤں اور آرزوؤں کی معراج، ان کی خواہشوں اور حسرتوں کا نقطہ کمال یہ ہے کہ کسی مغربی یونیورسٹی میں جبیں سائی کا موقع میسر آ جائے تو قارون کا خزانہ بھی ہیچ ہے۔ وہاں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد نظریات و خیالات کیسے ہوتے ہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہ چند بیانات

ملاحظہ ہوں۔

اسلامی نظام فرسودہ ہو چکا ہے، سود کے بغیر ملک نہیں چل سکتا، اسلامی سزائیں ظالمانہ اور وحشانیہ ہیں، اسلام کی بات کرنے والے بنیاد پرست اور مذہبی جنونی ہیں، تھوڑی سی شراب اور فلموں میں تھوڑی سی عریانی جائز ہے، اسلامی یونیورسٹی میں پڑھنے والے دہشت گرد ہیں، وغیرہ وغیرہ

یہ سب کارستانی اور گوہر افشانی اسی اعلیٰ تعلیم کی صدائے بازگشت ہے۔ انہی موشگافیوں، بوقلمونیوں اور بوالعجبیوں کی بناء پر پاکستان ساری روئے زمین پر کرپشن میں دوسرے نمبر پر آچکا ہے۔ اب صاف ظاہر ہے جس تعلیم کا آغاز وانجام سبھی کچھ یہودی وعیسائی لابی کے پیش کردہ نظام اور تصوارت کے مطابق ہو اس کے بارے میں طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة کہنا کتنا سنگین جرم اور کتنی بڑی غلطی ہے۔ کیا سرکار ﷺ نے اسی نظام تعلیم کے لیے یہ مقدس جملہ ارشاد فرمایا تھا۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ یہ سب بھیانک جرائم یہ تعلیم نہیں سکھاتی ہے اس تعلیم میں کہیں بھی ایسی خرابیوں کے ارتکاب کی بات نہیں پائی جاتی۔ ہم عرض کریں گے بات درست ہے مگر یہ تعلیم ایسی موثر بھی تو نہیں کہ خطا کار کے آڑے آسکے، اس کے ضمیر کو جھنجھوڑ سکے، اس کو تنبیہ کر سکے، قومی وبین الاقوامی سطح کے جرائم میں ملوث افراد یہی تعلیم پڑھے ہوئے ہوتے ہیں، اگر کوئی ان پڑھ باریش آدمی غلطی کا مرتکب ہو تو فوراً دینی تعلیم کے خلاف طوفان کھڑا کر دیا جاتا ہے یہ سوچے سمجھے بغیر کہ مرتکب خطا کس کیٹا گری کا آدمی ہے حالانکہ صحیح دیندار کبھی ایسا کام کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ علاوہ ازیں بہت سی نصابی کتابیں بھی قابل اصلاح ہیں۔ مثلاً کامرس کی تمام کتابوں میں سود کو ایک باب کے طور پر شامل کیا گیا ہے اور اس کے تمام لین دین کے طریقے اس میں درج ہوتے ہیں۔ یہ اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ وعلی ھذا القیاس

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب کچھ تعلیم کی وجہ سے نہیں بلکہ موجودہ سیاست کی بناء پر ہو رہا ہے مگر ان سب قصوروں کا الزام سیاست کے سر تھوپ دینا بھی ناانصافی ہے کیونکہ سیاست بھی اسی تعلیمی نظام کا ایک شعبہ ہے اور اسی کے متوالے ہی سیاستدان بنتے ہیں۔ یاد رہے کہ ہم کافروں کے پاس پڑھنے پڑھانے کے ہرگز خلاف نہیں بلکہ ہم اس نظام کو غلط کہہ رہے ہیں جو انہوں نے مہیا کیا ہے اور ہم نے حرز جان بنالیا ہے۔ تاریخ اسلام میں ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی جاسکتی کہ سرکار دوعالم ﷺ نے مسلمان بچوں کو کسی کافر ملک میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے روانہ فرمایا ہو۔ البتہ اپنے ہاتھ مقید

کفار کو یہ کہا گیا تھا کہ مسلمانوں کے بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں اور یہ کوئی ایسی ضرر رساں بات بھی نہ تھی جس سے ان معصوموں کے اسلام میں فرق پڑ جاتا۔

کافروں کو پڑھانے کو پڑھانے کی پیشکش اس لیے کی گئی تھی کہ اس وقت مسلمانوں کو سر کھجلانے کی فرصت بھی نہیں تھی، عددی قلت کی بناء پر وہ بیسیوں معاملات میں مصروف عمل تھے اور کئی محاذوں پر چومکھی جنگ لڑنے میں مشغول تھے۔ معرکہ بدر کی تھکاوٹ، مدینہ کے منافقوں اور یہودیوں کا مقابلہ اور معاشی مجبوریاں وغیرہ کچھ ایسے کام نہ تھے کہ مسلمانوں کو اپنے بچوں کی تعلیم کے لیے فراغت میسر آ جاتی۔ لہٰذا سرکار ﷺ نے یہ کام کافروں سے لینے کا فیصلہ کیا کیونکہ انہوں نے جو کچھ پڑھانا تھا وہ کوئی اعلیٰ تعلیم نہ تھی بلکہ نچلی اور ذیلی حیثیت کی تھی۔ بلکہ یوں کہا جائے تو زیادہ درست ہے کہ وہ حروف شناسی اور الفاظ نویسی کا علم تھا۔ ورنہ حضور ﷺ جو تعلیم لے کر آئے تھے وہ سب سے اعلیٰ تھی اور ہے۔ اس میں ہر علم کی گنجائش موجود تھی اور ہے۔ حضور ﷺ ہر علم سے واقف تھے۔ علم القرآن، کی نوید نیز و علمك مالم تكن تعلم کا مژدہ سرکار ﷺ کو ہی دیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کو بھی سب کچھ آتا تھا مگر عدم فرصت کی مجبوری آڑے آئی اور یہ کام کافروں سے لینا پڑا۔

اگر حضور ﷺ کو ان کے پاس پڑھانے کا اتنا ہی شوق ہوتا تو حضور ﷺ بچوں کو شام اور روم روانہ فرماتے۔ اس وقت یہ ملک دولت کی ریل پیل، مادی عروج، تعلیمی سرگرمیوں اور ثقافتی ترقی کے حوالے سے دنیا بھر میں معروف تھے۔ مگر حضور ﷺ نے ایسا نہ کیا بلکہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد خلفاء راشدین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) تو نیام سے تلواریں کھینچ کر اسلام دشمنوں کے مقابلہ کے لیے اُترے اور میدان کارزار میں مردانہ وار کود پڑے اور ان سلطنتوں کا تیا پانچہ کر دیا۔

معلوم ہوا کہ نظام تعلیم وہی اعلیٰ ہے جو سرکار لے کر آئے، دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے جو علم پڑھو اسلام تم پر قدغن نہیں لگاتا۔ اگر سرکار ﷺ یا آپ ﷺ کے غلام اپنی اولادوں کو مذکورہ ممالک میں حصول تعلیم کے لیے بھیج دیتے تو درج ذیل نتائج برآمد ہوتے:

(۱) بچے یہ سمجھتے کہ اسلام کا نظام تعلیم نامکمل ہے۔

(۲) یہ تصور پیدا ہوتا کہ حضور ﷺ بذریعہ قرآن ہر علم لے کر نہیں آئے۔

(۳) کفار کا نظام تعلیم اسلامی نظام سے اعلیٰ، بہتر اور برتر سمجھا جاتا (تعلیم اور نظام تعلیم کا فرق پیش نظر رہے۔ تعلیم کافر سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے مگر اسلامی نظام کے اندر رہ کر اور اسلام سے مکمل

واقفیت کے بعد تا کہ غلط صحیح کی تمیز پیدا ہو)۔

(۴) مسلمان بچوں کا کردار تو کفار جیسا ہوتا اور نام اسلام کا ہوتا۔

(۵) یظھرہ علی الدین کلہ کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو پاتا۔

(۶) جہاد کا تصور یکسر ختم ہو جاتا۔

اب آئیے وطن عزیز کی جانب، ہمارے ملک میں کسی بھی شعبہ کی کوئی اعلیٰ تعلیم نہیں ہے (باوجود یہ کہ علوم کے خزانہ یہاں تشنہ دلوں کے منتظر ہیں) سبھی اعلیٰ تعلیمات غیر مسلموں کے پاس ہیں اور ہم ان کے محتاج وضرورت مند ہیں۔ اگر وہاں نہ پڑھے تو اعلیٰ تعلیم نہ پائی اور اگر ان کے ریزہ خوار اور کفش بردار ٹھہرے تو ہم خود بھی اعلیٰ اور ہماری تعلیم بھی اعلیٰ۔

کیا ہم نے کبھی اس حقیقت پر غور کرنے کی زحمت گوارہ کی کہ اس صورت میں ہمارا یہ دعویٰ کہ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے کس حد تک مجروح اور غیر معتبر ٹھہرتا ہے۔ کیا ہمارے علماء کرام اور اسلام کا درد رکھنے والے دانشوران عظام اس طرف متوجہ ہوں گے اور کیا نظام تعلیم یا تعلیمی پالیسی کی ان خرابیوں اور نقائص کو دور کرنے کا جتن کریں گے۔ جنہیں محسوس کرتے ہوئے جناب اکبر الہ آبادی نے آج سے برسوں پہلے کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

رضا ہائر ایجوکیشن ریسرچ پروجیکٹ

ڈاکٹر سلیم اللہ جندران

درجہ: ایم فل (ایجوکیشن)، ایم فل (اسلامیات)، ایم فل (ادبیات)

عنوان: مطالعہ رضویات (اختیاری) کی درسی کتاب کی تیاری۔ برائے ہائر سیکنڈری کلاسز۔

"The Development of Rizviyyat studies
Text Book for Higher Secondary Classes"

مجوزہ خاکہ:

پارٹ I: تھیوری پرچہ، وقت تین گھنٹے، کل نمبر 100

باب اول: رضویات تعارف (۲۰)

(i) رضویات: لغوی و اصطلاحی مفہوم

(ii) رضویات کی تاریخ وارتقاء

(iii) اردو/عربی/فارسی منتخب شدہ رضویاتی ادب کا تعارف

(iv) غیر ملکی اور علاقائی زبانوں میں ترجمہ شدہ رضویاتی ادب

باب دوم: رضویات اور نصابیات (۲۰)

(i) قومی درسیات و نصابیات کے لئے رضویات کی اہمیت و افادیت

(ii) ملی ترقی و خوش حالی اور سلامتی و یک جہتی کے لئے رضویات کی افادیت

(iii) احیائے اسلام اور امتِ مسلمہ کی فلاح کے لئے رضویات کا کردار

(iv) لوازمۂ نصاب کے انتخاب کے لئے بنیادی شرائط اور ترجیحات

باب سوم: رضویات اور ادبیات (۲۰)

(i) رضویات اور عصری ادبیات کا تقابل

(ii) رضویات اور اقبالیات

(iii) رضویات اور مستشرقیات

(iv) رضویات اور روحانیات و تصوف

باب چہارم: رضویات اور تعلیمات (۲۰)

(i) رضویات اور تعلیمات

(ii) تعلیم و تعلم کا رضویاتی تصور

(iii) معلم و متعلم کا رضویاتی تصور

(iv) رضویات کا قدریاتی اور کرداری تصور

باب پنجم: رضویات اور تحقیقات (۲۰)

(i) رضویات اور دائرہ تحقیقات

(ii) مطالعہ رضویات پر مبنی معیاری جرائد و رسائل

(iii) مطالعہ رضویات کے فروغ کے لئے اندرون ملک اور بیرون ملک تحقیقاتی ادارے

(iv) مطالعہ رضویات پر مبنی ایم۔اے/ ایم فل/ پی۔ایچ۔ڈی درجہ کے تحقیقی مقالات کا موضوعاتی تعارف

محررہ: ۴ دسمبر ۲۰۱۴ء

☆☆☆

رضا ہائر ایجوکیشن ریسرچ پلان

درجہ: ایم فل (ایجوکیشن)، ایم فل (اسلامیات)، ایم فل (ادبیات)

عنوان: مطالعہ رضویات (اختیاری) کی درسی کتاب کی تیاری۔ برائے ہائر سیکنڈری کلاسز۔

"The Development of Rizviyyat studies

Text Book for Higher Secondary Classes"

مجوزہ خاکہ:

پارٹ II: پرچہ عملی واطلاقاتی رضویات، وقت تین گھنٹے، کل نمبر 100

باب اول: قرآنیات (۲۰)

(i) قرآنِ پاک کی آخری دس سورتوں کا ترجمہ، معانی ومطالب (ترجمۂ قرآن کنزالایمان از امام احمد رضاخان)

(ii) مذکورہ دس سورتوں کے موضوعات وتشریحات

(iii) منتخب شدہ سورتوں کے احکامات کے انسانی زندگی پر اثرات، اخلاقی وکردار پر اطلاق اور اس کے تقاضے

(iv) طلبہ کے لئے اسائنمنٹس اور مشقی سرگرمیاں

باب دوم: احادیث مبارکہ (۲۰)

(i) اصولِ تعلیم، مقاصدِ تعلیم، طریق تعلیم

(ii) تعظیمِ متعلم، تکریم متعلم سے متعلقہ دس احادیث مبارکہ کا عربی متن (تخریج احادیثِ مبارکہ فتاویٰ رضویہ)

(iii) مذکورہ احادیث مبارکہ کے تعلیم وتدریس پر اثرات واطلاقات اور لازمی تقاضے

(iv) طلبہ کے لئے اسائنمنٹس اور مشقی سرگرمیاں

باب سوم: رضویات اور ادبیات (۱۰)

(ا) حمد

(i) حمد باری تعالیٰ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُتَوَحِّدِ بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ

کے چار اشعار کے مشکل الفاظ کے معانی ومطالب [حدائقِ بخشش از امام احمد رضاخان]

(ii) مذکورہ حمدِ باری تعالیٰ کا لسانی وادبی تحلیلی تجزیہ

(iii) مذکورہ حمد باری تعالیٰ کے متن کا موضوعاتی وپیغاماتی مطالعہ

(iv) حمد باری تعالیٰ کے انسانی زندگی پر نفسیاتی اثرات اور کرداری اطلاقات

(ب) نعت (۱۰)

(i) چار زبانوں عربی، فارسی، اردو، ہندی میں لکھی گئی نعت:

لَمْ يَأْتِ نَظِيْرُكَ فِيْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

کے پہلے تین اشعار اور آخری شعر پر مبنی نعتیہ کلام کے مشکل الفاظ کے معانی و مطالب
[حدائق بخشش از امام احمد رضا خان]

(ii) مذکورہ نعت ِ پاک کے متن کا لسانی وادبی تجزیہ
(iii) مندرجہ بالا متن کا موضوعاتی و پیغاماتی مطالعہ
(iv) نعت پاک کے انسانی زندگی پر نفسیاتی اثرات اور کرداری اطلاقات

باب چہارم:

(ا) نظریہ سائنس (۱۰)

(i) مسلم مفکروں اور سائنسدانوں کی سائنسی خدمات کا اجمالی تعارف
(ii) امام احمد رضا خان کے سائنسی نظریات وخدمات
(iii) عصرِ حاضر میں مسلم سائنسدانوں کے لئے چیلنجز اور درپیش ملکی مسائل
(iv) ملکی زراعت اور صنعت سے منسلک تین چار اہم مسائل کی نشاندہی اور ان کے مجوزہ حل پر طلبہ کے لئے اسائنمنٹس، عملی مشقی سرگرمیاں

(ب) نظریہ پاکستان (۱۰)

(i) صوفیاء وعلماء کا دوقومی نظریہ کی تشکیل کے لئے کردار (اِک اجمالی تعارف)
(ii) امام احمد رضا خان کا دوقومی نظریے کی تشکیل اور تحریکِ پاکستان کی بنیاد کے لئے فکری وعملی کردار
(iii) عصرِ حاضر میں درپیش ملکی وعالمی تعلیمی مسائل اور صوفیاء وعلماء کا تعلیمی وسماجی کردار، تقاضے!
(iv) تین چار اہم تعلیمی مسائل اور ان کے مجوزہ حل پر طلبہ کے لئے اسائنمنٹس، عملی مشقی سرگرمیاں

فرمودات حضرت امام جعفر رحمتہ اللہ علیہ

مومن بھائی کیلئے اس کی عدم موجودگی میں دعا کرنا رزق کو زیادہ کرتا ہے۔

بے حد اعتماد بربادی ہے اور نکتہ چینی بدنصیبی۔

انتقام کی قدرت رکھتے ہوئے غصہ کو پی جانا افضل ترین جہاد ہے۔

غذا سے جسم کو اور قناعت سے روح کو راحت ملتی ہے۔

کھلی عداوت، منافقانہ موافقت سے بہتر ہے۔

ابتلا (آزمائش) ایک شرف ہے اسی لئے خاصان حق اس میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔

فرمودات حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ

ابتدا کرنا تیرا کام ہے اور تکمیل کرنا خدا کا۔

عاقل پہلے قلب سے پوچھتا ہے پھر منہ سے بولتا ہے۔

تنہا محفوظ ہے اور ہر گناہ کی تکمیل دو سے ہوتی ہے۔

وعظ و نصیحت صرف اللہ کیلئے کرو ورنہ تیرا گونگا پن ہی بہتر ہے۔

جب عالم زاہد نہ ہو تو وہ اپنے زمانے والوں پر عذاب ہے۔

لوگوں کے سامنے معزز بنا رہ، ورنہ افلاس کے ظاہر کرنے سے لوگوں کی نظروں سے گر جائے گا۔

باب ۴

تعلیم، تربیت اور کتاب

فرمودات حضرت فضیل رحمتہ اللہ علیہ

عالم بدخو کی صحبت سے فاسق خوش خلق کی صحبت بدرجہا بہتر ہے۔

منافق کی علامت غیر موجود صفت کی تعریف پر خوش ہونا اور موجود عیوب کی مذمت پر خفا ہونا ہے۔

جس کا غصہ زیادہ ہے اس کے دوست کم ہیں۔

جس نے بے عمل سے علم سیکھا اس نے اس کی جہالت کو ترقی دی۔

دین کی اصل عقل، عقل کی اصل علم اور علم کی اصل صبر ہے۔

اقوال حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

جس شخص میں محبت غالب ہوگی اس میں درد و حزن زیادہ تر ہوگا۔

گناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی شاخ ہے۔

کمزور پر حملہ کرنا بزدلی ہے، ہم پلہ پر بد خلقی ہے اور زبردست پر شوخ چشمی ہے۔

علماء کی سیاہی کا پلہ شہیدوں کے خون سے زیادہ بھاری ہے۔

اہل اللہ سے کرامت مت ڈھونڈو، ان کے وجود ہی کو کرامت جانو۔

کوئی جاہل ولی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

بچوں کی تربیت میں کتاب کا حصّہ

پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر ☆

جو بچہ مسلمان گھرانے میں آنکھیں کھولتا ہے پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کانوں میں اذان اور اقامت کی آوازیں آتی ہیں۔ جن میں ٹیپ کے مصرعے اس طرح ہیں: اللہ بڑا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔

بعد ازاں بچے کی تعلیم و تربیت، تعلیم اخلاق و تہذیب، نگہداشت و پرداخت اور تکذیب و تادیب کا عمل پنگھوڑے سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے مثل مشہور ہے:

"علم از مہد تا لحد"

ایک ماہر تعلیم نے کہا ہے "تعلیم کا زبردست مدعا تربیت اخلاق اصلاح اعمال و عادات، تصحیح عقائد، متانت نفس اور حسن عمل ہے۔"

عالم بے عمل کو مثل کور مشعل دار اسی لئے کہا گیا ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی اس مثنوی سے انسان درس حکمت حاصل کر سکتا ہے:

علم چند انکہ بیشتر خوانی — چون عمل در تو نیست نادانی
(علم تو جتنا بھی زیادہ پڑھے) — (جب تجھ میں عمل نہیں تو بیوقوف ہے)

نہ محقق بود نہ دانشمند — چار پائے برد کتابے چند
(نہ تحقیق کرنے والا ہے نہ عقلمند) — (بلکہ ایک حیوان ہے جس پر چند کتابیں لدی ہوئی ہیں)

آن تہی را چہ علم و خبر — کہ برد ز ہیزم ست یا دفتر
(اس چار پایہ کو کیا معلوم علم کیا اور اس کو کیا خبر) — (کہ اس پر لکڑیاں لدی ہیں یا دفتر ہے)

تربیت سے مراد ہے اخلاق، ادب، روش اور عمل کا تزکیہ اور تعلیم کے معنی ہیں مختلف قسم

☆ سابق چیئرمین: ایجوکیشن بورڈ کوئٹہ، بلوچستان

کی معلومات، بچوں کی تربیت میں کتاب ایک اہم ترین ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس کی تعریف "مربوط تحریر" ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم بذریعہ قلم سکھایا اور قلم نے کتاب کو وجود بخشا۔ پھر باری تعالیٰ نے الہامی کتب بھیجیں اور آخر میں قرآن پاک نازل فرمایا۔ قرآن کے لفظی معنی بہت پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ خدا کی کتاب ہدایت ہے بنی نوع انسان کے لئے۔ جس طرح دیکھنے والی آنکھ روشنی کے بغیر کچھ نہیں دیکھ سکتی اسی طرح عقل انسانی ہدایت ربانی کے بغیر اپنی منزل کو نہیں پا سکتی اور نہ ہی صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتی ہے۔ خدا کی کتاب کو تمام کتابوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ کو تمام مخلوق پر۔ اب یہ ملاحظہ کرنا ہے کہ کتاب کا انسان کی تربیت میں کیا حصہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کا پہلا منشا معرفت الٰہی بتایا ہے۔ اس کے بعد نیکی اور بدی میں امتیاز سکھانا، پھر نیکی کے ثمرات سے بہرہ مند ہونا اور برائی کے نقصانات سے بچنا۔ ان امور کی روشنی میں تربیت بھی سلسلہ وار ہونی چاہئے۔ قرآن پاک میں "پاک بات" سے مراد کلمہ توحید لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ فرمایا کہ کلمہ توحید کی مثال اس پاکیزہ درخت کی سی ہے جس کی جڑ زمین میں مضبوط ہو اس کی شاخیں بلندی میں آسمان تک پہنچتی ہوتی ہوں اور جو ہر موسم میں پھل دیتا ہو۔ کلمہ توحید کی جڑ بھی دلوں میں قائم و مستحکم ہوتی ہے اور اس کی شاخیں یعنی عمل آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں اور ان کی برکت ہر وقت حاصل ہوتی رہتی ہے۔

ناپاک بات سے مراد "کلمہ شرک" ہے۔ فرمایا کلمہ شرک کی مراد ایسے درخت کی سی ہے جس کی جڑ زمین پر سے اکھیڑ دی گئی ہو اسے ذرا قرار و ثبات نہ ہو یعنی کلمہ شرک بالکل بے اصل ہوتا ہے نہ اس کے لئے دلیل قوی ہوتی ہے نہ شرک کے کاموں کی قبولیت ہوتی ہے نہ اس میں خیر و برکت۔

کتاب سے استفادہ کرنے سے پیشتر لکھنا اور پڑھنا سیکھنا ضروری ہے، ا، ب، ج کی منزل سے آگے آ کر جب بچہ چھوٹے چھوٹے جملے لکھنے کے قابل ہو جائے تو یہاں سے اس کی تربیت کا مرحلہ شروع کیا جائے۔ بچوں کی کتابوں میں توحید اور رسالت کی باتیں مثلاً اللہ ایک ہے، وہ ہمارا خالق ہے، وہ سب کا مالک ہے، ہمیں رزق دیتا ہے، وہ بارش برساتا ہے۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ اللہ کے رسول ہیں آپ ﷺ ہمارے پیارے نبی ہیں۔ آپ ﷺ بچوں سے پیار کرتے تھے۔ نیکی کے

فضائل جیسے ہمیشہ سچ بولو، اچھی باتیں کرو، پیار و محبت سے رہو۔ محنت اچھی چیز ہے محنت کامیاب بناتی ہے، محنت کی اہمیت، اخلاق حسنہ کے محاسن، چھوٹے چھوٹے اور پیارے الفاظ میں سکھائے جائیں۔ مثلاً استاد کا ادب کرو، ماں باپ کا کہنا مانو محبت سے پیش آؤ، اپنے بھائی کی مدد کرو۔

کتاب سے اس کی تربیت براہ راست یا بالواسطہ کی جائے جب بچہ کہانیاں پڑھنے کے لائق ہو جائے تو پھر اس کا ذہن بنانے سنوارنے اور نکھارنے کا دور آ جاتا ہے۔ کبھی تو یہ کہانیاں اور مندرجہ بالا قسم کی تعلیم ماں کی گود سے ہی ابتداء پاتی تھی اور یوں پیاری پیاری باتیں بتائی جاتیں۔ مائیں، دادیاں اور نانیاں بچوں کو نیک لوگوں اور بزرگوں کی کہانیاں سناتی تھیں۔ اب یہ کام کتاب کے ذریعے سے ہی ہو سکتا ہے۔ بچے کے سامنے ہمیشہ اچھے اور برے کا تصور یعنی اچھا بچہ اور اس کی خوبیاں، برا بچہ اور اس کی خامیاں بیان کرنا چاہئیں۔ یوں ہر دم اس کے پیش نظر ایک بلند معیار رہے گا۔ یہ کام کتاب کے واسطے سے شروع کیا جا سکتا ہے۔ کہانیوں کو ایسی شکل دی جائے جو نیکی اور اچھائی کو اجاگر کرے بدی اور برائی کے انجام بد کو ابھارے۔

نصابی کتب میں بچے کی تعلیمی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اخلاقی پہلو کو فراموش نہ کریں۔ علم بغیر تربیت کے شجر بے ثمر ہوگا۔ آگے جا کر علم فنی صورت اختیار کرے گا اسی لئے جہاں نصابی کتب علمی استعداد بڑھاتی جائیں وہاں اس کے پہلو بہ پہلو اخلاق و اطوار کو سنوارتی رہیں۔

جیسے اچھی کتاب اچھے اثرات کا موجب بنتی ہے ویسے ہی مخرب اخلاق کتب دین و اخلاق کو تباہ و برباد بھی کر سکتی ہیں۔ موجودہ دور میں جن ممالک نے اپنی کتب سے اخلاقی تربیت کو خارج کر دیا ہے۔ وہ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہو گئے ہیں۔ ایک مسلمان کی تعلیم کا پہلا مقصد اخلاق حسنہ پیدا کرنا ہے۔ انسان کی سوچ پاکیزہ ہوگی تو اس کے عمل بھی صالح ہوں گے اور جب اس کے خیالات فاسد ہوں گے تو اعمال بھی ویسے ہوں گے۔ اس مخرب اخلاق لٹریچر سے بچوں کو محفوظ کرنا بڑی اہم قومی ضرورت ہے۔

بچوں میں ملت کا تصور اجاگر کرنے کے لئے بھی کتاب سے کام لیا جائے ان میں اتفاق و اتحاد اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے جبکہ ان کی تربیت میں یہ جذبہ نشوونما پا سکے۔

شہریت کے فرائض کا شعور اور ملی تعمیر کے احساس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اس کے لئے پھر کتاب کی طرف ہی رجوع کرنا ہوگا۔ تعمیر کا یہ جذبہ کتابوں کے ذریعہ مختلف اور متنوع

انداز میں سکھایا جا سکتا ہے۔

آج کے دور میں انسان بہت سے متصادم گروہوں میں منقسم ہے اس کی وجہ ناقص تربیت ہے۔ انسان کو بتانا ضروری ہے کہ وہ ایک ہی جنس ہیں بقول سعدی۔

بنی آدم اعضاء یک دیگرند — کہ در آفرینش زیک جوہرند

(آدم کی اولاد ایک دوسرے کے عضو ہیں) — (کیونکہ وہ پیدائش میں ایک جوہر سے ہیں)

ہماری نماز میں اللہ تعالیٰ کو رب العالمین کہا جاتا ہے یعنی تمام جہانوں کا رب۔ تمام انسانوں کا رب اور تمام مخلوق کا رب۔ اسے سب پیارے ہیں۔ بچوں میں جب تک وسعت نظری پیدا نہ کی جائے تب تک وہ گروہی تقسیم کی حد بندی سے اجتناب نہ برت سکیں گے۔ نہ ہی فقط انسان کو انسان سمجھ کر اس کے حقوق پامال کرنے سے بچا سکتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے سوائے تقویٰ کے کوئی کسی سے برتر نہیں۔ تم سب ایک خاندان کے افراد کی مانند ہو۔ اگر نسل انسانی کو باقی رکھنا ہے تو اس کے لئے اسلام کی تعلیمات کے مطابق مساوات کا درس دینا ہوگا۔ آج کے زمانے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ بچوں کے سامنے تحصیل علم صرف روزی کمانے کا ذریعہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ علم نور ہے جس کی جگمگاہٹ ابدی سرور کی حامل ہے وہ زندگی کے مقصد کا تعین کرتا ہے۔ وہ منزل کی جانب رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام نے خلافت دنیا و نیابت الٰہی کا تصور دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان رضائے الٰہی کی خاطر اپنی تمام صلاحیتیں اور اپنا جان و مال بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود پر لگا دے۔ صرف پیٹ پالنے کے لئے علم حاصل کرنا محدود اور مادہ پرستانہ اندازِ فکر ہے۔ اسلام میں فقط پیٹ پالنے کا نظریہ لادین اور خود غرضانہ سوچ کا ماحصل ہے۔ اس طرح انسان نہ تو بنی نوع انسان کی بہتری اور عظمت کی کوئی پروا کرتا ہے اور نہ ہی قومی مفاد کا گرویدہ نظر آتا ہے۔ اگر یہ تمام تعلیمات اللہ کی کتاب سے حاصل کی جائیں اور اس ام الکتاب کو پڑھا پڑھایا اور سمجھا سمجھایا جائے تو تعلیم و تربیت کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ایک عالم باعمل نے قرآن مجید کی تعلیمات کا نچوڑ یوں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عبادت سے، آنحضرت ﷺ کو اطاعت سے اور مخلوق خدا کو خدمت سے راضی رکھو۔

ہماری موجودہ کتب کم و بیش محنت کے وقار کے بارے میں خاموش ہیں جب تک یہ بات ذہن نشین نہ کرائی جائے کہ محنت میں عظمت ہے اس وقت تک معاشرے کی کایا نہیں پلٹ سکتی۔ اس

کی بہترین مثالیں حضور سرورِ کائنات آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک میں ملتی ہیں جو کتابوں میں شامل کی جانی چاہئیں۔ عصر جدید میں بعض باہمت قوموں نے اس امر کو خوب سمجھ لیا ہے کہ محنت سے ہی زندگی کو زینہ عروج پر لے جایا جا سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کے لئے وہ سعی و کوشش کرتا ہے۔" بقول علامہ اقبال۔

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا روشن شرر تیشہ سے ہے خانہ فرہاد

غربت کو دور کرنے کا ذریعہ فقط محنت ہے۔ ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ دولت محنت سے پیدا ہوتی ہے ہاں وقت ضائع کئے بغیر محنت سے ہی دولت پیدا کی جا سکتی ہے کہا جاتا ہے کہ علم بڑی دولت ہے میں کہوں گا کتب بڑی دولت ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ علم کتاب میں پوشیدہ ہے دوسرے اس میں انسانی عظمت کے راز مخفی ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب میں انسانی کارناموں اور ترقی کا ریکارڈ محفوظ ہے چنانچہ ان باتوں سے استفادہ کرنے کے بعد بچوں کی خاطر جو کتابیں تحریر کی جائیں ان میں بڑے لوگوں کی سوانح کو پیش کیا جائے۔ کامیاب و کامران لوگوں کی زندگی کی جھلکیاں بچوں کو بلندی تک پہنچنے کی طرف راغب کریں گی۔ وہ زندگی کے اسرار و رموز سے واقف ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ بظاہر یہ باتیں بچوں کی ذہنی سطح سے بالاتر معلوم ہوں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ آج پانچ سات سال کا بچہ اپنے منہ سے کہتا ہے کہ وہ پائلٹ بنے گا یا ڈاکٹری کے پیشے کو اپنائے گا۔ ایسی صورت میں کتاب ہی بچے کی رہنمائی کر سکتی ہے۔

میں مختصر الفاظ میں یہ کہوں گا کہ کتاب بچوں کی تربیت کا موثر ترین ذریعہ ہے اسے خدا شناس، فرض شناس اور مفید انسان بنانے کے لئے متوازن اندازِ فکر کی ضرورت ہے۔ اسے اپنے خاندان، ملک و قوم اور بنی نوع انسان سے متعلق اپنا کردار ادا کرنے کا اہل بنانا ہے۔ اس کے لئے تمام مراحل پر صحیح طریقے سے رہنمائی کی جائے۔ اس کے سامنے عموماً دو مثالی کردار کھلی کتاب کی طرح موجود رہتے ہیں۔ وہ ہیں والدین اور استاد۔ ان زندہ کتابوں کو بچے کی رہنمائی کے لئے ممد و معاون ہونا چاہئے اور اس بارے میں اپنے اعمال و افکار میں محتاط ہوں کیونکہ ان کا تضاد فکر و عمل بچے کی تربیت پر گہرے اور برے اثرات ڈالتا ہے۔ اس کا ارفع زندگی سے اعتماد اٹھ جاتا ہے لہٰذا استاد اور والدین کو جس قدر ممکن ہو مثالی کردار اپنانا چاہئے۔ ایک ماہر تعلیم نے طلبہ کی اصلاح کے مختلف طریقے بتائے ہیں جیسے "سچ کی عادت پیدا کرنے کے لئے سچ بولنے والے بچے کو انعام دیا جائے تا کہ دوسرے بچوں میں

بھی بچ کی ترغیب اور رشک پیدا ہو۔ ہم مکتب اور ہم جماعت بچوں میں باہمی محبت اور ہمدردی پیدا کرنی چاہئے۔ اس کے لئے وقتاً فوقتاً کسی بیمار بچے کی عیادت کے لئے استاد کا مع اپنی جماعت کے طلبہ کے جانا مفید نمونہ رہے گا۔ یا میدان کھیل میں کسی پیاسے بچے کو خود اپنے ہاتھ سے پانی پلائے یا کسی چوٹ کھائے ہوئے بچے کو خود اٹھائے اور اپنے دامن سے ہوا دے، اس کی دل جوئی کرے اس طرح بچوں میں ہمدردی اور محبت پیدا ہوگی۔"

نماز کی پابندی میں بچوں کو پختہ کیا جائے۔ نماز سے ظاہر و باطن کی صفائی حاصل ہوتی ہے اس سے بڑھ کر نماز کی تعریف بچوں کے دلوں میں یہ بٹھادی جائے کہ "ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر" اس کام کے لئے صرف دینیات کا استاد خاص توجہ نہ کرے بلکہ تمام اساتذہ کا فرض ہے کہ وہ مل کر ہر وقت اس فکر میں محو رہیں اور اس کی طرف خاص توجہ دے کر دینی و دنیوی سرخروئی حاصل کریں۔"

کتاب بہترین دوست، شفیق رہنما اور ہمدرد رفیق کا کردار ادا کر سکتی ہے۔ کتاب تربیت کے بہت سے تقاضے پورے کرنے میں معاون بن سکتی ہے بشرطیکہ اس میں زندگی کی عکاسی صحیح طریقے سے کی گئی ہو اور وہ سیدھے سادے اور واضح انداز میں رہنمائی کرے۔

تو نہ ہووے تو ابھی خلق میں طوفاں ہو جائے
سب کا شیرازہ اوراق پریشاں ہو جائے

(مولانا محمد حسین آزادؔ)

کتب خانہ کی اہمیت

مفتی علیم الدین نقشبندی

☆ زر و سیم، ہیرے اور جواہرات پتھر اور دھاتیں ہیں۔ اگر میسر آ جائیں تو ہم بڑی احتیاط سے ان کی حفاظت کرتے ہیں۔ مضبوط صندوقوں بکسوں اور بینکوں کے ذریعہ ان کی نگہبانی کی جاتی ہے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائیں۔ کوئی اٹھا کر نہ لے جائے۔ کتابیں علم و عرفان کے بیش بہا موتیوں کے خزانے ہیں۔ ان کی حفاظت زر و جواہر سے زیادہ کی جانی چاہئے۔ لیکن معاملہ الٹ ہے، ان کی کوئی وقعت ہماری نظروں میں نہیں ہے، نہ ان کی خاطر خواہ حفاظت کی جاتی ہے۔ بعض اوقات ردی میں بیچ کر ان کی ذلت کی انتہا کر کے ان سے گلو خلاصی حاصل کی جاتی ہے، یا پھر دیمک کی خوراک بن جاتی ہیں۔ ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ "انا للہ و انا الیہ راجعون"

☆ معمولی حکمران جس کی رعونت اور تکبر اجازت نہیں دیتی کہ ہم سے ملاقات بھی کرے اگر کبھی اس سے مختصر سے وقت کے لئے ملاقات کا موقعہ مل جائے تو اپنے آپ کو بہت خوش قسمت خیال کرتے ہیں اس پر پھولے نہیں سماتے۔ دوستوں کے سامنے اس کا ذکر فخر کے ساتھ کرتے ہیں۔ ہماری خواہش ہوتی ہے کہ وقت اور ساعت کیمرے کی آنکھ کے ذریعہ محفوظ ہو جائے۔ پھر تمام عمر مطاعِ گراں بہا کی طرح اسے سینے سے لگائے پھرتے ہیں، لیکن کتنے شرم اور افسوس کا مقام ہے کہ علم و عرفان کے شہنشاہ کے دربار کتابوں کی شکل میں ہمارے سامنے جلوہ گر ہیں۔ جن کے سامنے یہ دنیوی حکمران پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتے۔ وہ ہمیں دعوت دیتے ہیں اور گھنٹوں اپنی مفید معلومات سے ہماری خالی جھولیوں کو بھرنے پر آمادہ ہیں۔ ہم ان کی بارگاہ میں بیٹھے بیٹھے اکتا جائیں تو الگ بات ہے۔ لیکن ان کو ہماری حاضری سے نہ ملال ہے نہ اکتاہٹ۔ بلکہ ہمارا وہاں موجود رہنا ان کی روحوں کی تسکین کا باعث ہے لیکن ہم ہیں کہ ان کی جانب نظر اٹھا کر دیکھنا تک گوارا نہیں کرتے۔ ہماری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ہمارے دلوں کو کیا روگ لگ گیا ہے؟ ہم کیوں نہیں

سوچتے؟ کیوں نہیں سمجھتے؟

☆ کتب خانہ، لائبریری کیا ہے؟ دنیائے بیکراں کے منتخب انسانوں کا علمی دربار جہاں حاضری دینے والا محروم اور بے نصیب نہیں ہوسکتا۔ وہ چپکے چپکے اپنی بے آوازی کی صدا کے ساتھ ہم سے ہر وقت گفتگو پر آمادہ ہیں ہماری روحانی غذا کا بندوبست کرنے پر ہر وقت تیار ہیں، وہ اپنی طرح ہمیں بھی بقائے دوام حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

☆ مفید کتابیں علم، ہدایت اور عرفان کے روشن چراغ ہیں۔ جن سے نور حاصل کر کے ہم دنیا، دین اور آخرت ہر کسی کو منور اور روشن کر سکتے ہیں۔ کتابوں کے ہوتے ہوئے، پھر بھی کوئی تاریکی میں رہے اپنا دین دنیا اور عقبیٰ کو نہ سنوار سکے تو وہ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا مارنے والا ہے۔ جو خود بدنصیبی کا خواہاں ہو قدرت کو اس کی کیا پرواہ ہے؟

☆ کتابیں ان گنت ہیں۔ مطالعہ کے لئے ان کا انتخاب اہم مسئلہ ہے۔ نہ ہر کتاب پڑھنے کے لائق ہے اور نہ ہی ہر کتاب نظر انداز کرنے کے مستحق، دس مفید کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد ممکن ہے کہ آپ ایک درجہ بلند ہوں، لیکن ایک گندی اور متعفن کتاب پڑھ کر آپ دس درجے یک لخت نیچے آجائیں گے۔ "لہٰذا ہوشیار باش۔"

☆ کتابوں کی سیر سے ہم داناؤں سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ بازار کی کاروباری زندگی میں ہمیں ایسے لوگوں سے پالا پڑتا ہے جو غرور و تکبر اور حماقت کے پتلے ہوتے ہیں۔ غرور اگر کوئی علم ہوتا تو اس کے سند یافتہ لوگوں کی تعداد بہت کثیر ہوتی۔

☆ علم سے بے بہرہ انسان دانا اور تجربہ کار ہوسکتا ہے اور وہ اپنے تجربات سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے۔ لیکن اس کے تجربات کا دائرہ اس کے پیش آمدہ حالات و واقعات تک محدود رہتا ہے۔ ایک عالم سلیقہ کے ساتھ کتابوں کی ورق گردانی سے ہزارہا سال گزشتہ لوگوں کے تجربات سے آگاہ ہوسکتا ہے۔ ان سے مستفید ہوسکتا ہے۔ سالہا سال آئندہ وقت کا حال بھی گھر بیٹھے جان سکتا ہے۔ اخلاقی کتب اور علماء و صوفیاء کے تذکروں کا مطالعہ کرنے سے ایک طرح سے ان کے ساتھ معنوی صحبت حاصل ہوتی ہے۔ جو ایک ثمر آور عمل ہے۔

☆ ایک دانا کا کہنا ہے۔ "اگر مجھے ساری دنیا کی حکومت عطا کر دی جائے اور اس کے عوض میرا کتب خانہ مجھ سے لے لیا جائے مجھے یہ سودا قطعاً قبول نہیں۔"

☆ کارزارِ حیات میں علمائے دین اور صوفیائے عظام اللہ کے دین کے مجاہدین اور مدارس اور خانقاہیں ان مجاہدین کے مراکز۔ کتابیں ان مجاہدین کے اسلحہ میں داخل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر عالم دین اور صوفی باصفا اپنی اپنی استعداد کے مطابق کتابوں کا ذخیرہ اپنے پاس رکھتا ہے، مدارس اور خانقاہیں بھی اپنے اپنے ذرائع کے مطابق کتب خانہ اور لائبریری بناتے ہیں۔ وہ مجاہد جس کے پاس ہتھیار نہ ہو یا اپنے ہتھیاروں کی نگہداشت سے غافل اور بے پرواہ ہو وہ صحیح مجاہد نہیں اسی طرح مجاہدین کا وہ مرکز جو مجاہدین کو ضرورت کے مطابق وافر مقدار میں اسلحہ فراہم نہ کر سکے۔ صحیح معنوں میں مرکز مجاہدین کہلانے کا مستحق نہیں۔ مدارس کے ناظمین اور مہتممین کو شایان شان کتب خانوں کی ضرورت سے غافل نہ رہنا چاہئے۔ اللہ اور رسول (جل وعلا و ﷺ) کے دین کے ان مجاہدوں کی اسلحی ضرورت کتابیں ہیں۔ نہ کہ گولہ و بارود، دینی مدارس کو گولہ و بارود کے ذخائر میں تبدیل نہ کریں۔ بلکہ ان کو مفید علمی کتابوں کے مراکز بنائیں۔

☆ مخرب اخلاق کتاب روحانی غذا میں زہر کا ٹکڑا ہے۔ آپ کی ذاتی لائبریری اور مدرسہ کے کتب خانہ میں اس کی قطعاً گنجائش نہیں۔ ایسی کتاب سے اتنا ہی پرہیز ضروری ہے۔ جتنا ہم زہر سے پرہیز کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ بے علمی میں خود آپ یا آپ کا بچہ یا مدرسہ کا طالب علم اس کو لے کر پڑھنا شروع کر دے۔ جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ اخلاق و کردار میں تخریب کا زہر سرایت کر جائے گا جو انہیں برباد کر دے گا۔

☆ راقم الحروف عفی عنہ کے والد ماجد حضرت مولانا خواجہ دین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ صحیح معنوں میں عالم گیر شخصیت تھے۔ خاندانی روایات کے برعکس انہوں نے اپنے دونوں بیٹوں یعنی حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری اور راقم الحروف کو تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے غربت و افلاس کو سینے سے لگایا، گھر میں جب کچھ دینی کتابیں جمع ہوئیں تو ان کی اہمیت اور عظمت کے اظہار کے لئے آپ نے الماریوں اور چھتیوں سے تمام برتن اتروا دیئے، انہیں صندوق میں رکھوا دیا، برتنوں کی جگہ کتابیں سجا دیں اپنے حلقہ احباب میں اپنے اس عمل کا تذکرہ فخریہ انداز میں فرماتے اور کبھی کبھی گھر میں پردہ کرا کر ان کو دکھاتے، کاغذ زمین پر پڑا دیکھتے۔ تو اسے اٹھا لیتے اور محفوظ مقام پر رکھ دیتے۔ آپ فرمایا کرتے کہ ہمارے گھر کا سرمایہ یہی کتابیں ہیں۔

دینی مدارس کا نظام و نصاب اور مستقبل

پروفیسر حافظ عبدالغنی

پچھلے دنوں اخبارات، قومی اسمبلی اور دیگر علمی حلقوں میں دینی مدارس کے "نصاب و نظام اور مستقبل" موضوع بحث ہے۔ بعض اخباری اطلاعات کے مطابق حکومت نئے دینی مدارس کی رجسٹریشن کے سلسلہ میں کچھ پابندیاں عائد کر رہی ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست سہی کہ امتداد زمانہ کے باعث دینی مدارس کے نصاب میں کچھ سقم پیدا ہو گیا ہے تاہم اصلاح کے محتاج صرف دینی مدارس ہی کیوں؟ سرکاری سکول، کالج اور یونیورسٹیاں اصلاح احوال کے شاید زیادہ محتاج ہیں۔ سرکاری کالج اور یونیورسٹیاں لاکھوں ایسے افراد پیدا کر رہی ہیں جن کا خود اپنا کوئی مصرف ہے نہ مقصد اور نہ ہی ان فارغ التحصیل فضلاء کا کوئی اخلاقی اور دینی معیار ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ مروجہ درس نظامی پڑھ کر فارغ ہونے والے طلباء و فضلاء کا اب وہ معیار نہیں رہا جو ماضی میں ہوا کرتا تھا لہٰذا مروجہ درس نظامی کے نصاب میں جزوی تبدیلیاں ناگزیر ہو گئی ہیں۔ یہ بات ٹھیک سہی کہ ان مدارس کا معیار پست ہو گیا ہے مگر مایوس کن علامتوں کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مذہبی ادارے اپنی تمام تر کوتاہیوں اور رکاوٹوں کے باوجود ابھی تک معاشرے میں علم دین کی شمع روشن رکھے ہوئے ہیں۔ ان مدارس کے دم قدم سے ہی دین کی علامتیں زندہ و تابندہ ہیں۔ البتہ موجودہ دور میں الحاد و بے دینی کی قوتیں جس تیز رفتاری سے غالب آ رہی ہے نیکی کی قوتیں اتنی غیر فعال، غیر منظم اور مرعوب و منتشر ہیں۔ دینی مدارس کے درمیان رابطہ، تنظیم اور تعاون و اشتراک کا فقدان تشویشناک حد تک پایا جاتا ہے۔ مختلف مکاتب فکر کے اداروں کے درمیان ایک دوسرے سے وابستگی کا کوئی تصور موجود نہیں۔ ان اداروں کا کوئی کل نہیں کہ جس کے یہ جزو سمجھتے جاتے ہوں۔

درس نظامی میں تعلیمی انحطاط دراصل ہمارے ملک کے ہمہ گیر تعلیمی زوال ہی کا ایک حصہ

روح عصر کے تقاضوں سے اغماض، بے روزگاری کے بڑھتے ہوئے منحوس سائے، اخلاقی گراوٹ، زوال پذیر معاشرتی اقدار اور ناقص تعلیمی پالیسیاں سرفہرست ہیں۔ ان عوامل کی اصلاح اور ملک میں علم و معلم کا وقار بلند کرنے سے جب عام تعلیم کا معیار بلند ہوگا تو لازماً درس نظامی کے تعلیمی معیار میں بھی خوشگوار تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ بدقسمتی سے ہمارے دینی مدارس کے پاس ماہر اساتذہ تو ہیں مگر ماہرین تعلیم نہیں۔ موجودہ حالات میں جب جدید درس گاہیں اپنی تمام تر بالادستی، تسلط اور حکومتی سرپرستی کے باوجود عصری تقاضوں کو پورا نہیں کر رہیں تو بے چارے مذہبی ادارے اپنی کسمپرسی، مغلوبیت، غیر مقبولیت اور حکومتی تعاون سے محرومی کی حالت میں کیسے موزوں رجال و ابطال مہیا کر سکتے ہیں؟

حکومت اگر دینی اداروں پر بے جا پابندیاں عائد کرتی ہے تو اس سے کسی طور پر بھی معقول و مطلوب نتائج حاصل نہ ہوں گے۔ مہنگائی اور بے روزگاری کے اس دور میں دینی مدارس کا کھولنا اور انہیں چلانا ان ذالك من عزم الامور میں شامل ہے۔ ناموافق حالات، حوصلہ شکن ماحول، پریشان کن معاشی معاملات اور تحقیر و تنقید کی عمومی فضا کے باوجود جو حضرات ان اداروں کو چلا رہے ہیں وہ یقیناً کار جہاد سرانجام دے رہے ہیں۔

جہاں تک درس نظامی کے نصاب کا تعلق ہے۔ بعض ماہرین موجودہ حالات کے پیش نظر اس میں تبدیلی چاہتے ہیں جبکہ بعض مروجہ نصاب و نظام کو ہی ہر کن کی کنجی خیال کرتے ہیں۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ درس نظامی کا نصاب ہمیشہ معیاری خصوصیات کا حامل رہا ہے۔ ماضی میں اسی نصاب نے بڑے بڑے نامور علماء پیدا کئے ہیں۔ یہی نصاب دینی و دنیوی ضروریات کو پورا کرتا رہا ہے۔ لیکن مرور ایام کے ساتھ ساتھ اس نصاب میں خاطر خواہ اصلاح نہ کی گئی۔ حالانکہ ہر نصاب کو اس کی بے شمار خوبیوں کے باوجود وقتاً فوقتاً Up to date کرنا پڑتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں چند ایک مدارس کے سوا دیگر نے اس ضرورت کو محسوس نہ کیا جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ دینی مدارس کے فضلاء کا دائرہ کار محدود ہوتا گیا۔ انگریز حکومت کی آمد کے بعد برصغیر میں عربی و فارسی زبانیں عوامی سطح پر اپنی اہمیت و مقبولیت برقرار نہ رکھ سکیں جبکہ انگریزی نے غلبہ پانا شروع کر دیا۔ اس کار خیر میں بعض اپنے ہی مہربانوں نے حتی المقدور حصہ ڈالا ہے۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف　　　اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

زبانوں کی اس آمد و رفت کے باعث دینی مدارس کے طلباء و فضلاء کی مشکلات میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی ہوئی۔

درس نظامی کے نصاب کی بحث کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ دینی مدارس کے طلباء کا مستقبل اسی نصاب پر منحصر ہے۔ اگرچہ ہمارے دینی مدارس کے طلباء اخلاقی اعتبار سے معاشرے کا بہترین طبقہ ہیں انہیں اچھے ماحول میں تعلیم و تربیت دی جاتی ہے۔ اخلاقی پابندیوں کا عادی بنایا جاتا ہے۔ اوامر و نواہی کی تعمیل، خیر و شر میں تمیز، حلال و حرام میں امتیاز اور قناعت و سادگی جیسے اوصاف اس طبقہ کا خاصہ ہیں۔ اخلاقی بے رہروی، رشوت، محکمانہ بددیانتی، کام چوری، اقربا پروری، ظلم اور دوسرے اخلاقی و قومی جرائم سے آلودہ معاشرے میں اسلامی اداروں کے طلباء کا کردار و سیرت یقیناً قابلِ تحسین ہے۔ مگر ان طلباء کا یہ کردار صرف محراب و منبر اور ان کی اپنی ذات تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ فی زمانہ زندگی بہت پہلو دار بلکہ پیچ دار ہو گئی ہے۔ اب اس میں سو بل ہیں تو ہزار کج۔ اب دینیات کے ساتھ ساتھ معاشرے کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی پہلوؤں پر بھی نظر رکھنا پڑتی ہے۔

دینی مدارس میں طلباء کی تربیت اخلاقیات و دینیات کے تحت تو کی جاتی ہے۔ جبکہ ان مدارس میں جدید علوم مثلاً سیاسیات اور معاشیات کی تعلیم و تربیت کا معقول بندوبست نہیں ہے۔ لہٰذا جدید علوم سے آراستہ طبقہ انہیں ان پڑھ ہی سمجھتا رہتا ہے۔ جس سے ان دونوں طبقوں کے درمیان بعد بڑھ رہا ہے۔ مذہبی لوگوں کی اسی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر نام نہاد جدت پسند طبقہ ملک عزیز کی سیاست اور معیشت پر قابض ہو گیا ہے۔

یہ امر بھی خاص طور پر پریشانی کا باعث ہے کہ اب دینی مدارس سے فارغ ہونے والے طلباء کی بڑی تعداد اجتہادی نظر و فکر سے عاری ہوتی ہے۔ لگتا ہے کہ علم و عرفان کے اس مجنون کا سوز دروں ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ معاشی تحفظ نہ ملنے کے باعث یہ طلباء بھی علم اصول تفسیر اصول حدیث اور اصول فقہ جیسے امہات العلوم میں کامل دسترس حاصل نہیں کر پاتے۔ آئمہ و خطباء مسائل نظری میں کھو گئے ہیں جبھی تو انبیاء کے وارثین کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔

دینی مدارس کے ارباب حل و عقد سے گزارش ہے کہ وہ جدید دور کے جدید تقاضوں کو اہمیت دیں۔ اخلاقی جرات کا مظاہرہ کریں۔ موجودہ نصاب میں ضروری قطع و برید کر کے اسے اس قابل

بنائیں کہ پڑھنے والے طلباء زندگی میں پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کی قابلیت کے حامل ہوں۔ معاشرے میں موجود شیطانی قوتوں کے خلاف جرات مندانہ چومکھی لڑسکیں۔ حالات کا تقاضہ ہے کہ دینی مدارس کے طلباء بنیاد پرست بھی ہوں اور جدت پسند بھی۔ رجعت پسندی اور ترقی پسندی کے مفہوم کو خوب سمجھتے ہوں۔ وہ اپنے آباؤ اجداد کی وراثت کے محافظ بھی ہوں اور امت مسلمہ کے روشن مستقبل کے ترجمان بھی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی اور دنیوی ہر دو قسم کے تعلیمی اداروں میں انقلابی تبدیلیاں لائی جائیں۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے نصف صدی قبل تعلیمی اداروں کی کارکردگی سے مایوس ہو کر یہ کہا تھا۔

آئے کہاں سے صدا لاالہ الااللہ　　نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

البتہ دینی مدارس کی اصلاح کا پہلو زیادہ حساس اور اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہوگی۔ جدید علوم بشمول انگریزی زبان کو شجر ممنوعہ نہ سمجھا جائے۔ عربی زبان وادب پر خاص توجہ دی جائے۔ ہمارے طلباء آٹھ سال تک مدارس میں پڑھنے کے باوجود عربی کے چند جملے بولنے یا لکھنے سے گھبراتے ہیں۔ یہ ایک توجہ طلب پہلو ہے اصولوں کی کتب مثلاً الفوز الکبیر، اصول شاشی، صحبۃ القدر، نور الانوار، مقدمہ ابن صلاح وغیرہ پر خوب وقت صرف کیا جائے۔ فقہ کی کتب نور الایضاح، قدوری، کنز الدقائق اور ہدایہ میں سے صرف دو کا انتخاب کیا جائے۔ اسلام کے سیاسی ومعاشی نظاموں پر مشتمل کتب کو شامل نصاب کیا جائے۔ سائنسی ترقی کی بدولت دنیا سمٹ کر ایک گاؤں (Global Village) کی حیثیت اختیار کرگئی ہے قومیں ایک دوسرے کے بہت قریب ہو رہی ہیں لہٰذا مذاہب وادیان عالم کے تقابلی جائزوں پر مشتمل مضامین کو بھی اہمیت دی جائے۔

دینی مدارس میں داخل ہونے والے طلباء کی کثیر تعداد غریب طبقہ سے تعلق رکھتی ہے لہٰذا اساتذہ ومشائخ سے خصوصی گزارش ہے کہ وہ ان کے مستقبل کو بہتر بنانے کے لئے ضروری اقدامات سے گریزاں نہ ہوں۔ اگر ان کو معاشی تحفظ مل جائے معاشرہ انہیں قبول کرلے تو وہ دین کی خدمت بہتر طور پر کرسکیں گے۔ ورنہ وہ ساری زندگی صرف مسجد ومدرسہ کی انتظامیہ کے دست نگر ہو کر رہ جائیں گے۔ آپ کی ذمہ داری ہے کہ ان طلباء کی تربیت اس نہج پر کریں کہ وہ ملک وملت کے لئے سرمایہ صد افتخار ثابت ہوں۔

یہی ہے آرزو تعلیم قرآں عام ہو جائے　　ہر اک پرچم سے اونچا پرچم اسلام ہو جائے

علم الاعداد اور نو کا ہندسہ

محمد عبدالحق ظفر چشتی

خدائے بزرگ و برتر نے قرآن میں نیک بندوں کی بہت زیادہ تعریف و توصیف بیان فرمائی ہے اور ان کے لئے لفظ "ولی" استعمال فرمایا ہے۔ الولی کے بنیادی معنے کسی کے قریب اور نزدیک ہونے کے ہیں۔ امام لغت ابن فارس نے بھی اسی مادہ کے بنیادی معنے یہی بتائے ہیں دارولیۃ قریبی گھر۔ قریب ہونے کے اعتبار سے الولی کے معنی ہوتے ہیں۔ دوسری چیز کا پہلی چیز کے بعد متصل بغیر فصل ہونا یعنی بالکل ساتھ ہونا۔ امام راغب نے کہا ہے کہ الولاء والتوالی کے معنی ہیں دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو ان میں سے نہ ہو قرب کے اعتبار سے الولی مددگار کو بھی کہتے ہیں۔

اردو زبان میں الولی کے جو معنے مستعمل ہیں وہ ہے "دوست" لفظ دوست ہمارے اس مضمون کا مرکزی نقطہ ہے۔ دوست اردو زبان کا نہیں بلکہ ہندی زبان کا لفظ ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ جس شخص نے بھی ابتداً ولی کا اردو میں ترجمہ کرتے ہوئے سب سے پہلے لفظ "دوست" استعمال کیا اس نے کتنی عمیق نظری سے غور و فکر کیا ہوگا اور اگر اس سے اتفاقاً یہ لفظ استعمال ہوگیا اور اس کی گہرائی میں نہیں پہنچا تو یقیناً یہ کہنا ہوگا کہ خدائے بزرگ و برتر نے خود اس سے یہ لفظ منتخب کروایا تا کہ بعد میں آنے والے لوگ اس پر غور و فکر کر کے اس کے معانی سے لطف اندوز ہوں اور میرے ساتھ دوستی کا دم بھرنے والوں کی عظمتوں کو پہچانیں اور ان جیسا بننے کا شوق فراواں دل میں پیدا کرے۔

آیئے ملاحظہ فرمایئے لفظ دوست دراصل دو ہندسوں کا مجموعہ ہے۔ دو اور ست کا۔ ان کو ملا کر ۲ + ۷ = ۹ بنتے ہیں اور نو کا ہندسہ اپنے اعشاری نظام میں سب سے بڑا ہندسہ ہے اور یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ کسی کو بڑائی ایسے ہی نہیں مل جاتی۔ اس میں کچھ صفات ایسی ضرور ہوتی ہیں جو اسے

خصوصیت نمبر ا:

نو کے ہندسے کو جتنی بار بھی ضرب دی جائے یہ اپنے وجود کو برقرار رکھتا ہے۔ کبھی ٹوٹنے نہیں دیتا۔ اس تجربے کے لئے ہم نو کے پہاڑے کا سہارا لیتے ہیں۔

۹×۱= ۹	۸+ ۱= ۹
۹×۲= ۱۸	۷+ ۲= ۹
۹×۳= ۲۷	۶+ ۳= ۹
۹×۴= ۳۶	۵+ ۴= ۹
۹×۵= ۴۵	۴+ ۵= ۹
۹×۶= ۵۴	۳+ ۶= ۹
۹×۷= ۶۳	۲+ ۷= ۹
۹×۸= ۷۲	۱+ ۸= ۹
۹×۹= ۸۱	۰+ ۹= ۹
۹×۱۰= ۹۰	۹+ ۰= ۹
۹×۱۱= ۹۹	۸+ ۰+ ۱= ۹
۹×۱۲= ۱۰۸	۷+ ۱+ ۱= ۹
۹×۱۳= ۱۱۷	۶+ ۲+ ۱= ۹
۹×۱۴= ۱۲۶	۵+ ۳+ ۱= ۹
۹×۱۵= ۱۳۵	۴+ ۴+ ۱= ۹
۹×۱۶= ۱۴۴	۳+ ۵+ ۱= ۹
۹×۱۷= ۱۵۳	۲+ ۶+ ۱= ۹
۹×۱۸= ۱۶۲	۱+ ۷+ ۱= ۹
۹×۱۹= ۱۷۱	۰+ ۸+ ۱= ۹
۹×۲۰= ۱۸۰	

اس نو کے ہندسے کے پہاڑے کو لکھ کر اس کے برابر میں حاصل کو ہم نے پھر آپس میں جمع کیا ہے وہ حاصل جمع بھی نو ہے۔ غرضیکہ نو کے ہندسے کو لامحدود ہندسوں تک ضرب دیتے جائیے یہ اپنے وجود کو برقرار رکھتا ہے اور ٹوٹنے نہیں دیتا۔ اگر ہم اسے یوں کہہ لیں کہ ضرب کے معنے چوٹ اور مار کے بھی ہوتے ہیں اور نو دو ۲ است ۷ کا مجموعہ ہے تو معلوم ہوا کہ دوست ہوتا ہی وہ ہے جسے دوست کی خاطر جتنی بار بھی ضرب آئے چوٹیں آئیں تکلیفیں اٹھانا پڑیں وہ چوٹوں پر چوٹیں کھاتا جائے۔ تکلیفوں پر تکلیفیں مد مقدور تک برداشت کرتا جائے لیکن دوستی کو برقرار رکھنے اور دوستی میں ذرہ بھر بھی فرق نہ آنے دے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ بندۂ مومن ہوتا ہی وہ ہے جو اپنے رب کی خاطر ہر قسم کی تکلیفیں مصیبتیں اور چوٹیں جس قدر بھی آئیں صبر و استقلال کا پیکر بن کر برداشت کرے اور اس کے ایمان و ایقان کی دیواریں متزلزل نہ ہوں۔ اگر یہ بات حقیقت ہے اور یقیناً حقیقت ہے تو ہم سورۂ بقرہ کی اس آیۂ مبارکہ کو پڑھتے ہیں تاکہ ایمان کو تازگی نصیب ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "ہم تمہیں یقیناً آزمائیں گے۔ کسی بھی انداز سے خوف سے، بھوک سے، مال و جان اور باغات ثمرات کے نقصانات کی چکی میں پیس کر آزمائیں گے، اور اگر کوئی ثابت قدم نکلے، تکلیف و ابتلاء کے اس دور میں بھی تعلقات کو منقطع نہیں ہونے دیتا۔ پناں خانہ، دل میں دیوار عشق و مستی میں ایک ہلکی سی دراڑ بھی نہیں آنے دیتا۔ بلکہ ہر طعفان بلا پر صبر و استقلال کی چٹان بن کر کہتا ہے، ہم بھی تو اسی کے ہیں۔ یہ اشیاء بھی تو اسی کا انعام تھیں اور ہم بھی اسی کے حضور حاضر ہونے والے ہیں۔"

زر مال زمینی دے کے۔ اک جان کمینی دے کے
چُم قدم شیرینی دے۔ اساں جان جہاں تو پایا

"تو اے محبوب و الفت کے پیکروں، عزم و ہمت کے مجسموں اور صبر و استقلال کی چٹانوں کو خوشخبری سنا دیجئے کہ اب ان پر ان کے رب کی طرف سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوگا در اصل یہی وہ عظیم لوگ ہیں جو صحیح معنوں میں ہدایت یافتہ ہیں۔"

معلوم ہوا اگر انسان کسی سے تعلق وابستہ کرلے اور دوستی کا دم بھی بھرتا ہے تو دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے جذبات و خیالات اور عقائد سب کے سب اسی کے سپرد کردے اور زبانِ حال سے پکار اُٹھے۔

لے چل ہاں منجدھار میں لے چل ساحل ساحل کیا چلنا
اور ہاں میرا تُو فکر نہ کر میں خوگر ہوں طوفانوں کا
اس خودسپردگی کی لذتوں سے آشنا ہونے پر خدائی کو قدموں میں ڈھیر ہوتے دیکھ سکتا ہوں۔

خصوصیت نمبر ۲:

ایک سے نو تک کے ہندسوں کو اس طرح لکھیں اور جمع کریں کہ حاصل جمع ۱۰۰ ہو اور کوئی ہندسہ دوبارہ تحریر میں نہ آئے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۰۰ =۲ +۹۸ =۴۷ +۱۵ +۳۶

یہ بھی نو کے ہندسے کا کمال ہے کہ اس نے اپنے ماتحت تمام ہندسوں کو اپنے دامن میں یوں سمیٹ لیا ہے کہ ایک کو سو تک پہنچا دیا ہے۔

جیسے ایک مہربان ماں اپنے بچوں کو اپنے سایہ دامن رحمت میں لے لیتی ہے جہاں وہ سکون پاتے ہیں۔ ایسے ہی ولی اللہ کائنات ارضی وسماوی کی تمام اکائیوں کو اپنی گڈری کے نیچے رکھ کر رب کعبہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر کہتا ہے کہ اے رب کریم سب جہاں میرے اور میں صرف اور صرف تیرے لئے ہوں۔ لبیك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك

خصوصیت نمبر ۳:

جس رقم کے اعداد کا مجموعہ ۹ ہو جائے وہ رقم خود بھی نو پر پوری پوری تقسیم ہو جاتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

مثال نمبر ۱:

۷۹۲۴۵ اس رقم کے اعداد کو جمع کریں ۵ + ۴ +۲ +۹ +۷ = ۲۷ اور ۲۷ کا ہندسہ بھی نو پر تقسیم ہوتا ہے۔ اس طرح پوری رقم بھی نو پر پوری پوری تقسیم ہوگی۔ ملاحظہ فرمالیجئے۔

۷۹۲۴۵÷۹= ۸۸۰۵ تو گویا یہ رقم بھی نو پر پوری تقسیم ہوگئی۔

مثال نمبر ۲:

۸۷۵۶۱۵۴ اس رقم کو جمع کریں ۴ + ۵ + ۱ + ۶ + ۵ + ۷ + ۸ = ۳۶_۳۶ کا ہندسہ نو پر تقسیم ہوتا ہے لہٰذا جس رقم کے اعداد کا حاصل جمع نو پر تقسیم ہوگا وہ رقم خود بھی نو پر تقسیم ہوگی ملاحظہ فرمالیجئے۔ ۸۷۵۶۱۵۴ ÷ ۹ = ۹۷۲۹۰۶ گویا رقم ۹۷۲۹۰۶ بار نو پر تقسیم ہوگئی۔ ایسی ہزاروں مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ لیکن دامن قرطاس تنگ ہے اس لئے ان دو مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ صاحب ذوق حضرات کلکولیٹر کی مدد سے طبع آزمائی کر سکتے ہیں۔

گویا دوست اور ولی اللہ وہ ہوا جو ہزاروں لاکھوں کے جھرمٹ میں گم ہو کر بھی شعوری و لاشعوری طور پر کسی سے دوستی کا احساس یوں محفوظ رکھے کہ اس کا وجود ان لاتعداد اکائیوں، دہائیوں میں بٹنے نہ پائے۔ بکھرنے نہ دے بلکہ اپنا تعلق اپنی دوستی اپنی ولایت کا بھرم برقرار رکھے۔

خصوصیت نمبر ۴:

ایک اور خاصیت ملاحظہ فرمالیجئے جو رقم نو پر برابر تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس رقم کے ہندسوں کی ترتیب یکسر بدل کر دیکھ لیجئے۔ وہ پھر بھی نو پر پوری تقسیم ہوگی۔ حالانکہ باقی کسی ہندسے میں یہ صفت موجود نہیں۔ غور فرمائیے۔

۳۸۵۴۹۷ یہ رقم نو پر پوری تقسیم ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ۳۸۵۴۹۷ ÷ ۹ = ۴۲۸۳۳ چونکہ یہ سیدھی رقم نو پر پوری تقسیم ہوگئی ہے اب اس کی ترتیب کسی بھی انداز سے بدل کر دیکھیں پھر بھی نو پر پوری تقسیم ہوگی جیسے ۷۹۴۵۸۳ ÷ ۹ = ۸۸۲۸۸ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ ہم نے اس رقم کو یکسر بدل دیا۔ پھر بھی رقم نو پر پوری تقسیم ہوگئی یعنی نو کا ہندسہ یہ خاصیت رکھتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی ہندسہ ایسی خاصیت نہیں رکھتا۔

اس کے برعکس ایک ایسی رقم کی مثال دیتے ہیں جو ۸ پر پوری تقسیم ہوتی ہے لیکن صرف ذراسی تبدیلی کی بھی متحمل نہیں ہے۔ مثلاً ۷۵۸۸۴۰ ÷ ۸ = ۹۴۸۵۵ لیکن اس رقم میں ذراسی تبدیلی بھی کر کے دیکھ لیں آٹھ پر تقسیم نہیں ہوگی۔ مثلاً صرف آخری صفر ہی آگے پیچھے کر دیں ۷۵۰۸۸۴ ہم نے اس رقم میں صرف صفر کو اکائی کی جگہ سے اٹھا کر ہزار پر لے آئے ہیں اب ذرا

تقسیم کر کے دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ ۷۵۰۸۸۴ ÷ ۸ = ۹۳۸۶۰ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ذرا سی تبدیلی بھی برداشت نہیں ہو پائی اور چار کا ہندسہ باقی بچ گیا۔ یہ کوئی اتفاقی امر نہیں بلکہ نفس الامر کی بات ہے۔ آپ کوئی بھی رقم اور نو کے علاوہ کوئی سا ہندسہ بھی اٹھا کر دیکھ لیں کسی میں بھی ایسی صفات و خصوصیات موجود نہیں ہوں گی۔

خصوصیت نمبر ۵:

نو کے ہندسے میں پانچویں خاصیت یہ ہے کہ کوئی چھوٹی سی چھوٹی یا بڑی سے بڑی رقم لے کر اس کی ترتیب بالکل بدل دیں۔ ترتیب بدل کر فرق معلوم کریں یعنی تفریق کر لیں۔ تفریق کرنے سے جو باقی ماندہ رقم بچے گی وہ رقم ہر قیمت پر نو پر تقسیم ہوگی مثلاً الف: ہم چھوٹی سے چھوٹی رقم لیتے ہیں۔ ۱۰۔ اس کو الٹ کر لکھیں تو ۰۱ بنتی ہے اب اس کے فرق کو ظاہر کرنے کے لئے تفریق کریں۔ ۱۰ میں سے اکائی باقی نو بچتے ہیں اور نو بذات خود نو پر پورا پورا تقسیم ہوتا ہے۔

ب: اب ہم کسی بڑی رقم کو لیتے ہیں ۷۸۳۴ اس رقم کی ترتیب بدلتے ہیں یہ ۴۳۸۷ ہو گی اب ان دونوں رقموں کے فرق کو واضح کریں۔

۷۸۳۴ - ۴۳۸۷ = ۳۴۴۷ اب اس فرق کو ۹ پر تقسیم کر کے دیکھیں ۳۴۴۷ ÷ ۹ = ۳۸۳ اب جب آپ نے یہ صفات ملاحظہ فرمالیں تو اس ہندسے کی بڑائی اور عظمت کا اعتراف کر لیں اور اس اعتراف کے ساتھ دوست کی عظمت اور اہمیت خود بخود واضح ہو جائے گی۔

خصوصیت نمبر ۶:

نو کے ہندسے کی چھٹی خصوصیت کی تہہ تک پہنچنے کے لئے ہمیں ذہن پر کچھ زیادہ ہی زور دینا ہوگا۔ ذرا توجہ فرمائیے پہلے ہم نے ضرب کے سوال کی مثالیں دیں اس کے بعد تقسیم کی گفتگو ہوئی اور ضمناً تفریق بھی ہوئی۔ اب ذرا جمع کی رقوم پر غور کر لیں۔ آپ کو بڑی سے بڑی رقم پر تجربہ کرنے کی دعوت ہے، ہم اس وقت تین رقموں کی جمع کی ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

۶۸۶ + ۳۴۹۵ + ۷۳۰ = ۱۱۱۰۱۱ اس مثال کو ہم جمع کی رقم کے جواب کی پڑتال کی مثال کہیں گے۔ اگر آپ بڑی سے بڑی رقم کو جمع کرنا اور دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ جواب درست ہے یا

نہیں تو آپ اس کی پڑتال کرنے کے لئے یہ طریقہ آزمائیں اور نو کے ہندسے کا کمال بھی دیکھتے جائیں۔اس رقم کے ہندسوں کو کسی بھی ترتیب سے جمع کریں۔دائیں سے بائیں یا بائیں سے دائیں قطار وار یا کالم وار۔جس طرح چاہے جمع کریں اور جمع کرتے ہوئے نو کا ہندسہ چھوڑتے جائیے۔باقی جو کچھ بچے وہ آگے والی رقم میں جمع کرتے جائیے۔پھر جہاں نو کا ہندسہ بنتا نظر آئے نو کو چھوڑ دیں اور باقی رقم آگے جمع کر دیں۔یہی عمل جواب کے ساتھ دہرائیں۔آپ دیکھیں گے کہ جواب میں بھی وہی ہندسہ بچے گا جو اوپر رقم کے جمع کرتے ہوئے نو سے بچا تھا۔اگر ایسا ہو جائے تو سمجھ لیں کہ جواب درست ہے بصورت دیگر جواب ہر حال میں غلط ہے۔

مثلاً جو رقم ہم نے اوپر لکھی ہے۔اس کو قطار وار دائیں سے بائیں جمع کرتے ہیں۔۶+ ۸ = ۱۴ اس رقم میں ۹ نکال دیں باقی ۵+ ۷ = ۱۲ ہوئے ۱۲ میں ۹ نکال دیں ۳+ ۶ = ۹ اب نو کو چھوڑ دیں صفر بچا۔

۰+ ۳+ ۷ = ۱۳ تیرہ میں نو نکالیں باقی چار بچے۔اب جواب کی رقم کو علیحدہ جمع کریں وہ بھی کل چار بنتی ہے۔گویا جواب درست ہے اگر کوئی اور ہندسہ بچتا تو جواب یقیناً غلط ہوتا اس کی اور بھی ہزاروں مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن صفحات کا شکوہ تنگ دامانی ہمیشہ پیش نظر رہا ہے۔اب ہم موضوع کے ابتدائی حصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کہنا یہ چاہتے ہیں کہ نو کا ہندسہ دوست کے مجموعے کا نام ہے اور نو میں یہ کمال ہے کہ وہ ضرب ہو یا تقسیم جمع ہو یا تفریق۔پورے اعتماد کے ساتھ ہر جگہ اپنے وجود کا احساس دلاتا ہے۔اس کی عظمت و بڑائی کے ڈنکے بجتے ہوئے نظر آتے ہیں یعنی جب انسان بھی دوستی کا ہاتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی ذات کے ساتھ بڑھاتا ہے اور رنگ وہی پیدا کرتا ہے جو نو کے ہندسے کا رنگ ہے یا جو رنگ خود اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں دیکھنا چاہتا ہے تو پھر ایسے دوستوں کی عظمت کے گیت کلام الٰہی قرآن حکیم میں جا بجا ملتے ہیں۔ان کے ذکر کے جلوے ہر رنگ میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔

جو شخص نو کے ہندسے کے ان کمالات سے آگاہ نہیں ہے اسے نو کے ہندسے کی عظمت کا بھی اعتراف نہیں اور جو شخص نو کے ہندسے کے کمالات سے جوں جوں واقف ہوتا جائے گا۔اس قدر اس کی بڑائی کا معترف ہوتا جائے گا اس طرح جو شخص اللہ کے دوستوں اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی عظمتوں سے ناواقف ہوگا وہ ان کے کمالات کا بھی معترف نہ ہوگا اور جوں جوں ان کے کمالات سے آگاہی حاصل ہو

گی توں توں ان عظمتوں کے گیت بھی گاتا جائے گا۔

اب اگر قرآن پاک پر غور کرتے ہیں تو اس کا ایک اور پہلو بھی سامنے آتا ہے جہاں قرآن پاک میں جا بجا اپنے دوستوں کا تذکرہ کیا ہے ان کی صفات حمیدہ کا ذکر حسین ہوا ہے ان پر انعامات کی بات ہوتی ہے وہاں ایک دوسرا پہلو یہ بھی جاں نواز ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان عظمتوں کے نقیبوں اور خوش نصیبوں کا خود آپ بھی دوست ہونے کا اعلان کرتا ہے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ یعنی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا دوست ہے۔ وہ انہیں ہر قسم کی ظلمات اور اندھیروں سے نکال کر روشن کی طرف لے آتا ہے۔

یعنی اہل ایمان ہر قسم کے امتحانات میں کامیاب ہو کر اور مسند اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر فائز ہو کر اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ کے پیکر مجسم بن کر اپنی پُر خلوص اور قابل رشک محبت و ایثار کا اظہار کر دیتا ہے تو آغوش رحمت الٰہیہ ان کو اپنے دامن لے کر اپنی ولایت و دوستی کی خلعت فاخرہ سے بہرہ ور فرماتی ہے۔ (فروری ۱۹۹۰)

سرکاری سکول: معیار اور وقار میں اضافہ کے لئے مفروضات

(والد گرامی محترم محمد حسین صاحب انگلش ٹیچر کی آٹھویں برسی بتاریخ ۲۸ ذی قعد ۱۴۳۷ھ یکم ستمبر ۲۰۱۶ء بروز جمعرات کے موقع پر لکھا گیا مضمون)

ڈاکٹر سلیم اللہ جندران ☆

ہر ایک فرد ہو تہذیب و فن کا اوجِ کمال

(احمد ندیم قاسمی)

والد محترم کی رحمت کا سائبان آج سے آٹھ سال قبل ۲۸ ذی قعد ۱۴۲۹ھ/ ۲۸ ذی قعد ۱۴۳۷ھ/ یکم ستمبر ۲۰۱۶ء بروز جمعرات آپ کی آٹھویں برسی ہے۔ پیارے والدین کی یادوں کے دریچے ہر وقت اولاد کی آنکھوں کے سامنے کھلے رہتے ہیں۔ یہ مضمون بھی والد مکرم کی خوب صورت اور روح پرور یادوں کا ہی ایک سلسلہ ہے جو کہ آپ کی حقیقی اولاد، روحانی اولاد، اعزہ و اقرباء، بالخصوص وطن عزیز میں سکول ایجوکیشن سے منسلک معلمین، متعلمین، منتظمین کرام اور اپنے بچوں کی تعلیم سے منسلک والدین کے لئے تحریر کیا گیا ہے۔ پچھلے سات سالوں میں برسی کے سالانہ موقعوں پر جو مضامین پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ان کے بالترتیب عنوانات یہ تھے:

(1) پہلی برسی کا مضمون:

"آج یہ گھر مجھے اپنا نہیں لگتا!" (رحلت سے چند گھنٹے قبل صبح سویرے والد گرامی کی زبان سے جاری ہونے والا جملہ)۔

(مورخہ ۲۸ ذی قعد ۱۴۳۰ھ/ ۱۶ نومبر ۲۰۰۹ء بروز سوموار)

☆ پرنسپل گورنمنٹ ہائی سکول ڈھنی کلاں تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین

(2) دوسری برسی کا مضمون:

"ماسٹر محمد حسین: حیات و خدمات" میں نے کیوں لکھی؟

(مورخہ ۲۸ ذی قعد ۱۴۳۱ھ/ ۶ نومبر ۲۰۱۰ء بروز ہفتہ)

(3) تیسری برسی کا مضمون:

"ماسٹر محمد حسین صاحب: پیشۂ معلمی پر جن کو بہت ناز تھا!"

(مورخہ ۲۸ ذی قعد ۱۴۳۲ھ/ ۷ ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز جمعرات)

(4) چوتھی برسی کا مضمون:

"میرا آئیڈیل: ٹیچنگ پروفیشن" (والد گرامی کا زندگی میں خواب اور عملی تعبیر)

(مورخہ ۲۸ ذی قعد ۱۴۳۲ھ/ ۷ ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۱ء بروز جمعرات)

(5) پانچویں برسی کا مضمون:

"اباجی کے ساتھ میرے یادگار لمحات"

(مورخہ ۲۸ ذی قعد ۱۴۳۳ھ/ ۱۶ اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز منگل)

(6) چھٹی برسی کا مضمون:

"میرے والد محترم کی محبت، نصیحت اور وصیت"

(مورخہ ۲۸ ذی قعد ۱۴۳۴ھ/ ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۳ء بروز ہفتہ)

(7) ساتویں برسی کا مضمون:

"جنت کا دروازہ"

(مورخہ ۲۸ ذی قعد ۱۴۳۵ھ/ ۲۴ ستمبر ۲۰۱۴ء بروز بدھ)

(8) آٹھویں برسی کا مضمون:

"والد گرامی کی زندگی کے چند سبق آموز گوشے"

(مورخہ ۲۸ ذی قعد ۱۴۳۶ھ/ ۱۳ ستمبر ۲۰۱۵ء بروز اتوار)

ان آٹھ برسی مضامین کے علاوہ دو مزید مضامین بھی والد گرامی کے وصال مبارک کے بعد رقم کئے گئے جن کی تفصیل یہ تھی:

(1) پیارے اباجی!

(والد گرامی کی وفات کے پانچ ماہ چھے دن بعد مکمل ہونے والا مضمون، مورخہ ۳ مئی ۲۰۰۹ء)۔

(2) میاں جی کا سفرِ ولادت سے وصال تک:

والد گرامی کے شخصی خاکہ کی صورت میں بیٹی فاطمہ سلیم کے لئے لکھا گیا ایک تقریری مضمون)۔

الحمدللہ! پہلے پنج سالہ برسی مضامین ایک کتابی صورت میں "والدین کی یادوں کے دریچے" ماسٹر محمد حسین پبلی کیشنز بھوآ حسن (منڈی بہاؤ الدین) کے زیر اہتمام رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ/ جولائی ۲۰۱۴ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ بقیہ مضامین دوسرے پنج سالہ (ایڈیشن دوم/ جلد دوم) کے لئے زیر تکمیل ہیں۔

محترم قارئین و سامعین! اب ۲۸ ذی قعد ۱۴۳۷ھ/ یکم ستمبر ۲۰۱۶ء بروز جمعرات والد گرامی کی آٹھویں برسی تھی۔ میں تین روز سے اس سوچ بچار میں تھا کہ اس موقع پر میں والد گرامی کی یاد میں کس عنوان پہ لکھوں؟ میں نے اپنے ایک نمازی ساتھی اور سیر کے دوست ماسٹر محمد آصف چیمہ صاحب سے مشاورت کی تو وہ فرمانے لگے کہ اس باران کی حیات و خدمات کا کوئی نیا گوشہ سامنے لائیں۔ گھر میں سب سے چھوٹی بیٹی فاکہہ سلیم سے مشورہ کیا تو وہ کہنے لگی کہ اس بار کسی جنرل ٹاپک (ذاتی نوعیت کے موضوع سے ہٹ کر) پہ کوئی مضمون لکھیں اور انہیں میاں جی کو Dedicate (منسوب) کر دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں اللہ رب العزت سے مسلسل دو چار دن سے دعا بھی کر رہا تھا کہ ذات باری تعالیٰ مجھے علم نافع پر مبنی کوئی موضوع/ عنوان اس سلسلہ میں عطا فرما دے جو والد گرامی کی یاد میں ان کے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہو اور خلق خدا کے لئے نفع بخش ہو! بلکہ ایک رات میں نے دو نفل صلوٰۃ التہجد رب العزت جل جلالہ کی بارگاہ میں اس نیت سے ادا کئے کہ خداوند قدوس جل جلالہ اپنی حکمت و رحمت سے مرا سینہ کھول دے تا کہ خوب سے خوب تر نفع بخش علمی موضوع پر اس برسی کے موقع پر قلم سے کچھ رقم

ہو سکے۔

انہی احوال و آثار کے عالم میں میرے ذہن میں ایک دعائیہ جملہ بطور عنوان اور پکڑتا چلا گیا۔ وہ دعائیہ جملہ تھا:

"بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے سکول ایجوکیشن میں ہی وقار دے گا۔"

یہ دعائیہ جملہ میرے حق میں میرے والد گرامی نے ارشاد فرمایا تھا۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ والد گرامی ۴ نومبر ۲۰۰۸ء کو اپنے خصوصی محترم معالج ڈاکٹر حیدر اسد اللہ ملک صاحب سے ملاقات کی خاطر حیدر ہسپتال گجرات تشریف لے گئے تھے۔ یہ والد گرامی کی زندگی مبارک کا آخری مہینہ تھا۔ آپ ۲۰۰۵ء سے اپنے کھانسی کے عارضہ کے لئے یہاں علاج کے لئے بوقت ضرورت رابطہ میں تھے۔ الحمدللہ! موصوف ڈاکٹر صاحب کے دست مبارک سے قدرت نے شفا کا فیض بھی عطا کر رکھا تھا۔ بہر حال یہ وزٹ ابا جان کی زندگی کی آخری وزٹ ثابت ہوئی۔ آپ اس روز خاصے نحیف تھے۔ تکلیف کی شدت بھی زیادہ تھی۔ میں والد گرامی کے ہمراہ تھا۔ آؤٹ ڈور مریض کے طور پر ابا جان کے چند ٹیسٹ برائے تشخیص مرض ڈاکٹر صاحب نے تجویز کیے تھے۔ ان کے رزلٹ کا انتظار تھا۔ آؤٹ ڈور مریضوں اور ان کے لواحقین کے لئے وہاں ہسپتال میں بیٹھنے کا بڑا معقول اور خوشگوار ماحول تھا۔ ابا جان خصوصی طور پر ذکر فرماتے کہ ملک حیدر صاحب کے ہسپتال میں مین گیٹ سے داخل ہونے کے بعد پر سکون، آرام دہ اور مددگار ماحول جکو دیکھ کر طبیعت کو راحت ملتی ہے۔ وہاں ایسے ماحول میں ابا جان کی حیات کے بقیہ لمحات کو بطور غنیمت نہایت قیمتی جانتے ہوئے میں نے والد گرامی سے اپنی ذاتی زندگی کے حوالہ سے بعض امور کے بارے میں رائے لی۔ مثلاً میں نے اس وقت جامعہ پنجاب سے اپنا پی۔ ایچ۔ ڈی (ایجوکیشن) کا تھیسس جمع کرا رکھا تھا۔ مجھے وائوا (ڈیفنس) کی دعوت کا انتظار تھا۔ میں نے ابا جان سے اپنے مستقبل کے سروس کیریئر کے بارے میں رائے لی کہ آپ میرے لئے کیا پسند کرتے ہیں: "میں سکول ایجوکیشن میں رہوں یا کالج ایجوکیشن سیکٹر جائن کروں یا یونیورسٹی سروس اختیار کروں؟"

والد گرامی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا:

"آپ سکول ایجوکیشن میں ہی رہیں۔ سکول ایجوکیشن میں پی۔ ایچ۔ ڈی خال خال ہی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے یہیں وقار دے گا۔"

حدیث پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ والد کی رضا میں رب کی رضا ہے۔ میرا ایمان اور عقیدہ

ہے کہ ان شاء اللہ مجھے سکول ایجوکیشن میں ہی وقار نصیب ہوا ہے، ہوگا۔ الحمد للہ رب العالمین! میرا پرائمری سکول ٹیچر سے پرنسپل کی پوسٹ تک کا سفر بفضل تعالیٰ اس دعا کا ثمر ہے۔ پھر اپنی جنم بھومی کی مادرِ علمی میں ہی بطور ہیڈ ماسٹر تقرر پھر وہیں بطور سینئر ہیڈ ماسٹر اور بعد ازاں بطور پرنسپل ترقی و تقرر ثمر در ثمر ہے۔ میں ناچیز اپنے رب کی کس کس نعمت کا شمار کروں۔ عطائے وقار کے کس کس درجہ پر اس ذات کے حضور سجدہ ریز نہ ہو جاؤں اور والدین کریمین کی دعا کی قبولیت کے کس کس انداز پہ ان مرحوم ہستیوں کے لئے اپنے خالق و مالک کے حضور درخواست گزار نہ ہو جاؤں؟

معزز سامعین و قارئین! ایک ملازم کا وقار اس کے مقامی ادارے سے منسلک ہوتا ہے۔ اس مقامی ادارے کا وقار اس کے پورے شعبے اور محکمے سے جڑا ہوتا ہے۔ جب میں اپنے وقار کی اس منزل کو ان خطوط میں دیکھتا ہوں تو بہت سے چیلنجز، مسائل، اہداف، خواب توجہ طلب نظر آتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ ایک سرکاری سکول ٹیچر کا وقار سوسائٹی میں فقط اس کی اپنی ذات سے اکیلے متعین نہیں ہوتا بلکہ اس کے ادارے اور اس کے پورے محکمہ کی شہرت سے منسلک اور مربوط ہوتا ہے۔

لہٰذا والد گرامی کے عنایت کردہ اس دعائیہ جملہ "اللہ تعالیٰ تجھے سکول ایجوکیشن میں وقار دے گا۔" کے تناظر میں یہ خیال آتا ہے کہ میرا وقار میری خدمات کے دائرہ کار میں بھی میرے پورے ادارے اور پبلک سیکٹر سکول ایجوکیشن سے جڑا ہوا ہے۔

اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن

(علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

خدا تعالیٰ کے حضور والد گرامی کی دعا کی حقیقی اور پوری تعبیر پانے کے لئے میں نے اپنے ادنیٰ سے قلم سے پبلک سیکٹر سکول ایجوکیشن کے اعتبار، معیار اور وقار میں اضافہ کی خاطر درکار اقدامات تحریر کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عزوجل معلم کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی نگاہِ لطف و عنایت کا صدقہ انہیں قبول فرمائے اور ملک و ملت کے لئے نفع بخش بنائے۔ مجوزہ اقدامات ترتیب وار درج ذیل ہیں:

(1) سرکاری سکولوں سے متعلق پالیسی سازی کرتے وقت سکول ٹیچنگ کیڈر کے ماہرین کی مشاورت سے پالیسی تیار کی جائے۔ پالیسی سازی میں سکول ٹیچنگ کیڈر کے ماہرین کی معقول تعداد مقامی مرد و خواتین کی آبادی اور دیہی و شہری آبادی کے لحاظ سے متعین ہو۔ مشاورت کرنے، نیک مشاورت دینے اور مشاورت سے کامیابی ملنے کا ذکر قرآن و حدیث میں تاکید اور تسلسل سے ملتا ہے۔

(2) قومی تعلیمی پالیسی کے مطابق بارھویں جماعت تک کی تعلیم کو سکول ایجوکیشن کا مستقل حصہ بنایا جائے اور اسے مکمل طور پر سکول ایجوکیشن کے ہی انتظامی اختیار میں دیا جائے۔ چھٹی کلاس سے بارھویں کلاس تک سیکنڈری سکول ایجوکیشن قرار دی جائے۔

گورنمنٹ آف پنجاب کی پنجاب ایجوکیشن پالیسی ۱۹۹۷ء کے مطابق:

"No new intermediate college would be established. Instead higher secondary schools shall be strengthened in order to make the same facilities available with lesser cost in 12 years schooling programme." (4.1) (30th August 1997)

(3) سکول ٹیچنگ کیڈر میں ایلمنٹری ایجوکیشن (پری پرائمری۔ دوسالہ سکولنگ) اور (پرائمری۔ پانچ سالہ سکولنگ) کے لئے سنگل کلاس۔ سنگل ٹیچر کے تحت ایلمنٹری سکول ایجوکیٹر کا کیڈر بحال رہے جبکہ چھٹی سے بارھویں کلاس کے لئے یعنی سیکنڈری سکول ایجوکیشن کے لئے سبجیکٹ سپیشلسٹ کیڈر متعارف کیا جائے تاکہ طالب علم چھٹی کلاس سے ہی انگریزی، ریاضی، سائنس، اردو، اسلامیات، عربی، معاشرتی علوم، کمپیوٹر سائنس وغیرہ ماہرین مضامین کی رہنمائی میں پڑھ سکے۔ تعلیمی مراکز اور تحصیلز کی سطح پر ٹیچرز کی سبجیکٹ سوسائٹیز تشکیل دی جائیں جو اپنے سبجیکٹ کی بہتر تدریس پر مسلسل سوچ بچار جاری رکھیں۔

(4) سکولز میں ٹیچنگ ٹائم/لرننگ ٹائم کا مؤثر، بھرپور، مکمل، بامقصد استعمال یقینی بنایا جائے۔ ایسے تمام عوامل جو استاد اور شاگرد کے مختص شدہ تدریس و تعلم کے اوقات پر مضر انداز میں اندرونی یا خارجی طور پر اثر انداز ہوں تعلیمی اداروں کے سربراہان اور سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ ان کے بہتر ازالہ کی سعی کرے کیونکہ تمام ریسورسز میں ٹیچنگ لرننگ ٹائم کا ریسورس سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

(5) موجودہ حالات میں سکول ہیڈ ماسٹرز/ پرنسپلز کے روز افزوں اور متنوع قسم کی ذمہ داریوں کے پیش نظر کلاس ٹیچر لیڈرشپ کے تصور کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ کلاس ٹیچر لیڈرشپ کے موضوع کو اساتذہ کے تربیتی کورسز کے مواد میں شامل کیا جانا چاہیئے تاکہ ادارے کی جملہ تعلیمی و تربیتی قسم کی سرگرمیوں کی بہترین انداز میں بتدریج ترویج اور پیمائش ہر جماعت کی سطح پر جاری ہو۔ کلاس ٹیچر لیڈر

شپ سے متعلق اچھے تجربہ کو ہیڈ ٹیچر کی سلیکشن کے دوران بھی اہمیت دی جائے۔

(6) سکول کے لئے خصوصی طور پر "خدمات و وسائل کی بحالی اور توسیع" (Services and Resources Restoration & Extension) کے تحت امپروومنٹ پلان کو مرتب کیا جائے مثلاً اسامیاں منظور شدہ ہیں، عملہ دستیاب نہ ہو، لائبریری بکس موجود ہیں لائبریرین نہ ہو، بلڈنگ موجود ہے چوکیدار اور سویپر نہ ہو تو میسر متعلقہ وسائل کا بھی صحیح استعمال نہیں ہو پاتا۔ تعطیلات موسم گرما میں جملہ سکول سٹاف کی معاونت اور نگرانی میں اداروں میں میسر خدمات اور وسائل کی بہتر بحالی اور مزید توسیع کے حوالہ مشاورت کے تحت کام ہو۔ سالانہ طور پر مکمل ہونے سکول کے ایمس پروفارماز (Emis Proformas) پر عمل درآمد کی رفتار کے بارے متعلقہ اداروں کو بھی باخبر رکھا جائے۔

(7) سکول سٹاف کی سالانہ کارکردگی جائزہ رپورٹس (PERs) میں پارٹ I، پوائنٹ نمبر ۹ کے تحت یہ لکھوایا جاتا ہے:

"We can be done to make you more effective?"

(یعنی آپ کی کارکردگی کو کیسے مزید مؤثر بنایا جاسکتا ہے؟)

سکول سٹاف کو اس استفسار کا جواب اعتماد کے ساتھ آزادانہ، دیانتدارانہ، منصفانہ طور پر لکھنے کی ترغیب دی جائے۔ ضلعی سطح پر ضلع بھر کے سکول سٹاف کی اس رائے کا اجتماعی تجزیہ کیا جائے اور اس کی روشنی میں آنے والے سال کے لئے ڈسٹرکٹ سکول امپروومنٹ پلان تشکیل دیا جائے۔ اگر یہ ڈیٹا درست مل سکے اور اس کا درست تجزیہ ہو سکے اور اس تجزیے کی بنیاد پر لائحہ عمل ترتیب پائے تو وہ ان شاء اللہ اثر پذیری (Effectiveness) کے حوالہ سے بہتر ثابت ہوگا۔

(8) سکول میں تقرر پانے والے اعلیٰ تعلیم کے حامل افراد کو کالج/ یونیورسٹی سروس موقع ملنے پر زیادہ پرکشش نظر آتی ہے۔ سکول ایجوکیشن سے ایڈوانڈ کوالیفکیشن کے حامل افراد کا ہائر ایجوکیشن کے اداروں میں تقرری کا موقع ملنے پر چلا جانا سکولز کے علمی کمال وعروج کے سفر کی رفتار کو متاثر کرتا ہے۔ اس ہائر کوالیفائیڈ ٹیلنٹ کے لئے سکول ایجوکیشن کا ماحول زیادہ خوشگوار، ترغیب آور، سازگار بنایا جائے تاکہ سکول سیکٹر میں یہ علمی وفکری ورثہ دستیاب رہے اور افکارِ تازہ سے جہانِ نو کی نمود ہوتی رہے۔

اے علم کیا ہے تو ملکوں کو نہال ۔۔۔ غائب ہوا تو جہاں سے وہاں آیا زوال
اُن پر ہوئے غیب کے خزانے مفتوح ۔۔۔ جن قوموں نے ٹھہرایا تجھے راس المال

(۹) پبلک سیکٹر سکول ایجوکیشن میں مُرال بلڈنگ (Moral Building) پر خصوصی توجہ دی جائے۔ مُرال ایک ایسا جذبہ اور بلند عزم ہے جس سے کم وسائل کے باوجود بلند اہداف حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ استاد ایک عظیم قوت کا نام ہے۔ اسے پُرعزم، پُرامید، پُراعتماد بنا کر قومی ترقی کا خواب شرمندۂ تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ملت کو مستحکم کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں راقم کا مضمون: CRER-Model for teacher Motivation & Morale in Pakistan (2005)، پاکستان جرنل آف ایجوکیشن جلد xxii، شمارہ نمبر II (علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد) ملاحظہ ہو۔

(۱۰) سرکاری سکولز پر عوام کے اعتماد اور اعتبار میں اضافہ کے لئے ضروری ہے کہ سرکاری سکولوں سے وابستہ اور تعینات تدریسی، معاون تدریسی، انتظامی تمام عملہ اپنے بچوں کو انہی سکولز کی تعلیم سے آراستہ کرنے کی بہتر مثال پیش کرے۔ ان میں عدم داخلہ کی صورت میں اسباب و وجوہات سے سکول ایجوکیشن کے اربابِ بسب و کشاد کو آگاہ کیا جائے۔ اس روایت کا اطلاق نچلی سطح سے بالائی سطح تک یکساں انداز میں ہو۔ سرکاری سکول سیکٹر کے اپنے بچوں کے سرکاری سکولوں میں داخلہ نہ ہو پانے کے جو اسباب سامنے آئیں ان کا معروضی مطالعہ ہو اور درکار مطلوبہ عوامل کے تحت صورت حال مثبت انداز میں بہتر بنائی جائے۔ (ملاحظہ ہو راقم کی عرض داشت: "گورنمنٹ ملازمین اور سرکاری سکول" روزنامہ خبریں لاہور، یکم اکتوبر ۱۹۸۹ء)

(۱۱) سکول ایجوکیشن سروس کو ریگولر سروس قرار دیا جائے۔ سکول ایجوکیشن سروس کے لئے جوہرِ قابل کی تلاش اور انتخاب (Talent Hunt & Selection) کے لئے بورڈ/ یونیورسٹیز میں پوزیشن ہولڈر طلبا کے اس پیشہ میں آنے پر اُنہیں اضافی مراعات دی جائیں تاکہ قابل ترین افراد کو یہ پیشہ اختیار کرنے کی ترغیب مل سکے۔ ملاحظہ ہوں راقم کے مضامین:

(۱) "استاد کے بہتر مقام کے لئے عملی اقدامات کی ضرورت"، علم کی روشنی ششماہی جریدہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، (۲۰۰۶ء)

(۲) "ٹیچنگ کیریئر کا مقام اور معیار"، تعلیمی زاویے سہ ماہی پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن اسلام آباد (جولائی، ۲۰۰۶ء)

(۱۲) بہتر کارکردگی پیش کرنے والے سکول ٹیچرز کے لئے تحریکات، ترغیبات، محرکات کا مسلسل، منظم نظام موجود ہو اور اس پر ہر سال عمل درآمد جاری رہے۔ ناقص کارکردگی یا عدم کارکردگی پر بھی سزا

کا منصفانہ لائحہ عمل ہو۔ اکاؤنٹیبلٹی کے دوران مروجہ استاد طالب علم کی تعداد کا تناسب (STR)، تدریسی سٹاف کی تعداد میں عدم توازن، ورک لوڈ جیسے عوامل کو معروضی طور پر مدنظر رکھا جائے۔ سکولز کے سربراہان کو کالج ٹیچنگ انٹرنیز (CTIs) سکیم کی طرف پر عبوری عرصہ کے دوران سٹاف کی قلت کو دور کرنے کے لئے معقول مشاہرہ پر سکول ٹیچنگ انٹرنیز (STIs) کے تقرر کی اجازت دی جائے۔

(۱۳) سکول ایجوکیشن سیکٹر میں تعلیمی تحقیقی ارتقاء اور کمال کی طرف سکول ایجوکیشن سٹاف کو راغب کرنے کے لئے لوکل پوسٹ ڈاکٹرل فیلوشپس سکیم کا اجراء کیا جائے جس کے تحت سکولز اور سکولز سے منسلک تربیتی، امتحانی، نصابی، شماریاتی اداروں کی کارکردگی اور جاری منصوبہ جات پر تحقیق ہو سکے۔ سکول ایجوکیشن کے لئے لوکل پوسٹ ڈاکٹرل فیلوشپ پروگرام سکول ایجوکیشن فیکلٹی ان شاء اللہ علمی حوالہ سے مزید مستحکم اور معتبر ہوگی۔

(۱۴) سکول ایجوکیشن کے مسائل کا حل تحقیق اور جانچ کی بنیاد پر تلاش کیا جائے۔ صوبائی تعلیمی تحقیقی کونسلز کی تشکیل کی تجویز کو پروان چڑھایا جائے تا کہ تعلیمی افق پر سکول ایجوکیشن سے ہی تحقیق کارنگ (ریسرچ کلچر) اجاگر ہو۔ (ملاحظہ ہو راقم کا مضمون:

(i) "صوبائی تعلیمی تحقیقی کونسلز برائے سکولز/ کالجز"، تعلیمی زاویے سہ ماہی (اکتوبر ۲۰۱۵ء)، صفحات ۹۰ تا ۹۲، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن اسلام آباد)

(ii) "اعلیٰ تعلیم کمیشن اور صوبائی تعلیمی اتھارٹیز کے مابین باقاعدہ رابطے کی ضرورت"، روزنامہ علاقہ منڈی بہاؤالدین ۲۲ دسمبر ۲۰۰۵ء)

(15) سکول ایجوکیشن میں پیرا ایجوکیشن سٹاف (Para Education Staff) سیکورٹی گارڈ سے سینئر کلرک تک ہر ادارے کی سطح تک تربیتی حوالہ سے مؤثر، مفید، مستحکم اور مکمل کیا جائے۔ سکول سٹاف کے اس حصہ پر خصوصی توجہ دینے سے کم لاگت میں سکول سیکٹر کی کارکردگی کی رفتار، معیار، وقار میں بہت زیادہ اضافہ بہت سرعت کے ساتھ ممکن ہے۔ اس سٹاف کو نان ٹیچنگ کی بجائے سکولز میں Co-Teaching/Para Teaching کی حیثیت سے مربوط اور منظم کیا جائے۔ سکولز میں لائبریری اٹینڈنٹ مقامی طور پر میسر ہونے سے سکول لائبریریز فعال ہو سکتی ہیں۔ سکول کلیریکل کیڈر کی ڈرافٹنگ/ آڈٹنگ میں مہارت و قابلیت بڑھ جانے سے سکول ہیڈز اپنی اکیڈیمک سائیڈ زیادہ فوکس کر سکتے ہیں۔

(۱۶) سکول ایجوکیشن پر اعتبار، معیار، وقار اور کارکردگی کی رفتار میں اضافہ کے لئے اشد ضروری ہے کہ ہر محترم سکول ٹیچر ہر طالب علم کے اخلاق و کردار کی تربیت پر خصوصی توجہ دے کیونکہ امتحان میں اعلیٰ سکور اعلیٰ اخلاق و کردار کے ساتھ مزین ہو تو تبھی تعلیم باعثِ تسکین ہوگی۔

ملاحظہ ہو راقم کا مضمون: "طلباء کے اخلاق و کردار کی تربیت کا جائزہ و پیمائش: تعلیمی نقطہ نظر سے نہایت اہم مگر امتحانی نقطہ نظر سے نظر انداز پہلو"

بحوالہ: (۱) "تعلیمی زاویے"، جنوری ۲۰۰۵ء، پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن اسلام آباد

(۲) "علم کی روشنی" ۲۰۰۵ء، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(۳) ماہنامہ "دعوۃ" دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد (فروری ۲۰۰۷ء/محرم۔صفر ۱۴۲۸ھ)

خوشحال خاں خٹک کہتے ہیں کہ جو علم صرف تن پروری کے لئے ہو وہ سانپ کی مانند ہے اور جو علم دل کے دریچے روشن کرتا ہے وہ دوست ہوتا ہے۔

(۱۷) سکول ایجوکیشن سروس سے منسلک ہر سٹاف ممبر کو اپنے فرض منصبی کی ادائی کے لئے بقول اقبال صداقت، عدالت، شجاعت کا سبق ہر دم یاد رکھنا چاہئے اور اپنے قول و عمل سے ہر لحظہ اپنے آپ کو دنیا کی امامت کے لئے تیار رکھنا چاہئے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ عزوجل سے خشیتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول ﷺ کے جذبہ کی اخلاص کے ساتھ دعا بھی کرتے رہنا چاہئے۔ دورانِ تدریس استاد کو اگر یہ دونوں جذبے میسر اور دامن گیر ہوں تو سرکاری سکول کے معیار اور وقار میں اضافہ کے لئے اس سے بڑھ کر ہر امر میں کچھ کارگر نہیں۔ ان دونوں احساسات کی آگہی و ادراک دارین کی عزت و وقار کی ضامن ہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل سے صدقہ حضرت محمد مصطفی علیہ الصلوٰۃ والثناء یہ التجا ہے کہ والد گرامی کی دعا نہ صرف میرے لئے بلکہ قوم کے ہر سکول ٹیچر بیٹے کے لئے قبول ہو!

"بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے سکول ایجوکیشن میں ہی وقار دے گا۔" (۴ نومبر ۲۰۰۸ء)

والسلام مع الاکرام

یہ ہی دعا ہے میری دیا جلائے رکھنا راہِ حنیف کا تم دیا جلائے رکھنا

(سید وجاہت رسول تاباںؔ)

اقوال حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ

بدخلقی نجاست باطنی کی دلیل ہے۔

زبان نرم ترین عضو بے استخوان ہے اگر گفتار بھی نرم ہو تو زبان ہے ورنہ زیاں ہے۔

لوگوں کی نیکیوں کو ظاہر کرنا چاہئے اور برائیوں سے چشم پوشی لازم ہے۔

تکلف کی زیادتی محبت کی کمی کا باعث بن جاتی ہے۔

عابد کو کھانا کھلانا عبادت میں مدد کرنا ہے اور فاسق کو کھانا کھلانا فسق کی مدد کرنا ہے۔

جو شخص حرام کھاتا ہے اس کے تمام اعضاء گناہ میں پڑ جاتے ہیں۔

اگر مستجاب الدعوات بننا چاہتے ہو تو لقمہ حلال کے سوا پیٹ میں کچھ نہ ڈالو۔

حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ

اس کی ہمت پر قربان جو نیک کام اخلاص سے کرتا ہے۔

جو نصیحت نہیں سنتا وہ ملامت سننے کا شوق رکھتا ہے۔

دشمن سے ہمیشہ بچو اور دوست سے اس وقت جب وہ تمہاری تعریف کرنے لگے۔

کمزوروں پر رحم نہ کھانے والا طاقتوروں سے مار کھاتا ہے۔

بخیل آدمی کی دولت اس وقت نکلتی ہے جب وہ زمین کے نیچے چلا جاتا ہے۔

حریص ساری دنیا حاصل کرنے کے باوجود بھوکا رہتا ہے۔

اقوال حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ

بدخلقی نجاست باطنی کی دلیل ہے۔
زبان نرم ترین عضو بے استخوان ہے اگر گفتار بھی نرم ہو تو زبان ہے ورنہ زیاں ہے۔
لوگوں کی نیکیوں کو ظاہر کرنا چاہئے اور برائیوں سے چشم پوشی لازم ہے۔
تکلف کی زیادتی محبت کی کمی کا باعث بن جاتی ہے۔
عابد کو کھانا کھلانا عبادت میں مدد کرنا ہے اور فاسق کو کھانا کھلانا فسق کی مدد کرنا ہے۔
جو شخص حرام کھاتا ہے اس کے تمام اعضاء گناہ میں پڑ جاتے ہیں۔
اگر مستجاب الدعوات بننا چاہتے ہو تو لقمۂ حلال کے سوا پیٹ میں کچھ نہ ڈالو۔

حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ

اس کی ہمت پر قربان جو نیک کام اخلاص سے کرتا ہے۔
جو نصیحت نہیں سنتا وہ ملامت سننے کا شوق رکھتا ہے۔
دشمن سے ہمیشہ بچو اور دوست سے اس وقت جب وہ تمہاری تعریف کرنے لگے۔
کمزوروں پر رحم نہ کھانے والا طاقتوروں سے مار کھاتا ہے۔
بخیل آدمی کی دولت اس وقت نکلتی ہے جب وہ زمین کے نیچے چلا جاتا ہے۔
حریص ساری دنیا حاصل کرنے کے باوجود بھوکا رہتا ہے۔

ہو الغفور الرحیم

نادِ علیاً مظہر العجائب

تجدہ عوناً لک فی النوائب

کل ہم و غم سینجلی

بولایتک یا علی یا علی یا علی

کتبہ العبد المذنب رحیم اللہ غفر لہ

علمی ذوق کی بحالی کے لئے چند تجاویز

سربراہ المدرس (اہل سنت) پاکستان کے سربراہ علامہ

مفتی منیب الرحمٰن صاحب

کا "علم، باعث شرفِ انسانیت" کانفرنس سے فکر انگیز خطاب

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اس ادارے کے موئسس، منتظم، اکابر علمائے کرام، مشائخ عظام، خطبائے ملت ۔ اس ادارے کے قابل صد احترام اساتذہ کرام، معلمین و مدرسین کرام ۔ آج مسند فضیلت پر فائز ہونے والے تمام متخرجین اور فضلائے کرام، حفاظ کرام و مجودین کرام، سلسلہ محمدیہ سیفیہ کے تمام اکابر مرشدین اور مسترشدین، فیض رساں اور فیض یافتگان، سالکین اور کاملین، اہل دانش اور میرے عزیز دینی بھائیو ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ ۔

سب سے پہلے میں ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب کو نہایت اخلاص و محبت کے ساتھ اپنے دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔ اس ادارے اور پروگرام کے نظم کو، ڈسپلن کو، ترتیب کو اور نظم و نسق کو دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی ۔

یہاں کا ماحول بہت پیارا، عقیدت و محبت سے معمور ہے ۔ میری ہمیشہ خواہش رہی اور میں جب بھی خاص طور پر پنجاب میں آتا ہوں تو اپیل کرتا ہوں کہ شخصی تکریم و جلالت پر اجتماعی نظم کو ترجیح دی جائے کہ ایک شخص آتا ہے تو ہل چل مچ جاتی ہے ۔ یہاں مجھے وہ چیز نظر نہیں آئی اور اس سے کسی کے مرتبے، جلالت و مقام اور عظمت میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا ۔ لہٰذا اہلا گلا، ہل چل، ہڑبونگ کا کلچر ختم ہونا چاہئے اور آج کے اجتماع کو سب کے لیے ایک رول ماڈل بننا چاہیے ۔

میں حیران ہوتا ہوں کہ ایک شخص کا نفس کیوں اتنے عُجب سے مامور ہو جاتا ہے کہ پوری

مجلس کے نظم کو وہ اپنی شخصی وجاہت کے لیے غارت کر دیتا ہے۔ جب ہم اپنی شخصی وجاہت اور عجب کی قربانی نہیں دے سکتے تو ایسے لوگوں سے دین کے لیے کسی اور قربانی کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

میں نے میاں محمد سیفی صاحب سے ایک ڈیڑھ عشرہ پہلے ملاقات میں عرض کیا تھا کہ دینی اداروں کا نظم قائم کیجیے، امت کو، ملت کو، دین کو مسلک کو اس کی ضرورت ہے اور مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے اچھی شروعات کی ہیں۔ مجھے پتا چلا کہ اس ادارے کے طلباء کرام نے پاکستان لیول پر، پاکستان کی سطح پر، تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کے مختلف درجات کے امتحانات میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ میں ان تمام طلباء کو جو میرے عزیز ہیں، میرے بچے ہیں، میرے محبوب ہیں انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور آنے والی زندگی میں ان کی ترقی کے لیے، بلندی درجات کے لیے، اور دین کی راہ میں عزیمت واستقامت کے لیے دل سے دعا کرتا ہوں۔

میں نے یہاں بیٹھ کر جو کچھ سنا مجھے اس پر بھی بہت کلام کرنا تھا کیونکہ مجھے بار بار مواقع نہیں ملتے اور میرے مخاطبین یہ اسٹیج کے لوگ ویسے بھی نہیں ہوتے جو اسٹیج کے مقابل میری سطح کے لوگ ہیں وہ ہوتے ہیں تو مجھے کچھ اصلاح کی باتیں بھی کرنی ہوتی ہیں۔

دین و مسلک کے لیے جو institutions جو ادارے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں ان میں سے ایک تو مسجد ہے، ایک مدرسہ ہے، ایک ہماری خانقاہیں ہیں اور ایک ہماری دینی اور سیاسی تنظیمات ہیں۔ ان ہی پر ہمارے حال کا ہمارے مستقبل کا انحصار ہے۔ کیونکہ جو لمحہ گزر گیا وہ پلٹ کر نہیں آتا۔ جو لمحہ آنے والا ہے اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ آپ کے پاس جو اثاثہ، جو asset، جو دولت ہے وہ لمحہ موجود ہے اور یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کا استعمال ہم کس طرح کرتے ہیں۔

تنظیموں کا جو حال ہے وہ آپ جانتے ہیں۔ نام ہیں، عہدے ہیں، کام نہیں ہے۔ لیڈر ہیں پیچھے عوام نہیں ہیں۔ تنظیمیں ہیں نظم نہیں ہے۔ جماعتیں ہیں جمعیت نہیں ہے۔ اور ہم خود بھی دھوکا کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکا دیتے ہیں، اس لیے میں نے دو دن پہلے ملاقات میں بھی کہا تھا کہ اس وقت بالعموم تمام تنظیموں کی جو رونق ہے وہ آپ کی پروڈکٹ ہے، آپ کا سرمایہ ہے۔ کوئی بھی پروگرام دیکھیں تو اکثریت یہ پگڑیاں مجھے نظر آئیں گی اور مجھے نہیں معلوم ان تنظیموں کے عہدیداروں کا اپنا افرادی سرمایہ، men power، اور قوت کیا ہے اور کہاں ہے؟

دوسرا دھوکا ہم یہ کھاتے ہیں اور دیتے ہیں کہ بار بار اتحاد کرلو۔ چند سال پہلے ۹ جماعتوں کا

اتحاد ہو گیا، یہ بھی بہت بڑا دھوکا اور فراڈ ہے۔ اتحاد کے معنی ہوتے ہیں کثرت کو فنا کر کے وحدت میں ضم ہو جانا۔ میں نے کوئی اتحاد نہیں دیکھا اہلسنت کا جس میں کثرت کو فنا کیا گیا ہو اور کسی نے اپنی قیادت کی قربانی دی ہو۔ دس صدور پہلے سے ہیں ایک کو گیارہواں صدر بنا لو۔ مجھے بھی لوگ صدر بنانے کیلئے کہتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ دس تھوڑے ہیں؟ اس لیے ہمارے اتحاد بھی خود فریبی ہوتے ہیں، فریب دہی ہوتی ہے، حقیقت نہیں ہوتی۔ حقیقت تب ہو گی جب یہ لوگ اپنے مناصب و عہدوں کی قربانیاں دیں گے، اس کے بعد جب جگہ پیدا ہو گی تو پھر اللہ تعالیٰ اس کو پر کرنے کے لیے اپنے بندوں کو قائم فرما دے گا۔ یہ ہماری تنظیموں کا حال ہے۔

پورے پاکستان میں خیبر سے لے کر کراچی تک، چمن سے واہگہ تک اس طبقے کا کوئی سینیٹر ہونا اپنی مسلکی پہچان کے ساتھ، جماعتی پہچان کے ساتھ، سینیٹر ہونا، ایم این اے ہونا، ایم پی اے ہونا کوئی یونین کا چیئرمین ہونا تو دور کی بات ہے کونسلر بھی نہیں ملے گا۔ اور جب یہ کہتے ہیں کہ ہم ۸۰ فیصد ہیں تو میں کہتا ہوں ہمارا دماغ کام بھی کر رہا ہوتا ہے کہ نہیں ہوتا؟ ۸۰ فیصد ہیں تو کہاں reflect ہو رہے ہیں ہم؟ ۸۰ فیصد ہیں تو کس فورم پر نظر آ رہے ہیں ہم؟

اس لیے باقی رہ گئیں ہماری خانقاہیں۔ خانقاہوں کے دو کام تھے۔ ایک تعلیم، کیونکہ جتنے اکابر اولیائے کاملین اور مشائخ کرام تھے وہ اپنے عہد میں علم کے بھی اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ یہاں اعلیٰ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا گیا تو وہ علم کے بھی مقتدا تھے، وہ علم کے بھی پیشوا تھے۔ دوسرا تعلیمی ادارے، تیسرا تزکیہ، تربیت جو فرائض نبوت میں سے ہے۔ تو مجھے تزکیہ اور تربیت کے مراکز کہیں نظر نہیں آتے۔ ہاں ہم نے پیری مریدی کو spiritual feudalism میں ضرور تبدیل کر دیا ہے۔ ایک زمینوں کی جاگیر داری ہے اور ایک روحانی جاگیر داری ہے جو وراثت کی طرح تقسیم ہوتی ہے۔ کوئی میرٹ نہیں کوئی معیار نہیں۔ کوئی تشرّع نہیں کوئی تدیّن نہیں۔ یہ ایک اور دھوکا ہے۔ اور یہ اہلسنت یہ خانوادان علماء کے افراد ہیں، اس میں علماء کا بھی کوئی استثناء نہیں ہے۔ کیوں کہ علماء کا کام تو کلمہ حق بیان کرنا ہے۔ علماء کا کام تو روکنا اور ٹوکنا تھا، علماء کا کام رو میں بہنا نہیں تھا بلکہ غلط سمت میں بہنے والی رو کے آگے سد بن جانا تھا رکاوٹ بن جانا تھا۔ لیکن علماء یہ فرض ادا نہ کر سکے۔

وقت کے مایہ ناز خطباء اعراس میں گئے، مقام ولایت، شان ولایت، کرامات ولایت بیان کیں، نعرے لگوائے پھر نسبت کے فضائل بیان کیے لیکن کوئی ایک شہادت مجھے دے کہ یہ بھی کہا ہو

کہ جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں اس بابا صاحب کی ہیں جو قبر میں لیٹے ہوئے ہیں اس کلین شیو سرکار کی نہیں ہیں۔

قوم کو آپ ان کے قدموں میں ڈھیر کر دیں تو دین کو کیا ملے گا؟ وسائل کو آپ ان کے قدموں میں نچھاور کر دیں تو دین کے لیے وسائل کہاں سے آئیں گے؟ دینی اداروں کے لیے وسائل کہاں سے آئیں گے؟ دینی لٹریچر کے لیے وسائل کہاں سے آئیں گے؟ اس لیے اس پورے کلچر کو revisit کرنے کی ضرورت ہے۔

پیچھے مڑ کر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے کہ ہم نے کیا گنوایا؟ اور کیا کمایا؟ مدارس میں جو men power ہے آج دنیا پریشان ہے اس بارے میں کے یہ انسانوں کا جنگل کہاں سے آتا ہے اور یہ کہاں معاشرے میں گم ہو جاتے ہیں۔ یہ کیا کرتے ہیں۔ پورا امریکہ پورا مغرب اس بارے میں پریشان ہے۔ ہم سے پریشان نہیں ہے۔ ہمیں اپنے آپ کا جائزہ لینا چاہیے کہ وہ حق کون سا حق ہے کہ جسے باطل اپنے لیے خطرہ نہ سمجھے، وہ تصوف کون سا تصوف ہے کہ امریکی سفیر آجائے اور کہے میں مزار کو renovate کر رہی ہوں، امریکا خرچہ دے رہا ہے، تو پھر امریکی سرمائے سے مزارات کو renovate کرنے سے پہلے ڈوب مرنا چاہئے۔

اس لیے جب ان طالبان سے امریکہ لڑتے لڑتے تھک گیا تو اس نے سوچا کہ بھئی صوفی اسلام کو پروموٹ کرو، چودھری شجاعت امام الصوفیا بن کر آگیا، امریکا میں کانفرنسیں ہونے لگیں، میں نے امریکن سے کہا کہ یہ نسخہ نہیں چلے گا۔ ان کو تم نے تیس سال پالا ہے، پروموٹ کیا ہے، technic دی ہے، weapon دیا ہے، سرمایہ دیا ہے، motivation دی ہے۔ اب تم چاہتے ہو کمپیوٹر کا ہم بٹن دبائیں تو ایک نئی فورس کھڑی ہو جائے۔ اچانک نہیں کھڑی ہوتی۔

امریکا میں نور ٹی وی کا افتتاح تھا تو میں نے کہا، اچھا کہتے ہیں، ہم صوفی ہیں، اچھے بچے ہیں۔ تو کیا اچھے بچے روندنے کے لیے ہوتے ہیں، کیا اچھے بچے crush کرنے کے لیے اور کچلنے کے لیے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا تصوف کی بات کرتے ہو تو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تصوف کی بات کرو، تصوف کی بات کرتے ہو تو حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تصوف کی بات کرو۔ کہ جو سلطان الوقت کے سامنے کہیں کہ لوگوں کا خون چوستے ہو اور مجھے آ کر تم تحفے دیتے ہو؟

اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی بات کریں کہ جو آج کے منتخب حکمران جو خود کمزور ہیں اس کے

آگے نہیں جو پورے ہند کا سلطان تھا اس کے آگے سدراہ بن کر کھڑے ہو گئے۔

تو یہ جو تصوف ہے خصی قسم کا، یہ کہاں سے آ گیا؟

اس لیے اس تصوف پر بھی ذرا نظر کی ضرورت ہے۔ اور میں ان بزرگوں سے کہتا ہوں وہ تصوف پروموٹ کرو جس میں کچھ کرنٹ ہو۔

ابھی حاکمیت الٰہی کی بات ہو رہی تھی۔ دو سال پہلے امام الحج نے داعش، القاعدہ کو خارجی اور تکفیری کہا۔ مجھے television نے کہا آپ خطبہء حج پر کمنٹس دیں۔ میں نے کہا مجھے امام الحج سے گلہ ہے، تیس سال سے یہ آگ ہمیں جلا رہی تھی۔ آپ نے ایک کلمہ نہیں کہا۔ آپ ان کو وسائل دے رہے تھے۔ آج یہ تپش آپ کی سرحدوں کے قریب پہنچی ہے تو آپ کو پتا چلا کہ یہ تکفیری ہیں؟

یہ میں نے television پر کہا۔ انہوں نے کہا کہ حکمران، عوام کو حق دیں۔ میں نے کہا کہ خطیب الحج، جناب الشیخ یہ خطبہء حج تو میرے آقا ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کا تواتر ہے۔ آپ نے تو پوری انسانیت کو حق دیا تھا۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آج سعودی عرب میں کفیل کا یہ ادارہ عہد قدیم کی غلامی کی جدید شکل نہیں ہے؟ کیا ان جدید غلاموں کے لیے آپ آواز بلند کرنے کے لیے تیار ہیں؟

میرے عزیزو! ابھی ادھر جب یہ کلچر ابھرنے لگا تو وہاں ایک بن ہاشم شیخ نکلے۔ تو انہوں نے کہا کہ ابن تیمیہ نے کہا تھا ایک توحید الوہیت ہے، ایک توحید ربوبیت ہے، ایک توحید اسماء وصفات ہے اور اس نے کہا کہ ایک توحید حاکمیت ہے۔ اب یہ پہلی تین قسموں میں تو کرنٹ نہیں تھا۔ یہ چوتھی قسم میں کرنٹ ہے کہ بندے اللہ کے، زمین اللہ کی، ملک اللہ کا، کتاب اللہ کی، رسول اللہ کہیں اور اللہ کا حکم نہیں چل رہا!!

تو پھر یہ کرنٹ پیدا ہوتا ہے تو لوگ اٹھتے ہیں اور جان لڑانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اب انہوں نے یہاں کے سلفیوں سے کتابیں لکھوائیں کہ نہیں کہ وہ دین توحید ہی کافی ہے۔ وہ آپ پڑھتے نہیں ہیں۔

کاش کہ آپ اردگرد اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، اس کو آپ پڑھیں۔ ایک اہلسنت کا مسئلہ یہ ہے کہ ہم امت سے لاتعلق ہیں۔ کیا اللہ کے رسول ﷺ ہم سے نہیں پوچھیں گے کہ اللہ کی زمین پر، میری امت پر کیا گزر رہی تھی، اور آپ نے ان کے درد کو کب محسوس کیا؟

شام میں کیا ہو رہا ہے، لبنان میں کیا ہو رہا ہے، عراق میں کیا ہو رہا ہے، افغانستان میں کیا

ہو رہا ہے، کسی اور ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ ہم اس سے بھی لا تعلق ہیں۔ تو ہمیں امت کے ساتھ جڑنا ہو گا۔ امت کے درد کو سمجھنا ہو گا۔

اس لیے عزیزان گرامی میں امریکا، یورپ بھی جاتا ہوں تو ہمارے علماء لاتعلق ہیں۔ اپنی موج مستی میں ہیں، پرانے بڑھے ملے ہوئے ہیں۔ اسی طرح کی تقریریں ہیں، نعت خوانوں کے پروموٹر ہیں۔

میں نے پچھلے سال سنی کانفرنس میں بھی کہا تھا، وہ نیٹ پر جاتے ہیں، وہ الیکٹرونک میڈیا پر بھی جاتے ہیں، پرنٹ میڈیا پر جاتے ہیں، سوشل میڈیا پر جاتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ جہاں بھی آگ برس رہی ہے مسلمانوں کی سرزمین ہے!! کسی ایک غیر مسلم ملک پر کوئی ایک گولی آپ کو گرتی نظر آ رہی ہے؟

تو پھر ان کے دل میں ہوتا ہے کہ یہ جرم تو اسلام ہوا! عرب اسکالر ان کے جذبات کو ابھارتے ہیں۔ اور پھر اپنے راستے میں استعمال کرتے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ ہمارے علماء نے کبھی ان نوجوانوں کے لیے کہ جن میں کرنٹ ہے، کوئی مثبت کوئی تعمیری میدان منتخب کیا؟ کہ یہ ان کا شکار نہ بنیں۔

تو عزیزان گرامی ہمیں سوچنے کی ضرورت ہے، اتنا بڑا پرنور اجتماع ہے۔ ان حضرات کی محنت ہے۔ میں اس محنت کو سلام کرتا ہوں۔ ماشاء اللہ تدین ہے، تشرع ہے، ادب ہے، نظم وضبط ہے۔ مجھے اچھا لگتا ہے۔ تربیت کا کوئی نظام ہے، تو مجھے اچھا لگتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ ہر مزار پر، ہر خانقاہ پر جو بیٹھے ہوئے ہیں سجادگان، وہاں بھی تربیت کا کوئی نظام ہو۔ تو کیا شاہ محمود قریشی تربیت کریں گے؟ یوسف رضا گیلانی تربیت کریں گے؟ وہ سال میں عرس پر پگڑی پہنتے ہیں، جنت چھوڑ آتے ہیں سب کو۔

اس لیے اب کوئی لائن کھینچو اللہ کے لیے۔ اور اٹھ کھڑے ہو میدان میں۔ حق اور باطل کے فرق کو سمجھو۔ آج علمی پروگرام ہے۔

اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

وان العالم يستغفر له من فى السمٰوٰت ومن فى الارض حتى الحيتان فى البحر والطير فى الجوء

عالم کے لیے تو اللہ کی ہر مخلوق اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرتی ہے کہ وہ جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا ہے اس پر صلوٰۃ بھیجتی ہیں۔

یہاں تک کے سمندر کی مچھلیاں اور فضاؤں میں اڑنے والے پرندے بھی، آپ کی سلامتی کے لیے تو اللہ کی ساری مخلوق ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ مچھلیوں کو کیا پڑ گئی، پرندوں کو کیا پڑ گئی۔ تو ان کے لاشعور میں بھی اللہ نے یہ رکھا کہ یہ کائنات قائم ہے تو علم کی برکت سے قائم ہے۔ یہ کائنات قائم ہے تو علماء ربانیین کی وجہ سے قائم ہے۔ اس لیے اس کائنات کی بقاء کے لیے علمائے حق اور علمائے ربانیین کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے ان اداروں کا ہونا بہت ضروری ہے۔

ساتھ میں کرنل صاحب سے کہوں گا کہ ان کو اچھا stuff ملتا ہے۔ اچھے خاندانوں کے بچے ملتے ہیں۔ آپ matriculate لیں یا آپ اس کے ساتھ میٹرک اسکولوں کا نظام بھی قائم کریں۔ اب جو آنے والا وقت ہے ہمیں اس کی ضرورت بھی ہے۔ بہت سے ہمارے دوست سوچتے ہیں کہ میٹرک کر کے چلے جائیں گے، میں کہتا ہوں چلے جائیں۔ میٹرک کرتے کرتے کچھ تو دین آپ ان میں ڈال دیں گے نا!! وہ کسی بھی شعبے میں جائیں گے تو دین کے سپاہی بنیں گے۔ اس لیے اب دینی مدارس کے ساتھ جدید تعلیم کو جوڑنا اور مربوط کرنا یہ بہت ضروری ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ انگریزی لفظ نہ بولو، بولو تو صحیح بولو۔ جب پڑھے لکھے لوگوں میں آپ غلط انگریزی بولیں گے، تو پھر مذاق ہوتا ہے۔ آپ کے منہ پر نہیں کرتے تو اپنے دل میں کرتے ہیں اور اپنی مجلسوں میں کرتے ہیں۔

اب تو میں کہتا ہوں اللہ کے لیے جو پڑھتے ہو اس کو برتو بھی۔ یہ استاد لکھا ہوا تھا، آج ہی میں ایک کالم لکھ رہا تھا تو استاد کو میں نے لغت میں دیکھا، فارسی کا لفظ ہے لیکن اس کے معنے اچھے بھی ہیں، معلم خیر بھی ہے، لیکن جس طرح آپ کے ہاں ڈرائیور بھی استاد ہے، ورکشاپ کا مستری بھی استاد ہے، گانا سکھانے والا بھی استاد ہے، تو عربی لفظ جو ہے منقوط کے ساتھ "استاذ" ہے، وہ صرف معلم کے لیے آتا ہے۔ جس کی جمع اساتذہ ہے۔ اس لیے آپ کو یہ چیزیں سمجھنی چاہییں۔ علامہ مفتی شیر خان صاحب عظیم عالم ہیں، میں پنجاب میں آتا ہوں تعلیم میں نے بھی لاہور سے شروع کی ہے علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ لیکن میں آج تک طالب علم ہوں۔

بہت سی چیزیں میں نے آج دیکھی ہیں، سنیں، کافی اصلاح کی ضرورت ہے۔ وہ تو کبھی میں آؤں، ہمارے طلباء ہوں، ہمارے اساتذہ کرام ہوں تو ان سے ہم بات کریں۔ تو جو ہم پڑھتے ہیں اس کو برتنے کی بھی ضرورت ہے میرے عزیزو صرف یہ تو نہیں ہے کہ ہم نے گردان یاد کر لی اور

وہاں سے نکلے تو ایک گاؤں کا ان پڑھ اور ہم ایک جیسے ہو گئے۔

میں کالم لکھتا ہوں تو اس کے لیے بھی پڑھتا ہوں، کبھی ڈکشنری دیکھتا ہوں، کبھی کچھ کرتا ہوں، کبھی دوستوں سے معلومات کرتا ہوں۔ سیکھنے کی کوشش کرو۔ مطالعہ کو اپنے اوپر لازم کرلو۔ یہ روایتی تقریروں کا دور نہیں ہے، اب مہربانی کرو کہ قرآن سے جڑ جاؤ۔ قرآن سے ہمارا رشتہ ٹوٹا ہوا ہے۔ میں علماء سے کہتا ہوں کہ ایک رکوع قرآن کا روز ترجمے کے ساتھ، تفسیر کے ساتھ پڑھنا اپنے اوپر واجب قرار دے دو۔

اور جو آج فارغ التحصیل ہوئے ہیں، وہ یہ نہ سمجھیں کہ علامہ بن گئے ہیں۔ ہمارا جو نظام درسیات ہے یہ علامہ دہر نہیں بناتا۔ یہ اتنی قابلیت پیدا کرتا ہے کہ آپ کتاب پڑھ کر اس کو سمجھ سکیں۔ لہٰذا علامہ بننے کا سفر آپ کا آج سے شروع ہوگا۔ آپ نے خود پڑھنا ہوگا۔ یہ جو اردو میں لٹریچر آگیا ہے یہ دو دھاری تلوار ہے۔ ایک تو یہ عالم اور جاہل کا فرق مٹ گیا، یہ اس کا منفی پہلو ہے۔ مثبت یہ ہے کہ لوگوں کو دین سے آگہی ہوگئی۔ لیکن مہربانی کرو، تفسیر پڑھو۔ مساجد میں درس قرآن دو۔ یہاں سے لے کر دنیا میں کہیں چلے جاؤ، درس قرآن سے وہ لوگوں کو گھیر رہے ہیں۔ اور ہماری وہ روایتی تقریریں، نعروں والی جو ہمارے سامعین کو یاد ہوگئی ہیں۔ میرے ایک دوست کہنے لگے یو کے میں فلاں علامہ صاحب آئیں ہیں، چلیں تقریر سنتے ہیں۔ میں نے کہا کہ مجھے معلوم ہے۔ کہنے لگے آپ کو کیسے معلوم ہے؟ تو میں نے کہا تو پھر چلو۔ میں بیٹھ گیا، میں نے کہا اب حضرت یہ فرمائیں گے۔ حضرت نے وہی فرمایا۔ پھر فرمایا کہ حضرت یہ فرمائیں گے تو حضرت نے وہی فرمایا۔ تو میں نے ادارے کے جلسے میں کہا کہ اگر معراج النبی ﷺ کا موقع ہوگا تو وقت کے شیخ کل ہوں، شیخ التفسیر ہوں، شیخ الحدیث ہوں، خطیب الاعظم ہو، خطیب العصر ہو ایک مجھ جیسا کم علم ہو۔ موذن ہو، وہ بھی آ کر منبر پر بیٹھے آنکھیں ملتا ہوا کہ "سبحان" کا یہ نکتہ ہے، "الذی" کا یہ ہے، "اسراء" کا یہ ہے، "عبدہ" کا یہ ہے۔ لیکن اس سے کہیں کہ آپ خرید و فروخت کے مسائل بیان کریں تو دس کتابیں پڑھنی پڑھیں گی میرے عزیز! تو ہمیں پڑھنا پڑھتا ہے۔

کتاب سے رشتہ نہیں ہے، کیسٹ سے رشتہ ہے، تقریریں چھپی ہیں ان سے رشتہ ہے، یہ کون سا علم ہے؟ ایک صاحب کے جو معتقدین ہیں ان کی تقلید کا تو کمال ہے۔ جہاں حضرت نے مونچھوں کو ہاتھ لگایا تو وہ بھی لگائیں گے، جہاں حضرت نے داڑھی کو لگایا تو وہ بھی لگائیں گے، جہاں ٹشو لے کر اپنا لعاب صاف کیا تو وہ بھی کریں گے۔ ارے بھئی یہ کیا ہوگیا؟

اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں ہے۔

کان کلام رسول اللہ ﷺ کلام الیسمعه کل من سمعه ۔

کہ اللہ کے پیارے مصطفیٰ ﷺ کا کلام ایسا پیارا کلام تھا، ٹھہراؤ کے ساتھ، وقار کے ساتھ، متانت کے ساتھ کہ ایک ایک لفظ موتیوں کی طرح ہوتا تھا۔

اور ہر ایک کو بات سمجھ میں آجاتی تھی۔ انگریزی میں کہتے ہیں کہ even you can count every word۔ اگر میرے آقا ﷺ کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ آپ گننا چاہتے ہیں تو آپ گن سکتے ہیں، کائنات کا کوئی اور انسان آپ کو ملے گا کہ جس کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ آج تک محفوظ ہو؟

اور آج کیا ہے خطابت؟ اچھل کود کرنا، پسینے چھوٹ رہے ہیں، نا جانے کیا ہو رہا ہے؟ کیوں کے چھا جانا چاہتے ہیں ہم۔ آج چھا جانے کا زمانہ نہیں ہے، آج دل میں اترنے کا زمانہ ہے۔ آج کسی کو مبہوت کرنے کا زمانہ نہیں ہے، قائل کرنے کا زمانہ ہے۔ اور قائل کرنے کے لیے آپ کو جو آپ کے عہد کا مخاطب ہے پڑھا لکھا اس کا جو intelligence level ہے، ذہنی سطح ہے، اس کو سمجھنا ہو گا۔ اس کی اصطلاحات کو سمجھنا ہو گا۔ Terminology کو سمجھنا ہو گا۔

میرے عزیزو مطالعہ کرنا ہو گا۔ جو آج فارغ ہوئے ہیں ان کے استادوں کو چاہئے، میں علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی سے عرض کروں گا کہ کوئی کاپی رکھیں کہ یہ روزانہ یا کم از کم مہینے کے بعد یا چھ ماہ کے بعد آپ کو report کریں کہ انہوں نے کتنا قرآن سمجھ کے پڑھا؟ کتنے فضلاء ہیں، قرآن نکال کے رکھیں ترجمہ نہیں کر پائیں گے۔ اس لیے یہ بہت اچھا اجتماع ہے۔

میں نے قبلہ کرنل ڈاکٹر محمد سرفراز صاحب سے کہا تھا کہ میری باتیں مجذوبانہ ہوتی ہیں، لوگوں کو خوش کرنے کی نہیں ہوتیں۔ میرے دل میں جو درد ہے مجھے وہ منتقل کرنا ہوتا ہے، وہ بیان کرنا ہوتا ہے۔ اور وہ آج کل popular نہیں ہے! زمانہ popular تقریروں کا ہے، نعت خوانوں کے سامنے اچھلنے کا زمانہ ہے۔

ابھی میں نے کہا کہ یہ حجۃ الوداع، جمعۃ الوداع کا کتنا کلچر پیدا کر دیا گیا، کدھر سے آ گیا؟ اور توبہ کیا ہوگئی ہے؟ نعت خواں کو بٹھا دو جلسے میں، میری توبہ قبول ہو، میری توبہ قبول ہو۔ توبہ

ہوگئی!! یہ مذاق ہے توبہ کا!! یہ توہین ہے توبہ کی۔ یہ کون سی توبہ ہے؟ توبہ کا incentive تو انسان کے اندر سے پیدا ہوتا ہے۔ انسان کی روح وقلب سے پیدا ہوتا ہے کہ اپنے گناہوں، ماضی کی زندگی کا جائزہ لو، اپنے گناہوں کو تصور میں لاؤ، پھر اقرار جرم کرو، پھر اس پر نادم ہو جاؤ، پھر اللہ سے معافی مانگو، پھر شریعت کے مطابق اس کی تلافی کرو، پھر آئندہ اللہ سے پیمان وفا باندھو کہ یہ گناہ نہیں کرو گے، پھر اس سے توفیق طلب کرو کہ یہ میرے بس کی بات نہیں ہے جب تک تیرا فضل شامل حال نہ ہو۔ اب یہ کام بھی ہم نے نعت خوانوں کے حوالے کر دیا ہے۔ یعنی قوم کو easy going پر لگا دیا۔ یہ راستہ نہیں ہے میرے عزیزو!! یہ اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں سکھایا۔ یہ دین نہیں ہے۔ یہ اکابر امت نے نہیں سکھایا۔ جن اولیاء کرام سے نسبتیں جوڑتے ہو انہوں نے نہیں سکھایا۔ قوم کو صحیح راستہ بتاؤ۔

یہ ساری ذمہ داری علماء پر آتی ہے۔ آج کل مجھے نعت خواں کہتے ہیں آپ نے تو ہماری ریڑھ لگا دی ہے، مولویوں کی بھی خبر لو!! واعظوں کی بھی!! تو میں نے کہا اب ان کی باری ہے۔ کیا کروں میں؟ مجھے بتائیں!! ہم نے مرنا ہے، اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔ ہم سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے کلمہ حق پہنچانے کا فریضہ ادا کیا؟ تو اگر ہم سرمایہ داروں کو اب کیا یہ شعر سیٹھ صاحب کی نظر، یہ شعر چودھری صاحب کی نظر، یہ شعر میر صاحب کی نظر، پیر صاحب کی نظر تو اللہ اور رسول ﷺ کہاں سے آئے گا؟ نوٹ تو ادھر سے آنا ہے۔

اس لیے اس طرح کے تربیتی نظام ہونے چاہئیں۔ اس کی تحسین کرتا ہوں۔ ڈاکٹر کرنل سرفراز صاحب، fighting soldier نہیں تھے۔ ٹینک چلانے والے نہیں تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ Paeds کے cardiac specialist، بچوں کے دل کے جو سرجن ہوتے ہیں۔ ایسے ماہرین جو بہت کم پاکستان میں پائے جاتے ہیں یہ اس شعبے کے تھے۔ اور یہ جب اس سلسلے میں آئے تو نیچے یونیفارم اور اوپر پگڑی باندھ کر بیٹھتے تھے تو فوجیوں نے کہا کہ بھئی یہ پگڑی ہماری یونیفارم کے ساتھ چل نہیں سکتی، تو انہوں نے کہا یہ پگڑی نہیں چل سکتی تو آپ کا یونیفارم بھی آپ کو مبارک ہو۔ تو چھوڑ کے دین کی طرف آ گئے۔ یہ دل کے ڈاکٹر ہیں۔ پہلے ہمارے ہاں قرآن میں تعقل کے لیے قلب آیا، نفس آیا، فواد آیا، تعقل آیا، اور سائنسدان کہتے تھے کہ تعقل کا تعلق دماغ سے ہے دل سے نہیں ہے کیوں کے یہ ایک پمپنگ مشین ہے اور ان کو اعضائے رئیسہ کہتے ہیں۔ دماغ کا پورے وجود پر کنٹرول ہے لیکن دل پر نہیں ہے، اس لیے دماغ مفلوج ہو جائے تو حواس کام نہیں کرتے کوئی چیز کام نہیں کرتی مگر

دل کام کر رہا ہوتا ہے۔ تو اب دو سال پہلے آپ تو لطائف بیان کرتے رہتے ہیں قلب کے۔ کینڈین ڈاکٹرز نے بتایا کہ دل میں بھی تعقل ایک درجے کا موجود ہے۔ تو میں صوفیاء کو سلام کرتا ہوں۔ کہ بہت پہلے انہوں نے ان لطائف کی بات کی، اور اس چیز کو سمجھا، تو جیسے جیسے وقت گزرتا چلا جائے گا سائنس قرآنی حقائق کی تصدیق کرتی چلی جائے گی۔

میں نے آپ کا بہت وقت لے لیا۔ اور معذرت چاہتا ہوں، آپ کے لیے میری دعائیں۔ خاص طور پر ان طلباء کے لیے، اللہ ان کی جوانیاں سلامت رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے، اللہ ان کو اپنے دین کا سپاہی بنائے، اللہ ان کی برکات سے ماں باپ کو، پورے معاشرے کو اللہ تعالیٰ نورانی فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ہم کو دین کی صحیح فہم اور دین پر استقامت نصیب فرمائے۔ اور ہمارے بزرگوں کا فیض اسی طرح جاری و ساری رہے۔

اور ہمارے ڈاکٹر سرفراز صاحب نے بہت بڑا یہ مرکز بنایا ہے میں ان سے کہوں گا کہ ایک بڑا مرکز جی ٹی روڈ کے قریب آپ کہیں بنائیں کہ جب کبھی ہم گزریں اور ایسا عالی شان دیکھیں تو ہماری روح کو سرور نصیب ہو جائے۔

نسبت کی بہاریں روحانی انقلاب کا ذریعہ

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت میاں محمد حنفی سیفی

۔۔۔کا۔۔۔ ۱۷ جولائی ۲۰۱۶ کو خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم اسلام آباد میں کانفرنس "علم، باعث شرف انسانیت" سے خطاب ذیشان

ہم بیان والے نہیں ہیں ہم تو نظر والے ہیں۔لوگوں کے چہروں پر داڑھی کی سنت رسول ا بیان وتقریر سے نہیں آتی بلکہ یہ سب ایک ہستی کامل میرے لجپال مرشد حضرت مجدد زماں حضرت آخوند زادہ سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کے فیض کا نتیجہ ہے کہ جن کی نسبت سے ہم وابستہ ہیں۔

میں اس کرم کے کہاں تھا قابل حضور کی بندہ پروری ہے

یہ قانون ہے کہ جس کا کام اسی کو ساجھے۔جو گاڑی چلانے کا ماہر ہے اس کو کہا جائے کہ وہ گاڑی چلائے اور جو گاڑی بنانے کا ماہر ہے اس کو کہا جائے کہ گاڑی بنائے۔ہر بندہ اپنی قابلیت کے مطابق ہی کام کرسکتا ہے۔

آج ظاہری علم پر تقریر کرنے والے تو وہابی بھی ہیں۔لیکن باطن کی تقریر کرنے والا کوئی نظر والا ہو تو بات بنتی ہے۔کاش اعتراض والے ایک مرتبہ میرے مرشد کامل کو دیکھ لیتے تو ان کے اوپر شریعت ازخود نافذ ہو جاتی۔داڑھی بھی آجاتی اور دستار بھی پہن لیتا۔یہی نہیں بلکہ ساری دنیا سے آنے والے جب میرے پیر و مرشد حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک نظر دیکھ لیتے تو مسلمان ہو جاتے۔

یہ سب پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی وجہ سے ہو رہا ہے۔اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں۔ہم تو پہلے بھی نمازیں پڑھتے تھے۔لیکن نسبت سے پہلے نمازیں اور تھیں اور اب اور۔

جیسے پنکھے کو ہی دیکھ لو۔اس میں کوئی طاقت ہے جو اس کو چلا رہی ہے۔اسی طرح انسان کے اندر بھی روح موجود ہے جو اس کے جسم کو چلاتی ہے۔روح نکل جائے تو صرف مٹی کی ڈھیری

ہے۔روح کی غذا اللہ کاذکر ہے۔اور اس ذکر کا بھی ایک قاعدہ قانون اور طریقہ ہے۔

جس طرح تجوید پڑھنے والے سے پوچھو کہ اب کیافرق ہے تو وہ کہہ اٹھتا ہے کہ پہلے جب تجوید نہیں جانتا تھا اور اب تجوید کے ساتھ پڑھنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔اسی طرح جب تک اِس دل کو صحیح طریقے سے ذکر نہ کروایا جائے تو اس کو بھی سمجھ نہیں آسکتی کہ یہ لطائف کا ذکر کیا نعمت ہے۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے   مردہ دل کیا خاک جیا کرتے ہیں

آج ہر کوئی تقریر کا اہل نہیں۔ظاہری علم پڑھ کر مولوی صاحب نے تقریر کا ہنر سیکھا تو وہ اس کے ماہر ہوئے۔کوئی گاڑی بنانے کا ہنر سیکھتا ہے تو وہ اس کا اہل ہو جاتا ہے۔خالی زبانی تقریروں سے تو لوگ قائل نہیں ہوا کرتے لیکن آج کل تو لوگوں نے دوکانداری بنالی ہے۔

ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس کوئی بندہ آئے اور اس کا ظاہر باطن، عادتیں تبدیل نہ ہوں تو اس کے مرید ہونے کا کیا فائدہ۔دیکھو! گاڑی اگر خراب ہو جائے تو خود مالک سے تو ٹھیک نہیں ہوتی۔گاڑی ٹھیک کرنے والا ہی اس کو ٹھیک کر سکتا ہے۔مالک خود نہیں کر سکتا اُسے کسی ماہر کے پاس جانا پڑتا ہے۔

تو اے بندے!

تجھے کیا معلوم کہ تیری زندگی کی گاڑی ٹھیک جارہی ہے؟

کیا کبھی کسی کو چیک کروائی ہے؟

گاڑی کی الائنمنٹ تھوڑی سی آؤٹ ہو جائے تو ڈرائیور خطرے میں پڑ جاتا ہے۔سواریوں کو کیا معلوم ان تکنیکی خرابیوں کا۔ڈرائیور بھی الائنمنٹ درست کروانے کسی کاریگر کے پاس جاتا ہے۔جو اسے بتاتا ہے اور ٹھیک کر کے دیتا ہے۔

اے انسان!

تیری بھی الائنمنٹ آؤٹ ہو تو تُو کیسے صراط مستقیم پر چلے گا؟

ایک ہے طبیعت کی شریعت اور ایک ہے شریعت کی طبیعت۔شریعت خدا اور اس کے رسول ﷺ کا قانون ہے۔میں سوچتا ہوں کہ ہمارا رب بھی سچا اور ہم نے کسی بت کو تو رب نہیں مانا، ہمارا رسول ﷺ بھی سچا، قرآن اور ہمارا دین اسلام بھی سچا۔سب کچھ جب سچا ہے تو ہم مار کیوں کھا رہے ہیں۔مار اس لئے کھا رہے ہیں کہ ہم اناڑی ہیں۔جس طرح ڈرائیور ادھورا کام جانتا ہے۔مثلاً اشارے

نہیں سمجھتا ہو لیکن گاڑی چلائے پھرتا ہو تو وہ اناڑی ہے یا مکمل ڈرائیور؟ یقیناً اناڑی ہی ہوگا کیونکہ مکمل تو تب ہوگا جب ڈرائیونگ کے قانون بھی جانے، اشارے بھی جانے۔ یعنی مکمل علم رکھتا ہو۔

اسی طرح آج مسلمان بھی اناڑی ہے۔ آدھا کام کرتا ہے اور آدھا نہیں۔ وہ کیسے؟

حضور ﷺ دو تعلیم لے کر آئے۔ ایک قیل وقال والی اور دوسری حال والی۔ ایک کا تعلق زبان سے ہے اور دوسری کا تعلق قلب سے ہے۔ جیسے رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے:

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَاكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ. وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَتِلْكَ حُجَّةُ اللهِ عَلٰى عِبَادِهِ

علم دو قسم کے ہیں ایک علم قلب سے تعلق رکھتا ہے تو یہی علم نافع ہے اور ایک علم زبان سے تعلق رکھتا ہے تو یہ اللہ کی حجت ہے اپنے بندہ پر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

زبان والی تعلیم تو ہر بندہ سمجھ سکتا ہے۔ لیکن قلب کی تعلیم کیلئے بھی کوئی استاد ہوتا ہے۔ اگر قیل وقال کے ساتھ حال کی تعلیم نہ لی تو پھر ایسے بندے کی مثال اناڑی ڈرائیور کی طرح ہے۔

حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

تسبیح پھری پر دل نہ پھریا، کی ملیا تسبیح پھڑ کے ہو
علم پڑھیا پر ادب نہ سکھیا، کی کیتا علم نوں پڑھ کے ہو
چلے کٹے تے کجھ نہ کھٹیا کی، لیناں چلیاں وڑ کے ہو
جاگ بنا دودھ جمدے ناہیں، بھاویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ہو

ایک مرتبہ ہمارا ایک خلیفہ بیان کرنے کھڑا ہوا تو ایک مولانا صاحب بیٹھے تھے وہ بولے۔ یہ کیوں بیان کر رہا ہے یہ کوئی مولوی تو نہیں۔ تھوڑی دیر بعد پھر ایک علامہ صاحب آئے تو وہی مولانا بولے کہ ہاں! یہ بیان کرے کیونکہ یہ تو مولانا ہے۔ اس مولانا کیلئے بس ظاہری علم کی ہی اہمیت تھی تو اس نے اس پہلے والے خلیفہ (جو کہ علم باطن کا عالم تھا) کی تقریر پر اعتراض کر دیا۔ اسی طرح دیکھو! تجوید پڑھا ہوا بندہ دوسرے مولانا پر اعتراض کرتا ہے کہ وہ اتنا علم حاصل کر کے بھی قرآن درست نہیں پڑھ رہا۔ کیونکہ تجوید والے نے تجوید پڑھی ہے اسے ہی صحیح الفاظ کی ادائیگی کا پتہ ہے۔

ایک مرتبہ کچھ مولوی حضرات میرے پاس آئے اور مجھے دین کی دعوت دینے لگے۔ میں نے انہیں کہا کہ اگر آپ محسوس نہ کریں تو مجھے آپ کے اندر ایک کمی نظر آتی ہے۔ انہوں نے حیرانگی سے

پوچھا کہ وہ کس طرح۔ میں نے کہا کہ جس طرح فارسی نہ جاننے والا فارسی نہیں پڑھا سکتا اسی طرح جس نے طریقت کے اسباق (جیسا کہ حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم فرمائی) اگر کسی پیر یا شیخ کو معلوم نہیں تو وہ کیسے کامل پیر یا شیخ ہو سکتا ہے۔ یعنی جس نے جو پڑھا ہے وہی وہ کام بھی کر سکتا ہے۔

جان لو! دودھ کے اندر گھی موجود ہے۔ باہر سے نہیں آیا۔

مکھن دودھ دے اندر ہوندا ایویں نظر نہ آوے اوندا نظر اوسے نوں محمد جیہڑا اندر جھاتی پاوے

سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اے تن میرا رب سچے دا حجرہ وچہ پا فقیرا جھاتی ہو ناں کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ہو

یہ حجرہ تب ہی آباد ہوگا جب کسی کامل کی نظر پڑے گی۔

غور کریں!

ہندو اپنے پنڈت کی بات مانتا ہے۔ سکھ اپنے گرو کی بات مانتا ہے۔ عیسائی اپنے پادری کی بات مانتا ہے۔

لیکن ہم کس کی مان رہے ہیں۔ کبھی سوچا؟

اگر ہم بھی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ماننا شروع کر دیں تو انقلاب آجائے۔

آج لوگ لالچ میں پڑے ہوئے ہیں اور مدرسے بناتے ہیں۔ لیکن لوگ تبدیل نہیں ہوتے۔ ظاہری علم کے سوالوں کے جواب دینے کیلئے تو لوگ علم پڑھ رہے ہیں لیکن علم باطن کا سوال کرو تو اس کا جواب دینے کیلئے آج علماء قاصر ہیں۔ کیونکہ اللہ والوں کی صحبت سے، جو محروم ہیں۔

ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو مانتے ہیں لیکن نبی ا کی نہیں مانتے۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا کہ داڑھیاں رکھو مونچھیں پست کرو۔ لیکن ہم داڑھیاں پست کرتے ہیں اور مونچھیں بڑھاتے ہیں۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا بیٹھ کر کھاؤ لیکن ہم کھڑے ہو کر کھاتے ہیں۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہتر مسجد ہے بدتر بازار ہے۔ لیکن ہم اس کا بھی الٹ کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ نافرمانیاں کر کے کہتے ہیں کہ برکت نہیں ہوتی۔

اللہ والوں کے آستانے دیکھو کہ وہاں برکتیں ہیں برکتیں برستی ہیں۔ الحمد للہ! آج لنگر سے روزانہ ہزاروں بندے کھانا کھاتے ہے۔ یہ میرے نبی ا کی برکت و صدقہ ہے۔ میرے لجپال مرشد حضرت سیف الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ جیسے ایک ولی کامل کی نظر کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو سمجھ والا بنائے۔

"علم۔ باعثِ شرفِ انسانیت" کانفرنس

(منعقدہ ۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء۔ خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول شریف۔ اسلام آباد)

اعلامیہ و اہم نکات

صاحبزادہ ڈاکٹر محمد عمر فراز محمدی سیفی

سامعین beginning of time سے پہلے جب اس کائناتِ ہست و بود میں کچھ بھی نہ تھا، جب یہ زمین کی دلفریب رعنائیوں اور افلاک کی دلکش وسعتوں سے مزین عالم رنگ و بو ابھی صفحۂ ہستی پر نہ ابھرا تھا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابھی نظام کن فیکون کا اجرا بھی نہ ہوا تھا۔ اس وقت کوئی مخلوق نہ تھی، فقط ایک خالق کی ذات تھی۔

اس وحدہٗ لاشریک ذات نے اپنی پہچان کے لئے، اپنی قدرت کے اظہار کے لئے بے کراں وسعتوں والی یہ کائناتِ آب و گل بنا ڈالی۔ اس کو ان گنت نعمتوں اور لاتعداد مخلوقات پیدا کیں۔

اب ان تمام تر مخلوقات میں جب اپنا خلیفہ مقرر کرنے کا شرف بخشا تو انسان کو۔

وَ؟ن؟ تَعُدّوا نِع ؟مَتَ اللہِ لَا تُحۡ؟صُوا هَا (سورۂ نمل)

ذرا غور کیجئے گا، اس مٹی گارے سے بنے ہوئے پتلے میں ایسا کون سا وصف تھا جس نے اسے اتنی ان گنت مخلوقات سے ممتاز کر دیا۔ اس کا ذکر ربِ کائنات نے خود اپنے کلام میں فرمایا،

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ (سورۂ بقرۂ آیت: ۳۱) پھر اشرف المخلوقات کے مقام پر مہر ثبت کرنے کے لئے رب کریم نے تمام ملائکہ اور ان کے سردار ابلیس سمیت سب کو سجدہ تعظیم بجا لانے کا حکم دیا۔ فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ۙ﴿۳۰﴾ (سورہ الحجر آیت: ۳۰) ابلیس نے فوراً انکار کیا، قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ ۚ خَلَقۡتَنِىۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ ﴿۱۲﴾

(سورۂ اعراف آیت ۱۲)

مگر خالق کائنات نے چونکہ اپنے حبیب ﷺ کو لبادہ بشریت میں بھجنا تھا تو وہ اتنا مائل بہ کرم تھا کہ اس حال میں بھی کوئی کمی نہ رہنے دی، علم کی روشنی، علم کے نور سے مزین کرتے ہوئے شرف

عطا کر دیا۔

علم کی تاثیر اور شرفیت تو تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت سے ہی ظاہر ہو گئی تھی جب مشیت ایزدی کے تحت آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا گیا تو علم کی شرفیت اور جہل کی شر مزید واضح ہو گئی۔ علم کے نور سے مشرف اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم کے نور نے تواضع اور انکساری سے ایسا مزین کر دیا تھا کہ اپنی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی کوئی توجیح یا صفائی نہ پیش کی بلکہ ربنا ظلمنا انفسنا کہہ کر رب کی رحمت سمیٹ لی اور دوسری طرف ابلیس کو اس کے کبر نے ایسی شر میں مبتلا کیا کہ وہ قیامت تک ہمیشہ کے لئے مردود ٹھہرا۔

علم، اس کے حصول اور تعلیم و تربیت کے لئے تین بنیادی عوامل کردار ادا کرتے ہیں۔

۱۔استاد ۲۔طالب علم ۳۔ذریعۂ تعلیم

ان تینوں عوامل کا اپنے اپنے انداز میں کامل ہونا بہت ضروری ہے۔

یہ ایک قاعدہ ہے کہ کسی بھی چیز کی تاثیر صرف تب ظاہر ہوتی ہے جب وہ اپنی تمام attributes کے ساتھ مکمل ہو۔ روز مرہ کی زندگی سے ایک مثال چائے کی ہی لے لیجئے، چائے اگر اپنے تمام تر ingredients یعنی پتی، دودھ، پانی، چینی وغیرہ کے ساتھ اور prescribed طریقہ کے مطابق بنائی جائے تو صرف تب ہی اس کی تاثیر یعنی خوشبو، ذائقہ اور طبیعت کی شادابی ظاہر ہوگی۔

اسی طرح علم کی تاثیر شرفیت صرف تب ظاہر ہوگی جب یہ تینوں عوامل کامل شکل میں اپنے تمام تر خصائص کے ساتھ مکمل ہوں۔

سامعین آئیے ذرا اس زمانے کی بات کرتے ہیں جب علم اور شرفیت اپنے معراج پر تھے۔ جب یہ تینوں عوامل کامل و اکمل ترین حیثیت میں موجود تھے۔

استاد تھا تو معلم کائنات، ہادی دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا ہر صفت میں یکتا و بے مثل۔

طالب علم تھے تو رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی صفت سے متصف صحابہ کرام۔ ذریعہ تعلیم تھا تو وہ بھی ایسا 3-Dimentional جو قرآن کے اسلوب کے عین مطابق تھا۔

استاد:

ذرا استاد کو دیکھیں کے اللہ نے کیسی کامل ہستی عطا کی تھی۔ اعلان نبوت سے پہلے ہی صادق

اور امین کے لقب سے پہچانے جانے والی وہ ذات مبارکہ کسی بھی رہبر و رہنما کے لئے اعلیٰ اور مکمل نمونہ تھی، جو ایک دفعہ نگاہ ڈال لیتا، دل نچھاور کئے بغیر نہ رہ سکتا۔ آپ خلق عظیم کے بارے میں سیدہ اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کان خلق القران۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن و کمال کا ایسا مرقع تھے کہ جو ایک نظر دیکھ لیتا محبت کی نگاہ ڈال لیتا تو دل نچھاور کئے بغیر نہ رہ سکتا۔ آپ کے کردار و صفات کو الفاظ کے گھیرے میں لینا کسی انسان کے بس کی بات ہی نہیں۔

ہم میں ان کی ثنا کا سلیقہ کہاں ان کا مدح سرا خالق کل جہاں

فرمایا گیا:

انك لعلى خلق عظيم ۔ وما ارسلنك الا رحمة للعالمين

الم نشرح لك صدرك و رفعنا لك ذكرك

ارے میں تو:

آیتوں سے ملاتا رہا آیتیں پھر جو دیکھا تو نعتِ نبی بن گئی

قرآن کے لفظ لفظ سے جو پھوٹے روشنی اس میں تمام رنگ میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں

کامل استاد کی ایک اور صفت اپنے subject اور علم پر مکمل دسترس اور آگاہی ہے۔ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تو خالق دو جہاں نے خود فرما دیا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط (سورہ النساء آیت: ۱۱۳)

Ideal Teacher کی ذات کا ایک پہلو یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ طالب علم کے لئے ہمیشہ بھلا چاہنے والا ہوتا ہے۔ وہ تو اپنے شاگرد کو علم کے نور و روشنی سے مزین ہی اس لئے کرتا ہے تاکہ وہ فلاح پا جائے۔ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں کامل استاد کی یہ صفت بھی جوبن پر تھی۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورۃ التوبہ: ۱۲۸)

اللّٰھم امتی امتی پکار پکار کر امت کے غم میں رب سے فریاد کرنے والے میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو محشر کے سخت ترین دن بھی امت کو نہ بھولیں گے۔ اس فیصلے کی گھڑی میں جب ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہوگا:

وہ پاک دل کہ نہیں جس کو اپنا اندیشہ ہجوم فکر و تردد میں گھر گیا ہوگا
کوئی قریب ترازو کوئی لب کوثر کوئی صراط پہ ان کو پکارتا ہو
کوئی کہے گا دہائی ہے یا رسول اللہ ﷺ کوئی تھام کے دامن مچل گیا ہوگا
کہیں گے اور نبی اذھبوا الی غیری میرے حضور ﷺ کے لب پر انا لھا ہوگا

جب معلم کامل ہوتو طلباء بھی کامل ہی بنتے ہیں، غور کیجئے گا جب ideal, teacher ہوتو students بھی ideal ہی بنتے ہیں۔ معلم کائنات ﷺ کی نگاہِ نور سے فیض یافتہ تلامذہ بھی کامل اور اکمل ترین تھے۔

:Ideal Students

ذرا اصحابِ رسول ﷺ کی زندگیوں پر نظر ڈالیں، ان طالباں نے اخلاص ومحبت، ادب وتوقیر اور اتباع کی انتہا کر کے معلم کائنات ﷺ سے علم کا ایسا نور حاصل کیا جو انہیں کامل بندگی اور درجہ احسان عطا کر گیا تھا۔ تمام اخلاقی محاسن اور انسانی اقداران میں اپنے عروج پر تھیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ تعلق کی بات ہو تو رضی اللہ تعالی عنھم و رضو عنہ کہ کر، آپس میں معاشرتی روابط کی بات ہو تو رحماء بینھم کہ کر رب کریم نے خود ان کو قبولیت کی سند بخش دی۔

ذریعہ تعلیم:

یہ علم ونور معلم کائنات ﷺ سے ان ideal students میں کیسے inculcate کرتے ہیں، چلتے ہیں اس ذریعہ تعلیم کی طرف۔

انسانیت کی راہنمائی کے لئے اللہ نے اپنا کلام پاک بھیجا۔ قرآن پاک جس میں ہر خشک وتر کا علم ہے۔ یہ قرآن مبارک نازل بھی ہوا تو قلب مصطفی ﷺ پر۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۝ عَلَىٰ قَلْبِكَ (سورۂ شعرا: ۱۹۳۔۱۹۴)

گویا کہ علم اپنی اصل ماہیت میں الفاظ کے ساتھ ساتھ نور بھی ہے۔ اور اس کا ذریعہ تعلیم بھی نور ہی ہے۔ Ideal teacher نے سارے Syllabus یعنی قرآن کی تعلیم بھی کیا خوب 3-Dimentional way میں دی۔

يَتْلُوا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۃ بقرہ:۱۵۱)

اور معلم کائنات ﷺ نے احکاماتِ خدا ہی نہیں بتائے بلکہ انہیں اپنی علم وحکمت سمیت نور کی شکل میں تصفیہ قلب فرما کر ساتھ قلوب واذہان کا حصہ بنا دیا تھا۔

گویا کہ اصل طریقہ تعلیم يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ تک محدود نہ تھا بلکہ یزکیھم اس طریقہ کا integral part تھا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث مروی ہے: العلم علمان فعلم فی القلب فذالك العلم النافع و علم علی اللسان فذالك حجة الله علی بنی آدم

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: علم کثرت روایات کا نام نہیں ۔۔۔۔۔ یہ تو وہ نور ہے۔ جو دلوں کی کایا پلٹ دے۔ بندگی میں ڈھال دے۔ معلم کائنات کے نور نے کیا خوب تربیت فرمائی تھا قربان جاؤں اس انداز تربیت پر کہ نگاہوں ہی نگاہوں سے پہلے دل کی کھیتی سے غیر سے تعلق کی جڑی بوٹیاں نکالیں پھر اپنی ذات سے محبت والے تعلق کا انمول بیج بو دیا۔ حضور ﷺ کی سنگت نے محبت کیا اس پودے کو ایسے تناور درخت کی شکل دے دی کہ حدیبیہ میں آنے والے ایلچی نے بھی اس درخت کی ٹھنڈی چھاؤں محسوس کر لی اور واپس جا کر پکار اٹھا کہ تم محمد ﷺ کے غلاموں کا راستہ نہ روک سکو گے۔

آپ ﷺ کا ہر صحابی رضی اللہ عنہ عشقِ رسول ﷺ سے سرشار اور سنت مبارکہ پر پوری طرح کاربند تھا، تقویٰ اور خشیت الٰہی سے مزین تھا اور اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کے مصداق شرف و عزت والا تھا۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ ساری دنیا مسلمانوں کے سامنے سرنگوں تھی۔ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ان کے نام سے لرزتی تھیں۔ جس طرف قدم بڑھاتے، فتح و کامرانی سے ہمکنار ہوتے۔ کامیابی قدم چومتی، عزت ان کی باندی تھی، شان و شوکت ان کی کنیز، رعب و دبدبہ ان کا غلام، حکومت ان کی مملوک غرضیکہ دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہ تھی جو غلامیِ مصطفیٰ ﷺ کے صدقے انہیں حاصل نہ ہو۔ یہ بات بات پر قال اللہ و قال رسول اللہ ﷺ کی رٹ نا کر دنیا پر چھا جاتے ہیں اور وہ کر دکھاتے ہیں جو ان سے ہونا ناممکن لگے۔

یہ کمال عرب کے ان بدوؤں کا نہ تھا۔ وہ تو سب تاریکی، ضلالت، جہالت و گمراہی میں ڈوبے ہوئے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی اور ان پر روح محمدی ﷺ کا سایہ پڑ گیا۔ نورِ محمدی

ﷺ نے ان کے قلوب واذہان کو علم نافع دے کر ایمان وعشق کی ایسی لگام ڈالی کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ خستہ حال قوم عزوشرف والی بن گئی۔ وہ عمر رضی اللہ عنہ جن سے اس حصول علم سے قبل اونٹ بھی نہیں چرائے جاتے تھے، نورعلم وایمان کی بدولت لاکھ ۲۲ مربع میل پر قائم اسلامی مملکت کے ایسے کامیاب سربراہ بنی کہ ان کے بنائے ہوئے اصولِ جہانبانی کا آج بھی ترقی یافتہ ممالک کی ترقی میں کلیدی کردار ہے۔

اگر آج ہم اس So Called ترقی یافتہ جدید دور کی Best Possible انسانی اقدار کو جمع کرلیں چاہے وہ اجتماعی ہو یا انفرادی، سیاسی ہو یا سماجی، معاشی ہو یا معاشرتی معلم کائنات ﷺ کی نگاہ نور سے تربیت پانے والا ہر صحابی ان تمام سے بلندتر دکھائی دیتا ہے۔

محبت مصطفیٰ ﷺ اور غلامی رسول ﷺ کی بدولت جب یہ کامل واکمل علم، علم نافع کے حامل تھے تو عزوشرف والے تھے۔ ساری دنیا ان کے قبضہ اقتدار میں تھی۔ وہ خدا کے سامنے سرنگوں تھے تو سارا عالم ان کے آگے سرخمیدہ تھا مگر جب مسلمانوں نے خداشناسی کے ذریعے، معلم کائنات ﷺ کے طریقے کو چھوڑا، ان کا اللہ کے سامنے حقیقی معنوں میں سر کا جھکنا چھوٹ گیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ آج وہی مسلمان دنیا کی ذلیل ترین قوموں کے آگے سرنگوں ہیں۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

عمل کا فقدان: Effects of Decreased Quality:

آج ہمارے ہاں اساتذہ ومساجد ومدارس تو بہت ہیں۔ millions میں طلباء بھی فارغ التحصیل ہوتے ہیں لیکن معاشرے پر اثرات نظر نہیں آتے۔ دین ہم سے اور ہم دین سے شرمندہ نظر آتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ آج ہم حقیقی علم کے نور سے بے بہرہ ہیں۔ ہمیں حکم خدا معلوم تو ہے لیکن یہ ہماری طبیعتوں کا حصہ نہیں بنتا۔ شریعت مطہرہ، حکمِ خدا یا سنت رسول ﷺ کی جو بات ہمیں suit کرتی ہے، طبیعت سے مطابقت رکھتی ہے، نفس کو پسند آتی ہے وہ تو عمل میں آجاتی ہے اور جس حکم پر دل مائل نہ ہو، وہ ہمیں حکم خدا ہی نہیں لگتا گویا کہ ہمارے نیک کام عادات تو ہیں لیکن عبادات نہیں۔

جبکہ دوسری طرف معلم کائنات ﷺ کی ذات مبارکہ سے حقیقی علم اور اس کے نور سے مزین دلوں کی حالت تو دیکھئے وہ کس طرح مائل بہ اطاعت تھے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کیسا قلبی تعلق تھا۔ بات تو ساری اس تعلق کی گہرائی تھی، محبت واخلاص کی تھی۔ علم الاخلاص نے محبت کو کامل کیا۔

محبت کامل ہو تو محبوب کی بات سے اعراض بھلا کیونکر ممکن ہے اور محبوب ﷺ بھی ایسا کہ جس کی بات تو وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اللہ و رسولہ احق یرضو۔ انہیں ادراک تھا کہ النبی اولی بالمومنین من انفسھم

رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان: لا یومن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ و الناس اجمعین ان کی طبیعتوں میں رچ بس گیا تھا۔ اس کی وجہ سے ان کے دل، ان کی طبیعتیں اور ان کے نفوس اللہ سے ڈر اور محبت میں آ چکے تھے۔ ان کو شرف مل چکا تھا۔ تقویٰ مل گیا تھا۔ اور دلوں کا یہ تقویٰ ہی اللہ کے نزدیک اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کے مصداق عزوشرف و کامیابی کا ذریعہ ہے۔

ہم میں کمی ہے امام انسانیت ﷺ کے ساتھ محبت والے تعلق کی، ہم میں کمی ہے علم نافع کی جس کی وجہ سے، ہم تقویٰ سے دور ہیں اور اللہ کے ہاں عزوشرف سے محروم ہیں۔

حیدری فقر ہے نہ دولتِ عثمانی ہے
ہم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے

ہم ہیں آپس میں غضبناک، وہ آپس میں رحیم
ہم خطا کار و خطا بین، وہ خطا پوش و کریم

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

اتحاد کا فقدان:

کسی بھی مہذب اور ترقی یافتہ معاشرے کی تشکیل میں اجتماعیت اور اتحاد کا پہلو اہمیت کا حامل ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے مبارک ظاہری زمانے میں اجتماعیت اور اتحادِ امت اپنے عروج پر نظر آتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے اخوت و اتحاد کی صرف زبانی دعوت نہیں دی تھی بلکہ عملاً کر کے دکھایا تھا اور وہ بھی اس منتشر معاشرے میں کر کے دکھایا تھا جس میں tolerance اور patience نامی کوئی چیز نہ تھی۔ قبائلی آویزش اور ذرہ ذرہ سی بات پر جھگڑے برسوں چلتے رہتے تھے۔ کہیں پانی پینے پلانے پر تو کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پر جھگڑے۔ اوس اور خزرج تو قبائلی دشمنی اور لڑائی میں مشہور تھے۔ ان کا معلم کائنات ﷺ کی تعلیم و تربیت کے زیرِ اثر شیر و شکر ہو جانا اور اس کے بعد مواخاتِ مدینہ کی روح پرور مثال ہمارے سامنے ہے کہ کیسے وہ Intolerant معاشرہ اخوت اور اتحاد کا اعلیٰ

ترین نمونہ بن گیا تھا۔ایسا نمونہ کہ جب ایک گھس بیٹھیے نے اوس اور خزرج کے مابین فتنہ سلگانے کی کوشش کی تو اللہ نے فوراً اپنا پیغام نازل فرما دیا: وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (آل عمران: ۱۰۳)

نتیجتاً وہ مائل بہ عطا لوگ وہ معلم کائنات ﷺ کے نورِ نگاہ سے فیض یافتہ لوگ المؤمن للمؤمن کالبنیان یشدُّ بعضہ‌بعضاً کا عملی نمونہ بن گئے تھے۔

مبتلا درد ہو کوئی عضو تو روتی ہے آنکھ   کس قدر ہمدرد سارے جسم کی ہوتی ہے آنکھ

اس معاشرے کا ہر فرد آنکھ کی طرح دوسرے کا درد رکھنے والا تھا۔کیا خوب معاشرہ تھا کہ مرتا ہوا آدمی، اس حالت میں بھی ساتھ سے پانی کی آواز سن کر اس کے حق میں پانی چھوڑ دیتا ہے۔کمال درجےکی ہمدردی ۱۰ کے ۱۰ ایک دوسرے کی خاطر جامِ شہادت نوش کر گئے۔آج ہم میں اخوت و اتحاد کا نام تک نہیں، قوم و ملت کی بات تو کجا، یہاں بھائی بھائی کا سگا نہیں۔

لیڈرشپ کا فقدان:

اتحاد اور اجتماعیت ایک کامل لیڈرشپ، امامت کبریٰ کے بغیر ممکن ہی نہیں۔اسلام کے نام پر قائم ہونے والی پہلی ریاست، مدینہ منورہ بھی کامل لیڈرشپ کی مرہونِ منت تھی۔اس امامت و قیادت کی بنیاد حاکمیتِ خدا کے تصور پر تھی۔اخوت و اتحاد کا یہ ماڈل مدینہ کی چھوٹی سی بستی سے پھیلتا پھیلتا ۲۲ لاکھ مربع میل تک نافذ ہو گیا۔

زمانہ آگے گزرتا گیا تو خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے دور کے بعد حاکمیتِ خدا کے حاکمیتِ انسان میں تبدیل ہونے سے اتحادِ امت کا شیرازہ بکھرتا گیا۔جب ان حکمرانوں کے دلوں میں یہ بات راسخ تھی کہ اصل حاکمیت صرف اسی حقیقی خالق و مالک کی ہے تو وہ اپنے آپ کو اس حقیقی حاکم کے سامنے accountable محسوس کرتے تھے، ان کے دل میں اس قدر خشیہ تھا کہ فرات کے کنارے مرنے والے کتے کے لئے بھی عمر رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو جوابدہ گردانیں۔خلفاء راشدین کے بعد جب پہلی مرتبہ حاکمیت خدا سے حاکمیت انسان کی طرف transition کے فتنہ نے سر اٹھایا تو نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے حق کا علم بلند کیا۔ہمیں اس بھیانک فتنے سے خبردار کرتے ہوئے

اپنی جان قربان کر دی لیکن افسوس ہم سنبھل نہ سکے اور یہ تصور ہمارے معاشرے میں جڑ پکڑتا گیا۔ آج حاکمیت انسان کے concept نے ہمارے دلوں سے accountability کا احساس ختم کر دیا، ہمارے دلوں سے حقیقی حاکم کا ڈر نکل گیا۔ ہم خشیہ سے دور ہوتے گئے، اجتماعیت سے نکل کر انفرادیت میں گم ہو گئے۔ صورت باقی رہی، حقیقت ہم سے کھو گئی۔

امت کے اندر حقیقی اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں کہ دنیا میں ۵۰ سے زیادہ اسلامی ممالک ہیں۔ سب سے زیادہ آبادی بھی مسلمانوں کی، سب سے مضبوط کرنسی والا ملک بھی اسلامی۔ ایٹمی قوت رکھنے کے کے باوجود ہم اتنی پستی کا شکار ہیں کہ ہمارے حکمرانوں اور ہمارے عوام کا عالمی سطح پر کوئی وزن ہی نہیں۔ دنیا میں کوئی ان کی بات سننے کو تیار نہیں۔ کشمیر کا مسئلہ ہو یا فلسطین کا۔ عراق پر جارحیت کا مسئلہ ہو یا افغانستان پر یا پھر پاکستان میں دہشتگردی کا مسئلہ ہو، ان کی تفصیلات سب کے سامنے ہیں اور بڑی وجہ ہمارا باہمی انتشار اور اتحاد کا فقدان ہے۔

الحمدللہ آج stage پر وہ لوگ موجود ہیں جو اپنے طور پر انفرادی حیثیت میں تو دامن مصطفیٰ ﷺ سے پوری طرح وابستہ ہیں لیکن اجتماعیت کے فقدان کی وجہ سے ملکی اور عالمی سطح پر اثر پذیری نہیں۔ آج ہمیں اس اتحاد کی ضرورت ہے جو سب کو ایک ملت اور قوم بنا دے۔ اور یہ اتحاد تب ہو گا جب ہمارے اندر "امامت کبریٰ" کی خصوصیات والی قیادت موجود ہو۔ الحمدللہ ہمارے ان اکابرین میں ایسی خصوصیات والے لوگ موجود ہیں۔

ضرورت:

۱۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم حاکمیتِ انسان کے تصور سے نکل کر پھر احاکمیت خدا کے تصور کی طرف لوٹ آئیں، اپنے اندر ان گھس بیٹھوں کو نہ آنے دیں جو حضور ﷺ کے تعلق سے دور کر کے ﷲ ھیت سے نکال کر انانیت کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اس دین وملت کی سر بلندی کے لئے، صرف اللہ کی رضا کی خاطر ایک ہو جائیں کیونکہ

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

یہی مقصود فطرت ہے، یہی رمز مسلمانی اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

تبان رنگ وخوں توڑ کر ملت میں گم ہو جا　　　اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

۲۔ آج ہمیں ضرورت ہے مکمل نفع والا علم حاصل کرنے کی جو نہ صرف علم العقائد اور علم الاحکام سکھائے بلکہ علم الاخلاص، جو ان کی روح ہے، کے ذریعے ہمارے ظاہر و باطن کا تذکیہ وتصفیہ کرے۔ ہمیں انسانیت کا مرقع اور کامل بندگی والا بندہ بنائے۔ یہ صدق اور درجہ احسان حاصل کرنے کا ذریعہ اللہ نے کونوا مع الصادقین اور وابتغوا الیہ الوسیلۃ کے ذریعہ سکھاو یا کہ" ساتھ ہو جاؤ سچوں کے ،درجہ احسان والوں کے" تا کہ رحمت ِخداوندی حاصل ہو سکے جو کہ ان رحمت الله قریب من المحسنین کے مصداق احسان والوں کے ساتھ ہے۔اور یہ درجہ احسان والے کون ہیں؟ وارثین رسول اکرم ﷺ؟۔وہ علماء راسخین جو رسول اکرم ﷺ کے ظاہری و باطنی غرضیکہ تمام علوم کے وارث ہیں۔

تاریخی اعتبار سے علم کا یہ رنگ وارثان رسول اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ میں نظر آتا ہے۔ وہ زمانہ چاہے حضور سیدنا غوث الاعظم، شہنشاہِ ولایت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ہو یا خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ۔جن کے علمی مواعظ اور نورِ نظر نے چوروں اور ڈاکوؤں کے دلوں کو علم نافع دے کر تقویٰ کا شرف عطا فرمایا۔اسی طرح زمانہ آگے چلا تو جب اکبر بادشاہ کے دور میں دین مسخ کیا گیا تو اللہ کا کرم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں ظاہر ہوا جس نے تجدیدِ دین فرمائی۔

جب صحت عقیدہ پر نئے انداز میں قدغن لگائی گئی تو مجدد دین وملت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وارث رسول اکرم ﷺ کی حیثیت سے بدعات کا خاتمہ کرتے ہوئے اپنے تلامذہ کو ظاہری و باطنی علوم سے مالا مال فرمایا۔فتنہ قادنیت نے سر اٹھایا تو پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ عظام کی کوششوں سے عوام میں علم اور عشقِ رسول کا بیج بویا گیا جو تناور درخت بن کر ایمان کے پھل پھول دینے لگا۔

آج ہمیں ضرورت ہے اسلاف کے انداز میں علم حقیقی کو عام کرنے کی۔

۳۔ آج ضرورت ہے کہ ہر خانقاہ پر مدرسہ ہو۔اور ہر مدرسہ پر روحانی واخلاقی تربیت گاہ ہو۔ تا کہ وہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے اخلاق نبوی ﷺ اور شریعت مطہرہ کا مکمل پرتو نظر آئیں اور انہیں بھی کامل بندگی اور درجہ احسان نصیب ہو۔آج جن آستانوں، خانقاہوں کا تعلق علم کے ساتھ

تحدیث بالنعمت:

ہم سب کے مرشد گرامی حضرت اخوندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی وخراسانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ خود بھی بہت بڑے متبحر عالم تھے، انہوں نے اسی بات کا ادراک فرمایا۔ آج ان کے صاحبزادگان مبارکان اور آگے والی نسلیں بھی علوم ظاہرہ و باطنہ سے مالا مال نظر آتی ہیں۔

ہمارے مرشد گرامی حضرت میاں محمد حنفی سیفی دامت برکاتہم العالیہ کی سرپرستی میں آپ کے تمام خلفاء کی خانقاہوں پر مدارس قائم ہو چکے ہیں۔ یہ ادارہ بھی ان میں سے ایک ہے۔

آج ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے ایک امام کے پیچھے متحد ہو کر آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ آج ہمیں امامت کبریٰ کے concept کے پیش نظر ایک بیدار مغز، نگاہ بلند اور جان پر سوز والی قیادت میں متحد ہونے کی ضرورت ہے۔ آج ضرورت ہےہمارے علماء دین کی ذاتیات اور انانیت کے چکر سے نکلنے کی۔

اگر ہم تاریخ میں دیکھیں تو دین جب بھی معاشرتی یا سیاسی طور پر عوام میں قوت نافذہ کے طور پر رائج رہا ہے، علماء کی کوششوں سے۔ اُمت اور دین کے شرف کی حالت علماء کے سر پر رہی ہے۔

اسلاف کے وقت میں اکابر اہلسنت نے متحد ہو کر علم کی ترویج کے لئے کوششیں کیں۔ تحریک پاکستان کی کامیابی میں وقت کے جید علماء کرام و مشائخ عظام کی مشترکہ کوششیں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ زمانہ قریب میں جب ہمیں جمیعت علمائے پاکستان کی شکل میں قیادت میسر تھی تو عوام اہلسنت اقتدار کے ایوانوں میں تیسری بڑی قوت تھے۔ اس وقت دین کو شرف انہی اکابرین سے حاصل ہوا اور ردِ فتنۂ قادیانیت اور قانون توہین رسالت کی خدمات اس پر گواہ ہیں۔

ہمارے انہی اسلاف نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ پاکستان وغیرہ کی کوششوں سے گاؤں گاؤں مدارس قائم ہوئے اور لوگوں میں صحت عقیدہ، علم و عمل، عشق رسول، شعائر دین اسلام سے آگاہی ہوئی۔

آج ہمارے سامنے انہی کے وارثین بیٹھے ہیں۔ اتنے بزرگ اور عظمتوں والے لوگ تشریف فرما ہیں۔ یہ ہماری کوتاہی و ناکامی ہے کہ ہم ان سے استفادہ حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

علم، باعث شرف انسانیت

ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی ☆

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو انسانی معاشرہ کی فلاح اور اصلاح کی غرض سے تمام ادیان پر فضیلت بخشی۔ ارشاد ہوتا ہے: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران ۱۹)۔ یہی نہیں بلکہ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے احکامات خداوندی بذریعہ قرآن کریم اور حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت کاملہ سے فیض یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے ہم تک پہنچائے۔ ان احکامات الٰہی کا اپنے اوپر اور باقی تمام معاشرے پر نفاذ صرف اور صرف حضور نبی کریم ﷺ کی پر انوار صحبت سے ہی ممکن ہوا۔ تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ ہمارے اسلاف کے قلوب میں حاکمیت الٰہی وللّٰہیت کا خوف ہی اس معاشرے کی فلاح وترقی کا ضامن تھا۔ صحبت نبوی ﷺ کے پروردہ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر خشیہ کا یہ عالم ہوا کرتا تھا اور آپ فرماتے تھے کہ فرات کے کنارے اگر کتا بھی بھوکا مر گیا تو عمر کو اس کا بھی جواب دینا پڑے گا۔ اس وقت اقتدار میں انہیں اپنی حاکمیت کی فکر لاحق نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو نافذ کرنا ان کی اولین ترجیح تھی۔

جس زمین پر ایسا خوف خدا رکھنے والا حاکم ہو تو اس زمین پر جب ایک بوڑھی عورت کی تیل کی بوتل گر پڑتی ہے اور وہ بوڑھی عورت آ کر خلیفہ وقت سے فریاد کرتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمین کو حکم دیتے ہیں تو وہ زمین تیل باہر اگل دیتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ جب دریا کو حکم دیتے ہیں وہ رخ بدل لیتا ہے۔ کبھی سوچا یہ کائنات کیوں ان کے حکم کو مان رہی تھی؟ کیونکہ اس وقت اس زمین پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ اقتدار اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو تسلیم کرتے ہوئے اسی کی خوشنودی کے مطابق اسی کے نظام کے نفاذ کیلئے کوشاں رہتے تھے۔ یہی خشیہ اور جذبہ باقی خلفائے نبوی ﷺ کے ادوار اور اس کے بھی بعد ایک طویل عرصے تک بھرپور طریقے سے جھلکتا رہا۔

☆ مہتمم جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم۔ اسلام آباد

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ اور استاد رہبر و رہنما کی حقیقت:

جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے:

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم — افضل ترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر اس کے بعد۔ پھر اس کے بعد۔ یعنی آنے والا دور بد سے بدتر ہوتا جائے گا۔

اسی طرح وقت گزرتا گیا اور دور پُر آشوب ہوتا چلا گیا۔ یہ حاکمیتِ خداوندی انسانوں کے قلوب سے حذف ہوتی گئی، لوگ مرکزیت کے تصور سے دور ہٹنے لگے اور یوں دین تنزلی کا شکار ہوتا گیا۔ رہبر و استاد کی تربیت و تزکیہ کے فقدان سے حاکمیت الٰہی کے اوپر اپنی ذات کی حاکمیت کو ترجیح دی جانے لگی۔ مرکزی رہبر و استاد سے دوری نے اجتماعیت کا خاتمہ کر دیا اور انفرادیت کی بنیاد پڑی۔ یقیناً وہ لوگ اس وقت میں کامیاب ٹھہرے جو حضور ﷺ کے صحبت یافتہ حق شناس آل و اصحاب رضی اللہ عنہم یعنی "وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ" والے لوگوں کے گرد موجود رہے اور ان کو اپنا محور و استاد تصور کر کے اپنی اصلاح کرتے رہے۔ ان ہستیوں نے حاکمیت الٰہی و نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ میں ذرہ برابر بھی سُستی نہ دکھائی اور ہر قسم کے Compromise سے اجتناب کرتے ہوئے اسے نافذ کیا۔ اس ابتدائی پُر آشوب دور میں یہی آل رسول ﷺ و مقربین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی وہ لوگ تھے جو ایمان میں سب سے بڑھے ہوئے تھے کہ جنہوں نے حقیقتِ دین کو امت محمدیہ ﷺ میں نافذ کرنے کی سعی کی۔

عہدِ نبوی ﷺ سے متصل ادوار میں بھی احکامات کی روح اور باطن میں یہ اثر پذیری حقیقتاً اِس لئے نظر آتی تھی کہ جس کی حاکمیت کا نفاذ مقصود تھا اس کا خوف بھی (صحبتِ صالحین کی بدولت) دلوں میں موجزن ہوا کرتا تھا۔ یہی صحبتِ صالح سے ملنے والا نور ان کے دلوں میں خوفِ خدا پیدا کئے رکھتا تھا۔ یہی للٰہیت اور خشیۃ الٰہی تھی کہ سمیع و بصیر پکارنے والے کو وہ رب تعالیٰ، حقیقتاً سننے اور دیکھنے والا محسوس ہوا کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے اعمال میں بھی انفرادی طور پر پاکیزگی موجود تھی اور اجتماعی طور پر معاشرہ بھی سکون میں تھا۔

کے تمام معاملات (چاہے وہ معاشی ہوں یا معاشرتی) میں بھی استاد ورہبر مرکز (pivot) کی حیثیت رکھتا تھا۔اسی مرکز سے تعلق کی بدولت معاشرے میں حقیقتِ دین اثر پذیر ہوئی۔اجتماعی طور پر بھائی چارے کی فضا قائم تھی۔مواخاتِ مدینہ بھی نبی کریم ﷺ (مرکز) کے ساتھ مضبوط تعلق ہی کی ایک مثال ہے۔

قرآن کریم سے دلائل:

رہبر واستاد کو محور بنانا اور اس کی اتباع کرنے کا درس دراصل ہمیں قرآن کریم نے دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

فرمادیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ (آل عمران ۳۱)

یعنی قرآن کریم نے بھی کامیابی کی کنجی اگر کسی چیز کو قرار دیا تو وہ محورِ کائنات ﷺ کی اتباع ہی ہے۔اور اس اتباع کا کامل نمونہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیاں ہیں کہ جن کی عبادات ومعاملات کا محور حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ تھی۔

عہد نبوی میں جب جھوٹی نبوت کے دعویدار پیدا ہوئے جو نعرہ تکبیر بھی لگاتے تھے۔لیکن ایسے وقت میں سچوں (شمع رسالت کے پروانوں) اور جھوٹوں میں فرق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نعرہ یامحمد و یارسول اللہ ﷺ سے کیا۔

مسلمانوں کی تنزلی کی اصل وجہ:

☆ دور بدلتا رہا اور اتباع میں اثر پذیری کم سے کم تر ہوتی چلی گئی۔آج کے اس پرفتن دور میں ہمیں وہ شرف اس لئے میسر نہیں کیونکہ علم ظاہراً تو موجود ہے لیکن اسکی اصل ماہیت جو استاد ورہبر کی بدولت تزکیہء باطن کہ ساتھ منسوب تھی وہ دور دور تک موجود نہیں۔اب صرف علم کا خول ہے لیکن حقیقت نہیں۔knowledge ہے wisdom نہیں ہے۔انسان کے پاس علم ہونے کے باوجود حقیقتِ علم نہیں۔یعنی نورِ ہدایت نہیں جو اسے انانیت، تکبر سے بچاتا ہے، اسے اپنی ذات کے خول سے

نکالتا ہے۔ اپنی حاکمیت سے نکال کر حاکمیت اِلٰہی کی طرف لاتا ہے۔ اس کی خواہش کو اللہ تعالیٰ کی خواہش کے تابع کرتا ہے۔ نتیجتاً معاشرہ ازخود اصلاح کی جانب مائل ہو جاتا ہے۔

☆ اسی بات کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ علم تو کتابوں میں موجود ہے۔ لیکن معلم اور طالب علم ان صفات سے مزین نہیں ہیں جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ظاہری زمانے میں آپ ﷺ کی صحبت میں حاضر ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوا کرتی تھیں۔ جہاں حبیب خدا ﷺ کی جنبش اِبرو کا اشارہ بھانپ کر آپ ﷺ کے دیوانے اپنا آپ پیش کر دیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اپنے رہبر واستاد ﷺ کا حد درجہ ادب دیکھ کر حدیبیہ میں کفار کا ایلچی بھی آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ صحابہِ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ کیفیات وادب صرف ظاہر اَوظائف ونوافل سے نہیں تھا بلکہ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (سورۃ جمعہ:۲) کی three-dimensional way تربیت کا ہی نتیجہ تھی۔

☆ اِسلام کے مقابلے میں باطل قوتوں نے بھی جب جب اپنے اذن دیئے اور جہاں جہاں باطل قوتوں کو اگر کامیابی ہوئی ہے تو اپنے pivot یعنی استاد ورہبر کے گرد گھومنے سے ہوئی۔ مثال کے طور پر ماؤازم اگر آیا تو وہ بھی ایک شخص کے گرد جمع ہونے سے آیا۔ اس سے ملتے جلتے جتنے بھی انقلاب جب بھی آئے وہ کسی نہ کسی مرکزی شخصیت کو رول ماڈل بنا کر اس کو follow کرنے سے ہی آئے۔

☆ ہم جب استاد ورہبر کی اتباع سے کٹ گئے تو شرف سے بھی محروم ہو گئے اور کھلی گمراہی میں جا پڑے۔ یہی شرف سے محرومی مسلمانوں کی اجتماعی تنزلی کا باعث بنی۔ دشمنان اسلام نے اس جوہر۔ گراں قدر یعنی مرکزیت سے دوری کو جب مسلمانوں کے اندر سے دور ہوتے دیکھا تو تمام تر کوششیں اسی پر مرکوز کر دیں کہ مسلمانوں کو اس شرف سے محروم کر دینا ہی باطل کی اصل کامیابی ہے اور اسی سے ہی مسلمانوں پر غلبہ پایا جا سکتا ہے۔

یہ شرف بندوں کے ہاں نہیں ہے بلکہ یہ شرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہے۔

اسی شرف سے محرومی نے قوموں کو احسن تقویم سے اسفل سافلین بنا ڈالا۔

یہی وہ روح محمد ﷺ ہے کہ جس کو مسلمانوں کے قلوب سے نکالنے کے مرض کا ذکر تاریخ میں بارہا آیا اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسے دہرایا ہے۔

یہی وہ ایمانی غیرت تھی کہ جس نے مسلمانوں کو کامیابیوں سے ہمکنار کئے رکھا۔

وارثین انبیائے کرام علمائے راسخین کی اتباع:

یہی دین کی اصل قرونِ اولیٰ سے بعد کے ادوار تک علمائے راسخین (اولیائے کرام) ہی کی بدولت قائم رہی۔ جنہوں نے امت کو جوڑے رکھا۔ جہاں جہاں بھی یہ علمائے راسخین رہے انہوں نے دین کی چار دیواری کو قائم رکھا۔ جہاں جہاں بھی انگریزوں کا قبضہ ہوا یہ علمائے راسخین ہی تھے کہ جن کے سبب اس ناسور سے چھٹکارا نصیب ہوا۔ یہ علمائے راسخین اگر نہ ہوتے تو مسلمانوں کی طرف سے جنگ آزادی نہ لڑی جاتی۔ تمام سیاسی جماعتیں بھی انہی علماء کی بنیاد پر اپنا سیاسی ایجنڈا استعمال کرتی رہی ہیں۔

قیامِ پاکستان اور باطل تحریکیں:

جنگ آزادی کے بعد قیام پاکستان تک کی جدوجہد میں یہی علمائے راسخین چاہے وہ امام فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کار فرما رہے۔ یہی حق و باطل کا فرق دو قومی نظریے کی بنیاد بنا۔ اسی دو قومی نظریے کی بنیاد پر ہم نے اپنا الگ وطن تو حاصل کر لیا لیکن اس ملک کی نظریاتی اساس کو نافذ کرنے کیلئے قوتِ نافذہ کی طرف دھیان نہ دیا جا سکا۔ جس کا نقصان یہ ہوا کہ اس مملکتِ خداداد میں درانداز داخل ہوتے گئے۔ (یہ درانداز اوس و خزرج کے دور میں موجود تھے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں "**وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا**" فرما کر نشاندہی فرمائی۔ یہاں بھی **وَاعْتَصِمُوْا** سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحبت یافتہ اہل بیت و صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ وابستہ رہنا تھا۔ لیکن اس کا مفہوم غلط انداز میں لیا گیا اور لوگوں نے اصل مرکز کو چھوڑ کر انہی درانداز کو معاون و مددگار سمجھ کر اپنا لیا۔ صلح کلی کا نظریہ پیش کیا گیا۔ اس طرح **وَاعْتَصِمُوْا** کے معانی کی غلط تفسیر کر کے ایک مرتبہ پھر امت کو اس pivot سے دور کرنے کی سازش کی گئی)۔

قیام پاکستان کے ساتھ ہی ان دراندازوں کے ذریعے اس دو قومی نظریے (جو حق و باطل کے درمیان فرق تھا) کو نقصان پہنچانے کی کوششیں شروع کر دی گئیں۔

کئی لوگوں نے اپنی بقاء ہی اس میں سمجھی اور وہ اپنے مدارس ہی میں محصور ہو کر رہ گئے۔ کیونکہ ان پر زندگی اتنی تنگ کر دی گئی کہ یہی ان کیلئے آخری حربہ رہ گیا تھا۔ اس طرح محصور ہونے سے یہی دراندازتقویت پکڑتے گئے اور دین کی اصل پیچھے رہتی گئی۔ دین اسلام کے نام پر انسانیت کے علمبردار انہی دراندازوں نے حقیقی دین کے نفاذ کو کمزور کرنے کی آڑ میں لوگوں کی ہمدردیاں سمیٹنے کیلئے خدمت خلق کا پرچار شروع کر رکھا ہے جو سنت ابراہیمی یعنی قربانی کو بھی جانوروں کا سالانہ قتل عام گردانتے ہیں اور معصوم لوگوں کو charity میں پیسہ لگانے پر اکساتے ہیں۔ جہاد جیسے اہم رکن کو دہشت گردی کا ملمع چڑھا کر مغرب میں داعش اور مشرق میں طالبان پیدا کر دیے گئے۔ تاکہ رہے سہے لوگ بھی دین اسلام کو دہشت گرد مذہب سمجھ کر اس سے بیزار ہوتے جائیں۔

موجودہ دور اور اصلاحی پہلو:

جس طرح اس دور میں pivot یعنی رہبر و استاد نے ملت و قوم کی بنیاد رکھی۔ آج بھی معاشرے کو استاد کی ایسی ہی تربیت کی ضرورت ہے تاکہ وہ علم و عمل سے مزین شاگرد بھی تیار کر سکے۔ آج ضرورت یہ ہے کہ ہم لوگوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع روشن کر دیں۔ انہیں وہ علم دے دیں جو مسلمان کی اصل پہچان تھا۔ ابھی بھی علم موجود ہے۔ مدارس و طریقہ تعلیم بھی موجود ہیں۔ لیکن قحط الرجال ہے۔ ہمیں بندے چاہیئے جو اس نظام کو بحال کر دیں جو اثر پذیر ہو۔ آج اِن مدارس میں ہمیں وہ خانقاہوں کا نور چاہیئے جو three-dimensional way میں اثر پذیر ہو۔ یہی نہیں بلکہ خانقاہوں میں بھی نذرانے اور دنیا کی رغبت کے بجائے سالکین کو للٰہیت کی طرف راغب کرنے کی ضرورت ہے۔ دینی جماعتوں کو بھی ایسی ہی تبدیلیوں کی ضرورت ہے جو کسی ایک رول ماڈل (جو غلام مصطفیٰ ﷺ ہو) کی اتباع سے ہی ممکن ہے۔

انفرادیت نہیں اجتماعیت وقت کی ضرورت:

اس سے قطعاً اختلاف نہیں کہ فی زمانہ نفاذِ اسلام کی کوششیں کی گئیں۔ یہ کوششیں کارگر اس لئے نہیں ہو سکیں، نتیجہ خیز نہ ہو سکیں سبب یہ ہے کیوں کہ یہ کوششیں انفرادیت کا شکار ہو گئیں۔ اگر یہی کوششیں اجتماعی طور پر کسی pivot personality کے گرد رہتے ہوئے کی جاتیں تو نتائج اس

سے کہیں بہتر ہوتے۔ فتنہ قادیانیت کو لگام دینے کیلئے بھی جب کوششیں کی گئیں ان کی کامیابی بھی اسی لئے ممکن ہوئی کہ وہ بھی ان لوگوں کے طفیل تھیں جو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فیض یافتہ تھے۔

اس کے برعکس مثال کے طور پر پچھلے کئی سالوں میں ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر کئی حملے کئے گئے۔ کیا ہم نے کبھی اجتماعی طور پر ایسا تاثر دیا دنیاوی طور پر یا UNO میں کوئی قرارداد پیش کی گئی؟ یقیناً نہیں۔

اگر اجتماعی طور پر ایسی کوئی آواز بلند کی جاتی تو کیا پانچ چھ ارب نفوس کی دنیا پر ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی آواز کا کوئی اثر نہ ہوتا؟

حتیٰ کے یوم عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سرکاری طور پر منایا گیا۔ لیکن اس دن بھی نہ ہی سرکاری طور پر کوئی قرارداد پیش کی گئی، نہ ہی صدر و وزیر اعظم کسی مقام پر اظہارِ یکجہتی کیلئے نکلے۔ لیکن اس کے برعکس جب اقتدار خطرے میں پڑا تو تمام مصروفیات بالائے طاق رکھ کر مشترکہ پارلیمنٹ کا اجلاس تک طلب کر لیا گیا۔

کبھی ایسا مشترکہ اجلاس ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دفاع میں کیوں نہیں بلایا گیا؟

کیا اقتدار ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے افضل تھا؟

یہ بات درست ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی نظام کی درستگی چاہتا ہے لیکن ہر کوئی تنہا اور انفرادی کوششیں تو کرتا ہے، اجتماعیت کی طرف نہیں آتا۔ اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ایک جماعت کام کرتی ہے تو دوسری اس میں نقائص تلاش کرتی ہے۔ ایک گروہ دوسرے گروہ کو ماننے کیلئے تیار نہیں۔

دوسری جانب غور کریں کہ فرانس میں چار پانچ لوگ قتل ہو جاتے ہیں۔ جس کے ردعمل میں تیس پینتیس ہزار لوگ پارلیمنٹ کے سامنے آناً فاناً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہی نہیں اظہارِ یکجہتی کیلئے یورپی یونین کے ہر ملک کا صدر وہاں احتجاج میں مدعو کیا جاتا کہ آؤ اور ہمارے احتجاج کو کامیاب کرو۔

کیا ہم یوم عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اسلامی ممالک کے صدور کو نہیں بلا سکتے تھے کہ آؤ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ناموس کیلئے ہمارے ساتھ اکٹھے ہو جاؤ؟

کیا سرکاری طور پر اگر ایسا کیا جاتا تو یہ پیغام یہود و نصاریٰ کو shutup call نہ دیتا؟

کیا ایسا احتجاج یہ پیغام نہ دیتا کہ یہ آزادی رائے نہیں ہے بلکہ عشق رسول ﷺ کے پروانوں کے دلوں کو زخمی کر دینے کے مترادف ہے؟

اگر ہولوکاسٹ کا قانون بن سکتا ہے تو قانونِ ناموس رسالت ﷺ بھی بنایا جاسکتا ہے۔

لیکن بدقسمتی سے، ہم تو رہے سہے اسلامی اصولوں کو بھی ختم کر دینے کے درپے ہیں۔ یہ سب کچھ اگر ممکن تھا تو صرف اجتماعیت ہی کی بدولت ہو سکتا تھا۔ لیکن ہم انفرادیت اور ذاتی پہچان و ناموس کے اوپر گر پڑتے ہیں۔

خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کا اعزاز:

لبیک یارسول اللہ ریلی۔ دفاعِ ناموسِ رسالت کی ایک اہم کڑی:

اسی نفاذِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ اور ناموس رسالت ﷺ کی ایک اہم کڑی لبیک یارسول اللہ ﷺ ریلی تھی جو ۲۰۰۹ء میں اسلام آباد تا کراچی نکالی گئی۔ مفکر اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کی پکار پر سب سے اول لبیک کہنے والے ہماری خانقاہوں سے وابستگان ہی تو تھے۔ ہم نے اُن کی پکار پر اپنے تمام مریدین اور معتقدین سمیت اپنی ذاتی مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر اپنا فریضہ خیال کرتے ہوئے ترجیحاً لبیک کہا۔ الحمدللہ! ہمارے سالکین عشق رسول ﷺ کے جذبے سے اس قدر سرشار ہیں کہ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا کہ "اگر میری ماں کا جنازہ بھی گھر رکھا ہو تو تب بھی ہم لبیک یارسول اللہ ﷺ ریلی میں ضرور شریک ہونگے"۔

خانقاہ محمدیہ سیفیہ ترنول شریف سے منسلک سالکین کا یہ جذبہ اُسی pivot کے گرد رہنے کا نتیجہ تھا کہ جس نے ان کے اندر للٰہیت پیدا کر دی اور انہیں اس وقت سوائے ناموسِ رسالت ﷺ کے کوئی اور کام اس سے افضل دکھائی نہ دیا۔ لبیک یارسول اللہ ﷺ پر جانے کیلئے جماعت اہلسنت کے کارکنان کے پاس تو فنڈز موجود تھے لیکن سالکینِ حضرات نے اپنے ذاتی خرچ سے گاڑیاں اور راشن کا بندوبست کیا اور ریلی میں کثیر تعداد سالکین کی نظر آئی الحمد للہ۔ سارے جہان نے دیکھا کہ سالکین نے اپنے شیخ کی سربراہی میں ریلی شروع کی اور کئی کلومیٹر تک ادباً الٹے قدم چلتے رہے اور اپنے

استاد و رہبر کی جانب پشت تک نہ کی۔ یہ بات محض عوامی تفہیم کی غرض سے عرض کی ورنہ اس میں کوئی تعلین ہیں۔

اس جذبے کو جماعت اہلسنت کی قیادت و کارکنان نے جب دیکھا تو یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ "جو لوگ اپنے پیر کی طرف پیٹھ نہیں کر سکتے وہ ناموسِ رسالت پر کیسے فدا نہیں ہوں"۔ جذبے سے سرشار سالکین کے اِس قافلے کیلئے تاج اولیاء حضرت میاں محمد حنفی سیفی دامت برکاتہم العالیہ زیب آستانہ عالیہ راوی ریان شریف میں ساری رات انتظار میں رہے اور عین فجر کے وقت جب عاشقان رسول ﷺ کا یہ ٹھاٹھیں مارتا سمندر آستانہ عالیہ راوی شریف میں داخل ہوا تو آپ نے والہانہ استقبال کیا۔ اس انبوہِ کثیر کو دیکھ کر قبلہ حضرت میاں محمد حنفی سیفی دامت برکاتہم العالیہ نے فقیر کو سینے سے لگا کر فرمایا کہ "تُو نے حق ادا کر دیا"۔

کانفرنس بعنوان "علم، باعث شرف انسانیت" کا انعقاد:

مورخہ ۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء بروز اتوار خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم اسلام آباد میں منعقدہ کانفرنس "علم، باعثِ شرفِ انسانیت" کا مقصد بھی یہی تھا کہ اس خانقاہ و جامعہ میں جو عظیم فریضہ یعنی ترسیل علمِ ظاہری و باطنی سرانجام دیا جا رہا ہے اور جو مستقبل کے منصوبہ جات میں اسی دین خالص کے نفاذ میں سعی و کاوش ہے۔ اہل علم کو دعوتِ عام ہے کہ وہ ہماری اس کاوش و سعی کو حقیقت کی کسوٹی پر پرکھیں۔ اگر کہیں کوئی کمی رہ رہی ہے تو اس کی اصلاح کریں۔

اختتامیہ:

آج ہمیں دوبارہ سے ایک زندہ قوم بننے کیلئے اس لیڈرشپ کی ضرورت ہے جو عوام کو ایک اجتماعیت پر یکجا کر سکے۔ ملک کی باگ ڈور اگر سیاسی جماعتوں کے ہاتھ میں ہے تو ایسا پلیٹ فارم مہیا کیا جا سکے کہ جس پر تمام جماعتیں متفق ہوں۔ دینی جماعتوں کیلئے ضرورت اس امر کی ہے کہ نفاذ اسلام اور حاکمیت الٰہی کا نعرہ لگانے والے اگر ایک لیڈرشپ، ایک معیار پر مجتمع ہو جائیں تو معاشرہ سدھرنے کی جانب مائل ہو سکے گا۔

کانفرنس میں شریک مقتدر علماء مشائخ عظام

مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب وچیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان ۔۔۔۔۔۔۔ پیر طریقت رہبر شریعت علامہ حضرت علامہ مولانا سید حسن الدین شاہ، مہتمم جامعہ ضیاء العلوم، راولپنڈی ۔۔۔۔۔۔ پیر طریقت، رہبر شریعت، مفکر اسلام حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ، مہتمم ادارہ تعلیمات اسلامیہ، راولپنڈی ۔۔۔۔۔۔ پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت علامہ سید محمد ضیاء الحق شاہ، مہتمم جامعہ ضیاء العلوم، راولپنڈی ۔۔۔۔۔۔ مدرس ساز وشارح حدیث نجد استاذ العلماء، شیخ الحدیث مفتی حضرت علامہ مولانا ظہور احمد جلالی، مہتمم دار العلوم محمدیہ اہل سنت مانگا منڈی، لاہور ۔۔۔۔۔۔ جانشین حافظ الحدیث، پیر طریقت، رہبر شریعت سید محمد نوید الحسن مشہدی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھکھی شریف ۔۔۔۔۔۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی، جامعہ ہجویریہ، لاہور ۔۔۔۔۔۔ استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا فضل سبحان قادری، مفتی اعظم خیبر پختونخواہ، مہتمم جامعہ قادریہ، مردان ۔۔۔۔۔۔ حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ ہزاروی، مہتمم جامعہ نظامیہ وناظم اعلیٰ تنظیم المدارس پاکستان ۔۔۔۔۔ مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد عبد التواب صدیقی، شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور ۔۔۔۔ قائد جمعیت حضرت علامہ قاری زوار بہادر، صدر جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب ۔۔۔۔۔۔ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا منشاء تابش قصوری، صدر شعبہ فارسی، جامعہ نظامیہ لاہور ۔۔۔۔۔۔ پیر طریقت رہبر شریعت سید الحاج سلطان علی شاہ ہمدانی، مہتمم آستانہ عالیہ در العلوم بھنگالی شریف ۔۔۔۔۔۔ علامہ پروفیسر صاجزادہ بدر الزماں قادری، پرنسپل جامعہ ہجویریہ، لاہور ۔۔۔۔۔۔ پیر طریقت رہبر شریعت سید سعادت علی شاہ، سجادہ نشین درگاہ عالیہ چورہ شریف ۔۔۔۔۔۔ شیخ الحدیث والقرآن حضرت علامہ ومولانا مفتی ہدایت اللہ پسروری، ملتان ۔۔۔۔۔۔ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا احمد میاں، خیر المدارس ملتان ۔۔۔۔۔۔ حضرت علامہ مولانا عبد الوحید تنولی، خطیب اعظم واہ کینٹ ۔۔۔۔۔۔

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پروفیسر محبوب حسن، سجادہ نشین آستانہ عالیہ بیر بل شریف ۔۔۔۔۔۔ مفتی گل احمد خان عتیقی، شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ، لاہور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم، مفتی اعظم آزاد کشمیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا عبد القادر، مہتمم جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مناظر اسلام علامہ مولانا مفتی محمد سعید احمد اسد، فیصل آباد ۔۔۔۔۔۔۔۔ علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد ابو الحسن محمد شاہ الازہری، پرنسپل مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف ۔۔۔۔۔۔۔ حضرت صاحبزادہ پیر سید شمس الدین گولڑوی، آستانہ عالیہ گولڑہ شریف ۔۔۔۔۔۔۔۔ استاذ العلماء حضرت مولانا بشیر احمد فردوسی، حاصل پور ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا مفتی شیر محمد خان، جامعہ محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت مولانا مفتی سید غلام مصطفٰے شاہ عقیل بخاری، لاہور ۔۔۔۔۔۔۔ مولانا سید امتیاز علی شاہ بخاری، خطیب درگاہ بری امام، راولپنڈی ۔۔۔۔۔۔۔ علامہ مولانا ملک عطا محمد شیخ الادب والبلاغۃ، بھیرہ شریف ۔۔۔۔۔۔۔۔ علامہ مولانا محمد عبید اللہ، پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ الفرید ٹاؤن، منڈی بہاؤ الدین ۔۔۔۔۔۔۔ پیر محمد ممتاز نظامی، ناظم اعلیٰ دار العلوم محمدیہ غوثیہ خیابان کرم چک شہزاد، اسلام آباد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامہ مولانا ملک اللہ دتہ اعوان، خطیب اعظم POF حویلیاں، کینٹ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا صاحبزادہ پیر عزیز رسول صدیقی، ملتان ۔۔۔۔۔۔۔ مولانا محمد اسحاق ظفر صاحب ۔۔۔۔۔ مولانا ڈاکٹر ظفر جلالی صاحب۔

ممتاز عالم دین خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول کے صدور الصدور، حضرت مولانا

مفتی محمد سلیمان رضوی

سے ایک مکالمہ

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

سوال: "علم، باعث شرفِ انسانیت" نظریہ قرآنی ہے۔ عوامی تفہیم کے لئے کچھ ارشاد فرمائیے؟

جواب: بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ "علم، باعث شرفِ انسانیت ہے" عنوان دیا گیا ہے۔ اظہار خیال کرنے کو دار العلوم محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کے فارغ التحصیل ہونے والے فضلاء کی دستار فضیلت کے موقعہ پر یہ کہ یاد رہے صدر العلوم محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کو قائم ہوئے تقریباً ۸ سال ہوئے۔ کارکردگی، نظم و ضبط، اساتذہ کی کاوشیں، طلبہ کی محنت، گویا عام حالات میں پائے جانے والے تمام تقاضا ہائے عمل کے ساتھ ساتھ تربیتی نظام اتنا مستحسن رہا کہ اس ادارہ سے اتنی قلیل مدت میں فائدہ اٹھانے والوں نے مروجہ درس نظامی اور تنظیم المدرس اہلسنت پاکستان کے مقررہ کردہ نصاب کی روشنی اور رہنمائی میں ۹ سالہ نصاب بھی مکمل کیا جس میں صحاح ستہ کا معروف انداز دورۂ شریف مکمل کر لیا۔ حتیٰ کہ بعض ہونہار اور محنتی طلبہ نے دورۂ حدیث شریف کے ساتھ ساتھ تخصص فی الفقہ الحنفی میں دسترس حاصل کر لی مستزاد یہ کہ الحاق تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان گزشتہ سال ہی کر دیا گیا جس کی قانونی مجبوری کی وجہ سے سال اول کی کلاس کو بھی امتحان دینے کی اجازت کی پابندی کی بنیاد پر "ثانویہ عامہ" کے سال اول کے امتحان کا استحقاق رکھنے والے ۹۰ طلبہ نے اس میں ممتانہ اور بعض نے ممتانہ مع الشرف کے درجہ میں کامیابی حاصل کی جبکہ ادارہ سے فائدہ اٹھانے والے سینکڑوں طلبہ درجات عالیہ کا امتحان دینے کی پوزیشن میں ہیں مگر قانون رکاوٹ ہے۔

تجویز یہ کہ اگر اس قسم کے طلبہ کو امتحان دینے کی اجازت کی شق میسر آئے تو جس طرح مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم رحمہ اللہ کے دور سابقہ ادوار کے پڑھے ہوئے جید فضلاء متقدمین کو

موقع دیا گیا تھا۔ اگر آج اس نوعیت کا موقع ہے تو سرفراز العلوم کے سینکڑوں فضلاء نمایاں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں بلکہ تدریسی منصب کے اہل قرار دیئے جائیں گے۔

سوال: آپ جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم اسلام آباد کے صدر مدرس ہیں اس ادارہ کے طرز تدریس اور امتیازات کے حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

جواب: علم کا ذریعہ شرف قرار دیا جانا آیات قرآن مجید، احادیث رسول اللہ ﷺ کا تعلیم کی عمومیت دال حدیثیں گواہ ہیں۔ مثلاً هل يستوى الذين يعلون والذين لا لعلمون. الآية فضیلت علم پر دال ہے حتیٰ کہ صفات باری میں سے صفت علم کو صفت قدرت سے ملا کر علم کلام والوں نے یہ اختصار کیا کہ یہ دو صفات (علم و قدرت) متلزم ہیں۔ صفات توقیحیہ بالای کو بتما مہا اور رو وہ راہ و؟؟ ہیں غیر متناھیہ صفات کو۔ پھر یہ کہ آدم کو سجدہ کرایا گیا ملائکہ سے (یعنی انہیں مسجود الیہ قرار دے کر) مگر علم آدم کے تفوق کے ثابت ہونے کے بعد علم دلائلہ پر۔ آخر پہلے کیوں نہ کرایا گیا۔ متزاد یہ کہ طلب المعلم فریضة على كل مسلم اگر کل افرادی قرار دیا جائے تو ہر فرد پر علم لازم قرار دیا گیا۔ اس لئے کہ خلافت موقوف ہے علم پر بمعنی "لولاہ لا متنع" کے۔

نبی پاک ﷺ پر علمی فیضان بالای کو كان فضل الله عليك عظيما سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اقسام علوم پر بحث کرنا مراد نہیں پھر کبھی سہی۔

سوال: عوام میں ایک تاثر یہ ہے کہ علماء اور مشائخ دو الگ الگ طبقات ہیں آپ اس فکر سے کس قدر متفق ہیں؟ نیز یہ کہ مدرسہ خانقاہ کے مقاصد اگر ایک ہیں تو ان میں تفاوت اور فاصلہ کیوں ہے؟ یہ بھی فرمائیے کہ یہ تفاوت و فاصلہ کیونکر ختم کیا جا سکتا ہے؟

جواب: یہ علماء و شیوخ الگ الگ ہیں۔ غلط ہے یوں سمجھئے کہ علم ظاہری بدریت ہے شریعت کے نام سے نیابت ہے۔ طریقت کے نام سے اور ان کا آپس میں حسین تلازم کہ مستقبل کے شیوخ بدایۃً زانوئے تلمذ طے کرتے ہیں۔ علماء کی خدمت میں اور علماء بیعت کرتے شیوخ سے یہ بات مفاعلہ کا سا انداز ہے بلکہ حسین امتزاج ہے۔

سوال: علوم اسلامیہ شرعیہ (درس نظامی) نرسری (نورانی قاعدہ) سے پڑھانا آسان ہے یا عصری علوم حاصل کرنے والے طلباء میں درس نظامی کی تدریس آسان ہے؟

جواب: نرسری اور علم عصری کا تقابل مناسب نہیں البتہ عصری اسلام اس درجہ تک پڑھ کر

درس نظامی کا رخ کرنا مناسب ہے تا کہ قوت انفعال درست ہو کہ درس نظامی کے عنوان مختلفہ سمیت عربی فارسی میں لکھی گئی کتب سے استفادہ کر سکیں۔ (مشورہ) البتہ قرآن حفظ کر کے درس نظامی میں جانا برکت، روحانیت، تاثیر کلام الٰہی کی بنیادوں پر درس نظامی پڑھنے میں کمیت اور کیفیت دونوں میں ارتقاء ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ عصری علوم کا ہونا تعلیم درس نظامی میں مخلہ ومعاون بلکہ انتہائی مفید اور نتیجہ خیز ہوگا۔

سوال: ہمارے ہاں درس نظامی کے طلباء میں تصنیف، تالیف، ترجمہ اور خطابت کی باقاعدہ تربیت نہیں دی جاتی۔ نئی نسل اپنے ذوق، ضرورتوں یا ذہنی وقلبی میلان کے سبب خود شعبے کا انتخاب کرتے ہیں۔ اس خلا کو پُر کرنے کے لئے کیا ہونا چاہئے؟

جواب: رہا تصنیف وتالیف کی رغبت اور اس جانب میلان کا اشارہ، مشورہ اس سے تو اتفاق ہے مگر تقسیم کار فترۃ ثانیہ ہے۔ پروفیسر کو کھلاڑی بننے کا مشورہ نقشہ نویس کو تعمیر پر لگانا میری سمجھ سے وراء ہے۔ البتہ چونکہ تدریس وتصنیف گو شعبہ ایک ہے لہٰذا اس میں تنوع کو ملحوظ رکھا جائے کہ کچھ لوگ لکھنے پر مامور ہوں اور کچھ پڑھانے پر بلکہ اگر یوں ہوں کہ دس سال تدریس کا شعبہ نبھانے والے کو جب اس کے ذہن میں توسیع آجائے پھر اسے تصنیف کا شعبہ دے دیا جائے۔ نئے شباب صاحبان علم اور فاضل نووارد ی کو تعلیم کی ذمہ داری سونپی جائے تا کہ وہ علوم محولہ فی الذہن کو آگے منتقل کر سکیں۔ پڑھانے والوں سعید احمد سعید کاظمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسند دے دیا جائے۔ شائقین حدیث کو سند محدث اعظم کے مند یر اور حقیقت کی صداقت اور اس کا تفوق ثابت کرنے کو سید ابو البرکات احمد رحمۃ اللہ علیہ کا جانشین بنا دیا جائے اور کسی ایک کو افتاء دینے کو مولانا نور اللہ بصیر پوری حق استخلاف دیا جائے۔ یہ بات قدرے قابل عمل بھی اور مفید بیکراں بھی ہے۔

سوال: آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول میں آپ نصف صدی سے زائد عرصہ تدریس کے تشریف لائے۔ اس ادارہ میں طلبا، اساتذہ اور مہتمم وانتظامیہ کے حوالے سے آپ کیا تاثر دیں گے؟

جواب: ادارہ کے نظم وضبط کے عنوان پر چند گزارشات شق اول میں گزری ہیں۔ وقت کی پابندی، صوم وصلوٰۃ، قیام وقعود، تعلیمی اوقات کی پابندی، اخلاقی تربیت تقریباً تمام تقاضائے کامیابی معمول ہیں۔ اس کانفرنس میں شریک تمام علماء نے کنٹرول، نظم وضبط، اوقات مطالعہ میں حاضری، اوقات تدریس کی پابندی ایسا لگتا تھا کہ ہر لمحہ طلباء کسی نہ کسی حصول علم کے کردار پر محول ہیں۔ درجنوں شرکاء نے ان باتوں کی تصدیق کی ہے حتیٰ کہ تنظیم المدارس کے تحت ہونے والے امتحانات میں ڈیوٹی

نگران حضرات کی اسی پر منتج ہوئی کہ کاش ہمارے ہر ادارہ کا سرفراز العلوم جیسا ماحول میسر آئے تو اس گلستان میں ہر تیار ہونے والے عالم مخلوق خدا کے لئے رشد و ہدایت کا کردار ادا کرسکتا ہے۔

سوال: عقائد و اعمال کی اصلاح اور اتحاد اہل سنت کے پراجیکٹ کو عملی طور پر یقینی، حتمی شکل دینے کے لئے آپ کیا قابل عمل اور سبھی طبقات کے لئے قابل قبول مشورہ دینا چاہئے؟

جواب: اتحاد اہل سنت کے لئے راہ ہموار ہو رہی ہے۔ اگر ترنول کے جلسہ و کانفرنس میں جو ماحول تواضع، انکساری، آنے والوں کی عظمتوں کا احترام، کل وقتی حاضری برائے خدمت مہمانان گرامی جو کہ کرنل صاحب قبلہ نے دکھائی قابل تقلید ہے۔ سب سے اہم ہے اخلاص اور صرف اللہ کی رضا کے لئے کام کرنے کا شوق و جنوں۔ کاش کوئی ابوالحسنات دوبارہ آئے، نورانی واپس لوٹیں، خواجہ قمر الدین واپس آئیں۔ محدث اعظم پاکستان نے دھوبی گھاٹ میں پہلا عرس امام اعظم منایا۔ رات کو میٹنگ اتحاد پر مشتمل تھی۔ کافی انتظار کے بعد جب کوئی بھی نام پیش کرنے سے ساکت تو افراد موجودہ میں سے سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا نام برائے صدارت اور سید محمود احمدی رضوی کا نام سیکرٹری جنرل اور اپنے بارے میں فرمایا خادم انہی کا اور انہی کی کابینہ کا۔ اخلاص للہیت کی ایک اچھی مثال پیش کی۔

۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء کو خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم اسلام آباد میں کانفرنس

"علم، باعثِ شرفِ انسانیت"

روداد تقریب از۔ مولانا ابو السرمد محمد یوسف محمدی سیفی

اکابرین اہل سنت کی جامع نسبت، علم و تصوف کا امین جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم نام کا وہ حسین گلشن بھی ہے جس کو وجود میں آئے ابھی بلوغت کی عمر بھی نہیں آئی مگر اس کی خوشبو اور نیک اثرات دور دور تک پھیل گئے ہیں۔ یہ حسین گلشن خانقاہ محمدیہ سیفیہ ترنول اور جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم اکابرین کی انہی امنگوں کا ترجمان ہے اور الحمد للہ اب ایسے علماء کی کھیپ تیار ہو رہی ہے جو علم و تصوف کی عظیم نسبتوں سے اپنا دامن بھر کر دشمن کی سازشوں کو ناکام بنانے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

مورخہ ۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء کو نوارات کی تجلیات کے مظہر خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم۔ اسلام آباد میں منعقد ہونے والا سالانہ عرس مبارک حضرت صوفی فضل محمد ڈوگر محمدی سیفی اس لئے بھی فقید المثال اور عظیم الشان تھا کہ اس بابرکت موقع پر "علم، باعثِ شرفِ انسانیت" کانفرنس، تقریب ختم بخاری شریف، تقسیم اسناد اور سالانہ دستار فضلیت بھی اسی عرس کا حصہ تھیں جو آج تک ہونے والے تمام سالانہ اعراس میں سب سے نرالی محفل ثابت ہوئی۔ اس محفل کے میزبان، مؤسس و سرپرست اعلیٰ ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی زیب آستانہ عالیہ و مہتم خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ ترنول تھے جن کی دعوت پر ملک ِپاکستان سے تشریف لائے ہوئے مقتدر اور محترم علماء کرام نے اپنی گوناگوں مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر اس کانفرنس کو زینت بخشی یہ کانفرنس اہلسنت و جماعت کے تمام اکابرین کی نمائندہ تھی جو اتحادِ اہل سنت کا دلفریب منظر نامہ پیش کر رہی تھی۔

اس اجتماع کے حوالے سے سب سے اہم بات یہ ہے کہ الحمد للہ یہ اجتماع صحیح معنوں میں اجتماعیت کا مظہر تھا۔ مسلک حقِ اہل سنت و جماعت اور سلسلہ سیفیہ سے وابستہ اور نسبت و تعلق رکھنے والی ہر اہم جماعت اور شخصیت، تمام ادارے اور افراد اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے خانقاہ و جامعہ

محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کی زینت بنے۔ سالکان سلسلہ سیفیہ کے ایسے اجتماع ظاہری سج دھج اور روحانی انوار و تجلیات سے لبریز تو ہوتے ہی ہیں لیکن یہاں کا اسٹیج اور اجتماع کا پنڈال جو محبت و اخوت اور اتحاد و یکجہتی کا حسین منظر پیش کر رہا تھا اس پر ہر کوئی رشک کر رہا تھا۔ ان مناظر نے ہر آنکھ اور ہر دل کو ٹھنڈا کیا۔ قوم، کارکنان اور جواں سال علماء و طلباء اہل حق کے جن جن گلوں کو ایک گلدستہ میں دیکھنے کے لیے ترستے ہیں الحمد للہ اس کانفرنس نے اس اجتماع کی شکل میں ان تمام گلوں کی مالا پرو کر اہل حق کے گلے کا ہار بنا دیا۔ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز صاحب کی اقامت گاہ ہی وہ واحد پلیٹ فارم ہے جہاں سب ہی ستانے کو رکتے ہیں، جہاں سب شیر و شکر ہو جاتے ہیں، جہاں سب یک جان ہو جاتے ہیں۔ نامی گرامی شخصیات، مختلف مزاج مختلف شعبوں کے وابستگان، مختلف مزاجوں کے حامل لوگ ڈاکٹر صاحب کے پلیٹ فارم پر ہی جمع ہو سکتے تھے اللہ رب العزت سے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو اپنی حفظ و امان میں رکھیں اور ہر فتنہ و شر اور نظر بد سے محفوظ رکھیں۔ آمین

۷ا جولائی بروز اتوار بعد از نماز عشاء جامعہ میں فضلائے کرام، متخصصین علماء، اور حفظ و تجوید قرآن کریم سے فراغت پانے والے طلبہ کرام کے اعزاز میں ایک عظیم الشان تقریب ختم بخاری شریف اور سالانہ جلسہ دستار بندی و تقریب جبہ پوشی منعقد ہوئی۔ اس تقریب کی صدارت بانی سلسلہ سیفیہ حضرت اخوندزادہ سیف الرحمن کے جگر گوشہ شیخ المشائخ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حمید جان سیفی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ اور اقلیم تصوف کے نیر، حجت الکاملین۔ سلطان طریقت، برہان شریعت، آفتابِ رشد، ہدایت حضرت میاں محمد حنفی سیفی حفظہ اللہ تعالی نے فرمائی، نگرانی کے امور مہتمم جامعہ پیر طریقت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب کی ہدایات کے مطابق سرانجام پائے۔ کانفرنس کا حسن اِنتظام، حسن ذوق قبلہ ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب کے نظم وضبط، سلیقہ مندی اور نفاست کا مظہر ہے۔ اہتمام ایسا کہ انسان ششدر رہ جاتا ہے، اکابر کے سائے میں ڈاکٹر محمد معظم فراز صاحب جو باصلاحیت، متحرک، اور اس تقریب کے روح رواں تھے ان کی محنت، شبانہ روز جدوجہد، ہمہ جہت شخصیت کو دیکھ کر انسان کا مورال بلند ہو جاتا ہے۔ نقابت مجلس کے فرائض ڈاکٹر محمد عمر فراز محمدی سیفی صاحب نے نبھائے، آخری حدیث بخاری کا درس جامعہ کے شیخ الحدیث مفتی محمد سلیمان رضوی صاحب نے دیا خطابات میں مفتی گل احمد عتیق۔ شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ اور علامہ مولانا پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا نام قابل ذکر ہے۔

ختم بخاری شریف کی پرنور تقریب مختلف مدارس میں مختلف نہجوں پر منعقد کی جاتی ہے۔ ہر مدرسہ اپنے وسعت اور جگہ کے مطابق مہمانوں کو دعوت دیتا ہے۔ یہ تقریب اپنے اندر عجب حسن رکھتی تھی۔ اکابر علماء کرام و بزرگ مشائخ عظام کی شرکت نے اس تقریب کو حقیقی معنوں میں ایک یادگار، پروقار، فقید المثال، عظیم الشان، ایمان افروز اور حیرت انگیز تقریب بنا دیا تھا جو اس تقریب کو تمام تقریبات سے نمایاں کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے اثرات، برکات، ثمرات اور نتائج سے اہل حق کو مالا مال فرمائیں۔

جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول شریف اسلام آباد سال ۲۰۱۶ء میں تخصص فی الفقہ (مفتی کورس) کی تکمیل کرنے والے خوش نصیب طلباء

ڈاکٹر مفتی محمد معظم فراز محمدی سیفی جو جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم سے درس نظامی میں فارغ ہوئے اس سے پہلے Kingston University UK سے P h D کر چکے ہیں اور اب National University of Sciences and Technology (NUST) میں پروفیسر کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر مفتی محمد عمر فراز محمدی سیفی جو جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم سے درس نظامی میں فارغ ہوئے اس سے پہلے (FCPS-Peadiatrics Surgery) کرنے کے بعد ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں سرجن کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حافظ مفتی محمد رضا فراز محمدی سیفی جو جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم سے درس نظامی میں فارغ ہوئے اس سے پہلے N U S T سے (Electrical Engineering) میں ماسٹرز کرنے کے بعد، وہاں بطور لیکچرر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مفتی طارق محمد امین محمدی سیفی جو جامعہ مدنی مسجد ڈنمارک سے درس نظامی کر چکے ہیں سول انجینیر نگ میں ماسٹرز کرنے کے بعد۔ آئی ٹی فرم (Denmark) میں ڈاریکٹر ہیں۔

مفتی عمران بن منیر محمدی سیفی جو جامعہ مدنی مسجد ڈنمارک سے درس نظامی کر چکے ہیں کوپن ہیگن یونیورسٹی سے عربی اور اسلامیات میں ماسٹرز کرنے کے بعد Consultant & Mentor (Denmark) میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مفتی فاروق احمد محمدی سیفی ۲۰۰۶ء میں فیضانِ مدینہ سے عامہ وخاصہ کر چکے ہیں اور جامعہ

نعیمیہ سے (شہادۃ العالیہ)، جامعہ نظامیہ سے (شہادۃ العالمیہ) کر چکے ہیں اب نائب ناظم تعلیمات، جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم۔اسلام آباد ہیں۔

یہاں قابل ذکر بات بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جامعہ ہذا کے ۸۹ طلباء نے تنظیم المدارس کے زیر انتظام منعقد ہونے والے امتحانات میں اعلیٰ کامیابی حاصل کی۔ ۴۳ طلباء نے ۸۰ فیصد سے زائد نمبر حاصل کئے جبکہ ۳۶ طلباء نے ۵۰۰ سے زائد نمبر حاصل کئے۔اتنی زیادہ تعداد میں ایک ہی مدرسے کے طلباء کا ۵۰۰ سے زائد نمبر حاصل کرنا تنظیم المدارس کیلئے بھی ایک ریکارڈ واعزاز ہے۔تقریب میں طلباء کو زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔

تقریب سے خطاب کرتے ہوئے قبلہ حضرت میاں محمد حنفی سیفی صاحب نے کہا کہ معاشرتی برائیاں علامتیں ہیں جہالت اور بے عملی اصل بیماریاں ہیں۔انسانی معاشرے میں ہر بیماری کا علاج علم وعمل میں ہے۔اگر ہم اپنے نبی ﷺ کی بات ماننا شروع کر دیں تو انقلاب آجائے۔

تقریب سے اپنے خطاب میں جناب مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے کہا کہ حق وباطل کے فرق کو سمجھنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔علماء نوجوان نسل کی تعلیم وتربیت میں اپنا اہم کردار ادا کریں۔یہ تقریب تمام لوگوں کیلئے ایک رول ماڈل کا درجہ رکھتی ہے۔

جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کی (ڈنمارک برانچ) میں امام کورس کروایا جاتا ہے تاکہ امام حضرات کو مساجد واسلامک سینٹرز میں اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔تقریب میں ۸ (آٹھ) حضرات کو بھی امام کورس مکمل کرنے پر سند فراغت سے نوازا گیا۔

ان اجتماعات کی کامیابی کے لیے جس انداز سے محنت کی گئی وہ ہماری اجلی تاریخ کا ایک تابناک باب ہے۔اکابر اور مشائخ کی دعاؤں اور فکر مندی کے نتیجے میں ہی اس قسم کے اجتماعات کے انعقاد کی کرامات کا ظہور ممکن ہو پاتا ہے پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا سید حسین الدین شاہ۔مہتمم جامعہ ضیاء العلوم۔راولپنڈی۔پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا سید ریاض حسین شاہ۔مہتمم ادارہ تعلیمات اسلامیہ۔راولپنڈی پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا محمد ضیاء الحق شاہ۔مہتمم جامعہ ضیاء العلوم۔راولپنڈی جو اس وقت اہل حق کے جگمگ کرتے ستاروں کے جھرمٹ میں چودھویں کے چاند کی مانند ہیں ان کی شخصیت اور وجود ہی اللہ کی رحمت اور خیر وبرکات کا باعث ہے مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا پروفیسر مفتی منیب

الرحمٰن صاحب۔ وچیرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان، اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی غلام محمد سیالوی ایسے اکابر کے نورانی چہرے دیکھ کر ایمان کو جلا ملتی ہے استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا منشاء تابش قصوری۔ صدر شعبہ فارسی۔ جامعہ نظامیہ لاہور، شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی۔ جامعہ ہجویریہ۔ لاہور کی شخصیت اور خدمات کو دیکھ کر سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے علامہ قاری زوار بہادر کے علاوہ لاہور کے درویش منش مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد عبد التواب صدیقی۔ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ۔ لاہور ہوں یا پسرور کے شیخ الحدیث والقرآن حضرت علامہ و مولانا مفتی ہدایت اللہ پسروری۔ ملتان کی خوش اخلاق اور ملنسار شخصیت، پروفیسر مولانا بدر الزماں۔ پرنسپل جامعہ ہجویریہ۔ لاہور ہوں یا مولانا سید امتیاز حسین کاظمی، حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ ہزاروی۔ مہتمم جامعہ نظامیہ و ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس پاکستان ہوں یا صاجزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمن، علامہ قاری عامر خان، مفتی بشیر احمد فردوسی یا مفتی گل احمد عتیقی۔ شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ۔ لاہور، جانشین حافظ الحدیث۔ پیر طریقت رہبر شریعت سید محمد نوید الحسن مشہدی۔ سجادہ نشین آستانہ عالیہ بھکی شریف، رشید احمد رضوی، پیر طریقت رہبر شریعت سید سعادت علی شاہ۔ سجادہ نشین درگاہ عالیہ چورہ شریف۔، علامہ پیر عزیز رسول صدیقی سیفی، مولانا محمد یعقوب رضوی ملتانی، پیر سید شمس الدین گیلانی، استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا فضل سبحان قادری۔ مفتی اعظم خیبر پختونخواہ۔ مہتمم جامعہ قادریہ۔ مردان، علامہ سید غلام مصطفےٰ عقیل بخاری، مولانا مفتی شیر محمد خان بھیروی، مدرس ساز وشارح حدیث نجد استاذ العلماء۔ شیخ الحدیث مفتی حضرت علامہ مولانا ظہور احمد جلالی۔ مہتمم دار العلوم محمدیہ اہلسنت مانگا منڈی۔ لاہور، پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا عبد القادر۔ مہتمم جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ، آزاد کشمیر سے حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبد القیوم۔ مفتی اعظم آزاد کشمیر، مولانا محمد سفیر خان حضرت علامہ مولانا عبد الوحید تنولی۔ خطیب اعظم واہ کینٹ، پیر طریقت رہبر شریعت سید الحاج سلطان علی شاہ ہمدانی۔ مہتمم آستانہ عالیہ و دار العلوم بھنگالی شریف، پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا احمد میاں۔ خیر المدارس ملتان، استاذ الاساتذہ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث مختار درانی۔ خان پور، پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پروفیسر محبوب حسین۔ سجادہ نشین آستانہ عالیہ بیربل شریف، مولانا عبد الحمید نقشبندی محمدی سیفی صاحب، مولانا محمد ظفر عباس محمدی سیفی، مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب، مولانا سید عبد القادر شاہ صاحب، حضرت مولانا نوری

صاحب، غازی ملت احمد شیر خان، حضرت علامہ مفتی اللہ بخش سیالوی، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی اقبال مصطفوی سیفی، پیر طریقت صوفی محمد ظفر محمدی سیفی، حضرت علامہ مفتی محمود حسین شائق، مناظر اسلام مفتی علامہ مولانا سعید احمد اسعد سلسلہ سیفیہ کے خلفا و علماء اور سینئر سالکین ومشائخ عظام گویا اہل سنت و جماعت کے گلدستے کے ہر پھول کا اپنا رنگ اور اپنی خوش بو ہے۔

سب نے بڑی تعداد میں شرکت کر کے اس کانفرنس میں خوشبو بھری۔ اور علم شرف انسانیت کے عنوان سے منعقد ہونے والے اس اجتماع میں نامی گرامی خطباء، ارباب علم ودانش ،مشائخ عظام اور نامور شخصیات نے کمال خلوص وایثار سے کام لیا یوں تو اجتماع کے منتظمین نے خدمت کا حق ادا کیا لیکن اس کے باوجود بے شمار ایسی ہستیاں تھیں جو صرف شرکت اور اکابر کے ارشادات سننے کے لیے تشریف لائی تھیں اجتماع کے دوران نوجوانوں اور کارکنان نے جس نظم وضبط اور صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا وہ بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ چنانچہ کسی جگہ بھی کوئی بد نظمی دکھائی نہیں دی۔

عمدہ اور منفرد انتظامات کی وجہ سے یہ تقریب ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔ نظم وضبط کو بہتر طور پر سنبھالنے کے لیے انتہائی مستعد افراد پر مشتمل مختلف امور سے متعلق کمیٹیاں تشکیل دی گئی تھیں۔ ملک کی حالیہ صورت حال کی روشنی میں ادارے کے اطراف میں سیکیورٹی کا بہترین انتظام موجود تھا۔ شرکاء کا ادارے میں داخلے کے وقت مکمل جامع تلاشی لی گئی تا کہ کسی بھی قسم کی غیر متوقع صورتحال سے حتیٰ الامکان محفوظ رہا جا سکے۔

کانفرنس میں شریک مہمانوں کی تواضع کیلئے اعلیٰ معیار کے طعام کا بندوبست کیا گیا تھا۔ علماء ومشائخ کیلئے حضرت اخوندزادہ مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہال "المبارک ہال" میں خصوصی طور پر انتظام کیا گیا تھا۔ جبکہ دیگر شرکاء کیلئے بھی بہترین کھانوں کا انتظام مسجد کے تہہ خانے میں تھا۔ مہمانوں نے ایسے شاندار انتظامات پر خصوصی شکریہ ادا کیا۔ ڈاکٹر محمد سرفراز صاحب نے فرداً فرداً مہمانوں سے تواضع پر استفسار کیا۔ اس سلسلے میں جامعہ کے طلبا نے نہایت ذمہ داری سے کام کیا۔ جو ان کی اعلیٰ تربیت کا آئینہ دار ہے۔

ان کمیٹیوں نے تقریب کے انتظامات کو احسن انداز سے انجام دیا، جس کی بدولت شریک مہمانان گرامی نے جامعہ وخانقاہ کے اقدامات کو سراہا اور نظم وضبط کی دل کھول کر تعریف کی۔ اسٹیج کا

پروقار انداز، سلیقے اور ترتیب سے سجی نشستیں، اسٹیج اور پنڈال کے اطراف میں لائٹ کا انتظام مقررین کا انتخاب، مہمانوں کی پذیرائی، پروگرام کی ترتیب اور جامعہ کے مختلف شعبہ جات کے تعارف، خدمت پر مامور رضاکار، انتظامی امور میں مصروفِ عمل عملہ اور اس کے علاوہ بھی تمام چیزیں منفرد اور مثالی تھیں۔ خانقاہ محمدیہ سیفیہ ترنول کا مقصد اسلام، مسلمان اور پاکستان کے مفادات کے لیے کام کرنا اور زندگی کے ہر شعبے میں تصوف کے نور سے روشنی لے کر قرآن وسنت کے اصولوں کو متعارف کروانا ہے۔ دینی و دنیوی تعلیم کا امتزاج ناگزیر ہے اس کی واضح مثال یہ ادارہ و خانقاہ ہے۔

اس تقریب کو اخبارات میں باقاعدہ طور پر شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا گیا۔ نوائے وقت، جنگ اور اوصاف میں تقریب کو بے حد سراہا گیا۔ ماہنامہ صدائے قلب نے اس تقریبِ سعید کو اگست کے شمارے (اسپیشل نمبر) میں مکمل کوریج دے کر نہایت اہم کردار ادا کیا۔

خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول اسلام آباد

ایک تعارف

کسی مہذب و متمدن معاشرے میں مدارس کی اہمیت وہی ہے جو جسم انسانی میں قلب و دماغ کی ہوتی ہے۔ یہ مدارس ہی معاشرہ کو وہ طاقت و توانائی فراہم کرتے ہیں جس سے سماج میں انسانی و اخلاقی قدریں فروغ پاتی ہیں۔ ان مدارس کے قیام کا اولین اور اہم ترین مقصد ایسے مصلحین و اسکالرز کی تیاری ہے جو ہر طرح کے چیلنجوں کا کمال جرات و بے خوفی سے مقابلہ کر سکیں اور کفر و الحاد کی ظلمت میں ڈوبی انسانیت کے سامنے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی مشعل فروزاں کر سکیں، اور یہ کام اسی وقت ممکن و متوقع ہے جبکہ طلبہ مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی پڑھائے جائیں۔

دینی و دنیاوی تعلیم کی ترویج کیلئے خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ کو چار شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ شعبہ انتظامی امور (Administration)

۲۔ شعبہ تعلیمی امور (Academics)

۳۔ شعبہ داخلہ جات و امتحانات (Examination & Admission)

۴۔ شعبہ ہم نصابی اور غیر نصابی سرگرمیاں

(Co-curricular and Extra Curricular Activities)

۱۔ شعبہ انتظامی امور:

ادارہ ھذا کے شعبہ انتظامی امور کا بنیادی مقصد ادارے کے مشن اور مقاصد کے حصول کو ممکن بنانا ہے۔ تاکہ اعلیٰ معیارِ تعلیم کی فراہمی کو ممکن بنایا جاسکے۔ ادارہ میں ہونے والے تمام امور کا بروقت اور معیاری انداز میں وقوع پذیر ہونا اس شعبہ کے مرہونِ منت ہے۔ علاوہ ازیں تمام معاملات بشمول طلباء کے رہائشی اور تعلیمی نظام الاوقات سے متعلقہ معاملات کی دیکھ بھال (Monitoring) اور ان

میں بہتری (Continuous Quality Improvements) کے لیے ضروری اقدامات وغیرہ کا کرنا۔

۲۔شعبہ تعلیمی امور:

ادارہ ھذا کے شعبہ تعلیمی امور کا مقصد طلباء کے تعلیمی معاملات کو ترتیب دینا ہے۔ان معاملات میں طلبا کیلئے منتخب شدہ نصاب وضع کرنا۔کلاسز کیلئے ٹائم ٹیبل ترتیب دینا۔طلباء کی تعلیمی نشوونما (Progress) کا ہفتہ وار اور ماہانہ جائزہ، تدریسی حکمت عملی وضع کرنا اور عصری تقاضوں کے عین مطابق تدریسی مواد کی تیاری اور اساتذہ کی تربیت شامل ہے۔

۳۔شعبہ داخلہ جات و امتحانات:

ادارہ ھذا کا شعبہ داخلہ جات و امتحانات ایک اہم شعبہ ہے۔ادارہ میں داخلے کے معیار کو بین الاقوامی اداروں کے مطابق وضع کرنا، داخلے کیلئے ٹیسٹ و انٹرویو کی بنیاد پر اہل طلباء کو داخلے کیلئے منتخب کرنا، اور تمام داخلے کے امور کو بخوبی منطقی انجام تک پہنچانا اس شعبے کی ذمہ داری ہے۔ علاوہ ازیں، تمام امتحانات کی پالیسی (بشمول تنظیم المدارس کے ساتھ معاملات، یونیورسٹی سے الحاق، قانونی معاملات، رجسٹریشن وغیرہ) وضع کرنا اور اس پر عمل درآمد کروانا بھی اسی شعبے کی ذمہ داری ہے۔

۴۔شعبہ ہم نصابی اور غیر نصابی سرگرمیاں:

ادارہ ھذا میں زیر تعلیم طلباء کو جہاں اعلیٰ معیار کی دینی اور دنیاوی تعلیم دی جاتی ہے، وہیں ساتھ ساتھ ہم نصابی و غیر نصابی سرگرمیوں کو بھی طلباء کے شیڈول کا حصہ بنایا گیا ہے۔تاکہ طلباء کی جسمانی اور اخلاقی نشوونما بھرپور طریقے سے کی جاسکے۔ان سرگرمیوں میں بزم ادب تقریری مقابلے، نعتیہ محافل کا انعقاد وغیرہ شامل ہیں۔ان سرگرمیوں کا مقصد طلباء کو بلا جھجک معاشرے کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا ہے۔

شعبہ تعلیمی امور کی تفصیل (Academics)

بنیادی طور پر ادارے کا یہ شعبہ دو درجوں میں منقسم ہے۔

(اول) علوم دینیہ (دوم) علوم عصریہ

علوم دینیہ (Islamic Studies):

۱۔ شعبہ حفظ و ناظرہ ۲۔ شعبہ قراۃ و تجوید

۳۔ شعبہ درسِ نظامی ۴۔ شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء

۵۔ تخصص فی الفنون ۶۔ شعبہ تراجم کتب

۷۔ شعبہ تحقیق و تخریج

۸۔ شعبہ کورسز برائے عوام و سالکین

☆ فہم دین کورس [Certificate Course]

☆ تفہیم دین کورس [Diploma Course]

☆ علم القرآن کورس ☆ علم الحدیث کورس

۹۔ شعبہ فاصلاتی نظام تعلیم ۱۰۔ شعبہ دارالافتاء

علوم عصریہ (Contemporary Studies):

۱۔ شعبہ اسکول و کالج ۲۔ شعبہ لسانیات (لینگویج کورسز)

۳۔ شعبہ کمپیوٹرز

اول: شعبہ علوم دینیہ (Islamic Studies):

موجودہ دور میں دین کی اصل صورت دانستہ طور پر لادینیت کے ہاتھوں مسخ ہونے کے باعث فی زمانہ ایسی درسگاہوں کا فقدان ہے جہاں حقیقی طور پر دین کی تعلیمات دی جاتی ہوں۔ علم کے متلاشی طلباء کو حقیقتِ دین سے آراستہ کرنا اور اہل سنت و جماعت کے عین اصولوں وعقائد کے مطابق علوم دینیہ کی تعلیم ادارہ ھذا کا بنیادی مقصد ہے۔ اس عظیم مقصد کی آبیاری کیلئے ادارہ کے شعبہ علوم

دینیہ کو ذیلی شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ شعبہ حفظ و ناظرہ:

شعبہ حفظ و ناظرہ کئی سالوں سے جاری ہے اور ہر سال کئی طلباء سند فراغت حاصل کر کے امت مسلمہ کی خدمت کر رہے ہیں۔

خصوصیات:

اس وقت شعبہ حفظ کی باقاعدہ چھ کلاسیں ہو رہی ہیں اور طلباء کے بڑھتے ہوئے رجحان کے پیش نظر ان میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ بھر پور انفرادی توجہ کے لئے ہر کلاس کو تیس طلبہ تک محدود رکھا گیا ہے۔ ماہر و محنتی قراء حضرات قواعد تجوید کی رعایت رکھتے ہوئے طلباء کو حفظ کروا رہے ہیں۔ طلباء کی کارکردگی جانچنے اور قابلیت میں مزید بہتری لانے کے لئے سہ ماہی، ششماہی، اور سالانہ ٹیسٹ لئے جاتے ہیں۔ حفظ کے بعد تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے تحت منعقدہ امتحان میں شرکت اور کامیابی کی صورت میں سند کے ساتھ ساتھ ادارہ کی طرف سے بھی ٹیسٹ اور سند کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اہلیت کے حامل طلبہ کو دورانِ حفظ میٹرک کا امتحان دلوایا جاتا ہے۔ مزید براں طلبہ کی اخلاقی اقدار کو بہتر بنانے کی طرف بھر پور توجہ دی جاتی ہے۔ ادارے کے سالانہ پروگرام میں حفاظ کرام کی دستار فضیلت کی جاتی ہے۔

۲۔ شعبہ قراۃ و تجوید:

قرآن کریم کے الفاظ کی درست انداز میں ادائیگی ہر مسلمان کیلئے اہمیت رکھتی ہے تاکہ درست معانی و مفاہیم معلوم ہو سکے۔ اس اہم ضرورت کو ممکن بنانے کیلئے طلباء، اور دیگر افراد کیلئے ادارہ میں تجوید و قراءت کے شعبے کا بھی اجراء کیا گیا ہے۔ تنظیم المدارس (شعبہ تجوید و قراءت) کے تحت منعقدہ امتحان میں شمولیت اور کامیابی کی صورت میں بورڈ اور ادارہ کی جانب سے سند جاری کی جائے گی۔

۳۔شعبہ درسِ نظامی:

یہ جامعہ کا اہم ترین شعبہ ہے۔اس شعبہ میں قرآن کریم کے حفاظ و ناظرہ خواں، اور پرائمری پاس طلبا کو داخلہ دیا جاتا ہے۔اس شعبے میں ابتدائی درجے سے لے کر تخصص فی الفقہ والفنون تک تعلیم دی جاتی ہے۔شعبہ درس نظامی سیمسٹر طرز میں پڑھایا جاتا ہے۔ادارہ ھذا کا تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے ساتھ الحاق ہے اور باقاعدہ ثانویہ عامہ سے شہادۃ العالمیہ تک امتحان دلوائے جاتے ہیں۔یہی وہ شعبہ ہے کہ جس سے علماء اور حقیقی معانوں میں مذہبی سکالرز پیدا کئے جاتے ہیں جو اس معاشرے میں دین کی اصل شکل عوام الناس تک پہنچانے کا سبب بنتے ہیں

۴۔شعبہ تخصص فی الفقہ والافتاء:

یہ شعبہ علوم دینیہ میں سپیشلائزیشن کا درجہ رکھتا ہے۔اسی اہمیت کی بنا پر درسِ نظامی کے نصاب سے فراغت کے بعد "تخصص فی الفقہ" کے نام سے کورس پڑھایا جاتا ہے۔اس کورس کا مقصد طلباء کو علمِ فقہ کے اصول، قواعد، کلیات و جزئیات، قدیم و جدید مسائل اور ان کے احکام کے علل و حکم سے اتنی واقفیت ہو جائے کہ اُسے اِس علم میں ایک گونہ خصوصیت و امتیاز حاصل ہو۔یہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک اہم مقصد یہ ہے کہ کتب فِقہ کے ساتھ مقررہ طویل مدت تک وابستہ رہ کر ماہرِ فن اور مشاق اساتذہ کرام کے فقہی تجربات سے استفادہ کرتے ہوئے فقہی ذوق، فقہی طبیعت اور فقہی مزاج بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

شعبہ ھذا میں تنظیم المدارس کے نصاب کے مطابق تخصص فی الفقہ والافتاء کا اہتمام ہے۔

الحمد للہ اس شعبہ سے پہلی کلاس سند فراغت حاصل کر چکی ہے۔

۵۔تخصص فی الفنون:

اربابِ ذوق کے لئے ادارہ ھذا میں قدیم کتب (منطق و فلسفہ وغیرہ) پڑھانے کا باقاعدہ انتظام ہے۔

۶۔ شعبہ تراجم کتب:

ادارہ ھذا میں قائم شعبہ تراجم ایک نہایت اہم شعبہ سمجھا جاتا ہے۔ اولیائے عظام اور علمائے کرام کی قدیم کتب کے تراجم حتی المقدور آسان، عام فہم اور بامحاورہ کیئے جاتے ہیں۔ نیز دینی، فقہی اور تصوف کی اصطلاحات کا بھی خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ تراجم کے شعبے سے وابستہ علمائے کرام نہایت دیانتداری سے اصل مضمون کو من وعن منتقل کرتے ہیں۔ نیز جامعہ کے طلباء کو بھی اس فن کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔

۷۔ شعبہ تحقیق وتخریج:

شعبہ تحقیق وتخریج کے اصلی مقاصد ادارہ ھذا میں مختلف مرحلوں میں طلباء تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی علمی سطح کے مطابق معین اور سہل دستور العمل کی بنیاد پر مختلف شعبوں میں پیشہ ورانہ تحقیقات بھی سرانجام دیں۔ اس سلسلے میں تحقیقی پروگرام کی ترتیب وتدوین، طلبا کی استعداد کے مطابق پروگرامنگ کی غرض سے ان کی تحقیقی صلاحیتوں کی شناخت، زیرِ تعلیم طلباء کی علمی تحقیق و جستجو کے جذبہ کی تقویت، تحقیق آمیز نظام تعلیم کا قیام اور بقدر ضرورت محققین کی تربیت ادارہ کے اس شعبے کی اولین ترجیحات میں سے ہے۔ دوران تعلیم تحقیقات میں تحقیق کے اصول وفنون پر توجہ اور دستور العمل کے مطابق گروہ علمی کے ممبران کیلئے ملک اور بیرون ملک اسٹڈی کیلئے پروگرام مرتب کرنا بھی اسی شعبے کی ذمہ داری ہے۔

۸۔ شعبہ کورسز برائے عوام وسالکین:

ادارہ ھذا میں زیرِ تعلیم طلباء کیلئے علوم دینیہ کی سہولت کے علاوہ عوام الناس کیلئے بھی دینی علوم عام فہم انداز میں سکھانے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اس شعبہ کے تحت عام سالکین اور اہل اسلام کے لئے مختلف نوعیت کے کورسز ترتیب دیئے گئے ہیں۔ ان کورسز کا مقصد لوگوں کو روزمرہ عبادات ومعاملات کے بارے میں معلومات فراہم کرنا ہے تاکہ لوگ دینی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے معاملات سرانجام دیں۔

ان کورسز کے شرکاء کو نوٹس (درسی مواد) ادارے کی طرف سے مہیا کئے جاتے ہیں۔ ان کی

تفصیل درج ذیل ہے:

فہم دین کورس [Certificate Course]

☆ کورس کے مقاصد:

ضروریات دین کے تحت آسان الفاظ اور عام فہم انداز میں عبادات کی عملی طریق میں اصلاح و درستگی کرنا۔

اہلیت:

ہر مسلمان کیلئے۔

کورس کا دورانیہ:

☆ یہ کورس ڈیڑھ ماہ یعنی چھ ہفتے پر مشتمل ہے۔

☆ اس کورس کے دو علیحدہ سیکشن ہیں۔ایک جمعۃ المبارک (5:00P.M-7:00P.M) اور دوسرا اتوار (5:00P.M-7:00P.M) ہوتا ہے۔

☆ ہر کلاس میں تین لیکچر (Lecture) ہوتے ہیں اور ہر لیکچر (Lecture) چالیس منٹ کا ہے۔

☆ اس کورس کے کل اٹھارہ لیکچرز ہیں۔جن کا کل دورانیہ بارہ گھنٹے ہے۔

نصابی کتب:

☆ عقائد و المسائل از مولانا محمد صدیق ہزاروی

☆ مدنی قاعدہ

علم القرآن کورس

کورس کے مقاصد:

قرآن مجید کے احکامات کو جاننا اور عملی زندگی کا حصہ بنانا۔

اہلیت:

ہر مسلمان جو ضروریات دین کا جاننے والا ہے۔

کورس کا دورانیہ:

☆ اس کا دورانیہ چھ ماہ پر مشتمل ہے۔

☆ اس کورس کے دو علیحدہ سیکشن ہیں۔ایک بروز ہفتہ (3:30PM-5:30PM) اور اتوار (30PM:30PM-5:3) ہوتا ہے۔

☆ ہفتے میں ایک دن کی کلاس دو گھنٹے پر مشتمل ہے۔

نصابی کتب :

☆ قرآن کریم

☆ علم القرآن از مفتی احمد یار خان نعیمی

☆ عجائب القرآن وغرائب القرآن از مولانا عبدالمصطفیٰ اعظمی

☆ تفسیر کوئز از مولانا محمد فہیم قادری

☆ ایک دن میں آدھا پارہ کلاس میں کم از کم متعلم روزانہ کا ایک ایک رکوع ترجمہ کنزالایمان مع خزائن القرآن پڑھ کر آئے۔دورانِ کلاس اس پارہ میں موجود اہم نکات پر آگاہی دی جائے گی۔

علم الحدیث کورس

کورس کے مقاصد:

ہمارے پیارے نبی ﷺ کے فرامین سے آگاہی ہونا۔

اہلیت:

ہر مسلمان جو ضروریاتِ دین کو جانتا اور سمجھتا ہو۔

کورس کا دورانیہ:

☆ یہ کورس ڈیڑھ ماہ یعنی چھ ہفتے پر مشتمل ہے۔

☆ اس کورس کے دو سیکشن ہیں۔ایک جمعۃ المبارک (5:00P.M-7:00P.M) اور دوسرا اتوار (5:00P.M-7:00P.M) کا ہوتا ہے۔

ہفتے میں ایک دن کی کلاس دو گھنٹے پر مشتمل ہے۔

نصابی کتب:

درج ذیل کتب سے منتخب ابواب نصاب میں شامل کئے گئے ہیں۔

☆ اصطلاحات حدیث از غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی

☆ ریاض الصالحین از امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی

☆ موطا امام محمد از حضرت امام محمدؒ

تفہیم دین کورس (Diploma Course)

کورس کے مقاصد

ہر مسلمان پر ضروریات دین کا علم سیکھنا فرض عین ہے۔اس کورس کا مقصد بنیادی عقائد و مسائل نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج کو سیکھنا۔اس کورس کا حصہ بننے والے ہر فرد میں یہ اہلیت پیدا کرنا کہ وہ جماعت کروا سکے، نماز جنازہ پڑھا سکے، کسی دوسرے کو بنیادی مسائل بتا سکے اور تقریر و بیان بھی کر سکے۔ اپنے اھل خانہ اور خصوصاً بچوں کی تربیت بہتر انداز میں کر سکے۔ازدواجی زندگی میں بعض اوقات انسان ایسے الفاظ بیان کر جاتا ہے کہ جس سے طلاق و دیگر مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔یہ کورس ایسے تمام دیگر مسائل سے ہم آہنگی پیدا کرنے میں مدد فراہم کرے گا۔

اہلیت:

داخلے کا اہل ہر وہ مسلمان ہے جو پڑھنا لکھنا صحیح طور پر جانتا ہے۔

کورس کا دورانیہ:

- ☆ یہ ڈپلومہ کورس ہے اور اس کا دورانیہ چھ ماہ (کل ۹۶ گھنٹے) ہے
- ☆ ہفتے میں دو دن جمعۃ المبارک اور اتوار کو کلاسز ہوتی ہیں۔
- ☆ ہر کلاس کا دورانیہ دو گھنٹے ہوگا۔

نصابی کتب:

	کتب	کل تعلیمی دورانیہ
قرآنِ مجید	کنزالایمان مع خزائن القرآن از: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ علم القرآن ۔۔۔ مفتی احمد یار خان نعیمی	48 گھنٹے
حدیث	اصطلاحاتِ حدیث ۔ غلام نصیر الدین چشتی گولڑوی ریاض الصالحین ۔ امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نووی مسند امام اعظم	12 گھنٹے
فقہ	بہارِ شریعت (مخصوص ابواب) ۔ از: مولانا محمد امجد علی مدنی قاعدہ علم التجوید (مشق)	24 گھنٹے
عقائد	شرح فقہ اکبر ۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ	12 گھنٹے

۹۔ شعبہ فاصلاتی نظامِ تعلیم (Online Courses):

جامعہ میں باقاعدہ کلاسز میں شمولیت اختیار کرنے والے طلباء کے علاوہ ان افراد کیلئے آن لائن کلاسز کا نظام وضع کیا گیا ہے جو بیرون ممالک میں موجود یا بلاواسطہ جامعہ میں حاضر نہیں ہو سکتے۔ اسکا باقاعدہ آغاز بھی ہو چکا ہے اور مفتی سلیمان رضوی صاحب کے آن لائن لیکچرز اس سلسلے میں ممد و

معاون ہونگے۔اس کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی باقاعدہ آن لائن کلاسز کا بھی انتظام موجود ہے۔
معلومات کیلئے شعبہ انتظامات سے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۔شعبہ دارالافتاء:

امت کو درپیش مسائل اور اس کی راہنمائی کیلئے ادارہ ھذا میں باقاعدہ شعبہ دارالافتاء موجود ہے۔جہاں پر قابل مفتیان کرام شرعی رہنمائی کے لئے موجود ہیں۔اس شعبے کا مقصد اہلیان اسلام کو اس پرفتن دور میں درست اور اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے مطابق مسائل میں راہنمائی فراہم کرنا ہے۔سائل تحریری، ٹیلی فونک رابطہ اور بذریعہ ای میل اس شعبہ سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

دوم۔علوم عصریہ

ادارہ ھٰذا کا دوسرا اہم تعلیمی جزو علومِ عصریہ کی ترویج ہے۔طلباء کو دینی تعلیم کے علاوہ دنیاوی تعلیم سے آراستہ کرنا عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے۔دینی اور دنیاوی اور تعلیم کے زیور سے آراستہ طالب علم معاشرے میں گوہر نایاب کی حیثیت رکھتے ہیں۔فی زمانہ کثیر ادارے اپنے طلبا کو صرف دنیاوی یا صرف دینی تعلیم دیتے ہیں جو طلبا کی شخصیت کو نامکمل رکھتا ہے۔اس شعبے کے ذریعے ادارے میں زیر تعلیم طلباء کو جدید علوم مثلاً کمپیوٹر سائنس، انگلش و عربی لینگویج اور طب کے شعبوں میں بھی تعلیم دی جاتی ہے۔علوم عصریہ میں مندرجہ ذیل شعبے کارفرما ہیں:

☆شعبہ اسکول وکالج:

علوم عصریہ میں طلبا کو میٹرک، ایف اے، بی اے، اور ایم اے تک کی تعلیم ماہر اساتذہ کی زیرنگرانی دی جاتی ہے۔ادارہ ھٰذا طلبا کے فیڈرل اور راولپنڈی بورڈ میں داخلے کیلئے مکمل معاونت فراہم کرتا ہے۔ادارے کے طلبا کو کارکردگی کی بنیاد پر حوصلہ افزائی کیلئے اسناد اور سالانہ وظائف بھی دیئے جاتے ہیں۔

☆شعبہ لسانیات۔(لینگویج کورسز):

طلبا کو بیرون ممالک میں سکالرشپ کی صورت میں تمام لسانی مشکلات سے آگاہی کیلئے

ادارہ ھذا میں مخصوص زبانوں بالخصوص انگلش وعربی لینگویج کورسز کا بھی اجراء احسن طریقے سے کیا گیا ہے۔ جس میں طلبا کو ضروریات زندگی کے مطابق انگلش وعربی زبان میں مہارت دی جاتی ہے۔ اس مقصد کیلئے ماہر اساتذہ کرام ادارہ ھذا کے طلباء کو عربی بول چال سکھانے کیلئے تدریسی اوقات کے علاوہ باقاعدہ تربیت دیتے ہیں۔

☆ شعبہ کمپیوٹر کورسز:

طلباء کی صلاحیتوں کو بہتر بنانے کیلئے ادارہ میں باقاعدہ کمپیوٹر کلاسز کا اجراء بھی کیا گیا ہے۔ اس سیکشن کا بنیادی مقصد زیر تعلیم طلبا میں جدید فقہی اور دینی سافٹ ویئر (مکتبہ شاملہ، المحدث، فتاویٰ رضویہ وغیرہ) کے استعمال میں استعداد پیدا کرنا ہے۔ تاکہ طلبا قلیل وقت میں تحقیق کا کام بخوبی سرانجام دے سکیں۔ اس کے علاوہ ادارے کی کتب واشاعت میں مدد کیلئے طلبا کو تیار کرنا بھی اس سیکشن کی ذمہ داری ہے۔

ادارے کی منفرد خصوصیات

ادارہ زیر تعلیم طلباء کیلئے انفرادی سہولیات بھی فراہم کرتا ہے۔ جس کا مقصد طلباء کو ایک ایس درسگاہ کا ماحول فراہم کرنا ہے تاکہ طلباء کا کسی بھی بین الاقوامی ادارے سے مقابلہ کیا جا سکے۔ اسی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ادارہ ھذا میں دینی اور دنیاوی تعلیم کی جہتوں کو یکجا کر کے طلباء کے قیمتی وقت کو بھرپور طریقے سے استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ذیل میں ادارہ ھذا کی چند خصوصیات کلذ کر ہے جو اس ادارے کو دیگر تعلیمی اداروں میں ممتاز کرتی ہے۔

تعلیمی کارکردگی کی تشخیص (Periodic Monitoring):

ادارے میں طلباء کی جزوقتی تعلیمی کارکردگی کو پرکھنے کیلئے ہفتہ وار، ماہانہ، سہ ماہی، شش ماہی امتحانات کا نظام موجود ہے۔ جس کے نتائج کی روشنی میں طلباء کے آئندہ مستقبل کو باآسانی پرکھا جا سکتا ہے اور جہاں ضرورت ہو طلباء کی حتیٰ الامکان راہنمائی بھی کی جاتی ہے۔ اس نظام سے نا صرف طلبا کی کمزوریوں کو نا صرف بروقت پرکھا جاتا ہے بلکہ ان کی آئندہ تعلیمی جہت کا بھی اندازہ بروقت گایا

جا سکتا ہے۔

تعلیمی مشاورت (Student Counselling):

جز وقتی تعلیمی کارکردگی کی رپورٹس کی روشنی میں طلباء سے ذاتی مشاورت کی جاتی ہے تاکہ ان کے مسائل سے آگاہی حاصل کر کے ان کی فرداً فرداً اصلاح کی جائے تاکہ وہ تعلیمی میدان میں کامیاب طلباء کے شانہ بشانہ رہیں۔ اس نظام سے ایسے کئی طلبا کے مسائل واضح ہونے میں مدد ملتی ہے جو جھجک سے اپنے معاملات خود اساتذہ تک نہیں پہنچا سکتے۔

ترتیب و تقسیم شدہ نصاب (Modular Syllabus):

طلباء پر تعلیمی بوجھ کم کرنے کیلئے ادارے کا نصاب یومیہ، ہفتہ وار اور ماہوار ایام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تمام طلباء اسی تقسیم و ترتیب شدہ نصاب کے مطابق رہنے کے پابند ہیں۔ اس نظام کی وجہ سے طلبا بروقت اپنے سلیبس کو مکمل کرتے ہیں اور سستی سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیمی سال کے دوران کسی بھی قسم کے نئے داخلے پر سختی سے پابندی ہے۔

محمدیہ لرننگ ریسورس سینٹر:

محمدیہ لرننگ ریسورس سینٹر کے نام سے ادارہ ھذا میں ایک نہایت وسیع و عریض لائبریری بھی موجود ہے۔ جس میں علوم قرآن کریم، تفسیر، حدیث، سیرت، فقہ، تاریخ اور دیگر موضوعات پر مشتمل کتب کا ذخیرہ موجود ہے جن کا ریکارڈ مکمل طور پر کمپیوٹرائزڈ ہے۔ اس کے علاوہ کمپیوٹرائزڈ فارم میں دس ہزار سے زائد کتب موجود ہیں جو طلباء اور دیگر افراد کیلئے سیر حاصل تحقیق کیلئے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ کتب کا یہ عظیم الشان ذخیرہ طلبا و محققین کیلئے تحقیق و تخریج میں ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

طلباء کی فکری تربیت:

طلباء کی سوچ اور فکر کو اکابرین کی تعلیمات سے ہم آہنگ کرانے کیلئے ادارہ ھذا میں مختلف مقدس ایام کی محافل منعقد کروائی جاتی ہیں۔ تاکہ طلباء اپنی عملی زندگی میں انہیں بطور نمونہ اپنے سامنے

رکھیں۔ان محافل سے نہ صرف جید علمائے کرام، مشائخ عظام اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے افراد خطاب کرتے ہیں بلکہ طلباء کو بھی اپنی استعداد پیش کرنے کا بھرپور موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ان محافل کے مثبت نتائج طلباء پر مرتب ہوتے ہیں اور طلباء میں محنت ولگن سے تعلیم حاصل کرنے کی لگن پیدا ہوتی ہے۔

سالانہ تقریبات:

عصری علوم (دینی و دنیاوی) کے امتحانات میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے طلباء کیلئے ہر سال ایک شاندار تقریب تقسیم انعامات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔جس میں معزز روحانی شخصیات اور علمائے کرام بطور مہمانانِ خاص شرکت فرماتے ہیں۔کامیاب ہونے والے طلباء کی دستار بندی اور ان میں اسناد تقسیم کی جاتی ہیں۔یہ تقریبات طلبا میں مزید جذبہ فراہم کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

حصول تصوف کے ذرائع ومواقع:

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق "علم کثرتِ روایات کا نام نہیں بلکہ یہ ایک نور ہے جو دل کو منور کرتا ہے"۔اسی معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے ادارہ ھذا سے ملحقہ خانقاہ میں زیرِ تعلیم طلباء کیلئے علوم ظاہر (دینیہ وعصریہ) کے ساتھ ساتھ صفائے باطن کی تربیت کا بھی اہتمام ہے۔ادارہ اور اس سے منسلک خانقاہ میں تمام سلاسل طریقت کے اسباق باقاعدہ طور پر کروائے جاتے ہیں۔تاکہ طلباء ومریدین کی نا صرف ظاہراً اصلاح کا سامان ہو بلکہ ان کو حقیقتِ دین اور اس سے وابستہ معاملات کا بھی علم ہو سکے۔اس سلسلے میں خانقاہ محمدیہ سیفیہ میں دوران سال ہفتہ وار، ماہانہ، سالانہ اور دیگر اہم ایامِ مقدسہ کے موقع پر نا صرف محافل ذکر و نعت کا اہتمام کیا جاتا ہے بلکہ مختلف موضوعات پر کانفرنس کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے

مجلہ السیف الصارم:

آج کے ترقی یافتہ دور میں دین کی تبلیغ واشاعت میں پرنٹ میڈیا (اخبارات وجرائد) کا بہت اہم کردار ہے۔ادارہ ہذا کے تحت ماہنامہ مجلہ "السیف الصارم" اسلامی جرائد میں ایک منفرد مقام رکھتا

ہے۔ یہ مجلہ شریعت وطریقت کا حسین امتزاج وترجمان ہے۔ جس میں شائع ہونے والے صوفیائے کرام کے مسلک، محبت واعتدال کی سیرت اور تعلیمات پر مبنی مضامین اصلاحِ نفوس اور کردار سازی میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ معیاری طباعت اور مضامین کی اعلیٰ معیار کی وجہ سے علمی حلقوں میں مجلہ السیف الصارم کو زبردست پذیرائی حاصل ہو رہی ہے۔ طلباء کو اس مجلے میں اپنی کاوشوں کو اجاگر کرنے کیلئے تحریری مواد تیار کرنے کا بھی بھرپور موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

سہولت اِقامت:

ادارہ ھٰذا میں اعلیٰ رہائشی سہولیات فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جس میں موسم کے لحاظ سے سردی ۔ ۔ ِہ سے بچنے کے لیے مناسب انتظام، کشادہ جگہ، تازہ ہوا کا گزر اور ماحولیاتی تازگی کے لیے ممکنہ صو ۔ میں سبزہ زار وغیرہ کا اہتمام کرنے کی سعی شامل ہے۔ اس کے علاوہ سردیوں میں گرم پانی کی سہولت ۔ ی طلبا کو میسر کی گئی ہے۔

انٹرنیٹ کی سہولت:

طلباء کی تعلیمی سرگرمیوں میں مدد فراہم کرنے کیلئے انٹرنیٹ کی سہولت بھی مہیا کی گئی ہے۔ یہ سہولت انتظامیہ کے زیرِ نگرانی مخصوص درسی مواد حاصل کرنے کیلئے میسر ہوتی ہے۔

سہولتِ طعام:

ادارہ ھٰذا میں زیرِ تعلیم ۔ ء کو تین ٹائم (ناشتہ، دوپہر اور رات کا کھانا) بغیر کسی اضافی چارجز کے طے شدہ شیڈول کے مطابق دیا جاتا ہے۔ بہتر سے بہتر کھانا پیش کرنے کے لیے معیاری راشن خریدا جاتا ہے۔ اس تمام کام کے لیے مستعد عملہ ۔ ر راشن کو حفظانِ صحت کے اصولوں پر محفوظ رکھنے کے لیے کاربند کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ روزہ داروں کو پھل اور بیماروں کو پرہیزی کھانا بھی پیش کیا جاتا ہے۔

مستشفیٰ (ڈسپنسری)

اتفاقی یا حادثاتی بیماریوں سے بچاؤ کے لیے ادارہ ھٰذا میں قابل ڈاکٹرز کا عملہ آن کال موجود ہوتا ہے۔ جن کے زیرِ نگرانی طبی امداد کا مکمل انتظام کیا گیا ہے۔ جبکہ بڑے امراض/حادثات یا

آپریشن کی صورت میں دیگر ہسپتالوں سے علاج کروایا جاتا ہے۔ یہ تمام سہولیات طلبا کو مفت فراہم کی جاتی ہیں۔

ادارے کی مکمل سیکورٹی:

ادارہ ھٰذا میں مکمل سیکورٹی کا نظام وضع کیا گیا ہے۔ جس کے تحت ادارے میں کسی بھی نئے آنے والے اشخاص کی مکمل تلاشی لی جاتی ہے، ان کے شناختی کارڈز کا اندراج کر کے ان کو ادارہ میں داخلے کی اجازت دی جاتی ہے۔ کسی بھی اجنبی کو ادارے میں بلا اجازت گھومنے یا کلاسز میں جانے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ طلبا سے ملاقات کیلئے مخصوص ایام مقرر کئے گئے ہیں تا کہ طلبا کی تعلیمی سرگرمیوں میں خلل نہ آئے۔

ہو الغفور الرحیم

سال و فال و مال و حال و اصل و نسل و تخت و بخت
بادت اندر شہریاری برقرار و بر دوام
سال خرم فال نیکو مال وافر حال خوش
اصل ثابت نسل باقی تخت عالی بخت رام

[illegible]

[illegible]

جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم میں سیکنڈ ینیویا کے سب سے پہلے دارالافتاء کا قیام

رپورٹ: امانت علی چوہدری☆

ڈنمارک: مورخہ ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۶ء بروز پیر جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ڈنمارک (RODOVEMASJID) کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان علمی، فکری اور تاریخی کانفرنس بسلسلہ قیام دارالافتاء محمدیہ سیفیہ وافتتاح شعبہ تحقیق وتراجم منعقد ہوئی جس میں بڑی تعداد میں علمائے کرام، مساجد ومراکز کے ائمہ وصدور اور سیاسی اور سماجی شخصیات نے بھرپور شرکت فرمائی۔ خواتین وحضرات، نوجوان اور بچے کثیر تعداد میں تشریف لائے۔ کانفرنس کی نگرانی مولانا مفتی طارق محمد امین محمدی سیفی صاحب اور مولانا مفتی عمران بن منیر محمدی سیفی صاحب نے کی۔

جامعہ کے سرپرست اعلیٰ ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب کے زیر سرپرستی سیکنڈ ینیویا کے سب سے پہلے دارالافتاء کا افتتاح کرنے کے لئے پاکستان سے تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے صدر مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن صاحب (چیئرمین رویت ہلال کمیٹی) اور تنظیم المدارس کے ناظم اعلیٰ صاحبزادہ علامہ محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی صاحب (مہتمم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) خصوصی طور پر تشریف لائے۔ ناروے سے علامہ قاری محمد عامر خان صاحب (امام وخطیب مسجد شی، اوسلو، ناروے) نے شرکت کی اور اس کے ساتھ ساتھ ڈنمارک کے تمام علمائے کرام بھی شریک ہوئے جن میں علامہ محمد ظہیر بٹ صاحب (امام وخطیب جامع مسجد مدنی)، مفتی سہیل احمد سیالوی صاحب (امام وخطیب جامع مسجد البرکسلند)، مفتی ملک محمد اویس نعیمی صاحب ()، علامہ تنویر احمد ضیاء صاحب (امام وخطیب جامع مسجد آما)، علامہ قاری اسماعیل فرید تونسوی صاحب (امام وخطیب جامع مسجد ٹاسٹروپ)، علامہ قاری بابر علی نعیمی صاحب، قاری حافظ محمد ذیشان نقشبندی سیفی صاحب، علامہ عبدالستار سراج صاحب (ڈائریکٹر تحریک منہاج القرآن ڈنمارک)، علامہ قاری عتیق احمد ہزاروی صاحب، علامہ فیض رسول ازہری صاحب،

صاجنزادہ صوفی محبوب الٰہی صاحب و دیگر شخصیات تھیں۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن صاحب اور صاجنزادہ علامہ محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی صاحب کی آمد پر جامعہ محمدیہ سیفیہ کے طلباء نے بہت شاندار، تاریخی اور مثالی انداز میں مسجد کے باہر ان کا استقبال کیا جس کو بشمول علماء تمام حاضرین نے بے حد سراہا۔ مفتی ملک محمد اویس نعیمی صاحب نے استقبال کے حوالہ سے کانفرنس میں موجود علمائے کرام کی نمائندگی کرتے ہوئے فرمایا: جس طرح سے اور جس شان کے ساتھ مفتی اعظم پاکستان کا استقبال کیا گیا ہے، میرا خیال ہے کہ یہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس طرح علماء کا استقبال کسی اور تقریب میں، یورپ میں، میری نظر سے نہیں گزارا۔

نگران محفل مولانا مفتی طارق محمد امین محمدی سیفی صاحب نے مہمانان خصوصی قبلہ مفتی صاحب اور جناب صاجنزادہ صاحب کو جامعہ میں تشریف لانے پر خوبصورت الفاظ میں استقبالیہ پیش کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مفتی طارق امین سیفی صاحب نے جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کے سرپرست اعلیٰ اپنے مرشد گرامی کو ہدیہ تشکر پیش کرتے ہوئے فرمایا: جس عظیم ہستی کے امر و تلقین سے یہ سب ہو رہا ہے، اس موقع پر ان کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ انتہائی احسان ناشناسی ہوگی۔ میری مراد ہم سب کے انتہائی کرم فرما اس جامعہ کے سرپرست اعلیٰ میرے مرشد گرامی پیر طریقت اور رہبر شریعت ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔ جہاں آپ کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں وہاں یورپ کے تمام مسلمانوں اور بالخصوص اہلیان سیکنڈ ینیویا کے لئے دارالافتاء کا آغاز بھی آپ کا ایک عظیم احسان ہے۔ مفتی طارق امین سیفی صاحب نے جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ڈنمارک کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ ۲۰۱۳ء میں پہلی مرتبہ جب ان کے شیخ ڈنمارک کی سرزمین پر جلوہ افروز ہوئے تو انہوں نے اس ماحول کا جائزہ لینے کے بعد ارشاد فرمایا کہ دینی مدارس اور جامعات قائم کرنے کی شدید ضرورت ہے کہ اس کے بغیر آنے والی نسلوں کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت اور اخلاقی اقدار کا تحفظ بہت مشکل ہو جائے گا۔ اسی موقع پر ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب نے ڈنمارک میں جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کی ڈینش شاخ قائم کی۔ مفتی طارق امین سیفی صاحب نے اس بات کا اظہار کیا کہ یہ فقط ان کے پیر و مرشد کی خصوصی دعاؤں، مسلسل رہنمائی اور مہربانیوں کا ہی نتیجہ ہے کہ جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ڈنمارک نے انتہائی مختصر

عرصے میں اتنے ترقی کے منازل طے کئے ہیں اور اس وقت بغیر کسی فیس اور معاوضہ کے ناظرہ قرآن سے لے کر امام و خطیب کورس اور باقاعدہ درس نظامی کے اسباق پڑھائے جارہے ہیں اور آج دارالافتاء اور شعبہ تحقیق وتراجم کا بھی افتتاح ہورہا ہے۔ انہوں نے مزید فرمایا کہ وہ اس بات کو اعزاز سمجھتے ہیں کہ جب جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول شریف میں ان کو اور علامہ عمران منیر سیفی صاحب کو مفتی کورس اور اس جامعہ کے 8 طلباء کو امام کورس کے تکمیل پر دستار فضیلت واسناد فراغت ملی تو اس وقت بھی مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن صاحب موجود تھے اور آج اس افتتاح کے موقع پر بھی تشریف فرما ہیں۔ اس کے بعد مفتی طارق امین صاحب کی دعوت پر قبلہ مفتی صاحبؒ، صاحبزادہ صاحب اور تمام علمائے کرام افتتاح کے لئے دوسرے ہال میں تشریف لے گئے جبکہ حاضرین کو افتتاح کے حسین مناظر سکرین پر مسجد کے اندر دکھائے گئے۔ مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے دارالافتاء محمدیہ سیفیہ ڈنمارک اور شعبہ تحقیق وتراجم کے افتتاح سے قبل طویل اور پرخلوص دعا فرمائی اور پھر صاحبزادہ عبدالمصطفیٰ صاحب کے ساتھ کثیر تعداد میں علمائے کرام کی موجودگی میں رسم افتتاح ادا فرمائی۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے اپنے خطاب کی ابتداء میں جامعہ محمدیہ سیفیہ کے سرپرست اعلیٰ ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب کے ساتھ اپنے قلبی تعلق کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے شیخ علامہ طارق امین صاحب، ان کے شیخ ڈاکٹر کرنل (ر) محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب سے ہمارا محبت کا تعلق ہے اور ان کے شیخ میاں محمد سیفی صاحب، راوی ریاں لاہور سے بھی۔ مفتی صاحب نے طلباء کو بھی خراجِ تحسین پیش کیا، سب سے پہلے تو یہ کہ مجھے یہاں متشرع اور خوبصورت نوجوانوں کو دیکھ کر قلبی مسرت نصیب ہوئی۔ ان کے شیخ بھی حسین وجمیل ہیں اور شکار بھی وہ حسین وجمیل تلاش کرتے ہیں۔ ان کا ذوق اچھا ہے اور سب نوجوان ماشاء اللہ بڑے حسین، بڑے جمیل۔ جن کا ظاہر بھی جلی اور باطن بھی جلی مجھے نظر آرہا ہے اس کو دیکھ کر مجھے بہت مسرت ہوئی اور ان کے لئے میں بہت دعائیں کرتا ہوں۔ مزید فرمایا: پہلے ہم کہتے تھے کہ نوجوان بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں اور اب میں کہتا ہوں کہ بزرگ نوجوانوں کے نقش قدم پر چلیں۔ میں ان نوجوانوں کو سلام پیش کرتا ہوں اور جنہوں نے یہ Product تیار کی ہے ان کی محنتوں اور ان کے اخلاص کو بھی سلام کرتا ہوں۔ جامعہ کی خدمات پر گفتگو کرتے ہوئے مفتی صاحب نے کہا: یہاں یہ بھی میں بتانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں نے مساجد یہاں قائم

کیں، اللہ تعالیٰ ان کی اس سعادت کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے لیکن مسجد عمارت سے بڑی نہیں ہوتی، مسجد delivery سے بڑی ہوتی ہے۔ اس لئے صرف عمارت کو نہیں دیکھا جائے گا، یہ بھی دیکھا جائے گا کہ وہاں دین کا، تعلیم کا، تعلم کا، تحقیق کا کام کس قدر رہا۔ جب اس معیار پر میں دیکھتا ہوں تو مجھے یہ مرکز اس وقت بھی حسین و جمیل نظر آ رہا ہے اور ان شاء اللہ اس کا مستقبل بھی نیر و تاباں ہوگا۔ نیز فرمایا: ایسے اداروں کی اشد ضرورت ہے۔ آج جس دارالافتاء کا حضرت نے افتتاح کرایا ہے، اس کی بہت ضرورت ہے۔

کانفرنس کے اختتام پر مفتی صاحب نے دعا فرمائی اور تمام حاضرین کی خدمت میں وسیع لنگر پیش کیا گیا۔ آخر میں علمائے کرام نے منتظمین کو کانفرنس کی کامیابی پر مبارکباد دی اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

مفتی اویس ملک نعیمی صاحب (امام وخطیب جامع مسجد النور وڈنسے)

آج کی اس عظیم الشان تقریب میں شرکت کر کے مجھے انتہائی مسرت ہوئی کہ یہ وہ تقریب ہے جس کو دیکھنے کے لئے یورپ کے لوگ اور یورپ کے علماء اور فضلاء بے تاب تھے۔ یہاں پر کسی ایسے ادارہ کا قیام وجود میں آئے جو اقتصادی دینی اور اسلامی لحاظ سے یورپ میں بسنے والوں کے لئے ایسے معاملات مہیا کرے جو دین کے لئے اور دین کی قدروں کے لئے بڑے ضروری تھے۔ میری مراد آج علامہ طارق امین سیفی صاحب کے اس ادارہ کے اندر دارالافتاء کے افتتاح کے حوالے سے ہے۔ بات بڑی اہم ہے کہ جس انداز سے انہوں نے اس پوری تقریب کا انتظام وانصرام کیا ہے یہ اپنی مثال آپ ہے۔ پوری TeamWork اس پروگرام کے انعقاد میں نظر آ رہی ہے اور یہ بات بڑی اہم ہے کہ انتظام وانصرام تو کیے ہی جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ اس بات کا اظہار کہ علامہ طارق محمد امین سیفی صاحب کا ذوق جمالیات بھی بہت زیادہ rich ہے۔ اس کا اظہار انہوں نے اس پروگرام کے انعقاد میں کیا ہے اور جس طرح سے جس شان کے ساتھ مفتی اعظم پاکستان کا استقبال کیا گیا ہے، میرا خیال ہے کہ یہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس طرح علماء کا استقبال کسی اور تقریب میں، یورپ میں، میری نظر سے نہیں گزرا۔ اس سے اگلی بات یہ ہے کہ یہاں پر بہت سے علماء وفضلا اور پیر حضرات ڈنمارک اور یورپ میں آتے ہیں لیکن ان کی اپنی خاص سوچ ہوتی ہے

اور مالی سطح پر ان کے معاملات وابسطہ ہوتے ہیں لیکن یہ بات انتہائی اہم ہے کہ ان کے پیر و مرشد جناب ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب جب یہاں پر تشریف لائے تو انہوں نے اس بات کی ضرورت کو محسوس کیا کہ یہاں پر ایک ایسا ادارہ موجود ہونا چاہیے جو نوجوانوں کی اسلامی تعلیم اور ان کی تربیت کے لئے ہو۔ ساتھ ہی ساتھ اس ادارہ کے اندر تراجم، تحقیق اور تشریح کا کام بھی ہوتا کہ یہاں پر بسنے والے لوگ اپنی مقامی زبان کے اندر اس سارے کے سارے مواد سے مستفیض ہوسکیں تو علامہ طارق محمد امین صاحب نے یہ معاملہ کر دکھایا اور بہت ہی قلیل وقت کے اندر ایسے ادارہ کا قیام عمل میں لے آئے جو نوجوانوں کی تربیت کے لئے اور ان کی اسلامی تعلیم کے لئے اور بالخصوص خواتین اور بچیوں کی تعلیم کے لئے ایسا ادارہ قائم کر دیا جو واقعتاً یورپ میں اپنی نوعیت کی ایک واحد مثال ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آج جس طرح دارالافتاء کا اہتمام ہوا تو یہ سیکنڈ بینیویا اور یورپ میں پہلا ادارہ ہوگا جو دارالافتاء کی خدمات سرانجام دے گا اور یہاں پر بسنے والے لوگوں کے لئے، ان کے تمام ترفقہی معاملات کے لئے بہترین رہنمائی مہیا کرے گا۔ اس کے لئے میں انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کے پیر و مرشد کی وہ سوچ جس کے تحت انہوں نے علامہ صاحب جیسی شخصیت کو متعین کیا۔ یہ ان کا بہت ہی اعلیٰ اور مستحسن قدم تھا جس کو بڑے قلیل وقت کے اندر عملی جامہ پہنا کر یہ بات واضح کر دی گئی کہ پیر و مرشد کا قول زندگی میں اولین حیثیت کا حامل ہوتا ہے اور ایسے انتظام وانصرام کیے جاتے ہیں۔ مفتی منیب الرحمٰن صاحب کے ملفوظات عالیہ ہمارے لیے ہمیشہ مشعل راہ ہوتے ہیں۔ آج کی اس تقریب کے اندر بھی جو انہوں نے ملفوظات عالیہ سے ہمیں نوازا ہے اور اپنی بہترین ہدایات مہیا کی ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ وہ نہ صرف اس ادارہ کے لئے بلکہ یورپ میں بسنے والے تمام تر وہ افراد جو مدارس و مساجد سے وابستہ ہیں ان کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اس بہترین اور کامیاب پروگرام کے انعقاد پر میں علامہ طارق محمد امین سیفی صاحب کو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دُعا گو ہوں اللہ پاک ان کا حامی وناصر ہو۔

علامہ قاری محمد اسماعیل فرید تونسوی صاحب (امام وخطیب جامع مسجد ٹاسٹرپ)

آج کی یہ عظیم اور روحانی محفل جس میں قبلہ مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمٰن ہزاروی صاحب تشریف لائے اس مرکز میں جامعہ محمدیہ سیفیہ جو کہ امام العاشقین، سفیر عشق رسول ﷺ ڈاکٹر محمد

سرفراز محمدی سیفی، آستانہ عالیہ ترنول شریف، ان کے فیض اور ان کی خاص نظر کرم سے قائم ہوا۔ آج سے تیس سال پہلے قبلہ محترم ڈاکٹر محمد سفراز محمدی سیفی صاحب تشری فلائے اور اپنے مقدس ہاتھوں سے دعا فرمائی اور ہمارے بھائی، ہمارے محترم قبلہ الشیخ طارق محمد امین محمدی سیفی۔ ان کو خصوصی شفقتوں سے نوازا۔ دعاؤں سے نوازا اور آج یہ جو سارا فیض ہے، یورپ کے اندر اور سیکنڈے نیویا اور عالم اسلام کے اندر مزید جو فیض پھیلے گا، یہ ان کے مرشد گرامی کی خاص نظر کرم سے ہے اور وہاں سے جو فیض ملا ہے، دعا کرتا ہوں اللہ رب العزت اس فیضان کو جس طرح قبلہ مفتی صاحب پھیلا رہے ہے، تا قیامت ان کا یہ فیض قبلہ ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی، ترنول شریف،۔ جس طرح وہاں پہ فیض جاری وساری ہے تو یہاں پر بھی ان کا فیض جاری وساری ہے اور مرشد کی نسبت سے جو انہوں نے بلندیاں اور عروج حاصل کیے ہیں، اللہ رب الزت ان کے علم میں مزید بلندیاں اور ترقیاں عطا فرمائے، ان کو دارین کی عزتیں عطا فرمائے۔ قبلہ مفتی طارق محمد امین سیفی صاحب اس نسبت سے اور ان دعاؤں سے جس طریقہ سے آگے بڑھ رہے ہیں امید ہے کہ آنے والے زمانے میں یہ ادارہ ایک بہت بڑی یونیورسٹی کے طور پر سامنے آئے گا۔ یہ دارالافتاء کا نہ ہونا لوگوں کے لئے ایک بہت بڑی کمی تھی تو یہ آن لائن مسائل اور فتاویٰ کے حوالے سے آج جو افتتاح ہوا تو یہ ڈنمارک کے رہنے والے مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری ہے کہ ان کو گھر بیٹھے دینی مسائل کا حل مل جائے۔ یہ مفتی طارق امین محمدی سیفی صاحب کی بہت بڑی کاوش ہے اور یہ انہوں نے بہت بڑا احسان کیا ہے ڈنمارک پر، مسلمانوں پر یہ ویب سائٹ کھول کر۔ قبلہ مفتی طارق محمد امین سیفی صاحب کا کام دیکھ کر مجھے یہ لگتا ہے کہ کئی لوگوں نے اپنے حصے کا کام کیا اور کئی لوگوں نے سال ہا سال کام کیا مگر جو کام مفتی طارق محمد امین محمدی سیفی صاحب نے کیا یہ سالوں پر محیط نہیں، یہ مہینوں پر محیط ہے اور انہوں نے سالوں کا سفر مہینوں میں طے کیا ہے۔ جو لوگ سالوں کے اندر منزلیں طے کرتے ہیں، انہوں نے ان منزلوں کو مہینوں کے اندر طے کیا ہے اور یہ سارے کا سارا فیض قبلہ ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی، ان کے مرشد صاحب کا ہے اور اللہ رب العزت قبلہ ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب اور قبلہ مفتی طارق محمد امین سیفی صاحب اور آپ کا جو انداز تبلیغ ہے اور جو کام کرنے کا طریقہ ہے اس میں اللہ رب العزت مزید برکتیں عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کا دست و بازو بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ پاک ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

صاحبزادہ محبوب الٰہی صاحب (سجادہ نشین آستانہ عالیہ موہری شریف)

آج جس دارالافتاء کا افتتاح قبلہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب نے کیا ہے، یہ ہمارے ڈنمارک کے لئے بہت بڑی سعادت ہے کہ سکنڈے نیویا میں اس قسم کا ادارہ قائم ہوا۔ اس سے ہمارے بچوں پر اور آنے والی نسلوں پر اور اس معاشرے میں بہت گہرا اثر ہوگا۔ کیونکہ یہ مفتیان کرام یہاں کی زبان جانتے ہیں، یہاں کے حالات سے بھی واقف ہیں، معاشرے کو بھی اچھے طریقے سے جانتے ہیں اور یونیورسٹی میں پڑھنے والے ہمارے نوجوان جو یہاں پر امام بن رہے ہیں، وہ جب یہ علم حاصل کریں گے تو بلا شبہ ان کے کردار سے اسلام کا نام روشن ہوگا۔ الحمدللہ ان نوجوانوں نے اس کی روشنی ہر جگہ پہنچا دی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ ستاروں جیسے ہیں کہ جو بھی ان کے پیچھے چلے گا وہ فلاح و ہدایت کا نور پا جائے گا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سلسلہ سیفیہ اور بالخصوص ان کے پیر و مرشد نے اپنے مشائخ کے ذریعہ اس فیض کو پایا اور آج پورے یورپ اور پاکستان بلکہ پورے عالم اسلام میں پھیلا رہے ہیں اور میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور ان نوجوانوں کو دیکھ کر مجھے اتنی خوشی ہوتی ہے، یہ نورانی چہرے ایک مشعل راہ اور ایک ذریعہ نجات ہیں۔ میں یہ دعا کروں گا کہ ہم لوگ جو یہاں پر چالیس یا پچاس سال گزار چکے ہیں، اس قسم کے اداروں کو جہاں تک ہو سکے، اللہ پاک ہمیں مالی، جانی اور ہر قسم کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں یہاں ان اداروں کی ضرورت ہے اور اس ضرورت کے تحت ہمیں ان کی بھرپور حوصلہ افزائی کرنی ہوگی۔ ان کو دیکھ کر پتا چل جاتا ہے کہ ان کے مرشد کامل کتنے بڑے کامل ہیں جن کا سلسلہ پورے پاکستان میں بلکہ پوری دنیا میں جاری و ساری ہے۔ جس وقت بھی کوئی نوجوان کے چہرے پر اس طرح حضور نبی کریم ﷺ کی سنت ظاہر ہو جاتی ہے اور سر پر عمامہ شریف آ جاتا ہے اور ان کے عمل اور افکار میں بہتری آ جاتی ہے تو یہ اس صحبت کا اثر ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا: نگاہ ولی میں تاثیر دیکھی، بدلتی لاکھوں کی تقدیر دیکھی۔ ان پر جو نگاہ پڑی ہے، انہوں نے آگے نگاہ ڈالی ہے، توجہ ڈالی ہے، اس کا یہ اثر ہے۔ جب تک پیر و مرشد کی دعا نہ ہو تو یہ کام نہیں ہوتا، الحمدللہ وہ دعا بھی کر کے گئے ہیں اور اس سے کام بھی ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ ہوتا رہے گا اور برکت بھی ہوگی۔

علامہ تنویر احمد ضیاء صاحب (امام وخطیب جامع مسجد آما)

آج کی یہ عظیم الشان کانفرنس اپنی نوعیت کی ایک منفرد کانفرنس تھی اور اس اعتبار سے بھی اس کی اہمیت مسلمہ تھی، اس کا عنوان عالم اسلام کو درپیش مسائل اور ان کا حل۔ اس عنوان پر قبلہ مفتی منیب الرحمٰن صاحب (چیئرمین رویت ہلال کمیٹی پاکستان) بطور مہمان خصوصی تشریف لائے۔ ان کا آنا بھی اہل ڈنمارک کے مسلمانوں کے لئے ایک اعزاز اور سعادت سے کم نہیں۔ پھر انہوں نے جو خوبصورت ایک معاشرے کی تعمیری، تخلیقی اور فکری حوالہ سے گفتگو فرمائی وہ بھی ہمارے لئے ایک بہت اہمیت اور معنی رکھتی ہے تو اس سے بڑی بات یہ کہ یہاں اس جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم میں جو شعبہ دارالافتاء کا افتتاحی Session تھا، اس اعتبار سے بھی اس سے قبل سکینڈ بینیویا میں اس level کا پہلے کوئی ادارہ موجود نہیں ہے اور پھر یہاں کے جو موجودہ حالات ہے، ایک ایسا نبض شناس انسان جو یہاں کے کلچر، تہذیب اور ثقافت سے اور یہاں کی یونورسٹیز اور کالجز سے اور اس سطح کے جتنے علوم ہے، ان سے بھی آگاہ ہو اور قرآن اور حدیث کے بنیادی اساس، اصول اور قوانین کو بھی جانتا ہو تو اس حوالہ سے اللہ پاک کے فضل و کرم سے یہ خصوصی اعزاز اس ادارہ کے بانیان کو ہے خصوصاً الشیخ مفتی طارق محمد امین سیفی صاحب اور الشیخ مفتی عمران بن منیر سیفی صاحب، ان دونوں نے اس شعبہ میں authentic علوم حاصل کیے اور اس کے بعد باضابطہ آج اس کا افتتاح ہوا۔ مجھے یہ اللہ پاک کی بارگاہ میں اُمید واثق بھی ہے اور دعا بھی ہے کہ صرف سکینڈ بینیویا میں نہیں بلکہ پورے یورپ اور پورا عالم اسلام اس ادارہ سے اور اس ادارہ کے فضلاء سے، ان مفتیان عظام سے فیض یاب ہوگا اور ان کا یہ فیض اور یہ سلسلہ کی کڑی جس میں ایک روحانی ترویج واشاعت بھی ہے، ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ یہ باطنی علوم پر بھی دسترس رکھتے ہیں تو یہ اُمت مسلمہ کے جوانوں کے لئے، ڈنمارک کے مسلمانوں کے لئے، سارے عالم اسلام کے لئے ایک اللہ کی نعمت عظمیٰ سے کم نہیں۔ میں دعا گو ہوں اس ادارہ کے لئے، ادارہ کے بانیان کے لئے بالخصوص ان کے شیخ، شیخ طریقت، صوفی باصفا، مخلص فی اللہ، ڈاکٹر کرنل (ر) محمد سرفراز محمدی سیفی حفظہ اللہ تعالیٰ، اللہ ان کی عمر میں اور اضافہ فرمائے اور اس فیضان کو تا صبح قیامت جاری وساری فرمائے۔

جامعہ محمدیہ سیفیہ سفراز العلوم ترنول شریف اسلام آباد میں واقع تنظیم المدارس اہل سنت

پاکستان سے ملحق شدہ ایک عظیم علمی اور روحانی درسگاہ ہے جو اپنے بانی و مہتمم اعلیٰ ڈاکٹر کرنل (ر) محمد سرفراز محمدی سیفی صاحب کے زیرِ سرپرستی اس وقت ہزاروں طلباء وطلبات کو ظاہری اور باطنی علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ سے آراستہ کر رہی ہے۔ جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ڈنمارک اسی کی ایک شاخ ہے جو مسلمانان سیکنڈ ینیویا کو ان کی مقامی زبان میں اور ماحول کے تقاضوں کے مطابق دینی تعلیم فراہم کر رہی ہے۔

۲۰۱۶ء میں جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ڈنمارک کے منتظمین علامہ طارق محمد امین محمدی سیفی اور علامہ عمران بن منیر محمدی سیفی نے جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول شریف میں مفتی کورس مکمل کیا اور سند فراغت حاصل کی۔ اسی موقع پر ڈاکٹر مفتی عمر فراز محمدی سیفی کے تینوں صاحبزادگان پروفیسر ڈاکٹر مفتی فراز محمدی سیفی، ڈاکٹر مفتی عمر فراز محمدی سیفی اور مفتی حافظ محمد رضا فراز محمدی سیفی نے بھی مفتی کورس کی تکمیل کی اور اعلیٰ کامیابی کے سند فراغت حاصل کی۔ اللہ عزوجل ان ہستیوں کا سایہ پوری امت مسلمہ پر قائم و دائم فرمائے اور ان کی انمول اور فقید المثال دینی خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرف قبول سے نوازے۔

اتحادِ اہل سنت کا دلفریب منظر نامہ۔۔۔۔۔۔۔

علم ،باعث شرف انسانیت

ملک محبوب الرسول قادری

اس وقت عالمی افق پر نظر دوڑائی جائے تو ہر طرف منافرت، قتل وغارت گری، تشدد، عدم برداشت، انارکی و گروہ بندی کا راج نظر آتا ہے مظلوم طبقات پر ستر ستر سال سے مظالم مسلسل توڑے جارہے ہیں ان کی نسل کشی ہورہی ہے عالمی امن اور ہیومن رائٹس کی تنظمیں صبر وسکون سے اپنے اپنے "فرائض" ادا کیے جارہی ہیں صلیبی اور صہیونی قوتیں عالمی امن کی چیمپئن بنی ہوئی ہیں اور وہ اپنے اپنے "مشن" میں سو فیصد کامیاب ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مسلمان ہر سو مار کھا رہا ہے۔ جذبہ جہاد مفقود ہے اگر صرف جہاد کی بات کرتا ہے تو دہشت گرد قرار پاتا ہے۔ دوسری طرف اسلام کا چہرہ مسخ کرنے کے لیے داعش وطالبان، ظالمان کے گروہ تیار کیے گئے ہیں اور خود چور مچائے شور والا ڈرامہ عملاً اپنایا جارہا ہے ۔۔۔۔۔۔ دینی قوتیں بھی سازش کے نتیجہ میں منتشر ہیں اور مکار دشمن نے دینی طبقات کی حویلی کے اندر بھی اپنا رسوخ پختہ کرلیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اپنے ،بیگانے کی تعریف مٹ کر رہ گئی ہے۔ مدینہ منورہ کے پاکستان ہی وہ مملکت ہے جس کی بنیاد بھی مدینہ منورہ والی دینی ریاست کے نظریہ پر قائم ہے بلکہ مدینہ منورہ کا اردو ترجمہ بھی لفظی تبدیلی کے ساتھ پاکستان ہی ہے۔۔۔۔۔۔۔

اسلام کا اجتماعی مزاج صوفیانہ ہے دنیا بھر کا جائزہ لیا جائے تو اہل تصوف ہی چودہ صدیوں کی تاریخ میں بدعقیدگی کے راستے میں بند باندھتے نظر آتے ہیں جنہوں نے محبت واخلاص اور انتھک مسلسل جدوجہد کے ذریعے اسلامی نظریات کو فروغ دیا۔ تشدد، جبر اور انتہا پسندی کبھی بھی اہل اسلام میں رائج نہیں رہی۔ موجودہ معاشرتی انارکی اور افتراق کی امراض کا علاج بھی محبت اور اخلاص کے ساتھ افکار اسلامی کے فروغ وابلاغ کی جدوجہد میں مضمر ہے۔

ترکی افغانستان، انڈیا اور پاکستان کے علاوہ یمن، لیبیا، افریقی ممالک بلکہ تمام اہل

عرب میں روحانیت وتصوف کی تحریکیں موجود ہیں یورپ کے علاوہ روس کی آزاد ریاستیں اور امریکہ تک صوفیا کا پیغام اس عہد زوال میں بھی کسی نہ کسی درجے میں پھیل رہا ہے۔ پاکستان میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی شاخ سیفیہ کے موسس وبانی حضرت سیف الرحمن پیرارچی خراسانی مبارک کی آمد، قیام لاہور اور پھر خانقاہ فقیر آباد کے مستقل قیام کے ساتھ ہی سالکین کا عالمی رجوع اس طرف بڑھ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہزاروں خلفاء سلاسل اربعہ میں مجاز ہوئے اور وہ پیغام امن کے سفیر بن کر دنیا بھر میں پھیل گئے۔ اسلام آباد ہمارا وفاقی دارالحکومت ہے یہاں ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدیہ سیفی نے بیس پچیس کنال کے وسیع وعریض رقبہ میں ایک نہایت دیدہ زیب وکشادہ ڈبل سٹوری مسجد کی بنیاد رکھی اس کی تکمیل کے ساتھ خانقاہ، درس گاہ، لنگر خانہ صالقین کے لیے اقامت گاہوں جیسے مستقل شعبے قائم کیے۔ وہ نہایت متحرک وفعال اور جہد مسلسل پر یقین رکھنے والے مستعد شیخ طریقت ہیں اتباع شریعت وسنت کا پختہ عقیدہ رکھتے ہیں اور اس پر سختی سے کاربند ہیں عوامی رجوع انہیں خوب حاصل ہے اور وہ ہمہ وقت رجوع الی اللہ، رجوع الی رسول، فکر آخرت، تعلیم قرآن کے ابلاغ اور دینی قوتوں کی وحدت کے لیے ہی فکر مند رہتے ہیں انہوں نے اپنی درس گاہ میں اپنے سالکین کے بچوں کو جدید وقدیم علوم کے امتزاج سے بہرہ ور کرنے، حفظ وناظرہ، تجوید وقرات قرآن کریم کی تعلیم کے لیے بہ اصرار ورغبت ایڈمیشن دیئے۔ اپنے تین بیٹوں کو عصری علوم سے آراستہ کیا جو ڈاکٹر بنے اور پروفیسر۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے انہی بیٹوں کو علوم اسلامیہ شرعیہ کی تحصیل کے لیے داخلے دلوائے درس نظامی کی تکمیل کروائی اور اب ان کی فراغت کا مرحلہ آن پہنچا۔۔۔۔۔۔۔ کرنل ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی نے سترہ جولائی کو اپنے والد گرامی حضرت صوفی فضل محمد خان ڈوگر محمدی سیفی رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر ختم بخاری شریف، تقسیم اسناد ودستار فضلیت اور عظیم الشان کانفرنس کا پروگرام تشکیل دیا۔ یہ کانفرنس "علم، باعث شرف انسانیت ہے" کے عنوان سے انعقاد پذیر کی گئی۔ کراچی سے پشاور تک اتنی کثیر تعداد میں اہل علم وفضل اس میں شرکت واظہار خیال کی سعادت حاصل کرنے کے لئے جمع ہوئے کہ ہماری خانقاہی تاریخ میں شائد ایک ریکارڈ ہے۔ خانقاہ وجامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول اسلام آباد میں اس کانفرنس کی افادیت اس اعتبار سے بھی منفرد حیثیت کی حامل ہے کہ اس

اتحاد اہل سنت کا دلفریب منظر نامہ پیش کر رہا تھا۔ ایک جاذب نظر اور قابل رشک منظر نامہ۔۔۔۔۔۔۔۔

لاس تاریخی پروگرام کے سارے انتظامات مکمل ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ سینکڑوں سالکین انتظامی امور کی انجام دہی کے لیے مستعد ہیں۔ خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم اسلام آباد میں جشن کا سماں تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس اجتماع غفیر سے دینی قوتیں کس قدر فائدہ حاصل کرتی ہیں اپنا پیغام کس انداز میں عوام الناس تک منتقل کرتی ہیں اتحاد اہل سنت کا خواب کس قدر شرمندہ تعمیر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس پروگرام میں علامہ قاری زوار بہادر، علامہ سید ریاض حسین شاہ، حضرت سید حسین الدین شاہ، مفتی منیب الرحمٰن، مفتی غلام محمد سیالوی، حضرت علامہ پیر حمید جان سیفی، مولانا عبدالتواب صدیقی، مولانا محمد منشاء تابش قصوری، مولانا صاجزادہ بدرالزمان قادری، مولانا مفتی محمد صدیق ہزاروی، مولانا سید امتیاز حسین کاظمی، مولانا مفتی ہدایت اللہ پسروری، صاجزادہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی، صاجزادہ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن، علامہ قاری عامر خان، مفتی بشیر احمد فردوسی، مولانا مفتی گل احمد عتیقی، پیر سید نوید الحسن مشہدی، رشید احمد رضوی، حضرت پیر سید سعادت علی چوراہی، علامہ پیر عزیز رسول سیفی، مولانا محمد یعقوب رضوی ملتانی، پیر سید شمس الدین گیلانی، مفتی عبدالسبحان قادری، علامہ سید غلام مصطفےٰ عقیل بخاری، مولانا مفتی شیر محمد خان بھیروی، مولانا ظہور احمد جلالی، مولانا پیر عبدالقادر واہ کینٹ، آزاد کشمیر سے مفتی عبدالقیوم خان، مولانا محمد سفیر خان، مولانا قاضی عبدالوحید خان تنولی، سلسلہ سیفیہ کے خلفاء و علماء اور سینیئر سالکین و مشائخ عظام کی بڑی تعداد کی شرکت کی۔ حضرت شیخ العلما پیر میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی خود پروگرام کی کامیابی کے لیے مستعد رہے جب کہ بزرگ عالم دین زینت مسند تدریس استاد العلماء مولانا مفتی محمد سلیمان رضوی جو کہ جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کے صدر مدرس بھی ہیں اپنی دعاؤں اور تجربات سمیت اس پروگرام کو نتیجہ خیز دیکھنا چاہتے تھے اور انہوں نے خوب محنت کی۔ چھ طلباء کو اسناد فراغت اور دستار فضیلت عطا ہوئی۔ ڈاکٹر علامہ محمد معظم فراز محمدی سیفی، ڈاکٹر محمد عمر فراز محمدی سیفی، علامہ محمد رضا فراز محمدی سیفی، علامہ محمد فاروق محمدی سیفی، علامہ طارق امین محمدی سیفی، علامہ محمد عمران محمدی سیفی شامل ہیں طریقت کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی نے اپنے مشائخ عظام کے ان صاجزادگان کی دستار بندی کا اہتمام بھی کیا

علامہ احمد حسین سیفی، علامہ احمد حسن سیفی، علامہ محمد بشیر سیفی، اور علامہ صاجزادہ میاں محمد آصف سیفی شامل ہیں۔ انہیں جبے بھی پیش کیے گئے اور دستاریں بھی۔

"علم، باعثِ شرفِ انسانیت" کانفرنس کا طویل اعلامیہ صاجزادہ ڈاکٹر محمدی سیفی نے بڑے پرزور لہجے میں پیش کرنے کی سعادت پائی۔ اُمت کے اندر حقیقی اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں کہ دنیا میں پچاس سے زیادہ اسلامی ممالک ہیں۔ سب سے زیادہ آبادی بھی مسلمانوں کی، سب سے مضبوط کرنسی والا ملک بھی اسلامی۔ ایٹمی قوت رکھنے کے باوجود ہم اتنی پستی کا شکار ہیں کہ ہمارے حکمرانوں اور ہمارے عوام کا عالمی سطح پر کوئی وزن ہی نہیں۔ دنیا میں کوئی ان کی بات سننے کو تیار نہیں۔ کشمیر کا مسئلہ ہو یا فلسطین کا۔ عراق پر جارحیت کا مسئلہ ہو یا افغانستان پر یا پھر پاکستان میں دہشت گردی کا مسئلہ ہو، ان کی تفصیلات سب کے سامنے ہیں اور بڑی وجہ ہمارا باہمی انتشار اور اتحاد کا فقدان ہے۔

شجرہ علمیہ کو دیکھنا ہو تو اعلامیہ کا یہ حصہ دیکھئے۔ تاریخی اعتبار سے علم کا یہ رنگ وارثانِ رسولِ اکرم ﷺ کی صحبت مبارکہ میں نظر آتا ہے۔ وہ زمانہ چاہے حضور سیدنا غوث الاعظم، شہنشاہِ ولایت حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ہو یا خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ جن کے علمی مواعظ اور نور نظر نے چوروں اور ڈاکوؤں کے دلوں کو علم نافع دے کر تقویٰ کا شرف عطا فرمایا۔ اسی طرح زمانہ آگے چلا تو جب اکبر بادشاہ کے دور میں دین مسخ کیا گیا تو اللہ کا کرم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں ظاہر ہوا جس نے تجدید دین فرمائی۔ جب صحت عقیدہ پر نئے انداز میں قدغن لگائی گئی تو مجدد دین وملت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وارثِ رسول اکرم ﷺ کی حیثیت سے بدعات کا کاتمہ کرتے ہوئے اپنے تلامذہ کو ظاہری و باطنی علوم سے مالا مال فرمایا۔ فتنہ قادیانیت نے سر اٹھایا تو حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ عظام کی کوششوں سے عوام میں علم اور عشقِ رسول ﷺ کا بیج بویا گیا جو تناور درخت بن کر ایمان کے پھل پھول دینے لگا۔ آج ہمیں ضرورت ہے اسلاف کے انداز میں علم حقیقی کو عام کرنے کی۔ ہم سب کے مرشد گرامی حضرت اخوندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی وخراسانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ خود بھی بہت بڑے متبحر دین تھے۔ انہوں نے اسی بات کا ادراک فرمایا۔ آج ان کے صاجزادگان مبارکان

اور آگے والی نسلیں بھی علوم ظاہرہ و باطنہ سے مالا مال نظر آتی ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ ہمارے مرشد گرامی حضرت میاں محمد حنفی سیفی کی سرپرستی میں آپ کے تمام خلفاء کی خانقاہوں پر مدارس قائم ہو چکے ہیں۔ یہ ادارہ بھی ان میں سے ایک ہے۔

اعلامیہ میں مزید کہا گیا کہ اسلاف کے وقت میں اکابر اہل سنت نے متحد ہو کر علم کی ترویج کے لئے کوششیں کیں۔ تحریک پاکستان کی کامیابی میں وقت کے جید علماء کرام و مشائخ عظام کی مشترکہ کوششیں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ زمانہ قریب میں جب ہمیں جمعیت علمائے پاکستان کی شکل میں قیادت میسر تھی تو عوام اہل سنت اقتدار کے ایوانوں میں تیسری بڑی قوت تھے۔ اس وقت دین کو شرف انہی اکابرین سے حاصل ہوا اور ردِ فتنہ قادیانیت اور قانون توہین رسالت کی خدمات اس پر گواہ ہیں۔ ہمارے انہی اسلاف نے اعلیٰ حضرت اور محدث اعظم پاکستان وغیرہ کی کوششوں سے گاؤں گاؤں مدارس قائم ہوئے اور لوگوں میں صحت عقیدہ، علم و عمل، عشق رسول، شعائر دین اسلام سے آگاہی ہوئی۔

میرا یقین ہے کہ اگر وطن عزیز کی تمام خانقاہیں فروغ علم کے لیے اسی طرح سرگرم ہو جائیں تو ہمارے ملکی و معاشرتی مسائل از خود حل ہو سکتے ہیں۔ یہ کانفرنس واقعی اتحاد اہل سنت کا دلفریب منظر نامہ پیش کر رہی تھی کہ اس میں اہل سنت کے تقریباً تمام طبقات کے نمایاں زعماء کے ساتھ نمائندگی موجود تھی اور یہ اعتقادی و عملی طور پر وحدت و یکجہتی کا عملی اظہار تھا۔
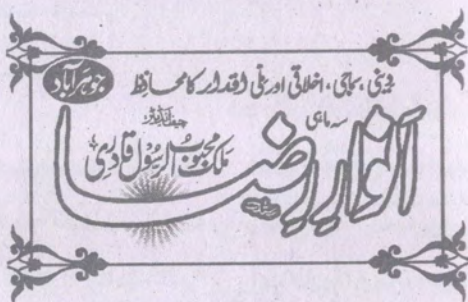
تیرا وجود الکتاب

- ☆ علم نافع ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا حافظ محمد رضا فراز محمدی سیفی
- ☆ علم علمان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا محمد فاروق محمدی سیفی
- ☆ تیرا وجود الکتاب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ڈاکٹر محمد معظم فراز محمدی سیفی
- ☆ فکر الصوفی و معرفۃ الرحمٰن (مقالہ) ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مولانا فاروق احمد محمدی سیفی
- ☆ ازبکستان علم و فضل کی زرخیز سرزمین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نصرت مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الم نشرح لک صدرک و وضعنا عنک وزرک الذی

انقض ظہرک ورفعنا لک ذکرک فان مع العسر یسرًا

ان مع العسر یسرا فاذا فرغت فانصب والی

ربک فارغب

خط دیوانی کتبہ گوہر قلم

علمِ نافع

مولانا حافظ محمد رضا فراز محمدی سیفی

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۝

(البقرہ:۱۵۱)

اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہی میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً وقلباً) پاک صاف کرتا ہے۔ اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے۔ اور تمہیں وہ (اسرار معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے۔ جو تم نہ جانتے تھے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کی نبوت کے تین فرائض بیان فرمائے۔(۱) تلاوت آیات۔(۲) تزکیہ نفس۔(۳) تعلیم کتاب وحکمت۔

علماء و مجتہدین نے علوم دین اسلام کو تین شعبوں میں تقسیم فرمایا ہے:

۱) علم العقائد:

اس کا تعلق ایمانیات وعقائد سے ہے۔ مثلاً وجود باری تعالیٰ، توحید اور ذات وصفات میں اس کے یکتا و بے مثل ہونے پر ایمان لانا۔ انبیاء ورسل، ملائکہ اور الہامی کتب پر ایمان، مشیت ایزدی، قیامت، حشر ونشر، میزان وصراط، جزا وسزا، جنت و دوزخ پر ایمان لانا۔

۲) علم الاحکام:

علم کا یہ شعبہ انسان کی عملی زندگی سے تعلق رکھتا ہے۔ جس سے اسے شریعت مطہرہ کی احکام

دیواری کا علم ہوتا ہے۔ منہیات و مامورات کا پتہ چلتا ہے۔ اس شعبہ کا تعلق فقہ سے ہے۔

۳) علم الاخلاص:

اس علم کی بنیاد نیت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَادِكُمْ، وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ، وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ إِلَى صَدْرِهِ

اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور تمہای صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور انگلی سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔

(مسلم شریف)

اخلاص اور احسان ساری شریعت کی روح ہے۔ جس طرح روح کے بغیر بدن بیکار اسی طرح اخلاص کے بغیر عقائد و اعمال بیکار ہیں۔

پہلے دو فرائض نبوت، قرآن کی آیات پڑھ کر سنانا اور کتاب و حکمت سکھانا ایسے امور ہیں جن کا تعلق شریعت کے ظاہری احکام و اعمال یعنی علم العقائد اور علم الاحکام کے ساتھ ہے۔ اور تیسرا فرض نبوت تزکیہ باطن، تصفیہ قلب و روحانی تربیت وغیرہ علم الاخلاص کا حصہ ہے۔

کتب احادیث میں حدیث جبرائیل کو اصول دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ جس میں دین کو اسلام ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا ہے۔

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ہمارے روبرو ایک شخص ظاہر ہوا، جس کے کپڑے بے حد سفید اور بال نہایت سیاہ تھے، نہ تو اس پر سفر کے آثار تھے اور نہ ہم میں کوئی اس سے واقف تھا، وہ (شخص) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو بیٹھ گیا اور اپنے دونوں زانوں کو نبی

أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ، قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ، قَالَ: صَدَقْتَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ، قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ، قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ، قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ قَالَ: فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَتِهَا، قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ، قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ لِي: يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ (متفق علیہ صحیح مسلم شریف، باب معرفۃ الامام، حدیث نمبر: ۱۰۲)

اکرم ﷺ کے زانوئے مبارک سے لگا دیا اور اپنے ہاتھوں کو اپنے دونوں زانوؤں پر رکھ لیا اور عرض کیا: اے محمد ﷺ مجھے بتائیے کہ: اسلام کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور نماز کو اچھی طرح پابندی سے ادا کرے، اور زکوۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے اور خانہ کعبہ کا حج کرے بشرطیکہ وہاں تک پہنچنے پر قادر ہو، اس شخص نے (یہ سن کر) کہا کہ آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ ہم سب کو اس پر حیرت ہوئی کہ آپ سے پوچھتا ہے اور ساتھ ہی تصدیق بھی کر دیتا ہے، اس شخص نے کہا کہ مجھے ایمان سے آگاہ کیجئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ پر ایمان لائے اور اسکے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر، اور روزِ قیامت پر، اور یقین رکھے خیر و شر پر کہ وہ قضاء و قدر سے ہیں، اس شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر اس شخص نے پوچھا مجھے بتائیے کہ:۔ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو اللہ تعالی کی (دل لگا کر) اس طرح عبادت کرے گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے، اگر تو اس کو اس طرح نہ دیکھ سکے تو (خیر اتنا

تو خیال رکھ) کہ وہ تجھ کو دیکھ رہا ہے، پھر اس شخص نے پوچھا مجھے قیامت اور اس کی نشانیاں قیامت کے بارے میں خبر دیجئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس سے تم دریافت کر رہے ہو وہ بھی پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا، پھر اس نے پوچھا کہ قیامت کی نشانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب لونڈی مالک کو جنے اور یہ کہ ننگے پیر چلنے والے، ننگے بدن، تنگدست اور بکریاں چرانے والوں کو تو دیکھے کہ وہ بلند عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے، راوی یعنی عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ وہ شخص چلا گیا اور میں دیر تک ٹھیرا رہا پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: کہ اے عمر (رضی اللہ عنہ) کیا تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا؟ میں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تو جبرئیل (علیہ السلام) تھے، تمہارے پاس اس غرض سے آئے تھے کہ تم کو تمہارا دین سکھا دیں۔

بندگی احکاماتِ خدا پر عمل کا نام ہے۔ لیکن صرف عمل صورت بندگی ہی نصیب کرتا ہے۔ حقیقتِ بندگی انسان کے اندر کا احساس اور حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی رعیت اور محبت اس طرح بن جائے کہ کوئی سوچ یا طبیعت کا تقاضا حکمِ خدا پر عمل میں آڑے نہ آئے۔ یہ درجہ بندگی احسان کا درجہ کہلاتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝ اور نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر اپنی عبادت کیلئے۔

(سورۃ الذاریات:۵۶)

انسان تمام مخلوق سے اشرف و افضل ہے لیکن اس کی یہ فضیلت و افتخار اس وقت مکمل ہوتی ہے۔ جب یہ اپنے مقصود کو پورا کرے۔ اگر کوئی چیز جس کام کیلئے بنائی جائے اور وہ اسکو سرانجام نہ دے تو اس کی کوئی قدر و منزلت و حیثیت نہیں ہوتی۔ اس بندگی سے روکنے والی چیز انسان کا اپنا نفس و طبیعت ہے۔

جیسا کہ سورہ یوسف میں ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اور بے شک نفس تو برائی کا بڑا حکم دینے والا ہے۔

(سورۃ یوسف:۵۳)

اور اس نفس کی تطہیر، پاکیزگی و صفائی علم باطن تصوف اور تزکیہ کے بغیر ممکن نہیں۔ علم باطن ہی وہ علم ہے جو بندے کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت اور اس کی صفات کی پہچان ڈالتا ہے۔ اسی پہچان کی بدولت بندہ اپنی طبیعت کی مرضی چھوڑ کر اللہ کی بندگی میں ڈھل کر اپنی تخلیق کا مقصد پورا کرنے والا بن جاتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ:

الْعِلْمُ عِلْمَانِ: عِلْمٌ فِي الْقَلْبِ، فَذَلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ، وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ، فَذَلِكَ حُجَّةُ اللهِ عَلَى خَلْقِهِ علم کی دو قسمیں ہیں ایک وہ علم جو دل میں ہو اور یہ نفع بخش علم ہے اور دوسرا وہ علم جو زبان پر ہو یہ بنی آدم کے لئے حجت ہے۔

(سنن الدارمی)

یہی علم نافع بندے کیلئے کامل بندگی میں ڈھلنے کا ذریعہ بن کر اسے درجہ احسان پر فائز کر دیتا ہے کہ اسے شرف انسانیت عطا کر دیتا ہے۔

تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب اسی علم نافع کی بدولت ممکن ہے جو کہ بندے کیلئے فرضِ عین کی حیثیت رکھتا ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰىۙ﴿۱۴﴾ تحقیق وہ فلاح پا گیا جس نے اپنا تزکیہ کر لیا۔

(سورہ الاعلیٰ: ۱۴)

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىؕ﴿۴۱﴾ اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہے۔

(سورہ النازعات: ۴۰، ۴۱)

سورۃ یوسف کے مطابق نفس طبیعتاً سرکشی کی طرف مائل ہے۔علم باطن اسی نفس کی تطہیر اور پاکیزگی کا اہتمام کرتا ہے۔اسی کی بدولت نفس امارہ، لوامہ اور پھر راضیہ مرضیہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

یہاں تک کہ ربّ کریم کی طرف سے پکار آتی ہے:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىٕنَّةُۗ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةًۚ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْۙ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۠﴿۳۰﴾ اے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو، اور میری جنت میں آ۔

(سورہ الفجر: ۲۷ تا ۳۰)

یہ باطن کی تطہیر اور پاکیزگی ہی دراصل جہادِ اکبر ہے۔یعنی بندے کی روح و باطن کی بالیدگی ہی اس کے ظاہری اعمال کی قبولیت کی دلیل ہوتی ہے۔اسی لئے اپنے نفس سے جہاد کرنے کو جہادِ اکبر کہا گیا۔جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہوتا ہے۔

مرْحَبًا بکم قدمتم من الجِهَاد الأَصْغَر إلَى الجِهَاد الأَكْبَر قيل يارسول الله وما الجهاد الاكبر قال جهاد النفس تمہیں مرحبا کہ تم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف بڑھ رہے ہو پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ جہاد اکبر کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا نفس سے جہاد کرنا۔

(بیہقی فی الزھد)

جہاد اکبر یعنی اپنے نفس سے جہاد کیلئے جسم کے بادشاہ یعنی قلب کا پاکیزہ ہونا اول شرط ہے کیونکہ انسانی جسم میں دل کو بادشاہ کی حیثیت حاصل ہے اور جب بادشاہ کی سمت درست ہو گی تو انسان کے تمام افعال اسی قلب کی مرضی کے مطابق اور اس کے تابع ہونگے۔

اسی ضمن میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔
(بخاری، مسلم)

سنو! انسانی جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے۔ اگر وہ درست ہو تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ ہو جائے گا۔ جان لو کہ یہ قلب ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اسی دل کو اگر اللہ کی پہچان اور اس کی صفات کی معرفت مل جائے تو انسان کیسے حکم خدا کے خلاف جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تو بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم اس پر گویا ہے:

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ۝
(سورہ ق:۱۶)

اور ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔

لیکن بندے کے دل کو اس کا یقین اور ادراک نہیں۔ شہہ رگ سے قریب رب بھی اسے سمیع اور بصیر (سننے والا اور دیکھنے والا) نہیں لگتا۔ کیونکہ اس پر اس کی اپنی طبیعت کی خواہش کا غلبہ ہے۔ دل زنگ آلود ہو چکا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ۝
(سورہ المطففین:۱۴)

دلوں کو زنگ لگ چکا ہے اپنے اعمال کے سبب۔

یہی علم باطن ذکر خدا کے ساتھ قلب کی صفائی کا ذریعہ بنتا ہے۔ تصفیہ قلب کے ساتھ انسان کو اللہ تعالیٰ کی صفات کی پہچان، معرفت اور ادراک نصیب ہوتا ہے جو اسے کامل بندگی میں ڈھال کر شرف انسانیت عطا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخبر صادق نے یہی بات فرمائی ہے:

إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةً وَإِنَّ صِقَالَةَ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللهِ
(کنز العمال)

ہر چیز کے لئے صفائی ہے اور دل کی صفائی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ذریعہ ہوتی ہے۔

کوئی بھی علم سیکھنا ہو، language سیکھنی ہو۔ علم دین حاصل کرنا ہو۔ کسی ہنر میں کمال حاصل کرنا ہو تو اس کیلئے بنیادی اہمیت استاد رہبر رہنما کی ہوتی ہے۔ اسی طرح اپنے نفس کو طبیعت کو، من کو بندگی پر مائل کرنا ہو تو ایسا نفس چاہیئے کہ جو خود بندگی پر مائل ہو، کامل اطاعت والا ہو اور بندے کو بھی اس کی اپنی مرضی سے نکال کر مالک کی مرضی میں ڈھال دے۔ اسی استاد و رہبر و رہنما کو مرشد کہتے ہیں۔ جو رب کے حقیقی معنوں میں ذات مقدس رسول اکی شکل میں دیا۔ ہر رنگ و نسل کا بندہ جب نسبت رسول ﷺ میں آیا تو ایک ہی رنگ "صبغۃ اللہ" والے رنگ میں رنگ گیا۔ اللہ کے احکامات اپنی علم و حکمت سمیت اس کی طبیعت کا حصہ بن کر اسے بندگی اور شرف انسانیت عطا کر گئے۔

اسی اسلوب کو قرآن عظیم الشان بھی بیان فرماتا ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۵﴾

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (سورہ مائدہ:۱۵)

کثیر تعداد میں مفسرین نے لکھا ہے کہ نور سے مراد رسول انور ﷺ اور کتاب مبین سے مراد قرآن کریم ہے۔ گویا کہ قرآن کی علم و حکمت اور ہدایت و روشنی کو بندے کی طبیعت کا حصہ بنانے کیلئے مرشد حقیقی معلم کائنات ﷺ کی شکل میں ہمیں عطا فرمایا۔ نزول قرآن کا اسلوب دیکھیں تو کلام پاک قلب مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا۔

جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾

اترا ہے اسے لے کر روح الامین (یعنی جبریل علیہ السلام) آپ کے قلب (منیر) پر تاکہ بن جائیں آپ (لوگوں کو) ڈر سنانے والوں میں سے ہو جائیں۔ (سورہ شعراء: ۱۹۳، ۱۹۴)

آپ ﷺ کی زبان مبارک سے الفاظ کے موتی جھڑے تو کلام الٰہی ہم تک پہنچا۔ گویا کہ اللہ نے قرآن الگ سے نہیں دیا۔ بلکہ آپ ﷺ کے قلب میں اتار کر عطا فرمایا اور آپ ﷺ کا حصہ بنا دیا۔ گویا کہ یہ بتا دیا کہ یہ ہدایت، نور و روشنی، اللہ کی معرفت و پہچان کا ذریعہ اسی استاد کامل اور مرشد حقیقی اسے ب، محبت، عشق والا تعلق اور غلامی کی نسبت ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو منظوم انداز میں بیان کیا ہے کہ:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب — گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ — ذرۂ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود — فقرِ جُنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام — میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے — عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

گویا کہ نور اور ہدایت اللہ تعالیٰ نے الگ سے نہیں رکھی بلکہ آپ ا کا حصہ بنا کر آپ ا کے اندر اتار کر بھیج دیا۔ کسی بھی علم و فن کے ذریعہ تعلیم یا medium کو جانے بغیر اس علم کا knowledge اور wisdom بندے کی طبیعت کا حصہ نہیں بنتا۔ قرآن جو کہ ایک نور ہے اس لئے اس کی تلاوت پر ایک ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب ہے۔ اسکی علم و حکمت بندے کے اندر اس وقت آتی ہے جب الفاظ کے ساتھ یہ نور بھی بندے کے دل میں اترے اور بندے کے دل میں اللہ کی یاد ہو۔

رسول اکرم ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ:

تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي — میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔

(بخاری)

اسی طرح قرآن کریم نے بھی علم الاخلاص سے مزین اہل اللہ (اہل ذکر) کو ہی بندوں کی اصلاح کے لئے پسند فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے:

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ — سوال کرو اہل ذکر سے اگر تم نہیں جانتے۔

(سورہ نحل: ۴۳)

یہی نہیں بلکہ یہ علم الاخلاص والے اللہ کے بندے ہی دراصل اللہ کی طرف لے جانے کیلئے وسیلہ ہیں۔ جس طرح دنیاوی معاملات میں راستے کا علم رکھنے والا ہی درست راستے کی نشاندہی کرتا ہے اور راہ بھٹکنے نہیں دیتا اسی طرح یہی نور مصطفیٰ ﷺ سے پروردہ انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اولیائے کرام رحمہم اللہ ہی اللہ تعالیٰ کی جانب جانے والے صراط مستقیم کیلئے وسیلہ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔

(سورہ المائدہ: ۳۵)

اور یہ وسیلہ اللہ کے نیک بندے ہیں، اسی لئے فرمایا کہ اگر راہ بھٹکنے سے بچنا چاہتے ہو تو ان ہی سچوں کا دامن تھامے رہو۔ ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

(سورہ التوبہ: ۱۱۹)

یہ ایک قاعدہ ہے کہ کسی بھی چیز کی تاثیر صرف تب ظاہر ہوتی ہے جب وہ اپنے تمام attributes کے ساتھ مکمل ہو۔ روزمرہ کی زندگی سے ایک مثال چائے کی ہی لے لیجئے، چائے اگر اپنے تمام تر ingredients یعنی پتی، دودھ، پانی، چینی وغیرہ کے ساتھ اور prescribed طریقہ کے مطابق بنائی جائے تو صرف تب ہی اس کی تاثیر یعنی خوشبو، ذائقہ اور طبیعت کی شادابی ظاہر ہوگی۔

اسی طرح علم کی تاثیر شرفیت صرف تب ظاہر ہوگی جب یہ تینوں اپنی جہتوں سمیت اس طریقہ تعلیم پر عمل کیا جائے جو معلم کائنات آقا نامدار ﷺ کی ذات نے وضع کیا۔

گویا کہ اصل طریقہ تعلیم يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ تک محدود نہ تھا بلکہ یزکیھم اس طریقہ کا integral part تھا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے: علم کثرت روایات کا نام نہیں۔۔ یہ تو وہ نور ہے۔ جو دلوں کی کایا پلٹ دے۔ بندگی میں ڈھال دے۔ معلم کائنات کے نور نے کیا خوب تربیت فرمائی تھا قربان جاؤں اس انداز تربیت پر کہ نگاہوں ہی نگاہوں سے پہلے دل کی کھیتی سے غیر سے تعلق کی جڑی بوٹیاں نکالیں پھر اپنی ذات سے محبت والے تعلق کا انمول بیج بو دیا۔ حضور ﷺ کی سنگت نے محبت کیا اس پودے کو ایسے تناور درخت کی شکل دے دی کہ حدیبیہ میں آنے والے ایلچی نے بھی اس درخت کی ٹھنڈی چھاؤں محسوس کر لی اور واپس جا کر پکار اٹھا کہ تم محمد ﷺ کے غلاموں کا راستہ نہ روک سکو گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر صحابی رضی اللہ عنہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرشار اور سنت مبارکہ پر پوری طرح کاربند تھا، تقویٰ اور خشیت الٰہی سے مزین تھا اور اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کے مصداق شرف و عزت والا تھا۔

علم الاخلاص نے محبت کو کامل کیا۔ محبت کامل ہو تو محبوب کی بات سے اعراض بھلا کیونکر ممکن ہے اور محبوب بھی ایسا کہ جس کی بات تو وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ ہے۔ وہ جانتے تھے کہ اللہ و رسولہ احق یرضوہ۔ انہیں ادراک تھا کہ النبی اولی بالمومنین من انفسھم۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاص و پاکیزگی کا یہ عالم تھا کہ ان کیلئے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کائنات سے افضل تھے اور اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل مظہر تھے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ (بخاری)

نہیں ہوسکتا مومن تم سے کوئی بھی جب تک کہ میں اسے اُس کے والدین اور اولاد سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ان کی طبیعتوں میں رچ بس گیا تھا۔ اس کی وجہ سے ان کے دل، ان کی طبیعتیں اور ان کے نفوس اللہ سے ڈر اور محبت میں آچکے تھے۔ ان کو شرف مل چکا تھا۔ تقوی مل گیا تھا۔ اور دلوں کا یہ تقوی ہی اللہ کے نزدیک اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کے مصداق عزو شرف و کامیابی کا ذریعہ ہے۔

یہی نہیں علم الاخلاص کے بارے میں آئمہ کرام کے اقوال و فرامین بھی غور طلب ہیں

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد پاک ہے:

لولا السنتان لھلك النعمان (صب العذاب علی من سب الأصحاب: علامہ آلوسی)

اگر یہ دو سال (صحبت امام جعفر صادق) نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول مبارک ہے:

مَنْ تَفَقَّہَ وَلَمْ یَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ، وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ یَتَفَقَّہْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ،

جس نے فقہ حاصل کی اور تصوف نہ حاصل کیا وہ فاسق ہے اور جس نے تصوف حاصل کیا اور فقہ نہ

وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح)

حاصل کی وہ زندیق ہے جوان دونوں کو جمع کرے وہ محقق ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

لَيْسَ الْعِلْمُ مَا حُفِظَ الْعِلْمُ مَا نَفَعَ (حلیۃ الاولیاء)

علم یہ نہیں جو حفظ کیا گیا بلکہ علم وہ ہے جو نفع بخش ہو۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ لوگوں کو بلند مرتبہ کس چیز سے ملا؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ صدق سے (یعنی ان کا ظاہر و باطن ایک ہو اور سنت کے مطابق ہو)۔

(ملفوظات امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ از امام ابن الجوزی)

معلوم ہوا کہ عالم فاسق نہیں ہوتا اور اگر اس کا مطلب ہے کہ علم ادھورا ہے کیونکہ علم نافع اور کامل بندے سے فسق و فجور دور کر کے شریعت مطہرہ کی پابندی میں ڈال دیتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی طرح کے علم کی تکمیل معلم کائنات سے کی تھی۔ کیونکہ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم علم کی تمام جہتوں سے مزین تھے۔ عرب کے بدؤں نے ایک ہی کام کیا کہ اس معلم کائنات امام انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق کو مضبوط رکھا جو انہیں علم کا نور عطا کر کے علم نافع دے گیا۔ اب انسانیت کیوں قعر مزلت میں گرتی جا رہی ہے۔ ہمیں ضرورت ہے شرف انسانیت حاصل کرنے کی۔ نفع والا علم حاصل کرنے کی۔ ایسا علم جو حواس خمسہ سے آگے نکل کر نور کی شکل میں تنام عینی ولا نام القلب کے مصداق دل کا حصہ بن جائے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم حاکمیتِ انسان کے تصور سے نکل کر پھر حاکمیت خدا کے تصور کی طرف لوٹ آئیں، اپنے اندر ان گھس بیٹھوں کو نہ آنے دیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے دور کر کے للٰہیت سے نکال کر انانیت کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اس دین وملت کی سربلندی کے لئے، صرف اللہ کی رضا کی خاطر ایک ہو جائیں کیونکہ

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی
تبان رنگ و خوں توڑ کر ملت میں گم ہو جا
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

آج ہمیں ضرورت ہے مکمل نفع والا علم حاصل کرنے کی جو نہ صرف علم العقائد اور علم الاحکام سکھائے بلکہ علم الاخلاص، جو ان کی روح ہے، کے ذریعے ہمارے ظاہر و باطن کا تزکیہ و تصفیہ کرے۔ ہمیں انسانیت کا مرقع اور کامل بندگی والا بندہ بنائے۔ یہ صدق اور درجہ احسان حاصل کرنے کا ذریعہ اللہ نے وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ اور وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ کے ذریعہ سکھا دیا کہ "ساتھ ہو جاؤ سچوں کے، درجہ احسان والوں کے" تا کہ رحمتِ خداوندی حاصل ہو سکے جو کہ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۞ کے مصداق احسان والوں کے ساتھ ہے۔ اور یہ درجہ احسان والے کون ہیں؟ وارثین رسول اکرم ﷺ۔ وہ علماء راسخین جو رسول اکرم ﷺ کے ظاہری و باطنی غرضیکہ تمام علوم کے وارث ہیں۔

تاریخی اعتبار سے علم کا یہ رنگ وارثانِ رسول اکرم اکی صحبت مبارکہ میں نظر آتا ہے۔ وہ زمانہ چاہے حضور سیدنا غوث الاعظم، شہنشاہِ ولایت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ہو یا خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کے علمی مواعظ اور نور نظر نے چوروں اور ڈاکوؤں کے دلوں کو علم نافع دے کر تقویٰ کا شرف عطا فرمایا۔ اسی طرح زمانہ آگے چلا تو جب اکبر بادشاہ کے دور میں دین مسخ کیا گیا تو اللہ کا کرم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل میں ظاہر ہوا جس نے تجدیدِ دین فرمائی۔

جب صحت عقیدہ پر نئے انداز میں قدغن لگائی گئی تو مجدد دین و ملت امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وارث رسول اکرم ﷺ کی حیثیت سے بدعات کا خاتمہ کرتے ہوئے اپنے تلامذہ کو ظاہری و باطنی علوم سے مالا مال فرمایا۔ فتنہ قادنیت نے سر اٹھایا تو پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ عظام کی کوششوں سے عوام میں علم اور عشقِ رسول ﷺ کا بیج بویا گیا جو تناور درخت بن کر ایمان کے پھل پھول دینے لگا۔

آج ہمیں ضرورت ہے اسلاف کے انداز میں علمِ حقیقی کو عام کرنے کی۔

آج ضرورت ہے کہ ہر خانقاہ پر مدرسہ ہو۔ اور ہر مدرسہ پر روحانی و اخلاقی تربیت گاہ ہو۔ تا کہ وہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے اخلاق نبوی ااور شریعت مطہرہ کا مکمل پرتو نظر آئیں اور انہیں بھی کامل بندگی اور درجہ احسان نصیب ہو۔ آج جن آستانوں، خانقاہوں کا تعلق علم کے ساتھ قائم رہا

تحدیث بالنعمت:

ہم سب کے مرشد گرامی حضرت آخوندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی وخراسانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ خود بھی بہت بڑے متبحر عالم تھے، انہوں نے اسی بات کا ادراک فرمایا۔ آج ان کے صاحبزادگان مبارکان اور آگے والی نسلیں بھی علوم ظاہرہ و باطنہ سے مالا مال نظر آتی ہیں۔

یہ اہل سنت و جماعت کے اکابرین ہی کی محنت کا نتیجہ ہے کہ گاؤں گاؤں مدارس قائم ہیں اور لوگوں میں صحت عقیدہ، علم و عمل، عشق رسول، شعائر دین اسلام سے آگاہی کا فیضان بلا تفریق تقسیم کیا جارہا ہے۔ یہی علم الاخلاص ہی دیگر علوم پر پختگی کا ضامن ہے۔ دعا ہے کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچہ بچہ وراثت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فیض سے بہرہ مند ہو اور علوم اسلامیہ کا مظہر ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ھو العزیز الرحیم

من شمع جانگدازم تو صبح دلکشائی

سوزم گرت نبینم میرم چو رخ نمائی

نزدیکت این چنینم و دور آنچنانکہ گفتم

نی تاب وصل دارم و نی طاقت جدائی

مشقہ المذنب الراجی محمد محبوب عفی عنہ

علمِ علمان

مولانا محمد فاروق محمدی سیفی

عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْعِلْمُ عِلْمَانِ: عِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ، وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَلِكَ حُجَّةُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى ابْنِ آدَمَ" امالی ابن بشران جز اول صفحہ ۲۶۵

علم دو ہیں۔ ایک علم القلب یہ علم نافع ہے دوسرا علم اللسان یہ اللہ عزوجل کے بندوں پر اس کی حجت ہے۔

و قال الحسن البصری: الْعِلْمُ عِلْمَانِ: فَعِلْمٌ فِي الْقَلْبِ فَذَلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ ،وَعِلْمٌ عَلَى اللِّسَانِ فَذَلِكَ حُجَّةُ اللهِ عَلَى ابْنِ آدَمَ۔

(سنن الدرامی ج ا ص ۱۰۷۔ رسالہ فی حقیقۃ التاویل المبحث الثانی ص ۹۰)

شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے: علم دو ہیں۔ علم ظاہر اور علم باطن۔ (علم باطن کو ہی علم حال یا علم قلب کہتے ہیں) اور علم ظاہر پر علم حال کی فضیلت ہے۔

اور حدیث پاک میں ہے طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے) اسکی تشریح و توضیح کرتے ہوئے قوت القلوب جلد اول میں ارشاد فرمایا کہ:

ابو محمد سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث سے مراد علم حال ہے یعنی بندہ جس مقام پر ہے اس کے حال کا علم حاصل کرے کہ تم میں سے ایک آدمی خاص کر کے اس حالت کا علم رکھے جو کہ دنیا و آخرت میں اس کے اور اللہ عزوجل کے درمیان ہے اور ایک عارف فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے وہ علم معرفت حاصل کرے (کیونکہ انسان کی سب سے پہلی حالت ہی بندہ بننا ہے)۔

شیخ ابو محمد طالب مکی حارثی رحمۃ اللہ علیہ مزید ارشاد فرماتے ہیں۔

وہ علم جس کی علماء فضیلت و عظمت بیان کرتے ہیں "جس کے حاصل کرنے والے کو عالم کہا جاتا ہے اور اس کی تعریف کی جاتی ہے اور جس کی فضیلت میں بہت سی روایات اور احادیث وارد ہوئی ہیں وہ علم الٰہی، (علم باطن) ہے۔ جو اللہ عزوجل کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔" (قوت القلوب جلد اول)

فائدہ:

یاد رہے علم ظاہر بھی اشد ضروری ہے جو کہ احکامات خداوندی کی طرف رہنمائی کرتا ہے مگر افضل علم "علم باطن" ہے۔

ایک درویش سے مناظرہ:

لواقح الانوار القدسیہ فی بیان الشھود المحمدیہ میں واقف اسرار و رموز شیخ امام عبدالوھاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ حضرت امام احمد بن سریج رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ تمہاری ذکر کی محفلیں ہمارے طالب علموں کو نقصان دیتی ہیں۔ اس پر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو راستہ اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہے (افضل ہے) اس کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ حضرت ابن سریج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمارے طریقے (علم ظاہر) کی رعایت بھی ضروری ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے تمہارے طریقے سے زیادہ قریب ہے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ کیسے قریبی بنتا ہے؟ حضرت ابن سریج نے ان سے کہا اس کی وجہ سے اکثر اللہ عزوجل کی حاضری مل جاتی ہے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا (حالات بتاتے ہیں کہ) یہ دلیل تمہارے خلاف ہے حق میں نہیں ہے۔ کیونکہ تمہیں اکثر اللہ عزوجل کے دین کے حکم کو دیکھنا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کو نہیں۔ اس پر ابن سریج نے کہا آؤ آزمائش کرلیں۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے فلاں شخص یہ پتھر لو اور ان کے طالب علموں کے حلقے میں پھینک دو تو اس شخص نے علم پڑھنے پڑھانے والوں کے درمیان پتھر پھینکا تو سب کہنے لگے کہ یہ کام تمہارے لیے حرام ہے پھر پتھر پکڑ کر فقیروں میں پھینکا تو سب نے پکار کر کہا۔ اللہ۔ جس پر ابن سریج نے کہا اے ابوالقاسم! آپ سچے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

میرے مرشد کریم حضرت میاں محمد حنفی سیفی دامت برکاتہم العالیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ پرندہ دو پروں سے اڑتا ہے۔ اسی طرح علم بھی دو ہیں۔ کامیابی تب ہے جب ہم دونوں علموں کو حاصل کریں ورنہ ناقص ہے۔ حضور ﷺ اپنی امت کیلئے یہ دونوں علم (علم ظاہر، علم باطن) لے کر آئے۔

مراۃ المناجیح جلد نمبر ۸ ص نمبر ۹۷ پر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ غار حراء والی حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام دو علم لے کر آئے تھے ایک علم قال جو کہ زبان سے ادا کیا اور دوسرا علم حال جو کہ سینے سے لگا کر دیا (یہ بطور امانت تھا)۔

پتہ چلا علم قال زبان سے اور علم حال توجہ سے دیا جاتا ہے۔

پہلے کے تمام علماء مجتہدین دونوں علموں میں حضور ﷺ کے وارث تھے:

الامام ابی المواھب عبدالوھاب بن احمد شافعی مصری المعروف امام شعرانی اپنی کتاب میزان الشعرانی جلد اول میں نقل فرماتے ہیں:

میں (امام شعرانی) نے اپنے شیخ علی مرصدی کو بارہا یہ فرماتے سنا ہے کہ تمام آئمہ مذاہب حال اور قال دونوں علموں میں رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں۔ برخلاف بعض صوفیاء کے کہ انہوں نے یہ وہم کیا کہ مجتہدین صرف علم قال ہی میں رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں علم حال میں نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ بعض (جاہل) صوفیاء یہ کہہ بیٹھے ہیں کہ مجتہدین کا علم اس نیک بندہ کے علم کا چوتھائی حصہ ہے جو طریقت میں کامل ہے۔

کیونکہ انسان ہمارے نزدیک اس وقت کامل ہوتا ہے کہ جب وہ ولایت کے اس مقام میں پہنچ جائے جس میں اس کو ان چاروں مدارج کا علم حاصل ہو جائے جو اس فرمانِ خداوندی میں مسطور ہیں کہ:

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ

اور مجتہدین سوائے خدا تعالیٰ کے اسم ظاہر کے مرتبہ کے نہ وہ ازل کے مرتبہ سے واقف ہیں نہ ابد کے اور نہ علم حقیقت ان پر روشن ہے (انتہیٰ)

جاہل صوفیاء کو جواب:

میں (امام شعرانی) کہتا ہوں یہ اس شخص کا کلام ہے جو آئمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات سے ناواقف ہے۔ حالانکہ یہ آئمہ زمین کی میخیں اور دین کے ستون ہیں۔

اور میں (امام شعرانی) نے شیخ علی خواص کو یہ بھی فرماتے سنا ہے کہ ہر وہ شخص جس کے قلب کو خدائے قدسیہ نے منور فرما دیا ہو وہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کے تمام مذاہب کے لوگوں کو دونوں قسم (علم ظاہر اور علم باطن) کی سندوں کے ساتھ رسول خدا ﷺ تک پہنچے ہوئے پائے گا۔ خواہ سند (علم ظاہر کی) ظاہر لی جائے۔ جس میں عن عن کہہ کر سلسلہ چلایا جاتا ہے اور خواہ وہ سند ہو جو سینہ بہ سینہ رسول اللہ ﷺ کی قلبی امداد سے علماء امت کے قلوب میں باترتیب چلی آئی۔ پس کسی عالم کا چراغ نہیں روشن ہوا مگر رسول اللہ ﷺ کی دلی روشنی کے طاق سے (پس سمجھ لو)۔

مگر افسوس آج کے کثیر علماء علم باطن سے ناواقف ہیں بلکہ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ علم ظاہر ضروری ہے اور علم باطن صوفیاء کا کام ہے اپنے آپ کو اس سے بری تصور کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اقوال کو:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

من تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن جمع بينهما فقد تحقق

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

فقيها و صوفياء فكن ليسن و احدا فانى وحق الله انصح فذالك قاس لم يذق قلبه تقى وهذا جهول كيف ذوالجهل يصلح (دیوان امام شافعی)

(اے طالب علم) فقیہ اور صوفی دونوں بننا ایک نہ بننا۔ میں اللہ کے لئے تمہیں نصیحت کرتا ہوں کیونکہ صرف فقیہ خشک ہوتا ہے تقویٰ کا ذوق اس کے دل میں نہیں ہوتا اور صرف صوفی وہ خود جاہل ہے تو جاہلوں کی اصلاح کیسے کرے گا۔

لہٰذا آج اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ صوفیاء جو بغیر علم کے اس راستے پر چل رہے ہیں

وہ اپنی جہالت سے توبہ کرلیں اور علم شریعت کو حاصل کریں۔اور علماء بھی کامل اس وقت ہوں گے جب وہ علم ظاہر کے ساتھ ساتھ علم باطن بھی حاصل کریں۔جو کہ علم نافع ہے۔

یاد رہے علم ظاہر زبان سے سیکھا سکھایا جاتا ہے اور مدارس میں جس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ سرکار میاں صاحب مبارک فرماتے ہیں اگر علم باطن بھی مدارس میں آجائے تو ان شاء اللہ انقلاب آجائے گا۔

علم باطن کتابوں کو پڑھ کر حاصل نہیں کیا جاسکتا بلکہ مکتوبات صدی میں حضرت یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف کی کتابوں کو اس علم کے حصول کے بغیر پڑھنے سے دل سیاہ ہوجاتا ہے۔لہٰذا علم باطن کو حاصل کرنا اشد ضروری ہے اور یہ علم توجہ سے حاصل کیا جاتا ہے ایک سینے سے دوسرے سینے میں منتقل کیا جاتا ہے۔حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مراۃ المناجیح جلد ۸ کے اندر ارشاد فرماتے ہیں علم قال زبان سے ادا کیا جاتا ہے اور علم حال توجہ سے دیا جاتا ہے۔(واللہ اعلم ورسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

زیادہ بولنے (قال) کی نسبت توجہ (حال) کے سے متوجہ ہونا بہتر ہے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے توجہ کر کے علم الحال پر لوگوں کو آگاہ کیا تھا۔

مولانا جلال الدین کے ملفوظات "فیہ مافیہ" میں نقل ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب بطور خلیفہ منبر پر چڑھے، خلقت منتظر تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کیا فرماتے ہیں۔آپ جھک گئے اور کچھ نہ کہا اور خلقت پر نظر ڈالی تو لوگوں پر وجد طاری کر دیا۔ان لوگوں کو اتنا بھی ہوش نہ رہا کہ باہر جائیں اور کسی کو خبر نہ تھی کہ کہاں بیٹھا ہے۔اب ظاہر ہے کہ بہت زیادہ بیان، وعظ اور خطبہ سے بھی ان پر یہ اچھی حالت طاری نہ ہوتی۔جو انہیں فائدے حاصل ہوئے اور ان پر ایسے اسرار منکشف ہوئے جو کتنے ہی علم اور وعظ سے نہ ہوئے تھے۔

انداز توجہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مجلس کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک نظر (کے ساتھ توجہ) کی اور کوئی بات نہ فرمائی۔اور جب منبر سے اترنا چاہا تو فرمایا:

ان لکم امام فعال خیرا لکم من امام قوال	زیادہ بولنے والے سے زیادہ کرنے والا امام تمہارے لیے بہتر ہے۔

(فیہ مافیہ ص: ۱۹۴)

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ مراۃ المناجیح جلد ۸ میں فرماتے ہیں: علم حال مقدم ہے علم قال سے۔

افضلیت علم باطن

سید غوث علی شاہ قادری تعلیم غوثیہ ص ۴۳ میں فرماتے ہیں:

یہ بات ظاہر ہے کہ سب سے افضل و برتر ذات باری تعالیٰ کی ہے تو جس علم سے اس ذات کا عرفان ہو وہ علم اور اس کا عالم باقی سب علوم و علماء سے افضل ہوگا اور وہ علم علم معرفت ذات الٰہی ہے جس کو علم تصوف بھی کہتے ہیں۔

اور اس کے عالم کو عارف و صوفی کہتے ہیں:

(کما قال علیہ السلام فضیلت العالم علی العابد کفضلی علی ادنکم)

یعنی فضیلت عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسے فضیلت میری تم میں سے ادنی آدمی پر۔

مذکورہ بحث سے ثابت ہوا کہ اس حدیث میں مذکور عالم سے مراد علم باطن کے علماء ہیں کیونکہ سے علوم ظاہری ہیں جن میں علم دین بھی شامل ہے (اگرچہ اس کی فضیلت اپنی جگہ) اور صرف معرفت ہی علم باطن ہے اور باطن کو ظاہر پر تقدم ذاتی ہے۔

علم معرفت فضیلت میں سب علوم سے اول درجہ پر ہے اور علم دین یعنی علم شریعت باقی علوم سے اول درجہ کا ہے۔ تعلیم غوثیہ ص: ۴۳

علماء باطن کی اہمیت:

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا گمان ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ علم کے دس میں سے نو حصے لے گئے لوگوں نے کہا آپ کیا فرما رہے ہیں جبکہ اتنے بڑے بڑے علماء موجود ہیں فرمایا میری مراد وہ علم نہیں ہے جو تم لے رہے ہو بلکہ میری مراد علم الٰہی

عزوجل ہے گویا کہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے علم الٰہی کو دس حصوں میں سے نو حصوں کے برابر فضیلت دی۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ ابن معین رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ اسماء الرجال کے امام ہیں) عام طور پر حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوتے جبکہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں سے زیادہ علم وسنن میں علمی درجے کے مالک نہ تھے، مگر علم باطن میں کمال رکھتے تھے۔ کثیر علماء کے بھی شیخ تھے لیکن ظاہری علم زیادہ نہ تھا۔ لیکن پھر بھی یہ دونوں امام ان سے مسائل معلوم کرتے تھے۔ اس لئے کہ ان میں علماء کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین بھی یاد تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے عرض کیا گیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ جب کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جس کو ہم کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ پائیں تو کیا کریں۔ فرمایا: صالحین سے دریافت کرو اور باہم مشورہ کرلو اور ان صالحین کے بغیر کسی بات کا فیصلہ نہ کرو۔ (قوت القلوب جلد۔ ق، حصہ دوم ۳۶۹)

تیرا وجود الکتاب

ڈاکٹر محمد معظم فراز محمدی سیفی

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝

وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی ہے گواہ۔

(سورۃ الفتح:28)

اللہ تعالیٰ ہمارے خالق و مالک، ہم سب کو پیدا کرنے والے رب کا ہم سب پر احسان عظیم کہ اس نے ہمیں ابدی کامیابی و سرخروی کیلئے اسباب مہیا کرتے ہوئے مسلمان پیدا کر کے اپنے حبیب ﷺ کا امتی بنایا۔ ایمان، نور، ہدایت، روشنی، نیکی غرض یہ کہ ہر نعمت ہمیں رسول اکرم ﷺ کے صدقے میسر آئی۔ اسی پاک رسول ﷺ سے محبت، عشق اور غلامی والا تعلق اللہ کی بندگی میں ڈھل کر اس کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اللہ کی پہچان، اطاعت اور بندگی آپ ﷺ ہی کے صدقے میسر آتی ہے۔ قرآن کریم جو اللہ کا کلام اور ہم سب کیلئے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ اس کا اسلوب ملاحظہ فرمائیں تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر اپنا تعارف کروانا ہو یا مخلوق کو کوئی بات بتانی ہو تو رب کریم یہ انداز اختیار کرتا ہے کہ اے محبوب آپ ﷺ اپنی زبان حق بیان سے ارشاد فرمایئے۔

جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝

فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔

(سورۃ الاخلاص:1)

فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ

فرما دیجیے کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے۔

(سورۃ الانعام:7، ۱۴۷)

اور جب آپ ﷺ کا تعارف، پہچان، عز وشرف عظمت و بزرگی کا تذکرہ مقصود ہو تو اللہ کریم ہر بات کی نسبت اپنی طرف فرماتا ہے کہ میں نے بھیجا ہے۔ نبوت، رسالت، رحمت، برکت، علم، اختیار، عصمت،، بشیر، نذیر وغیرہ کی صفات کے ساتھ بھیجا ہے۔ اسی ذات بابرکات کی محبت، اطاعت، نسبت اور غلامی کے بدلے تمہیں میری بندگی، میری رضا اور میری خوشنودی دے دی جائے گی۔

اللہ کریم کا اپنے پاک کلام میں حضور نبی کریم ﷺ کی شان و عظمت کو بیان کرنے کا کیا خوب صورت انداز ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

(آل عمران: ۱۶۴)

یعنی احسان ہو گیا ماننے والوں پر کہ بندوں میں اللہ کریم نے ایسا رسول بھیجا جو احکامات خدا بتانے کے ساتھ ان کی طبیعتوں کو، ان کے من کو اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے۔ انہیں باطنی آلائشوں سے پاک کرتا ہے۔ غیر اللہ کی محبت سے اور ان کی اپنی طبیعت کی خواہشوں کو پاک کرتا ہے۔ اس کے ساتھ کتاب وحکمت کی تعلیم اور احکامات خدا کو، مومنین وصالحین سے نسبت اور غلامی والوں کی طبیعت کا حصہ بنا کر انہیں کامل بندگی میں ڈھال دیتا ہے۔

یہی نہیں ایک اور مقام پر فرمایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ

(سورہ الفتح: ۸ تا ۱۰)

بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا۔ تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، تو جس نے عہد توڑا

اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے
پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ سے کیا تھا تو بہت
جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ کی ذات کو اپنا محبوب بنا کر جب مبعوث فرمانا مقصود ہوا تو آپ ﷺ کے ان گنت اوصاف کی جھلک قرآن کریم میں مختلف مقامات پر ظاہر فرمائی تاکہ لوگوں کو حضور نبی کریم ﷺ کے بلند مرتبے کا اندازہ ہو سکے کہ انکو اپنی طرح نہ سمجھو بلکہ یہ وما ینطق عن الھویٰ کی صفت سے بھی متصف ہیں۔

آپ ﷺ کو حاضر ناظر، خوشخبری سنانے والا اس لئے بیان فرمایا تاکہ ہم ان صفات کو اپنے عقیدے و ایمان کا جزو بنا کر اپنی آخرت سنوارنے کا سامان کر سکیں۔ ایسا بھرپور ایمان کہ جس سے حقیقی تعلق ذات مصطفیٰ سے بن جائے او یہ صرف اور صرف اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے غلاموں کے ہاتھ میں دینے سے ہی ممکن ہے۔ یہی کامل نسبت در نسبت حضور ﷺ سے ملا دیتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا گویا میرے ہاتھ میں ہاتھ دینا ہے ہی ہے۔

اگر فطرت انسان کو دیکھا جائے تو یہ دونوں موضوع انسان کی فطرت کے مطابق ہیں۔ یعنی انسان کوئی بھی کام یا تو شوق کی وجہ سے کرتا ہے یا خوف کی وجہ سے کرتا ہے۔ یعنی اگر انسان کو کسی کام کے کرنے میں خوشی حاصل ہو، اچھا لگے، طبیعت کا میلان ہو تو اس وقت رغبت سے کرے گا یا پھر خوف ہو کسی نقصان کا تو وہ نہیں کام کرے گا۔

اللہ پاک نے رسول اکرم ﷺ کی صفات کا ذکر فرماتے ہوئے وہ صفات جن سے ترغیب ملے، خوشی ملے، طبیعت ان کی طرف مائل ہو ان کا ذکر شاھداً ومبشراً کے ساتھ فرمایا اور وہ صفات جن سے ترھیب ملے، یہ خبر ملے کہ اگر اس پر عمل نہ ہوا تو خطرہ ہے ان کا ذکر نذیراً کے ساتھ فرما دیا۔

لیکن یہ بات انسان کی طبیعت میں داخل کیسے ہو۔ اسے ترغیب و ترھیب کس طرح ملے۔ ایمان خوف (ترھیب) اور امید (ترغیب) کے درمیان ہے۔ لیکن یہ بندے کو خود سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس کیلئے رب تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں ایمان کی یہ حالت اس وقت ملے گی۔ جب تم اپنا آپ

کسی کامل و خالص غلام مصطفیٰ ﷺ کے حوالے کرو گے (اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دو گے)۔ اس نسبت مبارکہ میں آؤ گے۔

جو لوگ اس نسبت مبارکہ میں آتے گئے۔ ان کی طبیعت میں یہ چیز ایسی سرایت ہوتی گئی اور ان کا تعلق اتنا سچا کھرا، محبت و اخلاص والا ہوا کہ ان کے ایمان کو کاملیت کا درجہ بھی اسی تعلق کی بنا پر ملا۔ جس کے نتیجے میں وہ حد سے زیادہ ادب، اخلاص اور وفا والے بنتے گئے۔ اسی تعلق کے ساتھ ہی وہ "تصبحوه بقرة واصيلا" کے مصداق بنتے گئے۔

مزید اپنے کلام میں اللہ کریم نے اپنے حبیب کامل ﷺ کا تذکرہ کچھ اس انداز میں بھی فرمایا:

وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ (احزاب:۴۶)

پھر فرمایا کہ میں نے اپنا نبی بھیج دیا جو کہ سراجاً منیراً ہے۔ نور سے منور کرنے والا آفتاب ہے۔ جو میری ذات کے بارے میں آگاہ ہے۔ یہ نور تمہارے اندر تمہاری طبیعتوں میں ایسی رغبت پیدا کر دے گا کہ تم غفلتوں سے نکل کر خدا کی یاد میں آجاؤ گے۔ جو لوگ اس ذات مبارکہ سے نسبت حاصل کرتے گئے۔ ان کے قلوب و اذہان کو ایسی نورانیت، آگہی و شعور مل گیا کہ ان کی طبیعتوں کی خوشی خدا کے ساتھ تعلق اور ذکر میں پنہاں ہوگئی۔ اور ہر وہ چیز دور ہوگئی جس میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی ناراضگی کا شبہ بھی موجود تھا۔ ان کو کامل ہدایت میسر آگئی کیونکہ یہ ہدایت اسی نور بھرے قلب اطہر کے ساتھ نسبت اور تعلق کے ساتھ ہی میسر ہے۔ جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اسی نورِ مصطفیٰ ﷺ کی اصل کی نسبت بھی اپنی جانب کچھ اس انداز سے فرمائی کہ میرے محبوب ﷺ کے سینے میں موجود نور درحقیقت ارض و سماء کے مالک ہی کا نور ہے۔ اس مالک کائنات نے ہی اس نور کو اپنے محبوب کے قلب اطہر میں جگمگایا ہے۔ اس ضمن میں قرآن کریم کا اسلوب ملاحظہ ہو:

پھر فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ

(النور:۳۵)

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمینوں کا، اس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے موتی سا چمکتا۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔

اخبرنی عن قوله تعالیٰ مثل نوره کمشکوٰة فا المشکوٰة صدره والزجاجه قلبه

(روح البیان)

ہمیں خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مثل نور ہ کم شکوٰۃ سے کیا مراد ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ المشکوٰۃ سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سینہ اطہر اور الزجاجہ سے مراد آپ کا قلب مقدس ہے۔

گویا کہ یہ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت کا خزینہ قلب اطہر اور سینہ مبارکہ ہے۔ جس کسی کو اللہ کی پہچان، معرفت، قربت، محبت نصیب ہوئی اسی ذات کے ساتھ تعلق، نسبت اور غلامی کی بدولت ملی۔ اور قیامت تک اللہ کی صفات کے ساتھ کامل بندگی و اطاعت اسی ذات مقدس کے ساتھ نسبت کی بدولت ہے۔

قرآن کریم، اللہ کا کلام ہے اور مومنین کیلئے رحمت و شفاء ہے۔

جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ

(الاسرا:۸۲)

اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔

اسی قرآن کا اسلوب ہے کہ جو بات ایک جگہ بیان ہو۔ دوسری جگہ اسی بات کی وضاحت یا تائید ضرور آتی ہے۔ یہ قرآن کریم یہ ذریعہ رشد و ہدایت ہم تک کیسے پہنچا؟ خود قرآن اس بات کی وضاحت فرما رہا ہے۔

ملاحظہ ہو: ارشاد باری تعالیٰ ہے،

نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۙ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ۙ

اترا ہے اسے لے کر روح الامین (یعنی جبرئیل علیہ السلام) آپ کے قلب (منیر) پر تاکہ بن جائیں آپ (لوگوں کو) ڈرانے والوں سے۔ (الشعراء:۱۹۳)

گویا کہ یہ ہدایت وروشنی نازل ہوئی نور والے قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ الفاظ کے موتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک لبوں سے جھڑے تو ہم تک پہنچے۔

معلوم ہوا کہ قرآن کریم کے الفاظ اور نور مل کر ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ تلاوت قرآن میں ایک ایک حرف پر نیکی بھی اسی نور کی بدولت ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں تلاوت قرآن تو زیادہ ہے لیکن نور missing ہے۔

اسی وجہ سے معاشرے میں اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت کی روشنی نظر نہیں آتی۔ ہم نے قرآن کے الفاظ کا رٹہ تو لگا لیا لیکن دل نور سے خالی ہے۔ قرآن کا medium of instruction نور ہے۔ اگر دل میں نور ہو تو حکم خدا بھی طبیعت کا حصہ بن کر عمل میں آئے۔

معلم کائنات جو تمام کائنات کو بندگی سکھانے آئے تھے۔ ان کا طریق تعلیم وتربیت بھی یہی تھا۔ کہ احکامات سنائے جائیں۔ نور سے دلوں کا تزکیہ کیا جائے تاکہ وہ احکامات خدا اپنی علم وحکمت سمیت طبیعتوں کا حصہ بن کر بلا تکلیف عمل میں آجائیں۔

سورۃ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے:

قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَٰبٌ مُّبِينٌ ۙ

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (المائدہ:۱۵)

کثیر تعداد میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ نور سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور کتاب مبین سے مراد قرآن مجید ہے۔ یعنی اللہ کے کلام کا نور اور ہدایت بندے کے اندر اتارنے کا ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ہی ہے۔

حدیث جبرائیل علیہ السلام کو کتب احادیث میں اصول دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے راوی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس طویل حدیث میں دین اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا ہے۔ ذرا اس کے آخری الفاظ ملاحظہ فرمائیں: ثُمَّ قَالَ لِي: يَا عُمَرُ أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْتُ: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: فَإِنَّهُ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ

دِينَكُمْ (متفق علیہ صحیح مسلم شریف، باب معرفۃ الامام، حدیث نمبر: ۱۰۲)

معلوم یہ ہوا کہ نوری فرشتہ جبرائیل، انسان بن کر دین سکھانے کیلئے آیا۔ اللہ کریم نے اپنی پہچان و معرفت کو دینے کیلئے اپنا نور (رسول اکرم ﷺ) انسان کی شکل میں بھیجا۔

جس کسی کی نسبت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بنتی چلی گئی۔ محبت والا تعلق ہوتا چلا گیا۔ اسی ہی رحمت و نور ملتا چلا گیا۔ وہی اطاعت والا ہوتا گیا۔ بندگی والا بنتا گیا۔

یہی نور دلوں کو ماننے والا بناتا گیا۔ یہی نور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضل البشر بعد الانبیاء بنا گیا۔ حبشہ سے آنے والے کو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بنا گیا۔

اسی نور کی بدولت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نسبت میں آنے والے عرب کے بدوؤں کی طبیعتیں شریعت میں ڈھل گئیں اور وہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کہلائے۔ حرمت شراب کا واقعہ ہو، پردے کے احکامات، عبادات و معاملات کے مسائل ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ماننے والے دل ہمہ وقت اللہ کے سامنے جھکے ہوئے نظر آتے تھے۔

فرمان رسول کریم ﷺ کے مطابق اسلام واشگاف ہے اعلان کے ساتھ ہے۔ ایمان نور ہے میرے سینے کی دولت ہے۔

معلوم ہوا کہ کامل ایمان نور ہے اور یہ میسر آتا ہے نبی کریم ﷺ کے سینہ مبارکہ سے۔ رسول اکرم ﷺ سے محبت والا تعلق درحقیقت ایمان کا ذریعہ ہی نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔

فرمان رسول کریم ﷺ ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ (بخاری)

نہیں ہوسکتا مومن تم سے کوئی بھی جب تک کہ میں اسے اس کے والدین اور اولاد سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

اصحاب رسول ﷺ میں یہی محبت آگئی تھی۔ اس لئے انہیں ماننا بھی آگیا تھا۔ جس کا جتنا زیادہ تعلق و محبت ذات رسول ﷺ سے بنتا چلا گیا۔ اتنا ہی اس کو اللہ کی پہچان ملتی چلی گئی اور وہ تقویٰ والا ہوتا چلا گیا۔

اسلام کے ارکین تو نظر آتے ہیں۔ نماز روزہ، زکوٰۃ، عمرہ، حج، مساجد، دروسِ قرآن و محافل وغیرہ لیکن ایمان کی حلاوت اور کامل بندگی ہم میں دکھائی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

حَدَّثَنَا عِيسَى بنُ يُونُسَ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا عُقبَةُ بنُ عَلقَمَةَ بنِ خَدِيجٍ المَعَافِرِيُّ، عَن أرطَاةَ بنِ المُنذِرِ، عَن أبِي عَامِرٍ الألهَانِيِّ، عَن ثَوبَانَ، عَنِ النَّبِيِّ أنَّهُ قَالَ: "لأعلَمَنَّ أقوَامًا مِن أمَّتِي يأتُونَ يَومَ القِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أمثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ بِيضًا، فَيَجعَلُهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَنثُورًا" قَالَ ثَوبَانُ: يَا رَسُولَ اللهِ! صِفهُم لَنَا، جَلِّهِم لَنَا ان لا نَكُونَ مِنهُم وَنَحنُ لانَعلَمُ، قَالَ: "أمَا إنَّهُم إخوَانُكُم وَمِن جِلدَتِكُم، وَيَأخُذُونَ مِنَ اللَّيلِ كَمَا تَأخُذُونَ، وَلَكِنَّهُم أقوَام إذَا خَلَوا بِمَحَارِمِ اللهِ انتَهَكُوهَا"

(ابن ماجہ)

ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "میں اپنی امت میں سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے، اللہ تعالی ان کو فضا میں اڑتے ہوئے ذرے کی طرح بنا دے گا۔" ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان فرمائیے اور کھول کر بیان فرمایئے تا کہ لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ہم ان میں سے نہ ہو جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "جان لو کہ وہ تمہارے بھائیوں میں سے ہی ہیں، اور تمہاری قوم میں سے ہیں، وہ بھی راتوں کو اسی طرح عبادت کریں گے، جیسے تم عبادت کرتے ہو، لیکن وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب تنہائی میں ہوں گے تو حرام کاموں کا ارتکاب کریں گے"۔

غور کریں تو ہمارا یہی حال ہے۔ ہم شریعت پر اتنا ہی عمل کرتے ہیں۔ جتنا ہماری طبیعت چاہتی ہے۔ قرآن تو کہتا ہے ڈسپلن میں آجا، کامل اتباع میں آجا تا کہ تجھے میری رضا اور محبت مل جائے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ

(آل عمران: ۳۱)

اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

اللہ کی رضا اور خوشنودی اور رحمت کامل رسول اکرم ﷺ کی اطاعت ہے۔ یہ تب ہوتی ہے جب اندر سے بے رغبتی اور اعتراض نکلے اور دل کو محبت کا نور میسر آئے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

تَنَامُ عَيْنِي وَلَا يَنَامُ قَلْبِي میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔ (بخاری)

یعنی کہ دل اللہ کی یاد میں جاگتا رہتا ہے۔ دل کی یاد، دل میں اللہ کا ذکر بندے کے قلب سے غفلت و معصیت کا زنگ اتار کر اسے صیقل کر دیتی ہے تو دل کو محبت ملتی ہے اور اسی جذبے کے تحت احکامات خدا اس کی طبیعت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ معرفت الٰہی، ہدایت، رحمت کا مرکز و منبع اسی رہبر کامل ﷺ، معلم کائنات مرشد حقیقی کے ساتھ محبت اور عشق والا تعلق اور غلامی کی نسبت ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بات کو منظوم انداز میں بیان کیا ہے۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب　　گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ　　ذرۂ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود　　فقرِ جُنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام　　میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے　　عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

فکر الصوفی ومعرفۃ الرحمٰن

مقالہ نگار: فاروق احمد محمدی سیفی ☆

اس مقالہ بنام فکر الصوفی ومعرفۃ الرحمن فی التفسیر المظہر وروح البیان میں تصوف اور صاحبان تصوف کا تذکرہ ہے۔

اس موضوع کو اختیار کرنے کی وجہ اور سبب اپنی ذات اور اپنے بھائیوں کی خیر خواہی ہے کہ علم ظاہر حاصل کیا مگر یہ اس وقت تک بے فائدہ ہے جب تک کہ عمل نہ ہو، صوفیاء فرماتے ہیں وعلم نمک کی مثل اور عمل آٹے کی مثل ہونا چاہیے، شاہ ابوالحسین احمد نوری ملقب بہ میاں نوری صاحب فرماتے ہیں بقدر ضرورت، کتاب وسنت سے علم دین کی تحصیل میں پوری پوری جدو جہد کریں۔ اور اس فریضہ کو دوسرے تمام امور پر مقدم رکھیں اس سے فراغت پا کر پھر طریقہ باطنی (سلوک وتصوف) میں قدم رکھیں اس لئے کہ جاہل صوفی اور ناواقف عبادت گزار، شیطان کا مسخرہ ہے۔ (ماخذ سراج العوارف فی الوصیا والمعارف) اسی طرح بے عمل عالم بھی خشک اور بے ذوق ہوتا ہے۔ جس کی تائید امام شافعی علیہ الرحمہ کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

فقیها و صوفیا فکن لیس واحدًا فانی وحقِ الله ایاك انصح
فذالك قاسٍ لم یذق قلبه تقی وهذا جهولٌ کیف ذوالجهل یصلح

مطلب یہ کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے ہیں کہ فقہیہ اور صوفی دونوں بننا ایک نہ بننا کیونکہ بے عمل فقہیہ کا دل سخت ہوتا ہے اور تقویٰ کے ذوق سے بھی خالی ہوتا ہے اور بے عمل صوفی خود جاہل ہے تو جاہلوں کی اصلاح کیسے کرے گا۔

مقدمہ:

ترتیب کتاب میں: میں نے اس مقالے کو ایک مقدمہ اور تین ابواب پر لکھا ہے۔

☆ فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

پہلا باب:

"تصوف قرآن وسنت کی روشنی میں" اس باب کے اندر تین فصلیں ہیں۔ پہلی فصل قرآن کریم اور تعلیم تصوف دوسری فصل علم تصوف کا ثبوت سنت سے تیسری فصل تصوف کی قرآن وسنت سے ہم آہنگی پر صوفیائے کرام کے اقوال

نوٹ:۔ اس باب کے مطالعہ کے بعد یہ بات متعلم پر واضح ہو جائے گی کہ صوفیاءِ علم تصوف کی تعلیمات قرآن وسنت کے عین مطابق ہیں۔

دوسرا باب:۔

برصغیر میں تصوف اور صوفیاء عہد بہ عہد اس باب کے اندر چھ فصلیں ہیں، فصل اول داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تصوف میں۔

فصل دوم: معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تصوف میں۔

فصل سوم: فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تصوف میں۔

فصل چہارم: مجدالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تصوف میں۔

فصل پنجم: سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تصوف میں۔

فصل ششم: سیف الرحمن رحمۃ اللہ علیہ پیر ارچی وخراسانی اور ان کے تصوف میں ہے۔

تیسرا باب:

فصل اول: مصنف تفسیر مظہری اور مصنف تفسیر روح البیان کے تعارف میں

فصل دوم: برصغیر میں آنے والی متصوفانہ آفکار کی حامل تفاسیر میں۔

فصل سوم: تفسیر مظہری کے اسلوب وانداز اور خصوصیات میں۔

فصل چہارم: تفسیر روح البیان کے اسلوب وانداز اور خصوصیات میں۔

خلاصہ: ہر دو تفاسیر کے متصوفانہ افکار کا موازنہ، نتائج، فوائد میں۔

خاتمہ: فکر صوفی کے ابتدائی مقاصد میں۔

باب اوّل: تصوف (قرآن وسنت کی روشنی میں)

فصل اول: علم تصوف کا ثبوت قرآن کریم سے

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ؎ اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں قرآن وسنت۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں "يُزَكِّيهِمْ" سے مراد دلوں کی صفائی ہے۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وَيُزَكِّيهِمْ" سے مراد دلوں کو پاک کرنا ہے یعنی ان کے دلوں کو غلط عقائد اور اللہ رب العزت کے سوا دوسرے کے ساتھ لو لگانے سے پاک کرنا ہے۔ نفس انسانی کو رذیل خصائل سے پاک کرتا ہے اور اجسام کو نجاستوں، گندگیوں اور برے اعمال سے صاف کرنا ہے۔

صاحب روح البیان فرماتے ہیں کہ "يُزَكِّيهِمْ" سے مراد اپنے تصرفات روحانی سے دلوں کے آئینوں کو جلا دے اور روشن کرے تاکہ حقائق ومعارف ان میں جلوہ نماء ہوسکیں۔ ؎۲

قرآن کریم نے تزکیہ نفس کو قرب الٰہی کا ذریعہ بتایا ہے تاکہ طالب حق ذکر وفکر کے ذریعے طہارت قلبی سے اپنی حقیقت ومعرفت کی شمع روشن کرے اور اس کے اندر ایقان وعرفان کے چراغ روشن ہوں اور اس کا دل تجلیات الٰہی عزوجل کا مرکز بن جائے۔ ؎۳

مجموعی طور پر تصوف ایسی چیز کا نام ہے کہ بندہ کو معرفت الٰہی عزوجل حاصل ہو جائے اور عبادت کی تمام تر توجہ کو اللہ عزوجل کی طرف لگا دے اسی وجہ سے اللمع میں نقل ہے کہ یہ (اہل تصوف) لوگ دلوں کو اللہ عزوجل سے لگا کر عبادت کرتے ہیں۔ اپنے ارادے اللہ عزوجل کی طرف لگاتے ہیں۔ ان کی نیت سچی ہوتی ہے اور مقصد نیک ہوتا ہے کیونکہ یہ بات اُن کے علم میں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے وہی عمل پسند فرماتا ہے جو خالص اُسی کے لئے کئے جائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے۔ ؎۴

صوفیا کرام فرماتے ہیں۔مخلوق سے بُعد اختیار کرکے یکسوئی کے ساتھ تعلق مع اللہ اختیار کرنا تصوف ہے۔ ؎۵ ایسی حالت کے حصول کے بعد بندے کو معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے۔مجموعی طور پر

حصول تصوف کا مقصد یہ ہی ہے مگر اسکی علم تصوف کی صفات کثیر ہیں اور وہ تمام کی تمام قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہیں بشرطیکہ قرآن وحدیث کا متعلم مخلص ہو۔

شیخ ابونصر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عادل اہل علم آئمہ میں سے کسی ایک کو بھی اس بات سے انکار نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صادقین، صادقات، قانتین، قانتات، خاشعین، موقنین، مخلصین، محسنین، خائفین، راجین، واجلین، عابدین، سائحین، صابرین، راضین، متوکلین، مجتبین، اولیاء، متقین، ابرار اور مقربین کا ذکر فرمایا ہے۔[6] چنانچہ شاہدین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ [7] — یا کان لگائے متوجہ ہوں۔

اور مطمئن کا ذکر یوں فرمایا ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ [8] — سن لو، اللہ ہی کی یاد میں دلوں کا چین ہے۔

اسی طرح کی تمام صفات اہل تصوف کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے اور ان تمام صفات میں کامل واکمل صفت تقویٰ ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے کچھ وصیت کیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عليك بتقوى الله فانهٗ جماع كل خير و عليك بالجهاد فإنه رهبانية المسلم وعليك بذكر الله فإنه نورٌ لك

(یعنی فرمایا) تم پر تقویٰ لازم ہے بے شک یہ تمام بھلائیوں کا جامع ہے۔ تم پر جہاد لازم ہے یہ مسلمان کی رہبانیت ہے اور تم پر اللہ تعالیٰ کا ذکر لازم ہے بے شک وہ تمہارے لئے روشنی ہے پس تقویٰ تمام نیکیوں کا مجموعہ ہے۔[9]

اما فضيلة التقوىٰ فاعلم ان التقوىٰ اساس جمعى خصال الخير وجماعها و فيها سعادة الدارين......[10]

پس تو جان کہ بے شک تقویٰ تمام تر بھلائیوں کی بنیاد اور اس کا مجموعہ ہے اور اس تقویٰ میں دونوں جہاں میں کامیابی اور دونوں زندگیوں دنیا و آخرت میں خوشخبری ہے۔

اور تقویٰ کی فضیلت اور اسکی ثنا پر بہت زیادہ احادیث ذکر ہیں حتیٰ کہ صرف قرآن پاک

سے آیت تقویٰ کی فضیلت میں جو آئی ہیں ان کی تعداد تقریباً ۱۵۰ سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اور ۴۰ سے بھی زیادہ آیات میں تقویٰ کو صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔۔۔۔۔ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔۔۔۔۔ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۔۔۔۔۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔۔۔۔۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔۔۔۔۔ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ۔۔۔۔۔ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ۔۔۔۔۔ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔۔۔۔۔ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔۔۔۔۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔۔۔۔۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ [11]

اختصار کے پیشِ نظر تقویٰ پر چند آیات پیش کی ہیں۔ تقویٰ تصوف کی اعلیٰ صفت ہے اور تقویٰ سے باطنی صفائی ہوتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا۔ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ صوفیاء کرام فرماتے ہیں باطنی میل کچیل سے صفائی ستھرائی اور بدن کے (نافرمانیوں سے) بچاؤ کا نام تصوف ہے۔ [12] لہٰذا معلوم ہو گیا گو یا تقویٰ کا دوسرا نام تصوف ہے اور تقویٰ کا بیان قرآن پاک میں بالعموم ۱۵۰ آیات میں بالخصوص وضاحت کے ساتھ ۴۰ آیات میں ذکر آیا ہے اب بھی تصوف کا کوئی منکر ہو تو وہ جاہل ہے یا بے عمل خشک ملا ہے جس کا دل تقویٰ کے ذوق سے خالی ہے۔ ایسے لوگوں کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت فرما۔

فقيها و صوفيا فكن ليس واحدا فاني و حقِ الله ايا ك أنصح
فذالك قاسٍ لم يذق قلبه تقىً وهذا جهول كيف ذوالجهل يصلحُ

ترجمہ: فقہی اور صوفی دونوں بننا ایک نہ بننا میں اللہ کے لئے تمہیں نصیحت کرتا ہوں اس لئے کہ خالی فقہی خشک ہوتا ہے اور اس کا دل تقویٰ کے ذوق سے خالی ہوتا ہے اور خالی صوفی وہ خود جاہل ہے جاہلوں کی اصلاح کیسے کرے گا۔ [13]

تقویٰ کی اصل:

تقویٰ کی اصل شرک سے بچنا، پھر گناہوں اور برائیوں سے بچنا، اس کے بعد شبہات سے

بچنا ہے اور اس کے بعد فضول باتوں کو ترک کرنا ہے۔ استاذ ابو علی دقاق الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بتائی اور یہ بھی فرمایا کہ تقویٰ کی ہر قسم کا الگ باب ہے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ — اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ [۱۴]

کی تفسیر میں آیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ:

اَنْ یُّطَاعَ فَلَا یُعْصٰی وَیُذْکَرَ فَلَا یُنْسٰی وَیُشْکَرَ فَلَا یُکْفَرَ — یعنی اس کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ کی جائے اسے یاد رکھا جائے بھلایا نہ جائے، اس کا شکر ادا کیا جائے، اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ [۱۵]

صاحب تصوف اللہ عزوجل کی محبت میں سرشار ہوتا ہے۔ صوفی پر اللہ تعالیٰ کا یہ فضل اسی وقت ہو گا جب کہ اس نے علم فقہ کو حاصل کیا ہو گا۔ اور علم فقہ اور تصوف میں کمال تب حاصل ہو گا جب کہ عقائد درست ہوں گے۔ ایک بندہ مومن کے کامل ہونے کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ فقہ، تصوف اور عقائد اور ان تینوں کو خوبصورت جواہر کی طرح پرونے والے صاحب قطب الارشار بیان فرماتے ہیں۔

اعلم ان مبنی الدین المتین المحمدی صلی اللہ علیہ وسلم و کمال الطریق الاحمدی علی ثلث فقہ عقائد و تصوف۔ [۱۶] — یعنی دین محمدی کی بنیاد اور طریقہ احمدی کا کمال تین چیزوں پر ہے ۱، فقہ ۲، عقائد ۳، تصوف۔

اور انہیں تین چیزوں کا بیان حدیث جبرئیل میں ہے۔

ولا ینصور اکمال احدھا الا بالاخر — یعنی فقہ میں کمال فقہ میں کمال متصور نہیں ہو سکتا جب تک تصوف کو ساتھ نہ ملالے اور تصوف میں بھی کمال متصور نہیں جب تک کہ فقہ کو ساتھ نہ ملا لے اور ان دونوں میں کمال متصور نہیں جب تک کہ عقائد درست نہ ہوں۔

قال الشیخ رزوق فی قواعد الطریقة عن الامام ملك رضی الله عنه ۔ من تصوف ولم یتفقه فقد تزندق ومن تفقه ولم یتصوف فقد تفسق ومن جمع بینهما فقد تحقق ١٧

یعنی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے تصوف تو حاصل کیا مگر فقہ کو نہ سیکھا تو پس وہ زندیق ہوا اور جس نے فقہ تو حاصل کر لی مگر تصوف کو حاصل نہ کیا پس وہ فاسق ٹھہرا اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا پس تحقیق وہ محقق (حق کو اختیار کرنے والا بنا)۔

حالِ محبت:

اللہ عزوجل کی طرف سے شوق اور محبت کا اظہار حصول تصوف کے لئے شرط ہے۔ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جس نے تین چیزوں کا تین چیزوں کے بغیر دعویٰ کیا وہ چھوٹا کذاب ہے جس نے بغیر تقویٰ کے اللہ عزوجل کی محبت کا دعویٰ کیا وہ کذاب ہے (معلوم ہوا صاحب تصوف محبت الٰہی عزوجل میں سرشار ہوتا ہے) جس نے اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کے بغیر جنت کی محبت کا دعویٰ کیا وہ کذاب ہے اور جس نے بدون محبت کے فقراء نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کیا وہ بھی کذاب ہے۔ ١٨

چنانچہ حالِ محبت دکھانے کے لئے اللہ نے اپنی کتاب میں کئی مقامات پر "محبت" کا ذکر فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔ ١٩

تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔

نیز فرمایا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ ٢٠

اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

نیز فرمایا:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ ۲۱ اے ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی سے محبت نہیں۔

حال محبت اُسے ملتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے انعامات کی طرف نظر رکھے۔ یہ ہی حصول علم تصوف کا مقصد ہے۔

علم کی اقسام:۔

ابتدا علم کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ علم ظاہری۔

۲۔ علم باطنی (اور علم باطنی کو علم الٰہی، علم آخرت اور علم تصوف، علم معرفت، علم طریقت بھی کہتے ہیں)۔

ارشاد خداوندی ہے:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۲۲

جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسول تم میں سے پڑھ کر سناتا ہے تمہیں ہماری آیتیں اور پاک کرتا ہے تمہیں اور سکھاتا ہے تمہیں کتاب اور حکمت اور تعلیم دیتا ہے تمہیں ایسی باتوں کی جنہیں تم جانتے ہی نہیں تھے۔

"یُعَلِّمُکُمْ" کے فعل کا تکرار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ تعلیم کسی دوسری جنس سے ہے۔ شاید اس مراد وہ علم لدنی ہو جو قرآن کے بطون اور نبی کریم ﷺ کے سینہ اقدس کے مشکوۃ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایسا علم ہے جس کا ادراک اور حصول صرف اور صرف آفتاب قرآن کی تجلیوں اور مہر نبوت کی مشعاعوں سے ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت کا ادراک قیاس سے بعید ہے۔ ۲۳۔ اس لئے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم باطن کا تعلق حال سے ہے اور علم ظاہر کا تعلق قال سے ہے اس کو زبان سے ادا کیا جاتا ہے اور علم باطن یعنی حال توجہ سے دیا جاتا ہے۔ ۲۴۔ جس کو صوفیاء فیض رسانی دوسرے کی طرف فیض کو منتقل کرنا کہتے ہیں جیسا کہ حضرت ابوالحسین شاہ احمد نوری قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں تو ان کے اندر تعدیہ یعنی فیض رسانی کی قوت پائی جاتی ہے۔ اس لئے یہ دوسرے کو

فیض رسانی کرنے میں معذور نہیں اسی وجہ سے ایسے سالکین کامل ہیں۔ ۲۵ ہمارے تمام ائمہ مجتہدین نے علم ظاہر بھی حاصل کیا اور علم باطن بھی حاصل کیا مگر افسوس کہ آج بعض نے تو صرف علم ظاہر حاصل کیا اور علم باطن چھوڑ دیا اور بعض نے صرف علم باطن کو حاصل کیا اور علم ظاہر کو چھوڑ دیا۔

تمام آئمہ نے علم باطن حاصل کیا:۔

شیخ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ علی مرصدی رحمۃ اللہ علیہ کو بارہا یہ فرماتے سنا ہے کہ تمام آئمہ مذاہب رضی اللہ عنہم حال (علم تصوف) اور قال دونوں علموں میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہیں برخلاف بعض صوفیہ صافیہ کے کہ انہوں نے یہ وہم کیا کہ مجتہدین صرف علم قال ہی میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہیں علم حال میں نہیں، یہاں تک کہ بعض صوفیہ صافیہ یہ کہہ بیٹھے ہیں کہ مجتہدین کا تمام علم اس نیک بندہ کے علم کا چوتھائی حصہ ہے جو طریقت میں کامل ہے۔ کیونکہ انسان ہمارے نزدیک اسی وقت کامل ہوتا ہے کہ جب وہ ولایت کے اس مقام میں پہنچ جائے جس میں اس کو ان چاروں مدارج کا علم حاصل ہو جائے جو اس فرمانِ خداوندی میں مسطور ہیں کہ:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن (پوشیدہ)۔

اور مجتہدین سوائے خدا تعالیٰ کے اسم ظاہر کے مرتبہ کے، نہ وہ ازل کے مرتبہ سے واقف ہیں نہ ابد کے اور نہ علم حقیقت ان پر روشن ہے (انتہی)

میں (عبدالوحاب شعرانی) یہ کہتا ہوں کہ یہ اس شخص کا کلام ہے جو آئمہ رضی اللہ عنہم کے حالات سے ناواقف ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے ائمہ تو زمین کے میخیں اور دین کے ستون ہیں (واللہ عزوجل علم)

اور میں نے شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بھی فرماتے سنا ہے کہ ہر وہ شخص جس کے قلب کو خدائے قدیر نے منور فرمادیا ہو وہ مجتہدین اور ان کے مقلدین کے تمام مذاہب کو دونوں قسم کی سندوں کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچے ہوئے پاوے گا۔ خواہ وہ سند ظاہری لی جاوے، جس میں عن عن کہہ کر سلسلہ چلایا جاتا ہے (علم ظاہری مراد ہے) اور خواہ وہ سند ہو جو سینہ بسینہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قلبی امداد سے علمائے امت (صوفیا) کے قلوب میں باترتیب چلی آئی ہے۔ پس کسی عالم کا چراغ نہیں روشن ہوا مگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دل روشنی کے طاق سے۔ (فتأمل) ۲۶ اسی لئے علم ظاہر میں کمال حاصل کرنے

کیلئے علم باطنی کا حصول ضروری ہے (فرحان سرکار میاں محمد حنفی سیفی دامت برکاتہم العالیہ)۔

فصل دوم: تصوف کا ثبوت سنت سے

جس طرح تصوف کا ثبوت قرآن پاک سے ہے اسی طرح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثبوت واضح ہے علم باطن (تصوف) کے حصول کے بعد وارد ہونے والی کیفیات کا ثبوت بھی ملتا ہے جس کو ہم ان شاءاللہ عزوجل مختصر طور پر بیان کریں گے۔

حدیث جبرئیل علیہ السلام:۔

کتب احادیث میں حدیث جبرئیل علیہ السلام کو اصول دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے جس میں دین کو اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا گیا۔(یادرہے پہلی فصل میں نے عقائد، فقہ اور تصوف کو دین کی بنیاد قرار دیا ہے یہاں اسلام، ایمان اور احسان کا ذکر ہے تو حقیقت میں یہ ایک ہی چیز یں) اور احسان کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

قال فاخبر نی عن الاحسان قال اَنْ تعبدَ اللہ کاَنّك تره فان لم تکن تره فانہٗ یَراك۔ ۲۷

یعنی جبرئیل علیہ السلام نے کہا مجھے احسان کے متعلق بتائیے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے پس اگرتوں اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمر کیا تم جانتے ہو سائل کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا وہ جبرئیل علیہ السلام تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

اب اس حدیث پاک میں احسان کا بیان ہوا ہے اور احسان کا ہی دوسرا نام تصوف ہے۔ اس کی دلیل یہ کہ اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا ہے: من تصوف ولم یتفقه فقه تزندق۔۔۔۔الخ (یہ قول پہلی فصل میں وضاحت سے بیان ہو چکا ہے)

فائدہ:

تصوف اس حدیث کی روشنی میں جزو دین ہے انتفائے جزو مستلزم ہے انتفائے کل کو، پس تصوف سے انکار، انکار دین پر مستلزم ہوگا۔ ۲۸

حدیث حضرت حنظلہ بن ربیع الاسیدی:

عن حنظلة الاسیدی قال لقینی ابوبکر فقال کیف انت یا حنظله قال قلت نافق......الخ۔ ۲۹

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے اور پوچھا حنظلہ کیسے ہو حضرت حنظلہ فرماتے ہیں ہیں میں نے کہا حنظلہ منافق ہوگیا۔ سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا سبحان اللہ عزوجل یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا ہم جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمیں جنت اور دوزخ کی نصیحتیں فرماتے ہیں تو یہ کیفیت ہوتی ہے گویا سب کچھ نظر آرہا ہے لیکن جونہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے اٹھتے ہیں بیوی، بچوں اور زمینوں میں یوں مشغول ہوتے ہیں کہ ان باتوں کا اکثر حصہ بھول جاتے ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا قسم بخدا ہم بھی ایسی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں۔ پھر میں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما چل پڑے۔ یہاں تک کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حنظلہ منافق ہوگیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ کیسے؟ (میں نے اپنی ساری کہانی سنادی)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت پر رہتے جس میں میرے پاس ہوتے ہو اور ذکر میں مشغول ہوتے ہو تو فرشتے تم سے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں پر مصافحہ کرتے لیکن یہ کیفیت کبھی کبھی ہوتی ہے یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اسی روایت کو سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۵۱ کے تحت نقل کر کے یہ دلیل قائم کی کہ جس علم لدنی (تصوف) کا ذکر قرآن میں ہے اس کی تائید احادیث میں موجود ہے۔ ۳۰

حدیث ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے:

عن ابی هريرة قال حَفِظت من رسول الله وِعائين فاما احدهما مثثته واما الأخر فلو بثثتهٗ قِطع هٰذا البلعوم ۳۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو برتن علم کے یاد کیے ایک کو میں تم میں پھیلا دیا ہے اور دوسرا اگر میں اسے بیان کرو تو میرا گلا کٹ جائے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ اس مراد علم لدنی ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ حضرت ابوھریرہ کے اس جملہ سے کیا مراد ہے کہ اگر میں اس کو بیان کروں تو میری گردن کٹ جائے۔ میں کہتا ہوں اس معنی یہ ہے کہ اگر میں اس علم کو زبان سے بیان کروں تو میرا گلا کٹ جائے کیونکہ ان علوم ومعارف کو سیکھنا یا سکھانا زبان قال سے ممکن ہی نہیں بلکہ ان کا ادراک تو فقط انعکاس اور زبان حال سے ہے بلکہ علوم لدنیہ کے حصول کا ذریعہ علم حصول اور علم حضوری سے بھی وراء ہے۔ یہاں الفاظ کی وضع کہاں پائی جاتی ہے (اس علم کو الفاظ سے بیان کرنا ہی ناممکن ہے) وضع کے ذریعے علم حاصل کرنے والوں سے یہ علم بہت دور ہے۔ اب جو بھی ان معارف پر گفتگو کرے گا اسے

ضرور مجازی الفاظ اور استعار کا استعمال کرنا ہوگا وگرنہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عقول مخبوط ہوجاتے ہیں اور متکلم کی مراد سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں تو پھر ایسا کہنے والوں کو وہ فاسق کہتے ہیں یا کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ عوام اولیاء کرام کی مراد سمجھے بغیر اولیاء کرام پر تنقید کرتے ہیں اور یہ چیز گلا کے کٹنے تک پہنچا دیتی ہے۔ ۳۲۔ اور اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے آیت اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ الخ۔ ۳۳ کی تفسیر نہیں بتائی اور کہا کہ اگر میں اس کی تفسیر کروں تو تم مجھے سنگسار کرو گے۔ یا تم کہو گے عبد اللہ بن عباس کافر ہے۔ ۳۴

اسی وجہ سے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (صوفیاء کی کتب کے) مسئلہ میں صراطِ مستقیم یہ ہے کہ عوام ان کی کتب کے مطالعہ اور ان کے کلام کے سماع کے وقت انکار نہ کریں اور ممکن ہو تو تاویلات کے ذریعے ان کو ظاہر شریعت پر معمول کریں کیونکہ ان صوفیاء کرام کا کلام رموز اور اشارات سے بھرا ہوتا ہے۔ یا یہ کہیں کہ ان کا علم وہ علام الغیوب ہے۔ جس نے یہ علم اپنے خاص بندوں کو عطاء فرمایا ہے جیسا کہ متشابہات کے متعلق کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا کلام مجازات اور استعارات پر مشتمل ہوتا ہے اور ظاہر سے تطابق نہیں رکھتا لیکن وہ شریعت کے قطعاً مخالف نہیں ہوتا ہے اور ظاہر سے تطابق نہیں رکھتا لیکن وہ شریعت کے قطعاً مخالف نہیں ہوتا بلکہ وہ کتاب وسنت کا خلاصہ اور لب لباب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل عظیم اور احسان جلیل کے واسطہ سے علوم لدینہ عطا فرمائے۔ ۳۵

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم باطنی عطا فرمانا:

ثمامہ ان اُثال کی روایت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک آدمی کو صحابہ نے قیدی کرلیا اسکا نام ثمامہ ابن اُثال سید اھل الیمامہ تھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا اس کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دو اسکے بعد تین دن تک کسی نے کوئی بات نہ کی تین دن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا ماشئت مانگ کیا مانگتا ہے اس نے کہا مجھے چھوڑ دو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً چھوڑ دیا تو وہ سیدھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں گرا اور کلمہ پڑھ کر مسلماں ہوگیا۔ ۳۶

محدثین نے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جو اس کو مسجد کے ستون کے ساتھ باندھا تھا اس میں حکمت یہ تھی کہ حضور ﷺ تین دن تک آتے جاتے ہر نماز کے وقت اس کو غور سے دیکھتے تھے اور نظروں سے توجہ کرتے تھے جس کو وجہ سے اس کے قلب میں نور ایمان داخل ہو چکا تھا تو حضور ﷺ پہچان گئے تھے کہ اب اسکا قلب اتنا قوی ہو گیا ہے کہ اب یہ اسلام کے سوا کسی اور چیز کو پسند نہیں کرے گا۔

(مکتوب گرامی مولانا خادم حسین رضوی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایات ہیں۔

۱۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے ابو منذر (یہ حضرت ابی بن کعب کی کنیت ہے) قرآن مجید کی کون سی عظیم الشان آیت تمہارے پاس ہے (یعنی تمہیں یاد ہے) میں نے کہا! اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: اے ابو منذر قرآن مجید کی کون سی عظیم الشان آیۃ تمہارے پاس ہے؟ میں نے عرض کی:

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ۝ اللہ تعالیٰ کے سوا کو عبادت کے لائق نہیں وہ زندہ اور نگہبان ہے۔ (آل عمران)

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور ارشاد فرمایا: اے ابو منذر تمہیں یہ علم مبارک ہو۔ ۳۷

۲۔ حضرت ابی بن کعب کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں سول ﷺ کے پاس گیا، رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست اقدس میرے سینے پر مارا پھر ارشاد فرمایا میں تجھے شک اور تکذیب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ ۱

اور (میری یہ کیفیت تھی) گویا میں ڈر کے مارے اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ ۳۸

۱ یہ یہی وجہ ہے صوفیاء جب یاد الٰہی عزوجل میں مشغول ہوتے ہیں تو ان پر مختلف کیفیات کا ظہور ہوتا ہے میں چند مثالیں آثار صحابہ سے پیش کرتا ہوں (کیونکہ انبیاء کرام کا مقام مقام وجد سے بہت بلند و بالا ہے (النبر اس ص ۵۶۲)

نوجوان پر کیفیت اور جنت کی بشارت:

عبد العزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورۃ تحریم کی آیت "٦" نازل فرمائی۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن "لوگ اور پتھر" ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھ کر سنائی، سن کر ایک نوجوان بے ہوش ہو کر گر پڑا، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس نوجوان کے سینے پر رکھا دیکھا کہ اس کا دل تیز حرکت کر رہا ہے۔ ارشاد فرمایا اے بیٹے! کہو لا الہ الا اللہ چنانچہ نوجوان نے کلمہ توحید پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جنت کی بشارت دی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے بیچ اس نوجوان کو جنت کی بشارت کیسے؟ ارشاد فرمایا، کیا تم نے ارشاد باری تعالیٰ نہیں سنا کہ:

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ۞

(ابراہیم۔ ١٤)

یہ اس لیے ہے جو میرے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور میں نے جو عذاب کا حکم سنایا ہے اس سے خوف کرے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد پنجم ص ٣٦٧)

اس نوجوان نے عذاب والی آیت سن کر اپنے اوپر خوف طاری کیا ہے اس وجہ سے میں نے اس کو جنت کی بشارت سنا دی ہے۔

خوفِ خدا سے اِدھر اُدھر بھاگنے اور موت کی تمنا کرنے والا نوجوان

حلیۃ الاولیا جلد ۵ منصور بن عمار رضی اللہ عنہم کی سند سے روایت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انصار کا ایک نوجوان جسے ثعلبہ بن عبد الرحمن کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا، اسلام لایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتا تھا، ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کسی کام کیلئے بھیجا راستے میں وہ نوجوان کسی انصاری کے دروازے کے پاس سے گزرا اتفاقاً اس کی نظر

انصاری کی بیوی پر جا پڑی اور وہ عورت غسل کر رہی تھی (کیونکہ اس نوجوان نے تو صحبت رسول اللہ ﷺ سے فیض حاصل کیا ہوا تھا اگر چہ نیا مسلمان تھا۔۔۔۔صحابیت کے مرتبہ کو پہنچ چکا تھا) اسی لمحے اس نوجوان کو ایسا خوف لاحق ہوا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ پر میرے متعلق وحی نہ نازل ہو جائے۔ (سبحان اللہ خوف ہو تو ایسا جو فوراً رہنمائی کرے) چنانچہ جدھر جا رہا تھا اسی سمت بھاگ گیا (اور حضور ﷺ کا کام چھوڑ دیا اس پر وعید بھی نازل نہ فرمائی گئی کیوں کہ وہ وہ کیفیت خوف میں آ گیا تھا اسی وجہ سے کہا جاتا ہے وجد کا حکم الگ ہے اس کو دوسرے افعال پر قیاس کر کے غلط نہیں کہنا چاہیے۔

اور وہ نوجوان مکہ و مدینہ کے درمیان واقع پہاڑوں میں آ گیا، پیچھے رسول اللہ ﷺ نے اسے چالیس (۴۰) روز تک گم پایا۔ یہ وہی (۴۰) دن ہیں کہ جن کے متعلق کفار کہتے تھے کہ محمد ﷺ کے رب نے اسے چھوڑ دیا ہے اور اس سے بیزار ہو گیا ہے پھر جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے: اے محمد ﷺ! اللہ تبارک و تعالیٰ آپ کو سلام کہہ رہا ہے اور بعد سلام کے کہ آپ کی امت کا بھاگنے والا نوجوان ان پہاڑوں میں ہے اور جہنم کی آگ سے میری پناہ مانگ رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عمر اور اے سلمان دونوں جاؤ اور میرے پاس ثعلبہ بن عبدالرحمن کو لے آؤ چنانچہ وہ دونوں مدینہ منورہ کے سراغ رساؤں کی ایک جماعت میں نکل گئے راستے میں انہیں مدینہ منورہ کا ایک چرواہا ملا، جسکا نام رفاقہ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: اے رفاقہ کیا تجھے ان پہاڑوں کے درمیان کسی نوجوان کے ٹھہرنے کا علم ہے؟ رفاقہ بولا: شاید آپ کی معراج جہنم سے بھاگنے والا ایک نوجوان ہے، عمر نے فرمایا: تمہیں کیسے علم ہوا کہ وہ جہنم کی آگ سے بھاگنے والا ہے؟ رفاقہ نے کہا: چونکہ آدھی رات کے وقت وہ سر پر ہاتھ رکھ کر ان پہاڑوں سے نکل کر ہمارے پاس آتا تھا اور کہتا ہے: اے کاش: تو میری روح کو قبض کر کے میرے جسم کو مردہ جسموں میں شامل کر لے لیکن مجھے (مصطفیٰ کریم ﷺ کے سامنے) رسوا نہیں کرنا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے: ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔

چنانچہ رفاقہ ان کے ساتھ رہا۔ آدھی رات کے وقت جب وہ نوجوان نکل کر بستی والوں کے پاس آیا سر پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا: اے کاش! میری روح قبض کر لی جاتی، اور میرا جسم مردہ جسموں کے ساتھ شامل کر لیا جاتا، اور مجھے عدالت مصطفیٰ ﷺ کے کٹہرے میں رسوا نہ کیا جائے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فوراً اسے پکڑ لیا، نوجوان بولا مجھے امان اور جہنم سے خلاصی

چاہیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں عمر بن خطاب ہوں، بولا! اے عمر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے گناہ کا علم ہے فرمایا: مجھے بجز اس کے کچھ علم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل تمہارا ذکر کیا: مجھے اور سلمان کو تیری تلاش میں بھیج دیا۔ نوجوان بولا: اے عمر! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت داخل کرنا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہوں۔ اور بلال" رضی اللہ عنہ قد قامت الصلوٰۃ" کہہ رہے ہوں فرمایا: چلو میں ایسا ہی کروں گا، چنانچہ دونوں حضرات نوجوان کو لے کر مدینہ کی طرف چل پڑے اور خاص فجر کی نماز میں جا پہنچے عمر اور سلمان رضی اللہ عنہ جلدی سے صف میں جا کھڑے ہوئے نوجوان نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنی تو بیہوش ہو کر گر پڑا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا ارشاد فرمایا: اے عمر اور اے سلمان ثعلبہ بن عبد الرحمن کا کیا ہوا؟ بولے: یا رسول اللہ ثعلبہ وہ سامنے (بیہوش) پڑا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف کھڑے ہوئے، نوجوان بولا: لبیک یا رسول اللہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا: تم میرے پاس سے کیوں غائب ہو گئے تھے، عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے گناہ نے مجھے کہیں غائب ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا، ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسی آیت نہ بتاؤں جو تمہارے گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ بن جائے؟ کہا! ضرور بتائیے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ارشاد فرمایا کہو:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۝ — یا اللہ ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرما اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچالے۔

(بقرہ:۲۰۱)

عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا گناہ بہت بڑا ہے، ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ کلام اللہ بہت بڑا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے گھر واپس جانے کا حکم دیا، گھر جا کر وہ مسلسل آٹھ دن تک مقرر رہا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ثعلبہ کے پاس جائیں گے چونکہ وہ کئی دنوں سے بیمار ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کھڑے ہو جاؤ اور ہمارے ساتھ اس کے پاس چلو، چنانچہ جب اس کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سر پکڑ کر اپنی مبارک میں رکھا اسے نے سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود سے کھسکا لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سر گود سے کیوں کھسکا رہے ہو؟ عرض کیا: چونکہ میرا سر گناہوں سے بھرا پڑا ہے، ارشاد فرمایا: تمہیں کیسے معلوم ہے؟ عرض کیا میں اپنی جلد اور ہڈیوں کے درمیان چیونٹیوں کے رینگنے کی سی حرکت محسوس کرتا ہوں، فرمایا: تمہیں اس وقت کس چیز کی

خواہش ہے؟ کہا: مجھے اپنے رب کی مغفرت کی خواہش ہے، چنانچہ اسی وقت جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور بعد از سلام کہ "اگر میرا یہ بندہ بھری زمین کے بقدر گناہ لے کر مجھ سے ملتا، میں بھی اسے بھری زمین کے بقدر مغفرت عطاء کرتا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس بارے میں نہ بتاؤں عرض کیا: ضرور بتائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جبرئیل کی خبر سنادی:

نوجوان نے سن کر ایک چیخ ماردی اور انتقال کرگیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو غسل دینے اور کفنانے کا حکم دیا اور خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنازہ اٹھایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں پر یعنی ایڑیاں اٹھا کر چلنا شروع کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے یوں چلنے کی وجہ دریافت کی؟ ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے! میں زمین پر پاؤں رکھنے کی قدرت نہیں رکھتا ہوں چونکہ کثیر تعداد میں آسمان سے اس کے ساتھ شامل ہونے کیلئے فرشتے اترے ہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ سالکین پر جو کیفیات طاری ہوتیں ہیں وہ اگر چہ کمال ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت (جلد ۲۴ ص ۹۲) نے تو فرمایا ہے کہ وہ دولت عظمیٰ و نعمت کبریٰ ہے لیکن یہ مبتدیوں کیلئے ہے جو سلوک میں نیا آئے اس پر اس کیفیات کا ورود کمال ہے جبکہ جو منتہی یعنی سلوک کی کچھ منازل طے کر چکا ہے اس کیلئے حرکت سے نکل کر سکون اختیار کرنا کمال ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ابی بن کعب جن کی پیچھے روایت گزری ہے وہ تو اس وقت مبتدی نہ تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ مارنے سے کیفیت ہوئی اور پسینے سے شرابور ہو گئے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ معاملہ آج بھی صوفیا میں نظر آتا ہے ایک شیخ کامل اپنے مرید منتہی (خلیفہ) کو توجہ کرتا ہے وہ بھی کیفیت میں آتا ہے تو یہ توجہ شیخ کا کمال ہے کیونکہ شیخ کی ہر توجہ اسکے مرید کے مقام کو بلند کرتی ہے اور حضور علیہ السلام کے ہاتھ کی قوت رحمانی کا کمال الفاظ سے بھی وراء الوراء ہے۔

اور (میری کیفیت تھی) گویا کہ میں ڈر کے مارے اپنے پرودگار کی طرف دیکھ رہا ہوں

۳۸۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی بن کعب کے سینہ پر ہاتھ بغرض توجہ مار کر احسان کا وہ اول مرتبہ عطا فرما دیا جس کا بیان حدیث جبرئیل میں گزرا ہے۔ لہٰذا پتہ چلا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی توجہ سے اپنے صحابہ کو احسان کے درجہ پر پہنچا دیا کرتے تھے ایسے ہی مرتبہ والے کو صوفی کہتے ہیں مگر صحابہ کو صوفی کے لقب

سے اس لئے نہیں پکارا جاتا کہ ان حضرات کو صوفی سے بھی عظیم تر لقب سے نوازا گیا اور وہ ہے صحابی (قیامت تک کے تمام صوفیاء مل جائیں صحابہ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے)۔

یہ ہی وہ فیض ہے جس کو حضور ﷺ اپنے سینے سے صحابہ کے سینے میں منتقل فرمایا کرتے تھے۔ اور مفتی احمد یار خاں نعیمی فرماتے ہیں توجہ باطنی کبھی نظر سے کبھی مصافحہ کر کے کبھی سینے سے لگا کر دوسرے کے سینے میں منتقل کی جاتی ہے ۳۹۔ ان صوفیاء کی دلیل بھی یہ احادیث ہیں۔

روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ:

امام ابو نعیم اصفہانی، محمد بن احمد سے اور وہ خلاد بن یحیٰ سے اور وہ عبد العزیز بن ابی رواد رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ میں گیٹ کے بالمقابل نماز پڑھی۔ ان پر ایسا خوف خدا عز وجل کا اثر ہوا کہ غشی کھا کر گر پڑے اور سجدے میں جا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے ان کی آواز سن کر کچھ قریشی نوجوان جمع ہو گئے اور ان کے شدید رونے پر تعجب کرنے لگے۔ پھر فرمایا ابن عمر نے کہ اے بھتیجو! تم بھی روؤ اگر رونا نہیں بھی آتا پھر بھی رولو، پھر انہوں نے چاند کی طرف اشارہ کیا جو ڈوبنے کو لٹک چکا تھا۔ فرمایا بخدا یہ چاند بھی اللہ عز وجل کے خوف سے رو رہا ہے ۴۰ یہ بھی احسان کے اول مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہونے کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اسی فیضان کے حصول کا ذریعہ علم تصوف (علم باطنی) ہے جس کا تعلق قال سے نہیں حال سے ہے یہی فیضان آج بھی صوفیاء کرام کے پاس موجود ہے اور وہ اس فیضان کو دوسرے کے سینہ میں منتقل کر کے ناقص کو کامل بنا دیتے ہیں۔

اسی فیضان کا ہی صدقہ تھا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مقولہ بولا تھا۔

مَارَایتُ شَیْئًا اِلَّا رَأَیْتُ اللہَ قبلہ — یعنی میں نے کوئی چیز نہ دیکھی مگر اس سے پہلے اللہ کو دیکھا۔

(اب اس کے اندر بھی احسان یعنی تصوف کا وہ ہی پہلا درجہ ہے) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ ناشی و ماخذ ہے۔ سیدنا محمد رسول ﷺ کے اس قول مبارک سے کہ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللہَ مَعَنَا اور نبی کریم ﷺ کا یہ قول مبارک مصداق ہے اس قول مَارَأَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَایْتُ اللہَ قَبْلَہٗ کا۔ ۴۱

حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ:

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سر پر دست شفقت رکھا اور فرمایا: یا اللہ عزوجل! اسے علم وحکمت عطا فرما اور تاویل کے علم سے اسے نواز دے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست اقدس ان کے سینے پر رکھا جس سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے دست اقدس کی ٹھنڈک اپنی پشت میں محسوس کی پھر فرمایا: یا اللہ عزوجل! علم وحکمت سے اس کا پیٹ بھر دے۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حکمت سے بھرپور تھے۔ لوگوں کے محتاج نہیں ہوئے حتیٰ کہ اللہ عزوجل نے اس امت کے خیبر کو اپنے پاس پاس بلالیا۔ ۴۲ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو جگہوں پر ہاتھ رکھا پہلے سر پر رکھا اور علم سے نوازا اور دوسری مرتبہ سینہ پر ہاتھ رکھا اور علم حکمت کی دعا سے نوازا گویا پہلے علم ظاہری کی دعا اور دوسری مرتبہ علم باطنی کی دعا سے نوازا اور ہاتھ سینے پر رکھ کر ایسا فیض عطا فرمایا کہ جس کی ٹھنڈک سینے کی پشت تک محسوس کی۔

حدیث وابصہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ:

وابصہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند سوالات کرنے کی نیت کرلی اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے جانے لگا۔ صحابہ نے روکا بھی مگر میں نہ رکا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور ارشاد فرمایا وابصہ! قریب آجاؤ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتنا قریب پہنچا کہ میرے گھٹنے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھٹنوں کو مس کرنے لگے، ارشاد فرمایا بتلاؤں توں کیا سوال کرنے آیا ہے؟ میں نے کہا بتلاؤ، ارشاد فرمایا تو نیکی اور برائی کے بارے میں پوچھنے آیا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیاں جمع کر کے میرے سینے پر ٹھونکیں (اور فیضان عطا فرما کر قلب کو ایسا قوی فرمادیا کہ) فوراً ارشاد فرمایا اے وابصہ! اپنے دل اور اپنے نفس سے پوچھ نیکی وہ ہے جس پر تیرا دل ونفس مطمئن ہوں (کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی توجہ سے آپ کو نفس مطمئنہ کے مقام تک پہنچا دیا تھا) اور بدی وہ ہے جو تیرے نفس میں کھٹکا پیدا کرے اور تیرے سینہ میں تردد لائے۔ ۴۳

حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند مروی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا تو میں نے کہا یا رسول

اللہ ﷺ! آپ مجھے بھیج رہے ہیں اور میں کم عمر نوجوان ہوں ۔قضاء کا مجھے علم نہیں ہے تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کے (فیضان عطا کیا اور) فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو ہدایت دے گا، دل کو مضبوط کرے گا اور آج کے بعد کبھی فیصلے میں تمہیں تذبذب نہ ہوگا۔ ۴۴ کیونکہ صحابہ کرام کو حضور ﷺ توجہ سے باطنی علوم دیا کرتے تھے اور جہاں علم ظاہر کی بس ہو جاتی ہے علم باطنی کی ابھی ابتداء ہو رہی ہوتی ہے اور پھر اس کو انتہاء کوئی نہیں ۔جیسا کہ شیخ ابو طالب محمد بن عطیہ حارثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علم ظاہر سے اعمال میں زیادہ ترقی نہیں ہوتی، اس لئے کہ علم ظاہر بھی ظاہری اعمال میں سے ہے کیونکہ یہ زبان کی صفت کا نام ہے اور یہ عام مسلمانوں کو حاصل ہے، اور اس کا اعلیٰ مقام اخلاص ہے اگر یہ ان سے فوت ہوگیا تو یہ علم بھی دوسری خواہشات نفس کی طرح دنیوی خواہش میں شامل ہو جائے گا اور یہ اخلاص عالم ربانی کی سب سے پہلی حالت ہے جسے علم باطن حاصل ہے اور ان کے مقامات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ ۴۵

علم باطن کی اہمیت:

اس کی اہمیت کا اندازہ اس مثال سے لگائیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور یحیٰ بن معین عام طور پر امام معروف بن فیروز کرخی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوتے حالانکہ یہ بزرگ ان دونوں سے زیادہ علم سنن میں علمی درجے کے مالک نہ تھے اور پھر بھی یہ دونوں علماء اور معروف کرخیسے مسائل معلوم کرتے تھے۔ ۴۶ حدیث میں آتا ہے۔عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ جب کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جس کو ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں نہ پائیں تو کیا کریں؟ فرمایا صالحین سے دریافت کرو اور باہم مشورہ کرلو اور ان کے بغیر کسی بات کا فیصلہ نہ کرو۔ ۴۷

یہ چند روایات میں پیش کی ہیں علم باطنی (علم تصوف) کے ثبوت پر اور اس سے واضع ہوگیا کہ جس طرح حضور ﷺ نے علم ظاہری سکھایا اسی طرح باطنی بھی عطا فرمایا ہے علمائے ظاہر کے لئے علم باطن بہت ضروری ہے بدوں اسکے کچھ کام درست نہیں ہوتا۔ ۴۸

ابن منبہ کا مکتوب مکحول کی طرف۔لکھا تھا کہ آپ ایسے شخص ہیں کہ اسلام کے بارے میں جو ظاہری علم ہے اس کے شرف سے مشرف ہیں (اے مکحول) اب آپ اسلام کے باطنی علم کو محبت اور قرب سے طلب کرتے ہیں۔ ۴۹

فائدہ عظیم:

حصول علم تصوف کے ذرائع بہت عظیم اور کثیر ہیں کہ جس صوفی کو جس عمل سے قرب الٰہی عزوجل حاصل ہوا تو وہ ہی عمل اس کے حصول علم باطن کا ذریعہ بن گیا لہٰذا اس نے تصوف کی تعریف اسی عمل میں استقامت کے ساتھ ثابتقدم رہنے سے کردی جیسا کہ آگے معلوم ہو جائے گا۔

علم تصوف کیا ہے اور اس کی تعریفات:۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے تصوف کے معنی پوچھے۔ فرمایا کہ تصوف کے معنی میں بسبب احوال مشائخ مختلف اقوال ہیں ہر کوئی اپنے مقام یا حال کے موافق سائل کو جواب دیتا ہے۔ ۵۰ اور صاحب حلیہ الاولیاء نے ہر صحابی و تابعی یا بزرک کی روایات کو بیان کرتے ہوئے تصوف کی تعریفات کو (اس کی سیرے کے مطابق) بیان کیا ہے۔

تعریفات:

التصف کلہٗ ادبٌ ۵۱ تصوف تمام کا تمام ادب ہی ہے

اور ادب کی وضاحت خاتمہ میں بیان کی جائے گی۔

شیخ ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تصوف لغوی حقیقت کے اعتبار سے من جملہ چار چیزوں میں کسی ایک سے ماخوذ ہے۔ اول تصوف صوفانہ سے ماخوذ ہے۔ صوخانہ کے معنی سبزی اور گرد و غبار دونوں آتے ہیں۔ دوم تصوف صوفہ سے ماخوذ ہے۔ صوفہ قدیم زمانے کی ایک جماعت ہے جو حاجیوں کی دیکھ بھال اور خانہ کعبہ کی خدمت کرتی تھی۔ سوم تصوف صوفۃ القفا سے ماخود ہے اس کے معنی گدی پر اگنے والے بال ہیں۔ چہارم تصوف صوف سے ماخوذ ہے۔ بھیڑ کی اون کو کہتے ہیں۔ ۵۲

حضرت امام جعفر بن محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری زندگی کو اپنائے وہ سنی ہے یعنی سنت پر گامزن ہے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باطنی زندگی کو اختیار کرے وہ صوفی ہے۔ باطنی زندگی سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق اور رجوع الآخرت ہے۔ ۵۳

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا: ہر گھٹیا اخلاق

سے پاک ہونا اور ہر اچھے ایک خلاق کو اپنانے کا نام تصوف ہے ۵۴

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

تصوف کی حقیقت بھی یہی ہے کہ ہزار راستوں کو چھوڑ کر حق کی رسی کو تھام لیا جائے۔ ۵۵

تصوف کی حقیقت:

بندہ کا یکتا و تنہا ذات کے ساتھ یکتا و تنہا رہ جانا۔ ۵۶ تصوف، دنیا سے کنارہ کشی اور اس کے مال و متاع سے بے التفاتی کا نام ہے۔ ۵۷ راہ طریقت میں مالک الملک کی طرف مسلسل جدو جہد کا نام ہے۔ تصوف، خدا تعالیٰ کے وصل و شوق کی گرمی میں راحت و سکون پانے اور محبوب سے ملنے کی آس رکھنے میں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے:

تصوف مصیبتوں میں مشقتوں کو برداشت کرنے کا نام ہے ۵۸ تصوف پوشیدہ حق کو ظاہر کرنے کا نام ہے ۵۹ تصوف بھی حق کی موافقت اور خلق سے مفارقت کا نام ہے۔ ۶۰ تصوف جان کو سختیوں کا عادی بنانا ہے اور یہی عمدہ مقام ہے۔ ۶۱

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

تصوف راہِ حق میں مصروف عمل رہ کر منزل تک رسائی پانے کا نام ہے۔ ۶۲ تصوف بلویٰ پر صبر کر کی نجویٰ (خدا تعالیٰ سے مناجات) کی حلاوت حاصل کرنے کا نام ہے۔ ۶۳ منتہائے فضیلت پانے کیلئے وسیلۂ حق (شیخ طریقت) اختیار کرنا تصوف ہے۔ ۶۴

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

تصوف پوشیدہ دلوں کو مقلب القلوب کی طرف موڑنے کا نام ہے۔ ۶۵

تصوف اسباب میں احتیاط کرنا اور مقدرات کی طرف نگاہ کرنا ہے۔ ۶۶

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے: معرفت الٰہیہ کے بغیر صغر سنی میں مر کر جنت میں جانے سے کبیر سنی میں معرفت الٰہیہ کے حصول کے ساتھ دنیا سے جانا مجھے زیادہ محبوب و پسند ہے۔ ۶۷

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ تصوف دینی محافل میں حضوری، عہد و پیمان کی پاسداری اور

حدود کی نگہبانی کا نام ہے۔ ۶۸

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں تصوف، اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والے (شیخِ واصل) کے ساتھ مل کر شوق کی ریاضت کرنا ہے۔

صوفیاء فرماتے ہیں: تصوف احسانات پر قائم رہنے اور بے جا گمانوں سے کنارہ کش رہنے کا نام ہے ۷۰۔

صوفیاء فرماتے ہیں: تصوف نصح فی الاشفاق (ڈرانے میں خیر خواہی) اور فسح فی الاخلاق (اخلاق میں کشادگی) کا نام ہے ۷۱۔

ان تمام تعریفوں میں سے کوئی ایک تعریف بھی قرآن وسنت سے باہر نہیں بلکہ اگر غور وفکر کے ساتھ اگر مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ حصول علم باطن (علم تصوف) فرض ہے۔

فصل سوم: تصوف کے قرآن وسنت سے ہم آہنگی پر اقوال

سید الطائفہ امام ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہماری یہ کتاب یعنی قرآن مجید تمام کتب کی سردار اور جامع ہے اور ہماری شریعت تمام شریعتوں سے زیادہ واضح اور دقیق ہے اور ہمارا طریقہ یعنی تصوف کا طریقہ کتاب وسنت کے ساتھ مضبوط ومزین ہے پس جو شخص قرآن مجید نہ پڑھے اور سنت (احادیث) یاد نہ کرے اور نہ ان کے معانی کو سمجھے اس کی اقتداء صحیح نہیں ہے۔

مزید حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آسمان سے جو علم بھی اترا اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ لوگوں کے لئے اس کی طرف راہ نکالی ہے۔ اس نے میرا حصہ رکھا ہے اور آپ اپنے مریدوں سے فرماتے تھے، اگر تم کسی شخص کو دیکھو وہ فضاء میں اڑتا ہے تو اس کی اقتداء نہ کرو حتی کہ کہ نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے وقت اس کا کردار دیکھو تو اگر تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے تمام فرمودات پر عمل پیرا ہوتا ہے اور تمام ممنوعات سے اجتناب کرتا ہے تو اس پر اعتقاد رکھو اور اس کی اقتداء کرو اور اگر تم دیکھو کہ وہ احکام خداوندی میں خلل ڈالتا ہے اور ممنوعات سے اجتناب نہیں کرتا تو اس سے بچو۔ ۷۲

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص کہتا ہے کہ صوفیاء صافیہ کو کتاب وسنت کا علم نہیں اللہ

عزوجل کی قسم وہ جھوٹ بولتا ہے اور اس کا یہ قول اس کی کثرت جہالت پر دلالت کرنے والی بہت بڑی علامت ہے ۔ کیوں کہ ایک جماعت کے نزدیک صوفی کی حقیقت یہ ہے:

هُوَ عَالِمٌ عَمَلَ بِعِلْمِهٖ عَلٰی وَجْهِ الْاِخْلَاصِ لَا غَيْرَ

یعنی صوفی اپنے علم پر اس وقت ہی عمل کرے گا جبکہ پہلے عالم ہوگا اور یقیناً ہمارے صوفیاء کرام کی عادت ایسی ہی رہی ہے۔

علم ظاہر کی اہمیت:

جیسا کہ قوت القلوب میں نقل ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت سری سقطی کے پاس سے اٹھا تو مجھے فرمایا (اے جنید) جب تم مجھ سے جدا ہو کر کہیں جاتے ہو تو کس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو۔ میں نے عرض کیا حارث محاسبی کے پاس بیٹھتا ہوں جو کہ بہت متجر عالم بھی صوفی بھی ہیں تو سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں اس کے علم وادب سے جو کچھ ہوتا ہے حاصل کر اور اس کی متکلمین والی کلامی چھوڑ دے اور اس کو متکلمین کے حوالے کر دے۔ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب میں واپس ہوا تو میں نے حضرت سری سقطی علیہ الرحمہ کو کہتے ہوئے سنا" اللہ تعالیٰ تجھے محدث صوفی بنادے اور صوفی محدث نہ بنائے۔ یعنی (پہلے) جب تم علم حدیث اور اصول سنن کا علم حاصل کرو تو اس کے بعد زہد وعبادت میں مشغول ہو (جاؤ) تو تم اہل معرفت صوفی ہو گے (معرفت الٰہی عزوجل حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے) اگر تم نے عبادت وتقویٰ اور حال (یعنی باطنی علم) حاصل کرنا شروع کیا کر دیا تو تم علم وسنن سے اعراض کر بیٹھو گے اور پھر اصول وسنن سے جہالت کی وجہ سے یا شطحیات میں یا مغالطوں میں ڈوب مرو گے اس لئے تمہارا بہترین حال یہ ہے کہ پہلے علم ظاہر اور حدیث کی کتب پڑھو۔ (یعنی شریعت کا فرض علم حاصل کرو) اس لئے کہ یہ جڑ ہے اور عبادت وعلم (الحال) اس کی شاخیں ہیں جو اس سے پھوٹتی ہیں اور اگر عبادت پہلے شروع کر دی تو گویا جڑ کی بجائے شاخوں سے آغاز کر دیا ہے (جو جلد عنقریب خشک ہو جائیں گی)۔ [۴۲]

ہمارے سردار علی الخواص رحمۃ اللہ فرماتے تھے قوم صوفیاء صافیہ کا طریقہ کتاب وسنت کے مطابق سونے اور موتیوں کی طرح تحریر ہے اس لئے کہ ان کے لئے ہر حرکت وسکون میں شرعی میزان

کے مطابق صحیح سنت ہے اور اس بات کی پہچان صرف اس شخص کو ہوتی ہے جو عُلومِ شریعت میں سمندر کی حیثیت رکھتا ہو ۷۵؎

امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان صوفیاء کے اخلاق میں سے ایک خلق یہ ہے کہ وہ ہر فعل اور قول میں اس وقت تک توقف کرتے ہیں جب تک اس کو قرآن وسنت اور عرف کے میزان پر پرکھ نہ لیں کیونکہ عرف بھی شریعت کا ایک حصہ ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ یعنی عفو و درگزر اختیار کریں اور نیکی کا حکم کریں۔

پس معلوم ہوا کہ یہ جماعتِ صوفیاء اپنے اقوال و افعال میں محض لوگوں کے عمل پر اکتفا نہیں کرتے، کیوں کہ ہوسکتا ہے وہ فعل یا قول ان بدعات میں سے ہو جن پر کتاب وسنت کی شہادت نہیں پائی جاتی۔ ۷۶؎ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ہر صاحبِ تصوف اللہ تعالیٰ کا ولی ہوتا ہے اور ان کے ہر عمل میں کثرت خوفِ خدا عزوجل پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے شریعت پر سختی سے عمل کرتے ہیں بلکہ رخصت کو بھی ترک کر کے عزیمت پر عمل کرتے اسی وجہ سے حضرت سید عبدالعزیز دباغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی کے لئے نماز ترک کرنا ممکن نہیں اور یہ کیسے ممکن ہوسکتا جبکہ ولی کو ہر دو شعلوں سے داغ دیا جاتا ہے چنانچہ اس ولی کی ذات کو مشاہدہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے داغ دیا جاتا ہے اور اس کی روح کو مشاہدہ حق سے اور یہ دونوں مشاہدے اسے نماز پڑھنے اور دیگر اسرارِ شریعت کا حکم دیتے ہیں ۷۷؎

اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ سب سے بڑی عبادت معرفتِ الٰہی کو حاصل کرنا ہے اور معرفتِ الٰہی عزوجل کو حاصل کرنے والے لوگوں کو صوفیاء کے نام سے پکارا جاتا ہے اور معرفت الٰہی عزوجل کے حاصل کرنے والے کا کوئی قول و عمل ہرگز ہرگز قرآن وسنت کے مخالف نہیں ہو سکتا۔ (واللہ و رسولہ اعلم عز وجل و صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ تو ایک سمندر تھا جسے کوزے میں بند کرنے کو کہا گیا تھا یہ تو کسی عالم کا ہی کام ہے میں تو محض ایک ابتدائی طالب العلم ہوا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بھائیوں کو صوفیاء کے گروہ میں شامل کرے (آمین)

حواشی، ماخذ و مراجع

۱۔سورۃ العمران ۲/ ۱۶۴۔۔۔۔۔ ۲۔کشف العرفان، الحاج محمد ظہور الحسن اویسی قادری مجددی رحمۃ اللہ علیہ، ص:۱۶، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، تاریخ طبع ۲۰۱۳ء۔۔۔۔۔ ۳۔کشف العرفان، محمد ظہور الحسن اویسی صاحب، ص:۱۶۔۔۔۔۔ ۴۔اللمع، ابی نصر عبد اللہ بن علی السراج طوسی المتوفی ۳۷۸، ص ۷۰، مطبوعہ ادارہ پیغام القرآن، تاریخ طبع ۲۰۰۸ء۔۔۔۔۔ ۵۔حلیۃ الاولیا ء، ابو نعیم اصفہانی المتوفی ۴۳۰ء، جلد اول، ص ۱۱۱، مطبوعہ دارالاشاعت، تاریخ طبع ۲۰۰۶ء۔۔۔۔۔ ۶۔اللمع، ابی نصر عبد اللہ بن علی السراج طوسی المتوفی ۳۷۸ء، ص: ۴۷۔۔۔۔۔ ۷۔قرآن پاک، سورۃ ق ۵۰/ آیت ۳۷۔۔۔۔۔ ۸۔قرآن پاک، سورۃ رعد ۱۳/نمبر ۲۸۔۔۔۔۔ ۹۔رسالہ قشیریہ، ابو القاسم عبد الکریم ہوازن قشیری المتوفی ۴۶۵ھ ص ۲۱۸ مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، تاریخ طبع ۱۴۳۰ھ۔۔۔۔۔ ۱۰۔قطب الارشاد، الحاج مولانا فقیر اللہ صاحب ابن عبد الرحمن الحنفی رحمۃ اللہ علیہ ص:۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ امیر حمزہ کتب خانہ کانسی روڈ کوئٹہ، تاریخ طبع ۱۳۱۶ھ۔۔۔۔۔ ۱۱۔قرآن پاک مختلف آیات تقویٰ کی تفصیل پر۔۔۔۔۔ ۱۲۔حلیۃ الاولیاء، ابو نعیم اصفہانی المتوفی ۴۳۰ء، جلد اول ص: ۴۵۳، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی، تاریخ طبع ۲۰۰۶ء۔۔۔۔۔ ۱۳۔دیوان امام شافعی المتوفی ۱۵۰۱ھ ص: ۴۵، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، تاریخ طبع ۱۴۲۴ھ۔۔۔۔۔ ۱۴۔قرآن پاک، سورۃ آل عمران نمبر ۱۰۲، ترجمہ کنز الایمان۔۔۔۔۔ ۱۵۔رسالہ قشیریہ، عبد الکریم امام قشیری، ص ۲۱۸۔۔۔۔۔ ۱۶۔قطب الارشاد، مولوی فقیر اللہ الحنفی، ص: ۵۔۔۔۔۔ ۱۷۔قطب الارشاد، مولوی فقیر اللہ الحنفی، ص:۶۔۔۔۔۔ ۱۸۔حلیۃ الاولیاء جلد ۴ حصہ ہشتم، ص: ۲۷۲۔۔۔۔۔ ۱۹۔قرآن پاک، سورۃ مائدہ ۵/نمبر: ۵۴۔۔۔۔۔ ۲۰۔سورۃ ال عمران ۳/نمبر: ۳۱۔۔۔۔۔ ۲۱۔سورۃ بقرہ ۲/نمبر: ۱۲۵۔۔۔۔۔ ۲۲۔سورۃ بقرہ ۲/ ۱۵۱ تفسیر مظہری جلد اول۔۔۔۔۔ ۲۳۔تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی ۱۲۲۵ھ جلد ۱:ص: ۲۴۲، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، تاریخ طبع ۲۰۱۰ء۔۔۔۔۔ ۲۴۔مرآۃ المناجیح، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، جلد ۸ مطبوعہ مکتبہ قادریہ۔۔۔۔۔ ۲۵۔سراج العوارف فی الوصایا و المعارف ترجمہ بمقام نورٌ علیٰ نور، حضرت شاہ ابو الحسن احمد نوری الملقب بہ اچھے میاں صاحب، ص: ۸۵، مطبوعہ فرید بک سٹال، تاریخ طبع ۱۹۸۶ء۔۔۔۔۔ ۲۶۔المیزان لشعرانی (اردو ترجمہ) امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۳ھ، ص: ۱۵۸، جلد اول، مکتبہ دارالا سلامیات، تاریخ طبع ۱۴۲۸ھ۔۔۔۔۔ ۲۷۔الصحیح المسلم، الجزء الاول، امام ابو الحسن مسلم بن حجاج قشیری، ص: ۵۲، مکتبہ رحمانیہ: ۲۸۔مخزن طریقت، حضرت علامہ محمد ظفر عباس محمدی سیفی، ص: ۱۸، مکتبہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان، تاریخ طبع ۱۴۲۹ھ۔۔۔۔۔ ۲۹۔مسلم شریف الجزء الثانی ص: ۳۵۵، مکتبہ صداقت کتب خانہ، تاریخ طبع ۱۹۳۰ء۔۔۔۔۔ ۳۰۔تفسیر مظہری جلد اول، ص: ۲۴۲:۔۔۔۔۔ ۳۱۔الصحیح البخاری، محمد بن اسمٰعیل بخاری المتوفی ۶۵۲ھ جلد اول ص: ۸۳، مکتبہ رحمانیہ۔۔۔۔۔ ۳۲۔تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۲۴۳۔۔۔۔۔ ۳۳۔سورۃ الطلاق ۶۵/نمبر ۱۲۔۔۔۔۔ ۳۴۔مطالعہ تصوف، ڈاکٹر غلام قادر لون، ص: ۱۵۶، مطبوعہ امن پبلی کیشنز، تاریخ طبع ۲۰۱۰ء۔۔۔۔۔ ۳۵۔تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۲۴۳۔۔۔۔۔ ۳۶۔ابو داؤد، ابو داؤد

سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۷۵ھ، جلد: ۲، ص: ۱۶، مکتبہ رشید کی مطبوعہ۔۔۔۔۔۳۷۔حلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۲۱۹۔۔۔۔۔۳۸۔حلیۃ الاولیاء، ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۲۲۱۔۔۔۔۔۳۹۔مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ، جلد: ۸، مطبوعہ قادریہ۔۔۔۔۔۴۰۔حلیۃ الاولیاء، جلد: ۴، ص: ۳۴۶۔۔۔۔۔۴۱۔سراج العوارف فی الوصایا والمعارف، احمد نوری الملقب بہ رحمۃ اللہ علیہ میاں صاحب، ص: ۱۱۲۔۔۔۔۔۴۲۔حلیۃ الاولیاء، جلد اول، ص: ۲۷۷۔۔۔۔۔۴۳۔حلیۃ الاولیاء جلد اول، ص: ۳۶۶۔۔۔۔۔۴۴۔حلیۃ الاولیاء جلد اول، ص: ۶۵۳۔۔۔۔۔۴۵۔قوت القلوب، شیخ ابوطالب محمد بن محمد عطیہ حارثی المکی المتوفی ۳۸۶ھ ص: ۳۲۸ جلد اول، حصہ دوم، مطبوعہ دار الاشاعت، تاریخ طبع اگست ۲۰۰۰ء۔۔۔۔۔۴۶۔قوت القلوب، ص: ۳۶۹۔۔۔۔۔۴۷۔قوت القلوب، شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، حصہ: ۲، ص: ۳۷۰۔۔۔۔۔۴۸۔شمائمہ امرادیہ، ملفوظات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ از اشرفی تھانوی، ص: ۵۰، ناشر کتب خانہ شرف الرشید شاہ کوٹ، تاریخ طبع ۲۰۰۷ء۔۔۔۔۔۴۹۔حلیۃ الاولیاء جلد چہارم، ص: ۶۵۳۔۔۔۔۔۵۰۔شمائمہ امرادیہ، ملفوظات حاجی صاحب، ص: ۲۸۔۔۔۔۔۵۱۔شمائمہ امرادیہ، ملفوظات حاجی صاحب، ص: ۲۹۔۔۔۔۔۵۲۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۳۱۔۔۔۔۔۵۳۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۳۴۔۔۔۔۔۵۴۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۴۵۔۔۔۔۔۵۵۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص ۴۱۔۔۔۔۔۵۶۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۴۲۔۔۔۔۔۵۷۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۴۳۔۔۔۔۔۵۸۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۵۰۔۔۔۔۔۵۹۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۵۱۔۔۔۔۔۶۰۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۵۳۔۔۔۔۔۶۱۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلد اول، ص: ۵۹۔۔۔۔۔۶۲۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلد اول، ص: ۶۶۔۔۔۔۔۶۳۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلد اول، ص: ۶۸۔۔۔۔۔۶۴۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلد اول، ص: ۶۹۔۔۔۔۔۶۵۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلد اول، ص: ۷۷۔۔۔۔۔۶۶۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلد اول، ص: ۷۹۔۔۔۔۔۶۷۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلد اول، ص: ۸۱۔۔۔۔۔۶۸۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، جلد اول، ص: ۱۱۹۔۔۔۔۔۶۹۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۱۸۳۔۔۔۔۔۷۰۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۲۱۳۔۔۔۔۔۷۱۔حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ، جلد اول، ص: ۵۶۸۔۔۔۔۔۷۲۔تنبیہ المغترین، امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۳ھ، ص: ۳۴۔۔۔۔۔۷۳۔تنبیہ المغترین، امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۳ھ، ص: ۳۵۔۔۔۔۔۷۴۔قوت القلوب، شیخ ابوطالب محمد بن علی حارثی مکی رحمۃ اللہ علیہ ص: ۳۷۰۔۔۔۔۔۷۵۔تنبیہ المغترین، امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۳۵۔۔۔۔۔۷۶۔تنبیہ المغترین، امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۳۶۔۔۔۔۔۷۷۔خزینہ معرفت اردو ترجمہ الابریز، ملفوظات حضرت غوث عبد العزیز دباغ مغربی رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۶۸، مطبوعہ ہاشمی پبلی کیشنز راولپنڈی تاریخ طبع ۲۰۰۹ء

باب دوم: برصغیر میں تصوف اور صوفیاء عہد بہ عہد

قرآن وسنت کی روشنی میں تصوف کا ثبوت باب اول کے اندر پیش کر دیا ہے۔اب اس باب کے اندر برصغیر میں آنے والے صوفیاء میں سے چند مشہور صوفیاء کے تذکرہ اور ان کے تصوف پر ایک ایک فصل قائم کروں گا۔کیوں کہ شیوخِ صوفیاء میں سے ہر شیخ کا سلسلہ کسی نہ کسی صحابی کے واسطے سے حضور ﷺ سے جا ملتا ہے۔اس لئے میں پہلے ان صحابہ کا نام ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جن سے صوفیاء طریقت و تصوف کے سلسلہ کی ابتداء ہوتی ہے۔

مخدوم زمن شاہ محمد حسن حنفی رامپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ حضرت سرورِ کائنات اشرف المخلوقات مفخر موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ سے سات حضرات خلیفہ سلسلہ معرفت کے ہوئے۔

اول: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متضمن سلسلہ نقشبندیہ۔

دوم: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ متضمن سلسلہ اویسیہ۔

سوم: حضرت عثمان جامع القرآن رضی اللہ عنہ متضمن بسلسلہ اجازت قرآن مجید۔

چہارم: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کل سلاسل جاری ہوئے۔

نوٹ: مرآت العاشقین ص: ۳۳ پر نقل ہے، شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ کے خلفاء میں سے دو اصحاب صاحب سلسلہ تھے۔یعنی امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے فقر کے سلسلے ابھی تک جاری ہیں۔سلسلہ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچا ہے اور دوسرے تمام سلسلے (جو اب موجود ہیں) حضرت شیرِ خدا سے منسوب ہیں۔ان کے سلسلے قیامت تک جاری رہیں گے۔(ان شاء اللہ عزوجل)

پنجم: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ متضمن بسلسلہ شاذلیہ۔

ششم: حضرت عبدالعزیز مکی بن حارث رضی اللہ عنہ متضمن بسلسلہ قلندریہ وجباریہ۔

ہفتم: حضرت بلال رضی اللہ عنہ متضمن بسلسلہ ابدالیہ۔

اب صوفیاء برصغیر کا تذکرہ بیان کیا جاتا ہے جن کے تصوف کا چرچہ برصغیر میں مشہور ہے۔

فصل اول: در تذکرہ و تصوف حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

نام:

آپ کا نام "علی" ہے۔ ہجویر شہر کا نام غزنی کے ایک محلے کا نام ہے، اس لئے "علی ہجویری" کہلاتے ہیں۔[۲]

والد ماجد:

آپ کے والد ماجد کا نام عثمان بن علی الجلابی الغزنوی ہے۔[۳]

ابتدائی حالات:

آپ کا پورا نام شیخ سید ابوالحسن ہجویری ہے۔ لیکن عوام اور خواص میں "داتا گنج بخش" کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ کی ولادت ۴۰۰ھ میں غزنی شہر سے متصل ایک ہجویر نامی بستی میں ہوئی۔ آپ کے والد کا نام سید عثمان جلابی ہے۔ جلاب بھی غزنی سے متصل ایک دوسری بستی کا نام ہے۔ جہاں سید عثمان رحمۃ اللہ علیہ رہتے تھے۔ حضرت داتا صاحب حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔[۴]

لقب کی وجہ تسمیہ:

*آپ "داتا گنج بخش" کے لقب سے پکارے جاتے ہیں اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ حسن چشتی سنجری جب لاہور میں رونق افروز ہوئے تو آپ کے مزار مبارک پر اعتکاف فرمایا۔ چلتے وقت حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے حسبِ ذیل شعر پڑھا۔

شعر:

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

اس روز سے آپ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہوئے۔ بعض لوگ تو آپ کو گنج بخش کے لقب سے پکارا کرتے ہیں۔ ۵

تعلیم وتربیت:

ابتداً آپ نے علوم ظاہریہ حاصل کئے۔ ۶ آپ کے بہت سے اساتذہ کرام ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ (۱) شیخ ابو العباس اشقانی (۲) شیخ ابو جعفر محمد بن امصباح (۳) شیخ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری (۴) شیخ ابو القاسم بن علی بن عبد اللہ الگرگانی (۵) ابو سعید فضل اللہ بن محمد۔ ۷ آپ علوم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ۸

کسب روحانی کیلئے حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے شام، عراق، قمستان، آذربائیجان، طبرستان، خورستان، کرمان، خراسان، ماوراء الہند اور ترکستان وغیرہ کا دورہ کیا۔ ان ممالک میں بے شمار لوگوں سے ملے اور ان کی صحبتوں سے فیض حاصل کیا۔ صرف خراسان میں جن مشائخ سے آپ ملے ان کی تعداد تین سو ہے۔ ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے خراسان میں تین سو اشخاص ایسے دیکھے ہیں کہ ان میں سے صرف ایک سارے جہاں کیلئے کافی ہے۔ اپنی تلاش اور جستجو کے زمانے کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہین کہ ایک دفعہ مجھے ایک (راہ تصوف میں) مشکل پیش آئی۔ اس کے حل کیلئے میں نے بہت مجاہدے کیے مگر یہ مشکل حل نہ ہوئی۔ اس سے پہلے بھی مجھے ایک مشکل پیش آئی تھی اور اس کے حل کیلئے میں نے حضرت شیخ بایزید بسطامی کی قبر کی مجاوری اختیار کر کے اس پر غور وفکر کیا اور میری وہ مشکل وہاں حل ہو گئی تھی۔ اب کی بار پھر اسی طرح مجاوری میں ۳ ماہ گزر گئے مشکل حل نہ ہوئی۔ بالآخر میں نے خراسان جانے کا ارادہ کیا اور راستے میں رات کے وقت ایک خانقاہ میں رات گزارنے کیلئے ٹھہرا۔ وہاں صوفیوں کی ایک جماعت تھی۔ میرے پاس اس وقت موٹے کھردرے ٹاٹ کی ایک گودڑی تھی اور وہی میں نے پہن رکھی تھی۔ ہاتھوں میں ایک عصا اور لوٹا تھا۔ اسکے سوا اور کوئی سامان میرے پاس نہیں تھا۔ ان صوفیوں نے مجھے بہت حقارت کی نظر دیکھا اور اپنے خاص انداز میں ایک دوسرے سے کہا کہ یہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اور وہ اپنی اس بات میں سچے بھی تھے۔ کیونکہ میں فی الواقع ان میں سے نہ تھا۔ میں تو محض ایک مسافر کی حیثیت سے رات بسر کرنے کیلئے اور پر جو پارہ میں جا بیٹھے جو کھانے وہ کھاتے تھے۔ ان کی خوشبو مجھے آرہی تھی اور اس کے ساتھ چوپارہ سے جو طنزیہ انداز

میں مجھ سے باتیں کرتے تھے۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو خربوزے لے کر بیٹھ گئے اور کھا کر چھلکے مجھ پر پھینکتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی طبیعت کی خوشی اس وقت میری توہین پر موقوف ہے۔ میں اپنے دل میں خدا تعالیٰ سے کہہ رہا تھا کہ یا خدایا اگر میں نے تیرے دوستوں کا لباس نہ پہنا ہوتا تو میں ضرور ان حرکات کا ان کو مزہ چکھا دیتا لیکن چونکہ میں خداوند تعالیٰ کی طرف سے اسے ابتدا سمجھ کر برداشت کر رہا تھا۔ اس لئے جس قدر وہ طعن اور ملامت مجھ پر زیادہ کرتے تھے میں خوش ہوتا تھا یہاں تک کہ اس بوجھ کو اٹھانے سے میری وہ مشکل جس کیلئے مجاہدوں اور اس سفر کی مشقت اٹھا رہا تھا وہیں حل ہوگئی۔ اور اس وقت مجھے معلوم ہوگیا کہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم جاہلوں کو اپنے درمیان کیوں رہنے دیتے ہیں اور ان کا بوجھ کس لئے اٹھاتے ہیں نیز یہ کہ بعض بزرگوں نے ملامت کا طریقہ کیوں اختیار کیا ہے۔؟ واقعہ یہ ہے کہ اس سے بعض اوقات وہ مشکلیں حل ہو جاتی ہیں۔ جو دوسرے طریقوں سے حل نہیں ہوتی۔ 9

بیعت مرشد:

اگرچہ مخدوم امم حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنے خاندان کے ظاہری و باطنی کمالات سے مالا مال تھے مگر دورانِ سیاحت خوب فیضان کی تلاش میں آپ جب سلسلہ جنیدیہ کے جلیل القدر اور نامور پیشوا حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے تو ان کے روحانی فیض سے متاثر و مستفید ہو کر مرید ہو گئے اور وہ حضرت شیخ حصری رحمۃ اللہ علیہ اور وہ حضرت شیخ ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ حضرت حسن بصری کے اور وہ مرکز ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے۔ 10

لاہور میں آمد:

آپ کے مرشد نے آپ کو لاہور جانے کا حکم دیا تا کہ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے دین کو پھیلایا جائے چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلطان محمد غزنوی کے بیٹے ناصر الدین کے زمانے میں لاہور تشریف لائے۔ آپ کے پیر بھائی حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی لاہور میں اس خدمت پر مامور تھے آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

ہیں کہ میں نے شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہاں حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی موجود ہیں، میری کیا ضرورت ہے۔ شیخ نے حکم دیا کہ نہیں تم جاؤ۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مرشد کے حکم کے مطابق روانہ ہوا اور رات کے وقت لاہور پہنچا اور صبح کے وقت حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ شہر سے باہر لایا گیا۔ تب مجھے اپنے مرشد کی حکمت معلوم ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تبلیغ اسلام کیلئے برصغیر کے دوسرے حصوں کا سفر بھی کیا لیکن آپ کا مقام اور مرکز لاہور ہی رہا۔ [11]

حاکم رائے راجو کا قبول اسلام اور حصول علم باطنی:

حافظ توقیر انور لکھتے ہیں اللہ وحدہ لاشریک لہ پر پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہی بندہ مومن کو غم اور خوف سے مکمل طور پر آزادی اور نجات دلاتا ہے۔ عقیدہ توحید پر یہی پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہی تھا کہ جس کی بناء پر لاہور میں حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تصورِ توحید کی بنیاد رکھی یہی لاہور ایک کٹر ہندو راجہ جے پال کا دارالحکومت تھا علاوہ ازیں لاہور میں حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام کیا اشاعت کرتے ہوئے تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آواز نے عوام کے دلوں کو ہلا دیا اور گرا دیا حتیٰ کہ حکومت کے ایوانوں میں بھی پہنچ گئی۔ چھوٹوں پر بھی اثر کیا اور بڑوں کے دل بھی ہلائے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے کی آواز لاہور کے نائب حاکم رائے راجو کے دل میں بھی گھر کر گئی۔ رائے راجو جو بڑی عقیدت سے حاضر خدمت ہوا اور اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کی رسی کو تھام لیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا [12] اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام کے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔

داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کلمہ پڑھایا اور مسلمان کر لیا اور اس طرح وہ دل جو مدتوں کفر کا گرویدہ رہا تھا اسلام نے لاہور کی فضاء کو یکسر بدل دیا اور غریب عوام کے دل سے قبول اسلام کی توفیق گزر کر اھل لاہور کے ان لوگوں کے دلوں میں بھی گھر کرنے لگی جو حکومت پنجاب کے رکن اعلیٰ تھے یا امرائے لاہور کے بڑھ زمیندار تھے۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ہر اس شخص کے اسلام لانے سے بے حد خوشی ہوئی تھی۔ جب بھی آپ کسی کو کلمہ پڑھا کر داخل اسلام فرماتے تھے تو چہرہ انور خوشی سے چمکنے لگتا تھا اور آپ اللہ تعالیٰ

کے بارگاہ میں سجدہ شکر ادا فرماتے تھے۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رائے راجو کی تعلیم وتربیت خود فرمائی، راہ شریعت وسلوک پر ان کو گامزن کیا اور جب وہ اپنی عبادت وریاضیت کے بعد مرشد کی رہنمائی سے اطاعت حق اور پیروی سنت کے اعلیٰ مقام پر پہنچے تو ان کو "شیخ الہند" لقب سے سرفراز فرمایا۔ یہی مقام شیخ الہند آگے چل کر حضرت پیرومرشد کے پہلے خادم بنے اور جب انتقال کیا تو اپنے مرشد کے احاطہ مزار ہی میں سپردِ قبر کئے گئے۔ اور یہ سعادت قدرت کے جانب سے ان کو اس شان سے دی گئی کہ آج تک ان یعنی شیخ الہند کی اولاد میں ہی داتا صاحب کے مزار کی خدمت نسل درنسل چلی آرہی ہے انکے قبول اسلام سے لاہور میں ظلمت کا اندھیرا چھٹ گیا اور اسلام کے لوگ جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ۱۳

اسلامی تصوف اور کشف المحجوب:

المختصر کہ یہ کشف المحجوب وہ کتاب ہے جس میں مرشدِ لاہور نے سلسلۂ تصوف کی حقیقت بیان فرمائی اہلِ دل کی روح پروری اور رہنمائی کا پورا پورا سامان کر دیا ہے۔ اس لئے وہ روح تصوف کے ترجمان، اسلام اور دین حق کے علمبردار بھی ہیں۔ حضرت پیر سخی سلطان الہند نے بھی یہی فرمایا ہے کہ

شعر:

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا　　　ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

تصوف کی ضمن میں لوگ افراط وتفریق اور انتہاپسندی کا شکار ہیں۔ کچھ لوگوں کے نزدیک دنیا کی نعمتوں سے منہ موڑ لینا اور دنیا کو چھوڑ دینا تصوف ہے۔ ۱۴ (اور معرفت الٰہی عزوجل سے بلکل خالی ہوتے تھے حتیٰ کہ تصوف کے بارے میں کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا تھا حالانکہ:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ　　　تو میانہ روی ہی کا راستہ تھا اور ہے۔

داتا پیر نے یہ کہ کر فیصلہ دے دیا ہے کہ جو طریقت، کتاب وسنت کی پیروی سے باہر ہے اسے ہم رد کرتے ہیں۔ اپنی "کشف المحجوب" کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ علماء ظاہرین میں سے کوئی شخص بھی اس کتاب کا مطالعہ گہرائی سے کرے گا جان لے گا کہ علمِ تصوف کی جڑ مضبوط اور اس کی

شاخیں پھل دینے والی ہیں۔ ۱۵

وفات:

آپ نے ۴۶۵ھ میں اس جہان فانی سے سفر دارالآخرت فرمایا۔ بعض کے نزدیک آپ کا وصال ۴۵۶ھ میں ہوا مزار پرانوار لاہور میں فیوض و برکات کا سرچشمہ ہے۔ ۱۶

حواشی، ماخذ و مراجع:

۱۔ تواریخ آئینۂ تصوف، سید حسن شاہ چشتی رامپوری ۱۲۱۱ھ ص: ۳۔ مطبوعہ مکتبہ صابریہ بستی چراغ شاہ قصور، تاریخ طبع ۱۴۲۴ھ ــــــــ ۲۔ تذکرہ اولیاء پاک و ہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، بانی صدر، دی سوسائٹی آف مٹکس، ص: ۱۷، مطبوعہ پروگریسو بکس، تاریخ طبع ۱۹۹۹ء ــــــــ ۳۔ کشف المحجوب اردو ترجمہ، داتا علی ہجویری متوفی ۴۶۵ھ، ص: ۹۵، تاریخ طبع: ۲۰۰۱۔ انوید کمپوزنگ سنٹر کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور ــــــــ ۴۔ بزرگانِ دین، مولانا علی محمد مظاہری، ص: ۱۔ مطبوعہ الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، تاریخ طبع جون ۱۹۸۹ء ــــــــ ۵۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، ص: ۱۷ ــــــــ ۶۔ ایضاً ص: ۱۸ ــــــــ ۷۔ بزرگان دین، مظاہری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۱ ــــــــ ۸۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ص: ۱۸ ــــــــ ۹۔ کشف المحجوب مترجم، تذکرہ مخدوم امم داتا گنج بخش از محمد گل احمد خان عتیقی، ص: ۳۷ ــــــــ ۱۰۔ معارف ہجویری: ۲۔ مجموعہ مقالات مقابلہ مقالہ نویسی اپریل ۱۲۱۳ء، تقدیم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر استاذ کرسیٔ ہجویری، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ص: ۳۱ ــــــــ ۱۲۔ آل عمران سورۃ نمبر: ۳ ــــــــ ۱۳۔ معارف ہجویری ۲، ص: ۳۱ ــــــــ ۱۴۔ معارف ہجویری از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ص: ۱۸۹ ــــــــ ۱۵۔ معارف ہجویری ۲، از ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ص: ۲۰۸ ــــــــ ۱۶۔ تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ظہور الحسن شارب، ص: ۱۹

فصل دوم: در تذکرہ و تصوف حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ

نام:

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ۔ ۱

والد کا نام:

والد ماجد کا نام خواجہ غیاث الدین حسن ہے۔ ۲

تاریخ ولادت:

تاریخ ۹ جمادی الآخر ۵۲۲ ہجری کو پنج شنبہ (جمعرات) کے روز مغرب کے وقت مقام سنجر شریف میں آپ تولد ہوئے۔ راوی اس تاریخ کے آپ کے پدر بزرگوار حضرت سید غیاث الدین صاحب ہیں از تواریخ ظہرت ناصر۔[۳]

نسب مبارک:

حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت سید غیاث الدین حسن تاریخ ۱۲، ماہ شعبان ۵۷۴ھ میں بروز اتوار وقت عصر مغرب وفات پائی مزار مبارک سنجر میں ہے[۴] آپ حسینی سید ہیں۔[۵]

مکمل نسب نامہ:

حضرت خواجہ معین الدین حسن بن سید غیاث الدین حسن بن طاہر بن عبد العزیز بن ابراہیم بن عبد اللہ حسن العسکری بن امام نقی بن امام تقی بن امام موسیٰ علی رضا بن حضرت امام موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین رضی اللہ عنہ بن مولیٰ علی رضی اللہ عنہ۔[۶]

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ مکرمہ معظمہ کا نام پاک ماہِ نور بی بی تھا۔ والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے جاملتے ہیں۔

مکمل نسب نامہ:

خواجہ سید معین الدین بن سیدہ نور بی بی بنت سید داؤد بن سید عبد اللہ حنبلی بن سید زاہد بن سید مورث بن سید داؤد بن سید موسیٰ جون بن عبد اللہ مخفی بن سیدنا حسن مثنیٰ بن سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ۔[۷]

حصول علم کا شوق:

بچپن میں ایک بزرگ حضرت ابراہیم قندروزی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے طلب حق کا جذبہ پیدا ہوا۔ چنانچہ وطن کو خیر باد کہ کر تحصیل علم کے لئے سمرقند و بخارا کا سفر اختیار کیا۔ علوم ظاہری کے بعد حصولِ علم

باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔۸ اور شیخ عثمان ہرونی کے مرید ہوئے۔۹ آپ کی زندگی میں ہی آپکے خلفاء وغیرہ کا سلسلہ قائم ہوگیا۔بیس سال تک آپ حضرت خواجہ عثمان ہرونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے۔ سفر وحضر کی حالت میں خواجہ عثمان ہرُونی کے آرام کے کپڑوں کی نگرانی کرنا آپ کا کام تھا۔بیس برس کی خدمت انجام دینے کے بعد خواجہ عثمان ہرُونی نے آپ کو خلافت سے نوازا۔۱۰

حصول علم باطنی کی تورایخ:

حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ ۴ ماہ شوال ۵۴۱ھ میں بروز پیر کو حضرت زاہد شاہ اویسی ابدال درجہ اول سے کامل رہنمائی ملی، تاریخ ۷ ماہِ ربیع الآخر ۵۴۴ھ کو خواجہ حسن انداقی سے فیض باطنی حاصل ہوا، اور تاریخ ۲ ماہِ رمضان ۵۴۶ھ میں بروز جمعہ مسجد چشت خاص میں حضرت خضر علیہ السلام سے بیعت حاصل ہوئی۔اور تاریخ ۱۰ ماہِ شوال ۵۶۰ھ کو بروز جمعرات وقت ظہر خلافت وامامت کلی مجددی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔تاریخ ماہِ شوال ۵۶۰ھ بروز جمعہ وقت مغرب کے روحانیت سے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست بارک سے آپ نے خرقہ وعمامہ پایا۔اور خلافتِ اتم، مکرر اپنے شیخ سے حاصل کی (تواریخ ظہرت نامہ)۱۱

لاہور کی طرف سے اجمیر کا سفر:

حضرت خواجہ صاحب اپنے مرشد کے ہمراہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھی گئے وہاں آپ کے مرشد نے آپ کی مقبولیت کے لئے دعا کی اور آپ کو بشارت دی اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔مرشد سے رخصت ہوکر مختلف مقامات کے بزرگوں سے ملتے ہوئے وارد لاہور ہوئے اور شیخ ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۴۸۵ھ کے مزار پر چند روز معتکف رہے پھر لاہور سے براستہ ملتان دہلی اور دہلی سے اجمیر تشریف لے گئے۔آپ کے ورود اجمیر کے وقت اجمیر میں تھواج ۵۷۳ھ حکمران تھا۔ قاضی منہاج الدین عثمان جوجانی کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سلطان شہاب الدین غوری کے اس لشکر کے ہمراہ تھے جس نے دائی اجمیر رائے پتھورا (پرتھوراج) کو شکست دی تھی۔۱۲

پرتھوراج کو بے ادبی کی سزا:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب دہلی آتے ہی عبادت الٰہی عزوجل میں مشغول ہو گئے۔ رائے پتھورا اس زمانے میں اجمیر ہی میں مقیم تھا۔ اس نے آپکے ایک عقیدت مند کو کسی وجہ سے ستایا۔ وہ مظلوم مسلمان سیدھا آپ کے پاس آیا آپ نے اس کی سفارش کے لئے رائے پتھورا کے پاس ایک پیغام بھیجا۔ لیکن آپ کی سفارش رائے پتھورا نے قبول نے کی۔ اور کہا یہ شخص یہاں آ کر بیٹھ گیا ہے۔ اور بیٹھے بیٹھے غیب کی باتیں کہتا ہے۔ یہ بات آپ تک پہنچی پتھورا نے اسلامی فوج کا مقابلہ کیا اور آخر کار سلطان معز الدین سام عرف شہاب الدین غوری کے ہاتھ زندہ گرفتار ہوا۔ اس تاریخ سے اس ملک میں اسلام پھیلا اور کفر وفساد کی جڑیں کٹ گئیں۔ ۱۳

خواجہ اجمیری اور ہندوستان میں دین اسلام:

"اکبری" میں لکھا آپ اجمیر میں گوشہ نشین ہوئے اور ہدایت کے بے شمار چراغ روشن کئے اور ان کے نفس قدسیہ کی برکت سے لوگوں کی بڑی بڑی جماعتوں اور قوموں نے مشرف بہ اسلام ہونے کا فائدہ حاصل کیا۔ ۱۴

ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ کے سردار مانے جاتے ہیں۔ شیخ عثمان ہارونی فرماتے ہیں کہ ہمارے معین الدین خدا عزوجل کے محبوب ہیں۔ مجھے اپنے ان جیسے مرید پر فخر ہے۔ جو اپنے وقت کا قطب اور صاحب تصرف سردارِ اولیاء اور مرکز انوار معرفت ہو۔ ہندوستان کے لوگ عام طور پر آپ سے عقیدت مند تھے آپ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے زمانہ تھے۔ خوارق و کرامات کا بے شمار ظہور ہوا۔ جس کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔ ۱۵

صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں کہ خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے قدم مبارک کا اس ملک میں پہنچنا تھا کہ اس ملک کی ظلمت نورِ سلام سے معبدل ہوگئی۔ جو فضا شرک کی صداؤں سے معمور تھی اب وہ نعرہ اللہ اکبر سے گونجنے لگی۔ اس ملک میں جسکو اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور قیامت تک جو بھی اس دولت سے مشرف ہوگا نہ صرف وہ بلکہ اس کی اولاد در اولاد اور نسل در نسل سب کا ثواب ان کے نامہ اعمال میں ہوگا۔ ۱۶

وفات:

آپ کی وفات دوشنبہ ۶ رجب ۶۳۳ھ کو ہوئی۔ آپ کے وصال کے وقت آپ کی پیشانی پر لوگوں نے لکھا ہوا دیکھا۔ "حبیب اللہ مات فی حب اللہ" حضرت کا عرس شریف ہندوستان کے مشائخ ۶ رجب کو کرتے ہیں۔ ۱۷

آپ کے خلفاء:۔

حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فقیر سے ایک خلیفہ اکبر قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور ۲۵ خلفائے اصغر اور ۵۵ صاحب مجاز ہوئے۔ ۱۸

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ۵۴۸ ھ میں ۲۴ رمضان بروز جمعرات بعد از نماز عصر اوش کے مقام میں پیدا ہوئے۔ تاریخ ۱۳ رجب المرجب ۵۶۱ھ میں بروز بدھ بوقت عشاء بیعت توبہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے کی اور تاریخ ۲۷ ماہ ذی الحجہ ۵۷۴ھ میں جمعہ کے روز بعد از نماز جمعہ اجمیر میں حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت و امامت کلی مجددی حاصل کی تاریخ ۱۴ ماہ ربیع الاول ۶۳۴ھ کو دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت وفات پائی۔ اور مزار مبارک آپ کا دہلی میں ہے۔ ۱۹

اسی طرح پاک و ہند میں آپ کے نامور خلفاء کی تعداد بے شمار ہے مثلاً حضرت شیخ حمید الدین ناگوری۔ شیخ وجیہہ الدین۔ خواجہ برحان الدین۔ حضرت ابوالفرح قرشی۔ حضرت رماد اکبر شاہ۔ حضرت امیر برحلان جی سداسہاگ۔ تواریخ آئینہ تصوف میں وضاحت ملاحظہ کریں۔ ۲۰

متصوفانہ افکار پر ملفوظات:

فرمایا: ایک مرتبہ خواجہ اجل شیرازی نے وضو کیا اور انگلیوں میں خلال والی سنت بھول گئے۔ ہاتف غیبی کی آواز آئی کہ اے اجل! دعویٰ تو ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کا کرتے ہو اور پھر اس کے امتی بھی بنتے ہو مگر سنت کے تارک بھی ہو۔ پھر آپ نے مرتے دم تک کسی سنت کو ترک نہ کیا۔ فرمایا وضو میں ہر عضو کو تین بار دھونا سنت ہے لہٰذا تین بار سے زیادہ جس نے دھویا ایک عضو کو تو

اسنے ظلم کیا: فرمایا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے وضو میں ایک بار ایک عضو کو صرف دوبارہ دھویا خواب میں رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تعجب کی بات ہے وضو کرنے میں تم سے ایک کمی واقع ہوگئی (کہ تم نے عضو کو دوبار دھویا)۔

فرمایا مسجد میں آئے ہوئے کیلئے سنت یہ ہے کہ دایاں پاؤں مسجد میں رکھیں ایک دفعہ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں آئے اور بھول کر پہلے الٹا پاؤں مسجد میں رکھا اور فوراً غیب سے آواز آئی اے ثور (یعنی بیل جانور) کیا خدا تعالیٰ کے گھر میں اس طرح بے ادب کی طرح داخل ہونا چاہیے جس طرح تم داخل ہوئے اس دن سے آپ کا نام سفیان ثوری مشہور ہوگیا۔ ۲۱

حواشی، ماخذ ومراجع:

(۱) دلیل العارفین، قطب الدین بختیار کاکی المتوفی ۶۵۳ھ ص:۵، مطبوعہ شبیر برادرز تاریخ طبع ۲۰۰۲ء ۔۔۔۔۔(۲) سفینۃ الاولیاء، شہزادہ داراشکوہ قادری المتوفی ۱۰۷۰ھ ص:۱۲۸، مطبوعہ نفیس اکیڈمی تاریخ طبع ۱۹۷۶ء ۔۔۔۔۔(۳) تواریخ آئینہ تصوف، مولانا حسن رامپوری متوفی ۱۳۱۲ھ ص:۴۳، طبع اول ۱۳۱۱ مکتبہ صابریہ قصور ۔۔۔۔۔(۴) تواریخ آئینہ تصوف، مولانا حسن رامپوری متوفی ۱۳۱۲ھ ص:۴۵۳، طبع اول ۱۳۱۱ مکتبہ صابریہ قصور ۔۔۔۔۔(۵) سفینۃ الاولیاء، شہزادہ داراشکوہ، ص:۱۲۸، ماہِ اجمیر، ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ ص ۵۴ نوریہ رضویہ ۔۔۔۔۔(۶) تواریخ آئینہ تصوف، مولانا حسن رامپوریؒ ص:۴۵۳ ۔۔۔۔۔(۷) ماہِ اجمیر، ابوالوفا قاری فیض المصطفیٰ عتیق، ص:۵۵، مطبوعہ نوریہ رضویہ ۲۰۰۴ ۔۔۔۔۔(۸) دلیل العارفین اردو ترجمہ تذکرہ معین الدین، حکیم مطیع الرحمن قریشی ص:۹، مطبوعہ ضیاء القرآن، تاریخ طبع ۲۰۰۴ ۔۔۔۔۔(۹) سفینۃ الاولیاء، داراشکوہ، ص:۱۲۷ ۔۔۔۔۔(۱۰) اخبار الاخبار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۱ھ، ص:۴۳، مطبوعہ دار الاشاعت، تاریخ طبع ۱۹۹۷ء ۔۔۔۔۔(۱۱) تواریخ آئینہ تصوف، حسن شاہ رامپوری، ص:۴۳ ۔۔۔۔۔(۱۲) دلیل العارفین، ترہ معین الدین، حکیم مطیع الرحمن، ص:۱۰ ۔۔۔۔۔(۱۳) اخبار الاخبار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص:۴۳ ۔۔۔۔۔(۱۴) دلیل العارفین اردو ترجمہ، تذکرہ معین الدین، ص:۱۱ ۔۔۔۔۔(۱۵) سفینۃ الاولیاء، داراشکوہ، ص:۱۲۸ ۔۔۔۔۔(۱۶) دلیل العارفین، ص:۱۱ ۔۔۔۔۔(۱۷) سفینۃ الاولیاء، دارشکوہ، ص:۱۲۹ ۔۔۔۔۔(۱۸) تواریخ آئینہ تصوف، ص:۴۹۷ ۔۔۔۔۔(۱۹) تواریخ آئینہ تصوف ص: ۴۳ ۔۔۔۔۔(۲۰) تواریخ آئینہ تصوف، ص:۵۰۱ ۔۔۔۔۔(۲۱) دلیل العارفین اردو ترجمہ، قطب الدین بختیار کاکی المتوفی ۶۵۳ھ، ص:۱۷

فصل سوم: در تذکرہ و تصوف حضرت فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

خاندانی حالات:

نام نامی آپ کا نام فرید الدین مسعود بن سلیمان ہے۔ آپ تین بھائی تھے۔ فرید الدین محمود، فرید الدین مسعود، نجیب الدین متوکل۔ آپ باپ یک طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے اور والدہ ماجدہ مولانا وحید الدین خجندی کی صاجزادی تھیں بڑی با عصمت اور صاحب کرامات بی بی تھیں۔ ۳

ولادت مبارک:

آپ نے ۵۷۵ھ میں اس عالم کو زینت بخشی بعض نے آپ کی پیدائش ۵۶۹ھ میں ہونا لکھا ہے۔ ۴

لقب:

آپ کا لقب "گنج شکر" تھا اور مشہور ہے۔ اس کی وجوہات بہت ذکر کی گئیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ ایک دن دہلی میں خوب بارش ہوئی اور کیچڑ کی وجہ سے چلنا مشکل تھا۔ آپ کو اپنے مرشد خواجہ قطب الدین کی قدم بوسی کا شوق ہوا اور روانہ ہوئے۔ سات روز سے کچھ نہ کھایا تھا کیونکہ روزے رکھ رہے تھے۔ آپ کا پاؤں پھل گیا۔ آپ کے منہ میں تھوڑی کیچڑ جا پڑی، وہ کیچڑ خداوند تعالیٰ کے حکم سے شکر ہوگئی، پیر و مرشد نے دیکھتے ہی فرمایا فرید الدین خدا تجھے شکر بنائے اور ہمیشہ میٹھا رکھے اس لئے آپ جہاں جاتے لوگ کہتے فرید الدین گنج شکر آئے ہیں۔ ۵

علم ظاہری اور علم باطنی کا حصول:

۱۲ سال کی عمر میں حفظ کیا اور پھر علم ظاہری کے حصول میں مصروف ہو گئے۔ ۶ جن دنوں میں آپ آخری اسباق مولانا منہاج الدین ترمذی کے پاس پڑھ رہے تھے آپ کی عمر اس وقت تقریباً اٹھارہ برس تھی ایک دن مسجد میں "نافع" کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے کہ ایک درویش یکا یک وہاں

آئے اور پوچھا کیا پڑھ رہے ہو؟ حضرت بابا نے ان کی طرف عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا: نافع پڑھ رہا ہوں۔ درویش نے مسکرا کر جواب دیا: "یہ کتاب تم کو ان شاء اللہ عزوجل نفع دے گی" یہ کہنا تھا کہ بابا صاحب پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور وہ دوڑ کر قدموں سے یہ کہتے ہوئے لپٹ گیا" اس کتاب سے نہیں بلکہ آپ کے فیض اثر سے نفع ہوگا بعض میں معلوم ہوا یہ درویش کو اس زمانے کے بہت بڑے ولی قطب الاقطاب بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں تو وہ ان کے حلقہ ارادت میں شریک ہو گئے۔ 7

حضرت خواجہ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی حضرت باباجی پیر کی وفات کے بعد ملتان کے مضافات میں دیپالپور کے متصل قلبہ اجودھن میں سکونت اختیار فرمائی اور ہزاروں تشنگان علوم باطنی آپ کے دریائے فیض سے سیراب ہوئے 8 آپ کی کرامات بہت کثیر ہیں جن کو بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔

شیخ فریدالدین اور تصوف:

اکابر وارکانِ اولیاء میں سے تھے۔ ریاضت، مجاہدہ، فقر اور ترکِ دنیا میں کمال رکھتے تھے۔ کشف و کرامت کی علامت اور ذوق و محبت کا نشان تھے ہمیشہ (ذکر) سرو خفی میں مشغول رہتے تھے۔ مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کے بعد جب اجودھن (پاک پتن) آئے جہاں کے باشندے تندخو، ظاہر پرست اور خاص کر فقیروں سے دشمنی رکھتے تھے، یہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا یہ مقام میرے رہنے کے لائق ہے۔ یہاں کوئی آپ کا پرسانِ حال نہ تھا، قریب ہی ایک گھنے درخت کے نیچے آپ یادِ الٰہی عزوجل میں مشغول ہو گئے۔ یہی آپ نے مجاہدے و ریاضت کی سختیاں برداشت کیں، چونکہ زیر حرست روحانیت کے مالک تھے اسلئے پوشیدہ نہ رہ سکے (لوگوں میں آپکی شہرت ہوگئی) 9 ایک دفعہ نظام الدین احمد بدایونی آپ کے پاس حاضر تھے کہ حضرت شیخ فریدالدین رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ (اے نظام الدین) میرا ارادہ تو تھا کہ ہندوستان کی ولایت کسی اور کو دوں لیکن تم ابھی راستے میں تھے کہ الہام ہوا۔ کہ یہ ولایت نظام الدین احمد بدایونی کی ہے۔ اسے دو۔ حضرت احمد بدایونی فرماتے ہیں کہ میں قدم بوسی کے اشتیاق سے اٹھ کر کچھ عرض کرنے لگا۔ لیکن مارے رعب کے نہ کر سکا۔ آپ نے روشن ضمیری کی وجہ سے واقف ہو کر فرمایا کہ ہاں "ہاں اس سے تمہارا اشتیاق جسے دل میں ہے اس سے

زیادہ وہ ہم پر روشن ہے"۱۰۔ تاریخ ۹ ذی الحجہ ۵۱۵ھ میں بروز جمعہ وقت مغرب مکہ معظمہ میں حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی سے بیعت توبہ اور ارشاد مع اجازت حرز مرتضوی قادری و اسم اعظم جنیدیہ کی حاصل کی اور تاریخ ۱۱ مئی ذی الحجہ ۵۱۵ھ مذکور بروز اتوار وقت مخبر حضرت عبدالخالق غیدوانی سے مکہ معظمہ میں خاندان طیفوریہ میں ارشاد خلافت مع اجازت حرز سیف اللہ طیفوریہ و اسم اعظم کے مستفیض ہوئے اور تاریخ ۵ محرم ۵۳۷ھ میں بروز جمعہ وقت نصف شب جناب والد ماجد سے خاندان اویسیہ میں بیعت ارشاد و خلافت تاریخ یکم رمضان المبارک ۵۹۸ھ میں بروز جمعہ وقت صبح بمقام دہلی" روبرو حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت و امامت کل و مجددی پائی، از مکتوب نطاب قربت اور مکتوب تواریخ ظہر نامہ۔"۱۱

وفات:

تاریخ ۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ بروز پیر بعد از نماز مغرب مرتبہ لاہوت میں وفات پائی اور مزار شریف آپ کا پاکپتن میں ہے۔ ۱۲

حواشی، ماخذ و مراجع:

۱۔ ہشت بہشت، راحت القلوب، ملفوظات بابا فرید الدین گنج بخش متوفی ۶۶۵ ص: ۵، مطبوعہ شبیر برادرز، تاریخ طبع اگست ۲۰۰۶ء۔۔۔۔۔۔۔ ۲۔ اسرار الاولیاء (اردو ترجمہ) مقدمہ معین الدین دردوائی، ص: ۱۲، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، تاریخ طبع اپریل ۱۹۸۳ء۔۔۔۔ ۳۔ سفینۃ الاولیاء، شہزادہ دارا شکوہ قادری المتوفی ۱۰۷۰ھ، ص: ۱۳۱۔۔۔۔ ۴۔ تذکرہ الاولیائے پاک و ہند ص: ۵۳۔۔۔۔ ۶۔ ایضاً ص: ۵۴۔۔۔۔ ۷۔ اسرار الاولیاء (اردو ترجمہ) مقدمہ معین الدین دردوائی ص: ۱۳۔۔۔۔۔ ۸۔ سفینۃ الاولیاء، شہزادہ دارا شکوہ قادری ص: ۱۳۲۔۔۔۔ ۹۔ اخبار الاخیار اردو ترجمہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۴، مطبوعہ دار الاشاعت، تاریخ طبع ۱۹۹۷ء۔۔۔۔۔ ۱۰۔ راحت القلوب، نظام الدین بدایونی ص: ۹، مطبوعہ شبیر برادرز، تاریخ طبع ۲۰۰۶ء۔۔۔۔ ۱۱۔ تواریخ آئینہ تصوف، شاہ محمد حسن رامپوری متوفی ۱۳۱۲ھ، ص: ۴۲۔۔۔ ۱۲۔ تواریخ آئینہ تصوف، شاہ محمد حسن رامپوری متوفی ۱۳۱۲ھ ص: ۴۲

فصل چہارم: در تذکرہ وتصوف حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

نام:

آپ کا نام "احمد" ہے۔

لقب:

آپ کا لقب بدر الدین ہے۔

کنیت:

آپ کی کنیت "ابو البرکات" ہے

نسب:

آپ کا عالی نسب امیر المومنین امام العدلین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ صاجزادے ہیں شیخ عبد الاحد کے اور وہ فرزند تھے شیخ زین العابدین بن شیخ عبد الحی بن شیخ محمد بن شیخ حبیب اللہ بن امام رفیع الدین بن شیخ نصر الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین المعروف فرخ شاہ کابلی بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبد اللہ واعظ لاصغر بن شیخ عبد اللہ واعظ (اکبر) بن شیخ ابو الفتح بن شیخ اسحٰق بن شیخ ابراہیم بن ناصر بن شیخ عبد اللہ بن سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے۔[۲]

ولادت باسعادت:

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۹۷۱ھ۔ ۱۵۶۳ء سرہند شریف میں ہوئی حضرت خواجہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے۔

یہ آفتاب ولایت اپنے پیر بزرگوار (حضرت خواجہ باقی باللہ) کی طرح ۹۷۱ھ میں طلوع ہوا۔ آپ سرہند تولوہوئے۔[۳]

تعلیم و تعلم:

پڑھنے کے قبل عمر ہوئی تو آپ کو ایک مکتب میں داخل کیا گیا۔ تھوڑی مدت میں آپ نے وہاں قرآن پاک حفظ کر لیا۔ پھر اپنے والد ماجد شیخ الاحد رضی اللہ عنہ پاس تعلیم حاصل کی اور اکثر علوم انہی سے حاصل کیے۔ اس کے بعد آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے اور مولانا کمال کشمیری سے معقولات کی بعض کتابیں، بہت تحقیق سے پڑھیں۔ وہیں حدیث کی بعض کتابیں مولانا یعقوب کشمیری سے پڑھیں، یہ شیخ حسین خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ کبروی کے خلیفہ تھے اور انہوں نے حرمین شریف میں بڑے بڑے محدثین سے استفادہ کر کے سند حاصل کی تھی آپ (حضرت مجدد) نے سلسلہ کبروی میں مولانائے موصوف ہی سے بیعت فرمائی ہے۔ ۴؎ قاضی بہول بدخشی علیہ الرحمہ سے یہ کتابیں پڑھیں۔

(۱) تفسیر واحدی اور اس کی مؤلفات، تفسیر بسیط، تفسیر وسیط، اسباب نزول۔
(۲) تفسیر بیضاوی اور اس کی منصفات منہاج الوصول، الغایۃ القصوبی۔
(۳) بخاری شریف اور اس کی مؤلفات ثلاثیات، ادب المفرد، افعال العباد
(۴) مشکوٰۃ تبریزی
(۵) شمائل ترمذی
(۶) جامع صغیر سیوطی
(۷) قصیدہ بردہ

قاضی بہول بدخشی علیہ الرحمہ نے حدیث مسلسل "ارحموا من فی الارض یرحمکم فی السماء" کے ساتھ حضرت مجدد کو مشکوٰۃ المصابیح کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حصول اجازت کے بعد حضرت مجدد نے فرمایا یوں محسوس ہوتا ہے جیسے طبقۂ محدثین میں داخل کر لیا گیا ہے۔ ۵؎

اکتسابِ کمالاتِ باطنی:۔

غرض کہ آپ نے تحصیل و تدریس کے بعد اپنے والد ماجد کی صحبت اختیار کی اور انہی سے کمالات باطنیہ اور سلسلۂ قادریہ و چشتیہ کی انوار سے اکتساب کیا اور آپ کے والد ماجد نے آخر وقت میں اپنے تمام صاحبزادوں میں سے آپ ہی کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ آپ نے بھی

(مبداؤ معاد کے شروع میں) لکھا ہے کہ: اس فقیر کو نسبت فردیت کا سرمایہ اپنے والد ماجد سے حاصل ہوا اور ان کو ایک ایسے بزرگ سے حاصل ہوا تھا جو جذبہ قوی رکھتے تھے اور اپنے خوارق میں مشہور تھے یعنی حضرت شاہ کیتھلی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوا تھا۔[6] سلسلہ سہروردیہ اور قادریہ کی اجازت بھی اپنے والد سے حاصل کی اور طریقہ اپنے استاد شیخ یعقوب کشمیری سے حاصل کیا۔ اس کے باوجود آپ کو پورا اطمینان نہ ہوا کتاب وسنت کی پیروی کا خیال اس قدر غالب تھا کہ چشتی سلسلہ کی خلافت کے باوجود سماع کی طرف طبیعت مائل نہ ہوئی۔[7]

حضرت خواجہ باقی باللہ سے بیعت:

حضرت خواجہ باقی باللہ سے بیعت کا سبب کچھ اس طرح بنا کہ حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ کو حج بیت اللہ کا بے حد اشتیاق رہتا تھا لیکن والد بزرگوار کی کبر سنی کے سبب یہ ارادہ معرض التوا میں رہا۔ آپ کے والد گرامی نے ۱۰۰۷ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اگلے سال آپ حج کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور دہلی پہنچے۔ ان دنوں حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت مجدد کے ایک دوست مولانا حسن کشمیری نے آپ کے سامنے حضرت خواجہ کی تعریف کی۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نہایت بشاشت سے ملے اور آپ سے ارادہ وقصہ کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے ارادہ حج کا اظہار کیا۔ حضرت خواجہ نے اپنی افتادِ طبع کے برعکس فرمایا کہ اگر چہ ارادہ نیک ہے لیکن چند اور اس جگہ فقراء کے پاس قیام کرنے میں کیا حرج ہے۔ آپ نے حسبِ ارشاد ایک ہفتہ قیام کا فیصلہ کیا۔ ابھی دو روز ہی گزرے تھے کہ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے جذبہ کی وجہ سے آپ میں طریقہ نقشبندیہ اختیار کرنے کا شوق غالب آگیا اور آپ نے حضرت خواجہ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت بغیر استخارہ کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے مگر یہاں اپنی روش کے برعکس فی الفور آپ سے بیعت لی ۱۵۹۹ء اور خلوت میں لے جا کر توجہ شروع کی۔ اسی وقت اس کے اثرات ظاہر ہوئے اور آپ کا دل ذاکر ہو گیا اور پھر حلاوت ولذت قلبی کے ایسے معاملات پیش آئے کہ نہ دیکھے نہ سنے۔ دو ماہ میں آپ کو تمام نسبت حاصل ہو گئی۔[8]

عہدِ اکبری کی خرابیاں:

غیر مسلم مؤرخوں نے اکبر بادشاہ کو اکبر اعظم کا خطاب دیا اور اس قدر بڑھایا چڑھایا کہ شاہجہاں اورنگ زیب کے چراغ ٹمٹماتے نظر آنے لگے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مؤرخین نے ان مسلم حکمرانوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے جن کے دورِ حکومت میں اسلام کا استیصال کیا گیا ہے۔ تاریخی اور مذہبی حیثیت سے جب دورِ اکبری کا جائزہ لیا جاتا ہے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس کے دورِ حکومت میں الحاد اور بے دینی کو بہت فروغ ہوا جو شاید کسی مسلم بادشاہ کے عہد میں نہ ہوا ہوگا۔ غالباً اسی لیے یہ مسلمان بادشاہ غیر مسلموں کا محبوب ترین مسلم حکمران تھا۔[9]

اسلام کے خلاف اکبر کی طبعیت میں ایک قسم کی ضد پیدا ہوگئی تھی۔ وہ ہر اس چیز کو پسند کرتا جس کو اسلام نے ناپسند کیا ہے۔ چنانچہ اس نے اسلام کی ضد میں سور اور کتے کو ناپاک نہیں سمجھتا تھا۔ حرم اور محل میں ان کو رکھا جاتا تھا اور روزانہ صبح کو ان کی زیارت عبادت شمار کی جاتی تھی۔ کیونکہ ہندو رشیوں نے یہ تصور پیش کیا تھا:

سُور ان دس مظاہر میں سے ہے جن میں خدا حلول کیے ہوئے ہے (معاذ اللہ) تبحرِ علمی اور ہمہ دانی کے باوجود مولوی فیضی کا یہ حال تھا کہ: چند کتوں کو سفر میں ساتھ رکھتا تھا اور ان کے ساتھ کھانا بھی کھاتا تھا، بعض شعراء تو کتوں کی زبانیں منہ میں لیا کرتے تھے اور شراب کو اس حکیمانہ احتیاط سے حلال کیا گیا کہ اگر حکماء کی طرح رفاہیت بدنی کے لئے شراب پی جائے اور اس سے کوئی فتنہ وفساد پیدا نہ ہو تو مباح ہے لیکن اگر مے خوار مستی میں جھوم جائے، بھیڑ بھاڑ ہو جائے اور شور وغل ہونے لگے تو ایسی صورت میں شراب نوشیوں کی پوری پوری، تادیب کی جائے اور ان کثیر خرافات میں کئی علماء بھی شامل تھے (العیاذ) فیضی جیسے مفسرِ قرآن سے بھی نہ رہا گیا، جام پر جام چڑھائے چڑھاتے جاتے اور کہتے جاتے: "ایں پیالہ را بکوری فقہاء خورم" ستم بالائے ستم حضرت شیخ الاسلام مفتی صدر جہاں اور میر عدل میر عبدالحئی نے بھی خم پہ خم چڑھائے، خلوت میں ہی نہیں جلوت میں بھی بادشاہ کے سامنے بھی۔

اکبر کا پندار شاہی اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ آداب شاہی میں سجدہ تعظیمی کو فرض ۔۔۔۔ کر دیا گیا اور اس کا نام "زمین بوس" رکھا تھا اور بقول ملا عبدالقادر بدایونی اس بدعت کا ذمہ دار ایک صوفی شیخ تاج العارفین جس نے اکبر کے لئے سجدہ تجویز کر کے اس کا نام "زمین بوس" رکھا اور آداب شاہی کو

فرض عین کا درجہ دیا اکبر کے چہرے کو "کعبہ صراط" اور قبلۂ حاجات کہا کرتے تھے۔

(منتخب التواریخ، جلد دوم، ص: ۲۵۹) ۱۰

اکبر کی موت اور مجدد پاک کا عروج:

اکبر بادشاہ ۱۵ رجب ۹۴۹ھ، اکتوبر ۱۵۴۲ء کو امرکوٹ ضلع تھرپارکر مغربی پاکستان سندھ میں پیدا ہوا، ۲ ربیع الثانی ۹۶۳ھ کو کلانور ضلع گرداسپور مشرقی پنجاب، بھارت میں رسمِ تخت نشینی ہوئی اور ۱۷ جمادی الآخر ۱۰۱۴ھ کو آگرے میں انتقال کیا۔ ۱۱

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے عہد اکبری میں آنکھ کھولی اور جب اکبر کا انتقال تو آپ کی عمر شریف تقریباً ۴۳ سال تھی اس طرح آپ نے عہد اکبری کے نشیب و فراز بچشم خود ملاحظہ فرمائے عہد پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں شاہ و گدا، علماء و صوفیہ اور عوام کی اکثریت بگڑی ہوئی تھی اور زمانہ رہبر کامل کا متلاشی تھا، بادشاہ اکبری کی دور میں حضرت مجدد الف ثانی نے خفیہ طور پر دربار اکبری، دربار جہانگیر کے ایک اہم رکن کو بالخصوص بالعموم مختلف اراکین کی طرف شریعت سے بھرپور مکتوبات بھیجے مگر یہاں ان مکتوبات کے ذکر کا وقت نہیں۔

مثال کے طور پر ایک مکتوب جو کہ شیخ فرید بخاری کے لئے تحریر فرمایا مختصر عرض کرتا ہوں:
"کل قیامت کے دن شریعت کے متعلق پوچھا جائے گا تصوف کی پرسش نہ ہوگی۔ دخول جنت اور تقرب محبوب، اتباعِ شریعت سے وابستہ ہے۔ انبیاء کی بعثت سے مقصود تبلیغ شریعت ہے۔ پس سب سے بڑھ کر نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج میں کوشش کی جائے اور احکام شرعیہ کے کسی حکم کو بھی زندہ کیا جائے، خصوصاً ایک ایسے دور میں جب کہ شعائر اسلام منہدم ہو گئے ہوں۔ ۱۲ اسی طرح چند مکتوبات اور بھی شیخ فرید بخاری متوفی ۱۰۲۵ھ کے نام تحریر کئے۔

غالباً حضرت مجدد کی اسی قسم کی ترغیبات و تحریکات سے متاثر ہو کر تخت نشینی کی جدوجہد میں شیخ فرید نے جہاں گیر کا ساتھ دیا جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ اکبر کے بعد شیخ فرید نے افواج کی قیادت کی اور سلیم جہانگیر کی حمایت کی اور اس شرط پر جوش تعاون کا یقین دلایا کہ تخت نشینی کے بعد سلیم اسلام کی حفاظت کرے گا شاید اس ان کا یہ مقصد ہوگا کہ سلیم اہل سنت و جماعت کی حمایت کرے گا۔

مقب سے تخت نشین ہوا۔

جہاں گیر کی تخت نشینی کے فوراً بعد حضرت مجدد اعلاناً مملکت کو احیاءِ شریعت کی طرف متوجہ کیا۔لیکن جہاں گیر میں تھوڑی سی تبدیلی آنا یہ مجدد پاک کی خفیہ اصلاحی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ پھر ایک وقت آیا جہاں گیر کے دربار میں آپ کو بلایا گیا اور دشمنوں نے مجدد پاک کے متعلق بادشاہ کو بھڑکایا ہوا تھا اس لئے آپ کو تعظیمی سجدہ نہ کرنے پر ایک سال کے لئے قلعہ گوالیار میں محبوس کیا۔المختصر یہ کہ حضرت مجدد الف ثانی نے بادشاہ کو اپنے اعتراضات کے ایسے جوابات دیئے کہ بادشاہ نہ صرف مطمئن ہوا بلکہ آپ کا معتقد ہو گیا۔ ۱۳

شادی و اولاد:

آپ نے شادی رئیس الحاج شیخ سلطان کی صاجزادی سے کی۔ ۱۴ آپ کے سات لڑکے اور تین لڑکیاں ہوئیں۔

وصال:

آپ ۲۷ صفر ۱۰۳۴ھ کو جوارِ رحمت میں داخل ہوئے مزار فیض آثار سرہند میں مرجع خاص وعام ہے۔ ۱۵

اصطلاحات نقشبندیہ:

حضرت شاہ ولی اللہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اور حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے خاص طور پر متاثر تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تصنیف قول الجمیل میں مشائخ نقشبندیہ کی مصطلحات، لطائف ستہ اور تصرفات حضرات نقشبندیہ کا ذکر فرمایا ہے ان مصطلحات کا ذکر فرمایا ہے۔

(۱) ہوش در دم (۲) نظر بر قدم (۳) سفر در وطن (۴) خلوت زمانی
(۵) یاد کرد (۶) باز گشت (۷) نگہداشت (۸) یاداشت
(۹) وقوفِ زمانی (۱۰) وقوفِ قلبی (۱۱) عددی۔ ۱۶

پھر ان لطائف ستہ کا ذکر فرمایا ہے:

۱۔قلب ۲۔روح ۳۔سر ۴۔خفی ۵۔اخفیٰ ۶۔نفس۔ ۱۷

اور حضرات نقشبندیہ کے تصرفات کا اس والہانہ انداز سے ذکر فرمایا ہے کہ نقشبندیہ کے عجائب تصرفات ہیں، ہمت باندھنا کسی مراد پر تو اس مدعا کا ہمت کے موافق ہونا اور طالب میں تاثیر کرنا اور بیماری کو مریض سے دفع کرنا اور عامی پر توجہ کا اضافہ کرنا اور لوگوں کے دلوں میں تصرفات کرنا کہ ان میں واقعات عظیمہ متمثل ہوں اور آگاہ ہو جاتا اہل اللہ کی نسبت پر، زندہ ہوں یا اہل قبور اور لوگوں کے خطرات قلبی پر اور جو ان کے سینوں میں خلیجان کر رہا ہے اس پر مطلع ہونا اور وقائع آئندہ کا مکشوف ہونا اور بلائے نازل کو دفع کر دینا اور سوائے ان کے اور بھی تصرفات ہیں۔ ۱۸

حواشی، مآخذ و مراجع:

۱۔تذکرہ اولیاء پاک و ہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، ص:۲۵۶۔۔۔۔۔۲۔حضرات القدس، کاشف حقائق علامہ بدالدین سرہندی خلیفہ حضرت مجدد الف ثانی ص:۲۲، جلد:۲، مطبوعہ قادری رضوی کتب خانہ، تاریخ طبع ۱۴۳۱ھ۔۔۔۔۔۔۳۔سیرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ، ص:۸۳، مکتبہ امام ربانی مجدد الف ثانی فاؤنڈیشن کراچی، تاریخ طبع ۱۴۹۰ھ۔۔۔۔۔۴۔حضرات القدس، بدالدین سرہندی، ص:۲۶۔۔۔۔۔۵۔سیرت مجدد ثانی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص:۸۴۔۔۔۔۔۶۔حضرات القدس، بدالدین سرہندی، ص:۲۸۔۔۔۔۔۷۔تاریخ مشائخ نقشبندیہ، پروفیسر صاحبزادہ محمد عبد الرسول، ص:۳۵۹، مطبوعہ، مکتبہ زاویہ، سن طباعت ۲۰۰۷ء۔۔۔۔۔۸۔تاریخ مشائخ نقشبندیہ۔۔۔۔۔۹۔سیرت مجدد الف ثانی، محمد مسعود احمد، ص:۱۱۸۔۔۔۔۔۱۰۔سیرت مجدد الف ثانی، محمد مسعود احمد، ص:۱۳۸۔۔۔۔۔۱۱۔سیرت مجدد الف ثانی، محمد مسعود احمد، ص:۱۴۴ (حاشیہ)۔۔۔۔۔۱۲۔مکتوبات امام ربانی، از مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۳۴ھ جلد ۱ ص:۴۸۔۔۔۔۔۱۳۔سیرت مجدد الف ثانی، ڈاکٹر مسعود احمد، ص:۱۹۰۔۔۔۔۔۱۴۔تاریخ مشائخ نقشبندیہ، محمد عبد الرسول للٰہی، ص:۳۵۸۔۔۔۔۔۱۵۔تذکرہ اولیاء پاک و ہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، ص:۲۶۲۔۔۔۔۔۱۶۔سیرت مجدد الف ثانی، ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ص:۲۰۱۔۔۔۔۔۱۷۔القول الجمیل، شاہ ولی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ص:۶۳

فصل پنجم: در تذکرہ و تصوف حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

نام:

آپ کا نام باہو ہے۔ آپ اپنے نام پر فخر کرتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ کہ آپ کے نام

میں "ہو" آتا ہے، اور فرماتے "میری والدہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کہ انہوں نے میرا نام "باہو" رکھا ہے"۔ [1]

والد گرامی:

حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کا نام حضرت حافظ بازید محمد ہے۔ سلطان بازید محمد انتہائی شریف نیک صالح حافظ قرآن، کاتب قرآن اور فن سپہ گیری میں ماہر اور نہایت دلیر تھے۔ [۲]

والدہ ماجدہ:

حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت بی بی راستی ایک بلند قایہ، ولیہ کاملہ اور صاحبِ کشف ولیہ تھیں۔ اکثر اوقات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتیں، عبادتِ الٰہی کے لیے گھر سے پہاڑوں کے دامن کی طرف تشریف لے جاتیں۔ آپ ایک کامل ولیہ اور متقی مشہور تھیں۔ [۳]

ولادت:

آپ شورکوٹ میں ۱۰۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔ [۴]

خاندانی حالات:

آپ قبیلہ اعوان سے تھے، آپ کا سلسلہ نسب انتیس واسطوں سے امام الاولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر منتہی ہوتا ہے۔ [۵]

کشف و کرامات:

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ہزار انتالیسواں سال تھا۔ شورکوٹ کے نواح میں ایک گاؤں ڈیرہ سارنگ خان بلوچ میں حضرت بازید کے گھر ان کی زوجہ بی بی راستی کے بطن مبارک سے حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی۔ کسے معلوم تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر شورکوٹ کو نور سے بھر دے گا۔ خود کو بڑا گمنام رکھنے کی سعی کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کشف و کرامات سے بہت نوازا تھا۔ جہاں جاتے کوئی نہ کوئی کرامت ظاہر ہو جاتی اور وہ جگہ چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جاتے ان کا ایک ہی جملہ کسرِ نفسی اور

عجز وانکساری پیدا کرنے کیلئے آج بھی مشعل راہ ہے فرماتے ہیں:

''اگر برہوا پری مگسی ما گر برآب روی خسر، و
گردل مردمان رامسخر گردانی اہل ہوسی''

یعنی اگر تو ہوا میں اڑے تو ایک مکھی کے برابر ہے اور اگر تو پانی پر چلتا ہے تو ادنیٰ تنکے کے برابر ہے اور اگر عوام الناس کو اپنی کرامات کی طرف مائل کرلے اور ان کے دلوں کو مسخر کرے تو تو اہل ہوس میں سے ہے۔[6]

سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت:

سن رشد کو پہنچنے کے بعد ایک دن کا واقعہ ہے کہ امام اولیاء حضرت کرم اللہ وجہہ نے آپ کو دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پیش کیا۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو بیعت سے سرفراز فرمایا۔ آپ خود اس کے ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ وہ مقامات اور درجات حاصل ہوئے جو بیان سے باہر ہیں۔ پھر غوث الاعظم میراں محی الدین حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد فرمایا۔[7]

بیعت وخلافت:

اس کے بعد آپ میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔ ہر وقت خود متفرق رہنے لگے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر آپ کو کسی باکمال شیخ سے بیعت ہونے کی تاکید کی لہٰذا آپ نے گھر چھوڑا اور تلاش مرشد میں نکل کھڑے ہوئے۔ اور حضرت شاہ حبیب اللہ کی حدیث کے موافق آپ دہلی تشریف لائے۔ سید عبدالرحمان قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ آپ کو خلوت میں لے گئے اور مدارج سلوک ذرا دیر میں طے کرا دیئے۔ بیعت سے مشرف ہوئے اور فرقہ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اور آپ کو وہ نعمت حاصل ہوئی جس کی آپ کو تلاش تھی۔[8]

حصول فیض کی زیادتی کا اندازہ:

اپنے پیرومرشد سے فیض حاصل کرنے کے بعد اب آپ کا یہ طریقہ تھا کہ دہلی کے بازاروں میں گھومتے اور جس پر نگاہ ڈالتے اس کو ذرا دیر میں خدا رسید بنا دیتے تھے۔ آپ کا فیض عام تھا۔ دہلی میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ کسی نے آپ کے پیرومرشد سے بھی اس بات کا ذکر کیا۔ آپ کے پیرومرشد نے

آپ کو طلب فرمایا، اور ارشاد فرمایا (اے باہو، ہم نے تمہیں خاص نعمت عطاء کی اور تم نے اس خاص نعمت کو عام کر دیا۔ آپ نے جواب دیا: "حضرت سے جو خاص نعمت مجھے حاصل ہوئی اس کی آزمائش منظور تھی کہ مجھے کسی قدرت نعمت گراں مایہ حاصل ہوئی اور اس کی ماہیت کیا ہے۔" آپ کے پیر و مرشد جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور مزید نعمت سے آپ کو مالا مال کیا۔

دہلی سے شورکوٹ تشریف لائے اور تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت میں مشغول ہوئے۔ 9

سلطان باہو اور تفسیر صوفیانہ:۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن پاک میں بیان پیغام الٰہی عزوجل کو بغیر کسی بحث و مباحثہ اور اختلافات کو قطع نظر کرتے ہوئے صرف اور صرف اس مقصد کو پیش نظر رکھا کہ اس پیغامِ خالق عزوجل کو اس کی مخلوق تک پہنچا دیا جائے مزید اس اُمت مسلمہ کو (ناجائز) اختلافات کی جنگ میں نہ جھونکا جائے کیونکہ صوف کی سوچ تو مخلوق کو خالق سے واصل کرنے کی ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ 10

جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم انہیں اس طرف سے پکڑتے ہیں جدھر سے اُن کو خبر بھی نہیں ہوتی۔

سلطان العارفین امام العاشقین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اپنے صوفیانہ نکتہ نظر سے اس آیت مقدسہ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے جس راہ کو شریعت رد کر دے وہ زندقہ راہ ہے، جس راہ کو شریعت ٹھکرا دے وہ کفر کی راہ ہے۔ شیطان و بھوائے نفس اور دنیائے دلیل کی راہ ہے، لوگوں کو چاہیے کہ اس سے حبر دار رہیں حدیث جس نے کسی کو چاہا وہ خیر سے محروم رہا اور جس نے اللہ کی جستجو کی اُسے ہر چیز میسر آ گئی۔ یہ چند کلمات ظاہری و باطنی طیر سیر کے اُس ملک سلوک کے بارے میں ہیں جس کا مقصود و مطلوب فقر" خضر والی اللہ ہے طالب دنیا کا سلوک فقر" فقر وامن اللہ ہے جو مردود ہے۔ 11

تعلیمات:

دنیا ان لوگوں پر تعجب اور افسوس ہے کہ خدا فرماتا ہے فخروا الی اللہ، لوگو خدا کی طرف آؤ، مگر انہیں خدا تعالیٰ کی طرف آن کیا معنیٰ وہ اس سے بھاگتے ہیں اور گریز کرتے ہیں، گو ان پ معرفت الہی عزوجل کی جھلک نہ پڑھی ہو مگر وہ اپنے آپ کو عارف اور صاحب حضور جانتے ہیں لیکن وہ درحقیقت بے معرفت اور مقام حضور سے کوسوں دور اپنی کشف و کرامات و بدعات و استدارج میں مغرور رہتے ہیں۔

مرشد:

آپ فرماتے ہیں مرشد کی تین اقسام ہیں۔ اول مرشد کامل، طالب کے حق میں رحمت، دوم، مرشد ناقص طالب کے حق میں زحمت ہوتا ہے۔ سوم، جو کہ دنیاوی مراتب و مناسب میں کمال حاصل کرتا ہے۔ اور وہ اپنی اس ترقی سے مرتبہ فرعون کو پہنچتا ہے۔ اور جو مرشد کہ نہ مراتب دنیا ہی حاصل کرتا ہے اور نہ مقامات معرفت ک طے کرتا ہے وہ دونوں جہاں کی رسوائی اور ذلت اپنے سر لیتا ہے۔

ذکر دوام سے:

ذکر خفی مراد ہے۔ جو بظاہر معلوم نہیں ہوتا اور اس اللہ سے وجود میں اس طرح جاری ہوتا ہے، جس طرح نمک ماکول مشروب میں سرایت کر جاتا ہے اور بظاہر معلوم نہیں ہوتا، مگر درحقیقت موجود ہوتا ہے، جو کھانے پینے سے معلوم ہوتا ہے اور ذکر خفی اس طرح سے پہچانا جاتا ہے کہ اصحب ذکرِ خفی تصور برزخ اسم اللہ عزوجل سے ایسی لذت اور حلاوت پاتا ہے کہ اس کا ایک ذرہ مشرف تک کل مخلوق کو ملے تو وہ ایسا بے ہوش اور مست ہو جائے کہ بجز قیامت کے دن کے وہ پیدا ہی نہ ہو صاحب ذکر خفی دنیا و مافیہا سے کچھ خبر نہیں رکھتا۔ ۱۲

وفات:

آپ یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو جوارِ رحمت میں داخل ہوئے۔ آپ کا مزار شورکوٹ میں واقع ہے۔ ۱۳

حواشی، ماخذ ومراجع:

۱۔تذکرہ اولیائے پاک وہند، ڈاکٹر ظہور الحسن شارب، ص: ۳۰۹۔۔۔۔۔ ۲۔ماہنامہ مرآۃ العارفین حضرت سلطان باہو نمبر اشاعتِ خاص، محمد افضل عباس خان ریسرچ سکالر پنجاب یونیورسٹی لاہور، تاریخ ۱۴۳۲ھ، ص: ۱۴۔۔۔۔۔ ۳۔مرآۃ العارفین محمد افضل خان، ص: ۱۷۔۔۔۔۔ ۴۔تذکرہ اولیائے پاک وہند، ظہور الحسن شارب ص: ۳۰۹۔۔۔۔۔ ۵۔تذکرہ اولیائے پاک وہند، ظہور الحسن شارب ص: ۳۰۹۔۔۔۔۔ ۶۔مرآۃ العارفین، جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل ص: ۲۳۔۔۔۔۔ ۷۔تذکرہ اولیائے پاک وہند، ظہور الحسن شارب، ص: ۳۱۰۔۔۔۔۔ ۸۔تذکرہ اولیائے پاک وہند، ظہور الحسن شارب، ص: ۳۰۔۔۔۔۔ ۹۔تذکرہ اولیائے پاک وہند، ظہور الحسن شارب ص: ۳۱۱ ۔۔۔۔۔ ۱۰۔قرآن پاک۔ پارہ ۹ سورۃ اعراف، آیت نمبر: ۱۸۲۔۔۔۔۔ ۱۱۔مرآۃ العارفین، مفتی محمد ہاشم ریسرچ اسکالر، ص: ۱۲۵۔۔۔۔۔ ۱۲۔تذکرہ اولیائے پاک وہند، ظہور الحسن شارب ص: ۳۱۳۔۔۔۔۔ ۱۳۔تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ظہور الحسن شارب، ص: ۳۱۲

فصل ششم: در تذکرہ وتصوف حضرت آخوندزادہ سیف الرحمٰن پیر ارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ

نام:

سیف الرحمن

والد کا نام:

جناب شیخ الاسلام حضرت علامہ قاری محمد سرفراز خان رحمۃ اللہ علیہ تھا جو کہ افغانستان کے مشہور و معروف عالم دین اور قاری قرآن تھے اور متقی نیک صفت انسان تھے اور سلسلہ قادریہ شریف میں شیخ المشائخ حاجی حرمین شریفین عاشق رسول حاجی محمد امین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص تھے۔ایک دن قبلہ حاجی صاحب کی آپ (پیر ارچی) کے گھر میں دعوت تھی تو جب حاجی صاحب تشریف لائے تو آپ کے والد گرامی نے آپ کو انکے سامنے کیا تو حاجی صاحب نے آپ کو لعاب دہن عطا کیا اور چند دانے کشمش کے بھی عطا فرمائے۔ ۲

ولادتِ باسعادت:

آپ کی ولادت ۱۳۴۰ھ میں جلال آباد (افغانستان) سے ۲۰ کلو میٹر دور جنوب کی طرف واقع ایک گاؤں بابا کلی، ارچی میں ہوئی اور آپ کے والدین نے آپکا نام سیف الرحمن رکھا۔ ۳

لقب:

لقب آخوندزادہ، پیرارچی وخراسانی، ۱۴ اس سلسلہ میں مشہور لقب "حضرت مبارک صاحب" ہے۔ ۵

ابتدائی تعلیم:

ابتدائی تعلیم آپ مبارک نے نے اپنے والد بزرگوار سے شروع فرمائی، ابھی عمر آپ کی آٹھ سات تھی کہ والدہ صاجبہ کا انتقال ہوگیا۔ ۶

تحصیل علم کیلئے سفر:

حصول علم دین کیلئے آپ نے افغانستان اور پاکستان کے صوبہ سرحد و پشاور کے علاوہ ہندوستان کا رخ کیا جس طرح حدیث پاک میں ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے علوم دین کو حاصل کرنے کیلئے دور دراز کا سفر کیا اسی چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علوم ظاہریہ اور علوم باطنیہ سے بھرپور اور مکمل استفادہ کیا۔ افغانستان کے اس زمانہ کے مشہور استاذ اور پیر استاد الاساتذہ شیخ المشائخ جامع معقول ومنقول حضرت مولانا شاہ رسول طالقانی اور افغانستان کے مشہور صوفی باصفا وعالم دین محبوب سبحانی عالم ربانی مولانا ہاشم سمنگانی ان دونوں عظیم عارفین سے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علمی ادبی اور روحانی استفادہ کیا اور علوم باطنیہ میں مکمل دسترس حاصل کی (اور آپ نے علماء ماوراء النہر سے بھی علم حاصل کیا) آپ نے علوم ظاہریہ وعلوم نقلیہ وعقلیہ کے تمام حاصل علوم حاصل کیے، عظیم علماء کے نام بے شمار ہیں۔ ۷ حضرت پیر صاحب اخندزادہ سیف الرحمن مشہور عالم دین مقلد مذہب حنفی و پابند عقائد اہل سنت و جماعت ہیں اور در چار سلائل طریقت جامع ولی اللہ و متقی و متبع شریعت بزرگ ولی است وافراط وتفریق فرقہ واریت بالکل مبرا است ۸۔ لیکن شریعت میں آپ جیسی سختی کسی میں نہیں دیکھی۔

بیعت وخلافت:

آپ اپنے وقت کے عظیم شیخ جو کہ اپنے وقت کے قطب ارشاد بھی تھے اور مرجع عوام و خواص تھے یعنی شاہ رسول طالقانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ ان کی سیرت ومقام تاریخ اولیاء میں دیکھا جاسکتا

ہے۔ان کی وفات کے بعد آپ مبارک صاحب اپنے مرشد کے حکم سے مولانا ہاشم سمنگانی کی صحبت کو لازم وملزوم جانا جو کہ حضرت قبلہ شاہ صاحب کے ممتاز خلیفہ تھے اور مولانا ہاشم کو افغانستان کا بچہ بچہ اب بھی جانتا ہے۔اتنے رطب اللسان تھے کہ (۵) پانچ گھنٹوں میں مکمل قرآن مجید کی تلاوت فرمالیتے اور رمضان میں قرآن مجید کی تلاوت سے شغف کا یہ عالم تھا کہ ایک ہزار سے زیادہ مرتبہ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے اور صوم داؤدی رکھا کرتے تھے اس وجہ سے مبارک صاحب ان سے متاثر ہوئے اور بیعت کی حتی کہ شیخ کی آخری عمر تک خدمت شیخ کی، خدمت شیخ میں رہے اور فیض یاب کیا۔جب مولانا محمد ھاشم سمنگانی بیمار ہوئے ۱۳۸۳ھ میں تو دیکھا کہ آخوندزادہ صاحب بڑے ہی ذوق وشوق صبر وتحمل کے ساتھ شہروں اور قصبوں سے آنے والوں مریدوں کی خوب تربیت فرمارہے ہیں تو پھر مولانا ہاشم سمنگانی نے آخوندزادہ صاحب کو مطلق خلافت عطا فرمائی اور فرمایا اس وقت میرے خلفاء میں آخوندزادہ جیسا کوئی نہیں ہے۔میں اس لئے ان کو مطلق خلافت کی اجازت دیتا ہوں اور پیر ارچی آسمان میں نصف النہار سورج کی طرح ہیں۔پس ان کا مقبول میرا مقبول ہے اور ان کا مردود میرا مردود ہے۔9

امام خراسانی اور تصوف:

آخندزادہ پیر سیف الرحمن اپنے مرشد گرامی کے حکم پر طالبان حق کو معرفت الٰہی عزوجل کے جام پلانے لگے اور جوق در جوق آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے لگے۔آپ روحانیت سے فیض یاب ہونے لگے اور (وہ خانقاہ) پورے افغانستان کے لئے روحانیت کا مرکز بن گئی۔10 حضرت مبارک صاحب علیہ الرحمہ کے پاس طالبان راہ حق کا ہجوم اس لئے رہتا تھا کہ آپ نے علم تصوف یعنی علم باطنی کو اس کے اصول اور قواعد کے مطابق سالکین میں عام کیا جس کی وجہ سے ہر آنے والا سالکین عشق الٰہی عزوجل کے سرور سے مستفیض ہو کر دیوانہ وار گھومنے لگتا۔حتیٰ کہ پنجاب کے ایک ایسے راہ حق کے طالب کو بھی مبارک صاحب طرف سے داتا صاحب علیہ الرحمہ کے وسیلے سے رہنمائی ملی کہ جس کی پرورش میں حلال رزق تھا جس کی گھٹی میں مشائخ، علماء اور سادات کرام کا ادب سمندر کی طرح بھرا ہوا تھا۔اس راہ حق کے طالب نے مبارک صاحب علیہ الرحمہ سے اتنا فیض حاصل کیا کہ مبارک صاحب علیہ الرحمہ نے اس طالب صادق کو وہی مقام اپنے لئے دیا جو مبارک علیہ الرحمہ کو آپ شیخ نے دیا تھا۔اس طالبِ صادق کا نام شیخ العلماء والمشائخ، مجاہد اہلِ سنت، صباح بہار شریعت الفقیر حضرت ابوالاصف میاں محمد حنفی سیفی مبارک

دامت برکاتہم العالیہ ہے آپ آج بھی علم تصوف کو شریعت کے آئینے میں ڈھال کر سکھا رہے ہیں۔

ایک شیخ و عالم دین کا سب سے بڑا وصف اور کمال یہی ہے کہ وہ زہد و تقویٰ اور خشیت الٰہی عزوجل کی دولت بے بہا سے مالا مال ہو۔ حضرت علامہ پیر سیف الرحمن مبارک تقویٰ و پرہیز گاری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے حتیٰ کہ آپ مبارک کے تقویٰ کا اعتراف تو آپ کے پیر حضرت مرشدنا مولانا محمد ہاشم سمنگانی کو تھا جس کی وجہ سے آپ اخندزادہ مبارک کو مصلّیٰ امامت پر کھڑا فرماتے اور ان کی اقتداء پر فخر کرتے۔ آپ اپنے وقت کے اصحاب تقویٰ و زہد کے امام تصور کیے جاتے تھے۔ ۱۱

الحمدللہ والمنۃ درین عصر پرفتن حلہ ایں منصب والاقطب ارشادیت بدشاں حضرت عارف ربانی محبوب سبحانی واقف اسرار قرآنی آخندزادہ سیف الرحمن امام خراسانی رحمۃ اللہ علیہ۔ ۱۲

اقوال:

۴۰ سال تدریس کا فریضہ نبھایا۔ خالص حنفی ہو۔ جو سنت پر پوری طرح کاربند ہو خلافت اس کا حق ہے۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے (علم ظاہر الحال اور علم باطن دونوں فرض ہیں) اور اگر علم پر عمل نہ کیا تو اس عالم کی مثال گدھے جیسی ہے۔ اخلاص کے ساتھ علم و عمل کا امتزاج رضائے الٰہی عزوجل کے حصول کا ذریعہ ہے۔ علم باطن کا استاذ علم ظاہر کے استاذ سے افضل ہے۔ جو پیر خلاف سنت عمل کرے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ۱۳

حواشی، مآخذ و مراجع:

۱۔ مناہج الاولیاء، خادم الدین محمد یوسف المعتوی الغرغانی الاذہ وخوئی القاریانی الحنفی السیفی، اشاعت دار العلوم سیفیہ منڈی کس کجھوری باڑہ پشاور، تاریخ طبع ۱۵ شعبان ۱۴۲۶ھ ۔۔۔۔۔۔ ۲۔ انوار رضا ۲۰۰۸ء کا تیسرا شمارہ، ملک محبوب الرسول قادری، از علامہ مفتی آصف نعمانی، ص ۱۶۳ ۔۔۔۔ ۳۔ ایضاً ص: ۱۰۹ ۔۔۔۔۔۔ ۴۔ ایضاً ص: ۱۶۳ ۔۔۔۔۔ ۵۔ تذکرہ مشائخ سیفیہ، حافظ محمد عرفان طریقی قادری، چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہار اسلام، مطبوعہ بہار اسلام پبلی کیشنز لاہور، ص: ۱۹۸، تاریخ طبع ۱۴۳۳ھ ۔۔۔۔۔ ۶۔ بہار اسلام عکس مجدد الف ثانی، حضرت امام خراسانی، ابوالرضا محمد عباس مجددی سیفی، ۱۷ اگست ۔۔۔۔۔ ۷۔ انوارِ رضا، مفتی محمد آصف نعمانی، ص: ۱۶۳ ۔۔۔۔۔ ۸۔ بیان الحقائق، احمد مبین خادم دربار سیفیہ، اشاعت دار العلوم سیفیہ تاریخ ۱۴۲۱ھ ۔۔۔۔۔ ۹۔ انوارِ رضا، مفتی محمد آصف نعمانی، ص: ۱۶۵ ۔۔۔۔۔ ۱۰۔ ایضاً ص: ۱۶۹ ۔۔۔۔۔ ۱۱۔ تذکرہ مشائخ سیفیہ، محمد عرفان قادری، ص: ۴۰۳ ۔۔۔۔۔ ۱۲۔ مناہج الاولیاء، محمد یوسف المعتوی، ص: ۱۵۵ ۔۔۔۔۔ ۱۳۔ انوار رضا، ملک محبوب الرسول قادری، ص: ۳۳۹

خاتمہ: فکرِ صوفی کے ابتدائی مقاصد میں

فکر الصوفی کی ابتداء ذکر اللہ سے ہے۔ حدیث قدسی ہے۔

اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ! میں اس شخص کا ہم نشین ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔

لیکن ذکر کرنے سے پہلے صوفیاء کے نزدیک ہزار آداب ہیں (اس سے صوفیاء کے آداب کی کثرت کا اندازہ ہوتا ہے) جن کو صوفیاء نے ۲۰ آداب میں بیان کیا ہے۔ (یادر ہے یہ آداب مبتدی کیلئے ہیں جبکہ منتہی کیلئے سرتاپا ادب لازمی ہے) ان کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ ۲ صوفیاء یہ بھی فرماتے ہیں کہ ذکر ولایت کا منشور ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کو ولایت کی سند ہے جس طرح دنیوی بادشاہوں کی طرف سے سندات دی جاتی ہیں وگرنہ اللہ تعالیٰ کیلئے بلند مثال ہے۔ جس شخص کو دائمی ذکر کی توفیق دی گئی اسے یہ سند دی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور جس سے ذکر کا عمل لے لیا گیا اسے ولایت سے معزول کر دیا گیا۔

صوفی کی فکر سے ذکر اللہ عزوجل مقدم کیوں نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ولایت کی سند ہے یعنی اس کو ذکر اللہ کی توفیق ہی اس وقت ملے گی جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور ذکر اللہ عزوجل کے تمام آداب کو ملحوظ رکھے گا تو ان شاء اللہ عزوجل ذکر اللہ مع فیضانِ انوار و تجلیات نصیب ہوگا اور پھر ذاکر کو شیطان سے اس طرح محفوظ کر دیا جائے گا کہ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس بات پر صوفیاء کا اتفاق ہے کہ جب ذکر دل میں ٹھہر جاتا ہے تو شیطان جب اس ذاکر کے قریب ہوتا ہے تو گر جاتا ہے جس طرح شیطان انسان کے قریب آئے تو انسان گر پڑتا ہے۔ پھر اس گرنے والے (شیطان) کے پاس دوسرے شیطان جمع ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اسے کیا ہوا؟ تو کہا جاتا ہے یہ ذکر کرنے والے کے قریب ہوا تھا تو اسے پچھاڑ دیا گیا۔ ۳

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے محمد! (امام شافعی کا نام ہے)۔

اِجْعَلْ عِلْمِكَ مَلْحاً وَّ اَدَبَكَ دَقِیْقاً ، اپنے علم کو نمک اور اپنے ادب کو آٹا بناؤ (یعنی علم کی نسبت ادب زیادہ ہونا چاہئے)۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ لَمْ يَتَأَدَّبْ لِلْوَقْتِ فَهُوَ مُقِتٌ جو شخص وقت کا ادب نہیں کرتا وہ غضب کا مستحق ہوتا ہے اسی وجہ سے فقیر حقیر کو بھی صوفیاء سے محبت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر کرے اور میرا حشر صوفیاءِ حقہ کے ساتھ فرمائے۔ (آمین)

حواشی، ماخذ و مراجع:

(۱) اشعۃ اللمعات، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، جلد ۲، ص: ۶۲۱، مطبوعہ فرید بک سٹال۔۔۔(۲) انوار القدسیہ فی المعرفۃ القواعد الصوفیاء، امام عبدالوہاب شعرانی المتوفی ۹۷۳ھ، ص: ۳۶، مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، تاریخ طبع ۱۴۳۵ھ۔۔۔۔(۳) ایضاً ص: ۳۵۔۔۔۔۔(۴) انوار القدسیہ فی المعرفۃ القواعد الصوفیاء، ص: ۵۹

سالکین پر واجب ہے کہ وہ صاحبِ وجد کی تعظیم کریں

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ معرفت الٰہی کے حصول کے لئے کوشش کریں اور ہر وہ مسلمان جو معرفت الٰہی کے حصول کیلئے کوشش کرتا ہے اس کو سالک کہتے ہیں۔

حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ جن کا نام اعلیٰ حضرت اپنے قصیدہ نور میں اس طرح ذکر کرتے ہیں: شعر (سخن رضا شرح حدائق بخشش، ص: ۱۸)

اے رضا یہ احمد نوری کا فیض ہے ہوگئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

یعنی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں اے رضا یہ میرے پیر طریقت کے فرزند قبلہ نوری میاں کا نورانی فیض ہے کہ میری غزل نوری قصیدہ ہوگئی ہے۔

یہ شیخ احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سراج العوارف فی الوصایہ والمعارف (مترجم) ص: ۱۸۳ پر فرماتے ہیں:

سماع (وحلقہ ذکر) کے وقت وجد کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ لوگوں کی طبیعتوں کے اختلاف سے اپنے احوال میں بھی مختلف ہے کسی پر گریہ طاری ہوتا ہے کسی پر شگفتگی اور ہنسی، کوئی خاموش رہ جاتا ہے اور کوئی آہ واہ کرتا ہے وعلیٰ ہذا (قیاس وجد کی مختلف اقسام میں وضاحت کے لئے دیکھئے رسالہ

اقسام وجد)۔

وجد کے معنیٰ ہیں وہ کیفیت جو دل پر طاری ہو۔ خواہ طرب کی صورت میں یا اندوہ وملال (یعنی غمی و بے چینی سے محسوس ہو) البتہ اس میں کسی قسم تکلف (جیسے ایک کا ناچ گانے والا ڈانس کرتا ہے) یا نمائش (ریاکاری) کا دخل نہ ہو۔ تواجد کے معنی یہ ہیں کہ آدمی ایسے اسباب اپنی کوشش سے مہیا کرے (یعنی وجد والوں کی طرح آہ آہ

اوہ اوہ وغیرہ کرے اس نیت سے) کہ مجھے بھی اصلی وجد کی کیفیت حاصل ہو جائے۔ یہ بھی محمود و پسندیدہ ہے بشرطیکہ نیت بالخیر ہو کہ:

انما اعمال بالنیات اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

صوفیائے کرام نے طالب پر اس حالت کے ورود کے وقت اس کی تعظیم وتکریم لازم قرار دی ہے۔ اس لئے کہ دراصل یہ اس تجلی کی تعظیم ہے، جو اس طالب پر جلوہ فرما ہے نہ کہ طالب کی ذاتی تعظیم ہے۔

اب اگر اس کیفیت کا ظہور طالب کی جانب سے محض نمائشی اور نیت فریب دہی ہے تب بھی (اس کی تعظیم کرنے میں) کوئی مضائقہ نہیں۔ (کیوں کہ ایسے مواقع پر حاضرین محفل کے لئے قرآنی حکم موجود ہے کہ:

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۝ اور جب وہ بے ہودہ پر گزرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں۔

اور اگر وہ وجد و تواجد اصلی و واقعی ہے اور کسی شخص نے اس کی تعظیم نہ کی تو اس شخص کی نسبت سلب ہونے یا نقصانِ عظیم پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے۔

(اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم طریقت میں فلاں بزرگ سے نسبت لئے ہوئے ہیں اور وجد و تواجد کرنے والوں کی تنقید کرتے ہیں بلکہ بوقت وجد جہاں تعظیم کا حکم ہے وہاں مزاق اڑاتے ہیں (العیاذ باللہ)۔ ہاں اگر اس کے علاوہ شریعت میں خلاف کرتے ہیں تو تنبیہ کریں اور سالکین پر بھی لازم ہے کہ شریعت کی بات سن کر سر تسلیم خم کریں کیوں کہ سالک پر شریعت کی پابندی لازم ہے)۔

مزید شیخ احمد نوری الملقب بہ میاں صاحب فرماتے ہیں

بہر حال تعظیم واجب ہے وجد اصلی ہو خواہ نہ ہو۔ اس لئے کہ دلوں کے عیوب پر علام الغیوب

کے بجز کسی اور کو واقفیت نہیں اور اپنے گمان پر لگ کر اسے محض نمائش قرار دینا (جیسا کہ آج کل بعض لوگوں کی عادت ہے) ہر گز اچھا نہیں کہ یہ بدگمانی ہے اور بدگمانی شرعاً حرام اور طریقت میں تو حرام تر (ایسے مواقع پر مسلمانوں پر نیک گمان اور) ظنو ابالمؤمنین خیراً پر کار بند رہنا چاہئے۔

اس کے بعد اب میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ رضویہ جلد ۲۲، ۲۳، ۲۴، میں جو وجد کے متعلق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے تحقیق کی ہے اور اس سے کچھ نقل کرتا ہوں تا کہ سادہ لوح مسلمان سالکین کے وجد کو دیکھ کر انکار کرنے اور بدگمانی کے حرام گناہ سے بچ جائیں: یاد رہے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے پہلے جاہل صوفیاء کو جھنجوڑا ہے تا کہ وہ خلاف شریعت کوئی کام نہ کریں اور وجد کے دھوکے میں آ کر شریعت سے روگردانی کرنے لگیں بلکہ ان لوگوں کو وجد کرتے دیکھو تو دھوکہ نہ کھاؤ کیوں کہ بغیر شریعت کے یہ مقام نہیں نصیب ہو سکتا! ہاں اگر وہ صاحب وجد صوفیاء شریعت کے پابند ہیں اور پھر دوران ذکر و وعظ ان کو وجد آئے تو اب دیکھنے والے پر بدگمانی حرام ہے بلکہ صاحب نسب پر واجب ہے کہ اس کی تعظیم کرے و گرنہ نسبت کے سلب ہو جانے کا خوف ہے۔ (پر اس پر غور کر) (یہ مختصر مفہوم بیان کا ہے)۔ (فتویٰ رضویہ جلد ۲۳ ص: ۵۴۷، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ)

خبیث گمان خبیث دل سے نکلتا ہے:

فتویٰ رضویہ جلد ۲۳

مسئلہ: محفلوں میں لوگوں کو وجد ہوتا ہے اور اس وجد میں پاگل کی طرح ہاتھ اور پاؤں ہلاتے ہیں یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے اور بعض تو (ذکر اللہ عزوجل میں) سر ہلاتے ہلاتے بیہوش ہو جاتے ہیں یہ کیا عشق ہے یا یہ کیا ہے؟

(سوال کرنے والے نے بڑی تنقیدی نظر سے سوال کیا ہے۔

اور اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے جواب دینے میں بھی کمال کر دیا ہے اور جہلاء اور صوفیاء کے وجد و تواجد میں حکم کا فرق واضح کر دیا ہے۔)

الجواب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اس کی تین صورتیں ہیں، وجد کہ حقیقۃً دل بے اختیار ہو جائے اس پر تو اعتراض کی کوئی صورت ہی نہیں، دوسری بات کہ اگر وجد نہیں بلکہ تواجد یعنی اپنے اختیار سے وجد کی سی حالت بنانا، یہ

حالت اگر لوگوں کو دکھانے کیلئے ہو (یعنی ریا کاری نیت ہو) تو حرام ہے اور شرک خفی ہے۔

اور اگر لوگوں کی طرف نظر اصلاً نہ ہو بلکہ اہل اللہ سے تشبہ اور بہ تکلف یعنی جان بوجھ کر اہل اللہ کی طرح اپنے اوپر وجد طاری کرنا (جائز ہے) کیوں کہ امام حجۃ الاسلام غزالی علیہ الرحمہ وغیرہ اکابر (علماء ربانیین) نے فرمایا ہے کہ اچھی نیت سے حالت بناتے بناتے حقیقت مل جاتی اور جان بوجھ کر طاری کرنے والی حالت دفع ہو کر تواجد سے وجد (نصیب) ہو جاتا ہے تو یہ ضرور محمود ہے۔

مگر اس یعنی تواجد کیلئے خلوت مناسب ہے۔ مجمع (عوام) میں ہونا اور ریا سے بچنا بہت دشوار ہے (کیوں کہ عوام اس چیز سے جاہل ہے تو وہ ضرور بدگمانی کر کے گناہ اپنے سر لیں گے) پھر بھی (اگر کوئی سالک تواجد کرتا ہے تو) دیکھنے والوں کو بدگمانی حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ — یعنی اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

ایاکم و الظن فان الظن اکذب — یعنی گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۹۶/۲)

جسے بھی وجد میں دیکھو یہی سمجھو کہ اس کی حالت حقیقی ہے (یعنی اسے وجد ہو رہا ہے نہ کہ تواجد) ہاں اگر تم پر ظاہر ہو جائے کہ وہ ہوش میں ہے اور باختیارِ خود ایسی حرکات کر رہا ہے تو اسے صورتِ دوم پر محمول کرو جو کہ محمود ہے یعنی محض اللہ تعالیٰ کیلئے نیکوں سے تشبہ کرتا ہے نہ کہ لوگوں کے دکھاوے کیلئے، ان دونوں صورتوں میں نیت ہی کا تو فرق ہے۔

اور نیت امر باطن ہے جس پر اطلاع اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے۔

لہٰذا دیکھنے والوں میں سے کوئی بھی اس کو اپنی طرف سے بُری نیت قرار دے لینا بُرے ہی دل کا کام ہے۔

ائمہ دین فرماتے ہیں:

الظن الخبیث انما ینشأ من القلب الخبیث — یعنی خبیث گمان خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

وجد کو حرام کہنا عجیب ہے

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے ایک اور آدمی نے سوال کیا اور وجد میں تالیاں بجانے اور زور سے چلانے اور شور کرنے اور تواجد یعنی اپنے اوپر زبردستی وجد لانے کو ناجائز و حرام کہا اور جواب بھی دریافت کیا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فتویٰ رضویہ جلد نمبر ۲۲، صفحہ نمبر ۵۵۱ میں لکھا ہے وجد کو حرام کہنا عجیب ہے وہ حالت اضطراری ہے جس پر حکم ہو ہی نہیں سکتا (چند سطروں کے بعد فرمایا)

اگر رقص (وجد) بالاختیار ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں اگر تثنی وتکسر کے ساتھ ہے تو بلاشبہ ناجائز ہے، تکسر لچکا تثنی توڑا یہ رقص فواحش میں ہوتے ہیں اور ان سے تشبہ حرام، اور اگر ان سے تشبہ حرام ہے (یاد رہے یہ مجلس عام یعنی عوام کی محفل کا حکم ہے لیکن اس میں بھی اگر اچھی نیت ہو تو حرج نہیں مگر احتراز بہتر ہے) ہاں اگر جلسہ خاص صالحین و سالکین کا ہو تو پھر یہی مذکورہ حالت تواجد پر محمول ہے (جو کہ محمود اور اچھا عمل ہے) تواجد یعنی اہل وجد کی صورت بننا، اگر معاذ اللہ بطورِ ریا ہے تو اس کی حرمت میں شبہ نہیں کیوں کہ ریا کے لئے تو نماز بھی حرام ہے۔

اور اگر نیت صالحہ ہے تو ہرگز کوئی وجہِ ممناعت نہیں، یہاں نیت صالحہ دو ہو سکتی ہیں، ایک عام یعنی صلحائے کرام سے تشبہ کی نیت سے تواجد کرنا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے شعر کمال کا بیان فرمایا:

ان لم تکونوا مثلهم فتشبهوا ان لتشبه با لکرام فلاح

ترجمہ: اگر تم ان کی مثل نہیں ہو۔ تو پھر ان سے مشابہت اختیار کرو کیوں کہ شرفاء اور معزز لوگوں سے تشبہ کامیابی کا ذریعہ ہے۔

حدیث میں ہے:

ان لم تبکوا فتباکوا۔ یعنی رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت بنالو۔ اسی

(سنن ابن ماجہ ص ۹۶، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی) طرح یہ بھی ہے کہ وجد نہ آئے تو وجد کی سی صورت بنالو اسی کو تواجد کہتے ہیں۔

دوسری تواجد کی نیت ہے کہ وجد کو حال کرنے کیلئے معرفت الٰہی عزوجل کا طالب بننے کیلئے وجد کی صورت بنائے تا کہ حقیقی وجد حاصل ہو جائے سیدی عارف باللہ علامہ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ حدیقہ

ندیہ میں فرماتے ہیں۔ جلد ۲ ص ۵۲۵ (مطبوعہ المکتبہ نوریہ رضویہ)

لاشك ان التواجد وهو تكلف الوجدو اظهار ه من غيران يكون لهوجد حقيقة فيه تشبه باهل الوجدالحقيقي وهو جائز بل مطلوب شرعاقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ "تواجد" بناوٹ اور تکلف سے وجد لانا اور اس وجد حقیقت فیہ تشبہ باھل الوجد اظہار کرنا ہے۔

بغیر اس کے کہ اسے حقیقی طور پر حالتِ وجد ہو، پس اس میں من تشبہ بقوم جو حقیقتاً اہلِ وجد ہیں ان سے مشابہت ہے بلکہ شرعاً مطلوب ہے کیا تمہیں نہیں معلوم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرلے وہ اُنہی میں سے ہے۔

مزید اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فتوٰوی رضویہ جلد ۲۴ ص ۱۵۶ میں فرماتے ہیں شرعۃ الاسلام میں نقل ہے۔

ومن السنة ان يقراء القراٰن بحزن ووجد فان القراٰن نزل بحزن فان لم يكن له حزن فليتحازن والحاصل ان تكلف الكمال منه جملة الكمال والسبه بالاولياء لمن لم يكن منهم امه مطلوب مرغوب فيه على كل حال بالاختصار:

یعنی سنت یہ ہے کہ قرآن مجید غم کے ساتھ وجد سے پڑھے اس لئے کہ قرآن مجید غم کے ساتھ (زوق الٰہی عزوجل) نازل ہوا ہے اور اگر غم کی کیفیت طاری نہ ہو تو غمگین صورت ہی بنالی جائے، مختصر یہ کہ تکلفِ کمال بھی منجملہ کمال ہے یعنی کسی کمال میں بناوٹ اور نمائش اختیار کرنا بھی کمال میں شامل ہے اور جو شخص اولیاء اللہ میں سے نہ ہو اس کا اولیاء اللہ سے مشابہت اختیار کرنا ایسا مطلوب ہے جو بہر حال لائق توجہ ہے، (یہ اختصار سے عبادت مکمل ہوگئی ہے)۔

بالجملہ وجد صوفیہ کرام طالبین صادق اصلاً محل طعن نہیں اور نیت باطن (اسکی) اچھی ہے یا جھوٹی اس میں تمیز کرنا ہمارے لیے مشکل ہے اور برا ظن حرام اور باطل ہے۔

(یہ بات اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ فسادی اور مخلص دونوں کو جانتا ہے۔

آخر میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کشف التضاع عن اصول السماع سے دو شعر لکھے ہیں۔

مافي التواجد عن حقيقت من حرج ولا السمايل ان اخلصت من باس

فقمت تسعی علیٰ رجل وحق لمن دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس

یعنی: اگر تواجد سچا اور حقیقی ہو تو کوئی حرج نہیں اور اضطراب (لڑکھڑانا) میں کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ اخلاص کے ساتھ ہو پھر تو پاؤں پر کھڑا رہ کر دوڑ لگاتا رہ، اور اس کیلئے حق ہے جس کو اس کا مولا بلائے تو وہ اپنے سر کے بل دوڑتا ہوا جائے۔ (واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم)

صوفی کا مقصد بہت اعلیٰ ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۝ اور میں نے جن اور انسان اپنے ہی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں۔

صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں کہ حضرت الشیخ نجم الدین دایہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاویلات میں لکھا ہے کہ وہ خلقت الجن الخ میں نے انس وجن کو اسی لیے پیدا فرمایا تاکہ وہ میری عبادت کریں کیونکہ میری معرفت کا موتی صوف عبودیت میں

امانت رکھا ہوا ہے اور میری معرفت دو قسم کی ہے۔

۱۔ معرفت صفت جمال ۲۔ معرفت صفت جلال

(اسی لیے صوفیاء فرماتے ہیں کہ اصلی مقصد معرفت الٰہی عزوجل کو حاصل کرنا ہے)

حکایت بشر حافی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ رات کے وقت حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں روزانہ تشریف لے جاتے اس لئے آپ کو اِن سے عقیدت تھی۔ شاگردوں نے کہا کہ آپ امام وقت ہیں فقہ وحدیث بلکہ جملہ علوم اور اجتہاد میں آپ کی مثال نہیں تو پھر آپ ایسے پریشان محال درویش (جو ہر وقت ننگے پاؤں چلتا رہتا ہے) کے پیچھے دوڑتے رہتے ہیں یہ آپ کی شان کے خلاف ہے (آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو جو علوم تم نے گن سنائے ہیں واقعی میں ان سے بہتر جانتا ہوں لیکن وہ یادِ خدا میں وقت بسر کرنے میں مجھ سے بہتر ہے۔

سبق:

صاحب روح البیان فرماتے ہیں۔

انسان پر لازم ہے کہ وہ باطل سے دور رہے اور حق کا دامن مضبوط تھامے یعنی معرفت الٰہی عزوجل کے حصول میں کوشش کرے۔

منکرین اولیاء کی تردید:

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بہت بد بخت منکرین "اولیاء اللہ" کی صحبت سے نہ صرف دور رہتے ہیں بلکہ ہر وقت ان کے گلہ شکوہ اور ان کی غیبت میں لگے رہتے ہیں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی دشمنی خرید رہے ہیں حالانکہ انہیں اولیاء کرام کی صحبت اور ان کی مجلس سے فوائد حاصل کرنا لازم ہے۔(روح البیان پارہ ۲۵ ص ۳۰۹)۔

نوٹ:

اس سے کوئی ہرگز یہ نہ سمجھے کر اہل ذکر کو علم کی ضرورت نہیں کہ اہل علم اہل ذکر کے پاس آتے ہیں کیونکہ معرفت الٰہی عزوجل کے حصول کیلئے پہلے علم کا حصول شرط ہے اور یہ کوئی خفیہ بات تو ہے نہیں بلکہ یہ سالکین کے ننھے منے بچے بھی جانتے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو۔

بہلول دانا کو چھوٹے بچے کی نصیحت:

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ کے چوک پر بچوں کو اخروٹ اور بادام وغیرہا سے کھیلتے دیکھا ان میں سے ایک بچہ علیحدہ ہو کر ان کو دیکھ کر رو رہا تھا میں نے سمجھا کہ شاید وہ لڑکا خالی ہاتھ اور غریب زادہ ہے اسی لئے بطور حسرت رو رہا ہوگا میں نے جا کر پوچھا بچے تو کیوں روتا ہے کیا تمہارے پاس اخروٹ و بادام نہیں ہیں۔اگر آپ فرمائیں تو میں تیرے لئے اخروٹ و بادام وغیرہما خرید کر لاؤں تا کہ تم بھی ان بچوں کے ساتھ کھیل سکوں۔بچے نے میری طرف تیز نگاہ دوڑائی اور فرمایا اے بے عقل کیا ہم کھیل کو دکیلئے پیدا کئے گئے ہیں میں نے پوچھا تو پھر کس لئے پیدا کئے گئے ہیں اس نے کہا علم و عبادت کیلئے میں نے پوچھا تم نے کیسے معلوم کرلیا ہے۔اس بچے نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید کے ارشاد گرامی:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ

تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں ہے۔

سے سمجھا ہے۔ (روح البیان اردو ترجمہ، ص: ۲۸۱، پارہ ۲۵)

دیکھیں اس بچے نے پیدائش کے دو مقصد بتائے تو پہلے علم کا ذکر کیا کیوں کہ بغیر علم کے عبادت میں کمال ناممکن ہے۔

حکایت ننھا عارف:

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے جنگل میں ایک نوجوان کو دیکھا جو ابھی بالغ نہیں ہوا تھا وہ چلتے چلتے لب ہلا رہا تھا میں نے اسے السلام علیکم کہا تو اس نے سلام کا جواب دیا میں نے پوچھا عزیز کہاں کا ارادہ ہے کہا بیت الحرم کی زیارت کو جا رہا ہوں میں نے کہا آپ لب کیوں ہلا رہے ہیں فرمایا قرآن پڑھ رہا ہوں۔ میں نے کہا ابھی تو آپ غیر مکلف (نابالغ) ہیں (تو بیت اللہ کو جانا کیسا) فرمایا میں نے بہت سے اپنے سے چھوٹے سن والوں کو موت کا لقمہ ہوتے دیکھا ہے اِس کے خوف سے رہا ہوں کہ کہیں میں بھی اس کا لقمہ ہو گیا تو بیت اللہ کی زیارت سے محروم رہ جاؤں گا۔ میں نے بچے کو کہا آپ تو بہت چھوٹے ہیں اور سفر بہت لمبا ہے کیسے پہنچو گے فرمایا چلنا میرا کام پہنچانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ میں نے کہا زادِ راہ بھی ہے یا نہیں اور سواری کہاں؟ جواب دیا کہ زادِ راہ میرا یقین اور سواری میرے اپنے پاؤں ہیں

سدرہ توفیق بود گرد علائق خواہی بمنزل بری راحلہ بگذار

ترجمہ: علائق کی گرد توفیق کی سدرہ ہے اگر منزل تک پہنچنا ہے تو سواری چھوڑ دے) پھر میں نے پوچھا کھانے کیلئے روٹی اور پینے کا پانی کہاں ہے۔ بچے نے جواب دیا چچا بھلا بتاؤ کوئی آپ کو دعوت دے تو کیا آپ بلانے والے پر بھروسہ نہیں کریں گے کیا کھانے پینے کی چیزیں گھر سے لے جائیں گے میں نے کہا نہیں۔ فرمایا پھر میرے آقا نے جب اپنے بندوں کو اپنے گھر بلایا ہے اور زیارت کی عام اجازت فرمائی ہے تو پھر کتنی کمزوری کا کام ہو گا کہ ہم آقا کے پاس جاتے ہوئے زادِ راہ لے چلیں مجھے تو اسی لئے زادِ راہ ساتھ لانے سے شرم آتی ہے اور مجھے امید بلکہ یقین ہے کہ میرا آقا مجھے ضائع نہ فرمائے گا یہ کہہ کر میری نظروں سے اوجھل ہو گیا پھر جب میں مکہ میں پہنچا تو میں نے اسے مکہ معظمہ میں دیکھا۔ تو اس بچے نے مجھے دیکھ کر کہا۔ بابا اب یقین ہوا ہے یا نہیں۔

حدیث شریف سے مقصد کی طرف رہنمائی:

سرور عالم ﷺ نے فرمایا جس کا مقصد صرف آخرت ہو اللہ تعالیٰ اس کے جملہ امور کا کفیل ہو گا اور اس کے دل میں استغناء پیدا فرما دے گا اور دنیا اس کے ہاں ذلیل ہو کر حاضر ہو گی۔ اسکی مثال موجودہ دور میں میرے شیخ طریقت حضرت میاں محمد حنفی سیفی دامت برکاتہم العالیہ ہیں۔

اور جس کا مطمع نظر صرف دنیا ہو اللہ تعالیٰ اس کے جملہ امور منتشر فرما دے گا اور فقر و فاقہ ہر وقت اس کی آنکھوں میں پھرتا رہے گا۔

فائدہ: امام راغب نے کہا انسان دنیا میں کسان کی طرح ہے اور اعمال اس کی کھیتی اور دنیا اس کھیت ہے موت کھیتی کے کاٹنے کا وقت ہے اور آخرت میں اس کا اناج ستھرا کر کے اس کے پیش ہو گا۔ اس پر انسان خود سوچ لے کہ وہ دنیا میں کیا بو رہا ہے اور مرنے کے بعد اسے اپنے کھیت سے کیا حاصل ہو گا۔ (اس کو اس حکایت سے سمجھئے)۔

حکایت:

منقول ہے کہ بلخ کے کسی ایک شخص نے اپنے نوکر کو گندم بونے کا فرمایا لیکن اس نے جو بو دیئے جب کھیتی کاٹی گئی تو جو ہی تو حاصل ہونے تھے اس پر اس شخص نے نوکر کو بلا کر فرمایا میں نے تجھے جو بونے کا کہا تھا یا گندم کا۔ اس نے کہا (اے میرے آقا آپ نے تو گندم کا کہا تھا مگر) میں نے جو بو دیئے اس امید پر کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کو گندم میں تبدیل کر دے اور) اس سے گندم پیدا ہو گی۔ اس شخص نے فرمایا او پاگل! کبھی جو بونے سے گندم بھی حاصل ہوئی ہے۔ اس غلام (نوکر) نے کہا آقا! اگر جو بونے سے گندم نہیں پیدا ہوئی تو گناہ کرنے سے بھی جناب کو بہشت نصیب نہیں ہو گی۔ ادھر آپ رات دن گناہوں میں غرق رہیں پھر رحمتِ باری کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں۔

شب و روز آپ گناہوں میں مست رہتے ہیں۔ نیکی کا کام نہیں لیتے تو کل پھر آپ کو یہی ملے گا جو آج کر رہے ہیں۔ (روح البیان پارہ نمبر ۲۵)

یہی صوفی کی فکر ہے کہ ہر مسلمان چاہے عالم ہے یا تاجر یا عابد، اس کا ہر عمل آخرت کیلئے ہے تو یہ اس کے معرفت الٰہی عزوجل کے حصول کا ذریعہ بن جائے گا یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ معرفت الٰہی

کے (یعنی ولایت کے) حصول کا ذریعہ و شرائط ہیں ورگرنہ ہر بات فضل الٰہی عزوجل پر منحصر ہے اسی لئے سالکین کو اس خاص فیض کے حصول کے لئے کسی وقت بھی غافل نہ ہونا چاہئے اس کو صاحب روح البیان اس طرح سمجھارہے ہیں پارہ ۲۵ سورہ واقعہ میں:

اَفَرَءَیْتُمْ بھلا بتاؤ۔

الماء الذین تشربون (وہ پانی جو تم پیتے ہو) میٹھا ستھرا پانی۔

تفسیر صوفیانہ:

آیت میں معرفت و علم الٰہی کے پانی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ وہ کسب اور جدوجہد سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ محض عطائے الٰہی عزوجل و عنایت ربانی سے نصیب ہوتا ہے اس کو آپ اس مثال سے سمجھیں۔

تصوف کی فضیلت:

ایک آدمی (مثلاً) کنواں کھودتا ہے مشقت کے باوجود پانی تک بھی پہنچنا نصیب ہوا یا نہیں اگر پانی تک پہنچا تو نامعلوم وہ پانی کڑوا ہو تو بھی محنت بیکار اگر میٹھا پانی نکلے تو کام آئے گا لیکن غور فرمائیے کہ اسے یہ میٹھا پانی کتنا محنت مشقت کے بعد نصیب ہوا لیکن بارش کا پانی مفت ملتا ہے اور بغیر محنت و مشقت کے یہی حال علمائے ظواہر و علمائے حقیقت کا ہے اس لئے انبیاء عظام و اولیاء کرام کا علم الہام من اللہ ہے اور وحی الٰہی و الہام میں خطا کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ صوفیہ کرام کے علم تمام تر مبنی پر صواب ہے کیونکہ ان کا علم تذکری ہے انہیں تربیت مقدمات کی ضرورت نہیں۔ بخلاف رسمی علماء (ظاہری علم کے علم باطن سے لاتعلق) کے کہ ان کا علم تفکری ہے وہ فکر کا محتاج ہے۔

سبق:

طالب الفیض پر لازم ہے کہ وہ واردات سے پہلے اس کے محل کو تیار کرلے کیا دیکھتے نہیں ہو کہ کسان بیج ڈالنے سے پہلے زمین کو کیسے تیار کرتا ہے اور تیار کر کے چھوڑ دیتا ہے نہ معلوم کب بارش ہو جب ہو گی تو اس کے کھیت کو فائدہ پہنچے گا۔

فہرست:

ازبکستان علم و فضل کی زرخیز زمین

نصرت مرزا

ازبکستان کی وادی فرغانہ سے آ کر ظہیر الدین بابر نے برصغیر ہندوستان کو فتح کیا تھا اور وہاں پر جس سلطنت کی بنیاد رکھی اس نے اپنی شان و شوکت تین سو پچاس (۳۵۰) برس تک برقرار رکھی، اسی طرح امیر تیمور لنگ نے فتوحات کا جو سلسلہ شروع کیا وہ یادگار اور تاریخ میں اس کو مقام دلایا گیا، ازبکستان کی سرزمین اتنی زرخیز ہے جس نے امام بخاری جیسی شخصیت اور ان کی تصنیف احادیث کا مجموعہ ترتیب دیا جس کو مستند مانا جاتا ہے، سیاحت کے حوالے سے اس سرزمین سے ابوریحان محمد ابن احمد البیرونی جیسی معروف شخصیت نے جنم لیا، جو ہندوستان بھی سیاحت کے لئے آئے اور انہوں نے بڑی تاریخی بات لکھی کہ ہندوستان میں دو ایسی قومیں رہتی ہیں جو اپنے مذہب، رسم و رواج، ثقافت اور حد تو یہ کہ کھانے پینے اور رہن سہن میں مختلف ہیں، پھر احمد الغرغونی (۸۶۵۔۷۹۸) وہ علم آسٹرالوجی، حساب دانی اور جغرافیہ کے ماہر تھے، انہوں نے آسٹرالوجی کے اصول وضع کئے، انہوں نے دنیا کا نقشے کو مرتب کیا۔ بوعلی سینا (۱۰۵۷۔۹۸۰) ایک فلسفی اور ڈاکٹر تھے، علم طب پر ان کی کتاب ایک شاہکار سے کم نہیں جس کو مغرب میں لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا "ادویات کی توپ" اور اس زمانے کی ادویات کے حوالے سب سے اہم کتاب تھی۔ ۶ صدیوں تک اس کتاب کا ادویات کی دنیا میں راج رہا۔ ابونصر فارابی (۹۵۰۔۸۷۲) وہ ایک فلسفی حساب داں اور موسیقی کے ماہر تھے۔ ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی میں ان کے کاموں کا ترجمہ لاطینی، فارسی اور دیگر زبانوں میں ہوا۔ وہ ابوسینا کے استاد تھے، ان کو مشرق کے ارسطو کے خطاب سے نوازا گیا۔ مرزا الغ بیگ سمرقند کے حکمران اور امیر تیمور کے پوتے تھے، ان کو آسٹرولوجی اور حساب دانی میں ملکہ حاصل تھا۔ انہوں نے ماہر فلکیات کو سمرقند میں جمع کیا اور سمرقند کے قریب پہاڑ پر جدید آلات سے مزین ایک رصد

گاہ قائم کی جہاں سے اجرام فلکی کا مظاہرہ کیا جا سکتا تھا۔ انہوں نے Table of Stars اس قدر جدید طریقہ سے مرتب کی تھی جو اس زمانے کے لحاظ سے درست تھی جس سے بعد میں دنیا بھر کے ماہر فلکیات نے استفادہ کیا۔ ازبکستان کے لوگ ظہیر الدین بابر، مرزا الغ بیگ، امیر تیمور، جلال الدین مینگویروی، علی شیر نوائی کو ازبکستان کے انتہائی قابل اور جری بیٹے کہتے ہیں، ان پر فخر کرتے ہیں جنہوں نے دنیا بھر سے اپنی بہادری کا لوہا منوایا۔ سوال یہ ہے کہ ایسی سرزمین پر دوسرے لوگ کیسے قابض ہو گئے اور جن کا سکہ دنیا بھر میں جما، وہ کیونکر سرنگوں ہو گئے اس پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ جب کسی ملک میں علم و فن فروغ پر رہا ہو اور وہ ترقی کی منازل طے کر رہے ہوں اور ذہین اور بہادر بیٹوں کو جنم دے رہے ہوں تو دنیا کے دوسرے ممالک اور اس کے لوگ اس سے حسد کرتے ہیں۔ منگولوں کو سلطنت بغداد کے حکمرانوں نے دعوت دی تا کہ سینٹرل ایشیاء کی سلطنت کو کمزور کر دیا جائے، پھر کسی کے پاس یہ نظام نہ ہو کہ دنیا آپ کے بارے میں کیا سوچ رہی ہے اور آپ کو زیرنگیں کرنے کے لئے کیا منصوبے، سازشیں اور تیاریاں کر رہی ہے۔ منگول یلغار اسی وقت ممکن ہوئی، سلطنت بغداد خوفزدہ منگولوں کو شہ دے رہی تھی، پھر یہ ہوا کہ ۱۵۷۱ء میں جنگ قازان کے مقام پر جرمن اور سویڈن کے انجینئروں نے بارود کا پہلی مرتبہ استعمال کر کے مسلمانوں کو شکست دی اور یہ پورا علاقہ ان کے کنٹرول میں آ گیا اور پھر سوویت یونین نے ازبک بہادر قوم پر قابو پالیا جو ایک عجوبہ سے کم نہ تھا۔ یہ لوگ کیسے زیرنگیں ہو گئے، جواب یہی ہے کہ ان کے پاس وہ طاقت مہارت موجود نہیں تھی جو روس کے پاس تھی۔ روس ایک کمزور ملک اور ہر وقت فتنہ فساد اور آپس کی لڑائیوں کے حوالے سے جانا جاتا تھا، وہ ایک دم اس قدر طاقتور بنا کہ سارے سینٹرل ایشیاء کے ممالک جو مسلمانوں کی آماجگاہ تھا اور علم و فن کی سرزمین تھی جو دلکش اور اپنے قابل فخر تاریخ رکھتی تھی، جو انسانیت کی فلاح کی علمبردار تھی اور بہادری میں اپنے جوہر دکھانے میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ وجہ یہ بنی کہ وہ جنگ عظیم اول و دوئم میں روس کے ہتھے چڑھ کر سوویت یونین کا حصہ بن گئے اور ہم برصغیر کے مسلمان ان کی مدد نہ کر سکے۔ وہاں موجود مغل ازبک ازبکستان کو آزاد کرانے کی خواہش رکھتے ہوئے بھی کوئی مدد نہ کر سکتے تھے۔ وہ خود غلام بن گئے تھے، دوسری جنگ عظیم کے بعد ۱۹۴۷ء میں آزادی حاصل ہوئی ان کی یہ خواہش پھر سے جاگی کہ ان مسلمان ممالک کو آزاد کرائیں، اس سلسلے میں ہمارے عزائم بہت بلند اور ارادے مصمم تھے، ہر قسم کی مخالفت، مزاحمت اور سازشوں کے باوجود پاکستان کے لوگ سوویت یونین جس کو سفید ریچھ کہا جاتا تھا سے نبرد آزما ہوتے رہے اور سوویت یونین کے افغانستان میں مداخلت سے ہمیں سوویت یونین سے دوبدو مقابلہ

کرنے کا موقع مل گیا، دو سال پاکستان تن تنہا سوویت یونین کے سامنے ڈٹا رہا، پھر امریکہ مدد کو آیا وہ سوویت یونین کو کمزور کرنا چاہتا تھا، ۱۹۶۰ء میں ایک چھوٹی سی خبر اخبار کی زینت بنی تھی کہ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں دنیا بھر کے مسلمان سینٹرل ایشیا کے مسلمانوں سے رابطے میں آجائیں گے۔ ۱۹۸۹ء میں سوویت یونین افغانستان سے پسپا تو ہو گیا مگر یہ معمہ حل نہ ہو سکا کہ اس نے کیوں دیگر ۱۵ ریاستوں کو آزادی دے دی جس میں مسلمانوں کے علمی، فکری فخر کے مینار گڑھے ہوئے ہیں۔ یہ عقدہ مجھ پر ۲۰۰۵ء میں چندی گڑھ کے ایک مذاکرے میں کھلا کہ سوویت یونین اس لئے ٹوٹا کیونکہ فرغانہ منصوبہ اس کے تعاقب میں تھا جس کا محرک امریکہ تھا اور جو پاکستان کے ذریعے روبہ عمل لایا جانا تھا، روسیوں کو اس کا اس طرح علم ہوا کہ منصوبے کی ایک کاپی بنام پاکستان روس میں سفیر کے نام بھیجا گیا تو روسیوں نے اس کو پڑھ لیا۔ اس منصوبے کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس میں جاذبیت تھی اور اس کی کامیابی کے تمام اجزاء موجود تھے کہ دریاموں اور مغلوں کی وادی فرغانہ کے نام سے وسیع تر ریاست کو قائم کیا جائے۔ جو روس کے ہم پلہ ہو۔ روس اپنی مالی بدحالی کی وجہ سے پریشان تھا تو اس نے غنیمت جانا کہ ان ملکوں کو آزاد کر دیا جائے اور روس پر مزید یلغار جس کا وہ اس وقت متحمل نہ تھا سے بچایا جائے، اس منصوبے کا انکشاف ایک روسی خاتون نے چندی گڑھ کے مذاکرے میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ میرے لاکھ منع کرنے پر کہ ہم پاکستان کی حدود تک محدود رہنا چاہت ہیں مگر روسیوں کا کہنا تھا کہ نہیں یہ منصوبہ موجود تھا۔ اس طرح پاکستان کا ازبکستان کو آزاد کرانے میں حصہ بنتا ہے وہ ہم میں اور ہم ازبک نژاد ہونے کی وجہ سے ازبکستان کے لئے کشش رکھتے ہیں۔ توقع ہے اس سرزمین سے علم و فضل کے پھول پھر سے کھلیں گے اور یہ سرزمین پھر سے انسانیت کی فلاح کے لئے اپنا کردار ادا کر سکے گی، اس وقت ازبکستان کے صدر اسلام کریموف ہیں اور وہاں جون ۲۰۱۶ء میں شنگھائی تعاون تنظیم کا اجلاس ہونا ہے اور اس کانفرنس میں پاکستان کو اس تنظیم کا باقاعدہ ممبر بنالیا جائے گا جس کے لئے چین کے بعد ازبکستان کی کاوشیں قابل تحسین ہیں کہ روس بھی پھر پاکستان اور بھارت کو ایک ساتھ اس تنظیم میں شامل کرنے پر راضی ہوا۔ چین بھی یہی چاہتا تھا۔ ایک ملاقات میں پاکستان مشیر خارجہ سرتاج عزیز نے کہا کہ چین نے بھی بتا دیا ہے کہ پاکستان کا شنگھائی تنظیم میں شمولیت مسئلہ نہیں البتہ وہ بھارت کو بھی اس میں شامل ہونے کے لئے تیار کر رہے ہیں تو ایک توازن قائم ہو جائے گا اور ہمارے لئے بھی یہ اچھا ہے کہ بھارت اس تنظیم کے نظام کو قبول کرے تاکہ خطے میں امن کی ایک اور راہ کھلے۔ (۲۵ اپریل ۲۰۱۶ء)

باب ۷

فیضانِ علم وعرفان

- ☆ صلحائے اُمت اور صوفیاء کرام کا مسلک ۔۔۔۔۔ ترجمہ: مفتی محمد خلیل خان برکاتی
- ☆ گیارہ نکات ۔۔۔۔۔۔ چند توجہ طلب امور ۔۔۔ ملک محبوب الرسول قادری
- ☆ دھوپ اگلتے چاند ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامہ سید ریاض حسین شاہ
- ☆ اتحاد اہل سنت، وقت کی اہم ضرورت ہے ۔۔۔۔۔۔ علامہ بشیر احمد فردوسی
- ☆ امام احمد رضا کا دس نکاتی پروگرام ۔۔۔۔۔۔ محمد طاہر فاروق نورانی
- ☆ رہبر اخلاق وعلم کی فضیلت ۔۔۔۔۔ سید محمد عبداللہ شاہ قادری ابن علامہ سید نور محمد قادری
- ☆ معاشرے پر علماء کی گرفت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علامہ پروفیسر عون محمد سعیدی
- ☆ علم کے تقاضے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ پروفیسر شاہ فرید الحق
- ☆ اسلامی تعلیمات اور ہمارا نظام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مفتی سید شجاعت علی قادری

ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ

عبادت کی جان عجز ہے۔
جہاں تک ممکن ہو شک و شبہ سے بچو۔
مجذوبیت کی کیفیت جہل نہیں علم ہے۔
کسی آدمی کی سب سے بڑی خوبی اپنے دشمنوں کے ساتھ نرم دلی کا برتاؤ ہے۔
اللہ تعالیٰ خود اپنے دشمنوں سے اچھا برتاؤ فرماتا ہے۔

ابن جوزی رحمتہ اللہ علیہ

کمینوں کے مقابلہ میں خاموشی سے مدد و معاونت طلب کر اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کر، اس طرح تمہارے افعال میں ان کے افعال کا رنگ پیدا ہو جائے گا۔
جس علم سے دل میں رقت، سوز، رنگینی و تابانی پیدا نہ ہو اس کا مطالعہ بیکار ہے۔
طلب علم کے دوران طالب علم کو بلند ہمتی سے کام لینا چاہئے۔

قوت ہی حق ہے اور کسی قوم کے لئے اس کی طاقت کے سوا اس کے حق کی حفاظت کا کوئی ذریعہ نہیں۔

المنقذ مِنَ الضَّلَالَ

صلحاءِ اُمت اور صوفیائے کرام کا مسلک

از تبرکات: حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ | ترجمہ: یادگار اسلاف مفتی محمد خلیل خان برکاتی رحمۃ اللہ علیہ

پھر جب میں نے ان تمام علوم کی تحصیل وتحقیق سے فراغت پائی تو مجھے یہ ہمت ہوئی کہ میں نے اپنی تمام تر توجہ حضرات صوفیائے کرام قدست اسراہم کے علوم ومسلک کی طرف پھرنے کی ہمت کی اور مجھ پر یہ حقیقت روشن ہوئی:

۱۔ علم تصوف میں علم بھی ہے اور عمل بھی اور یہ دونوں زبان کو کامل بناتے ہیں۔

۲۔ ان کے علم کا نتیجہ یہ ہے کہ نفس کے تمام مکائد روشن ہو جاتے ہیں۔

۳۔ نفس اخلاقِ مذمومہ اور صفاتِ خبیثہ سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

۴۔ انسان کا قلب ماسویٰ اللہ سے خالی ہو کر ذکر الٰہی سے منور رہتا ہے۔

۵۔ فضائل محمودہ وخصائل حمیدہ اس کے قلب کو آراستہ و پیراستہ کر دیتے ہیں۔

اور چونکہ ان کے علوم کا حاصل کرنا عمل کے مقابلہ میں سہل الحصول اور آسان ہے، اس لئے میں نے ان علوم کی تحصیل کی نیت سے ان حضرات کی چند مشہور کتابوں کا مطالعہ شروع کیا، مثلاً "قوت القلوب" مصنفہ حضرت ابوطالب مکی، حضرت امام حارث محاسبی، سید الطائفہ سیدنا جنید بغدادی، حضرت امام ابوبکر شبلی اور حضرت بایزید بسطامی و دیگر مشائخ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تصنیفات۔

اس مطالعہ سے مجھے علم سلوک وعلم تصوف کی کنہ وحقیقت معلوم ومفہوم ہوئی اور میں نے ان کے مقاصد علوم کا جائزہ لیا اور اس میں مجھے اس قدر انہماک وشغف رہا کہ تعلم وسماع کے ذریعہ جس قدر ان علوم کو حاصل کرنا ممکن ہے میں نے حاصل کر لیا۔

لیکن مجھے یہ معلوم کرنے میں دشواری پیش نہ آئی کہ سلوک وتصوف کے اسرار ونکات

کتابوں کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتے، اس کے لئے ذوق و وجدان صدقِ حال اور تبدیلیٔ صفات کی حاجت ہے۔

بطورِ تمثیل اسے یوں سمجھئے کہ اگر کسی شخص کو صحت و شکم سیری کی تعریف معلوم ہو جائے، بلکہ وہ ان کے اسباب و شرائط بھی معلوم کرلے تو محض اس علم کی بدولت اسے صحیح و تندرست اور شکم سیر نہیں کہا جا سکتا، ظاہر ہے کہ ان دونوں میں فرقِ عظیم ہے۔

وعلیٰ ہذا کسی شخص کو یہ معلوم ہے کہ نشہ اس کیفیت کا نام ہے، جو معدہ سے دماغ کی طرف بخارات کے بڑھنے اور عقل و فکر پر حاوی و غالب ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے اور اس کے بالمقابل وہ شخص ہے جو نشہ میں چور ہے، لیکن نشہ کی تعریف اور اس کے اسباب سے واقف نہیں اور اس کیفیت کو اپنے الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔

اب کون نہیں جانتا کہ ان دونوں میں بین فرق ہے۔

اور سنیے حکیم و طبیب حالت مرض میں صحت و تندرستی کی تعریف اور اس کے اسباب سے واقف ہوتا ہے، لیکن وہ تندرست و صحیح نہیں۔

اسی طرح زہد و ترکِ دنیا کی حقیقت اس کے اسباب و شرائط جان لینے کا نام زہد و ترک دنیا نہیں، نہ ایسا شخص زاہد و تارک الدنیا کہلانے کا مستحق اور نہ اس کے نفس کو ترکِ دنیا و گوشہ نشینی کی لذتیں معلوم۔

قصہ کوتاہ جب مجھے یقینی طور پر اس کا علم ہو گیا کہ حضرات صوفیائے کرام صاحبانِ حال ہیں، صرف صاحبانِ مقال نہیں اور مجھے اس پر بھی یقین تھا کہ تصوف کا وہ حصہ جو قول و تحریر میں آ سکتا ہے، وہ میں حاصل کر چکا اور جس حصہ کا حصول قول و سماع کہنے اور سننے سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ ذوق صحیح اور سلوک سے حاصل ہوتا ہے، وہ ہنوز باقی ہے۔ اگرچہ وہ علوم شرعیہ اور معلومات عقلیہ جو علوم و فنون کی تحقیق اور ادیان و مذاہب کی تفتیش کے دوران مجھے حاصل ہوئے، ان سے تین چیزوں پر میرا ایمان و ایقان اس قدر جازم تھا جیسے پتھر کی لکیر۔

۱۔ ذات و صفاتِ الٰہی

۲۔ نبوت و رسالت

۳۔ عالم آخرت

یہ تین چیزیں وہ ہیں جن پر میرا ایمان وایقان ایسا راسخ وصادق تھا کہ مجھے اس پر کسی مزید دلیل وبرہان کی حاجت نہ تھی۔ دراصل اسباب وقرائن اور میرے پیہم تجربوں نے یہ باتیں اور بھی میرے ذہن نشین کر دی تھیں اور اگر میں ان اسباب وقرائن کو حدودِ تحریر میں لاکر زبانِ قلم سے بیان کرنا چاہوں، تو یہ ہو نہ سکے گا۔

بہر حال کہنا یہ ہے کہ جب مجھے اس امر کا یقین ہو گیا کہ عالم آخرت کی سعادت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی، جب تک تقویٰ اور پرہیز گاری کو اپنا شعار اور خواہشات نفس کے ترک کو اپنا معمول نہ بنایا جائے۔

اور یہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک تمام دنیاوی تعلقات ختم نہ ہوں اور یہ علاقے اس وقت ختم ہو سکتے ہیں جب اس دارِ ناپائیدار سے روگردانی اختیار کی جائے اور عالم آخرت بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع لایا جائے۔

اور یہ بات اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب آدمی حبِ جاہ ومال سے اعراض کرے اور دنیاوی مشاغل وتعلقات سے دور بھاگے۔

اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد جب میں نے اپنے گردوپیش پر نظر دوڑائی اور اپنے ماحول کو ٹٹولا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں دنیاوی تعلقات وعلائق میں گرفتار ہوں جنہوں نے ہر چہار جانب ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔

پھر میں نے اپنی مصروفیات پر نگاہ ڈالی تو ان کا بیشتر حصہ تعلیم وتدریس پایا، لیکن مجھے خیال آیا کہ اس درس وتدریس میں کچھ وہ علوم وفنون بھی داخل ہیں جن کی چنداں حاجت نہیں اور نہ وہ طریق آخرت میں مفید ہیں۔

اب میں نے باقی علوم پر نگاہ ڈالی کہ ان کی تعلیم وتدریس میں میری نیت کیسی ہے اور مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ خدمت خالصاً لوجہ اللہ نہیں، بلکہ طلب جاہ وشہرت پسندی وناموری بھی اس کی محرک ہے اور یہ چیز بھی مجھے اس خدمت پر ابھارتی ہے۔

ان حالات میں مجھے یقین ہو گیا کہ میں دوزخ کے کنارے کھڑا ہوں اور اگر میں نے ان کی تلافی نہ کی تو قریب ہے کہ میں دوزخ میں گر جاؤں اور یہ فکر مجھ پر سوار ہو گئی کہ اب کیا، کیا جائے؟

حالات ابھی قابو سے باہر نہ تھے، زمامِ اختیار میرے ہاتھ میں تھی، اس لئے میں کبھی تو یہ

عزم مصمم کرلیتا کہ کسی دن بغداد سے نکل کھڑا ہوں اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ دوں اور کبھی خیال کرتا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ تذبذب کا یہ عالم تھا کہ ایک قدم آگے بڑھاتا تو دوسرا پیچھے ہٹاتا اور اگر کسی صبح کو حصول آخرت کی سچی رغبتَ دل میں پیدا ہوتی، تو اسی شام کو خواہشاتِ نفس حملہ آور ہو کر خیالات کو منتشر کردیتی تھیں۔

حالت یہ تھی کہ ایک طرف اگر دنیاوی خواہشات میرے پاؤں میں زنجیر ڈال کر مجھے کسی مقام پر روکنا چاہتیں تو دوسری طرف سے ایمان کا منادی پکار لگاتا کہ سفر آخرت کا وقت آ گیا تھوڑی عمر اور باقی ہے، سفر دور دراز کا ہے اور علوم وفنون کا جو بکھیڑا تم نے پھیلا رکھا ہے یہ سب وہمی اور خیالی باتیں ہیں۔ اب بھی وقت ہے کہ اس سفر کی تیاری کرلو، ورنہ پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔ یہ علاقے اور رشتے اگر آج ختم نہ ہوئے، تو پھر کچھ نہ بن پڑے گا۔

ان غیبی آوازوں کو سن کر جب میں خواہشات نفس سے جنگ وفرار کا ارادہ کرتا، تو شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا کہ یہ عارضی خیالات اور بے بنیاد باتیں ہیں، ان پر مت لگنا یہ تو اب ختم ہوئے جاتے ہیں اور اگر تم نے ان وہمی خیالات کی پیروی میں اس جاہ ومنصب اور شان وشوکت کو چھوڑ دیا جو تمہیں بلا تعب وبغیر محنت حاصل ہیں، تو پھر تمہارا نفس انہیں کی خواہش کرے گا۔ پھر اس منصب ووجاہت کی تم آرزو کرو گے، لیکن یاد رکھنا یہ اعزاز حاصل نہ کرسکو گے۔

کم وبیش چھ ماہ کی مدت اسی تردد اور کش مکش میں گزر گئی۔ جب میں دنیاوی علاقوں پر نظر دوڑاتا تو وہ اپنی رنگینیاں دکھا کر میرا دل لبھاتے اور دوسری طرف متوجہ نہ ہونے دیتے اور اخروی زندگی نگاہ میں آتی تو پھر وہی دل میں کُھب جاتی اور کوئی چیز نہ بھاتی۔

غرض یہ کہ میں جب ۴۸۸ھ سے آخر ذی الحجہ سن مذکور تک اسی کشاکش میں مبتلا رہا اور وہی مضمون تھا کہ "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن"

انہیں ترددات میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ ماہ ذی الحجہ میں، میں بے اختیار سا ہوگیا۔ اضطراب وبے چینی نے بڑھ کر وارفتگی کی حالت پیدا کردی۔ میری زبان بند ہوگئی، درس وتدریس کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ میں کوشش بھی کرتا کہ شوقین طلبہ کو ایک آدھ کتاب پڑھا دوں، تو زبان ساتھ نہ دیتی اور میں ایک لفظ نہ پڑھا سکتا۔

اس زبان بندی سے مجھے جو قلق ہوا، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ میری قوت ہاضمہ خراب ہوگئی۔ جو کھاتا

پیتا وہ ہضم نہ ہوتا۔ کھانے کا کوئی لقمہ یا پانی کا ایک گھونٹ حلق سے نیچے نہ اترتا۔ قوت جواب دے گئی، ہمت پست ہوگئی، اطباء نے علاج معالجہ سے ہاتھ اٹھالیا۔ چاروں طرف سے مایوسی نے گھیر لیا۔ معالجوں نے تشخیص کی کہ کوئی قلبی صدمہ پہنچا ہے اور اسی کا اثر تمام اعضائے بدن پر ہوا ہے جس نے مزاج کو فاسد کر دیا ہے۔ اب سوائے اس کے کوئی صورت ممکن نہیں کہ جس طرح بن پڑے انہیں اس قلبی صدمہ اور دلی غم واندوہ سے نجات دلائی جائے تا کہ انہیں سکون وراحت ملے، ورنہ اس حالت میں کوئی علاج و معالجہ سود مند نہیں ہوسکتا۔

اب جبکہ میں ہر طرف سے مایوس ہوگیا اور میں نے محسوس کرلیا کہ اب یہ معاملہ اختیار سے باہر ہوا جاتا ہے اور میں ایک عاجز محض سا ہوا جارہا ہوں، تو میں نے مضطرو مجبور، پریشان ومعذور بندے کی طرح بارگاہِ اولا الٰہی میں ہاتھ اٹھائے اور التجائیں کیں کہ اے الہ العالمین کرم فرما اور مجھے اس طوفان سے ساحل مقصود تک پہنچا۔

اور وہ جس کی بارگاہِ رفیع میں بے قراروں، آشفتہ حالوں کی دعائیں پہنچتی اور مقبول ہوتی ہیں، اس نے میری بھی التجائیں سنیں اور میری دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا۔ میرے دل کا بوجھ ہلکا ہوگیا اور میں نے فیصلہ کرلیا کہ اس دنیاوی عزت ووجاہت بلکہ اہل وعیال اور احباب کو راہِ مولیٰ میں چھوڑ دینا کچھ مشکل نہیں، چنانچہ میں نے سفر مکہ معظمہ کا عزم سب پر ظاہر کر دیا اور سفر کا قطعی ارادہ کرلیا۔

اور اگر چہ میری دلی خواہش تو یہ تھی کہ میں شام کی طرف چلوں اور وہیں مقیم ہو جاؤں۔ لیکن خوف یہ تھا کہ اگر خلیفۂ وقت اور دوسرے امراء واصحاب کو اس بات کا علم ہوگیا کہ میں ملک شام میں اقامت کا قصد رکھتا ہوں، تو پھر یہ لوگ آڑے آجائیں گے اور میری دیرینہ خواہش کی تکمیل نہ ہوگی، اس لئے میں نے لطائف الحیل سے کام لیا، لیکن یہ سب پر واضح کر دیا کہ اب میں بغداد شریف واپسی کا ارادہ نہیں رکھتا۔

لیکن جیسے ہی یہ بات امراء وارکانِ سلطنت بلکہ علماء وائمہ عراق کے کانوں تک پہنچی وہ گھبرا گئے اور جب التجاء والتماس سے انہوں نے کام بنتا نہ دیکھا تو مجھ پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع کر دی۔

دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت کے علماء وائمہ میرے مقصود کو نہ پاسکے اور وہ یہ بات سمجھ نہ پائے کہ اس منصب ووجاہت پر لات مارنے کا اصل سبب بھی خدمتِ دین ہے۔ ان کے دل و

دماغ پر یہ بات حاوی تھی کہ خدمت دین کی بدولت جو منصب رفیع کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے، وہ وہی ہے جو غزالی کو حاصل ہے (اور اس منصب رفیع سے اعراض کے معنی یہ ہیں کہ وہ خدمتِ دین سے پہلوتہی کر رہے ہیں)۔

پھر طبقۂ عوام میں کچھ اور ہی چرچے تھے۔ کچھ بیچارے تو یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ ترک وطن امراء وارکان سلطنت کے اشارے پر ہو رہا ہے اور یہ وہ لوگ تھے جو عراق سے کافی فاصلہ پر بود و باش رکھتے تھے، حالانکہ امراء وحکام کے پاس اٹھنے بیٹھنے والوں پر یہ امر آشکارا تھا کہ حکام وقت تو نہایت الحاح وزاری کے ساتھ مجھے روک رہے تھے اور مجھے اصرار تھا، اسی باعث میں ان سے روگردانی کرتا رہا اور ان کی کسی بات کی جانب میں نے التفات نہ کیا۔

انہیں عوام میں کچھ ایسے بھی بھولے بھالے مسلمان تھے جو اپنی سادہ لوحی کے باعث یہ کہتے تھے کہ اہل اسلام پر کسی کی نظر بد لگی ہے اور علماء دین کو کسی کی بری نگاہیں کھائے جا رہی ہیں اور پھر کہتے کہ بھئی تقدیر ومشیت الٰہی یہی ہے۔ خدا اور رسول ﷺ کو یوں ہی منظور ہے۔

حالات کی رفتار یہی تھی، لیکن اصل حقیقت میری نظروں میں تھی اور اسی لئے میں بغداد سے نکل کھڑا ہوا۔ سارا مال ومتاع جو میرے قبضے میں تھا، اس میں سے بقدر کفاف اپنے اور اہل وعیال کے لئے رکھ لیا اور باقی مال واسباب یہ سمجھ کر وہیں چھوڑ دیا کہ عراق کا مال عراقیوں کی فلاح وبہبود اور رفاہِ عامہ میں صرف ہونا چاہئے۔ یہ سب مسلمانوں پر وقف ہے اور عوام الناس کی بہبودی میں صرف کرنے کے لئے اس مال سے بہتر کون سا مال ہو سکتا ہے جسے کسی عالم دین نے اپنے اہل وعیال کے لئے کمایا ہو۔

خیر، میں نے ملک شام کی راہ لی اور تقریباً دو سال وہاں گزارے اور شام میں میرا تمام وقت گوشہ نشینی، تنہائی اور ریاضت ومجاہدہ میں گزرا اور اس کے سوا وہاں کام بھی کیا تھا، نہیں بلکہ وہاں میرا کام ہی تزکیۂ نفس، تہذیب اخلاق اور یاد الٰہی کے لئے تصفیۂ قلب تھا اور یہاں تصوف وسلوک نے میری راہنمائی کی۔

اب میرا مشغلہ یہ تھا کہ میں کبھی تو دمشق کی جامع مسجد میں بہ نیت اعتکاف چلا جاتا اور وہاں کسی منارہ پر چڑھ کر دروازہ بند کر لیتا اور یاد الٰہی میں تمام تمام دن لگا رہتا اور کبھی یہاں سے چل کر بیت المقدس پہنچتا اور اس کے کسی حجرے میں دروازہ بند کر کے بیٹھا رہتا اور پورا پورا دن وہیں گزار دیتا۔

جب یہاں رہتے رہتے عرصہ گزر گیا تو اب میرے دل میں حج بیت اللہ شریف کا شوق پیدا ہوا اور میں نے قصد کر لیا کہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ پہنچ کر وہاں سے برکات حاصل کروں اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہو کر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر فیضانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شرف پاؤں، چنانچہ میں اس ارادہ کے بعد حجازِ مقدس کی طرف روانہ ہو گیا۔

ان مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے فراغت کے بعد مجھے اہل وعیال کی یاد آئی اور وطن کی محبت نے پھر وطن میں کھینچ لیا۔ اگرچہ میں اب مخلوق الٰہی کی طرف واپسی کی لیاقت خود میں نہ پاتا تھا، لیکن وطن واپس پہنچ گیا، لیکن یہاں بھی تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کے لئے یادِ الٰہی میں مصروف رہنا میرا مشغلہ تھا، اسی لئے وطن میں رہتے ہوئے بھی میں خلوت نشین ہو کر رہ گیا۔

یہاں ایک اور دشواری پیش آئی، نئے نئے واقعات کا ظہور، اہل وعیال کی ضروریات اور خود میری معاشی حالت نے میرے مقصود و نصب العین پر برا اثر ڈالا۔ یعنی میری تنہائی اور گوشہ نشینی میں تکدر سا پیدا ہونے لگا۔ اگرچہ میں متفرق اوقات میں فرصت نکال نکال کر عبادت و ریاضت میں مصروف بھی رہتا، اس لئے کہ بایں ہمہ میں اپنی منزل سے غافل اور طمانیت قلب و سکون دل کے حصول سے مایوس نہ تھا۔ دنیاوی علائق اور بندشیں راہ میں حائل ہوتی تھیں، لیکن میں اپنی دھن میں لگا رہتا اور اسی حالت میں، میں نے کامل دس برس گزار دیئے۔

ان خلوتوں میں بکرمہ تعالیٰ مجھ پر جو اسرار و نکات منکشف ہوئے، وہ نا قابل بیان ہیں اور نہ احاطہ تحریر میں لانا آسان، البتہ بہ نیت افادۂ خلق اس میں سے چند باتیں بیان کرتا ہوں۔ اس دوران میں مجھے یقینی و قطعی طور پر یہ حقیقت منکشف ہوئی:

۱۔ حضرات صوفیائے کرام رحمہم اللہ راہِ مولیٰ پر گامزن ہیں اور ان کا طریق و سلوک بارگاہِ الٰہی تک پہنچاتا ہے۔

۲۔ ان کی سیرت و عادت سب سے افضل ہے۔

۳۔ ان کا راستہ باقی راستوں سے صاف اور سیدھا ہے۔

۴۔ ان کے اخلاق باقی لوگوں کے اخلاق سے پاکیزہ تر ہیں۔

بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ تمام عقلاء و حکماء کی عقلیں اور حکمتیں اور اسرارِ شریعت سے جملہ واقفیت رکھنے والوں کی صلاحیتیں اور واقفیتیں اگر مجتمع ہو جائیں، تو بھی حضرات صوفیائے کرام کے

اخلاق و اطوار کا مقابلہ نہیں کر سکتیں، چہ جائیکہ ان سے افضل و برتر ثابت ہوں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ صوفیائے کرام کی تمام ظاہری اور باطنی حرکات و سکنات انوار نبوت سے فیض یاب رہتی ہیں اور روئے زمین پر نور نبوت کے سوا کوئی اور نور نہیں جس سے دوسرے روشنی حاصل کر سکیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ کسی نکتہ چین کے لئے ایسے مسلک و طریق پر اعتراض کی کیا گنجائش نکل سکتی ہے جس کی پہلی شرط ماسوی اللہ سے دل کو خالی کرنا اور جن کی نماز کی تکبیر تحریمہ، ذکر الٰہی میں دل کا مستغرق ہو جانا اور آخری شرط فنافی اللہ کا مقام حاصل کر لینا ہو۔

اور فنافی اللہ ہو جانے کو جو ہم نے تصوف کا آخری مقام قرار دیا ہے۔ درحقیقت یہ آخری مقام نہیں، اسے آخری مقام اس لئے کہا جاتا ہے کہ جہاں تک انسان کے کسب واختیار اور ریاضات و مجاہدات کا تعلق ہے وہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا، ورنہ یہ تو سلوک کا پہلا مقام ہے اور اس سے پہلے کے تمام مقامات کسی مکان کی دہلیز کی طرح ہیں کہ مکان میں داخلہ کے لئے دہلیز عبور کرنا امرنا گزیر ہے۔

یہی وہ منزل ہے جس کے پہلے ہی مرحلے سے مشاہدات و مکاشفات کی ابتدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ سالک عالم بیداری میں فرشتوں اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مبارک روحوں کو دیکھتا، بلکہ ان کی آوازوں کو سنتا اور ان سے فیض حاصل کرتا ہے۔

پھر ان صورتوں اور مثالوں کے مشاہدے میں سالک یہاں تک ترقی کر جاتا ہے کہ نہ تو قوت ناطقہ اس حالت و کیفیت کو بیان کر سکتی ہے اور نہ کوئی متکلم اسے الفاظ میں لا سکتا ہے جن میں صریح غلطیاں نہ ہوں، یعنی یہ کہ انسان ان کیفیات و لذائذ کو بیان ہی نہیں کر سکتا اور جو بیان کرتے ہیں، انہیں رسائی نہیں

ایں مدعیاں در طلبش بے خبر انند وآں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

رفتہ رفتہ سالک تصرف ربانی و قرب الٰہی کے باعث وہ مقام حاصل کر لیتا ہے جسے بعض نادان حلول سے تعبیر کرتے ہیں اور کچھ احمق اسے اتحاد سمجھتے ہیں اور کچھ لوگ اسے وصول کہتے ہیں اور حق یہ ہے کہ یہ تمام واہی خیالات ہیں۔ اس کی قدرے وضاحت ہم نے اپنی کتاب "مقصد الاقصیٰ" میں کی ہے۔

ہاں تو کہنا یہ ہے کہ اس کیفیت ولذت کے شناسا بھی اگر اس کے متعلق کچھ زبان کھولیں تو اتنا کہہ کر خاموش ہو جائیں گے کہ۔

وکان ما کان مما لست اذکرہٗ   فظن خیرًا ولا تسئل عن الخیر

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں   محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

بالجملہ جس نے علم تصوف کا مزہ چکھا نہیں، اس نے نبوت کا نام ہی جانا اور حقیقت کو نہ پہچانا۔

ذوقِ ایں مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

اور اولیاء کرام بارگاہِ الٰہی یعنی خدا تعالیٰ کے دوستداروں کی کرامتیں بھی دراصل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے معجزے کی ہدایات ہیں اور حضور اقدس ﷺ کو یہ حالت انہیں ایام میں حاصل تھی جبکہ آپ ﷺ دنیاوی معاملات سے تعلقات قطع کر کے غار حرا میں تشریف لے جاتے اور وہاں خلوت میں اپنے پروردگار اعلیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے، یہاں تک کہ ان اطراف کے عرب باشندے یہ کہنے لگے تھے کہ: محمد (ﷺ) تو اپنے خدا تعالیٰ کی محبت میں سب کو چھوڑ بیٹھے ہیں، کسی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

غرض یہ وہ حالت ہے جس کو راہ سلوک پر چلنے والے اور اس کا ذوق رکھنے والے ہی خوب جانتے ہیں۔ ہاں جسے یہ ذوق ووجدان اور عرفان میسر نہیں، وہ اپنے تجربہ ومشاہدہ یا اہل تحقیق سے سن کر معلوم کرسکتا ہے۔ بشرطیکہ اسے ان حضرات کی صحبت اور نشست وبرخاست کے کافی مواقع حاصل ہوں۔

بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ ان حضرات اولیائے کرام رحمہم اللہ کی صحبت میں بیٹھنے والے علامات وقرائن سے بھی اس حالت کو دریافت کر لیتے ہیں۔ بلکہ ان کی صحبت ومجالست کا التزام کرنے والے خود بھی ایمانی کیفیت حاصل کرسکتے ہیں اور کرتے ہیں:

هم قوم لا یشقٰی جلیسهم   یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہم نشین سعادت سے محروم نہیں رہتا۔

پھر یہ تو وہ کیفیت وحالت ہے کہ جس شخص کو ان کی دولتِ صحبت اور ذوق وشوق کی سعادت میسر نہ آئے، اسے اس حالت کا یقین دلانے کے لئے دلائل وبراہین قطعیہ بھی قائم کیے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے اپنی مشہور کتاب "احیاء العلوم" کے بیان "عجائب القلوب" میں اس پر تفصیلی بحث کی

ہے۔ غرض یہ کہ یہاں تین درجے متصور ہیں:

۱۔ علم، یعنی برہان و دلیل سے اس حالت کا ثبوت۔

۲۔ ذوق، یعنی اس حالت کی مزاولت اور دائمی مشق۔

۳۔ ایمان، یعنی سماعت و تجربے کے بعد حُسنِ ظن اور قبولیت۔

اور قرآن کریم فرماتا ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں اور ان لوگوں کو جنہیں علم دیا گیا ہے درجوں میں بلند فرماتا ہے۔

اور ان کے علاوہ جاہلوں کا ایک گروہ اور ہے جو اس حقیقت کا منکر ہے، بلکہ اس حالت کا مذاق اڑاتا ہے اور اس کا ذکر سن کر حیرت و استعجاب سے کانوں پر ہاتھ رکھتا ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے؟

قرآن کریم ایسوں ہی کے حق میں ارشاد فرماتا ہے:

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا (الٰی قولہٖ تعالٰی) ابصارھم

یعنی اور ان میں سے بعض تمہارے قول کو سنتے ہیں، یہاں تک کہ جب یہ منافق تمہارے پاس سے نکل کر جائیں تو علم والوں سے کہتے ہیں کہ ابھی انہوں نے کیا فرمایا۔ یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر ثبت کر دی اور یہ اپنی خواہشوں کے تابع ہوئے اور یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ کریم نے رحمت کی اور انہیں حق سے بہرہ کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

ان تمام مباحث کے بعد اب ہم اصل مضمون کی طرف رجوع ہوتے اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرات صوفیائے کرام رضی اللہ عنہم کے طریقۂ مرضیہ پر چلنے اور تصوف و سلوک کی معرفت حاصل کرنے کے بعد مجھ پر نبوت کی حقیقت کس طرح روشن ہوئی۔

حواشی:

ا۔۔۔۔امام قشیری اپنے مشہور رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ وصحابہ کے زمان برکت نشان میں "صحابہ" یا "اصحاب" کے لقب کے سوا کسی اور لقب کا نام ونشان نہ تھا، اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کی صحبت کے شرف سے بڑھ کر اور کون سا شرف تصور و وہم میں آسکتا تھا کہ وہ ایجاد ہوتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین اور بعد ازاں تبع تابعین کا لقب اہل اسلام میں ایجاد ہوا۔ یہ زمانہ بھی گزر گیا تو بزرگان ملت زاہد وعابد کے نام ولقب سے موسوم وملقب ہوئے، لیکن زہد وعبادت کا دعویٰ عام ہو چکا تھا، یہاں تک کہ اہلِ بدعت بھی اس کے مدعی بننے لگے۔ اس لئے جو لوگ خاص اہل سنت وجماعت سے ہیں زہد وریاضت میں مشغول ہوئے، وہ صوفی کہلائے اور یہ لقب دوسری صدی ہجری کے اختتام سے پہلے رواج پا گیا۔ (رسالہ قشیری)

۲۔۔۔۔تحقیق اور کاوش سے معلوم ہوتا ہے کہ دس برس کی مدتِ سفر میں امام صاحب کی حالت یکساں نہیں رہی۔ مدتوں اگر ان پر جذب ومحویت طاری رہی، تو برسوں وہ سلوک کے عالم میں بھی رہے، بلکہ ہر قسم کے علمی مشاغل میں بھی مصروف رہتے تھے۔ ابو الحسن علی بن مسلم جو امام صاحب کے شاگردوں میں بہت بڑے فاضل گزرے ہیں اور جن کو قوم کی زبان سے "جمال الاسلام" کا لقب ملا، انہوں نے سفر ہی کی حالت میں بمقام دمشق امام صاحب سے علم کی تحصیل کی تھی۔ اسی سفر میں آپ نے بیت المقدس والوں کی فرمائش سے رسالہ "قواعد العقائد" لکھا۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ امام صاحب نے "احیاء العلوم" اسی سفر میں تصنیف فرمائی اور دمشق میں کتاب مذکور کو ہزاروں شائقین نے خود انہیں سے پڑھا۔ (مترجم عفی عنہ)

۳۔۔۔۔یہ سچ ہے۔

بدل گفتم کہ از دلبر خبر جو!!! دل آں جا رفت واو ہم بیخبر شد

مولانا حسن رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ عرض کرتے ہیں

پار اترتا ہے کوئی، غرق کوئی ہوتا ہے کہیں پایاب کہیں جوش میں دریا تیرا
نئے انداز کی خلوت ہے یہ اے پردہ نشیں آنکھیں مشتاق رہیں دل میں ہو جلوا تیرا
چاک ہو جائیں گے دل، جیب وگریباں کس کے دے نہ چھپنے کی جگہ راز کو پردا تیرا
سچ ہے انسان کو کچھ کھو کے ملا کرتا ہے آپ کو کھو کے تجھے پائے گا جویا تیرا

۴۔۔۔۔اولیائے کرام کو اللہ عزوجل نے بہت بڑی طاقت بخشی ہے۔ ان میں جو اصحابِ خدمت ہیں، ان کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے۔ سیاہ وسفید کے مالک ومختار بنا دیئے جاتے ہیں۔ یہ حضرات نبی اکرم ﷺ کے سچے نائب ہیں، ان کو اختیارات وتصرفات حضور انور ﷺ کی نیابت میں ملتے ہیں۔ علوم غیبیہ ان پر منکشف ہوتے ہیں، مگر بے وساطت رسول کوئی غیر نبی کسی غیب پر مطلع نہیں ہوسکتا۔ کرامتِ اولیاء حق ہے اور اس کا منکر گمراہ وبدمذہب۔ مردہ زندہ کرنا، مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا۔ مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا، غرض تمام خوارق عادات اولیاء اللہ سے ممکن ہیں۔ سوا اس معجزہ کے جس کی بابت دوسروں کے لئے ممانعت ثابت ہو چکی ہے جیسے دنیا میں بیداری میں اللہ عزوجل کے دیدار یا کلام حقیقی سے مشرف ہونا، اس کا جو اپنے یا کسی ولی کے لئے دعویٰ کرے کافر ہے۔ ان سے استمداد واستعانت محبوب اور ان کے مزارات پر حاضری مسلمان کے لئے باعث برکت ہے اور ان کو دور ونزدیک سے پکارنا سلف صالحین کا طریقہ ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

گیارہ نکات ۔۔۔ چند توجہ طلب امور

ملک محبوب الرسول قادری

ہر صحیح العقیدہ مسلمان کو گیارہ نکات پیش نظر رکھنے چاہئیں۔

(۱) فرائض وواجبات کی ادائیگی کو ہر کام پر اولیت دیجئے اسی طرح جرم کے کاموں اور بدعات سے اجتناب کیجئے کہ اسی میں دنیاوآخرت میں بھلائی ہے۔

(۲) فریضۂ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ تمام تر کوشش سے ادا کیجئے کہ کوئی ریاضت ومجاہدہ ان فرائض کی ادائیگی کے برابر نہیں ہے۔

(۳) خوش اخلاقی، حُسن معاملہ اور وعدہ وفائی کو اپنا شعار بنائیے۔

(۴) قرض ہر صورت میں ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں لیکن قرض معاف نہیں کیا جاتا۔

(۵) قرآن پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لئے کلام پاک کا بہترین ترجمہ "کنز الایمان" از امام احمد رضا بریلوی پڑھ کر ایمان تازہ کیجئے۔

(۶) دین متین کی صحیح شناسائی کے لئے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔ جو حضرات خود نہ پڑھ سکیں وہ اپنے پڑھے لکھے بھائی سے درخواست کریں کہ وہ پڑھ کر سنائے۔

(۷) فاتحہ، عرس، میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی تقریبات میں کھانے، شیرینی اور پھلوں کے علاوہ علماء اہل سنت کی تصانیف بھی تقسیم کیجئے۔

(۸) ہر شہر اور ہر محلہ میں لائبریری قائم کیجئے اور اس میں علماء اہل سنت کا لٹریچر ذخیرہ کیجئے کہ تبلیغِ دین کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

(۹) ہر شہر میں سنی لٹریچر فراہم کرنے کے لئے کتب خانے قائم کیجئے یہ تبلیغ بھی ہے اور بہترین تجارت بھی۔

(۱۰) جمعیت علماء پاکستان، جماعت اہل سنت اور انجمن طلباء اسلام کی ہر ممکن امداد اور سرپرستی کیجئے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کے احکام وفرامین جاننے، ان پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کے لئے دعوت اسلامی کی تحریک میں شمولیت اختیار کیجئے۔

(انٹرنیشنل غوث فورم)

دھوپ اگلتے چاند

علامہ سیّد ریاض حسین شاہ کے علم افروز شذرات

ادارہ تعلیمات اسلامیہ راولپنڈی کے بانی اور جماعت اہل سنت پاکستان کے ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ کچھ عرصہ روزنامہ اوصاف میں کوثر رحمت کے نام سے مستقل مضامین لکھتے رہے۔ جو علم افروز بھی ہیں اور روح پرور بھی۔ ان کے مطالعہ سے قاری کو فکر و عمل میں یکسوئی اور علم کے حصول کی طرف میلان کی نعمت ملے گی۔ ہم نے اپنی اشاعت خاص "علم، باعث شرف انسانیت" کے لئے کچھ لکھنے کی درخواست کی تو شاہ جی نے اپنے مایہ ناز مضامین کا مجموعہ عنایت کر دیا یہ تحریر کامل توجہ سے مطالعہ کے متقاضی ہے۔ ہم حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کے علاوہ روزنامہ اوصاف کے چیف ایڈیٹر اور اپنے کرم فرما دوست گرامی قدر محمد مہتاب خان عباسی کے شکر گزار ہیں۔ نیز محترم بہاء الدین اور احسان احمد بھٹی صاحب کا بھی شکریہ۔۔۔۔ (ملک محبوب الرسول قادری)

(۱) قرآن کے سرچشموں سے فیض یاب ہوتے رہے

روشنی اور ظلمت کا مجادلہ ہو گیا۔ شیطان شیطانی کر گیا۔ اس نے اپنی حرکت سے چاہا کہ قرآن حکیم کی فروزاں قندیلوں کو گل کر دے اور نسبتوں کے ستاروں کے سامنے کالی گالیوں کی چادریں تان کر کھڑا ہو جائے تاکہ لوگ جمال رسول ﷺ کا عکس اور پرتو دیکھنے سے محروم ہو جائیں۔

روشنی مظلوم سمجھتی رہی شاید ظلمت مجھے دیکھ کر میری صداقتوں کا کلمہ پڑھ لے گی۔ اسے اندازہ نہ ہو سکا کہ بچھو کی نظر نہیں ہوتی۔ رات ہو یا دن، مکہ ہو یا مدینہ اس نے ڈنک مارنا ہوتا ہے۔ اس کے لیے اس کی فطرت مجبوری ہوتی ہے۔ جگہوں اور نسبتوں کا تقدس کوئی معنی نہیں رکھتا۔ شاید روشنی کو یہ بھی پتہ

نہیں کہ سانپ بہرا ہوتا ہے، وہ آنکھوں میں تصویریں اتار سکتا ہے لیکن آواز غوث کی بھی ہو تو وہ سن نہیں سکتا۔ اسے قرآن کی آیتیں سناؤ وہ اپنی فطرت اور تخلیق سے مجبور ہے۔ اسے قرآن مجید کی آیتیں اپنے اثر اور تاثیر کے اعجاز سے "مور اور بلبل" کچھ بھی نہیں بنا سکتیں۔ بہرا ہونا اس کا مقدر ہے۔

خوش بخت شخص ہو، ذہین آدمی ہو اور صاحبِ نگاہ اور صاحبِ حال ہو تو اس کی یہ کرامت ہوتی ہے کہ وہ خساروں کو دینی منفعتوں میں تبدیل کر دیتا ہے جب کہ جاہل اور غبی انسان جب دوسروں کے لئے ایک مصیبت کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا ہے تو اپنے لئے سو مصیبتوں کے دروازے کھول لیتا ہے۔

مکہ کے سیاہ بخت، بدقسمت اور قرآنی آوازوں کے اعجاز کو تسلیم کرنے سے محروم مشرکین نے جب رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے نکال دیا تو دنیا پوری میں اسلامی فلاحی ریاست کے قیام کے لیے عالم انسانیت کی نگاہیں مدینہ کی تاریخ پر جم گئیں۔۔۔۔!!!

حسین مظلوم، عباس شہید اور علی اصغر رضی اللہ عنہم معصوم کے ساتھ ریاستی جبر کی پلید علامت یزید نے جو کچھ کیا تاریخ آج بھی اسے پڑھ اور دیکھ کر لرز جاتی ہے، لیکن تاریخ انگشت بدنداں ہے کہ یزید کی تاریخ گندگی اور پلیدی کا ڈھیر بن گئی اور حسین رضی اللہ عنہ کی تاریخ عزم و ہمت اور سربلندی و عزت کے چشموں سے پھوٹنے والی روشنی کی "بزم تابندہ" ہو گئی ہے۔ ظلمت یزید کی اولاد ہو گئی اور اُجالے حسین رضی اللہ عنہ کے قدموں سے پھوٹنے لگ گئے۔

قرآن کے لیے احمد بن حنبل کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ امام رضا کا یہ پوتا مرید کوڑے کھاتا گیا اور قرآنی صداقتوں کی تحقیق پر "جان بھی قربان ہے" کے عزم سجاتا چلا گیا۔ کیا تاریخ نے اسے اہل سنت کا امام نہیں بنا دیا۔ گالیاں دینے والا شخص فضلۂ غفلت ہوتا ہے اور قرآن مجید پڑھنے والا شخص خدا کی امانتوں کا پرچم بردار ہوتا ہے۔

امام ابوحنیفہ، امام زید، امام باقر اور جعفر صادق کی روحانی امانتوں کا علم بردار اہل بیتِ اطہار سے وفا اور نظام مصطفیٰ ﷺ کی محبت میں جیل کے اندر ڈال دیا گیا۔ کیا وہ زمانہ یہ اندازہ کر سکتا تھا کہ تاریکیاں اور ظلمتیں جس رجل عظیم کو اپنے محاصرے میں لے کر جشن منا رہی تھیں جیتا کون؟ سب وشتم کرنے والے اور سلطانوں کی راہ میں پڑے ہفوات گوئندہ یا پھر اندھیروں میں بھی قرآن پڑھنے

اہل بیت اطہار اور اصحاب اخیار کا مخلص خادم

ابوحنیفہ زندہ باد۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا آپ جانتے ہیں کہکشانِ علم وعرفان کے اس تابندہ تارے کو جس کا نام امام سرخسی ہے اسے اندھے کنویں میں ڈال دیا گیا لیکن وہ جن کے قدموں میں بیٹھا تھا وہ وہی تھے جن کے بارے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فرمایا:

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا — تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

امام سرخسی اندھے کنویں سے اُمت مسلمہ کے لیے "علمی خزائن" کا تحفہ لے کر آئے۔ سید بھی بے چارے سادے ہیں ان میں اتنا حوصلہ تو ہونا چاہئے کہ چاند کو دیکھو اسے کون کون نہیں بھونکتا رہتا لیکن وہ چاندنی دینے میں بخیل نہیں ہوتا۔

ابن اثیر کو گھر میں بٹھا دیا گیا لیکن انہوں نے جامع الاصول اور النہایہ اسی زمانہ میں لکھیں۔

ابن جوزی کو جب بغداد سے نکالا گیا تو اس نے "قرأت سبعہ" پر زبردست تصنیف ورثہ میں چھوڑی۔

آج اس دور میں امام مالک کی تاریخ پڑھنے کا حوصلہ رکھنے والے لوگ کہاں تلاش کئے جائیں جو کوڑے کھا کر کوڑے مارنے والوں کے بارے میں کہے:

"یہ حضور ﷺ کی چچا کی اولاد ہیں ان کی نسبت زندہ باد"۔

عالم محبت میں "احمد رضا بریلوی" کی عظمت کا سکہ ہمیشہ جاری رہے گا کہ ان کے قلم سے ہزاروں فتاویٰ صادر ہوئے لیکن انہوں نے ہر فتویٰ کے آخر میں خود کو آل رسول کا غلام لکھا اور ان کی خاک پا ہونے کو فخر جانا۔ نور اور ظلمت والوں میں کتنا فرق ہے، جو نور والے ہیں وہ خود کو خاک پائے آلِ رسول گردانتے ہیں اور ظلمت والے سیدوں سے کہتے ہیں تم کتوں کی طرح بھونکتے ہو۔ زمین اور آسمان میں بڑا فرق ہے۔ ایک مولوی صاحب جوش خطابت میں کہنے لگے میں سیدوں کو جوتی کی نوک پر رکھتا ہوں۔ لوگوں کے عزائم کس قدر بھاری ہوتے جا رہے ہیں یہ دور ہے گوشہ نشینی کا۔ جب کوئی شخص پھر یزید بن کر "اقدار عالیہ" کے خرمن میں نحوستوں کی آگ روشن کرنے کی کوشش کرے گا حسین ؓ کے شہزادے خود بخود سامنے آجائیں گے، اس لیے کہ یہ انسانیت کی اساسی ضرورت ہیں۔

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ — اللہ کا فیصلہ قریب آگیا ہے سو تم اس کے بارے میں جلدی نہ کرو۔ (النحل:۱)

یادرکھنے والی بات یہ ہے:

اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرہ:۲۶۸)

شیطان تمہیں ڈراتا رہتا ہے کہ تنگ دست ہو جاؤ گے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا رہتا ہے اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور خاص فضل کا وعدہ فرماتا ہے۔

وہ لوگ جنہوں نے صبح کے اُجالے بانٹنے ہوتے ہیں، قرآن کی رحمتیں تقسیم کرنی ہوتی ہیں اور حقائق کے قلعوں کی حفاظت اور چوکی کا نظام مضبوط کرنا ہوتا ہے وہ کم حوصلہ نہیں ہوتے۔ وہ جانتے ہیں کہ دنیا میں ایسے بے وقوف اور احمق لوگوں کی کمی نہیں ہوتی، ایسے لوگ بھی موجود رہتے ہیں جو کائنات کے پالن ہار کو بھی لاشریک تسلیم نہیں کرتے۔ ان کی زبانیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی ہفوات بکتی رہتی ہیں۔ اس دنیا میں لوگوں نے محسن انسانیت ﷺ کو بھی نہیں چھوڑا۔ صحابہ کو بھی سب و شتم کیا، اہل بیت اطہار کے حضور میں گستاخیاں کیں، ہم تم تنقید اور سب سے کب بچ سکتے ہیں۔ جب تک آپ لوگوں کے اندر صلاحیت کے نور کے ساتھ رہ رہے ہیں لوگ آپ کو برباد کرنے کے منصوبے بناتے رہیں گے۔

ہاں اس وقت تک جب تک آپ زمین میں سما نہ جائیں یا آسمان پر چڑھ جائیں اور اس طرح ان کی نظروں سے دور ہو جائیں، اگر آپ ان کے اندر رہیں گے تو وہ آپ کو اذیت پہنچاتے رہیں گے، آنسو نکلتے رہیں گے، نیندیں اڑیں گی، خلوتیں اور جلوتیں کربلا کا نقشہ پیش کریں گی۔

جی ہاں ایک راستہ ہے لوگ آپ سے ناراض نہیں ہوں گے۔ آپ علم سے دور ہو جائیں اور خاموش مٹی کا ڈھیلا بن کر کسی چٹان کے نیچے دب جائیں۔۔۔۔۔

یا آپ اخلاق عالیہ سے دست کش ہو کر نمایاں نہ ہوں بلکہ پھسپھسی زندگی گذارنے پر آمادہ ہو جائیں، یا پھر پھٹے پھٹے کپڑے پہن کر بے نام ہو جائیں پتہ چلے آپ کے پاس مال نہیں۔

آپ کے دشمن چاہتے ہیں۔

تم کند ذہن ہو جاؤ۔

اخلاقی لحاظ سے تمہارا دیوالیہ ہو جائے۔

مال میں تم صفر بٹہ صفر ہو جاؤ۔
لوگ اپنا گند ہمیشہ تم پر ڈالنے کی کوشش کریں گے۔
بارہا آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ لوگ جب قرآن سن نہیں سکتے تو گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں۔ ایسے میں اگر تمہاری فکری گرفت، عملی استدلال، روحانی نسبت اور وقار و دعوت کا سورج چمکتا ہے تو یہ خسارے کا سودہ نہیں۔ فتح اللہ کی قسم انہی لوگوں کی ہوتی ہے جن کے دل کی دھڑکنیں ان زمزموں کی گونج میں سرشار رہتی ہیں۔

وَالْعَصْرِ ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝
(سورہ العصر: ۱ تا ۳)

قسم زمانہ کی بے شک حق فراموش آدمی ضرور نقصان میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیکیاں کیں اور آپس میں ایک دوسرے کو حق پر چلنے کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہے۔

سوچیں تحریک بن جائیں گی:

"اوصاف" کو اللہ ترقی عطا فرمائے اس کے ذریعے بہت سی بھولی بسری یادیں حافظے کے دریچے میں کھڑی جھانکنے لگ گئی ہیں۔ پچھلے دنوں مجھے اپنے گاؤں جانا ہوا۔ ٹیڑھی میڑھی گلیوں میں راحت و سکون کی خوشبو نصف صدی بعد بھی اسی طرح محسوس ہوئی جیسے دہائیوں سال پہلے محسوس ہوتی تھی۔ مکئی کے پراٹھوں اور ساگ مکھن کی لذتیں اپنی جگہ لیکن پہاڑی چوٹیوں پر بیٹھ کر کڑکڑاتی دھوپ کے رسیلے جام طبیعت کو آج بھی گدگداتے ہیں۔ ٹوٹی پھوٹی گاؤں کی سادہ سی مسجد سے خود کا اذان دینا یاد آتا ہے۔ میرے گاؤں کا ایک بچہ مجھ سے ملا میں نے اس سے قرآن مجید کی تلاوت سننا چاہی اس نے سورۂ عصر کی تلاوت کی اور پھر کہا چاچو آپ چاہیں گے کہ میں آپ کو چند شعر سناؤں میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر چمکارا اور کہا سناؤ کیا سنانا چاہتے ہو؟ اس نے دیہاتی ترنم کے ساتھ "ماہیا خانی" کے انداز میں از ہر درانی کے شعر پڑھے:

کتنی راہوں پر لگائے گا زمانہ قدغن ۔۔۔ تیرے کوچے کی طرف جاتے ہیں سارے راستے
جن پر چل کے ہمیں چلنے کا سلیقہ آیا ۔۔۔ زندگی بھر نہیں بھولیں گے وہ کچے راستے

لٹ گئی عصمت اقدار و شرافت از ہر　　　کاش جاتے نہ میرے گاؤں کو پکے راستے

گاؤں کی مسجد میں پھٹی ٹوٹی چٹائیوں پر بیٹھ کر قرآن پڑھنا یاد آیا۔ یہ بھلے زمانے کی یادیں ہیں جب مولانا حضرات سے علم، عرفان، آگہی، محبت، درد اور اقدار سب کچھ ملا کرتا تھا۔ کافر کافر کے چرخے ظلمتوں کا سوت نہیں کاتتے تھے۔ چشم بینا اور نابینا میں فرق کیا جاتا تھا۔ تاریکی اور روشنی کے قبیلے پہچانے جاتے تھے اور سایہ اور دھوپ دونوں میں معنوی فرق کا عرفان ہوا کرتا تھا۔ ہمیں ہمارے بوڑھے بزرگ ہمیشہ یہی سمجھاتے تھے علم حاصل کرو۔ تعلیم زیورِ حیات ہے۔ قرآن سیکھو یہ پیمبرانہ بصیرتوں کا حقیقت آگاہ آئینہ ہے۔ مسلم ذہن کی تشکیل قرآنی رحمتوں ہی کی تعبیرات میں ہونی چاہئے۔ سچی بات ہے گاؤں کی پرانی زندگی کی یادوں نے نئے دور کا اعتبار ختم کر دیا۔ اب تو ہر لفظ پر کاش کہنے کا دل کرتا ہے کاش! ہم جوان نہ ہوتے، کاش! ہم بوڑھے نہ ہوتے، کاش! ہم نے انگریز کی غلامی نہ کی ہوتی، کاش! شیطانی مذہبوں کی بساط ہمارے آنگن میں کسی نے آکر بچھا نہ دی ہوتی اور وائے کاش! ہم وہی ہوتے جو ہمارے اللہ نے ہمارے بارے میں چاہا۔ کیا ہم میں اب کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے:

میں نے اس کو اپنی آنکھیں دے ڈالیں　　　جس نے میرے گھر کا راستہ پوچھا تھا

نفس الامر میں حقیقت یہی ہے کہ اس وقت دنیا ساری مسلمانوں کی طرف دیکھ رہی ہے "رجال اللہ" کا سرمایہ رکھنے والے مسلمان کب قرآن کی حقیقتوں، روشنیوں اور برکتوں کے ساتھ امامت انسانیت کا فریضہ سرانجام دیں گے۔ انسانیت اس وقت نظری اور فکری پسپائی کا شکار ہے۔ اجتماعی زندگی کے پرسکون رکھنے والے نسخہ کیمیاء سے فرار حماقت سے ہو رہا ہے۔ مغربی قوموں کے قدموں کے نیچے اب وہ پتھر نہیں رہا جس کے باعث اُن کا سماجی ڈھانچہ قائم تھا۔ انہیں ایک روحانی ٹیک کی ضرورت ہے اور بلاشبہ مسلمان قرآن کی صورت میں ان کی یہ ضرورت پوری کر سکتے ہیں۔

ایک انگریز دانشور کا یہ تجزیہ سو فی صد درست ہے "مغربیوں کا معاشرے میں فکر و نظر کی وسعت اور انسانی آزادی کا جو تجربہ ہوا ہے اس کا دائرہ پوری دنیا تک پھیل جائے گا لیکن ان کی وبائی سوچوں کے چہرے پر ایک "Mask" ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان کی مصنوعی خوشیوں کے پیچھے مقہور اور مظلوم اقوام کا ظالمانہ استحصال ہے۔ جس دن یہ ذہنیت سلجھ گئی اور اس نے تعمیری افکار کو دل سے تسلیم کر لیا وہ انسانوں کے لیے خوشیوں کا تہوار ہوگا"۔

عقل دی جا سکتی ہے لیکن مسلم ذہن کی حقیقی تشکیل کے لیے مسلمان علماء اور مشائخ کو اپنا وژن صحیح کرنا ہوگا۔ صورت حال کی سنگینی اس بات کی طالب ہے کہ اُمت مسلمہ کے سفر معکوس پر فی الفور روک لگائی جائے جبکہ اس کار عظیم کے لیے رسول اللہ ﷺ کا مقصد بعثت سمجھنے کی اشد ضرورت ہے اور قرآنی فکر کے فروغ کے بغیر یہ سب کچھ ممکن نہیں ہوسکتا۔

پاکستان کی عسکری تاریخ کے ایک ہیرو ایم ایم عالم ایک مرتبہ اتفاق مسجد لاہور میں مجھ سے ملنے تشریف لائے اور بڑے مزے سے اپنی فکر سے پردے ہٹانے لگ گئے۔ ماتم تو وہ قومی رویے کا کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ ہمارے ہاں ٹیلنٹ کی قدر نہیں کی جاتی جس قوم کو ٹیلنٹ پالش کرنے کا سلیقہ نہ ہو وہ زندگی کی دوڑ میں زیادہ ترقی کرنے کے قابل نہیں ہوتی۔ ضمنی طور پر وہ فرمانے لگے: حضور ﷺ کے سارے اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حافظ قرآن نہیں تھے لیکن سب میں مقصد حیات کا شعور عملی تحرک کے ساتھ موجود تھا ضرورت آج اس تربیت کی ہے کہ ہم اپنا دوست دشمن تو پہچان لیں۔

مسلم امہ کی اصلاح اور فلاح کی ہر کوشش محمود ہے بشرطیکہ وہ قرآنی اقدار میں ردوبدل کے بغیر ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ پندرھویں صدی میں اصلاح و تجدید کے غلغلے ہیں اور شوق تجدید لیے مصلحین اور مجددین بھنبھنا رہے ہیں لیکن آج اسلام کو اندر سے بدلنے کے لئے جو خارجی عوامل کام کر رہے ہیں اس نے اصلاح کی ہر کوشش کو شبہات کی نذر کر دیا ہے اور مغربی دانشور پہلے کی طرح اب بھی اس کوشش میں ہیں کہ اسلام کو کس طرح قابو میں کیا جائے تاکہ اسلام کو ایسی شکل دینے میں وہ کامیاب ہو جائیں جو ان کے آزادانہ ماحول کے عین مطابق ہو۔

اسلام کے خلاف منفی مغربی سرگرمیاں پندرہ نوعیت کی ہیں جس کا ہلکا سا نقشہ پیش کیا جاتا ہے:

(۱) بعض ممالک میں لوگوں کے اندر ترک اسلام کی تحریک بپا کر کے مسلمانوں کی افرادی قوت کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

(۲) قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ فرعون کے زمانے کا دستور اپنا لیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا جائے ان کی انتہائی زہریلی منصوبہ بندی کا سلسلہ عرصہ پچیس سال سے جاری ہے۔

(۳) اسلامی شعائر مٹانے کی ہر ممکن کوششیں ہو رہی ہیں۔ اسلامی تہذیب کا مذاق اڑایا جاتا

ہے۔ ملالہ ایسی عورتیں اس لیے مغربی دنیا کی پسندیدہ ہیں کہ اس کی کتابوں میں شعائر اسلامی کا مذاق اُڑایا گیا ہے۔

(۴) علم وعمل کے ذرائع اور وسائل اسلام کے خلاف استعمال کئے جا رہے ہیں۔

(۵) سلمانوں کو بے توقیر کرنے کی شعوری اور عملی کوشش ہو رہی ہیں۔ "فیک ادب" ڈراموں اور فلموں میں اُن باتوں کی تشہیر ہوتی ہے جن سے مسلمانوں کی توہین ہوتی ہو۔ مسلمان تو ایک طرف رہے قافلہ اول کے لوگوں کو بھی نہیں چھوڑا جا رہا۔

(۶) اسلامی تہذیب وتمدن کے سوتے خشک کرنے کے لیے مختلف اداروں کی معاشی نصرت کی جا رہی ہے۔

(۷) ائنس اور ٹیکنالوجی کے آلات مسلمان ملکوں کے خلاف استعمال کئے جا رہے ہیں۔

(۸) سجدیں اور مدارس ویران کرنے کے لیے ایسی قانون سازی کی جا رہی ہے جس کی مدد سے مدارس اور مساجد سازی کی رفتار آہستہ کی جائے اس سے لابدی امر ہے روحانی آماجگاہوں میں ویرانی چھائے گی۔

(۹) فرقہ وارانہ لڑائیوں کو تیز کرنے کے لیے خفیہ ایجنسیاں بھرپور وار کر رہی ہیں۔

(۱۰) مسلمانوں کی نسلیں تباہ کرنے کے لیے نصاب تعلیم میں تیکنیکی بنیادوں پر ردوبدل کیا جارہا ہے اور مسلمانوں کو ان کی اصل سے دور ہٹانے کی کوشش ہو رہی ہے۔

(۱۱) اسلامی برادری کے معاشی ذرائع کا استیصال ہو رہا ہے۔

(۱۲) اسلامی احکام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔

(۱۳) اُمہ کی ترقی کے لیے مؤثر تھنک ٹینک بنانے کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جا رہی ہیں۔

(۱۴) مسلمان حکمرانوں کی سوچیں ملحدانہ بنانے کی تدبیریں تیکنیکی بنیادوں پر منظم کی جا رہی ہیں۔

(۱۵) اور مسلم اُمہ کا اتحاد ناممکن بنانے کے لیے انتہائی خطرناک بنیادوں پر مسلمانوں کو لڑایا جارہا ہے۔

عالمی سطح پر دو ملتوں کی باہمی کشمکش میں مسلمانوں کی طرف سے اپنے دفاع کی کوششیں برائے نام ہیں۔ خوفناک بات یہ ہے کہ ان کی آواز میں دبدبہ ہے نہ وسعت اور یہ بھی کہ آگے بڑھنے کا عزم بھی کمزور اور ضعیف ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ ہم میں سے ہر ایک سوچے کہ ہم مسلم امہ کو باوقار مقام

دلوانے میں کیا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ان شاء اللہ وقت آئے گا کہ سوچیں مضبوط تحریک بن جائیں گی۔

اشارے کرنے والا بر باد ہے:

ایک دانا شخص کا قول ہے" اساتذہ پڑھا کر امتحان لیتے ہیں اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔انسان کو حالات کے سامنے ہتھیار پھینکنے نہیں چاہئیں بلکہ مسلسل جدوجہد اور تگ و تاز سے حالات کو شکست دیتے رہنا چاہیے"۔

جدید علمی تحقیق ہے کہ ہر انسان کی انگلیوں کے پوروں سے لہریں خارج ہوتی ہیں جو احساسات اور جذبات کی حامل ہوتی ہیں اور ان احساسات اور جذبات کا مرجع قلوب اور ارواح ہوتے ہیں جیسا انسان ہوگا دنیا میں ویسے ہی اعمال ظاہر ہوں گے۔قومیں عام طور پر جو فصل بوتی ہیں وہی کاٹتی ہیں۔ضرورت ہوتی ہے کہ انسانی نفوس کی تطہیر صحیح خطوط پر ہو۔صحیح اور درست معیار ہی اچھے احوال کے ظہور کی ضمانت دے سکتا ہے۔مقدس انسان، مہذب انسان، متقی انسان اور پرہیزگار انسان زمینی ستارے ہوتے ہیں جن کی فکری اور عملی روشنی عالم بالا میں محسوس کی جاتی ہے۔نیک لوگوں کی بزم سجنا انسانی اولین فطرت کا ظہور ہوتا ہے۔اللہ نے ہر انسان کے خمیر میں نیکی رکھی ہے۔یہ فطری بات ہے انسان گناہ پر کڑھتا ہے اور اُسے نیکی کر کے سکون ملتا ہے۔انسانوں کو اپنی فطرت مسخ نہیں کرنی چاہئے ۔وہ لوگ جو نیکیوں، محبتوں الفتوں اور احسن جذبات و احساسات کے مخزنوں سے دور رہتے ہیں وہ آہستہ آہستہ، دھیرے دھیرے موت کے کنارے جا پہنچتے ہیں۔پاکیزہ زندگی کا آب حیات ایک ہی جگہ ہے اُس کی تلاش مقدس سفر ہے ہر انسان کو اس سفر کا آغاز بروقت کرنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا" تمہارے لیے اسوہ حسنہ اللہ کے رسول میں ہے"۔

یہی چراغ ہے جس کی ضیا اور نور زندگی کے تمام گوشوں کو منور کر دیتا ہے۔

عمدہ انسان وہ ہوتا ہے جو دوسروں کو رنج نہیں دیتا۔لوگوں کی ضرورتیں اگر اُس سے وابستہ ہوں تو وہ اُن سے اچھا سلوک کرتا ہے۔صحیح حدیث میں ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ بندے کا حساب لیتے ہوئے فرمائے گا:" اے آدم کے بیٹے! میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھلایا نہیں، وہ کہے گا میں کیسے کھلاتا تو خود رب العالمین ہے۔اللہ فرمائے گا کیا تو نہیں جانتا میرا فلاں بندہ بھوکا تھا لیکن تو نے اُسے کھانا نہیں کھلایا تو اگر اُس کو کھلا دیتا تو اسے میرے پاس پاتا، اے آدم کے بیٹے! میں پیاسا تھا تو

نے مجھے پانی نہیں پلایا۔عرض کرے گا میں کیسے پلاتا تُو تو خود رب العالمین ہے، فرمایا میرا فلاں بندہ پیاسا تھا تو اگر اُسے پانی پلاتا تو اُسے میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی، وہ کہے گا میں عیادت کیسے کرتا تو تو خود رب العٰلمین ہے، فرمائے گا تو نہیں جانتا کہ فلاں شخص بیمار ہوا تھا اگر تو نے اس کی بیمار پرسی کی ہوتی تو مجھے اس کے پاس پاتا"۔

حضور ﷺ نے ہمیشہ معاشرہ کے کچلے ہوئے طبقوں کا ساتھ دیا اور اپنی تعلیمات کی روح بیان فرمائی:

ان النصر للمظلوم بے شک مدد مظلوم کے لئے ہے۔

عورت کے حقوق قرآن حکیم نے بیان کئے کہ وہ تم مردوں کے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔صرف یہی نہیں کہ عورت کے لیے عزت اور تعظیم کا اعلان کیا بلکہ زندہ درگور ہونے والی نسوانیت کے لیے تازہ زندگی کا اعلان کیا یہاں تک کہ ایک عرب شاعر نے کہا پیغمبر ﷺ کی آمد کے بعد تو عورتیں اتنی کثیر ہوگئی ہیں کہ جدھر دیکھو لڑکیاں ہی لڑکیاں نظر آتی ہیں۔غلامی کی لعنت ختم کرنے کے لیے حضور ﷺ نے عملی اقدامات کو عبادت کا درجہ دے دیا۔غلاموں کی رہائی نیکیوں کے شعائر میں خاص اہمیت کی حامل ہوگئی۔حضرت حکیم بن حزام فتح مکہ کے روز ایمان لائے اور پھر ایمانی زندگی میں ایک سو غلام آزاد کرنے کا شرف حاصل کیا۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک قسم کا کفارہ ادا کرنے کے لیے چالیس غلام آزاد کر دئے۔حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار غلام آزاد کئے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار غلاموں کو آزادی کی نعمت سے بہرہ ور کیا۔

مسلم شریف کی حدیث ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "غلام سے اتنا ہی کام لو جتنا وہ کر سکتا ہے جب اُس سے کوئی کام لو تو اس کے ساتھ مل کر کام کرو تا کہ وہ ذلت محسوس نہ کرے اور جب سفر کرو تو اُسے سواری پر اپنے ساتھ بٹھاؤ یا پھر اس کی باری مقرر کرلو"۔

اخلاقیات کی تاریخ میں ملازمین، موظفین اور ماتحتوں کے ساتھ حُسن سلوک کا یہ نبوی معیار دنیا کی ہر تہذیب کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور عمدہ انسان بننے کے لیے احساسات کو تیز کرتا ہے اور جذبات کی آبیاری کرتا ہے ایسے جیسے شبنم چشم ظلمت سے ٹپکتی ہے اور سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی تحلیل ہو کر سبق دیتی ہے، میں صرف دوسروں کے لئے ہوں۔میرا وجود میرے لئے نہیں سب کے لئے ہے دوسروں کی خوشیوں، مسرتوں اور قہقہوں کی قیمت فضول زندگی کی ابکائیوں سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔

یا سمین اتنا حوصلہ تو ہونا چاہیے جو وجود کا پیرہن پہنتے ہی زندگی کے لباس کو فنا کا کفن بنا لیتی ہے۔ اس قسم کی فناء بقاء سے زیادہ لذیذ ہوا کرتی ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

بندۂ حلقہ بگوش ار ننوازی برود لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

"اگر تو غلام کو نوازے گا نہیں تو وہ بھاگ جائے گا مہربانی کرنا اپناؤ تا کہ بے گانہ لوگ غلام بن جائیں"۔

رسول اللہ ﷺ کی مبارک عادت تھی کہ آپ دوستوں کی خیر وعافیت دریافت فرماتے۔ کوئی بیمار پڑ جاتا تو عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ کوئی غیر مسلم بھی زندگی میں کسی موڑ پر اگر داخل ہو جاتا بیمار پرسی کو آپ ﷺ اس کی بھی فرماتے۔

ایک یہودی بچہ آپ کی خدمت کرتا تھا وہ بیمار ہو گیا تو آپ ﷺ عیادت کے لئے تشریف لے گئے، دیکھا تو اس کا باپ اس کے سرہانے بیٹھا تورات پڑھ رہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے یہودی! تجھے تورات نازل کرنے والے کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو تورات میں میری نعت اور صفت لکھی ہوئی پاتا ہے؟ اس نے کہا: "نہیں" اس پر اس کا بیٹا بول پڑا یا محمد ﷺ بے شک ہم آپ کی صفت ونعت تورات میں پاتے ہیں بعد ازاں وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

معاشرتی اخلاق مذہبی تبدیلیوں کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ صوفیائے کرام نے سوسائٹی کے اندر کردار، تقویٰ اور انسانی خدمت کی بنیاد پر عظیم تبدیلیاں بپا کر دیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک موقع پر چار درہم میں قمیص خریدی۔ ابھی زیب تن فرما کر باہر نکلے ہی تھے ایک انصاری نے عرض کی یا رسول ﷺ یہ قمیص مجھے عطا فرما دیں اللہ آپ کو جنتی خلعت عطا فرمائے۔ آپ ﷺ نے قمیص اتار کر دے دی، پھر چار درہم میں ایک اور قمیص خریدی اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس دو درہم باقی تھے راستے میں دیکھا کہ ایک کنیز رو رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم کیوں رو رہی ہو؟ اس نے بتایا مجھے میرے مالک نے آٹا خریدنے کے لیے دو درہم دئے تھے وہ کہیں کھو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے دو درہم اسے دے دیے اتفاقاً آپ اسی طرف سے دوبارہ گذرے تو اسے دیکھا کہ وہ بیٹھی رو رہی ہے۔ آپ ﷺ نے کہا اب تو تمہیں دو درہم مل گئے اب رونے کا سبب کیا ہے۔ وہ کہنے لگی خوف ہے کہ مالک سے مار پٹے گی۔ آپ ﷺ اسے

لے کر مالک کے دروازے پر تشریف لے گئے اور سلام کہا۔ گھر والوں نے آپ کی آواز پہچان لی اور جواب نہ دیا۔ آپ ﷺ نے دوسری بار پھر تیسری بار سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے میرے سلام کا جواب پہلی دفعہ ہی کیوں نہ دیا وہ عرض کرنے لگے ہم چاہتے تھے کہ آپ کی زبانِ اقدس سے ہمارے لئے زیادہ سے زیادہ سلام کی دعا صادر ہو۔ حضور ﷺ خوش ہوئے اور فرمانے لگے: "میں تمہاری کنیز کے ساتھ آیا ہوں تا کہ تم اس کی پٹائی نہ کرو"۔ مالک بولا چونکہ آپ ﷺ اس کی شفاعت کر رہے ہیں اس لئے ہم نے اللہ کی رضا کے لیے اس کنیز کو آزاد کر دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں خیر اور جنت کی بشارت دی اور فرمایا: "اللہ نے دس درھموں میں کتنی برکت دی۔ اس نے اپنے نبی اور ایک انصاری کو قمیص پہنائی اور ایک کنیز کو رہائی کی دولت سے نوازا"۔

ایک دانا شخص کا قول ہے اگر تم دوسرے لوگوں کو اپنے قریب دیکھنا چاہتے ہو تو ان کی صلاحیتوں کا اعتراف دل کھول کر کرو۔ ان کی اچھی باتوں کو اچھے کلمات سے نوازو۔ لوگوں کی اُمنگوں اور آرزوؤں کو پورا کرنے کی سعی کرو۔ کسی کے کارناموں پر پانی نہ پھیرو، دھیمے رہو، معاملات مکدر اس وقت ہوتے ہیں جب بندہ سب کچھ "بقلم خود" ہی کو تصور کرے۔

کہتے ہیں معروف مصری مصنف ڈاکٹر طٰہٰ جامعہ ازہر سے صرف اس لئے دل برداشتہ ہو گئے تھے کہ ان کے ایک اُستاد نے برہم ہو کر انہیں یہ کہہ دیا تھا "اواندھے سورہ کہف کی تلاوت کرو"۔

اس دنیا میں رہتے ہوئے یہ سمجھ لو کہ ضمیروں کی عدالتوں میں کوئی سستا نہیں ہوتا لوگ اپنی قیمت قائم رکھنا چاہتے ہیں اس لئے لوگوں کے دلوں کے نازک آبگینے توڑنے نہیں چاہئیں۔ قرآن مجید کا یہ جملہ کتنا محکم ہے "اشارے کرنے والا برباد ہے"۔

جتنے چراغ ہیں اُسی محفل سے آئے ہیں!

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ (سورۃ الانعام:۶۸)

اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو کہ ہماری آیتوں میں وہ کج بحثی کریں تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ۔

عالمی سطح پر جس نئے فرقہ کو جنم دینے کے لیے مغربی خداعِ مسلمانوں کے فکری، اعتقادی سرمایہ کو ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اہل بدعت کے من زاد خیالات کو فرقہ واریت کے

خاتمے کے لیے ضروری قرار دے رہے ہیں۔ اتحاد ملت کے نام پر رائے کی آزادی کی قانونی شقیں درہم برہم کر کے مذہب میں بھی مارشل لا لگانا چاہتے ہیں۔ ایسے فسوں کار مفکرین چودہ سو سالہ مذہبی تحقیقات کو دہشت گردی قرار دے کر محصور بلکہ مقہور قرار دینا چاہ رہے ہیں، جو کام مغرب میں نہ ہو سکا اسے مسجدوں کے سائے میں کروانے کا جبر انگڑائیاں لے رہا ہے۔ اُن کا مشورہ ہے کافر لفظ کا استعمال بالکل چھوڑ دیا جائے۔ کبھی سوچتا ہوں اقبال کے خلاف بھی دہشت گردی کا مقدمہ دائر کر دیا جائے گا اور ان کے مزار کا کورٹ مارشل ہو گا اس لئے کہ کافر کو کافر سمجھ کر کافر کہنا تو اقبال کا بھی شغل تھا۔

آپ فرماتے ہیں:

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

قرآن مجید سے "سورۃ الکافرون" نکالنے کی مساعی زوروں پر ہے، لگتا ہے یہ سب کچھ صحیفۂ نور میں موجود روشن اور مبارک آیات جہاد کے خلاف سوچی سمجھی سکیم کے تحت ہو رہا ہے۔ دہشت گرد تنظیمیں بھی مغربی اداروں کی ملازم ہیں۔ علماء کرام کو حوصلے بلند رکھنے چاہئیں وہ آیات بینات کے چوکیدار ہیں ان کے سینوں میں اللہ نے قرآن محفوظ کیا ہے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے یہ تابندہ اور تابناک سند دی ہے "ایک عالم فقیہ ہزار عابدوں سے بہتر ہے جو رات کو قیام کرتے ہوں اور دن کو روزہ رکھتے ہوں۔ عالم کی ایک دن کی عبادت علم نہ جاننے والے عبادت گزار کی چالیس سالہ عبادت سے بہتر ہے"۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "ہر روز آسمان سے بلائیں اترتی ہیں لیکن وہ شہر جس میں علماء اور اللہ والے ہوں وہ محفوظ رہتے ہیں"۔

قرآن مجید نے کہا کہ یہ بات سچی ہے کہ "خشیت" اللہ کے بندوں میں سے علماء کو ہی ملتی ہے۔

حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "علم والے انبیاء کے وارث ہیں"۔

وہ شخص جو علم اور علم والوں سے محبت کرتا ہے اس کا گناہ نہیں لکھا جاتا۔ یہ بات صرف محافظین حق کے سوچنے کی ہے کہ آخری اُمت کے ہاتھوں سے حالات اور تاریخ دونوں کی لگام چھیننے کی کوششیں تیز تر ہو گئی ہیں۔ وہ لوگ جنہیں زمین والوں کی نجات کے لیے معمور کیا گیا تھا وہ خود موت و حیات کی کشمکش میں گرفتار نظر آ رہے ہیں۔ وہ لوگ جو تعمیر کائنات کا متن تھے انہیں حاشیہ بنانے کے لیے تلبیسات کے دیوانے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قرآن کا سخت دل دشمن جب میرے پاس بیٹھتا ہے تو مجھے لگتا ہے زمین پر کپکپی طاری ہوگئی ہے۔ میں اہل زیغ کو فوراً پاس سے اٹھا دیتا ہوں کہیں دنیا تباہ نہ ہو جائے"۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اگر آج ہوتے تو اصحابِ کہف کے تتبع میں کوئی غار تلاش کر کے اس میں پناہ گزیں ہوتے۔ جن ریاستوں کے اندر زانی، بدمعاش، رسا گیر، ڈاکو، لٹیرے اور فاسق فاجر لوگ دندناتے پھریں اور علماء اور متقی لوگوں کو زنجیروں میں کسا جائے کیا وہاں اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل نہیں ہوگا۔

معروف اور شہیر محدث اعمش اگر کسی ایسے دین دشمن شخص کو دیکھتے تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے:

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ۝ اے رب ہمارے! دور فرما ہم سے عذاب، ہم تو ایمان لانے والے ہیں۔ (سورۃ الدخان: ۱۲)

ابن تیمیہ کا معروف قول ہے "سخت دل منکرین کی ہم نشینی اور محبت بخار ہے"۔

امام احمد بن حنبل نے کہا: "وہ لوگ جو دین کے خلاف سازشیں کرتے ہیں وہ لکڑی کے کھوکھلے گٹھے ہیں۔ ان کی سمجھوں اور عقلوں پر تالے چڑھ گئے ہیں"۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "فتنوں اور بد دینیوں کے اندھیروں سے نجات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمتوں کی آغوش میں رہنا ہے"۔

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "میں ایک لمحے کے لیے بھی قرآن وسنت سے عدول کروں تو میری موت واقع ہو جائے ایسے جیسے مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی"۔

علماء اور بزرگان دین کو اپنے دینی سرمایہ کے قطعی نافع ہونے پر حق الیقین کی کیفیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کی رہنمائی کے بغیر امامت انسانیت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا البتہ انہیں خود تڑپنے پھڑکنے کی ضرورت ہے، سوز و گداز کے بغیر منزل روحانی تک رسائی مشکل ہے۔ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

ہو صداقت کے لیے جس دل میں مرنے کی تڑپ　　پہلے اپنے پیکرِ خاکی میں جاں پیدا کرے

پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار　　اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

فرانس میں گستاخانہ خاکے شائع ہوئے، زمین ہل گئی، دلوں میں غیرت کی آگ جلنے لگی، اربوں مسلمان شاہراؤں پر نکل آئے۔ شہر دوست میں ایک چھوٹی سی ناموس رسالت کانفرنس منعقد ہوئی۔ ایک وزیر کو توفیق نہ ہوئی کہ مذمتی لفظ ہی زبان سے ادا کر دیتا۔ فیاض چوہان نامی کسی غیرت مند شخص نے ان کا مزا کرکرا کر دیا، وہاں بیٹھے ہوئے جبہ پوشوں کو انہوں نے علماء سو کا لقب دیا۔ فیاض چوہان کو جاننا چاہیئے جو رحمت للعلمین کا نہیں اُس کا معاملہ اس سے بھی آگے کا ہے۔ وہ لوگ جن کے اندر غیرت کا ایمانی شعلہ متنیر نہیں ہوتا انہیں ان کے سارے خارجی سہارے تعزیر لگا کر دھتکار دیتے ہیں۔ انہیں ڈانٹتے ہیں، جھنجھوڑتے ہیں اور ان کے سروں پر لتر زنی کرتے ہیں بقول اقبال:

به جهانِ دردمندان تو بگو چه کارداری تب و تابِ ماشاسی؟ دل بے قرارداری
چه خبر ترا ز اشکے که فرو چکد ز چشمے تو به برگ گل ز شبنم در شهوار داری

بول ذرا تجھے دردمندوں کے جہاں سے کیا کام ہے؟
تیرے پاس نہ دلِ بے قرار ہے اور نہ ہی
تجھے ہمارے مقام اور کوشش کی روشنیوں سے آگاہی
تجھے کیا خبر کے آنکھوں سے ٹپکنے والے آنسو کا مقام کیا ہے؟
تو تو برگ گل پر شبنم کے قطروں سے بننے والے
موتیوں کی دولت رکھتا ہی نہیں یعنی بے ظرف
عظمت دردمندی کا مقام کیا جانے؟۔۔۔۔

علم والے امانتوں کے محافظین ہیں۔ اللہ کی راہ میں مرابطین ہیں، زمین والوں کے چراغ ہیں، روشنی کے مینار ہیں۔ ان کی کاوشوں میں اللہ نے برکت رکھی ہے۔ انہیں حفاظت دین اور حفاظت علم و عمل کی راہ میں گھبرانا نہیں چاہیئے۔

ایرانی حکیم بزرجمہر کہتے ہیں کہ ایک ایرانی بڑھیا کے پاس مرغی تھی اس کا جھونپڑا کسریٰ کے محل کے پڑوس میں تھا۔ بڑھیا کسی کام کی غرض سے دوسرے شہر میں گئی اور جاتے ہوئے کہہ گئی میرے پیارے رب میں اپنی مرغی تیرے حوالے کرتی ہوں جب وہ چلی گئی تو کسریٰ نے اپنے محل میں توسیع چاہی اور بڑھیا کی جھونپڑی توڑ دی اور اُس کے فوجی مرغی ذبح کر کے کھا گئے۔ بڑھیا واپس لوٹی اُس نے دیکھا کہ محل والے جھونپڑی برباد کر کے جشن مسرت منا رہے ہیں۔ بڑھیا نے معلوم کیا کہ

اُس کی مرغی کا کیا بنا؟ بتایا گیا کہ کسریٰ کے فوجی کھا گئے۔ بڑھیا تڑپی روئی پیٹی اور فریاد کرتے ہوئے کہا: ''میرے رب میں تو یہاں موجود نہیں تھی تو کہا چلا گیا تھا اب مجھے انصاف دے''۔ بڑھیا کے دردمندانہ الفاظ ابھی زبان سے نکل کر فضا میں پوری طرح تحلیل نہیں ہوئے تھے اور اُس کی آنکھوں کے آنسو ابھی خشک ہونے کی منزل پر پہنچ نہیں پائے تھے کہ کسریٰ کے اپنے بیٹے نے اپنے باپ کو قتل کر دیا لاکھوں مربع میل کے حاکم کی لاش خون اور خاک میں تڑپنے لگ گئی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ — کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے۔

(سورۃ الزمر: ۳۶)

دینی اور مذہبی لوگوں کو دلائل عملی اور براھین روحی سے ثابت کرنا ہوگا کہ انسانیت کی نجات وسعادت قرآن حکیم کے ابدی اصولوں کی اتباع میں ہے۔ دنیا جتنے اور راستوں پر چاہے چل کر دیکھ لے اسے اپنے مایوس کن اور ناکام تجربوں کے بعد پیغمبر اعظم و آخر کے قدموں ہی میں بالآخر آنا ہوگا۔ صحیح انقلاب کے شرارے سراج منیر کے قدموں ہی سے پھوٹیں گے۔

شمعِ نظر، خیال کے انجم، جگر کے داغ — جتنے چراغ ہیں اسی محفل سے آئے ہیں

ارباب دین کو اپنا روحانی سفر تیز تر کر دینا ہوگا اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ عجیب حالت یہ ہے کہ میکدوں کے رند جاگ رہے ہیں اور پارساؤں کے قافلے محوِ خواب ہیں جبکہ نجات کا راستہ اللہ کی طرف رجوع میں ہے۔

چارہ ایں است کہ از عشق کشادے طلبیم — پیش او سجدہ گذاریم و مرادے طلبیم
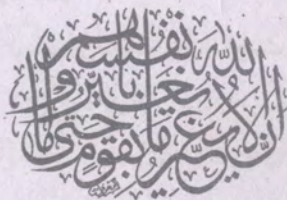
اتحادِ اہلِ سنت وقت کی اہم ضرورت ہے

مفتی بشیر احمد فردوسی ☆

جماعت اہل سنت اس وقت زوال وانحطاط کا شکار ہے اس کا کوئی سلیم الفطرت انسان انکار نہیں کرسکتا۔ یوں لگتا ہے جیسے اس کا کوئی والی وارث نہیں اور نہ ہی کوئی پرسانِ حال ہے۔ جس کا جدھر جی چاہتا ہے اسی جانب اپنی سمت قبلہ متعین کرلیتا ہے، جس کی وجہ سے اجتماعیت کا فقدان ہے اور ہر شخص پر انفرادی سوچ کا غلبہ ہے۔ اجتماعی مفادات، اجتماعی فکر اور اجتماعی زاویہ نگاہ، نہ ہونے کے برابر ہے، اور ہر شخص یا ہر گروہ اپنی ہی رائے اور فکر کو مستقیم وصواب سمجھتا ہے، اور دوسرے کی تغلیط کرتا ہے، جس کی وجہ سے قربت کی بجائے فاصلے بڑھتے جارہے ہیں۔ البتہ دردِ دل رکھنے والے کارکن درونِ خانہ کڑھتے رہتے ہیں۔ اے کاش! کوئی تو ایسا شخص ہو جو اس خلا کو پُر کر کے اہل سنت کو ایک لڑی میں پرو دے۔ ہمارے اس عدم اتحاد کی مثال اس تنکے کی سی ہے جو کھلے میدان میں پڑا ہو اور جوانب اربع میں سے جدھر سے ہوا چلتی ہے اس تنکے کو اڑا لے جاتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس افتراق کی وجوہات اور اسباب کیا ہیں؟ اور پھر ان کا تدارک کیسے ممکن ہے؟ پہلا جواب تو یہ ہے کہ ہمارے مدارس کا کردار وہ نہیں رہا جو ماضی میں ہمارا طرۂ امتیاز ہوا کرتا تھا، یعنی ماضی میں ہمارے مدارس سے فارغ ہونے والوں میں کوئی غزالیٔ زماں بنتا تھا تو کوئی محدثِ اعظم، کوئی شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب ہوتا تھا تو کوئی فقیہ اعظم کے، جبکہ آج ہمارے مدارس سے فارغ ہونے والوں کا تعارف ٹوکے والی سرکار ہے، یا آج ہمارے علم کا مبلغ صرف اتنا ہے کہ "نعرۂ تحقیق، حق چار یار" لگانا جائز ہے یا نہیں، یا فلاں شخص کافر ہے یا مسلمان؟

☆ جامعۃ الفردوس حاصل پور، ضلع بہاول پور۔ 0307-4984786,0333-4984786

ثانیاً، تربیت کا فقدان اس افتراق کی ایک بڑی وجہ ہے۔ آج درسگاہوں میں ہر استاد یا شیخ طریقت اس نہج پر تربیت کرتا ہے کہ جو کچھ ہم پڑھاتے ہیں ایسا اور کوئی نہیں پڑھا سکتا، وہ اپنے شاگرد کو کسی اور کی جانب دیکھنے ہی نہیں دیتا۔ ہر شیخ طریقت اپنے آپ کو غوث زماں سمجھتا ہے اور ہر استاد اپنے آپ کو وقت کا رازی۔ کوئی آستانہ اپنے مرید کو دوسرے شیخ سے سلام تک کرنے کی اجازت نہیں دیتا، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان تربیت پانے والوں کی فکر ایک دائرے تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے اور ان کی پہچان اپنے آستانے کا لقب یا اس کا رنگ ہوتا ہے۔

ثالثاً، ہر وہ شخص جسے چند عقیدت مند میسر آ جائیں یا چند نعرے لگانے والے ہاتھ لگ جائیں یا دست بوسی کرنے والے مل جائیں یا جسے فن خطابت میں یدِ طولیٰ حاصل ہو جائے اس کا اپنے آپ کو عقل کل سمجھ کر الگ تنظیم یا ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا لینا بھی عدم اتحاد کی ایک کڑی ہے۔ ایسے میں ہر جماعت کا الگ منشور اور الگ رنگ کا جھنڈا لہرانے لگ جاتا ہے، اور ہر تنظیم باقی سب کی نفی کر کے اپنے آپ کو سوادِ اعظم تصور کرتی ہے اور نظام مصطفی ﷺ کا علم بردار سمجھتی ہے۔ حالانکہ ہمارے اکابرین تہجد گزاری کے ساتھ ساتھ خلوت نشینی میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر صرف آقا کریم ﷺ کی ذات سے اپنی نسبت کو اعزاز سمجھتے تھے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جب مسلمانوں کی ایک جماعت موجود ہو تو کیا اس کی موجودگی میں دوسری جماعت بنانے کی شریعت اجازت بھی دیتی ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بندہ یہ تو عرض نہیں کرتا کہ ہمارے اکابرین کو ان احادیث مبارکہ کا علم نہیں، البتہ صرف سبق سنانے کے لئے عرض کرتا ہوں تا کہ آقا کریم ﷺ کے فرامین پر غور کر کے ہم اپنے راستے کا صحیح تعین کر سکیں۔

اس میں کوئی شک نہیں اور نہ کسی کی کوئی دوسری رائے ہو سکتی ہے کہ "کامیابی صرف حضور علیہ السلام کی اتباع میں ہے" اس کے علاوہ جتنے بھی راستے ہیں وہ سب جہنم کے راستے ہیں، ہدایت کا راستہ صرف ایک ہی راستہ ہے، اور وہ "ان ھٰذا صراطی مستقیما" ہے۔

وہ احادیث جن میں الگ جماعت بنانے اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی مذمت بیان کی گئی ہے ان میں سے (اختصار کے پیش نظر) چند احادیثِ مبارکہ عرض کرتا ہوں۔

ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم، یقول: (انه ستکون هنات و هنات، فمن اراد ان یفرق امر هٰذه الامة و هی جمیعٌ، فاضربوه بالسیف کائناً من کان۔

حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ: "عنقریب فتنے ہوں گے، سنو! جو شخص اِس امت کی جمعیت کو توڑنے کا ارادہ کرے اسے تلوار سے قتل کر دو، خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو۔"

فائدہ: (امام مسلم نے اس حدیث کی چار سندیں بیان کی ہیں، اور سب میں فاضربوہ کی بجائے "فاقتلوہ" ہے)۔

(صحیح مسلم، ۲/۱۲۸)۔(ابو داؤد، ۲/۳۰۷)۔(شرح صحیح مسلم، ۵/۸۱۳)۔(مسند ابی داؤد الطیالسی، مسند احمد، السنن الکبریٰ للبیہقی، سنن النسائی، مستخرج ابی عوانہ، صحیح ابن حبان، شرح النووی علی مسلم، مرقاۃ المفاتیح، سبل السلام، الجمع بین الصحیحین، جامع الاصول، جامع المسانید والسنن، کنز العمال، المسند الجامع وغیرھم)

۲۔عن معاذ بن جبل قال، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم، یاخذ الشاة القاصیة والناحیة، وایاکم والشعاب و علیکم بالجماعة والعامة۔

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: "شیطان آدمی کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ اس بکری کو اُٹھا کر لے جاتا ہے جو ریوڑ سے بھاگ نکلی ہو یا ریوڑ سے دور چلی گئی ہو یا ریوڑ کے کنارے پر ہو۔تم پہاڑ کی گھاٹیوں (گمراہی) سے بچو، جماعت اور عام لوگوں کو لازم پکڑو۔"

(مسند احمد، ۳۶/۳۵۸)۔حلیۃ الاولیاء، مرقدۃ المفاتیح، شرح اصول عقائد اہل السنۃ والجماعۃ، فیض القدیر، مرعاۃ المفاتیح، جامع المسانید والسنن، مجمع الزوائد، مجمع الفوائد، کنز العمال، المسند الجامع وغیرھم)

فائدہ: شاذۃ وہ بکری ہے جو اپنی ہم جنسوں سے متنفر ہو اور گلے (ریوڑ) سے دور رہے۔اور قاصیۃ وہ بکری ہے جو متنفر تو نہ ہو لیکن چرنے کے لئے ریوڑ سے الگ الگ رہے، اور ناحیہ وہ بکری ہے جو الگ تو نہ ہو مگر کنارے پر رہے۔(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، ۱/۱۷۳)

اس حدیث پاک میں آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت سے علیحدگی کو ایک خارجی چیز کے

ساتھ تشبیہ دے کر مسئلہ کو خوب واضح فرمادیا۔

اس حدیث پاک میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جماعت سے الگ ہونے والا ایک شخص ہو یا ایک گروہ بہر صورت شیطان کا شکار ہو سکتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں تین الفاظ "شاذۃ، قاصیۃ اور ناحیۃ" قابلِ غور ہیں۔

شاذۃ وہ بکری ہے جو دوسری (ہم جنس) بکریوں سے نفرت کرتے ہوئے اُن سے الگ رہے۔ دوسرے سے نفرت اُسی وقت ہوتی ہے جب دوسرے کو کم تر، انتہائی گھٹیا اور اپنے آپ کو سب کچھ سمجھا جائے۔ آج اِسی نفرت ہی کی بنا پر توامت کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ دورِ حاضر میں ایک جماعت کا قائد دوسری جماعت کے قائد کے خلاف کیا کچھ نہیں کرتا، پھر اس کے اثرات اس کے پیروکاروں پر پڑتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک قائد کے عقیدت مند دوسرے قائد کے عقیدت مندوں سے نہ صرف نفرت کرنے لگتے ہیں بلکہ بسا اوقات گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے تک نوبت آ جاتی ہے۔ اگر کبھی کسی مصلحت یا مفاد کی خاطر قائدین اکٹھے ہو بھی جائیں تو ان کے دل ایک نہیں ہوتے۔ قرآن مجید نے اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا:

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى — تم گمان کرتے ہو کہ وہ ایک ہیں حالانکہ اُن کے دل جدا جدا ہیں۔ (سورۃ حشر آیت: ۱۴)

قاصیۃ وہ بکری ہے جو چرنے کے لئے ریوڑ (جماعت) سے الگ رہے شاید یہ سوچ کر کہ جس لقمے پر اس کی نظر ہوتی ہے وہ دوسری بکریاں کھا جاتی ہیں لہٰذا ریوڑ سے الگ رہنا پسند کرتی ہے۔ یہ چھوٹا سا لفظ دورِ حاضر میں اختلاف و افتراق کا شکار ہونے والے علماء و مشائخ کو دعوت فکر دیتا ہے۔ عوام الناس کے ہر فرد میں یہی مشہور ہے کہ مولویوں کے کھانے پینے کے جھگڑے ہیں / یہ سب حلوے کے جھگڑے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ میری ذاتی رائے نہیں بلکہ عوام کے ذہن کی عکاسی ہے۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ غور کرو — ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

تیسرا لفظ ناحیۃ ہے جو قابل غور ہے۔ اگر اس ایک لفظ پہ صحیح معنوں میں غور کر کے عمل کر لیں تو پوری امت متحد ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ وہ بکری بھی بھیڑیے کا شکار ہو سکتی ہے جو اپنے ریوڑ سے نفرت بھی نہ کرتی ہو اور حرص و لالچ میں ریوڑ سے نکلے بھی نہیں لیکن صرف ریوڑ کے کنارے کنارے چلے۔ یقینی بات ہے کہ بھیڑیا جب بھی حملہ کرے گا وہ کنارے سے ہی بکری اٹھالے گا،

ریوڑ کے اندر گھسنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

جو بکری کنارے پر رہ کر بھیڑیے کے حملے سے محفوظ نہیں رہ سکتی، تو جو ریوڑ سے الگ رہے یا ریوڑ سے نفرت کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہی سب کچھ سمجھ کر ریوڑ کو خاطر میں نہ لائے وہ کیسے محفوظ رہ سکتی ہے۔ (فافهم و تدبر)

آج اگر ہم ان احادیثِ مبارکہ اور قرآنی آیات کو سامنے رکھ کر اپنے اپنے معمولات پر غور کریں تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جائے گی کہ ہمارا طرزِ عمل یقیناً اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں۔ ممکن ہے اس سلسلہ میں اہل علم حضرات اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دیں اور دوسروں کو موردِ الزام ٹھہرائیں، لیکن حقیقت تو یہی ہے نا کہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی، جنگ و مقاتلہ بھی ایک جانب سے نہیں ہوتا بلکہ طرفین سے ہوتا ہے اور پھر عدم اتحاد کا نقصان کسی ایک گروہ، فرد یا جماعت کا نہیں بلکہ گروہوں میں بٹنے والی تمام جماعتوں کا ہے، جس کا فائدہ اغیار اٹھا رہے ہیں۔

اس ضمن میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

☆ من رای من امیره شیئًا فکرههٔ فلیصبر، فانه لیس احد یفارق الجماعة شبراً فیموت الا مات میتة جاهلیة۔

جو شخص اپنے امیر میں کوئی بات دیکھے جو اسے ناگوار گزرے (جو خلاف شرع نہ ہو) تو اسے چاہئے کہ صبر کرے، کیونکہ جو شخص بھی ایک بالشت بھی جماعت سے جدا ہوا اور اسی حال میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(بخاری شریف، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصیة)

☆عن معاویة قال، قال رسول الله ﷺ من فارق الجماعة شبراً دخل النار۔

جو شخص ایک بالشت بھی جماعت سے دور ہوا وہ جہنم میں گیا۔

(المستدرک علی الصحیحین، ۱/۲۰۵) (کنز العمال، ۱/۲۰۸)

☆عن ابی ذر قال، قال رسول الله ﷺ من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه۔

جو شخص ایک بالشت بھی جماعت سے دور ہوا اُس نے اسلام کا پٹا اپنے گلے سے اتار دیا۔

(فتح الباری لابن حجر، عمدۃ القاری، شرح القسطلانی، مرقاۃ المفاتیح، مرعاۃ المفاتیح، جامع الاصول)۔ (مستخرج ابی عوانہ، السنن الواردۃ، السنن الکبری للبیہقی، شعب الایمان، شرح السنۃ للبغوی)۔ جامع المسانید والسنن، مجمع الزوائد، کنز العمال، مجمع الفوائد، المسند الجامع وغیرھم)۔ (سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی قتل الخوارج)۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، ۷/ ۴۵۲)۔ (مسند احمد، ۴۴۵/۳۵)۔ مسند البزار، الابانۃ الکبری، مسند ابی یعلی الموصلی)۔ (مسلم شریف، کتاب الامارۃ، باب الامر بلزوم الجماعۃ عند ظھور الفتن)۔

مذکورہ احادیث کی روشنی میں اکابرین امت اور قائدین ملت کا طرز عمل تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ جو قوم لسانیت، قومیت اور سیاست کے نام پر تقسیم در تقسیم ہو چکی تھی اسے اسلام کی مالا میں پرو کر ایسی امت بنا دیتے جو "بنیان مرصوص" کا مصداق ہوتی، لیکن شومیٔ قسمت کہ اس قوم کو مذہب کے نام پر بھی جماعتوں، گروہوں اور لشکروں میں تقسیم کر دیا گیا۔ سب سے بڑا المیہ تو یہ ہے کہ جماعت اہل سنت جس کا سب سے پیارا نعرہ ہی محبت رسول ﷺ کا ہے، غازیٔ ملت اسلامیہ کی شہادت پر بھی کٹھے نہ ہو سکے جس کی توقع کم از کم جماعت اہل سنت سے نہیں تھی۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ تم آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا نکل جائے گی۔

اسی اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گورنمنٹ نے غازی صاحب کو شہید کیا، اگر اہل سنت متحد ہوتے تو گورنمنٹ ایسا فیصلہ کرنے سے خوف محسوس کرتی۔

قرآنِ مقدس کی اس آیت کریمہ کی روشنی میں اہل سنت اپنے معاملات پر غور کریں کہ نہ تو سیاست کے میدان میں ان کا کوئی وزن ہے اور نہ ہی مذہب کے نام پر، اور نہ ہی تنظیم و تعلیم کے لحاظ سے، کیونکہ ہر ایک نے اپنی دکان پر الگ الگ فکر کا بورڈ لگایا ہوا ہے۔

اِن حالات میں اِس کا تدارک کیسے ممکن ہے؟

اس بارے میں چند تجاویز پیشِ خدمت ہیں جن سے ممکن ہے کہ ہم اپنی غلطیوں کا ازالہ کر سکیں، ضروری نہیں یہی تجاویز درست ہوں بلکہ اس سلسلہ میں اکابرین کو مل بیٹھ کر غور و فکر کرنی چاہئے تاکہ منزل کی طرف بڑھ سکیں۔

1۔ سب سے پہلے اصلاح کا آغاز اپنی ذات سے کیا جائے۔ کیونکہ قرآن پاک نے انسانیت کو جو منشور دیا ہے اس کا حکم یہی ہے "قُوٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيكُمْ نَارًا" سب سے پہلے اپنی اصلاح کرو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے اندر عباد الرحمٰن کی صفات پیدا کی جائیں، قرآنی تعلیمات کے مطابق عباد

الرحمن کی پہلی صفت یہ ہے کہ ان میں تکبر نہیں ہوتا، دوسری صفت یہ ہے کہ وہ جاہل لوگوں سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے............الخ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان پہلے اپنی خواہشات کے بتوں کو توڑ کر اور اپنی انا پرستی کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرے۔

ایک بزرگ کا قول پڑھا تھا کہ کسی نیک آدمی سے ملاقات ہوئی تو سوال کیا کہ کیسی گزر رہی ہے؟ کہا کہ جب سے اپنے خدا کو ذبح کیا ہے وقت اچھا گزر رہا ہے۔ اس نے کہا "استغفر اللہ" خدا کو کیسے ذبح کیا ہے؟ فرمایا تو نے قرآن نہیں پڑھا۔۔۔"اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ" قرآن کریم نے خواہش کو الٰہ کہا ہے، جب سے خواہشات کو ذبح کیا ہے وقت بھی اچھا ہو گیا ہے۔

مزید اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر آدمی صوفیاء کے طریقے کے مطابق عمل کرے، ان کا طرزِ عمل یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو نہیں بلکہ دوسروں کو بڑا سمجھتے ہیں، جیسا کہ ایک حکایت مشہور ہے کہ ایک بادشاہ نے وزیر سے سوال کیا کہ صوفیاء اور علماء میں کیا فرق ہے؟ تو وزیر نے کہا کہ آپ دس صوفیاء اور دس علماء کی دعوت کریں اور سب سے ایک ہی سوال کریں آپ کو پتا چل جائے گا کہ کیا فرق ہے؟ بادشاہ نے دعوت کی، دس دس صوفیاء اور علماء تشریف لائے، پہلے باری باری علماء کو اندر بلایا اور پہلے عالم سے سوال کیا گیا کہ آپ میں سے سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس نے کہا "میں۔" باری باری سب سے پوچھا گیا، ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ میں سب سے بڑا عالم ہوں۔

پھر صوفیاء کی باری آئی، پہلے سے پوچھا گیا کہ تم میں سے سب سے بڑا صوفی کون ہے؟ اس نے کہا "جو میرے بعد آ رہا ہے۔" سب سے یہی سوال کیا گیا، ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ جو میرے بعد آ رہا ہے وہ سب سے بڑا ہے۔ آخری سے پوچھا گیا تو اس نے کہا "جو مجھ سے پہلے گزر گئے ہیں، وہ سب مجھ سے بڑے ہیں۔ میں سب سے چھوٹا ہوں۔" وزیر نے بادشاہ سے کہا: "اب فرق سمجھ آ گیا......!"

آج ہم بھی اگر صوفیاء کا انداز اختیار کر لیں تو یہ فاصلے ختم ہو سکتے ہیں۔ (کاش! ایسا ہو جائے)۔

۲۔ دوسری تجویز یہ ہے کہ ہم اپنا اندازِ گفتگو بدل لیں تو بھی فاصلے کم ہو سکتے ہیں۔ ہمارا انداز مناظرانہ، مخاصمانہ اور مجادلانہ (ھل من مبارز) کی بجائے، مفاہمانہ، مصلحانہ اور مبلغانہ ہونا چاہئے۔ اسٹیج پر بیٹھ کر چیلنج کرنے کی بجائے دوسرے کے پاس خود چل کر جائیں اور اس کو اپنا سمجھ کر سینے سے لگا لیں تو انشاء

اللہ یہ نفرتیں اور کدورتیں محبت میں بدل جائیں گی۔ آقا کریم ﷺ تو غیر مسلموں کے پاس بھی چلے جاتے تھے، دعوت دینے کے لئے، اور ہم اپنوں کے پاس جانے کو اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ منابر پر حضور ﷺ کے اوصافِ حمیدہ بیان کرتے ہوئے طائف اور فتح مکہ کے موقع پر عفوو درگزر اور مؤاخاتِ مدینہ جیسی مثالیں بیان کرتے نہیں تھکتے اور اپنی حالت یہ ہے کہ ادنیٰ سی ذاتی رنجش کو اللہ و رسول ﷺ کے لئے ختم نہیں کر سکتے اور اپنے ہی ہم مذہب، ہم مکتب، ہم مسلک اور ہم مشرب کی توقیر کرنے کے لئے تیار نہیں۔

کاش ہمارا انداز یہ ہو جائے کہ جیسے حضرت سید الساجدین امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے حصین بن نمیر کی مہمان نوازی کی پھر جب وہ جانے لگا تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ مجھے جانتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہاں! تُو میرے باپ کا قاتل ہے۔" تو وہ بڑا متعجب ہوا۔ اس نے کہا کہ اپنے باپ کے قاتل سے اتنا سلوک! تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تمہارا ضمیر تھا، یہ ہمارا ضمیر ہے۔

۳۔ تیسری تجویز اختلافات کو ختم کرنے کی یہ ہے کہ جن مسائل میں اختلافات ہیں ان کا مل بیٹھ کر حل نکالا جا سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو لاینحل ہو، ہمارے اختلافات کوئی تکفیری تو ہیں نہیں فقط تعبیرات کا اختلاف ہے اور طریقۂ کار کا اختلاف ہو سکتا ہے۔ جب مل بیٹھ کر مشاورت کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" کے موجب بہت سے راستے کھل سکتے ہیں۔

۴۔ چوتھی تجویز یہ ہے کہ تمام قائدین کو چاہئے کہ وہ اپنے اپنے مریدین اور معتقدین کو سختی کے ساتھ حکم کریں کہ وہ کسی کے خلاف غلیظ زبان ہرگز استعمال نہ کریں اور ایک دوسرے کا احترام کریں کیونکہ جب کوئی شخص اپنے قائد کی محبت میں غلو کرتا ہے تو وہ دوسرے کی تنقیص کرتا ہے جس سے نفرتیں بڑھ جاتی ہیں۔

۵۔ اس اتحاد کو عملی جامہ کیسے پہنایا جا سکتا ہے؟ اس کا ایک حل تو یہ ہے کہ ہر جماعت کا قائد اپنی جماعت میں سے دو دو ایسے افراد کا انتخاب کرے جن کا علم، تقویٰ، خشوع و خضوع اور للّٰہیت مسلم ہو، اور وہ جوش کی بجائے ہوش اور جذبات کی بجائے حقیقت پسند ہوں۔ یوں سب سے پہلے وہ مل بیٹھ کر ان مسائل کا تعین کریں جو متنازعہ فیہ ہیں پھر ان کا حل تلاش کریں اور اس کمیٹی پر سب کا اعتماد ہو۔ ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ ضرور مدد فرمائے گا اور اہل سنت کسی ایک حل پر متفق ہو جائیں گے۔ پھر اس کے بعد آئندہ کا لائحہ عمل تیار کیا جائے، ان شاء اللہ اہل سنت کی عظمت رفتہ بحال ہو جائے گی۔

۶۔ علمائے اہل سنت اور عوام اہل سنت کا یہ بھی فرض بنتا ہے کہ اگر کوئی عالم یا پیر اپنی الگ تنظیم بنانا چاہے تو اس کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے بلکہ اس کی حوصلہ شکنی کی جائے اور اس کے ساتھ کسی قسم کا تعاون نہ کیا جائے اور دوسروں کو بھی تعاون کرنے سے منع کیا جائے، کیونکہ یہ تعاون علی البر نہیں بلکہ تعاون علی الاثم ہے جس میں ہم بھی برابر کے شریک ہوں گے۔

آج تک ہمیں یہ سبق پڑھایا جاتا رہا ہے کہ خطائے بزرگاں گرفتن خطا است۔ ہم بزرگوں کی غلطی کو غلطی سمجھتے ہی نہیں، جس کے نتیجہ میں وہ غلطی در غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کے آگے بند باندھنا مشکل ہو جاتا ہے، جبکہ اسلام کے صدرِ اول میں اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ کے لئے کھڑے ہوں (اور ایک بدوی سوال کرے کہ اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! پہلے یہ ارشاد فرمائیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قمیص لمبی پہنی ہے اتنا کپڑا کہاں سے آیا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ تم جواب دو۔ بیٹے نے جواب دیا کہ جب مالِ غنیمت تقسیم ہوا تو کچھ کپڑا میرے والد گرامی کے حصے میں آیا اور کچھ میرے حصے میں، تو میں نے اپنا حصہ اپنے والد گرامی کو دے دیا۔ یہ جواب سن کر بدوی کہنے لگا کہ اب خطبہ ارشاد فرمائیں) جیسی مثالیں موجود ہیں۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے عظیم خلیفۂ وقت سے سوال کیا جا سکتا ہے تو بعد کے علماء و مشائخ کا وہ مرتبہ و مقام تو نہیں کہ انہیں کسی غلطی سے روکنا بھی گستاخی شمار ہوتی ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص الگ جماعت بنائے تو اس کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے بلکہ بروقت اس کا سدِ باب کیا جائے تاکہ برائی کو ابتداء ہی میں ختم کر دیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مختلف شہر فتح کئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شہر میں دو مسجدیں نہ بنائی جائیں تاکہ لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

وقال صاحب الکشاف عن عطآء لما فتح الله الامصار علی عمر رضی الله عنه امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لا یتخذوا فی مدینة مسجدین یضار احدهما صاحبه،

حضرت عطاء سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے شہروں پر فتح دلائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اِن شہروں میں مسجدیں تعمیر کرو لیکن کسی بھی شہر میں دو مسجدیں تعمیر نہ کی جائیں تاکہ ایک مسجد دوسری مسجد کے لوگوں

کے لئے ضرر کا باعث نہ بنے۔

(التفسیرات الاحمدیہ، سورۃ توبہ آیت ۱۰۷، ۱۰۸)۔(تفسیر کشاف، ۲/ ۳۱۰)۔(اللباب فی علوم الکتاب، ۱۰/ ۲۰۵)۔
(السراج المنیر، ۱/ ۶۵۰)۔(تفسیر القاسمی، ۵/ ۵۰۶)

اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دور اندیشی اور نورِ فراست کی خوب جھلک نظر آتی ہے۔ آج جب ہم غور کرتے ہیں ایک شہر تو کیا ایک ایک گلی میں کئی کئی مساجد تعمیر ہو چکی ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف وہ خطابات ہوتے ہیں اور ایسی غلیظ زبان استعمال ہوتی ہے جو بازاروں میں بھی نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ نوبت لڑائی تک پہنچ جاتی ہے۔ بسا اوقات آدمی قتل ہو جاتے ہیں۔ آج صورتِ حال یہ ہے کہ اگر ایک مسجد کی انتظامیہ میں اختلاف ہو جائے اور ان کے درمیان کوئی فیصلہ نہ ہو سکے تو ایک فریق اپنی انا کی خاطر دوسری مسجد بنا لیتا ہے۔ اگر علماء میں اختلاف ہو جائے تو بھی مسجد یا مدرسہ نیا بنا لیا جاتا ہے۔ تو کیا یہ تفریق بین المسلمین نہیں، کیا ایسی مساجد پر مسجد ضرار کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

کاش وارثانِ منبر و محراب اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے اور قوم و امت کو انتشار و افتراق سے بچا لیتے تو یہ امت پر بہت بڑا احسان ہوتا۔ بندۂ ناچیز کا خیال تو یہ ہے کہ اس دور کا مجدد وہی ہوگا جو امت کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دے۔

اس موضوع کو حضور غوث الثقلین والعٰلمین رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر ختم کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے ایک مرید کو خلافت دی، اور فرمایا اپنے آپ کو خدائی منصب اور نبوت کے منصب پر فائز نہ کرنا۔ اُس نے عرض کیا کہ حضور یہ بندہ آپ کا تربیت یافتہ ہے، ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے: یہ نہ کہنا "جو میں نے کہا ہے ایسا ہی ہوگا اور جو میں نے کہا وہی سچ ہے۔" کیونکہ جب کہا کہ ایسا ہی ہوگا یہ خدائی دعویٰ ہے اور جب کہا کہ جو میں نے کہا وہی سچ ہے، یہ فقط ذاتِ نبوت کے لئے ہے، آپ کی ہی ہر بات سچ ہوتی ہے باقی ہر ایک کی بات سچی بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔

اس فرمان کی روشنی میں کوئی بھی اپنی اپنی بات کو حرفِ آخر نہ سمجھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ کریم اپنے پیارے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے ضرور مدد فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو (آمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

فروغ اہلسنت کے لئے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا دس نکاتی پروگرام

(۱) عظیم الشان مدارس کھولے جائیں باقاعدہ تعلیمی ہوں۔

(۲) طلبہ کو وظائف ملیں کہ خواہی نہ خواہی گرویدہ ہوں۔

(۳) مدرسوں کو بیش قرار تنخواہیں ان کی کاروائیوں پر دی جائیں۔

(۴) طبائع طلبہ کی جانچ ہو جس کام کے زیادہ مناسب دیکھا جائے۔ معقول وظیفہ دے کر اس میں لگا دیا جائے۔

(۵) ان میں جو تیار ہوتے جائیں تنخواہیں دے کر ملک میں پھیلاتے جائیں کہ تحریراً وتقریراً و وعظاً ومناظرۃ اشاعت دین ومذہب کریں۔

(۶) حمایت مذہب ورد مذہباں میں مفید کتب ورسائل مصنفوں کو نذرانے دے کر تصنیف کرائے جائیں۔

(۷) تصنیف شدہ اور نو تصنیف رسائل عمدہ خوشخط چھاپ کر ملک میں مفت تقسیم کئے جائیں۔

(۸) شہروں شہروں آپ کے سفیر نگران رہیں۔ جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں آپ سرکوبی اعداء کے لئے اپنی فوجیں، میگزین اور رسالے بھیجتے رہیں۔

(۹) جو ہم میں قابل کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انہیں مہارت ہو لگاتے جائیں۔

(۱۰) آپ کے مذہبی اخبار شائع ہوں اور وقتاً فوقتاً ہر قسم کے حمایت مذہب میں مضامین تمام ملک میں بقیمت وبلا قیمت روزانہ یا کم سے کم ہفتہ وار پہنچاتے رہیں۔

محمد طاہر فاروق نورانی

رہبرِ اخلاق

سید محمد عبداللہ قادری ☆

(خان صاحب) ڈاکٹر سید حسین شاہ رضوی، اپنی تخلیق "رہبر اخلاق" مطبوعہ لاہور ۱۹۴۱ء طبع سوم۔ گورنمنٹ پنشنر نمبر ۱۶ پارک مین مزنگ لاہور میں "علم" کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

☆ علم عقل کا چراغ ہے۔

☆ علم سے ہی انسان عقل مند بنتا ہے۔

☆ علم جہالت کو مٹاتا ہے۔

☆ علم انسان کا رہنما اور مددگار ہے۔

☆ علم سے عزت حاصل ہوتی ہے۔

☆ علم کا فائدہ عمل کرنے سے ہوتا ہے۔

☆ علم کا مدار عقل پر ہے اور سمجھ کا مدار ذہن کی رسائی پر ہے اور ذہانت فطرت کی بخشش ہے۔

☆ علم ایسا بڑا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

☆ علم وہ دریائے ناپید اکنار ہے جس کا ساحل نہیں۔

☆ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔

☆ عالم وہ ہے جو علم سے کبھی سیر نہ ہو اور نہ ہی اس سے اپنی سیری ظاہر کرے۔

ڈاکٹر سید حسین شاہ رضوی۔ ضروری گزارش میں تحریر فرماتے ہیں: اس کے اکثر فقرے اُردو کے ضرب الامثال اور محاورے ہیں جو نامور افراد، اخلاقی رہبروں اور مذہبی پیشواؤں کے اقوال ہیں۔ جو اس کتاب کے اقوال کو زیرِ نظر رکھے کامیابی اس کے پاؤں چومے گی اور انسانیت ہمیشہ اس پر فخر کرے گی۔

☆ واہ کینٹ

علم کی فضیلت

سید محمد عبداللہ قادری ☆

ہر مسلمان مرد و زن پر ہے حصول علم فرض۔

محترم عبدالعزیز خالد صاحب، صاحب کتاب بزرگ ہیں۔ آپ نے فرقان حمید کا ترجمہ آیت بآیت نظم میں کیا ہے۔ آپ بہت سی کتب کے مصنف ہیں۔ چند نام یہ ہیں۔ حمطایا۔ عبدہ۔ ثانی لاثانی۔ بوتراب۔ حدیث خواب۔ سرود رفتہ۔ مکالمات خالد۔ مقالات خالد وغیرہ۔ اُن کی ایک اور اہم کتاب ''کتاب العلم'' ہے جو ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا موضوع جو ہے اس میں عبدالعزیز خالد صاحب نے آیات، احادیث، اقوال اور ابیات کی روشنی میں علم کا مقام و مرتبہ بیان کیا ہے۔ میں نے عبدالعزیز خالد صاحب کی تصنیف ''کتاب العلم'' سے استفادہ کیا ہے۔ میں نے اُن کے اُردو تراجم کی آیات، احادیث اقوال اور ابیات کو نقل کیا ہے تاکہ عوام و خواص علم کی فضیلت سے متعلق آگاہ ہو سکیں۔

آپ فرماتے ہیں:

علم کی ابتدا بھی حیرانی
علم کی انتہا بھی حیرانی
علم افکار کی سپر داری
علم اقدار کی نگہبانی
ہر کسی پر حصول علم ہے فرض
ہے یہ حکم حکیم حقانی

عبدالعزیز خالد صاحب نے اپنی تصنیف میں ''علم'' کے متعلق جو باتیں کی (لکھی) ہیں ملاحظہ فرمائیں: ''مجھے یہ کتاب اپنے والد گرامی سید نور محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ کے ذخیرہ کتب سے ملی ہے جو انہیں عبدالعزیز خالد صاحب نے عطا کی تھی۔''

''کتاب العلم''

۱۔ ہر مسلمان مرد و زن پر ہے حصول علم فرض۔ پہلا باب صفحہ ۵۷

۲۔ طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے۔(فرض بھی مودہ فرض) ایضاً

۳۔ علم حاصل کرو گود سے گور تک۔ ایضاً صفحہ ۵۸

۴۔ علم حاصل کرو چاہے اس کے لئے چین جانا پڑے۔ ایضاً

ہر مسلماں پر ہے فرض از بسکہ خواہندگی علم کی۔

۵۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

علم حاصل کرو کہ دولت مفلسی میں اور امیری میں وہ زینت ہے تیری۔ صفحہ ۶۱

۶۔ العلم میراثی و میراث الانبیاء قبلی۔

علم ہے میراث میری اور ان نبیوں کی جو پیشتر مجھ سے ہوئے۔ دوسرا باب صفحہ ۸۱

۷۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا فرمان مبارک:

علم اک عمدہ میراث ہے۔علم ہے ایک قیمتی ورثہ۔ صفحہ ۸۲

۸۔ ابو کثیر فرماتے ہیں: علم کی میراث بہتر ہے طلا و نقرہ (سونا چاندی) کی میراث سے۔اور بہتر ہے دُر غلطاں سے نفس صالحہ۔ صفحہ ۸۳

۹۔ بندہ جب نکلے تلاش علم میں

تو فرازِ عرش سے دے ندا اس کو خدائے عز و جل:

مرحبا اے میرے بندے! کیا تجھے معلوم ہے

ڈھونڈتا ہے کون سی تو منزلت؟

کیا مقام و مرتبہ ہے ترے پیش نظر؟

ہیں فرشتے جو مقرب میرے ان کے ہم نشینی کی تمنا ہے تجھے، بر لاؤں گا تیری مراد اور تجھ کو تیری حاجت سے کروں گا ہم کنار! باب نمبر ۶، صفحہ ۱۴۰

۱۰۔ علم کی نیت سے جو جوتے ڈالے پاؤں میں

اور کپڑے پہنے جسم پر۔ گھر کی چوکھٹ سے جونہی رکھے

وہ باہر اپنے پاؤں کر دے اللہ سب گناہ اس کے معاف۔ باب نمبر ۴، صفحہ ۱۵۲

۱۱۔ اے ابو ذر رضی اللہ عنہ! "تو اگر صبحدم اٹھ کر کتاب اللہ کی ایک آیت سیکھ لے تو یہ تیرے واسطے سو

رکعتیں پڑھنے سے بہتر ہے اور اگر تو صبح دم بیدار ہو کر علم کا ایک باب پڑھ لے چاہے اس پر ہو عمل چاہے نہ ہو تو تیرے واسطے بہتر ہے دس سو رکعتیں پڑھنے سے۔ (اے صاحب صدق و یقیں)۔"
باب نمبر ۶، صفحہ ۱۸۰

۱۲۔ ابن عباس فرماتے ہیں: "رات کو اک گھڑی بھی علم پڑھنا پڑھانا ہے شب زندہ داری سے بہتر۔" باب نمبر ۶، صفحہ ۱۸۲

۱۳۔ طالب علم جاہلوں میں یوں ہے جس طرح کوئی زندہ مردوں میں۔
باب نمبر ۸، صفحہ ۲۴۲

۱۴۔ عبید بن الابرص فرماتے ہیں: علم کی شمع کو روشن جو کیا کرتے ہیں۔ زندہ رہتے ہیں وہ ہمیشہ وہ کہاں مرتے ہیں۔ باب نمبر ۸، صفحہ ۲۶۹

۱۵۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں: جو علم والے ہیں ان سے تم علم کا کرو اکتساب اور بھائیوں کو اپنے سکھاؤ جیسے تمہیں سکھایا ہے عالموں نے۔ باب نمبر ۱۰، صفحہ ۲۸۸

۱۶۔ قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ تم اسے۔ ایضاً صفحہ ۲۸۹

۱۷۔ علم سیکھے جو اسلام کو زندہ کرنے کی خاطر۔ تو فرق ایک درجے کا ہے اس میں اور انبیائؑ میں۔ باب نمبر ۱۰، صفحہ ۲۹۱

۱۸۔ المسلم: ہے بڑا صدقہ یہ علم حاصل کرے مرد مسلم۔ اسے پھر سکھائے وہ اپنے برادر مسلمان کو۔
باب نمبر ۱۲، صفحہ ۳۲۱

۱۹۔ جو سیکھو کسی سے سکھاتے چلو۔ دیئے سے دیئے کو جلاتے چلو۔ ایضاً صفحہ ۳۲۱

۲۰۔ سب سے بہتر باپ وہ جس نے تجھے تعلیم دی۔ باب نمبر ۱۳، صفحہ ۳۳۷

۲۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ / حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ: مجھے اک حرف سکھایا جس نے۔ اس نے واقعی میں غلام اپنا بنایا مجھ کو۔ باب نمبر ۱۳ صفحہ ۳۳۷

۲۲۔ واسطہ مجھ سے کسی کا نہیں عالم، متعلم کے سوا۔ باب نمبر ۱۵، صفحہ ۳۷۲

۲۳۔ وہی علم بہتر ہے جو نفع دے۔ باب نمبر ۱۶، صفحہ ۳۸۲

۲۴۔ بخش یارب مجھ کو دولت علم کی۔ ایضاً صفحہ ۳۸۳

۲۵۔ حبیب بن عبید: علم سیکھو اور اس سے نفع اندوزی کرو۔ مت اسے سیکھو مگر زیب و زینت

کے لئے۔
باب نمبر ۱۶، صفحہ ۳۸۸

۲۶۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ: عالم ہے وہی شخص جو ڈرتا ہے خدا سے۔ باب نمبر ۱۷، صفحہ ۳۹۲

۲۷۔ علم کو اپنے چھپاتا ہے جو عالم، اپنی گردن میں لگام اس نے ڈالی آگ کی۔
باب نمبر ۱۸، صفحہ ۴۱۰

۲۸۔ نہیں عالم کو زیبا چپ رہے وہ علم پر اپنے۔ باب نمبر ۱۹، صفحہ ۴۲۱

۲۹۔ ہے عالم پہ واجب کہ جو اس سے پوچھے کوئی اس کا دے وہ جواب۔
باب نمبر ۱۹، صفحہ ۴۲۱

۳۰۔ خاموشی گفتگو سے بہتر ہے۔ ایضاً صفحہ ۴۲۲

۳۱۔ بولنا چاندی ہے، چپ سونا ہے، کلام نقرہ، طلا خموشی۔ ایضاً صفحہ ۴۲۳

۳۲۔ ارسطو سے پوچھا گیا: کون سی چیز ہے آدمی کے لئے سب سے دشوار؟ بولا۔ خاموشی۔
باب نمبر ۱۹، صفحہ ۴۲۳

۳۳۔ ہے سننے سے زیادہ بولنے کا شوق عالم کا فتنہ۔ باب نمبر ۱۹، صفحہ ۴۷۶

۳۴۔ بجا کے، ٹھوک کے برتن کا امتحان کریں اور آدمی کا کریں امتحاں تعلم سے۔
ایضاً صفحہ ۴۷۶

۳۵۔ بغیر علم کے دے جو عوام کو فتوے، لگام آگ کی دی جائے گی ضرور اسے۔
باب نمبر ۲۰، صفحہ ۴۹۰

۳۶۔ بلھے شاہ رضی اللہ عنہ:

علموں بس کریں او یار؟ پڑھ پڑھ شیخ مشائخ کہاویں
اُلٹے مسئلے گھروں بناویں بے عقلاں نوں لٹ لٹ کھاویں
اُلٹے سدھے کریں قرار

باب نمبر ۲۰، صفحہ ۴۹۳

۳۷۔ دے نہ فتویٰ تو اپنی رائے سے ایضاً صفحہ ۴۹۴

۳۸۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ: علم قابو میں نہیں آتا نہ رکھا جائے پڑھنا اور پڑھانا اس کا جاری جب تلک۔
باب نمبر ۲۲، صفحہ ۵۲۳

۳۹۔ اے ابوذر رضی اللہ عنہ! بیان علمی کے بیٹھنا پاس اک گھڑی بھر بھی۔ اک مہینے کے روزوں اور رات بھر کی نمازیں پڑھنے سے ہے۔ خداوند کو زیادہ پسند اور عالم کو دیکھنا ہے، ہزار گردنوں کے چھڑانے سے بہتر۔ باب نمبر ۲۲، صفحہ ۵۳۰

۴۰۔ ہے اک مجلس علم میں حاضری ساٹھ برس کی عبادت سے بڑھ کر۔

باب نمبر ۲۲، صفحہ ۵۳۱

۴۱۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ: مجلسِ علم باغِ جنت ہے۔ ایضاً صفحہ ۵۳۲

۴۲۔ مردِ مومن پاس عالم کے گھڑی بھر بھی اگر بیٹھے تو اللہ کی پکار آئے اسے۔ پاس بیٹھا تو میرے محبوب کے ہے۔ مجھے اپنی جلال اور اپنی عزت کی قسم! تجھ کو اس کے ساتھ بخشوں گا سکونت خلد کی۔

باب نمبر ۲۲، صفحہ ۵۳۴

۴۳۔ صاحب علم کم باتیں کرتا ہے۔ سننے سے پہلے جواب نہ دے اور کسی کی باتوں کے بیچ میں نہ بولے۔ باب نمبر ۲۲، صفحہ ۵۴۱

۴۴۔ یا ابن مسعود: علم سیکھے جو نمائش اور شہرت کے لئے۔ چھین لے برکت خدا اس سے اور اس پر تنگ کردے اس کا رزق اور اس کے نفس کے اس کو حوالے کردے، پس ہو وہ ہلاک۔

باب نمبر ۲۴، صفحہ ۵۷۱

۴۵۔ کسی عالم کی غایت اُولی۔ علم سے جب رضائے یزداں ہو تو ہر اک شے جہاں کی اس سے ڈرے۔ جب خزانوں کا وہ بنے خواہاں تو ہر اک شے سے خوف کھانے لگے۔

باب نمبر ۲۴، صفحہ ۵۸۲

۴۶۔ ہمارے زمانے میں دو چیزیں کم یاب ہیں۔ ایک عالم کہ وہ علم پر اپنے عامل ہو اور دوسری ایسا عارف کرے جو کہ اپنی حقیقت عیاں۔ باب نمبر ۲۶، صفحہ ۶۲۴

۴۷۔ جس کا تجھ کو علم ہے اس پر نہیں تیرا عمل۔ کس منہ سے پھر تو مانگتا ہے وہ، نہیں ہے علم جس شے کا تجھے؟ باب نمبر ۲۶: صفحہ ۶۲۷

۴۸۔ عبداللہ بن مسعودؓ: علم سیکھو! علم سیکھو! سیکھنے کے بعد پھر تم کرو اس پر عمل۔

باب نمبر ۲۶: صفحہ ۶۵۳

۴۹۔ اے رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)! علم کیا ہے؟
کہا: خامشی۔ پھر؟ سماعت توجہ سے۔
پھر؟ حفظ کرنا۔ پھر؟ اس پر عمل۔
پھر؟ اے اللہ کے پیغامبر! نشر کرنا اسے۔ باب نمبر ۲۹، صفحہ ۶۸۹

۵۰۔ علم دو طرح کا۔ مذاہب کا علم اور اجسام کا۔ باب نمبر ۳۰، صفحہ ۶۹۷

۵۱۔ حضرت فاروق اعظم/حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما:
لکھائی سے قابو کرو علم کو۔ باب نمبر ۳۱، صفحہ ۶۹۸

۵۲۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کروں کیا میں مقید علم کو؟
"ہاں!" کیسے ہوتا ہے وہ قید؟
"حیطۂ تحریر میں آتا ہے جب!" باب نمبر ۳۱، صفحہ ۶۹۹

۵۳۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ: بناؤ تحفظ کا سامان اپنی کتابوں کو، ہوگی تمہیں عنقریب ان کی حاجت۔ باب نمبر ۳۱، صفحہ ۷۰۲

۵۴۔ ہے، ہم میں عالم وہی زیادہ، زیادہ جس کا کہ حافظہ ہو۔ ایضاً ص ۷۷

۵۵۔ تلاش علم میں جو شخص ہے وہ عالم ہے، جسے حصول کا احساس ہے وہ جاہل ہے۔ (بلا مبالغہ کیسا ہی گرچہ عالم ہو) باب نمبر ۳۲، صفحہ ۷۰۹

۵۶۔ نہیں کنارہ کوئی علم کے سمندر کا۔ ایضاً۔ صفحہ ۷۱۲

۵۷۔ علم کی کوئی منزل نہیں، بس سفر ہی سفر ہے۔ ایضاً۔ ۷۱۳

۵۸۔ ڈرو عالم کی لغزش سے کہ اس کی لغزش اس کو آگ میں جھونکے۔ (دھکیلے قعرِ دوزخ میں)
باب نمبر ۳۳، صفحہ ۷۱۴

۵۹۔ افضل معرفت؟ معرفت نفس کی۔ باب نمبر ۳۴، صفحہ ۷۲۸

۶۰۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ: کسی برتن میں کوئی چیز ڈالے تو لبالب ہو کے تنگ پڑے۔ علم کا ظرف لیکن ایسا ہے جس قدر ڈالو پھیلتا جائے۔

باب نمبر ۳۸، صفحہ ۷۵۵

معاشرے پر علماء کی گرفت

علامہ پروفیسر عون محمد سعیدی

ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ وہ علماء جنہیں دین کا علمبردار اور انبیاء کا وارث قرار دیا گیا ہے آج وہ کس ڈگر پر چل رہے ہیں۔ پورا معاشرہ ان کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ تمام اختیارات چھن چکے ہیں۔ عوامی حمایت سے محروم ہو چکے ہیں۔ رونا تو اس بات پر آتا ہے کہ مسجد کی چار دیواری میں بھی وہ بااختیار نہیں ہیں۔ یہاں بھی وہ مسجد انتظامیہ کے ہاتھوں گروی ہیں جب مرضی نکال دیئے جائیں، جب مرضی رکھ لیے جائیں۔ وہ وارثان منبر و محراب اسلام میں جن کے منہ سے نکلا ہوا ہر حرف حکم کا درجہ رکھتا ہے ان کی دس دس گھنٹوں کی تقریریں بھی غیر مؤثر ثابت ہو رہی ہیں۔

اس سے بھی بڑھ کر افسوس اس بات کا ہے کہ وہ اپنی موجودہ حالت پر مکمل طور پر قانع اور رضامند ہیں۔ وہ ایسے لوگوں کو آنکھیں دکھاتے ہیں جو انہیں ان کی حالت زار سے آگاہ کرتے ہیں۔ کبھی تو وہ اپنی اس ناگفتہ بہ حالت کو "پیغمبرانہ روش" سے تشبیہ دیتے ہیں اور کبھی اس کا ذمہ دار "قرب قیامت" کو ٹھہراتے ہیں۔ لوگوں کے قلوب و اذہان میں انہوں نے یہ بات ڈال رکھی ہے کہ پیغمبروں کی راہ پر چلنے والے ہمیشہ اسی حالت میں رہتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی عالم دین اس خستہ حالی سے باہر نکلنے کی بات کرے تو لوگ اسے مشکوک نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں کہ شاید یہ بندہ "دین" سے باہر نکلا جا رہا ہے۔

اسی بدحالی کی صحیح عکاسی کرتے ہوئے ضمیر جعفری نے کہا تھا:

مولوی اونٹ پہ جائے ہمیں منظور مگر
مولوی کار چلائے ہمیں منظور نہیں
وہ نمازیں تو پڑھائے ہمیں منظور مگر
پارلیمنٹ میں جائے ہمیں منظور نہیں
حلوہ خیرات کا کھائے تو ہمارا جی خوش
حلوہ خود گھر میں پکائے ہمیں منظور نہیں

مزید برآں اب تو لوگوں نے علماء کے بارے میں یہ آخری فیصلہ کرلیا ہے کہ یہ معاشرے کی نچلی کلاس کے ایک فرد ہوتے ہیں۔غلبہ، اقتدار، کرسی، سربراہی، حکمرانی سے ان لوگوں کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ہونا چاہیے۔وہ ان کو دو چار باتوں کے علاوہ کسی بھی معاملہ میں درخورِ اعتناء نہیں سمجھتے۔

شیوخ شہر سے کیا بحث جو گرہ میں فقط　　دو حرف عقد و سہ حرف طلاق رکھتے ہیں

عدالت ہو یا بازار، سول سوسائٹی ہو یا پارلیمنٹ، مختلف محکمے ہوں یا تعلیمی ادارے۔ان کا اثر ورسوخ ہر جگہ صفر نظر آتا ہے۔ہمارے نزدیک اس کی تین بنیادی وجوہات ہیں:

(۱) دین کے حقیقی تصور سے لاعلمی:

ہم نے بذاتِ خود دین کو چند رسوم و عبادات میں محدود تصور کرلیا ہے۔دین کی ہر شعبہ میں بالادستی قائم کرنا ہمارے پیشِ نظر ہی نہیں ہے۔ہم نہیں سمجھتے دین حکمرانی کے لیے آیا ہے اور اہلِ دین حکومت کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کام صرف چار مسئلے بتانا، امامت کرنا، تقریر کرنا، جنازہ و نکاح وغیرہ پڑھانا اور لوگوں کی غلامی کرنا ہے۔مسجد و مدرسہ کی چار دیواری سے باہر ہمارے اختیارات کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔یہاں ہم دنیاداروں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔بلکہ اب تو مسجد و مدرسہ میں بھی دنیاداروں کا حکم چلتا ہے۔اگر ہم دین اور علماء دین کی بالادستی چاہتے ہیں تو اس غیر اسلامی تصور کا خاتمہ از حد ضروری ہے۔

(۲) نصاب درس نظامی:

ہمارے علماء درس نظامی کی مشکل ترین اور معاشرے سے لاتعلق کتب پر جتنی اپنی زندگیاں اور قیمتی اوقات صرف کرتے ہیں اگر اس کی آدھی توانائیاں بھی وہ معاشرہ کے افراد کی عمومی اصلاح پر صرف کرتے تو دنیا کا نقشہ بدل کے رہ جاتا۔رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے اپنے اوقات اور صلاحیتیں معاشرہ پر صرف کیں اور فقط ۲۳ سال میں ریگزارِ عرب کا نقشہ بدل کے رکھ دیا۔اس نصاب کی بہت زیادہ اصلاح کی ضرورت ہے۔

(۳) یورپی جمہوری نظام انتخاب پر ایمان:

ہمارا تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے مروجہ انتخابی نظام پر "آمنا وصدقنا" کہہ دیا ہے۔ اس کو عین اسلام اور معاشرہ کے لیے ضروری قرار دے دیا ہے۔ اس کے بارے میں کوئی دوسری بات سوچنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ خالصتاً یزیدی نظام ہے جس کے ذریعے پانچ سو سال تک بھی اہل دین بااختیار نہیں ہو سکتے اور نہ کبھی برسر اقتدار آ سکتے ہیں۔ ہمیں اس نظام میں باطل پرست دولتمندوں سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ ان کی پارٹیوں کا حصہ بننا پڑتا ہے بی حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ ہمارے (دینی) نظام کا حصہ بنتے اور ہم سے وابستہ ہونے کو ضروری سمجھتے۔ کوئی بڑی سے بڑی مذہبی پارٹی کیوں نہ ہو وہ پارلیمنٹ میں جا کر یزیدی پارٹیوں کی پالیسیوں میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ "چوں خر در کان نمک رفت نمک شد"۔ ہم آٹھ دس سیٹوں پہ اکتفا کر لینے کو نظام مصطفیٰ کی بہت بڑی کامیابی سمجھتے ہیں حالانکہ سب کی سب سیٹیں نظام مصطفیٰ کی ہیں جو ہم نے باطل پرستوں کو دے کر اپنے لیے ذلت و رسوائی خرید رکھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہرگز یہ ضابطہ نہیں اپنایا کہ کچھ سیٹیں ابو جہل کو دے دی جائیں، کچھ ابولہب کو، کچھ عتبہ و شیبہ کو اور کچھ صدیق و عمر، عثمان و علی (رضی اللہ عنہم) کو۔ نظام مصطفیٰ ﷺ تو یہ ہے کہ ابو جہل، ابولہب اور عتبہ و شیبہ کی طاقت کو توڑ کر انہیں ان کی سیٹوں سے کلیتاً محروم کر دیا جائے اور ساری سیٹیں ابوبکر و عمر عثمان و علی اور حسن و حسین (رضی اللہ عنہم) کو دے دی جائیں۔ اور اس کے لیے انتخاب نہیں انقلاب کی ضرورت ہے۔ ورنہ یہی ہوتا رہے گا کہ فرعون، نمرود، شمر اور یزید مولویوں کو دو چار سیٹیں دے کر اپنی طاقت کا لوہا منواتے رہیں گے۔

ہماری خواہش تو یہ ہے کہ تمام صدارتیں وزارتیں کرسیاں افسریاں بادشاہیاں پالیسیاں منڈیاں عدالتیں ادارے محکمے "علماء" کے ہاتھ میں ہوں۔۔۔ مگر یہ کیا مذاق ہے کہ آرمی میں علماء دنیا داروں کے ماتحت۔۔ اوقاف میں علماء دنیاداروں کے ماتحت۔۔ مساجد اور مدارس میں علماء دنیاداروں کے ماتحت۔۔ کہاں ہے علماء کی قوت، طاقت اور شان و شوکت؟؟۔ اگر ہم تبدیلی چاہتے ہیں تو ہمیں دین کے حقیقی تصور کو سمجھنا ہوگا، نصاب پر نظر ثانی کرنی ہوگی۔ یورپی نظام انتخاب کو مسترد کر کے انقلاب کی راہ پر چلنا ہوگا۔ کچھ پالیسیاں بدلنی ہوں گی، کچھ طریقے بدلنے ہوں گے، کچھ راستے بدلنے ہوں گے۔ ہمارا آخری جملہ یہ ہے کہ "آج معاشرہ علماء کی گرفت میں نہیں، بلکہ علماء معاشرہ کی گرفت میں ہیں۔"

علم کے تقاضے

پروفیسر شاہ فرید الحق

۱۹ اگست ۱۹۷۴ء کو ریڈیو پاکستان سے "قرآن اور ہماری زندگی" کے تحت نشر کیا گیا۔

حق و باطل کے جانچنے کا معیار ہی علم ہے۔ یہ ایسی دولت ہے جسے کوئی چھین نہیں سکتا۔ یہ ایسا نور ہے۔ جو قلب کو منور کرتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ اس سے استفادہ عالم کرتا ہے بلکہ اس نور سے عام انسانوں کے قلوب بھی جلا پاتے ہیں۔

علم کی اہمیت کا اندازہ قرآن کے اس بیان سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ کہا کہ میں زمین پر انسان کو بھیجنا چاہتا ہوں تو فرشتوں نے اعتراض کیا کہ انسان وہاں خون خرابہ کرے گا اور امن کو تہہ و بالا کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔ فرشتے خدا کے علم کے سامنے خاموش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کو انسان کی خوبیوں اور برائیوں کا علم ہے۔ اسے یہ معلوم تھا کہ انسانوں میں نبی۔ صدیق۔ اولیا اور نیک بندے بھی ہوں گے جو انسانیت کو گمراہی سے بچائیں گے۔ جس سے فرشتے نابلد تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے علم کی وسعت کے تحت یہ فرمایا گیا کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بظاہر تو اُمی تھے لیکن اللہ نے انہیں ایسا علم لدنی عطا کیا جو کسی مخلوق کو نصیب نہ ہوا۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد اور ان کا کام سورۃ آل عمران کی مندرجہ ذیل آیت سے واضح کیا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

ہم نے مومنین پر احسان کیا کہ انہیں میں سے ایک رسول مبعوث کیا جو ان پر قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

یعنی نفس کی قوت عملیہ اور علمیہ دونوں کی تکمیل فرماتا ہے۔

اس آیت میں قرآن کی تلاوت اور کتاب وحکمت کی تعلیم دینا اہم موضوع ہے۔ ظاہر ہے کہ جب نبی علم حکمت کی تعلیم دے گا تو اس کے امتی زندگی کا مقصد اللہ کی ربوبیت اور رسول کی رسالت کی اہمیت کا اندازہ لگا سکیں گے۔ پورے قرآن میں اللہ تعالیٰ اپنے مظاہر قدرت کو بیان کرنے کے بعد عوام الناس کو غور فکر کی دعوت دیتا ہے۔

اسی لئے قرآن میں یہ فرمایا گیا کہ:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

اللہ سے ان کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

اس آیت سے یہ واضح ہو گیا کہ جو لوگ اللہ کی قہاریت جباریت اور اس کی رحمت کا علم رکھیں گے وہی اس سے ڈریں گے اور دنیا میں حقوق اللہ اور بالخصوص حقوق العباد کی طرف توجہ دیں گے۔

قرآنی نقطہ نظر سے علم والا وہی ہے جس میں خوف خدا کی کثرت ہو۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عالم وہ ہے جو اللہ سے بے دیکھے ڈرے۔ جو کچھ اللہ کو پسند ہے اس کی طرف وہ راغب ہو اور جس سے وہ ناراض ہے اس سے کوئی دل چسپی نہ رکھے۔ حقیقی عالم وہ ہے جسے خالق کی معرفت حاصل ہو۔ اسی لئے قرآن میں ایک دوسری جگہ سورۃ زمر میں فرمایا گیا۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

(اے نبی ﷺ!) ان سے پوچھئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں کبھی یکساں ہو سکتے ہیں (اس لئے کہ) نصیحت تو عقل رکھنے والے ہی قبول کرتے ہیں۔

دوسری جگہ سورۃ ص میں فرمایا گیا:

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

یہ ایک کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری برکتوں والی تاکہ اس کی آیتوں میں تدبیر کریں اور عقلمند نصیحت مانیں۔

حدیث شریف میں ہے بندہ سے قیامت کے دن اس کے علم کے متعلق پوچھا جائے گا کہ اس پر اس نے کیا عمل کیا ہے۔

دوسری حدیث میں حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں انسان جب گزر جاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے مگر صدقہ جاریہ۔ علم نافع اور نیک اولاد۔

یعنی علم نافع انسان کو فائدہ پہنچاتا ہی رہتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں علم وہ اچھا ہے جو خدا کا خوف زیادہ کرے۔ ذاتی برائیوں سے واقف کرے۔ عبادت الٰہی کا شوق دلائے۔ دنیا داری سے ہٹا کر دین کی طرف لگائے اور برے افعال سے بچائے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں علم بغیر عمل کے ایک آزار ہے اور عمل بغیر اخلاص کے بے کار ہے۔

علم مال سے بہتر ہے کیونکہ وہ تمہاری حفاظت کرتا ہے اور مال کی حفاظت تمہیں کرنی پڑتی ہے۔

دینی نقطہ نظر سے علم کی اہمیت واضح ہو جانے کے بعد اس کے تقاضوں کا تعین ضروری ہے۔

علم کی ساری خصوصیات کا دارومدار انسان کے کردار اور اعمال سے ہے۔ عالم اپنے عمل سے علم کی خوبیوں کو واضح کرسکتا ہے اور صحیح عمل کا تعلق بھی علم ہی سے ہے۔ بعض ائمہ کے نزدیک تو بغیر علم کے ایمان کی تکمیل ہی نہیں ہوتی۔

امر اور نہی کا علم ایک شخص سے یہ تقاضا کرتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے حدود کو قائم کرے۔ اچھائیوں پر خود عمل کرے اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی دعوت دے نیز برائیوں سے خود بچے اور دوسروں کو بچنے کی ترغیب دے۔

حقوق انسانیت کا خیال رکھے اور اسے پورا کرنے کی کوشش کرے۔ دوسروں کے حقوق کو غصب نہ کرے۔ ایذا رسانی، تہمت ہنگامہ آرائی اور خونریزی سے اجتناب کرے۔

علم ہم سے اس بات کا بھی متقاضی ہے کہ ہم حق و باطل میں تمیز کرسکیں۔ حق کو حق کہنا اور نبی کریم ﷺ کے قول کے مطابق سلطان جابر کے سامنے کلمہ حق کو بلند کرنا ہی سب سے بڑا جہاد ہے۔ باطل کے آگے ڈٹ جانا اور رحمۃ المقدور اسے مٹانا ہی انسانیت کا کمال ہے۔

علم ہم سے یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنے اخلاق کو اس طریقہ پر مزین کریں کہ دوسرے اس سے سبق حاصل کریں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں خلق اور نیکی سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو۔

علم ہم سے اس بات کا بھی متقاضی ہے کہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کا بھی حق ادا کریں۔ اللہ کی اطاعت اور اس کی بندگی نیز رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور ان اصحاب امر کی اطاعت جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہوں ضروری ہے۔

علم ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ہم معاصی میں کسی کی اطاعت نہ کریں۔ اطاعت صرف نیکی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی میں مضمر ہے۔

علم ہم سے یہ بھی چاہتا ہے کہ تَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ حاصل کریں اور مسائل شرعیہ اور مسائل انسانیت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کرنے کی جدوجہد کریں۔

تَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ کے لئے تو قرآن میں واضح ارشاد موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْآ اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ

کیوں نہیں ایسا ہوتا کہ ہر بڑی جماعت میں سے کچھ لوگ نکلیں اور دین میں سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈرائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ عالم اور تَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ حاصل کرنے والوں کی عوام الناس پیروی کرتے ہیں۔ اس لئے عالم اور فقیہہ کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ مسائل کا استنباط بڑے غور وفکر اور بصیرت کے بعد کرے تاکہ وہ خود لغزش نہ کھائے اور دوسرے بھی لغزش سے بچ سکیں۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ علم وہی کارآمد ہے جس سے خود عالم بھی فائدہ حاصل کرے اور دوسرے لوگ اس سے مستفید ہو سکیں۔ اس لئے علم ہم سے اس بات کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ ہم اپنے علم سے دنیائے انسانیت کو فائدہ پہنچائیں نہ کہ علم سے انسانیت کی بربادی ہو۔ قرآن تو ہم سے یہی چاہتا ہے کہ ہم علم نافع حاصل کریں تاکہ خالق کی معرفت زیادہ سے زیادہ حاصل ہو سکے اور دنیائے انسانیت ایک اللہ کی بندگی کرتے ہوئے انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلائے۔ انسانی نفس پاک وصاف ہو سکے اور اس میں خودداری، عزت نفس، حریت اور انسانی عظمت کا احساس اجاگر ہو سکے۔

(بشکریہ: ترجمان اہل سنت کراچی۔ نومبر ۱۹۷۴ء)

اسلامی تعلیمات اور ہمارا نظام

مفتی سید شجاعت علی قادری (ایم۔اے)

موجودہ حکومت ملک کی زندگی کے مختلف شعبوں میں اہم انقلابی اصلاحات کا ارادہ رکھتی ہے۔ہمارے ملک میں زندگی کے دوسرے شعبوں میں جو خامیاں اور خرابیاں ہیں وہ تو اپنی جگہ ہیں مگر تعلیمی شعبے میں جو ابتر صورتحال ہے وہ اس منزل پر پہنچ گئی ہے کہ اساتذہ، طلبہ اور ملک کے تمام علم دوست اس ابتری کے معترف ہیں اور اس پر ماتم کناں۔سب کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ پورا تعلیمی ڈھانچہ ہماری ملکی ضروریات اور ملی تقاضوں سے یکسر مختلف ہے، ہم تعین منزل کے بغیر رواں دواں ہیں۔نتیجۃً منزل کے قریب ہونے کے بجائے دور ہوتے جارہے ہیں۔موجودہ نظام تعلیم اور نصاب تعلیم نے ہماری مشکلات کو ختم کرنے کے بجائے ان میں بہت اضافہ کر دیا ہے، لہٰذا یہ شعبہ نہایت اہم اصلاحات کا طالب ہے۔ یہاں ان اصلاحات سے بحث نہیں جو فن وار کی جاتی ہیں۔ یہاں بحث اس امر سے ہے کہ پورے نظام تعلیم میں اسلامی تعلیمات کا کیا مقام ہونا چاہئے۔اس سوال کا جواب ایک دوسرے سوال کے جواب پر موقوف ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنی پوری قوم کو کونسا طرز حیات دینا چاہتے ہیں۔اس سلسلہ میں مجھے اب تک جو معلوم ہوسکا ہے وہ یہ ہے کہ یہ ملک صرف اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ ملت اسلامیہ، اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق اپنی زندگی گزار سکے لہٰذا ہمیں اپنے بچوں کو اسی طرز حیات کی تعلیم دینی چاہئے۔اس سلسلہ میں اب تک جو ہوا وہ نہ ہونے کے برابر ہے۔اس سے بھی کم تر، بعض درجوں میں دینیات کی چند کتابیں رکھ دی گئیں اول تو وہ کتابیں خود نامکمل پھر ان کی تعلیم محض اختیاری مضمون کی حیثیت سے، بی اے میں اسلامی نظریہ حیات پڑھائی جاتی ہے۔اس کتاب میں اسلام کا نظریہ حیات کم ہی بیان کیا گیا ہے۔اس کے مضمون نگاروں نے اپنا نظریہ حیات زائد بیان کیا ہے، کیا کوئی پڑھا لکھا شخص ثابت کرسکتا ہے کہ یہ کتاب درسی حیثیت رکھتی ہے۔بالخصوص ان طلبہ کے لئے جن کو ابتدائی کلاسوں میں آپ نے کلمہ

تک نہیں سکھایا ہے۔غرضیکہ اسلامی تعلیمات کا حصہ ہمارے تعلیمی نظام میں سر دست اتنا بھی نہیں ہے جتنا آٹے میں نمک، اب ہمیں کیا کرنا چاہئے اور اسلامی تعلیمات کو کس طرح اپنے نصاب تعلیم میں رکھنا چاہئے۔

اس کی دو صورتیں ہیں۔

ا۔ تمام علوم و فنون کی کتب از سر نو مرتب کی جائیں اور ان میں اسلامی تعلیمات کو اس طرح سمو دیا جائے جس طرح پھول میں خوشبو سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے۔یہ امتزاج اس نوعیت کا ہو کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اس میں اتنا حصہ الامی ہے اور اتنا غیر اسلامی، متقدمین علما نے مختلف علوم و فنون پر اپنے زمانہ کی علمی سطح کے مطابق ایسی متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں۔مثال کے طور پر میں شفاء بوعلی سینا پیش کرتا ہوں، اس کی جلد ثالث کے مکمل طور پر مطالعہ کا اتفاق ہوا۔یہ اتفاق ڈاکٹر کرنل شاہ صاحب (جو ہمارے ملک کے نامور ڈاکٹر ہیں) کی تحقیقی کاوشوں کے سلسلہ میں ہوا۔کتاب مذکور کا یہ حصہ طبیعات سے متعلق ہے۔بوعلی سینا نے طبیعات کے خالص مادی اور فنی مسائل کو بھی اس انداز سے بیان کیا ہے کہ پڑھنے والا اپنے آپ کو مادہ اور طبیعت کی کثافتوں میں گم کرنے کے بجائے مافوق الطبیعۃ (ذات باری تعالیٰ) ہستی کے قریب سے قریب تر ہوتا جاتا ہے جب کوئی باب ختم ہوتا ہے تو وہ کسی مناسب آیت یا خدا کی کسی صفت کے برمحل ذکر پر ختم ہوتا ہے جس سے طالب علم کے ایمان میں مزید تازگی پیدا ہو جاتی ہے۔اس قسم کی کتاب پڑھ کر طالب علم واقعی صرف ڈاکٹر نہیں بلکہ مسلمان ڈاکٹر بن سکتا ہے۔ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے مسلمان وکیل، مسلمان ڈاکٹر، مسلمان فلسفی، مسلمان سائنسدان، مسلمان ریاضی داں وغیرہ بن سکیں اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد یہ کہتے ہوئے نہ پائے جائیں کہ صاحب اسلام اپنی جگہ ہے اور ڈاکٹری اپنی جگہ ہے، اسلام اپنی جگہ ہے وکالت اپنی جگہ ہے وغیرہ۔جب ہم ایسا نصاب تیار کرلیں گے اس وقت یہ کہنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی کہ اسلامی تعلیمات لازمی ہوں یا اختیاری ہوں۔یہ وہ مبارک دور ہوگا جب مولوی اور مسٹر کا تفرقہ مٹ جائے گا۔پھر ہماری مسجدوں کے امام ڈاکٹر ہوں گے اور ہمارے ڈاکٹر مسجدوں میں امامت بھی کریں گے اور یہی ایک حقیقی الامی معاشرہ کا تصور ہے۔کہیں اس حسین تخیل کو حقیقت کا جامہ پہنانے کے لئے طویل مدت کثیر دولت اور ماہر فنون کی ضرورت ہے اگر ہم شروع ہی سے اپنی اس حقیقی منزل کی طرف بڑھنا شروع کر دیتے تو آج شاید ہم سب ساحل پر ہوتے۔مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا ہمیں آج ہی سے اس منصوبہ کی طرف قدم

اُٹھانا چاہئے۔ لیکن سوال سر دست یہ ہے کہ بحالت موجودہ ہم اسلامی تعلیمات کو کس حد تک اپنے نظام تعلیم میں جگہ دے سکتے ہیں تاکہ کہیں بڑے منصوبے تک پہنچنے سے قبل ہی ہم اپنے معاشرے سے اسلامی اقدار کا کلیۃً خاتمہ نہ کر بیٹھیں۔ اس سوال کے جواب میں گزارش ہے کہ ہمیں کم از کم مندرجہ ذیل طریقہ کو اپنانا ہوگا۔

۲۔(ا) پہلی جماعت سے آخری جماعت تک ہر فن کے مسلم طلبہ کے لئے اسلامی تعلیم لازمی ہو۔

(ب) دس جماعت تک طلبہ کو عبادات کا حصہ مکمل کرادینا چاہئے۔ عبادات کا نصاب مندرجہ ذیل چیزوں پر مشتمل ہو۔

(۱) قرآن ناظرہ

(۲) قرآن کی چند سورتیں حفظ

(۳) کلمات اور ادعیہ ماثورہ

(۴) عبادات سے متعلق ضروری مسائل

(۵) عربی زبان مناسب مقدار۔

(ج) انٹرمیڈیٹ کی کلاسوں کے لئے مندرجہ ذیل نصاب ہے۔

(۱) چند سورتوں کا ترجمہ مع آسان تفسیر

(۲) چند احادیث مع تشریح

(۳) اسلام کا اخلاقی نظام، عربی بقدر ضرورت۔

(د) بی اے اور اس کے مساوی کلاسوں کے لئے مندرجہ ذیل نصاب ہو۔

(ا) حصہ ایمانیات مع دلائل، تاریخی شواہد، عقلی استدلال اور انسانی فطرت کے تقاضے وغیرہ۔ ایمانیات پر قرآنی طرز استدلال اور اس کی تشریح۔

(ب) ادیان کا تقابلی مطالعہ، اب تک جو مواد اس موضوع پر ہے نہایت قلیل اور غیر مستند ہے۔ تعلیم کے اس مرحلہ پر طالب علم کو ہر بات پختہ حوالہ سے بتائی جانی چاہئے۔

(ج) لادینی نظریات کا تنقیدی مطالعہ۔

(د) قرآن وحدیث تفسیر وتشریح، عربی، بقدر ضرورت۔

یہاں یہ بات مدنظر رکھنی ضروری ہے کہ [illegible]

پر شائع کی جائیں، ترتیب نصاب میں مندرجہ ذیل خصوصیات ملحوظ رہیں:

(۱) کسی نصابی کتاب پر مرتب کا نام نہ ہو، بلکہ حکومت کے ادارہ کا نام ہو۔

(۲) غیر اختلافی مسائل ہوں۔

(۳) کتابوں پر حوالہ جات ہوں۔

(۴) کتابت وطباعت درست اور صاف ستھری ہو۔

(۵) عربی عبارات زیر زبر کے ساتھ ٹھیک لکھی جائیں۔

(۶) سنی اور شیعہ دونوں مسلک کی کتب علیحدہ علیحدہ ہوں۔

(۷) کلاس کے لئے صرف ایک کتاب ہو جس میں تمام کورس مکمل موجود ہو۔

اس نصاب تعلیم کی ترتیب پر ظاہر ہے کہ کافی خرچ کرنا ہوگا۔ اس کے پڑھانے کے لئے بھی کافی لوگ رکھنا ہوں گے۔

جہاں تک خرچ کا تعلق ہے اس سے ہمیں نہیں گھبرانا چاہئے کیونکہ ہم نے جس دین کے نام پر یہ تمام ملک حاصل کیا تھا اسی دین کی خدمت پر اگر کچھ خرچ ہوگا تو یہ حقیقی مصرف پر خرچ ہوگا۔ ہم جس نام کی بھیک کھاتے ہیں اگر اس کی خدمت کریں تو کیا بے جا ہے۔ آخر ہمیں اس سے تکلیف کیوں ہوتی ہے؟

عربی لازم قرار دینے سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ اسلامیات کی تعلیم کے لئے جو لوگ آج کل بلاوجہ معلمی کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور جس سے اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے اس سے نجات ہو جائے گی یا وہ لوگ دین کی فہم کے لئے مطلوبہ لیاقت پیدا کرلیں گے۔

ہمارا معاشرہ جس تیزی سے تباہی کی طرف بڑھ رہا ہے اگر اس کی اصلاح کے انتظامات بروقت اور مکمل نہ کئے گئے تو ہم اس منزل پر پہنچ جائیں گے جہاں سے واپس آنا مشکل ہوگا پھر مرض کا وہ مقام آجائے گا جب ڈاکٹر جواب دیتے ہیں اور عیادت کرنے والے سرہالیں سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں، مغربی ممالک کا حشر آپ کے سامنے ہے۔

نصاب تعلیم کے ساتھ ساتھ ہمیں پورے نظام تعلیم میں بھی انقلابی اصلاحات کی ضرورت ہے، اس کے متعلق کسی موقعہ پر عرض کروں گا۔

(بشکریہ: ترجمان اہلسنت کراچی۔ جون ۱۹۷۲ء)

محبت

ایمان کے بعد دوسرا جذبہ جو ہمیں صحت وشادمانی سے ہم کنار کرتا ہے وہ جذبہ ہے محبت کا۔ یہ بچگانہ محبت نہیں بلکہ نفسیاتی بلوغت پر مبنی محبت یعنی انسانیت سے محبت۔ جب ہم انسانیت سے محبت کرتے ہیں تو ہم اپنی ذات کے خول سے نکل کر تمام بنی نوع انسان کو اپنی محبت میں شامل کرتے ہیں۔ یہ محبت ہے جو غلاموں پر اسرار شہنشاہی کھولتی ہے۔ یہ محبت ہے جو راضی برضا رہنا سکھاتی ہے۔ یہ محبت ہے جو صبر ایوبی عطا کرتی ہے اور جو حضرت اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی اور حضرت ابراہیمؑ جذبہ ایثار اور قربانی سے سرفراز کرتی ہے۔

رنج وغم

اس دنیا میں سُکھ کے ساتھ دُکھ بھی ہے۔ راحت کے ساتھ زحمت بھی ہے۔ دِن کے ساتھ رات بھی ہے اور صحت کے ساتھ بیماری بھی ہے۔ یوں رنج وغم ہماری زندگی کے لئے ناگزیر ہیں۔ لیکن ہمیں غم اپنے اوپر مسلط نہیں کرنا چاہئے بلکہ تصویر کے دونوں رُخ دیکھنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔

یہی بات کہنے کو جی چاہتا ہے
مدینے میں رہنے کو جی چاہتا ہے
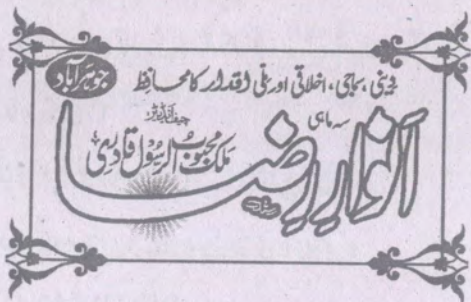
تاثرات کانفرنس

☆ سید ریاض حسین شاہ (ناظم اعلیٰ: جماعت اہل سنت پاکستان)

☆ علامہ قاری محمد زوار بہادر صاحب (ڈائریکٹر صفہ اسلامک یونیورسٹی لاہور)

☆ حضرت مفتی ہدایت اللہ پسروری صاحب (مرکزی نائب صدر J.U.P)

☆ محمد منشا تابش قصوری (مریدکے)

☆ حضرت مولانا عبد الوحید تنولی (واہ کینٹ)

☆ حضرت علامہ عبد التواب اچھروی (لاہور)

☆ حضرت صاحبزادہ محبوب حسین چشتی (سجادہ نشین: خانقاہ مرتضویہ بیربل شریف)

☆ حضرت مولانا عبد المصطفےٰ ہزاروی (ناظم اعلیٰ: تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان)

☆ علامہ پیر سید نوید الحسن شاہ (بھکھی شریف)

☆ مولانا غلام محمد سیالوی (چیئرمین شعبہ امتحانات تنظیم المدارس پاکستان و چیئرمین پنجاب قرآن بورڈ حکومت پنجاب)

☆ مولانا محمد صدیق ہزاروی (جامعہ ہجویریہ دربار داتا گنج بخش لاہور)

☆ مولانا محمد بدر الزمان قادری (ایگزیکٹو آفیسر پرنسپل جامعہ ہجویریہ۔ محکمہ اوقاف حکومت پنجاب)

☆ قاری محمد عامر خان ()

☆ بشیر احمد فردوسی گولڑوی (جامعہ الفردوس حاصل پور ضلع بہاولپور)

☆ مفتی محمد عبد القیوم خان (مدارس دینیہ پلندری۔ آزاد کشمیر)

☆ علامہ ظہور احمد جلالی مانگا منڈی)

☆ ابوالفضل محمد فضل سبحان القادری (خادم علوم دینیہ جامعہ قادریہ مردان)

☆ اللہ دتہ اعوان (خطیب گول مسجد پی۔او۔ایف حویلیاں کینٹ، ایبٹ آباد)

☆ علامہ پیر عبد القادر (پرنسپل: جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ)

☆ مفتی محمد عبد القیوم خان (مدارس دینیہ پلندری۔ آزاد کشمیر)

○

یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

عطا قدموں میں ہو دائم حضوری ، یا رسول اللہ
ہے اب ناقابلِ برداشت دوری ، یا رسول اللہ

عنایت ہو اگر اِک لمحہ ، اپنی خاص خلوت کا
مجھے اِک عرض کرنی ہے ضروری ، یا رسول اللہ

اجازت ہو تو کچھ حُسنِ ترے بھی بیاں کر لوں
ابھی ہے داستانِ غم ادھوری ، یا رسول اللہ

بڑی غایت تمنا ہے ، درِ اقدس کی دربانی
زہے عزت ، اگر ہو جائے پوری ، یا رسول اللہ

مدینے ہی میں آ کر راحت و تسکین پاتی ہے
دلِ فرقت زدہ کی ناصبوری ، یا رسول اللہ

دمِ رخصت نفیس اشکوں سے تر ہے رحم فرماؤ
خدارا اِک جھلک ہلکی سی ، نوری ، یا رسول اللہ

تاثرات

مفکرِ اسلام

علامہ سیّد ریاض حسین شاہ

میرے لئے یہ امر باعث مسرت ہوا کہ خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول میں "علم باعث شرف انسانیت" کانفرنس منعقد کی جارہی ہے جس میں اسی عنوان سے ملک بھر کے مقتدر اور جید علماء مشائخ اور ماہرین تعلیم کو شرکت کی دعوت پیش کی گئی۔ محترم کرنل ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی ایک باعمل شیخ طریقت ہیں اور وہ ہر لمحہ کچھ کر گزرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ جماعت اہل سنت پاکستان کے ساتھ ہمیشہ انہوں نے جس انداز میں بھرپور تعاون کیا۔ پروگراموں کی زینت بنے۔ جماعت کے پروگراموں کے لئے ایثار کا مظاہرہ کیا۔ بالخصوص اسلام آباد سے کراچی تک میں اپنے کاروان طریقت سمیت انہوں نے جس طرح ہمارا ساتھ دیا میں اس کو کبھی نہیں بھلا سکتا۔ انہوں نے اپنے فرزندان کو جدید علوم کی تکمیل کے ساتھ علوم شرعیہ اسلامیہ سے بھی سرفراز کرایا اور اس کے لئے خاصی ریاضت فرمائی۔ میں ان کے اس جذبہ دینیہ اور للہیت کا صمیم قلب سے معترف ہوں اور قدردان ہوں۔ ناسازیٔ طبع کے باوجود اس کانفرنس میں شریک ہوا۔ مثالی نظم وضبط اور وجد و حال کے ماحول میں علماء و مشائخ کی ایک کہکشاں اور مسحور کن کیفیات جو اب ہمارے خانقاہی ماحول میں مفقود ہو چکیں۔ یہاں انہیں موجود پاکر مسرور ہوا کہ یہ نقشبندیہ شریف کا بھرم اور وقار ہے۔ خدا اس چمن کو شاد و آباد رکھے۔

سید ریاض حسین شاہ

ناظم اعلیٰ: جماعت اہل سنت پاکستان

☆☆☆

مجاہد اسلام

علامہ قاری محمد زوار بہادر صاحب

الحمد للہ! ۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء بروز اتوار محترم ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز سیفی صاحب کی دعوت پر جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول اسلام آباد کے سالانہ جلسہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا پاکستان کے اکابر علماء کی اکثریت وہاں تشریف فرما تھی۔

شاندار دار العلوم، مسجد اور خانقاہ دیکھ کر اپنے اسلاف کے اداروں اور تربیت گاہوں کی یاد تازہ ہوگئی ایسے ہی دینی ادارے تھے جن سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابرین نے جنم لیا۔

ادارہ ہذا کا جلسہ بہت منظم اور عام جلسوں سے بہت مختلف تھا۔ طلبا تربیت یافتہ، بہت منظم اور مؤدب نظر آئے شعبہ حفظ سے لے کر دورہ حدیث تک میٹرک سے لے کر پی ایچ ڈی تک کے طلباء زیرِ تعلیم و تربیت تھے یہ سب دیکھ کر دل میں بار بار یہ حسرت پیدا ہوئی کہ کاش ہماری ساری خانقاہیں اور مزارات اولیاء کے ساتھ اسی طرح دینی مدارس اور روحانی تربیت گاہیں قائم کر دی جائیں تو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انقلاب برپا ہو جائے۔

ادارے کے طلباء کو دیکھ کر اقبال بھی یاد آئے کہ:

"یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی"

رب العزت اس ادارے کو مزید کامیابیوں سے ہم کنار فرمائے۔

قاری محمد زوار بہادر

ڈائریکٹر صفہ اسلامک یونیورسٹی لاہور

صدر: جمعیت علماء پاکستان صوبہ پنجاب

☆☆☆

اُستاذ العلماء حضرت مفتی ہدایت اللہ پسروری صاحب

۱۲ شوال المکرم ۱۴۳۷ھ بمطابق ۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء بروز اتوار جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کے جلسۂ دستار فضیلت، ختم بخاری شریف اور حضرت قبلہ صوفی فضل محمد خان ڈوگرا علی اللہ مقالہ کے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر حاضر ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ماشاء اللہ۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، رسولِ اکرم ﷺ کی نظر عنایت، تاجدار خراسان اور حضرت قبلہ محمد میاں صاحب حنفی سیفی کی روحانی توجہات کی یہ برکت ہے کہ تمام تقاریب بڑے حسن وخوبی کے ساتھ منعقد ہوئیں۔ اتحاد ملت کے لئے ملک کے مقتدر علماء ومشائخ کو دعوت دی گئی، بڑی دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ اہل سنت کے افتراق و انتشار کو ختم کر کے ایک اور فقط ایک ہو کر گنبد خضریٰ کے مکین رحمۃ للعالمین ﷺ کے نظام رحمت نظامِ مصطفےٰ کے نفاذ اور مقامِ مصطفےٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے مذاکرات کیے گئے اُمید ہے کہ وارثان محراب ومنبر کی طرف سے اس کا مثبت نتیجہ قوم دیکھے گی۔

یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ بلا امتیاز علماء ومشائخ وسکالرز ہر شخص کو بھرپور پروٹوکول دیا گیا، ان کا اعزاز و اکرام فقید المثال تھا، یہ انداز میزبانی صرف اساتذہ وطلباء کے ذمہ نہیں تھا بلکہ ہزاروں مریدوں کے پیر حضرت قبلہ میاں محمد حنفی سیفی اور بانی ادارہ ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز صاحب بذاتِ خود انجام دیتے رہے، انہوں نے جس انداز میں محبت و پیار کے نقوش قلوب واذہان پر ثبت کیے وہ عصر حاضر کے علماء ومشائخ کے لئے قابل تقلید نمونہ ہیں۔ ہر شخص کا اس والہانہ انداز کے ساتھ خیر مقدم کرتے رہے کہ گویا تقریب کا وہی مہمانِ خصوصی ہے۔ جامعہ کے صاف ستھرے اور پاکیزہ روحانی ماحول نے بے حد متاثر کیا۔ نماز باجماعت کی پابندی، اخلاقی تربیت بالخصوص نماز باجماعت کے لئے بانی ادارہ پورے التزام کے ساتھ ہر نماز کی امامت کراتے رہے۔ جس کا اثر یہ تھا کہ نماز کے وقت سب لوگ نماز باجماعت ادا کرتے۔ نسل نو کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے کے لئے جدید اور قدیم علوم پڑھائے جاتے ہیں، تقابل ادیان کی تعلیم انگلش، اُردو اور عربی زبانوں میں دی جاتی ہے تاکہ موجودہ دور کے لوگوں کو کملی والے آقا ﷺ کا دیا ہوا سبق پڑھایا جائے۔

تقریب کی یہ خوبی تھی کہ خورد ونوش اور قیام وطعام میں تکلف کے ساتھ ساتھ ہر کام میں سنت

کی روح کارفرما تھی۔ ڈاکٹر صاحب کے صاجزادے جدید اعلیٰ تعلیم سے آراستہ ہو کر درویشی وفقیری کے رنگ میں رنگے ہوئے بھی ہیں اور علوم اسلامیہ کی تکمیل کے لئے کوشاں ہیں تاکہ اس مشن کو اپنے والد گرامی کے ساتھ شانہ بشانہ کامیابی سے ہمکنار کرسکیں۔ اور یہ بھی بڑی خوشی کی بات ہے کہ رئیس المناطقہ علامہ مفتی سلمان صاحب رضوی جیسے عظیم استاذ نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقامِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے فوج تیار کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ یہ گلستان علم وروحانیت پھلے پھولے اور اس کی مہک سے دلوں کی کھیتیاں آباد ہوں۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین ﷺ

مفتی محمد ہدایت اللہ پسروری

مرکزی نائب صدر:J.U.P وہتمم جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن ملتان

☆☆☆

استاذ العلماء، یادگارِ اسلاف، مصنف کتب کثیرہ

محمد منشا تابش قصوری (مریدکے)

۷ا جولائی بروز اتوار، خانقاہ وجامعہ محمدیہ سیفیہ، ترنول، اسلام آباد کی تین اہم تقریبات میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ پرسکون ماحول میں دور سے پیر طریقت صوفی محمد خان ڈوگر محمدی سیفی علیہ الرحمۃ کے نہایت حسین وجمیل، پرکشش، مزار اقدس کے ایمان افروز سبز گنبد کی زیارت کا شرف حاصل ہوا جن کے عرس مقدس کی فیض بار ساعتوں پے فضا پر بہار تھی۔

مہمانانِ گرامی کے لئے خانقاہِ عالیہ کے متولی اور جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کے بانی ومہتمم محترم المقام حضرت الحاج ڈاکٹر محمد سرفراز صاحب محمدی سیفی مدظلہٗ نے اپنے مریدین ومعتقدین کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ جیسے ہی کوئی ممتاز عالم وشیخ طریقت کی آمد آمد ہو تو بڑے ادب واحترام سے انہیں آرامگاہ تک پہنچایا جائے۔ چنانچہ ہر ایک مرید نے اپنے اپنے فرائض باحسن وجود عمدگی سے سرانجام دیئے۔ نیز محمدیہ سیفیہ لنگر شریف کا اعلیٰ انتظام تھا۔ ہر ایک مہمان کی بڑی محبت سے ضیافت کی گئی۔ جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کا رقبہ خاصا وسیع وعریض اور کشادہ ہونے کے ساتھ شاندار تعمیر کا مظہر ہے۔

جامع مسجد کی خوبصورتی اور حسن وجمال کے کیا کہنے۔ ایک سے ایک حصہ متولی ومہتمم کی حس جمالیات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مسجد کے وسیع ہال میں اسٹیج سجایا گیا۔ صوفے سیٹ کئے گئے۔ کرسیاں

رکھی گئیں اور علماء کرام، مشائخ عظام ان پر جلوہ افروز تھے۔ بڑی مدت بعد کسی تقریب میں سینکڑوں علماء و مشائخ اہل سنت کو بیک وقت شمولیت کرتے دیکھا۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ عظیم الشان کارنامہ ہے جو تاریخ کے ایک سنہرے باب کی حیثیت سے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور حقیقتاً یہ خصوصی فیضان ہے۔ پیر طریقت حضرت الحاج میاں محمد حنفی سیفی بانی و ناظم آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان شریف مرید کے، شیخوپورہ کی بلند مرتبت روحانی شخصیت کا جنہوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت الحاج پیر سیف الرحمن مبارک رحمۃ اللہ علیہ پیر آف ارچی شریف سے خوب خوب فیوض و برکات سمیٹے اور پھر بڑی فراخدلی سے انہیں تقسیم کرنے کی طرح ڈالی۔ آج پورے پاکستان میں حضرت میاں محمد حنفی سیفی مدظلہ کے ہزاروں مرید اور سینکڑوں خلفاء محمدی سیفی مشن کو بام عروج پر پہنچا رہے ہیں۔ آپ کے انہیں خلفاء میں محترم جناب ڈاکٹر محمد سرفراز احمد محمدی سیفی دامت برکاتہم العالیہ ہیں جن کا مخلوق خدا کے سامنے اعلیٰ مقام ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف پر جب پیر صاحب کی نگاہ خاص پڑی تو کرنل کے عہدہ پر حاضر سروس تھے۔ اسے استعفیٰ کی نذر کر کے علمی و روحانی راہ پر ایسے گامزن ہوئے کہ اب نہ جانے کتنے جنرل، کرنل ان کی خدمت میں سلامی کے لئے حاضری دیتے رہتے ہیں۔

بعد نمازِ عشاء تقریب ختم بخاری شریف کا تلاوت قرآن کریم سے آغاز ہوا، نعت پڑھی گئی، حضرت استاذ العلماء علامہ مولانا محمد سلیمان رضوی مدظلہ صدر المدرس جامعہ سرفراز العلوم ترنول نے مسند حدیث کو سنبھالا اور بخاری شریف کی آخری حدیث پر بڑی جامع تقریر فرمائی۔ موصوف آج بڑی سج دھج سے مسند پر جلوہ افروز تھے ممکن ہے اس شان کا اولین شرف پایا ہو۔

بعدہٗ دستار بندی اور سند فراغت سے طلباء کرام کو نوازا گیا۔ علماء و مشائخ کرام نے فضلائے جامعہ کے سروں کو دستار محمدیہ سیفیہ سے اعزاز بخشا۔ اسٹیج کے سامنے سینکڑوں محمدی سیفی طلباء سفید لباس سے ملبوس اپنی ہی بہار دکھا رہے تھے۔ ان تمام کے سروں پر محمدی سیفی بڑی بڑی دستاریں سجی ہوئی تھیں۔ تمام رات اسی ذکر و فکر اور روحانی مناظر کے جلو میں تمام ہو رہی تھی۔ آہستہ آہستہ علمائے کرام، مشائخ عظام بھی ارباب حل و عقد سے اجازل لے کر اپنی اپنی منازل طے کرنے لگے۔

آخر میں پیر طریقت میاں محمد سیفی حنفی مدظلہ نے اپنے ملفوظات سے سامعین و حاضرین کو نوازا اور یوں دعائے خاص پر یہ تین موضوعات پر تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ جب راقم نے مسجد و مدرسہ اور خانقاہ معلیٰ پر آخری نظر ڈالی تو مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ فضاء عاشق رسول حضرت ملا عبدالرحمن جامی

رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے معمور ہو رہی ہے۔

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ در وے بود قیلِ و قالِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

راقم محترم جناب محبوب الرسول قادری زید مجدہٗ کا بے حد شکریہ ادا کرتا ہے جن کی وساطت سے مجھے اس ایمان افروز، روح پرور اور یادگار تاریخی تقریب میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت پیر طریقت الحاج ڈاکٹر محمد سرفراز احمد محمدی سیفی دامت برکاتہم کا بہت بہت شکریہ جنہوں نے غریب خانہ مرید کے میں تشریف لاکر خصوصی کرم نوازی فرماتے ہوئے دعوت نامہ سے شاد کام کیا۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ جل و علیٰ بجاہ حبیبہٖ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ و صحبہٖ و بارك وسلم، اس جامعہ اور خانقاہِ معلیٰ سے فیضان کے چشمے ہمیشہ جاری وساری رکھے۔ آمین ثم آمین!

محمد منشا تابش قصوری

مدرس جامعہ زنجانیہ رضویہ لاہور، اسلامی جمہوریہ پاکستان

☆☆☆

خطیب اہل سنت

حضرت مولانا عبد الوحید تنولی (واہ کینٹ)

میرے لیے آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول اور جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کے سالانہ پروگرام اور جلسہ تقسیم اسناد و تقریب دستار بندی میں شرکت قلب و روح کے لئے مسرت اور شادمانی کا پیغام لائی۔ اس ادارہ کے پروگرام کو جاگتی آنکھوں سے دیکھ کر اپنے مستقبل کے حوالے سے بہت ساری اُمیدیں وابستہ ہوئیں۔ میں ان تقریبات میں شرکت کے بعد اہل سنت کے عظیم محسن حضرت پیر طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی کا اور زیادہ مدح ہو گیا ہوں اور اپنے آپ کو اُن کا خادم خیال کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں لمبی عمر کے ساتھ بہت زیادہ توفیقات عطا فرمائے اور وہ یونہی دینِ متین کی خدمت کے حوالے سے گامزن رہے۔ ہزاروں زندگیوں میں روحانیت انقلاب برپا

کرنا اور اُنہیں سنت و سیرت کے آئینے میں ڈھال دینا اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ اُن کا ادارہ عظیم درسگاہ ہے، اُن کی خانقاہ منفرد درگاہ ہے جہاں تعلیم بالغاں، تعلیم نسواں اور علمی و عالمی تعلیم و تربیت کے شاہکار ادارے کا کام کر رہی ہے۔ میں اُنہیں دیکھ کر اُن کے شیخ کریم اور طریقت کے پیشوایان کی محبت سے اپنے دل کو معمور پاتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اہل سنت کا یہ عظیم چمن یونہی پھلتا پھولتا رہے اور دین متین کی خدمت پر یہ کارواں ڈاکٹر صاحب کی قیادت میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہے۔

عبدالوحید تنولی

واہ کینٹ

☆☆☆

مناظر اسلام، شیخ الحدیث، خطیب اہل سنت

حضرت علامہ عبدالتواب اچھروی (لاہور)

اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول اسلام آباد کی سالانہ تقریبات میں شرکت کر کے مجھے یوں لگا کہ الحمد للہ ہمارا کارواں اب بہت جلد منزل آشنا ہونے والا ہے۔ وسیع و عریض مسجد کا ہال، کھلا برآمدہ اور اس کا صحن، سیرت کے نور سے مزین، سفید عمامہ پوش حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔ سینکڑوں علماء و مشائخ اور ہزاروں طلباء و زعماء کی موجودگی اور حضرت استاذ العلماء مولانا مفتی محمد سلیمان رضوی کے درسِ حدیث شریف نے ایک سماع باندھ دیا۔ کئی دوسرے ممالک سے آئے ہوئے فارغ التحصیل طلباء کے چہروں پر بکھرتی خوشیاں اور مسرتیں روح تک کو مسرور کر رہی تھیں۔ میزبانِ مکرم ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی ہر ایک کے لئے بچھے جا رہے تھے۔ عشائیہ کا پر تکلف اہتمام اور خدمت سر انجام دینے والے خلیق اور منکسر المزاج سالکین کی کثرت حیرت اور استعجاب کا سبب تھی۔ ہر نماز کا باقاعدہ اور بروقت اہتمام رشک کے جذبات کو جنم دے رہا تھا۔ ایسے میں محسوس ہو رہا تھا کہ ہماری تمام خانقاہوں پر ایسے مزاج اور ماحول کو عملاً رائج کر دیا جائے تو انقلابِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا راستہ دنیا بھر کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ میں محترمی ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی

اور اُن کے جملہ رفقاء کو ہدیہ تبرک پیش کرتا ہوں اور اس بات پر خصوصی مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اُنہوں نے اپنے تینوں بیٹوں کو مستند عالم دین بنایا ہے اور دیگر طلباء کے ساتھ اُن کے اپنے بیٹے بھی دستارِ فضیلت سے سرفراز ہوئے ہیں۔

مناظر اسلام حضرت علامہ عبدالتواب اچھروی صاحب

لاہور

☆☆☆

ممتاز ماہر تعلیم اور معروف روحانی شخصیت

حضرت صاحبزادہ پروفیسر محبوب حسین چشتی

حضرت کرنل پیر محمد سرفراز سیفی محمدی اور ملک محمد محبوب الرسول قادری کی دعوت پر ناچیز سالانہ عرس مبارک اور آپ کے ادارہ جامعہ سرفراز العلوم کی سالانہ تقریب تقسیم انعامات کے پروگرام میں شمولیت کے لیے حاضر ہوا۔ مغرب کے فوراً بعد کھانا تھا، جونہی ہال میں داخل ہوئے تو ملک کی نامور اور جلیل القدر شخصیات، علماء ومشائخ کی کثیر تعداد موجود تھی۔ سب حضرات سے مصافحہ اور زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ کھانے کے بعد نماز عشاء کی باجماعت ادائیگی کے لیے مسجد میں گئے۔ تو ماحول کا منظر دیدنی تھا۔ تمام شرکاء سفید لباس میں ملبوس، سر پر خوبصورت عمامہ، چہرے پر سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے ساختہ زبان سے ماشاء اللہ ماشاء اللہ کے الفاظ نکلنے لگے۔ ایسی خوشی محسوس ہو رہی تھی کہ الفاظ کے احاطہ میں نہیں لائی جاسکتی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جامعہ سرفراز العلوم کے طلباء کا پروگرام شروع ہوا۔ مسجد میں مہمانوں، اساتذہ اور طلباء کے لیے سیٹیں مخصوص تھیں۔ طلباء کو نہایت سلیقے سے لائنوں میں بٹھایا گیا۔ طلباء اور اساتذہ بھی یونیفارم میں تھے۔

کرنل پیر صاحب کے تینوں صاحبزادوں ڈاکٹر محمد معظم، ڈاکٹر محمد عمر فراز، انجینئر محمد رضا فراز کی جلیل القدر مشائخ عظام اور جید علماء کرام نے دستار بندی کروائی۔ اور ماشاءاللہ اب وہ مستند عالم دین ہیں۔ دلی خوشی سے کرنل صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ آپ کے تینوں فرزند آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علم وعمل میں بافضیلت ہوئے۔ خانقاہی نظام میں یہ بہت ضروری ہے کہ پیران عظام اپنی

اولاد کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کریں۔

آخر میں سٹیج سے یہ پیغام سنایا گیا کہ حضرت پیر سیف الرحمن صاحبؒ سے عقیدت رکھنے والے جہاں کہیں بھی موجود ہیں، مدارسِ دینیہ قائم کریں۔ طلباء کو علم کے نور سے منور کریں، تاکہ زیادہ سے زیادہ طلباء میں علم کا فیضان عام ہو۔ خانقاہی نظام میں آستانوں پر مدارس کی خدمت نہ ہونے کے برابر ہے۔ میرے لیے یہ پیغام ٹھنڈی ہوا کا خوش کن جھونکا تھا۔ اللہ تعالیٰ اہلسنت کے تمام پیرانِ عظام کو زیادہ سے زیادہ مدارس قائم کرنے اور اس عظیم کام میں خصوصی دلچسپی لینے کی توفیق خاص عطا فرمائے۔ آمین

آخر میں مَیں محترم ومکرم جناب کرنل پیر محمد سرفراز محمدی سیفی اور جناب ملک محمد مجبوب الرسول قادری صاحب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جن کی محبت وخلوص بھری دعوت نے مجھے اتنا بڑا عظیم، روحانی اور علمی پروگرام دیکھنے کا موقع فراہم کیا۔

پروفیسر محبوب حسین چشتی

سجادہ نشین: خانقاہ مرتضویہ بیربل شریف۔ بانی ناظم اعلیٰ: ادارہ معین الاسلام بیربل شریف ضلع سرگودھا

☆☆☆

صاحب اخلاص وحمیت، علامہ صاجنرادہ

عبدالمصطفیٰ ہزاروی

خانقاہی نظام کو علومِ شرعیہ سے آشنا کر کے ہم ملک میں نظامِ مصطفیٰ ﷺ کا راستہ ہموار کر سکتے ہیں۔ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ اپنے مدارس کے نظام کو بہتر بنانے اور اولیاء اللہ کے مزارات سے وابستہ درسگاہوں کو خصوصاً اپنے نظم میں لایا جائے۔ جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول اسلام آباد کی سالانہ تقریبات میں شرکت کر کے مجھے ازحد خوشی ہوئی ہے اور میرا یقین مزید پختہ ہوا ہے کہ ان شاء اللہ ہمارا مستقبل تابناک ہے جس انداز میں اس جامعہ کی تقریبات منعقد کی گئی اور اس کے بانی حضرت پیر ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی نے نظم وضبط کو عملاً رواج دیا اور اس درسگاہ کے طلباء کرام کی تنظیم المدارس کے امتحانات میں اعلیٰ کارکردگی

کے سبب بہترین پوزیشنیں آئی ہیں وہ قابل صد مبارکباد اور لائق تبریک ہیں۔ میں نے اس درسگاہ کے ماحول کو دیکھ کر یہ محسوس کیا ہے کہ یہ ادارہ اہل سنت کے لیے نفع وخیر کا باعث ہے اور ہمارا قابل فخر سرمایہ ہے میں محترمی ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس ادارہ کے اساتذہ کرام کی محنت اور کوشش کو داد دیتا ہوں۔

علامہ صاجنزادہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی

ناظم اعلیٰ: تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

☆☆☆

جانشین حضرت شیخ الحدیث بھکھی شریف

علامہ پیر سیّد نوید الحسن شاہ صاحب جلالی

مجھے علم وعرفان کے سنگم خانقاہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول اور جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کے سالانہ جلسۂ تقسیم اسناد و دستارِ فضیلت میں شرکت کر کے بجا طور پر محسوس ہوا کہ حلقہ سیفیہ نے فروغِ علم کے حوالے سے قابل رشک حد تک خدمات سرانجام دی ہیں اور آج کا یہ اجتماع اُن کوششوں کی کامرانی کا بیّن ثبوت ہیں۔ تجوید وقرأت، درسِ نظامی اور دورۂ حدیث تک کی کلاسوں کا اجراء اور مثالی تعلیم وتدریس کے مراحل میں کامیابی دلی مسرت وشادمانی کا باعث ہے۔ ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی کی پرخلوص کوششیں مختلف حوالوں سے سامنے آتی رہتی ہیں۔ وہ اتحاد اہل سنت کے داعی اور علمبردار بھی ہیں۔ اُن کی مساعی جمیلہ مختلف حوالوں سے آئے روز ظاہر و باہر ہوتی رہتی ہیں۔ میں نے خانقاہ کے ماحول میں اعلیٰ تعلیمی معیار کے ساتھ اتحادِ اہل سنت کا جو منظر نامہ دیکھا ہے وہ اپنی نوعیت کا منفرد منظر نامہ ہے۔ تنظیم المدارس کے امتحانات میں اعلیٰ پوزیشنیں حاصل کرنا اس درس گاہ کے طلباء کی قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ہمارے مدارس کو اس درس گاہ کی تقلید کرنی چاہیے۔ میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

پیر سید نوید الحسن شاہ جلالی

سجادہ نشین: خانقاہ عالیہ جلالیہ بھکھی شریف منڈی بہاؤالدین

یادگارِ اسلاف، عالم ربانی، حضرت

مولانا غلام محمد سیالوی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مورخہ ۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء بروز اتوار بعد نماز عشاء حلقہ سیفیہ کے عظیم علمی و روحانی مرکز جامعہ حنفیہ سیفیہ سرفراز العلوم اسلام آباد میں منعقد ہونے والی عرس مبارک اور جامعہ کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد و دستار فضیلت کی عظیم الشان تقریب سعید میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اس تقریب سعید میں محترم المقام جناب پیر طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز دامت برکاتہم العالیہ کی ہر دلعزیز، پرکشش اور پرخلوص شخصیت کی وجہ سے ملک بھر سے اکابر علماء کرام اور مشائخ عظام نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ جن کے اعزاز و اکرام میں قبلہ ڈاکٹر صاحب نے پرتکلف طعام سے مہمان نوازی کا فریضہ انجام دیا۔ یہ تقریب سعید انتہائی پروقار اور منظم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک روح پرور کانفرنس کا منظر پیش کر رہی تھی۔ جس میں شرکت کرنے والوں کا ایک جم غفیر تھا، تا حد نگاہ شرکاء ہی شرکاء تھے۔ اس کے شرکاء کی اکثریت حلقۂ سیفیہ کے متعلقین و معتقدین کی تھی جو سنت نبویہ کے مطابق اپنے سروں پر سفید عمامے اور چہرے پر داڑھی مبارک سجا کر حسین اور دلکش منظر پیش کر رہے تھے۔ اس لحاظ سے یہ تقریب سعید اپنی مثال آپ تھی۔ اس موقع پر تحفظ القرآن، شہادۃ العالمیہ فی العلوم العربیہ والاسلامیہ مساوی ایم اے عربی و اسلامیات اور تخصص فی الفقہ کی تعلیم مکمل کرنے والے حفاظ کرام اور فضلا کرام کی اکابر علماء کرام و مشائخ عظام کے مبارک ہاتھوں سے رسم دستار بندی ادا کی گئی اور اسناد عطا کی گئیں۔ واضح رہے کہ جامعہ حنفیہ سیفیہ سرفراز العلوم اسلام آباد کے کثیر طلبہ نے تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے تحت منعقد ہونے والے تمام سالانہ امتحانات (تحفیظ القرآن، تجوید القرآن، ثانوی عامہ، ثانوی خاصہ، شہادۃ عالیہ، شہادۃ عالمیہ) میں شرکت کی اور نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اس تقریب سعید میں بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی محمد سلیمان رضوی دامت برکاتہم العالیہ نے دورہ حدث شریف پڑھنے والے طلبہ کو صحیح بخاری کی آخری حدیث شریف پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پیر طریقت حضرت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز زید مجدہٗ کی مخلصانہ سرپرستی میں اس علمی و روحانی مرکز کو دن

دو نی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو اس مرکز سے علمی اور روحانی فیض سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔ ثم آمین ۔

ادنیٰ خادم العلماء کرام والمشائخ العظام ۔ غلام محمد سیالوی چیئرمین شعبہ امتحانات تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان و چیئرمین پنجاب قرآن بورڈ حکومت پنجاب ۔ ۲۳ جولائی ۲۰۱۶ء ۔

☆☆☆

مصنف کتب کثیرہ، زینت مسند تدریس، حضرت

مولانا محمد صدیق ہزاروی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ایک زمانہ تھا جب مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کی تکون ملت اسلامیہ کے ماتھے کا جھومر تھی اور اسے "خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے" کہا گیا کیونکہ وہ کہ دووے بود قیل وقال محمد (ﷺ) کا منظر پیش کر رہی تھی ۔ خانقاہی نظام شریعت وطریقت کا حسین امتزاج تھا اور اس نظام میں علم دین کو اولیت حاصل تھی ۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے خانقاہیں علم ہی نہیں روحانیت کی دنیا سے بھی ناآشنا ہو گئیں اور بعض کاروباری حیثیت اختیار کر گئیں ۔ چونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دین دائمی اور ابدی ہے لہٰذا اب پھر سے خانقاہی نظام کی داغ بیل ڈالی جا رہی ہے اور علمی دنیا آباد ہو رہی ہے ۔

اسی سلسلے کی ایک کڑی ترنول (ضلع اسلام آباد) کے دیہاتی ماحول میں نور ونکہت کو اپنے جلو میں لئے ہوئے ادارہ حنیفہ سیفیہ سرفراز العلوم ہے ۔ جو اپنی عمارت اور خوبصورت مسجد کی طرح ایک خوبصورت اور مردم خیز نظام تعلیم کا عظیم مرکز ہے ۔ اس ادارے کے بانی پیر طریقت جناب کرنل ڈاکٹر محمد سرفراز سیفی حنفی مدظلہ العالی ایک ایسی شخصیت کے مالک ہیں جن کے دل میں فروغ علم اور اتحاد اہل سنت کا جذبہ موجزن ہے ۔

مورخہ ۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء بروز اتوار آپ نے ملک بھر سے علماء دین اور زعمائے ملت کو روشنیوں کے اس شہر میں جمع کیا جہاں درجہ حدیث اور تخصیص فی الفقہ کے فضلاء کی دستار بندی اور تقسیم اسناد ختم بخاری اور کانفرنس کا اہتمام کیا گیا ۔ کانفرنس کا موضوع "علم، باعث شرف انسانیت" تھا جو ختم

ڈاکٹر کی علم روشنی کا بین ثبوت ہے۔

اس موقعہ پر ڈاکٹر صاحب نے اہل سنت کے مختلف طبقات مدرسین، مبلغین، مصنفین، سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں کو دعوت دی اور اتحاد اہل سنت کا عظیم منظر پیش کیا۔ آپ نے جس طرح مہمانوں کی عزت افزائی فرمائی اور ان کی تواضع کے لئے دل کھول کر اہتمام کیا یہ ان کی مہمان نوازی کا واضح ثبوت ہے۔ ادارہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم کے نظام تعلیم کا تعارف کرایا گیا جو عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ قدیم وجدید کا حسین امتزاج ہے۔

غرضیکہ اس اجتماع کے انتظام وانصرام اور مقاصد کی عظمت اظہر من الشمس ہے اگرچہ عفوان کے مطابق بوجوہ اظہار رائے کماحقہ نہ ہوسکا۔

ہماری رائے اور تجویز یہ ہے کہ حضرت ڈاکٹر محمد سرفراز صاحب زید مجدہ آئندہ ایسے موقعہ پر کسی اہم موضوع پر اہل سنت کے سکالرز سے مقالات بھی لکھوائیں اور مختصر تقاریر بھی ہوں۔ مقالہ نگار اپنے مقالہ کا خلاصہ پیش کریں۔ پھر ان تمام مقالات کو یکجا کر کے زیور طبع سے آراستہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس ادارے اور اس کے بانی کی مساعی کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی نصیب فرمائے۔ آمین۔

محمد صدیق ہزاروی

جامعہ ہجویریہ دربار داتا گنج بخش لاہور

☆☆☆

مولانا محمد بدرالزمان قادری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مورخہ ۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء بروز اتوار جناب ڈاکٹر کرنل سرفراز احمد صاحب کی دعوت پر جامعہ سرفراز العلوم اسلام آباد حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ پروگرام مجلس تین جہتوں پر مشتمل تھا۔ ختم بخاری دستار بندی سالانہ عرس مبارک (کرنل صاحب کے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ) راقم کی عمر کا طویل حصہ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ سرکاری اور غیر سرکاری انتظامی امور کی بجا آوری میں گزرا ہے۔ مگر مختلف مدارس / جامعات کے بڑے بڑے پروگرامز میں شمولیت کا شرف بھی حاصل ہوتا رہا۔ مگر جامعہ سرفراز العلوم کے پروگرام نے ایک نئی فکر اور جہت متعارف کروادی ہے۔ کرنل صاحب بلاشبہ لائق صد ہا تحسین

ہیں ۔جس خوبصورتی کے ساتھ انہوں نے یہ گلدستہ آراستہ فرمایا پروگرام کا نظم وضبط، حسن ترتیب، مہمانانِ گرامی کی تواضع، ان کا اعزاز واکرام، تعظیم وتوقیر غرضیکہ ہر ہر پہلو عدیم المثال اور قابل رشک تھا۔ ہزاروں پر مشتمل سامعین کا اجتماع اور خاموشی کا یہ عالم کہ سوئی بھی گرے تو آواز سنائی دے ۔سامعین اکابر اور علما مشائخ کی گفتگو سماعت کرنے کے لئے یوں جامد وساکت تھے جیسے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں ۔اسٹیج کی طرف نظر دوڑائی تو کراچی تا خیبر شاید ہی کوئی ایسی شخصیت ہو جو اسٹیج پر موجود نہ ہو۔ علم و ادب وتصوف کی دنیا کی سرکردہ شخصیات اپنی پوری وجاہت کے ساتھ جلوہ آرا تھیں۔ جناب مفتی منیب الرحمن جیسی قدآور شخصیات حاضرین وسامعین کو زیارت سے مشرف فرما رہی تھیں۔

راقم اس وقت بھی پروگرام کے سحر سے باہر نہ آسکا۔ بالخصوص کرنل صاحب جس طرح علوم دینیہ اور علوم عصریہ کی خلیج کو پاٹ کر ایک حسین امتزاج منظر عام پر لائے ہیں یہ انہی کا خاصہ ہے۔

ان کے بیٹوں جن میں ایک ڈاکٹر، ایک انجینئر اور ایک عالمی شہرت یافتہ ادارے NOST کے استاد ہونے کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ سے مکمل طور پر آراستہ، سروں پر سجی دستار اور درسیات کی تکمیل پر ان کی دستار بندی نے سوچ اور فکر کے دھارے کو بدل ڈالا۔ یقیناً یہ خشت اول جو کہ کرنل صاحب زہد مجدہ نے رکھی ہے جس تیزی کے ساتھ آپ آگے قدم بڑھا رہے ہیں جلد ہی ان شاء اللہ اس پر ایک بلند وبالا عمارت تعمیر ہوتی نظر آ رہی ہے ۔آپ کے صاجزادے نے جس خود اعتمادی سے وہ مقالہ ہزاروں کے مجمع میں پڑھا اس سے ان کے علمی تبحر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

راقم کی زندگی میں پہلا ایسا موقع ہے کہ اہلسنت کی جملہ عظیم شخصیات، شیوخ الحدیث، مشائخ عظام کی کسی ایک اسٹیج پر یوں جمع ہوئے ہوں اور یہ سارا کریڈٹ جناب کرنل صاحب زہد مجدہ کو جاتا ہے ۔ان کی انتظامی صلاحیت اور حسن اخلاق نے سب کو اپنا گرویدہ بنا رکھا ہے ۔دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت آپ کے علم عمل وعمر میں برکت عطا فرمائے اور جامعہ سرفراز العلوم کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے ۔(آمین)

محمد بدر الزمان قادری

ایگزیکٹو آفیسر پرنسپل جمعہ ہجویریہ۔ محکمہ اوقاف حکومت پنجاب

☆☆☆

استاذ القراء، قاری المقریٰ

قاری محمد عامر خان

ماہِ رمضان المبارک کی خوبصورت ساعتوں میں جہاں بہت ساری برکات حاصل ہوئیں وہاں یہ خوشخبری بڑی مسرت انگیز تھی کہ عزیز القدر فاضل نبیل استاذ العلماء شیخ طارق محمد امین صاحب نے "تخصص فی الفقه" سے فراغت حاصل کر لی ہے۔ ان کے ساتھ ڈنمارک سے ہی میرے دوسرے عزیز جناب علامہ عمران منیر صاحب نے بھی اس کورس سے فراغت حاصل کی ہے۔ یہ دونوں ساتھی پیکر مہر و وفا، سراپا اخلاص، شیخ العلماء حضرت ڈاکٹر سرفراز محمدی سیفی صاحب مدظلہ العالی سے بیعت ہیں اور "تخصص فی الفقه" کی سعادت بھی انہوں نے اپنے قائم کردہ دار العلوم جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم سے حاصل کی ہے۔ استاذ العلماء علامہ سلیمان رضوی صاحب نے بڑی محنت اور جانفشانی سے نہ صرف ان دو مذکورہ دوستوں کو دولت علم وفن سے نوازا بلکہ دیگر متعدد ساتھی بھی ان سے مستفید ہوئے جن میں سے قبلہ ڈاکٹر محمد سرفراز صاحب کے تینوں صاجزادگان جناب ڈاکٹر محمد معظم، ڈاکٹر محمد عمر اور صاجزادہ محمد رضا بھی شامل ہیں۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ان احباب کی دستار بندی کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب بہت بڑے جلسے کا اہتمام کر رہے ہیں جس میں پاکستان بھر سے تجر علماء اور مشائخ شریک ہوں گے۔ اس پروگرام میں حفاظ کرام اور علمائے عظام اور امام کورس کرنے والے خوش نصیب طلباء کو اسناد سے نوازا جارہا تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے لئے اسے سعادت جانا اور ناروے سے پاکستان آنے کا پروگرام بنالیا۔ دنیا بھر سے ڈاکٹر صاحب کے معتقدین اور متوسلین اس عظیم الشان جلسۂ دستار بندی میں شریک ہوئے۔ اس پروگرام کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ محفل کے حوالے سے نظم وضبط بڑا مثالی تھا۔ ہر کام بڑے سلیقے اور ترتیب سے مقررہ وقت پر کیا گیا۔ ڈسپلن سے واضح طور پر عیاں تھا کہ کسی بہت تجربہ کار اور باہمت ہستی نے اپنے شب وروز پروگرام کے لئے وقف کئے رکھے ہیں۔ میں ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں قبلہ ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں اتنا خوبصورت اور پیارا پروگرام منعقد کرنے پر۔ اس پروگرام کی کامیابی کی متعدد وجوہ میں سے ایک یہ ہے کہ کرنل صاحب قبلہ کے مذکورہ صاجزادگان اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود کارکنوں

کی طرح کام کاج میں مشغول تھے۔ عام طور پر علماء اور مشائخ کے جانشین اور صاحبزادگان رعونت اور سرکشی کے شکار نظر آتے ہیں۔ یہ قبلہ ڈاکٹر صاحب کے حسن تربیت کا ہی نتیجہ ہے۔ دوسری اہم چیز جو دیکھنے میں آئی وہ علماء کرام کا احترام تھا۔ آج کل خانقاہی ماحول میں علماء کا احترام معدوم ہو چکا ہے جبکہ خانقاہ محمدیہ سرفرازیہ میں تمام مہمانوں کو اور بالخصوص علماء اور مشائخ کو بہت عزت دی گئی۔ انہیں پورے وقار اور عزت کے ساتھ لایا اور رخصت کیا گیا۔ محفل کی صدارت شیخ المشائخ حضرت میاں محمد حنفی سیفی ظلہ العالی نے فرمائی جو علماء کرام کے نہایت قدردان اور ان پر بہت شفیق اور مہربان ہیں۔ یہ انہیں کی تربیت کا اثر اور فیضان نظر ہے کہ ڈاکٹر صاحب آج اتنے بڑے مدرسہ اور خانقاہ کے روحِ رواں ہیں۔

تیسری اہم شئے جو میں نے دیکھی وہ یہ تھی ڈنمارک سے نو طلباء ایسے بھی آئے جنہوں نے ڈھائی سالہ امام کورس ڈنمارک میں کیا اور اس کا امتحان جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم میں پاس کیا۔ ماشاءاللہ یہ اس آستانہ عالیہ کا وہ فیض ہے جو یورپ کی سرزمین پر بھی پھیل چکا ہے۔ الحمد للہ آخری بات خاص طور پر جو میرے لئے بڑی باعث برکت تھی وہ یہ کہ میرے اساتذہ کرام میں حضرت علامہ مولانا محمد منشاء تابش قصوری، حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی، حضرت علامہ سید غلام مصطفی عقیل صاحب اور شیخ الحدیث مفتی گل احمد خان عتیقی صاحب بھی زینت بزم تھے۔ مولا کریم سب علماء اور مشائخ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم دائم رکھے اور حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کی جامعہ اور خانقاہ کی ترقی میں مزید اضافہ فرمائے۔ آمین۔

محمد عامر خان

ڈنمارک

☆☆☆

استاذ العلماء، علامہ

بشیر احمد فردوسی گولڑوی

بخدمت اقدس قبلہ پیر طریقت کرنل سرفراز سیفی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بعد از سلام مسنون امید واثق ہے کہ آپ اور آپ کے تمام روحانی رفقاء خیر وعافیت سے ہوں گے۔ بعد ازیں گزارش ہے کہ آپ کا پروگرام جو کہ ۱۶/۷ کو آپ کے علمی مرکز کا سالانہ جلسہ بھی تھا میں بندہ ناچیز کو شرکت کا موقع ملا۔ آپ کے تمام معاملات اور بالخصوص آپ کے مریدین کی تربیت اور آپ کا نظم ونسق دیکھ کر انتہائی قلبی مسرت ہوئی کہ الحمد للہ آستانہ عالیہ پر علم وعمل کا حسین امتزاج ہے۔ اللہ کریم آپ کو مزید خلوص کے ساتھ دین متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ کے تمام پروگرام میں جس پر سب سے زیادہ دل کو سکون ملا کہ آپ کے بیٹوں نے الحمد للہ دینی تعلیم کی تکمیل فرمائی۔ اس پر آپ کو جتنی بھی مبارکباد پیش کی جائے کم ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ آپ کو خراج عقیدت پیش کر سکوں۔ بس دعا ہے اللہ کریم ان کو بھی صحیح معنوں میں دین متین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ بعد ازیں گزارش ہے کہ جس طرح علماء اہلسنت آپ کے مرکز میں آپ کی دعوت پر اکٹھے تھے اس میں مزید کوشش فرمائیں کہ ہمارے تمام اکابرین اپنے اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اتحاد کر لیں اور دین کے لئے اپنی انا کی قربانی دے دیں تو ملت اسلامیہ پر احسان عظیم ہوگا۔ میرا ظن غالب یہ ہے کہ آپ کوشش فرمائیں تو زینہ زینہ کامیابی ہو جائے گی۔ اس حوالہ سے ایک مضمون بندہ ناچیز نے لکھا ہے۔ اتحاد اہلسنت وقت کی اہم ضرورت ہے۔ وہ حاضر خدمت ہے اس میں اگر کوئی کمی بیشی ہو تو اس کا بھی ازالہ فرمائیں گے اور اس ناچیز کی اصلاح فرمائیں گے اور ایک درس نظامی کا نصاب ترتیب دیا ہے اس پر بھی نظر فرمائیں گے۔ البواقی عند التلاقی

فقط والسلام مع الاحترام

بشیر احمد فردوسی گولڑوی

جامعۃ الفردوس حاصل پور ضلع بہاولپور

جامعہ سیفیہ کا آنکھوں دیکھا حال۔۔۔۔ایک تاثر

مفتی اعظم آزاد کشمیر مفتی محمد عبد القیوم خان (پلندری) کے قلم سے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء کو جناب خضر حیات سیفی صاحب کے ہمراہ راولپنڈی ترنول جانا طے پایا ہوا تھا۔ انہیں غالباً میری وہاں حاضری کو یقینی بنانے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ یہ اتوار کا دن تھا پلندری میں الیکشن کے سلسلہ میں بعض اہم فیصلے کرنا تھے۔ اجلاس میں خاصی تاخیر ہوگئی۔ جونہی فراغت پائی تو جناب خضر حیات صاحب جو میرے انتظار میں تھے۔ فوراً ہی گاڑی لائے جس پر بلا مزید تاخیر سب حافظ اقبال چشتی صاحب خضر حیات صاحب کے ہمراہ سوئے منزل روانہ ہوگئے۔ تقریباً آٹھ بجے کے قریب جامعہ سیفیہ کی حدود میں داخل ہوئے جہاں منتظمین کرام جو سلسلۂ عالیہ کے ساتھ وابستگان ہی تھے۔ انہوں نے نہایت خوش اخلاقی سے خیر مقدم کیا اور منتظمین کے مقررہ مراسم سے گزر کر جامع مسجد میں داخل ہوئے تو جامع مسجد کا وسیع و عریض احاطہ سفید پوشاکوں اور سفید عماموں میں ملبوس ہجوم سے بھرا پایا جو نہایت سکون سے صف بستہ بیٹھے تھے۔ ہمیں اندر لے جایا گیا۔ مسجد کا اندرون بھی وسیع و عریض تھا جس میں جلسہ گاہ کو خوبصورت گلدستوں اور صوفوں اور کرسیوں سے سجایا ہوا تھا۔ ہمیں سب سے پہلے نماز عشاء پڑھنا تھی۔ امیر الجامعہ شیخ الشیوخ جناب ڈاکٹر کرنل (ر) سرفراز حنفی سیفی کی امامت میں نماز عشاء ادا کی۔ ازاں بعد سٹیج پر علماء و مشائخ کو بیٹھنے کی دعوت دی گئی۔

قبل ازیں ایک خوبصورت ہال میں علماء و مشائخ کو کھانا کھلانے کا شاہی انتظام کیا گیا تھا۔ تمام مشہور و معروف شخصیات علماء و مشائخ وہاں تشریف فرما تھیں۔ بیٹھنے کا خوبصورت انتظام کیا گیا تھا۔ انواع و اقسام کے کھانے قرینے سے لگائے ہوئے تھے۔ شیخ خانقاہ جناب کرنل سرفراز صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو دیکھا کہ وہ خود ایک ایک مہمان تک سے کھانے اور آنے کی خبر لے رہے تھے۔

انواع و اقسام کے کھانوں، پھلوں اور مشروبات کو سلیقے اور قرینے سے لگا دیکھ کر شاہان قدیم کی ضیافتوں کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ مگر شاہان قدیم کی ان ضیافتوں اور اس میں نمایاں فرق یہ تھا کہ

اس میں ملک کے چیدہ چیدہ علماء صوفیاء مہمان تھے اور میزبان خود ان کی خدمت میں کمر بستہ تھے جو صوفیائے قدیم کی روایت کو تازہ کرتے نظر آتے تھے۔

جب جلسہ گاہ کی محفل کا آغاز ہوا تو علماء وصوفیاء ہی نمایاں تھے۔ وہاں دنیاداروں کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔ علماء وطلباء جامع کے لئے درمیان میں جگہ رکھی گئی تھی۔ سب طلبہ عماموں سے سجے ہوئے تھے اور علماء ومدرسین اور فارغ التحصیل ہونے والے علماء کو خصوصی سبز رنگ کے جبوں میں ملبوس کیا گیا تھا۔ اتنے علماء ومشائخ میں سے ایک عالم صاحب کو ایک شیخ طریقت کو خطاب کا موقع دیا گیا۔ یہاں بھی شیخ خانقاہ جناب سرفراز حنفی مجدی خدمت کے لئے کمر بستہ رہے۔ شاید ان کے شیخ چونکہ خود بھی محفل میں تشریف فرما تھے۔ اس لئے صوفیاء متقدمین کی طرح اپنے شیخ کی موجودگی میں ان کا یہ انداز ادب واحترام کی روایت کا امین تھا۔ غرض کہ علماء ومشائخ کے لئے اس سارے اہتمام میں بہت سے خاموش اسباق موجود تھے۔

محمد عبد القیوم خان
ناظم مدارس دینیہ پلندری۔ آزاد کشمیر

☆☆☆

جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، ایک ماہر تدریس کی نظر میں

علامہ ظہور احمد جلالی (مانگا منڈی)

بندہ ناچیز کو حضرت ڈاکٹر کرنل (ر) محمد سرفراز محمدی سیفی دامت برکاتہم نے ادارہ سرفراز العلوم میں منعقدہ پروگرام ختم بخاری شریف، تقسیم اسناد و دستار فضیلت میں حاضری کا ارشاد فرمایا۔ گو ہمارے دار العلوم میں اسباق کا آغاز ہو چکا تھا۔ مگر ان کی کشش اور محبت کا تقاضا پورا کرتے ہوئے بندہ ناچیز حاضر خدمت ہوا۔ وہاں کا پاکیزہ علمی اور روحانی ماحول دیکھ کر قلبی اور ذہنی سکون کی دولت میسر آئی کہ اس دور میں جہاں اہلسنت کی جہات سے پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ وہاں جامعہ سرفراز العلوم کے بانی، مدرسین اور سرپرست اعلیٰ ایسی بااخلاص شخصیات بھی موجود ہیں۔ جو دین متین کے فروغ عقیدہ

صحیحہ اہلسنت کے پرچار اور علوم دینیہ کی ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ اللھم زد فزد۔
وہاں دوران ضیافت فقیر نے عجیب پر کیف منظر دیکھا کہ خواص کے دستر خوان پر بلاشک وشبہ سادات کرام، علماء عظام اور عظیم مدارس دینیہ کے جلیل القدر مایہ ناز مدرسین موجود ہیں وہیں عوام کے لئے وسیع وعریض دستر خوان پر سارے کے سارے باشرع اور عمامہ شریف اور مسنون لحیہ مبارکہ (ڈاڑھی شریف) اور سفید لباس میں ملبوس سالکین کی عظیم جماعت موجود ہے۔ اس وقت فقیر کے ذہن میں حدیث شریف کا یہ مبارک جملہ گردش کرنے لگا۔ اکل طعامکم الصالحون۔
فقیر کے سوا تمام کے تمام صالحین نظر آ رہے تھے۔ الحمد للہ تعالیٰ جامعہ سرفراز العلوم کی یہ پاکیزہ محفل ایسے یہود ونصاریٰ کے ایجنٹوں سے پاک تھی جو کہ بانیان محفل کے غیور مسلمان ہونے کی واضح علامت ہے۔ فقیر کی بارگاہِ الٰہی میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عظیم ادارہ کو روز افزوں برکت وترقی سے مالا مال رکھے۔ اس کے سرپرست اعلیٰ کے فیضان کو اور زیادہ عام فرمائے اور جملہ منتظمین، مدرسین اور متوسلین کے علم وعمل، جہد وریاضت اور روحانی درجات میں اور زیادہ اضافہ فرمائے۔ آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

☆☆☆

مردِ قلندر ڈاکٹر محمد سرفراز صاحب محمدی سیفی کی خدمات کی تحسین

ابو الفضل محمد فضل سبحان القادری

مورخہ ۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء ۔۔۔۔۔۔۔۔ بعد مغرب دار العلوم محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم، واقع اسلام آباد کے جلسہ دستار فضیلت میں بتاکیدی دعوت پیر طریقت حضرت جناب ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی بانی ومہتمم ادارہ ہذا حاضری ہوئی۔ اس ادارہ کو وسیع وعریض اور مزین ومرصع عمارت اور طلباء کی کثرت کے ساتھ ان کا نظم وضبط اور عمائم سفید عالمہ وصوفیانہ لباس اور اس ادارہ کے اساتذہ ومدرسین کی مع جبات شرعی وضلع قطع اور سفید عماموں وسفید صوفیانہ وسالکانہ لباس میں ملبوس تاحد نظر سلسلہ نقشبندیہ سیفیہ کے سالکین اور پیر طریقت رہبر شریعت غوث دوراں، قیوم زماں مالک صاحب بیت الرحمان پیر ارچی

خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کے عاشقین کی کثیر تعداد بلکہ لاتعداد حاضری اور سٹیج پر کراچی تا پشاور ملک کے کونے کونے سے تشریف لائے ہوئے چیدہ اور نامور جید علماء وقت و اکابر شیوخ بالخصوص سلسلہ نقشبندیہ سیفیہ کے فی الوقت شیخ اکبر پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ محمد سعید حیدری خلف الرشید حضرت مبارک صاحب (دام مدظلہ و رحمتہ اللہ علیہ) کے صاحبزادوں اور ان کے بھائیوں بالخصوص پیر طریقت حضرت علامہ محمد حمید جان (مدظلہ اللہ) اور پنجاب میں سلسلہ نقشبندیہ سیفیہ کے ستون بحکم پیر طریقت حضرت جناب صوفی باصفا صوفی میاں محمد صاحب دام ظلہ کی موجودگی اور خصوصیت کے ساتھ جناب ڈاکٹر صاحب کے صاجزادوں کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود درس نظامی و دورہ حدیث شریف کی تکمیل پر دستار بندی۔ اسی طرح حضرت پیر طریقت علامہ حمید جان صاحب کے صاجزادوں کی دستار بندی یہ سارے مناظر بلکہ اس سے کہیں زیادہ مناظر (جو تنگی وقت کے باعث زیر قلم نہیں لائے جاسکتے) دیکھ کر سرور و خوشی سے دل باغ باغ ہوا۔ اور طبعاً ڈاکٹر صاحب ان کی اولاد اور معاونین کے لئے دل و لسان دُعائیں دینے لگے۔

(ضمیمہ)

گر قبول افتد زہے عز و شرف

میں سمجھتا ہوں کہ یہ مذکورات سب حضرت مبارک پیر ارچی خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہے۔ مگر ایک نئی بات ذکر کرنا چاہتا ہوں شا۔ س کا علم ان کے صاجزادگان حضرات کو ہو۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ میں حضرت مبارک صاحب کی خدمت میں دربار عالیہ نقشبندیہ، سیفیہ باڑہ شریف حاضر ہوا تو حضرت سے ملاقات اور خیر و عافیت معلوم کرنے کے بعد حضرت کے کرسی کے ساتھ ٹیبل پر میرے قبلہ والد ماجد حامی سنت ماحی بدعت علوم عقلیہ و نقلیہ کے بحر ذخار مفتی اعظم سرحد استاد کل علامہ شائستہ گل رحمۃ اللہ علیہ کی مصنف کتاب "الحجه التامه لاثبات العمامه" جو اثبات سنہ عمامہ پر لکھی گئی تھی پڑی تھی۔ حضرت نے وہ کتاب اٹھائی اور مجھے فرمایا کہ حضرت میں اپنے مریدین و سالکین کو عمامہ پہننے کی تاکید کرتا ہوں اور آپ کے والد ماجد جو صحیح معنوں میں ولی اللہ اور دین کے خادم تھے ان کی اس کتاب سے استفادہ کرتا ہوں اور اس کتاب میں جو حوالہ جات ہے انہیں پیش کرتا ہوں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت مبارک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاجزادگان و جملہ مریدین و سالکین کے عمامہ پر دوام کے ثواب میں

میرے قبلہ والد ماجد مفتی اعظم سرحد کا بھی حصہ ہے الحمدللہ۔ مولیٰ کریم اپنے حبیب کے صدقہ میں سب کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

ابوالفضل محمد فضل سبحان القادری

خادم علوم دینیہ جامعہ قادریہ مردان

☆☆☆

حضرت مولانا اللہ دتہ اعوان

مورخہ ۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء بروز اتوار رات کو خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول راولپنڈی میں منعقدہ سالانہ عرس وجلسہ تقسیم اسناد و دستار فضیلت میں استاذی المکرم حضرت مولانا ملک عطا محمد صاحب، استاذ الادب مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی معیت میں برادر مکرم حضرت مولانا پیر سید امتیاز حسین شیرازی صاحب کی دعوت پر شرکت کی سعادت حاصل کی۔ ملک بھر سے اہل سنت وجماعت کے جید علماء ومشائخ اور سلسلہ محمدیہ سیفیہ کے احباب طریقت کی خاصی بڑی تعداد پر مشتمل یہ کانفرنس اپنے نظم وضبط اور بہترین انتظامات کے لحاظ سے خوبصورت اور احسن انداز میں مرحلہ اختتام تک پہنچی۔ پیر طریقت شیخ سلسلہ جناب ڈاکٹر محمد سرفراز صاحب محمدی سیفی بڑے والہانہ انداز میں علماء و مشائخ کے استقبال واکرام اور کانفرنس کی رات بھر کی طویل کارروائی میں ہر لحظہ مستعد ومصروف نظر آئے اور لمحہ بھر بھی ڈاکٹر صاحب کی کرسی پر نہ بیٹھے۔

مریدین سلسلہ اپنے مرشد کی راہنمائی میں ایک انفرادی شرعی اور مذہبی رنگ کا مظہر تھے۔ سر پر سفید پگڑیاں اور تقریباً اکثریت سفید لباس میں ملبوس دیکھنے والوں کے لیے ایک اچھا منظر تھا۔ نہایت خاموشی، سکون، باہمی احترام، پیر کی تابعداری، نظم وضبط ہر بات قابل تحسین تھی۔ حفظ و درس نظامی کے طلباء کی خاصی تعداد موجودہ دورِ زوال میں خانقاہی نظام میں احیاءِ علم کے جذبہ کی غماز تھی۔ بالخصوص جناب عزت مآب صاحب سجادہ محترم ڈاکٹر صاحب کے تینوں صاحب زادگان کا علوم جدیدہ میں بیرون ملک سے ڈاکٹریٹ اور اس کے مساوی اسناد کا حصول اور درس نظامی میں الشہادۃ العالمیہ کی اسناد کا حامل ہونا اور NUST اور M.H جیسے دقیع اداروں میں اعلیٰ مناصب پر فائز ہونا لائق تبریک و ہزار تحسین اور قابل تقلید مثال ہے

میں قبلہ شیرازی صاحب کی وساطت سے پیر طریقت جناب ڈاکٹر محمد سرفراز صاحب محمدی سیفی کی خدمت میں ہدیہ تبریک کے ساتھ ان کی اس روحانی، دینی اور علمی تحریک کی کامیابی کے لیے دُعا گو ہوں۔

اللھم بارك فیھا اللھم زدفزد (آمین)

اللہ دتہ اعوان

خطیب گول مسجد پی۔او۔ایف حویلیاں کینٹ، ایبٹ آباد

☆☆☆

ایک منفرد پروگرام میں شرکت کا اعزاز

علامہ پیر عبد القادر

۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء بروز اتوار کی ایک سہانی مگر نور ونکہت سے منور شام تھی کہ آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول شریف اسلام آباد کے درودیوار روشنیوں سے معمور تھے اور اپنے اندر ایک خاص کشش لے آنے والوں ایک خوبصورت ماحول کی خبر دے رہے تھے۔ جی ٹی روڈ سے آستانے کی طرف مڑنے کی دیر تھی کہ پرنور پر استقبالی بینرز اور استقبالی ٹولیاں چاک و چوبند آنے والوں کو خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔

آستانہ عالیہ کے قریب پہنچے تو ڈیوٹی پر مامور افراد Welcome کہنے کے انداز سے لے کر گاڑی کی پارکنگ ۔۔۔۔۔ معمور رہا۔ مگر اس خوشی میں اس وقت اضافہ دو چند ہو گیا جب "Reception" استقبالیہ پر باوقار، سفید لباس میں ملبوس، عماموں سے مزین نوجوانوں نے پرتپاک استقبال کیا اور سیدھا مہمان خانے کی طرف لے گئے۔ وہاں علماء ومشائخ اور زعمائے اہل سنت کی ایک بڑی تعداد پہلے ہی موجود تھی۔ مشروبات سے تواضع ہوئی بعد ازاں نماز مغرب کی ادائیگی ۔۔۔۔۔۔ انتہائی عقیدت واحترام سے مکمل ہوا۔

مغرب تا عشاء علماء وزعماء، پیران عظام اور مہمانانِ خاص کے لئے انتہائی پرتکلف ضیافت کا اہتمام تھا۔ جس سے حسن اہتمام اور حسن انتظام کی جھلک نمایاں تھی۔

ان تمام مراحل کے بعد عشاء کی نماز کی ادائیگی سے متصل ہی کانفرنس بعنوان "علم، باعثِ

شرفِ انسانیت" کی باقاعدہ کارروائی کا آغاز ہوا۔ ختم بخاری شریف، محفل کی غرض و غایت اور آئندہ کے حوالے شیڈول کا اعلان ایک خوبصورت اور دلکش مرحلہ تھا۔

آستانہ ہائے اہل سنت، مدارس اسلامیہ کے سربراہان اور عوام اہل سنت کی بڑی تعداد کانفرنس میں شامل تھی۔ پیر طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی کی محنت و کاوش اور آپ کی ٹیم کی جدو جہد کانفرنس کے تمام مراحل میں نمایاں تھی۔

علامہ مفتی منیب الرحمٰن کا خطاب کلیدی تھا۔ مگر اس لائن کو اپنانا اور قابل عمل بنانا ضروری تھا۔ قبلہ مفتی صاحب تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے پلیٹ فارم سے مدارس کے نصاب کے حوالے سے ضروری ترامیم و اضافہ کو یقینی بنائیں تا کہ دورِ حاضر کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی کے نیٹ ورک۔۔۔۔ تنظیم المدارس کے ساتھ منسلک ہونا نیک شگون ہے۔ ابھی تک بہت سے نیٹ ورک آپ۔۔۔۔۔۔ ہیں ان کو بھی اس سلک میں پرونا ضروری ہے۔

طوالت میں جائے بغیر روحانیت کے علمبرداروں اور علم کے متوالوں کا ایک فقید المثال اجتماع تھا۔ جہاں ہر محفل، مجلس، کانفرنس اور سیمینار میں اصلاح کی گنجائش ہوتی ہے وہاں ہر محفل و مجلس کی طرح اس کانفرنس میں بھی بہت سی لائق تقلید چیزیں تھیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ آستانے کے فیوض و برکات اور بالخصوص علمی نیٹ ورک کو کامیابی سے ہمکنار فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

پیر عبد القادر

پرنسپل: جامعہ رضویہ انوار العلوم، واہ کینٹ

☆☆☆

زینت السادات، حضرت صاحبزادہ

پیر سید شمس الدین شمس گولڑوی

آپ کا ارشاد نامہ ملا۔ ۲۰۱۶ء کی ۱۷ جولائی کو منعقدہ کانفرنس میں حاضری کا اتفاق ہوا۔ اولاً تعلیمی نظم و نسق ادارہ سرفراز العلوم کی تعلیمی کاوشیں قابل ستائش۔ مستزاد یہ کہ تنظیم المدرس اہلسنت پاکستان سے الحاق کی روشنی میں ایک سو اکیاسی طلبہ کی کامیابی تقسیم اسناد نمایاں حیثیت سے قابل داد و دہش تھیں اور ان کے اساتذہ کی محنت اور سربراہ ادارہ محترم کرنل سرفراز صاحب سیفی صاحب کی تنظیمی صلاحیتیں جلوہ

فرما تھیں۔ ضلعی سطح پر پائے جانے والے مدارس میں نسبتاً سرفراز العلوم صف اول میں شمار ہونے لگا ہے جبکہ تخصص اور دورۂ حدیث میں غیر ملکی طلبہ کی شرکت نے محفل کو چار چاند لگائے ہیں اور یہ امر زیادہ حوصلہ افزا تھا کہ تعلیم کے ساتھ تربیت اور ادارہ میں غیر ملکی طلبہ کا نیٹ سے نہ صرف یہ کہ علمی استفادہ بلکہ یہ اضافی کارکردگی کہ مدرسہ سیفیہ کی نمائندگی میں معقول تعداد سلسلہ عالیہ سیفیہ میں داخل ہو چکی ہے۔ یوں حیثیات مختلفہ میں انواع متعددہ میں کامیابی بلکہ کامیابیاں سرکار عالی کرنل صاحب کے ماتھے پر جھومر لگتا ہے اور خدا ان کا یہ اعزاز برقرار رکھے بلکہ آئے دن اس میں اضافہ فرمائے۔ آمین۔

ثانیاً یہ کہ شرف علم شرف انسان کو کتنی بلندی عطا کرتا ہے:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ (سورۃ الزمر آیت نمبر ۹)

ان درجنوں آیات میں سے ایک ہے جبکہ قرآن مجید کی گواہی بتاتی ہے کہ شرف علم کے عنوان پر ملائکہ سے اعتراف علم آدم کے بعد سجدہ کرایا گیا ہے۔ کیا وجہ ہے پہلے کیوں نہیں کرایا گیا؟

یوں ہی قرآن مجید میں پارہ سوم میں وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۵۳) باتفاق امت اس کے مراد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جبکہ دوسری جگہ علماء کے بارے میں ارشاد رب علیم ہے کہ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اہل علم شرع چونکہ وارث علم نبوت ہیں لہٰذا لفظ درجات عطا کر کے ممتاز کائنات قرار دیا ہے۔

تشکر کے طور پر کہنا بجا ہے کہ میرے جد اعلیٰ تاجدار گولڑہ رضی اللہ عنہ کو خدا نے اولاد علی رضی اللہ عنہ ہونے کے ناطے اتنا عطا کیا کہ مرزا قادیانی کے مقابلہ میں ملک بھر کے سینکڑوں جید علماء نے آپ کی قیادت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کا ساتھ دیا۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ کتنی نمایاں، واضح کامیابی عطا فرمائی کہ جن کا اعتراف ملک کے ہر صاحب اعزاز نے اعتراف کیا اور اب تک ہم اس کامیابی پر خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز اور علماء کے لئے دعا گو ہیں۔

یہ امر بھی عظمت تاج گولڑہ کے لئے کیا کم ہے کہ الفضل نما شہدت بہ الاعداء، کی لو میں یہ دیکھا جائے کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے تفسیر بیان القرآن میں لکھا کہ ردمرزائیت کے لئے اگر تاجدار گولڑہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

ثالثاً آپ کے ذہن رسا کی مقدس سوچ کہ اہلسنت کو کس طرح متحد کیا جا سکتا ہے؟ اس میں مختلف آراء و اشخاص سے رائے لے کر کامیابی لینا ممکن ہے۔ سہل الحصول ہو۔ البتہ میری صغیر سنی کی

رائے یہ ہے کہ محترم کرنل محمد سرفراز صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ کو اس معمہ کے حل کے لئے اگر قیادت پیش کی جائے تو جس طرح انہوں نے اپنے ادارہ کی تقریب سعید کے لئے کراچی سے پشاور تک کے علماء مجتمع کیا یوں ہی اگر ایک مرتبہ پھر یہ تکلیف کریں پہلا قدم اٹھائیں تو کامیابی کے کافی امکانات ہیں۔ البتہ ان کے ہمراہ مفتی منیب الرحمان صاحب صدر تنظیم المدرس اہلسنت پاکستان، چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی کو درخواست کی جائے تو بدایۃً دو حضرات کافی حد تک کامیاب کر سکتے ہیں۔ آپ جیسے اہلسنت کا درد رکھنے والے صحافی میسر آ جائیں تو سونے پر سہاگہ۔ مزید یہ کہ آپ کے؟؟ سے ہم متفق ہوتے ہوئے دعا گو ہیں۔

۱۷ جولائی ۲۰۱۶ء کو خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول میں حاضری میرے لئے کئی حوالوں سے خوشی کا سبب بنی۔ نظم و ضبط کے ساتھ مثالی اور روح پرور تقدس مآب ماحول، ۱۸۱ طلباء کی فراغت و تقسیم اسناد، ناروے اور برطانیہ کے دینی طلباء کی دین کی طرف رغبت، جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کا درس نظامی کی تکمیل و دستار بندیاں میرے لئے منفرد اور دلچسپی، خوشی و مسرت کا باعث تھے۔ علماء کرام کا جم غفیر جو ملک بھر سے یہاں امنڈ آیا تھا۔ یہ خانقاہ نشین حضرت پیر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی کی انتظامی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اس اہم موقع پر ان کا سادگی و متانت کے ساتھ کارکنوں، درویشوں، ننگیوں اور فقراء کے ساتھ مل کر کانفرنس کے کام کرنا میرے لئے مزید خوشگوار حیرت کا باعث بنا۔ گویا یوں بادشاہی میں فقیری کا تصور ابھرتا ہے۔ میں ایک طالب علم ہوں۔ ہمارے استاد گرامی حضرت مولانا محمد سلیمان رضوی نے کمال شفقت سے طلباء کو پڑھایا اور اس حوالے سے انٹرنیٹ کا بھی صحیح استعمال کیا۔ انہوں نے قدیم علوم کے فروغ و ابلاغ کے لئے جدید آلات کا خوب استعمال کر کے جدت پسندی اور دیگر مشنری افراد کے لئے ایک راہ متعین کی ہے۔ اتحاد اہل سنت ایک خواب ہے میں اس کو مشیت کا کوئی معاملہ خیال کرتا ہوں البتہ جس طرح محترم پیر صاحب کرنل محمد سرفراز سیفی نے اتنی بڑی تعداد میں اہل علم و دانش کو اکٹھا کیا ہے تو یہ اسی انداز میں آگے بڑھتے ہوئے اتحاد اہل سنت کی منزل کو بھی پا سکتے ہیں۔ میں اس ادارے کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔

حضرت صاحبزادہ پیر سید شمس الدین شمسؔ۔

آستانہ عالیہ گولڑہ شریف اسلام آباد

علماء کو سیاست سے الگ رہنا چاہئے!

چالیس سال پیشتر اہل سنت کے علمی وسیاسی ماحول کے تناظر میں لکھا گیا ایک ہوش ربا مقالہ

پچھلے دنوں کراچی کے ایک کالج میں مباحث ہوا جس میں ایوان میں قرارداد پیش کی گئی کہ Ulema should stay away from politics یعنی علماء کو سیاست سے الگ رہنا چاہئے! مباحثہ انگریزی میں تھا، انجمن طلبا اسلام کے جناب افتخار الدین جمالی نے اردو اقامتی سائنس کالج کے لئے نمائندگی کرتے ہوئے اس قرارداد کی بھرپور مخالفت کی۔ ذیل میں ان کی انگریزی تقریر کا اردو مفہوم پیش خدمت ہے۔ ترجمہ جناب محمد حنیف طیب نے کیا ہے۔

جناب صدر!

آج کے اس باشعور ایوان میں قرارداد پیش کی گئی ہے کہ علماء کو سیاست سے الگ رہنا چاہئے۔ ایوان کے اس جانب سے بولتے ہوئے میں اس قرارداد کی بھرپور مخالفت کروں گا۔
سب سے پہلے تو میں یہ جاننا چاہوں گا کہ وہ کیا وجوہات ہیں جن کے سبب قائد ایوان اور ان کے حواری علماء کو سیاست سے دور رکھنا چاہتے ہیں؟ سیاست دان ہونے کے لئے وہ کیا شرائط ہیں جو علماء پوری نہیں کر سکتے؟ کون سا قومی یا بین الاقوامی اصول انہیں سیاست میں حصہ لینے سے روکتا ہے؟ کس مذہبی نقطۂ نظر سے ان کو سیاست میں حصہ لینے سے روکا جا سکتا ہے۔ وہ کیا قانونی پس منظر ہے جس کی روشنی میں اس طرز فکر کو اپنایا جا سکتا ہے؟ یہ ہیں وہ سوالات جو فوری طور پر ہمارے ذہن پر ابھرتے ہیں اور جناب صدر! مجھے کہنے دیجئے کہ ان سوالات پر مخلصانہ غور کرنے کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہیں نکلے گا کہ علماء کو سیاست میں دلچسپی لینے سے کسی طور بھی روکا نہیں جا سکتا۔ علماء ہی پر کیا اکتفا کسی بھی باشعور آدمی کو سیاست سے دور رہنے کا نہ تو مشورہ دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی جبراً روکا جا سکتا ہے۔

صدر محترم!

تاریخ کی ورق گردانی ہمیں یہ بتاتی ہے کہ زمانہ ماضی میں بھی علماء پر ایسی کوئی پابندی نہ تھی، علماء نے ہمیشہ سیاست میں حصہ لیا اور اپنے کردار سے ثابت کر دکھایا کہ وہ کسی سے بھی کسی طرح کم

نہیں۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چوٹی کے سیاست دان تھے، آپ کے خلفاء حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے اپنے دور میں اسلامی سیاست کے اہم ستون تھے، تاریخ آج تک ان بزرگوں کا ہم پلہ کوئی سیاست دان پیدا نہیں کر سکی۔ جناب صدر! ماضی قریب میں بھی برصغیر کی سیاست میں جو کردار مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد علی اور مولانا حسرت موہانی نے انجام دیا ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ وہ مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے جنہوں نے ۱۸۹۷ء میں اس وقت دو قومی نظریہ پیش کیا تھا جب ہمارے بیشتر مشاہیر ملت ہندو مسلم اتحاد کے حامی تھے، خود رسید، علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائد اعظم بھی ابتداً ہندو مسلم کے اتحاد کے حامی رہے۔ قیام پاکستان کے لئے عالم اسلام کی حمایت حاصل کرنے کے لئے آل انڈیا مسلم لیگ کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ مولانا عبد العلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کو عالم اسلام کے دورے پر روانہ کرے۔

صدر ذی وقار!

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مستقل آئین کی تدوین ہی کے مرحلے کو لیجئے۔ آئین میں مسلم کی تعریف علماء نے شامل کرائی۔ اسلام ملک کا سرکاری مذہب علماء کی وجہ سے طے پایا۔ اسمبلی میں نماز کا وقفہ صرف علماء کی وجہ سے ہوتا ہے۔ صوبہ سرحد میں اس وقت شراب پر پابندی عائد کر دی گئی تھی جب علماء برسر اقتدار تھے۔ سقوط مشرقی پاکستان سے کئی ماہ پہلے ایک عالم ہی نے یہ بات بتائی تھی کہ مشرقی پاکستان کو الگ کرنے کا منصوبہ یہودی، ہندوؤں اور قادیانیوں نے تل ابیب میں جو اسرائیل کا دار الحکومت ہے تیار کر لیا ہے۔ یحییٰ کو شراب کے استعمال پر ایک عالم ہی نے ٹوکا تھا۔ جناب صدر! میں اس بات کا مخالف نہیں کہ غیر عالم سیاست میں حصہ لیں بلکہ میرا تو مدعا یہ ہے کہ علماء سے سیاست میں حصہ لینے کا حق غصب نہ کیا جائے۔

صدر ذی وقار!

اصل مسئلہ یہ ہے کہ قائد ایوان اور ان کے رفقا بھی تک علماء کے مفہوم ہی کو نہیں سمجھ سکے، علما سے مراد وہ افراد ہیں جنہوں نے اسلام کا تفصیلی مطالعہ کیا ہو اور اس کو باقاعدہ ایک عالم کی حیثیت سے حاصل کیا ہو۔ سیاست جن کے نصاب کا محض ایک باب ہو۔ کیا یہ سراسر ظلم نہ ہو گا کہ ہم ان لوگوں کو سیاست سے الگ رہنے کا مشورہ دے رہے ہیں جو اہل علم ہیں، یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی اساتذہ کو تعلیمی اداروں سے دور رہنے کا مشورہ دے۔ کیا اس قسم کا مشورہ دینے کی جرات کوئی باشعور انسان کرے گا۔

نہیں اور ہر گز نہیں ۔اس لئے کہ ایسا مشورہ دینے والے کو فوراً "جہالت کا ایجنٹ" کا لقب دیا جائے گا۔

صدر محترم!

وہ لوگ جو اس قرارداد کی حمایت کر رہے ہیں وہ اپنے ذہنوں کے آگے بے بس ہیں اس لئے کہ انہوں نے لارڈ میکالے کے نظام تعلیم میں علم حاصل کیا۔ وہ نظام تعلیم جس نے غلامانہ ذہنیت پیدا کی اور جس نے ان لوگوں کے ذہن میں عیسائیوں کے مشہور مقولے "چرچ کو سیاست سے کوئی واسطہ نہیں" کو راسخ کر دیا ہے ۔لیکن قائد ایوان اور ان کے حواریوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک درس گاہ میں تقریر کر رہے ہیں اور اسلام ہمیں دین و دنیا میں تفریق کی اجازت نہیں دیتا۔

جناب صدر!

آخر میں ایک نکتہ کی وضاحت کرتا چلوں جو بے بس ولاچار ذہنوں کی طرف سے عموماً اٹھایا جاتا ہے ۔وہ یہ کہ علماء میں بہت سے اختلاف ہیں اس لئے ان کو سیاست سے الگ رہنا چاہئے ۔میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا وہ سیاست دانوں، ڈاکٹروں، انجینئروں، اساتذہ، فلاسفروں یا ادیبوں میں سے کوئی ایک طبقہ بھی ایسا دکھا سکتے ہیں جو ہر معاملے میں یکساں خیالات کا حامل ہو۔ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر ان تمام طبقوں کے لوگوں کو سیاست کے لئے نا اہل کیوں نہیں قرار دیا جاتا؟ اگر ان کو اختلافات کے باوجود سیاست میں حصہ لینے سے نہیں روکا جا سکتا تو پھر علماء کو بھی دنیا کی کوئی طاقت سیاست میں حصہ لینے سے نہیں روک سکتی۔

ان ٹھوس دلائل و براہین کی روشنی میں، میں آج کی قرارداد کی پرزور مخالفت کرتا ہوں۔

شکریہ!

حضرت داتا گنج بخشؒ

انسان کی بزرگی اور رتبے کی بلندی معجزوں سے نہیں عصمت اور کردار کی صفائی سے ہے۔

جس کام میں نفسانی غرض آ جائے اس سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

مسلسل عبادت سے مقام کشف و مشاہدہ ملتا ہے۔

سارے ملک کے بگڑنے کا سبب تین گروہ ہیں۔

بے علم حکمران (ii) بے عمل علماء (iii) بے توکل فقراء۔

علم بہت ہیں اور انسانی عمر تھوڑی ہے۔ اس حد تک علم ضروری ہے جس سے عمل درست ہو جائے۔

تصوف کے کئی مقامات ہیں۔

اول: توجہ۔ دوم: رجوع الی اللہ۔ سوم: زہد (لذت دنیا سے اجتناب)

چہارم: توکل

جوہر آباد
دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
سہ ماہی
انوارِ رضا
ملک محبوب الرسول قادری
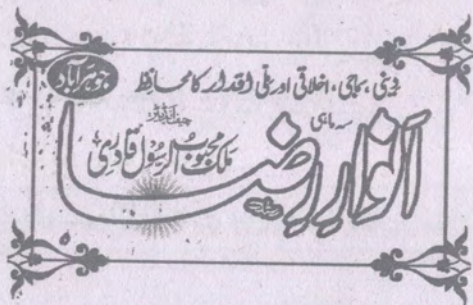
حصّہ دوم

علامہ اقبالؒ

عالم قلم پر چلتا ہے صوفی قدم پر۔

مجھے ان جوانوں سے محبت ہے جو ستاروں پر کمندیں ڈالتے ہیں۔

انسان کے اندر بے پناہ طاقت وقوت موجود ہے اگر یہ اپنی طاقت کو پہچان لے تو نہ کسی کا غلام رہ سکتا اور نہ ہی کسی کے آگے جھک سکتا ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر سراغ زندگی پا جا۔

علم چار چیزوں سے حاصل ہوتا ہے تاریخ ، مطالعۂ کائنات ، صفائی دل اور وحی سے۔

مومن ریشم کی طرح نرم اور فولاد کی طرح سخت ہوتا ہے۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ

ہماری نجات کا راستہ صرف اور صرف اسوۂ حسنہ ہے۔

اس سے بہتر اور کوئی ذریعۂ نجات نہیں ہو سکتا کہ صداقت کی خاطر شہید کی موت مر جائے۔

کفایت شعاری ایک قومی دولت ہے۔

بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے ہم سب مملکت کے ملازم اور خادم ہیں۔

علم تلوار سے بھی زیادہ طاقتور ہے اس لئے علم کو اپنے ملک میں بڑھائیں کوئی آپ کو شکست نہیں دے سکتا۔

کوئی بھی شاندار کارنامہ سرانجام دینے کے لئے اور ملک کی قومی زندگی میں اپنا صحیح مقام حاصل کرنے کے لئے خدمت، تکلیف اور قربانی بنیادی تقاضے ہیں۔

کسی مسئلے کو ایک بار نہیں دو بار نہیں بلکہ ہزار بار سوچوں پھر ڈٹ جاؤ۔ اس کی تکمیل وحصول میں چاہے تمہیں جان مال، عزت و آبرو سب کچھ قربان کرنا پڑے کر دو لیکن پیچھے نہ ہٹو۔

علم، باعثِ شرفِ انسانیت قرآنِ حکیم کی نظر میں

از: امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام نام سکھائے پھر سب کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔

تفصیلی وجہ حکمت:

ملائکہ نے جب تخلیقِ آدم، ان کی اولاد اور انہیں زمین پہ ٹھہرانے کی حکمت پوچھی تو اللہ تعالیٰ نے "اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" سے بطور اجمال حکمت بیان فرمائی۔ اب اس مجمل کا مزید بیان و تفصیل ہے تو یہاں حضرت آدم علیہ السلام کی ایسی فضیلت بیان کی جو انہیں معلوم نہ تھی با ایں طور کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کی تعلیم دی پھر ملائکہ سے سوال کیا تا کہ ان پہ حضرت آدم علیہ السلام کا علم میں فضل اور ملائکہ کی کمی ظاہر ہو جائے تو اس جواب تفصیلی سے جواب اجمالی میں قوت و تائید پیدا ہو گی۔ یہاں چند مسائل ہیں:

پہلا مسئلہ: زبانیں اور لُغات توقیفی ہیں:

امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ، جبائی اور کعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں تمام زبانیں ولغات توقیفی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ و معانی کا علم ضروری تخلیق کیا اور ان الفاظ کو ان معانی کیلئے وضع کیا۔ ان کا

استدلال "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" سے ہے، ہم نے اس سے استدلال کی تفصیل بصورت سوال و جواب اصول الفقہ میں بیان کر دی ہے۔

شیخ ابو ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لغت اصطلاحی کا پہلے ہونا ضروری ہے اصطلاح کے وضع سے پہلے ہونے پر ان کے دلائل یہ ہیں

۱۔ اگر علم ضروری یوں حاصل ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ اس معنی کیلئے وضع فرمایا تو یہ علم اب عاقل کو حاصل ہوگا یا غیر عاقل کو، عاقل کیلئے اس کا حصول جائز نہیں اس لئے کہ اگر علم ضروری یوں حاصل ہو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ لفظ فلاں معنی کیلئے وضع کیا ہے تو اب اللہ کی صفات بداھۃً معلوم ہو جائیں گی اور اس کی ذات، استدلال سے معلوم ہے اور یہ محال ہے، غیر عاقل کیلئے بھی حصول جائز نہیں اس لئے کہ عقلاً ان لغات کے ساتھ حصول علم بعید ہے پھر غیر عاقل کیلئے ان میں عجیب حکمتیں کہاں؟ لہٰذا توقیف کا قول فاسد ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے خطاب فرمایا اس سے لازم آ رہا ہے کہ اس تکلم سے پہلے لغت زبان تھی۔

۳۔ ارشاد، وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا میں تعلیم اسماء کا بیان ہے جو بتا رہا ہے کہ ان کی تعلیم سے پہلے اسماء تھے۔ جب معاملہ یوں ہی ہے تو اس تعلیم سے پہلے لغات کا حصول ہوگا۔

۴۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے علم اسماء کے ساتھ ملائکہ کو چیلنج کیا تو ملائکہ کا یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ ان اسماء کے مسمیات کی تعیین میں صادق ہیں ورنہ ان نے صدق کا علم حاصل نہیں ہوگا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان اسماء کی وضع ان مسمیات کیلئے اس تعلیم سے مقدم ہو۔

ان دلائل کا جواب

پہلے کا جواب:

یہ کہنا کیوں جائز نہیں کہ تخلیق علم ضروری سے مراد یہ ہے کہ ان اسماء کو ان مسمیات کیلئے واضع نے وضع کیا ہے ہاں یہ تعین نہیں کہ واضع اللہ تعالیٰ ہے یا لوگ ہیں؟ اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ صفات تو بداہۃً معلوم اور ذات دلیل سے معلوم ہو۔

ہم یہ تسلیم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے عاقل میں، یہ علم پیدا نہیں کیا البتہ یہ کہنا کیوں ناجائز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غیرِ عاقل میں اسے پیدا کیا اور عقلاً اسے بعید قرار دینا ہی بعید ہے۔

دوسرے کا جواب:

یہ ہے کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے خطاب کسی اور طریق پر کیا ہو مثلاً بصورت تحریر وغیرہ

تیسرے کا جواب:

یہ ہے کہ بلاشبہ ان الفاظ کے معانی کیلئے وضع کا ارادہ الٰہی اس تعلیم سے مقدم تھا تو اسماء کی طرف نسبت تعلیم کیلئے یہ کافی ہے۔

چوتھے کا جواب:

ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آرہا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

دوسرا مسئلہ: صفات وخواص کا علم:

پہلا قول:

کچھ اہلِ علم کہتے ہیں: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا، سے واضح کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اشیاء کی صفات، نعوت اور خواص کا علم عطا فرمایا۔ دلیل یہ ہے کہ اسم کا اشتقاق "سِمَةٌ" یا "سِمُوٌّ" سے ہے اگر سمۃ سے ہو تو اسم کا معنی علامت ہے اشیاء کی صفات، نعوت اور خواص ہی اس کی ماہیت پہ دال ہوتے ہیں تو اسماء سے یہ صفات وغیرہ مراد لینا درست ہوگا۔

اور اگر یہ "سِمُوٌّ" (بلند) سے ہو تو معاملہ پھر بھی یہی ہے اس لئے کہ شی پر دلیل، شی پر بلند شئ کی طرح ہوتی ہے کیونکہ دلیل کا علم مدلول کے علم سے پہلے ہوتا ہے تو دلیل حقیقت میں بلند ہوئی، تو اسم سے لغۃً صفت مراد لینے میں کوئی ممانعت نہیں باقی اہلِ نحو نے لفظ اسم کو چند الفاظ مخصوصہ کیلئے مخصوص کر دیا ہے لیکن نحوی عرف بعد کا اور نیا ہے لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

جب یہ تفسیر حسب لغت ممکن ہے تو اس کا مراد ہی ہونا لازم ہے نہ کہ کوئی دوسری تفسیر، اور وجوہ

وہ دلائل یہ ہیں:

پہلی وجہ:

حقائقِ اشیاء کی معرفت میں فقط اسماء اشیاء جاننے سے فضیلت ہے، کلام کو ایسی فضیلت کے اظہار پر محمول کرنا جو مزید فضیلت کو لازم ہو اولیٰ ہوتا ہے اس سے جس میں یہ نہ ہو۔

دوسری وجہ:

تحدی و چیلنج اس سے ممکن و جائز ہوتا ہے کہ سامع کیلئے بھی اس پر کسی نہ کسی صورت میں قدرت ہو مثلاً اگر آدمی لغت و فصاحت کا عالم ہے تو اسے یہ کہنا درست ہے فصاحت میں میرے مثل کلام لاؤ، لیکن کوئی عرب، حبشی کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم میری زبان میں کلام کرو اس لیے کہ محض عقل ان لغات کو حاصل نہیں کر سکتی بلکہ ان کے حصول کا ذریعہ تعلیم ہی ہے ہاں تعلیم کے بعد ان کا علم آجاتا ہے، ورنہ نہیں، رہے حقائقِ اشیاء تو عقل انہیں حاصل کر سکتی ہے لہٰذا ان کے ساتھ تحدی درست ہے۔

دوسرا قول:

مشہور یہی ہے کہ یہاں تمام اجناس حوادثات کے نام مراد ہیں جو اولادِ آدم میں مختلف زبانوں مثلاً عربی، فارسی، رومی، انگریزی وغیرہ میں ہیں۔ سیدنا آدم کی اولاد ان لغات اور زبانوں میں گفتگو کرتے حضرت آدم کے وصال کے بعد ان کی اولاد اکناف عالم میں پھیل گئی تو ہر ایک نے کسی متعین زبان میں گفتگو کی تو وہاں وہی زبان رائج ہوگئی، مدت طویل اور ہر دور میں موت کی وجہ سے زبانیں بھول گئیں، اولادِ آدم میں مختلف زبانوں کی تبدیلی کا سبب بھی یہی ہے۔

اہلِ معانی وحقائق کا قول

اہلِ معانی کا قول یہ ہے کہ "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ" میں حذف ماننا ضروری ہے تو مراد یہ ہو سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مسمیات کے اسماء کا علم دیا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اسماء کے مسمیات کا علم دیا، اول اولیٰ ہے کیونکہ آگے ارشاد:

اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ بتاؤ مجھے ان کے اسماء۔

فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآىِٕهِمْ جب انہوں نے ان کے اسماء بتائے۔

یعنی فقط یہ نہیں کہا ان کے بارے میں مجھے بتاؤ بلکہ ان کے اسماء کی بات کی۔

عَرَضَهُمْ کی حکمت:

سوال:

جب اللہ تعالیٰ نے انہیں جمیع مسمیات کے انواع کا علم دیا تو ان میں غیر ذوی العقول بھی تو ہیں تو عَرَضَهُمْ کہا عَرَضَهَا کیوں نہ فرمایا؟

جواب:

ان میں ملائکہ، انسان اور جنات شامل ہیں اور یہ اہل عقل ہیں، ان کے اکمل ہونے کی وجہ سے انہیں غلبہ دے دیا، اس لئے کہ معمول یہی ہے کہ کامل جب غالب ہوں تو انہیں ناقص پر غلبہ دیا جاتا ہے۔

تیسرا مسئلہ:

کچھ نے ارشاد "اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ" سے تکلیف مالایُطاق پر استدلال کیا لیکن یہ ضعیف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عجز سے آگاہ ہوتے ہوئے ان کی بے بسی ظاہر کرنے کیلئے پوچھا تھا اور اس پر یہ الفاظ مبارک شاہد ہیں:

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر تم سچے ہو۔

چوتھا مسئلہ: حضرت آدم علیہ السلام کا نبی ہونا:

معتزلہ کا کہنا یہ ہے حضرت آدم علیہ السلام سے علم اسماء کا اظہار ایسا معجزہ ہے جو اس وقت سے ان کی نبوت پر دلیل ہے، اقرب و مختار یہی ہے کہ ان کی بعثت حضرت حوا علیہا السلام کی طرف ہوئی تھی، لیکن یہ بھی بعید نہیں کہ ان کی بعثت ان ملائکہ کی طرف ہو جن کو چیلنج دیا گیا کیونکہ یہ تمام اگرچہ رسل ہیں مگر رسول کی طرف بھی بعثتِ رسول ہو سکتی ہے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت حضرت لوط علیہ السلام کی

طرف ہے۔

اُنُ پہ ان کا استدلال یہ ہے کہ انہیں علم اسماء کا حصول، خلاف معمول و عادت ہے لہٰذا اس کا معجزہ ہونا ضروری ہے جب یہ معجزہ ہو تو حضرت آدم علیہ السلام کا اس وقت سے نبی ہونا ثابت ہے۔

سوال:

کوئی یہ کہہ سکتا ہے یہ تسلیم نہیں کہ انہیں علم کا حصول خلاف عادت ہوا، اس لئے کہ انہیں لُغات کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے جنہیں نہیں دیا انہیں وہ حاصل نہیں تو یہ خلاف عادت نہیں۔

پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کیا ملائکہ یہ جانتے تھے کہ ان اسماء کی وضع فلاں مسمیات کیلئے ہے یا نہیں جانتے تھے؟ اگر وہ جانتے تھے تو پھر انہیں بیان کرنے پہ قدرت تھی تو اب معارضہ لاحق ہو جائے گا اور حضرت آدم علیہ السلام کی ان پہ فضیلت و کمال ظاہر نہ ہو گا۔

اور اگر وہ یہ جانتے ہی نہ تھے تو انہیں کیسے معلوم ہو گیا حضرت آدم علیہ السلام ان مسمیات میں سے ہر ایک کے بیان اِسم میں سچے ہیں تو اس سوال کا جواب دو وجہ سے ہو سکتا ہے۔

پہلی وجہ:

ممکن ہے ان انواع لغات میں سے ہر نوع ملائکہ کیلئے الگ الگ لغت ہو اور ہر نوع دوسرے کی لغت و زبان سے آگاہ نہ ہو، تمام اصناف ملائکہ وہاں موجود نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے تمام لغات کو ان پر بیان کیا، ہر صنف ملائکہ نے اپنی اپنی لغت کے حوالہ سے انہیں درست پایا تو اس طریق سے ان کی اصابت انہیں معلوم ہو گئی البتہ وہ ان تمام لغات کی معرفت سے عاجز تھے لہٰذا یہ علم معتبر قرار پایا۔

دوسری وجہ:

یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو بتا دیا ہو اس سے پہلے کہ انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے سن کر ان کے صدق پر استدلال کیا تو جب انہوں نے ان سے یہی اسماء سنے اور ان کا صدق پا لیا تو انہوں نے اس کا معجزہ ہونا پہچان لیا۔

ہاں اتنا تسلیم ہے کہ ان پہ خلاف عادت فعل کا ظہور ہوا تو ممکن ہے یہ بابِ کرامات یا بابِ ارہاصات میں سے ہو اور یہ دونوں اس موقعہ پر جائز ہیں لیکن اب اس مسئلہ پر گفتگو ان دونوں میں کلام کی فرع ہوگی۔

سیدنا آدم علیہ السلام اس وقت نبی نہ تھے:

کچھ لوگوں نے کہا: اس وقت حضرت آدم علیہ السلام قطعاً نبی نہ تھے، ان کے دلائل یہ ہیں:

پہلی دلیل:

اگر وہ اسی وقت نبی تھے تو پھر معصیت کا صدور ان سے نبوت کے بعد ہوگا اور یہ درست نہیں تو لازم ہے اس وقت وہ نبی نہ ہوں، یہ لزوم یوں ثابت کہ ان سے لغزش کا صدور بالاتفاق اس واقعہ کے بعد ہوا تھا اور اس لغزش کا تعلق کبائر سے ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آ رہی ہے۔ کبیرہ کا ارتکاب دوری، تحقیر اور لعنت کا موجب ہوتا ہے اور یہ تمام انبیاء علیہم السلام کے حوالہ سے ممکن و جائز نہیں لہٰذا یہ ماننا لازم ہے کہ یہ لغزش قبل از نبوت ہے۔

دوسری دلیل:

اگر حضرت آدم علیہ السلام اس وقت رسول تھے تو ان کی بعثت کسی کی طرف تھی یا نہیں تھی؟ اگر وہ کسی طرف مبعوث تھے تو وہ ملائکہ ہوں گے یا انسان یا جنات، اول صورت باطل اس لئے کہ معتزلہ کے ہاں ملائکہ، انسانوں سے افضل ہیں تو جائز نہیں کہ کم درجہ والے کو اعلیٰ و اشرف کی طرف رسول بنایا جائے کیونکہ رسول متبوع جبکہ اُمت تابع ہوتی ہے تو کم درجہ والے کا متبوع و اشرف بننا خلاف اصل ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آدمی اپنے ہم جنس کی بات کو زیادہ قبول کرتا ہے، اس لئے فرمانِ الٰہی ہے:

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا

اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے تو جب بھی اسے مرد ہی بناتے۔ (پ ۷، الانعام: ۹)

یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کسی انسان کی طرف مبعوث ہوں اس لئے کہ اس وقت حضرت حوا علیہا السلام ہی تھیں اور انہوں نے مکلف ہونے کی معرفت براہِ راست اللہ تعالیٰ سے پائی نہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے

واسطہ سے، ارشادِ الٰہی شاہد ہے:

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ — اور تم دونوں اس درخت کے قریب مت جانا

(پ ۸، الاعراف: ۱۹)

تو یہ حکم ان دونوں کو براہِ راست ہے اس میں سیدنا آدم علیہ السلام واسطہ نہیں بنائے گئے۔
یہ بھی جائز نہیں کہ ان کی بعثت جنات کی طرف ہو کیونکہ آسمانوں پہ کوئی جن تھا ہی نہیں۔
اور یہ بھی جائز نہیں کہ ان کی بعثت کسی کی طرف نہ ہوئی ہو کیونکہ رسول بنانے کا مقصد تبلیغ ہے اور یہاں مقصد تبلیغ ہی نہیں وہاں کسی کو رسول بنانے کا کیا فائدہ؟ لیکن یہ وجہ زیادہ قوی نہیں۔

تیسری دلیل:

ارشادِ الٰہی ہے:

ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهٗ — پھر چن لیا اس کو اس کے پروردگار نے

(پ ۱۶، طٰہٰ: ۱۲۲)

یہ فرمان واضح کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں لغزش کے بعد منتخب کیا ہے لہٰذا یہ کہنا لازم ہے کہ لغزش سے پہلے منتخب نہ تھے۔ جب ولادت کے وقت منتخب ہی نہ تھے تو لازم ہے کہ رسول نہ ہوں اس لئے کہ رسالت اور انتخاب آپس میں متلازم ہیں کیونکہ انتخاب کا معنی ہی انواع واقسام شرافت کے ساتھ مخصوص کرنا ہے تو جسے بھی اللہ تعالیٰ رسول بناتا ہے اسے ان سے مخصوص فرما دیتا ہے۔ اس لئے ارشادِ مقدس ہے:

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ — اللہ بہتر جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے۔

(پ ۸، الانعام: ۱۲۴)

پانچواں مسئلہ: اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ کی تفسیر:

ارشادِ الٰہی "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" کے معنی میں متعدد تفاسیر بیان ہوئی ہیں:

پہلی وجہ:

معنی یہ ہے مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ، اگر تم یہ جانتے کہ بتانے میں تم سچے ہو۔

دوسری وجہ:

مجھے خبر دو اور حق و سچ ہی کہو تو یہ اب ان کے قصور و عجز پر بیان کردہ تنبیہ میں تاکید ہے۔ جب ان کے اندر یہ بات پختہ ہو جائے گی کہ اگر وہ بتاتے ہیں تو وہ سچے نہ ہوں گے اور نہ ہی انہیں اس پر قدرت ہے تو وہ جان لیں گے کہ یہ ان کیلئے مشکل ہے

تیسری وجہ:

اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو کہ مخلوق میں ایسی کوئی عبادت نہیں کرسکتا جس کی تمہارے اندر صلاحیت و استعداد ہے، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔

چوتھی وجہ:

اگر تم اس اپنے قول میں سچے ہو کہ تم ہر مخلوق سے زیادہ علم والے ہو تو مجھے ان کے اسماء کی خبر دو۔

چھٹا مسئلہ: فضیلت علم:

یہ آیت مبارکہ علم کی فضیلت آشکار کر رہی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں اپنے کمال حکمت کا اظہار فرمایا تو وہ ان کے علم کے ذریعے فرمایا: اگر کائنات میں علم سے بڑھ کر کوئی شئی اعلیٰ ہوتی تو پھر علم کے بجائے اس شئے کے ذریعہ ان کی فضیلت سامنے لائی جاتی۔

فضیلت علم اور کتاب اللہ:

فضیلت علم پہ کتاب، سنت اور دلائل عقلیہ کثیر ہیں کتاب اللہ تعالیٰ نے کئی طرح سے اسے بیان کیا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے علم کو حکمت فرمایا اور پھر حکمت کو عظمت دی جو شانِ علم کی عظمت پر دال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم کو حکمت قرار دینا کچھ یوں ہے۔ حضرت مقاتل نے کہا، قرآن میں حکمت کی تفسیر ان چار معانی سے ہے:

پہلی وجہ:

مواعظ قرآن، سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

وَمَا اَنْزَلَ عَلَیْکُمْ مِّنَ الْکِتَابِ وَالْحِکْمَۃِ (پ ۲، البقرۃ: ۲۳۱) اور جو نازل کیا گیا تمہاری طرف کتاب اور دانائی۔

سورہ نساء میں فرمایا:

وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ (پ ۵، النساء: ۱۱۳) اور اللہ نے تم پر کتاب اور دانائی اتاری۔

دونوں جگہ مواعظ مراد ہیں، اسی طرح آلِ عمران میں ہے:

دوسری وجہ:

حکمت بمعنی علم وفہم، ارشادِ الٰہی ہے:

وَاٰتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا (پ ۱۶، مریم: ۱۲) اور اسے ہم نے بچپن میں ہی حکمت وعلم دیا۔

سورۂ لقمان میں ہے:

وَلَقَدْ اٰتَیْنَاہُ لُقْمَانَ الْحِکْمَۃِ (پ ۲۱، لقمان: ۱۲) اور ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی۔

یہاں مراد فہم وعلم ہے، الانعام میں ہے۔

اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ وَالْحُکْمَ (پ ۷، الانعام: ۸۹) یہ وہ لوگ ہیں جن کو کتاب وحکمت ہم نے عطا کی۔

تیسری وجہ:

حکمت بمعنی نبوت۔ سورۃ النساء (۵۴) میں فرمایا:

فَقَدْ اٰتَیْنَا آلَ اِبْرَاھِیْمَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ ہم نے آل ابراہیم کو کتاب ونبوت عطا کی۔

یہاں نبوت مراد ہے، سورۂ ص میں فرمایا:

وَاٰتَیْنَاهُ الْحِكْمَةَ — اور ہم نے اسے حکمت عطا کی۔

(پ ۲۳، البقرۃ: ۲۰)

سورۃ البقرہ میں فرمایا:

وَاٰتَاهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ — اور اللہ تعالیٰ نے اسے بادشاہی اور حکمت عطا کی۔

(پ ۲، البقرۃ: ۲۵۱)

یہاں بھی نبوت مراد ہے:

چوتھی وجہ:

حکمت سے قرآن مراد ہے، فرمایا:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ — اپنے رب کے راستہ کی طرف قرآن کے ساتھ بلاؤ۔

(پ ۱۴، النحل: ۲۵)

دوسرے مقام پر ہے:

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا — جس کو دانائی دی گئی اس کو خیر کثیر عطا کی گئی۔

(پ ۳، البقرۃ: ۲۶۹)

یہ تمام معانی دراصل علم ہی کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

قلیل علم اور مخلوق

پھر اس پر بھی غور کیجئے، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو علم قلیل ہی عطا کیا ہے، ارشادِ مبارک ہے:

وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا — اور جو تمہیں علم دیا گیا تھوڑا ہے۔

(پ ۱۵، الاسرا: ۸۵)

اور تمام دنیا کو بھی قلیل قرار دیا ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ — کہہ دیں دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے۔

(پ ۴، النساء: ۷۷)

جسے اس نے قلیل بتایا ہم اس کی تعداد وکمیت کا ادراک نہیں رکھتے تو اس کے بارے میں کیا خیال ہے جسے وہ کثیر قرار دے؟

قلتِ دنیا پر دلیل:

قلت دنیا اور کثرت حکمت پر دلیل عقلی یوں ہے کہ دنیا کی قدر، تعداد اور مدت تمام متناہی اور محدود ہے اور علم کی قدر، تعداد اور مدت اور اس پر حاصل سعادتوں کی حد ہی نہیں یہ تمام فضیلت علم ہی کو آشکار کر رہی ہے۔

دوسری دلیل:

ارشادِ الٰہی ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ — کہہ دیں کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟

(پ ۲۳، الزمر: ۹)

سات افراد میں فرق:

اللہ تعالیٰ عزوجل نے کتاب اللہ میں سات افراد کے درمیان فرق واضح کیا ہے، خبیث و طیب میں۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ — اور کہہ دیجئے پاک اور ناپاک برابر نہیں۔

(پ ۷، المائدۃ: ۱۰۰)

یعنی حلال وحرام میں فرق ہے۔

اندھے اور بینا میں فرق یوں بیان کیا:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ — کہہ دیجئے کیا بینا اور نابینا برابر ہیں؟

(پ ۷، الانعام: ۵۰)

روشنی اور تاریکی میں فرق ان الفاظ میں کیا:

اَمْ هَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمَاتُ وَالنُّوْرُ — کیا تاریکی اور روشنی برابر ہیں؟

(پ ۱۳، الرعد: ۱۶)

اس طرح جنت و دوزخ اور ظل وحرور میں فرق کیا، اگر تم غور کرو تو معلوم ہو جائے گا یہ تمام عالم و جاہل کا ہی فرق ہے۔

تیسری دلیل:

ارشادِ مقدس ہے:

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ — اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور صاحب حکم کی۔

(پ ۵، النساء: ۵۹)

اُولی الامر، اصحابِ علم:

یہاں اصح قول کے مطابق اُولُو الامر سے اہلِ علم ہی مراد ہیں اس لئے کہ بادشاہوں پر اہلِ علم کی اطاعت لازم ہے اور معاملہ اس کے برعکس نہیں ہو سکتا۔

پھر یہ مرتبہ بھی ملاحظہ کر لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دو مقامات پہ عالم کو دوسرے مرتبہ پر ذکر کیا:

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ — اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ملائکہ اور عالموں نے۔

(پ ۳، آلِ عمران: ۱۸)

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ — حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول اللہ کا اور ان کا جو تم میں حکم والے ہیں۔

(پ ۵، النساء: ۵۹)

پھر اللہ تعالیٰ نے عزت و اکرام میں اضافہ کرتے ہوئے دو آیات میں عالم کو پہلے مرتبہ میں بیان کیا:

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ

(پ ۳، آلِ عمران: ۷)

اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ

(پ ۱۳، الرعد: ۴۳)

اور کہہ دیجئے کافی ہے اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ اور جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔

چوتھی دلیل:

ارشاد فرمایا:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ

(پ ۲۸، المجادلہ: ۱۱)

بلند فرمائے درجات اللہ نے ایمان والوں اور جن کو علم عطا کیا گیا ان کے۔

چار اصناف کے درجات:

یاد رہے اللہ تعالیٰ نے چار اصناف کے درجات ذکر کئے ہیں۔

۱۔ صاحب ایمان اہل بدر۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

(پ ۹، الانفال: ۲، ۴)

بیشک مومنین وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل دہل جائیں ان کیلئے درجات ہیں ان کے رب کے پاس۔

۲۔ مجاہدین۔

وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ

(پ ۵، النساء: ۹۵)

فضیلت دی اللہ نے مجاہدین کو بیٹھنے رہنے والوں پر۔

۳۔ صالحین۔

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ

اور جو اس کے حضور ایمان کے ساتھ آئے اور

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى
(پ١٦،طٰہٰ:٧٥)
اچھے کام کیے تو انہیں کے درجے اونچے ہیں۔

۴۔ اہلِ علم۔

وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ
(پ٢٨،المجادلۃ:١١)
جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔

تو اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کے، دیگر اہلِ ایمان پر درجات، مجاہدین کے گھروں میں رہ جانے والوں پر درجات، صالحین کے درجات ذکر کیے اور پھر اہلِ علم کو تمام اصناف پر درجات میں فضیلت دی۔ لہٰذا اہلِ علم کا تمام لوگوں سے افضل ہونا لازم ہے۔

۵۔ ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا
(پ٢٢،فاطر:٢٨)
بیشک بندوں میں سے علم والے ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

علماء کے پانچ مناقب:

اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں اہلِ علم کے پانچ مناقب بیان کیے ہیں۔

۱۔ ایمان

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ
(پ٣،آلِ عمران:٧)
اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔

۲۔ توحید وشہادت

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
(پ٣،آلِ عمران:١٨)
گواہی دی اللہ نے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، فرشتوں اور علم والوں نے۔

۳۔ تضرع وزاری:

وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ
(پ١٥،الاسراء:١٠٩)
اور روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں۔

۴۔ خشوع:

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا
(پ ۱۵، الاسراء: ۱۰۷)

بیشک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا جب ان پر تلاوت کیا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

۵۔ خشیت الٰہی:

اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا
(پ ۲۲ فاطر: ۲۸)

بیشک علماء ہی اس کے بندوں میں سے اللہ سے ڈرتے ہیں۔

احادیث مبارکہ اور فضیلت علم:

۱۔ حضرت ثابت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے نارِ جہنم سے آزاد کردہ لوگ دیکھنا چاہتا ہے تو وہ طلبہ کو دیکھ لے۔ قسم بخدا۔ جب طالبِ علم دروازہ علم کی طرف چلتا ہے تو ہر قدم کے بدلے جنت میں ایک شہر آباد کیا جاتا ہے وہ زمین پر چلتا ہے تو زمین اس کیلئے استغفار کرتی ہے وہ رات اور دن اس حالت میں گزارتا ہے کہ اس کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں اور آتش جہنم سے آزادی کا پروانہ ملنے پر فرشتے گواہ ہیں

علم حاصل کرنے والا روزہ دار کی طرح:

۲۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو غیر اللہ کیلئے علم طلب کرتا ہے تو دنیا سے کوچ سے پہلے اس کے پاس ایسا علم آجاتا ہے جو خدا کیلئے بن جاتا ہے اور جو خدا کی رضا کیلئے علم حاصل کرے تو وہ روزہ دار اور رات قیام کرنے والے کی طرح ہے اگر کوئی شخص علم کا ایک باب سیکھ لے تو اس کیلئے راہِ خدا میں جبل ابو قیس کے برابر سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے

عالم اور انبیاء کا قرب:

۳۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو احیاءِ اسلام کی خاطر علم حاصل کرتے ہوئے موت آجائے تو جنت میں اس کے اور انبیاء علیہم السلام کے درمیان ایک درجہ کا فرق ہے۔ (سنن دارمی: ۳۵۴۰)

۴۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کو اٹھائے گا اور ان میں علماء کو الگ اور ممتاز فرمائے گا اور حکم دے گا کہ میں نے تمہارے سینوں میں اپنا نور اس لیے رکھا ہے کہ میں تمہیں جانتا ہوں اور تمہیں علم کی دولت سے اس لیے سرفراز نہیں کیا کہ تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔ (مسند الفردوس: ۸۰۵۹)

مخلوق روتی ہے:

۵۔ معلمِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب معلّم خیر کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس پر آسمان کے پرندے، زمین کے چوپائے اور پانی کی مچھلیاں روتیں ہیں۔ (سنن ترمذی، ۲۶۸۵)

۶۔ حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے عالم کی اقتداء میں نماز ادا کی، گویا اس نے نبی کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

عابد پر ستر درجے:

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عالم، عابد محض پر ستر درجے افضل ہے اور ہر درجے کے درمیان گھوڑ سوار کی ستر سالہ مُسافت کا فرق ہے، اس لیے کہ شیطان لوگوں کے درمیان بدعت پھیلانا چاہتا ہے تو عالم اسے دیکھ کر زائل کر دیتا ہے اور عابد اپنی عبادت میں مصروف رہتا ہے اور بدعت کی طرف عدم توجہ سے اس کو نہیں پہچانتا۔

(الترغیب والترہیب، ۵۷۰۱)

خلفاء رسول:

۸۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میرے خلفاء پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ عرض کیا گیا: آپ کے خلفاء کون لوگ ہیں؟ فرمایا: جو میری سُنّت کو زندہ کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔

۹۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص اِس خیال سے گھر سے نکلے کہ علم کا ایک باب سیکھ کر لوگوں کو باطل سے حق کی طرف اور ضلالت سے ہدایت کی طرف بلائے گا تو اس کا یہ عمل چالیس سالہ عبادت کے برابر ہو گا۔

۱۰۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ فرماتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے کسی ایک آدمی کو ہدایت عطا کردے تو یہ تمہارے لیے پورے روئے زمین سے بہتر ہے۔ (البخاری، ۳۰۰۹)

۱۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس نیت سے علم حاصل کرے کہ اسے رضائے خدا کیلئے لوگوں میں بیان کرے گا تو اُسے ستر انبیاء کرام کے برابر ثواب ملے گا۔

۱۲۔ حضرت عامر جہنی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز طالب علم کی سیاہی اور شہید کا خون تولا جائے گا تو دونوں برابر ہوں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ علماء کی سیاہی راجح اور بھاری ہوگی۔

۱۳۔ حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جلوہ افروز تھے، تین آدمی آئے ایک نے مجلس میں جگہ دیکھی وہیں بیٹھ گیا اور دوسرا ان کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا واپس چلا گیا۔ جب آپ نے خطاب ختم کیا تو فرمایا: میں تمہیں تین آدمیوں کے بارے میں خبر دیتا ہوں۔ ایک نے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کی اسے پناہ مل گئی، دوسرے نے اللہ تعالیٰ سے حیاء کی اس سے حیاء کی گئی، تیسرے نے اللہ تعالیٰ سے مُنہ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے اعراض فرمایا۔ (مُسلم، ۲۱۷۶)

آثارِ صحابہ اور فضیلتِ علم:

۱۔ استاذ عالم، والدین کی بہ نسبت شاگرد پر زیادہ مہربان ہوتا ہے۔ کیونکہ والدین بچے کی دنیا کی آگ اور آفت سے حفاظت کرتے ہیں اور عالم آخرت کی آگ اور مشکلات سے بچاتا ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا: آپ رضی اللہ عنہ نے یہ علم کیسے حاصل کیا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: بہت سوال کرنے والی زبان اور سمجھدار دل کے ساتھ۔

۳۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ نادانوں کی طرح سوال کیا کرو اور داناؤں کی طرح یاد کیا کرو۔

۴۔ حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا: بیٹا! علم حاصل کرو، اگر تمہارے پاس مال ہے تو علم جمال بن جائے گا اور اگر مال نہیں تو علم ہی مال ہے۔

۵۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس طرح جہالت کی گفتگو میں بھلائی نہیں اِسی طرح علم

کے متعلق خاموشی اختیار کرنے میں خیر نہیں۔

علماء تین طرح کے:

۶۔ بعض محققین فرماتے ہیں، علماء تین طرح کے ہوتے ہیں

۱۔ عالم باللہ مگر عالم بامر اللہ نہ ہو۔

۲۔ عالم بامر اللہ مگر عالم باللہ نہ ہو۔

۳۔ عالم باللہ بھی ہو اور عالم بامر اللہ بھی۔

اول وہ بندہ ہے جس کے دل پر معرفتِ الٰہیہ نے اس قدر غلبہ کیا کہ وہ نُور جلال اور صفاتِ کبریاء میں مستغرق ہو جانے کی وجہ سے ضروری مسائل سے زائد علم حاصل نہ کر سکا۔

دوسرا آدمی وہ ہے جس نے حلال و حرام کو پہچانا۔ احکام کا علم حاصل کیا لیکن جلالِ الٰہی کے اسرار سے بے بہرہ رہا۔

تیسرا آدمی عالم معقولات و عالم محسوسات کے درمیان حد مشترک پر بیٹھا ہے۔ کبھی وہ از روئے محبت خدا کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی از روئے شفقت و رحمت مخلوق کے ساتھ۔ جب وہ خالق سے مخلوق کی طرف آتا ہے تو ان کا ایک فرد بن جاتا ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ معرفت الٰہی نہیں رکھتا اور جب جلوت سے خلوت میں آتا ہے تو ربّ قدوس کی عبادت و مناجات اور ذکر و فکر میں اس طرح مشغول ہوتا ہے جیسے وہ مخلوق سے بالکل ناواقف ہے۔ یہ مرسلین و صدیقین کا طریق ہے۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے مراد بھی یہی ہے علماء سے سوال کرو؟ حکماء سے اختلاط و میل جول رکھو اور کبراء کی مجلس لازم کر لو۔ (المعجم الکبیر-۲۲، ۳۲۴)

علماء سے مراد جو احکامِ شرع سے واقف ہیں لیکن عالم باللہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بوقتِ ضرورت ان سے فتویٰ لینے اور سوال کرنے کا حکم دیا ہے اور حکماء سے مُراد علماء باللہ ہیں جو اوامر و نہی کا (زائد از ضرورت) علم نہیں رکھتے۔ ان سے اختلاط کا حکم دیا گیا ہے اور کبراء سے مراد اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام کے عالم ہیں۔ جن کی مجلس اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے کہ ان کی مجلس میں دارین کی سعادتیں اور منفعتیں ہیں۔

عالم بامرِ اللہ کی تین علامتیں:

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، تینوں قسم کے علماء کی تین تین علامتیں ہیں۔

۱۔ ذکرِ لسانی کی دولت سے بہرہ ور ہو لیکن ذکرِ قلبی کی دولت سے محروم ہو۔

۲۔ خدا تعالیٰ کی بجائے مخلوق کا خوف غالب ہو۔

۳۔ ظاہر میں لوگوں سے حیا کرے لیکن باطن اور دل میں ربّ الناس (لوگوں کے رب) سے حیا نہ کرے۔

عالم باللہ کی تین علامات:

۱۔ ذکر ۲۔ خوف ۳۔ حیا کی دولت سے مالا مال ہو

ذکر سے مُراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ ذکرِ لسانی، خوف سے مراد خوفِ ریا ہے نہ کہ خوفِ معصیت اور حیا سے مُراد وساوس وخطراتِ قلب سے حیا ہے نہ کہ ظاہری حیا۔

عالم باللہ و بامر اللہ کی چھ علامتیں:

اللہ تعالیٰ اور امرِ الٰہی کے عالم میں چھ چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ تین عالم باللہ والی اور دوسری تین یہ ہیں:

۱۔ عالمِ غیب اور عالمِ شہادت کے درمیان حدِ مشترک پر قیام کرتا ہو۔

۲۔ پہلی دو قسموں کا معلم ہو۔

۳۔ پہلے دو فریق اس کے محتاج ہوں اور وہ ان سے بے نیاز۔

علم وفکر کے بغیر دل کا مردہ ہونا:

۱۔ حضرت شیخ فتح الموصلی فرماتے ہیں: کیا مریض کھانا پینا اور دوا ترک کر دے تو مر نہیں جائے گا؟ یہی حال دل کا ہے۔ یہ علم وفکر اور حکمت کے بغیر مر جاتا ہے۔

۲۔ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میری مجلس میں لوگ آتے ہیں تو اٹھ کر جاتے وقت تین

قسموں پر منقسم ہوتے ہیں:

۱۔ کافر محض ۲۔ مومن محض ۳۔ منافق محض

یہ اس لیے کہ میں تفسیر قرآن میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں گفتگو کرتا ہوں جو تصدیق نہ کرے وہ کافر محض اور جس کا دل تنگ ہوتا ہے وہ منافق محض ہے اور جو اپنے کیے پر پشیمان ہوتا ہے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرتا ہے تو وہ مومن محض ہے۔

تین اوقات میں نیند اور ہنسی

نیز فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو تین قسم کی نیند اور تین قسم کی ہنسی ناپسند ہے۔ پہلی نیند نمازِ فجر کے بعد، دوسری نمازِ عشاء سے پہلے اور تیسری دورانِ نماز۔ تین قسم کی ہنسی، پہلی جنازہ کے پیچھے، دوسری قبرستان میں، تیسری مجلسِ ذکر میں۔

علم و پانی میں پانچ مشابہتیں:

۴۔ بعض حضرات نے ارشادِ باری تعالیٰ:

فَاحۡتَمَلَ السَّيۡلُ زَبَدًا رَّابِيًا — تو پانی کا بہاؤ جھاگ اٹھا لایا۔

میں سَیْل کی تفسیر علم سے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پانچ وجہ سے علم کو پانی کے ساتھ تشبیہ دی ہے:

۱۔ پانی کی طرح علم بھی آسمان سے اترتا ہے

۲۔ زمین کی اصلاح پانی سے ہوتی ہے تو مخلوق کی اصلاح علم سے ہوتی ہے۔

۳۔ پانی کے بغیر شگوفوں میں شادابیاں اور رعنائیاں نہیں آتیں تو علم کے بغیر مخلوق میں اعمال وطاعات جیسی خوبیاں پیدا نہیں ہوتیں

۴۔ بارش کا پانی رعد و بَرق کی فرع ہے۔ اس طرح علم وعدہ و وعید کی فرع ہے۔

۵۔ بارش نافع بھی ہوتی ہے اور نقصان دہ بھی اسی طرح علم نافع بھی ہے اور ضار و نقصان دِہ بھی۔ علم با عمل نفع رساں ہے اور علم بے عمل ضرر رساں ہوتا ہے

بہت سے وعظ و تذکیر کرنے والے خدا تعالیٰ سے غافل ہیں، خدا سے ڈرانے والے خداوندِ

قدوس پر جری ہیں اور بہت سے لوگوں کو خدا کے قریب کرتے ہیں لیکن خود دور ہیں. بہت سے خدا کی طرف دعوت دینے والے اللہ تعالیٰ سے راہِ فرار اختیار کیے ہوئے ہیں اور بہت سے کتاب اللہ کی آیات کی تلاوت کرنے والے آیاتِ الٰہی سے بھاگے ہوئے ہیں۔

۲۔ دنیا کی بہار پانچ چیزیں:

دُنیا کی بہار پانچ چیزوں سے ہے۔

ا۔علماء کے علم ۲۔حکمرانوں کے عدل ۳۔تاجروں کی امانت

۴۔اصحابِ حرفت کی خیرخواہی ۵۔عابدین کی عبادت سے۔

ان کی مناسبت سے ابلیس نے پانچ پرچم لیے اور ہر ایک کے پہلو میں ایک پرچم نصب کر دیا۔ حسد کا عَلَم، علم کے پہلو میں، ظلم کا عدل کے، خیانت کا امانت کے، ملاوٹ کا خیرخواہی کے اور ریاکاری کا پرچم عبادت کے پہلو میں۔

۳۔ امام حسن بصری کی پانچ فضیلتیں:

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ، تابعین پر پانچ وجہ سے فضیلت رکھتے ہیں۔

ا۔ آپ کسی چیز کا حکم دینے سے پہلے خود اس پر عمل کرتے۔

۲۔ کسی چیز سے منع کرنے سے پہلے خود اس سے باز رہتے۔

۳۔ آپ کے پاس موجود علم و مال میں سے جس نے بھی سوال کیا، آپ نے بخل سے کام نہ لیا۔

۴۔ اور دولتِ علم کی موجودگی میں لوگوں سے بے نیاز رہتے۔

۵۔ آپ کا ظاہر و باطن یکساں تھا۔

۴۔ علم نافع کی پہچان کیسے ہو؟

اگر آپ علم کے متعلق معلوم کرنا چاہیں کہ نافع ہے یا نہیں تو اپنے نفس میں پانچ خصلتیں پیدا کرو۔

ا۔ قلتِ مؤنت و مشقت کیلئے فقر سے محبت۔

۲۔ طلبِ ثواب کیلئے طاعت سے محبت۔

۳۔ طلبِ فراغت کیلئے دُنیا میں زہد سے محبت۔

۴۔ اصلاحِ قلب کی طلب میں حکمت سے محبت۔

۵۔ مناجات ربّ العزت کی طلب میں خلوت سے محبت۔

۵۔ پانچ سے پانچ طلب کرو:

پانچ چیزوں سے پانچ چیزیں طلب کرو۔

۱۔ تواضع میں عزت نہ کہ مال وخاندان میں۔

۲۔ کثرت کی بجائے قناعت میں غنا۔

۳۔ دُنیا کی بجائے جنت میں امن۔

۴۔ کثرت کی بجائے قلت میں راحت۔

۵۔ منفعت کثرتِ روایت کی بجائے علم پر عمل۔

۶۔ خواص کے پانچ طبقات:

شیخ عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِس اُمت میں خواص کی وجہ سے ہی فساد پیدا ہوا ہے اور وُہ خواص پانچ طبقات ہیں

۱۔ علماء جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں۔

۲۔ زُہاد جو کہ اہلِ زمین کیلئے ستون کا حکم رکھتے ہیں۔

۳۔ غازی جو کہ زمین پر خدا تعالیٰ کا لشکر ہیں۔

۴۔ تاجر جو کہ خدا کی زمین پر خدا کے امین ہیں

۵۔ حکمران جو کہ راعی ونگہبان ہیں۔

جب عالم، دین چھوڑ دے اور مال اُٹھائے تو جاہل کس کی اقتدا کرے؟

جب زاہد، دُنیا کی طرف راغب ہو جائے تو توبہ کرنے والا کس کی اقتدا کرے؟

جب غازی ہی لالچی اور ریاکار بن جائے تو دُشمن پر کامیابی کیسے حاصل ہو؟

جب تاجر، خائن ہو جائے تو امانت کیسے حاصل ہوگی؟ اور

جب راعی و چرواہا ہی بھیڑیا بن گیا تو رکھوالی کس طرح ہوگی؟

کی طرف راغب ہو گی اسی لیے سید الرسل ﷺ نے صالحین کی مجلس اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

۹۔ علماء اور طبقاتِ دوزخ:

بزرگ فرماتے ہیں کہ جو علماء علم کے معاملہ میں بخل سے کام لیں اور ان کی خواہش ہو کہ اس پر کوئی دوسرا واقف نہ ہو تو یہ جہنم کے پہلے طبقہ میں ہوں گے۔

جو علماء علم کے سلسلہ میں سلطان کی طرح بن جاتے ہیں کہ جب اُن کے حق سے کوئی چیز رد کی جائے تو غضبناک ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ کے دُوسرے طبقے کے مستحق ہیں۔

جو علماء اپنے علمی نکات اور علمی گفتگو اصحابِ ثروت و فراخی کے سامنے بیان کرتے ہیں لیکن فقراء کو اس کا اہل نہیں جانتے۔ ایسے علماء جہنم کے تیسرے طبقہ کے لائق ہیں۔

جو علماء تکبر کریں وعظ کریں تو درشتی کریں اور اگر انہیں نصیحت کی جائے تو تیوری چڑھائیں وہ جہنم کے چوتھے طبقہ میں جبکہ جو علماء خود مفتی بن جائیں اور غلط فتاویٰ جاری کریں وہ پانچویں طبقے میں جائیں گے۔

جو علماء بعض ملحدین کا کلام سیکھ کر دین سے ملا دیں وہ دوزخ کے چھٹے طبقے میں گریں گے۔

جو علماء لوگوں کی توجہ بننے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے کے خواہاں ہونگے تو وہ آتش آخرت کے ساتویں طبقے میں پڑیں گے۔

اللّٰھم اعذنا من النّار — اے اللہ ہمیں اس عذاب سے پناہ عطا فرما۔

۱۰۔ آٹھ آدمیوں کی صحبت:

حضرت فقیہ ابولیث سمرقندی قدس سرّہٗ فرماتے ہیں، آٹھ قسم کے آدمیوں کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ آٹھ چیزوں میں اضافہ فرماتا ہے:

۱۔ اغنیاء کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ دُنیا کی محبت و رغبت میں۔

۲۔ فقراء کے پاس حاضری سے تقسیم الٰہی پر اللہ تعالیٰ کی رضا و شکر میں۔

۳۔ سلاطین کی بارگاہ میں رونق بننے سے اللہ تعالیٰ سے تکبر و قساوت میں۔

۴۔ عورتوں کی ہم نشینی سے اللہ تعالیٰ شہوت و جہالت میں اضافہ کر دیتا ہے

کی طرف راغب ہوگی اسی لیے سید الرسل ﷺ نے صالحین کی مجلس اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

۹۔ علماء اور طبقاتِ دوزخ:

بزرگ فرماتے ہیں کہ جو علماء علم کے معاملہ میں بخل سے کام لیں اور ان کی خواہش ہو کہ اس پر کوئی دوسرا واقف نہ ہو تو یہ جہنم کے پہلے طبقہ میں ہوں گے۔

جو علماء علم کے سلسلہ میں سلطان کی طرح بن جاتے ہیں کہ جب اُن کے حق سے کوئی چیز رد کی جائے تو غضبناک ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ کے دُوسرے طبقے کے مستحق ہیں۔

جو علماء اپنے علمی نکات اور علمی گفتگو اصحابِ ثروت و فراخی کے سامنے بیان کرتے ہیں لیکن فقراء کو اس کا اہل نہیں جانتے۔ ایسے علماء جہنم کے تیسرے طبقہ کے لائق ہیں۔

جو علماء تکبر کریں وعظ کریں تو درشتی کریں اور اگر انہیں نصیحت کی جائے تو تیوری چڑھائیں وہ جہنم کے چوتھے طبقہ میں جبکہ جو علماء خود مفتی بن جائیں اور غلط فتاویٰ جاری کریں وہ پانچویں طبقے میں جائیں گے۔

جو علماء بعض ملحدین کا کلام سیکھ کر دین سے ملا دیں وہ دوزخ کے چھٹے طبقے میں گریں گے۔

جو علماء لوگوں کی توجہ بننے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے کے خواہاں ہونگے تو وہ آتش آخرت کے ساتویں طبقے میں پڑیں گے۔

اللّٰھم اعذنا من النّار — اے اللہ ہمیں اس عذاب سے پناہ عطا فرما۔

۱۰۔ آٹھ آدمیوں کی صحبت:

حضرت فقیہہ ابو لیث سمرقندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں، آٹھ قسم کے آدمیوں کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ آٹھ چیزوں میں اضافہ فرماتا ہے:

۱۔ اغنیاء کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ دُنیا کی محبت و رغبت میں۔
۲۔ فقراء کے پاس حاضری سے تقسیمِ الٰہی پر اللہ تعالیٰ کی رضا و شکر میں۔
۳۔ سلاطین کی بارگاہ میں رَونق بننے سے اللہ تعالیٰ سے تکبر و قساوت میں۔
۴۔ عورتوں کی ہم نشینی سے اللہ تعالیٰ شہوت و جہالت میں اضافہ کر دیتا ہے

۷۔ علم مال سے سات طرح افضل ہے

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علم سات طرح مال سے افضل ہے۔

۱۔ علم انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت ہے اور مال فرعونوں کی۔

۲۔ علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا جب کہ مال کم ہو جاتا ہے۔

۳۔ علم عالم کی حفاظت کرتا ہے جب کہ خود مال کو حفاظت کی ضرورت ہوتی ہے۔

۴۔ علم اپنے صاحب کے ساتھ قبر میں جاتا ہے جب کہ مال دنیا میں رہ جاتا ہے۔

۵۔ علم صرف اہلِ ایمان کو ملتا ہے جبکہ مال اہلِ ایمان واہلِ کُفر دونوں کو نصیب ہوتا ہے۔

۶۔ تمام لوگ اپنے دینی معاملات میں صاحبِ علم کے محتاج ہوتے ہیں نہ کہ صاحبِ مال کے۔

۷۔ علم صراط (جہنم کے پل) پر گزرتے وقت آدمی میں قوت وتوانائی پیدا کرتا ہے جبکہ مال پل عبور کرنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔

۸۔ سات عزتوں کا حصول:

حضرت فقیہ ابولیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عالم کے پاس بیٹھنے سے علم نہ بھی آئے تو پھر بھی سات عزتیں حاصل ہوتی ہیں

۱۔ متعلمین کی فضیلت۔

۲۔ اتنی مدت گناہوں سے حفاظت۔

۳۔ بہ نیتِ علم پر نزول رحمت سے حصہ ونصیب۔

۴۔ حلقۂ علم پر نزولِ رحمت سے حصہ ونصیب

۵۔ علمی گفتگو سننے پر اطاعت کا ثواب۔

۶۔ جب کسی مسئلہ میں غور وفکر کرے گا اور سمجھ نہ آنے پر تنگ دل ہوگا تو یہ غم بارگاہِ خداوندی میں حضوری کا وسیلہ بن جائے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہیں میں ان کے قریب ہوں"۔

۷۔ وہ عالم کی تعظیم وتکریم اور فاسق وفاجر کی تذلیل ورسوائی ملاحظہ کرے گا تو اس کی طبیعت علم

کی طرف راغب ہو گی اسی لیے سید الرسل ﷺ نے صالحین کی مجلس اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

۹۔ علماء اور طبقاتِ دوزخ:

بزرگ فرماتے ہیں کہ جو علماء علم کے معاملہ میں بخل سے کام لیں اور ان کی خواہش ہو کہ اس پر کوئی دوسرا واقف نہ ہو تو یہ جہنم کے پہلے طبقہ میں ہوں گے۔

جو علماء علم کے سلسلہ میں سلطان کی طرح بن جاتے ہیں کہ جب اُن کے حق سے کوئی چیز رد کی جائے تو غضبناک ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ کے دُوسرے طبقے کے مستحق ہیں۔

جو علماء اپنے علمی نکات اور علمی گفتگو اصحابِ ثروت و فراخی کے سامنے بیان کرتے ہیں لیکن فقراء کو اس کا اہل نہیں جانتے۔ ایسے علماء جہنم کے تیسرے طبقہ کے لائق ہیں۔

جو علماء تکبر کریں وعظ کریں تو درشتی کریں اور اگر انہیں نصیحت کی جائے تو تیوری چڑھائیں وہ جہنم کے چوتھے طبقہ میں جبکہ جو علماء خود مفتی بن جائیں اور غلط فتاویٰ جاری کریں وہ پانچویں طبقے میں جائیں گے۔

جو علماء بعض ملحدین کا کلام سیکھ کر دین سے ملادیں وہ دوزخ کے چھٹے طبقے میں گریں گے۔

جو علماء لوگوں کی توجہ بننے اور ان پر غلبہ حاصل کرنے کے خواہاں ہونگے تو وہ آتش آخرت کے ساتویں طبقے میں پڑیں گے۔

اللّٰھم اعذنا من النّار — اے اللہ ہمیں اس عذاب سے پناہ عطا فرما۔

۱۰۔ آٹھ آدمیوں کی صحبت:

حضرت فقیہ ابولیث سمرقندی قدس سرہٗ فرماتے ہیں، آٹھ قسم کے آدمیوں کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ آٹھ چیزوں میں اضافہ فرماتا ہے:

۱۔ اغنیاء کے پاس بیٹھنے سے اللہ تعالیٰ دُنیا کی محبت و رغبت میں۔

۲۔ فقراء کے پاس حاضری سے تقسیمِ الٰہی پر اللہ تعالیٰ کی رضا و شکر میں۔

۳۔ سلاطین کی بارگاہ میں رَونق بننے سے اللہ تعالیٰ سے تکبر و قساوت میں۔

۴۔ عورتوں کی ہم نشینی سے اللہ تعالیٰ شہوت و جہالت میں اضافہ کر دیتا ہے

۵۔ بچوں کی سنگت و رفاقت سے لہو و مزاح میں۔

۶۔ فساق کے ساتھ بیٹھنے سے گناہوں پر جرأت اور تاخیرِ توبہ میں۔

۷۔ صالحین کی صحبت سے رغبتِ عبادت میں۔

۸۔ اور علماء کی خدمت سے علم و ورع میں اضافہ ہوگا۔

۱۱۔ سات طرح کا علم:

اللہ تعالیٰ نے سات اشخاص کو سات طرح کا علم عطا فرمایا:

حضرت آدم علیہ السلام کو اشیاء کا علم دیا:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا (پ ۱، البقرۃ: ۳۱)

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے۔

حضرت خضر علیہ السلام کو علم فراست:

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (پ ۱۵، الکہف: ۶۵)

اور اسے اپنا علمِ لدنی عطا کیا۔

حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تعبیر رؤیا:

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (پ ۱۳، یوسف: ۱۰۱)

اے میرے رب بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا۔

حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو زرہ سازی کا علم:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ (پ ۱۷، الانبیاء: ۸۰)

اور ہم نے اسے تمہارا پہناوا بنانا سکھایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں سکھائیں:

قَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (پ ۱۹، النمل: ۱۶)

اور کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو تورات و انجیل کا علم بخشا:

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ

اور اللہ تعالیٰ اسے سکھائے گا کتاب وحکمت اور تورات اور انجیل۔

(پ ۳، ال عمران: ۴۸)

حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توحید وشرع کے علم سے ممتاز فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا

اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(پ ۵، النساء: ۱۱۳)

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

(پ ۱، البقرۃ: ۱۶۴)

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

(پ ۲۷، الرحمٰن: ۱، ۲)

کمالاتِ علم:

حضرت آدم علیہ السلام کا علم حصولِ سجدہ وسلام کا سبب بنا۔ حضرت خضر علیہ السلام کا علم حضرت موسیٰ ویوشع علیہما السلام کا معلم بننے کا باعث بنا، حضرت یوسف علیہ السلام کے علم نے آپ کو آپ کے اہل سے ملایا اور حکومت دلوائی، حضرت داؤد علیہ السلام کا علم، فضیلت وریاست کا ذریعہ بنا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے علم کی برکت سے غلبہ وملکہ بلقیس کو پایا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علم، ان کی والدہ سے اتہام کے ازالہ کا باعث بنا اور حضرت سید الانبیاء علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء الصلوٰۃ والسلام کا علم سعادتِ عظمیٰ وجودِ شفاعت (کبریٰ) کا امتیاز واختصاص پا کر سب پر برتر ہوا۔

علم اور سلام الٰہی:

پھر ہم کہتے ہیں کہ مخلوقات کا علم رکھنے والے کو ملائکہ سلام کرتے ہیں تو خالق ومالک کی صفات کا علم رکھنے والا ملائکہ کی طرف سے سلام کیسے نہ پائے گا؟

بلکہ خود ربّ العزت اس پر سلام کے تحفے بھیجتا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ان پر سلام ہوگا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔

(پ ۲۳، یٰسین: ۵۸)

اُمت اور صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت خضر علیہ السلام کو علم فراست کی برکت سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی صحبت میسر آتی ہے تو اے امت مصطفیٰ! کیا تم علم حقیقت کی وجہ سے اپنے حبیب و کریم نبی رحیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت نہ پاؤ گے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ تو ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء (علیہم السلام)۔

(پ ۵، النساء: ۶۹)

حضرت یوسف علیہ السلام علم تعبیر کی وجہ سے دنیا سے رہائی پا سکتے ہیں تو کیا کتاب اللہ کے معانی وتفسیر کا عالم قید خواہشات سے نجات نہ پائے گا؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے سیدھی راہ دکھادے۔

(پ ۷، یونس: ۲۵)

اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے اُوپر بطور نعمت الٰہی اس طرح ذکر فرمایا:

وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ اور تو نے مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا

(پ ۱۳، یوسف: ۱۰۱)

اے عالم! تو اللہ تعالیٰ کا احسان کیوں یاد نہیں کرتا کہ اس نے تجھے اپنی کتاب کی تفسیر کا علم عطا کیا۔ اس سے بڑھ کر کون سا عطیہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے کلام کا مفسر، اپنا ہم نام (عالم) اپنے نبی کا وارث، خلق کا داعی، عباد اللہ کیلئے واعظ، اہلِ وطن کیلئے چراغ، جنت وثواب کی طرف لوگوں کا قائد اور نار وعتاب سے ڈرانے والا بنایا۔

حدیث شریف میں ہے علماء سردار ہیں، فقہاء قائد اور ان کی مجالس اضافہ درجات کا سبب ہیں۔

۱۲۔ مومن اور چھ خصائل:

مومن اپنے اندر چھ خصلتیں پا کر طلبِ علم شروع کرتا ہے:

۱۔ مومن کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرائض کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ جو علم کے بغیر ادا نہیں ہو سکتے۔

۲۔ گناہوں سے بچنے کا حکم ہے۔ جس کیلئے ان کا علم ہونا ضروری ہے۔

۳۔ نعمتوں پر شکر کا حکم ہے جو کہ علم کے بغیر صورت پذیر نہیں ہو سکتا۔

۴۔ مخلوق میں انصاف کرنے کا حکم ہے۔ جو علم کے بغیر ناممکن ہے۔

۵۔ رنج و بلا پر صبر کا حکم، علم کے بغیر اس پر قدرت نہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے شیطان سے عداوت کا حکم دیا اور اس پر علم کے بغیر قادر نہیں ہو سکتا

۱۳۔ جنت کا راستہ:

جنت کا راستہ چار لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔

۱۔ عالم ۲۔ زاہد ۳۔ عابد ۴۔ مجاہد

۱۔ عالم جب اپنے دعوے میں راست ہوتا ہے تو حکمت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

۲۔ زاہد جب اپنے زُہد میں صادق ہوتا ہے تو امن کی دولت پاتا ہے۔

۳۔ عابد جب عبادت میں سچا ہوتا ہے تو خوفِ الٰہی سے مشرف ہوتا ہے۔

۴۔ اور مجاہد جب اپنے کردار میں راسخ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے تعریف و ثناء سے نوازتا ہے۔

۱۴۔ چار سے چار کا حصول:

چار چیزوں سے چار چیزیں طلب کرو:

۱۔ مکان سے سلامتی ۲۔ ساتھی سے عزت

۳۔ مال سے فراغت ۴۔ علم سے منفعت

جب مکان سے سلامتی نہ ملے تو اس سے جیل بہتر ہے۔

جب ساتھی سے عزت حاصل نہ ہو اس سے کتا بہتر ہے۔

جب مال سے فراغت وقناعت نہ ملے تو اس سے پتھر ڈھیلے اچھے ہیں۔
اور جب علم سے منفعت نصیب نہ ہو، تو اس سے موت افضل ہے۔

۱۵۔چار چیزوں کی تکمیل:

چار چیزیں چار چیزوں کے بغیر ناممکن ہیں:

۱۔دین تقویٰ کے بغیر ۲۔قول فعل کے بغیر
۳۔مروّت تواضع کے بغیر ۴۔علم عمل کے بغیر

دین بلاتقویٰ سبب خطرہ ہے، قول بلافعل یاوہ گوئی وضیاع ہے، مروّت بلاتواضع شجر بلاثمر ہے اور علم بلاعمل بادل بلامطر (بارش) ہے۔

۱۶۔قیام دنیا اور چار:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا، دنیا چار قسم کے لوگوں کے ساتھ قائم ہے۔

۱۔ عالم کے ساتھ جو اپنے علم پر عمل کرے۔
۲۔ جاہل کے ساتھ، جو کسی سے پوچھتے وقت حیا محسوس نہ کرے۔
۳۔ غنی کے ساتھ جو بخل سے کام نہ لے۔
۴۔ فقیر کے ساتھ، جو دُنیا کے بدلے آخرت نہ بیچے۔

جب عالم علم پر عمل نہیں کرتا تو جاہل علم کی تحصیل سے نفرت کرتا ہے اور جب غنی بخل سے کام لیتا ہے تو فقیر اپنی آخرت کو دُنیا کے بدلے بیچتا ہے۔ایسے لوگوں کیلئے ستر بار ہلاکت وتباہی ہو۔

۱۷۔مرد چار طرح کے:

شیخ خلیل فرماتے ہیں، مرد چار طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ جاننے والا آدمی اور وہ اپنی دانست سے بھی واقف ہو یہ عالم ہے اس کی اتباع کرو۔
۲۔ آدمی علم رکھتا ہو لیکن اپنے علم سے واقف نہ ہو یہ سویا ہوا ہے اسے بیدار کرو۔

۳۔ آدمی جانتا نہ ہو اور اپنی نادانی سے واقف ہو یہ رشد و ہدایت کا طالب ہے اس کی رہنمائی کرو۔

۴۔ آدمی علم سے عاری ہو اور اپنی اس بے خبری سے بھی غافل ہے، یہ شیطان ہے اس سے پرہیز کرو۔

۱۸۔ چار سے نفرت نہیں:

شریف و معزز آدمی کو چار چیزوں سے نفرت نہیں کرنی چاہئے اگرچہ وہ امیر ہی کیوں نہ ہو۔

۱۔ مجلس میں کھڑے ہو کر اپنے والد کا استقبال کرنے سے۔

۲۔ مہمان کی عزت کرنے سے۔

۳۔ اپنے عالم استاذ کی خدمت بجالانے سے۔

۴۔ جس چیز کا علم نہ ہو اس کے متعلق اپنے سے بڑے عالم سے سوال کرنے سے۔

۱۹۔ علماء اور مال:

علماء جب حلال مال جمع کرنا شروع کر دیں تو عوام مشتبہ مال کھانا شروع کر دیتے ہیں۔

عالم جب مشتبہ مال جمع کرنا شروع کر دیتا ہے تو عوام حرام خوری تک پہنچ جاتے ہیں۔

عالم جب حرام خوری کی حد پر پہنچ پاتا ہے تو عوام کفر کے گڑھے میں جا گرتے ہیں، یعنی حرام کو حلال جاننے لگتے ہیں۔

فضیلت علم پر عقلی دلائل:

اُمور چار طرح کے ہیں۔

۱۔ جسے عقل پسند کرے لیکن وہ خواہش کو ناپسند ہو۔

۲۔ جسے خواہش پسند کرے لیکن عقل کو ناپسند ہو۔

۳۔ جسے عقل و خواہش دونوں محبوب جانیں۔

۴۔ جسے دونوں ناپسند سمجھیں۔

پہلی قسم دنیا کی مشکلات اور بیماریاں ہیں۔ دوسری قسم تمام گناہ ہیں۔ تیسری قسم علم ہے اور چوتھی قسم جہالت ہے۔ علم بمنزل جنت اور جہالت بمنزل دوزخ ہے۔ عقل و خواہش جس طرح آگ کو

ناپسند کرتی ہیں اسی طرح جہالت کو بھی، جنت جس طرح عقل وخواہش دونوں کے نزدیک پسندیدہ ہے، اسی طرح علم بھی پسندیدہ ہے۔

جہالت کو پسند کرنے والا گویا موجود آتش پر راضی رہتا ہے اور علم میں مشغول موجودہ جنت پر راضی ہے۔علم اختیار و حاصل کرنے والے کو کہا جاتا ہے تو نے اپنے مقام کی تیاری کر لی ہے لہٰذا جنت میں بسیرا کرو اور جہالت پر اکتفا کرنے والے سے کہا جاتا ہے: تو نے اپنا ٹھکانا دوزخ بنانے کی خواہش کی ہے لہٰذا دوزخ میں داخل ہو۔

علم جنت اور جہل جہنم:

علم جنت اور جہل جہنم ہے علم کے جنت اور جہل کے دوزخ ہونے پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ کمال لذت، محبوب کے پالینے پر ہوتی ہے۔ محبوب سے بُعد و دوری میں شدید الم و تکلیف ہے۔زخم اس لئے تکلیف دیتے ہیں کہ بدن کا ایک جُز بدن کے اجزا میں سے اپنے محبوب اجتماعی اجزاء سے دور ہو جاتا ہے۔جو اس اجتماع کے ازالے کا تقاضا کرے تو اس نے محبوب کے بُعد اور اس کے ازالے کا تقاضا کیا ہے لہٰذا یہ یقیناً تکلیف دہ ہے۔آگ میں جلنا اس سے کہیں زیادہ درد و اَلَم کا موجب ہے کیونکہ زخم میں ایک معین جُز دوسرے معین جُز سے جُدا ہوتا ہے۔جب آگ تمام اجزاء میں گھس جاتی ہے اور اس میں اجزا میں تفریق زیادہ ہوں گی تو الم بھی سخت تر ہوگا، لذت، محبوب کے پالینے کو کہتے ہیں۔کھانے کی لذت بدن کے موافق غذا کھانا ہے اسی طرح نظر کی لذت ایسی اشیاء کے دیکھنے اور ادراک کرنے میں ہے جن کی نظر مشتاق ہوتی ہے تو یقیناً اس چیز کا ادراک لذتِ نظر قرار پائے گا۔اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ محبوب کے ادراک اور پالینے کو لذت، اور مکروہ کے ادراک کو الم و تکلیف کہتے ہیں۔

اس کے بعد ہم کہتے ہیں جس قدر ادراک گہرا اور اشد ہوگا اور مدرک و معلوم اشرف اکمل، خوبصورت اور باقی رہنے والا ہوگا۔بلا شبہ علم کا محل روح ہے جو کہ بدن میں اشرف ہے لہٰذا ادراک عقلی زیادہ گہرا اور اشرف ہوگا جیسا کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تفسیر میں ذکر کیا جائے گا لیکن معلوم بہر حال اشرف ہے کیونکہ معلوم اللہ ربُّ العزت اور اس کی تمام مخلوقات، ملائکہ و افلاک، عناصر و جمادات، نباتات و حیوانات اور اللہ تعالیٰ کے تمام احکام و اوامر اور تکالیف ہیں اور ان سے بڑھ کر

اشرف کون ہوگا؟

لذت علم سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علم کی لذت وکمال سے بڑھ کر کوئی لذت وکمال نہیں ہے اور جہالت کے نقصان وشقاوت سے بڑھ کر کوئی نقصان وشقاوت نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب ہم میں سے کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو اگر وہ معلوم ہو تو ہم جواب باصواب دے کر فرحت وسرور پاتے ہیں اگر نہ آتا ہو، تو حیا کی وجہ سے سر جھکا لیتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علم سے حاصل ہونے والی لذت تمام لذات میں اکمل ہے اور جہالت کی شقاوت سب سے بڑی شقاوت ہے۔

فضیلت علم پر مزید نصوص و دلائل:

ہم یہاں فضیلت علم پر مزید کچھ ایسے دلائل ذکر کرنا چاہتے ہیں جو بھول گئے تھے تو یہاں ذکر میں کوئی حرج نہیں۔

۱۔ سب سے پہلے یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ

(پ۳۰، العلق: ۱تا۵)

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

سوال:

آیات میں باہمی مناسبت ہونی چاہئے: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اور اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ میں کون سی مناسبت ہے؟

جواب:

وجہ مناسبت یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے انسان کا ابتدائی حال بیان فرمایا کہ وہ علقہ تھا جو

اشیاء میں سب سے زیادہ خسیس ہے اور آخری حالت میں وہ عالم بن گیا۔ اور یہ بلند ترین مرتبہ ہے گویا فرمایا جارہا ہے: اے انسان! تو ابتداءً خسیس ترین درجے میں تھا اور انتہاءً شریف مرتبے پر جا گزین ہوگیا یہ سب علم کی برکت ہے اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ علم سب سے اشرف مرتبہ ہو اور اگر کوئی اور چیز علم سب سے اشرف ہوتی تو اس جگہ اس چیز کا ذکر زیادہ موزوں تھا۔

دوسری وجہ:

اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ — پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے کریم ہے جس نے قلم سے سکھایا۔

اُصولِ فقہ میں یہ ضابطہ ہے کہ جب حکم کسی وصف پر لاگو ہو تو وصف اس حکم کی علت ہوا کرتا ہے۔ اس اصول سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کو اکرمیت (سب سے بڑا کریم) کا مستحق وصف، علم کی عطا پر قرار دیا ہے اگر علم اپنے ماسوا سے اشرف نہ ہوتا تو اس کا فائدہ دیگر اشیاء کے فائدے سے اشرف نہ ہوتا۔

تیسری وجہ:

ارشادِ ربُّ العزت ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا — اور اللہ سے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

یہ آیت کئی طرح سے فضیلت علم پر دلالت کرتی ہے۔

ا۔ اہلِ جنت ہونے پر دلالت

اہلِ خشیت، اہلِ جنت ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ — ان کا صلہ ان کے رب کے پاس بسنے والے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی

خَشِیَ رَبَّهٗ ۝ اور وہ اللہ سے راضی یہ اس کیلئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے۔

یہ آیت کریمہ بھی اس پر دلیل ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ۝ اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرے اس کیلئے دو جنتیں ہیں (پ ۲۷، الرحمن: ۴۶)

نیز حدیث قدسی میں ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کروں گا اور نہ دو امن۔ اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا تو آخرت میں خوفزدہ ہوگا اور اگر دُنیا میں ڈرتا رہا تو آخرت میں پُر امن رکھوں گا۔

عقلی دلیل:

واضح ہو کہ اس مقدمہ کے اثبات پر عقلی دلیل بھی ممکن ہے یہ کہ عالم باللہ پر خداوند قدوس سے ڈرنا لازم ہے کیونکہ نامعلوم چیز سے ڈرنا محال ہے۔ پھر ذات کا علم خوف کیلئے کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ مزید تین اُمور کا علم ضروری ہے۔

تین اُمور کا علم:

۱۔ علم بالقدرۃ، (قدرت کا علم) اس لئے کہ بادشاہ کو علم ہو کہ لوگ اس کے افعال قبیحہ پر واقفیت رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ان افعال سے باز نہیں آتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ لوگوں میں اس کے ازالہ کی قدرت نہیں ہے۔

۲۔ جس کا خوف ہو اس کا عالم ہونا معلوم ہے کیونکہ شاہی خزانے میں نقب زنی کرنے والا بادشاہ کی قدرت تسلیم کرتا ہے لیکن بادشاہ کو اپنی کارگزاری سے ناواقف جانتے ہوئے بے خوف ہوتا ہے۔

۳۔ جس کا خوف ہو اس کے حکیم ہونے کا علم۔ بادشاہ کا غلام، اس جرم کی روک تھام پر بادشاہ کی قدرت تسلیم کرتا ہے۔ اپنے افعال قبیحہ پر بادشاہ کی اطلاع بھی مانتا ہے لیکن پھر بھی بے خوف رہتا ہے کیونکہ سلطان ایسے افعالِ قبیحہ کو پسند کرتا ہے۔ اگر چور، بادشاہ کی افعال بد سے آگاہی مانتا ہو اور اس کی

ممانعت پہ قدرت بھی اور یہ بھی جانتا ہو کہ بادشاہ حکیم ہے اسے بُرے افعال ہر گز اچھے نہیں لگتے۔ یعنی یہ تینوں علوم ہوں گے تو دل میں خوف پیدا ہوگا۔

اس تقریر سے پتہ چلتا ہے کہ بندہ خدا سے اس وقت ڈرے گا جب یہ جان لے گا کہ خدا تعالیٰ جمیع معلومات کا عالم، تمام مقدورات پر قادر اور منکرات و محرمات کو ناپسند کرتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خوف، علم باللہ کے لوازم سے ہے

خوف اور حصول جنت:

ہمارے اس دعویٰ کی دلیل کہ "خوف حصولِ جنت کا سبب ہے" یہ ہے کہ

۱۔ جب بندے کیلئے لذتِ عاجلہ و دنیا ظاہرہ ہو اور یہ لذت عاجلہ امرِ الٰہی کے خلاف ہو اور ایسا کرنا منفعت و نقصان دونوں پر مشتمل ہو تو اس صورت میں عقل صریح جانبِ راجح کو جانب مرجوح پر ترجیح کا فیصلہ کرے گی اور جب بندہ نورِ ایمان سے معلوم کرے گا کہ لذت عاجلہ آئندہ کے عذاب کے مقابلہ میں حقیر ہے تو یہ ایمان، لذتِ عاجلہ سے فرار کا سبب بنے گا۔ اس کو خشیت کہتے ہیں اور بندہ جب محظور و ممنوع کو چھوڑ کر واجب کو بجالائے گا تو مستحق ثواب ہوگا۔ ان شواہد عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہو گیا کہ عالم باللہ خائف ہوتا ہے اور خائف اہلِ جنت سے ہے۔

۲۔ ظاہر آیت سے پتہ چلتا ہے کہ جنت کے اہل صرف علماء ہیں کیونکہ "اِنَّمَا" کلمہ حصر ہے جو بتا رہا ہے کہ خشیتِ الٰہی فقط علماء کو حاصل ہے اور دوسری آیت:

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ — یہ اللہ سے ڈرنے والے کیلئے ہے

(پ ۳۰، البینۃ: ۸)

دلالت کرتی ہے کہ جنت صرف اہلِ خشیت کیلئے ہے اور جنت کا اہلِ خشیت کیلئے ہونا غیر کیلئے حصول جنت کے منافی ہے۔ اور دونوں آیتوں کے مجموعے سے پتہ چلتا ہے کہ اہلِ جنت فقط اہل علم ہیں۔

اور یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس آیت میں تخویف شدید ہے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ کی خشیت علم باللہ کے لوازم سے ہے اور عدم خشیت کو علم باللہ نہ ہونا لازم ہے۔

اس دقیق نکتہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو علم قربِ الٰہی کا سبب بنتا ہے وہ خشیت پیدا کرتا ہے اور

یہ طرح طرح کے علمی مجادلے اگرچہ انتہائی دقیق وغامض ہوں اگر ان سے خشیت پیدا نہ ہو تو یہ علم مذموم کا حصہ ہیں۔

۳۔ ایک قرأت میں اس طرح ہے: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءَ (اسم جلالت پر پیش اور علماء پر زبر) اس قرأت کے مطابق معنی یہ ہوں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ پر خشیت جائز ہوتی تو وہ علماء سے ڈرتا کیونکہ یہ جائز و ناجائز میں تمیز کر سکتے ہیں۔ بخلاف جاہل کے کہ وہ حلال وحرام میں امتیاز نہیں کر سکتا تو اس کی طرف توجہ اور پرواہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی طرح یہ آیہ کریمہ علماء کی انتہائی تعظیم اور ان کے منصب رفیع پر دلالت کرتی ہے۔

۴۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا — اور عرض کروائے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

(پ۱۶، طہٰ:۱۱۴)

یہ آیت مبارکہ علم کی نفاست، علوِ مرتبہ اور پسندیدہ خداوندی ہونے کی بڑی قوی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خصوصی طور پر اپنے حبیب اکرم ﷺ کو زیادتی علم کے سوال کا حکم فرما رہا ہے نہ کہ غیر کو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص علم پر اکتفا کرتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کرتے اور یہ نہ کہتے:

هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا — کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی

(پ۱۵، الکہف:۶۶)

۵۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اتنی وسیع وعریض مملکت کے حکمران تھے کہ یہاں تک عرض کرتے ہیں:

وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ — اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو۔

(پ۲۳، ص:۳۵)

اس کے باوجود حکومت پر فخر نہیں کرتے بلکہ علم پر فخر فرماتے ہیں، آپ نے اعلان فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ أُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا۔

(پ۱۹، النمل: ۱۶)

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا منطق الطیر (پرندوں کی بولی) پر فخر فرمانا حسن قرار پاتا ہے تو ایک عبدِ مومن کا معرفت ربّ العالمین پر فخر کرنا بھی حسن بلکہ احسن ہوگا۔ اس لئے کہ آپ نے منطق الطّیر کے علم کو "أُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" پر مقدم کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے حالات بیان فرمائے تو اس میں بھی علم کو مقدم ذکر کیا۔

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ وَ كُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا
اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو۔ جب کھیتی کا ایک جھگڑا چکاتے تھے اور ان دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا۔

(پ۱۷، الانبیاء: ۷۸، ۷۹)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے احوالِ دنیا کے متعلق تذکرہ فرمایا: اس سے پتہ چلتا ہے کہ علم تمام اشیاء میں اعلیٰ واشرف ہے۔

۶۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ہُدہُد پرندہ انتہائی ضعیف اور موردِ عتاب ہونے کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے:

أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ
میں وہ بات دیکھ آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی۔

(پ۱۹، النمل: ۲۲)

اگر علم اشرف اشیاء نہ ہوتا تو ہُدہُد جیسے پرندے کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں ایسی بات کرنے کی قطعاً گنجائش نہ ہوتی۔ اِسی وجہ سے دیکھا گیا ہے کہ ایک معمولی آدمی جب عالم بن جاتا ہے تو علم کی وجہ سے اس کی بات بادشاہوں پر نافذ العمل ہوتی ہے یہ سب علم کی برکت ہے۔

۷۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایک لمحہ کا تفکر ساٹھ سالہ عبادت سے افضل ہے اس تفصیل کی دو جہتیں ہیں:

۱۔ تفکر خدا تک پہنچاتا ہے اور عبادت ثوابِ خدا تک، خدا تعالیٰ تک پہنچانے والی چیز ثوابِ خدا تک پہنچانے والی چیز سے افضل ہوگی۔

۲۔ تفکر دل کا عمل ہے اور عبادت دیگر اعضاء و جوارح کا۔ چونکہ دل جوارح سے افضل ہے

اس لئے اس کا عمل بھی جوارح کے علم سے افضل ہے اس وجہ کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ — اور میری یاد کیلئے نماز قائم رکھ۔

(پ ۱۶، طٰہٰ:۱۴)

کہ صلوٰۃ کو ذکرِ قلب کا وسیلہ قرار دیا ہے اور مقصود، وسیلہ کی نسبت اشرف ہوتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ علم دوسری اشیاء سے افضل و اشرف ہے۔

۸۔ ارشاد رب العزت ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْماً — اور تمہیں سکھا دیا ہے جس کو تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

(پ ۵، النساء:۱۱۳)

علم کا نام عظیم رکھا ہے اور حکمت کا خیر کثیر اور حکمت علم ہی ہے نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ — رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

(پ ۲۷، الرحمٰن:۱،۲)

نعمت علم کو دیگر نعمتوں پر مقدم کرنا اس کے اشرف ہونے کی دلیل ہے۔

۹۔ تمام آسمانی کتابیں علم کی فضیلت بیان کرتی ہیں۔ تورات میں ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ حکمت کو عظیم جانو، اس لیے کہ میں کسی بندے کے دل میں حکمت اس لئے ڈالتا ہوں کہ اس کی بخشش ہو جائے تم حکمت حاصل کر کے اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔ پھر اسے خرچ کرو تاکہ دنیا و آخرت میں میری کرامت پاسکو۔

زبور میں ہے: اے داؤد! بنی اسرائیل کے احبار و رہبان سے فرماؤ کہ اتقیاء کے ساتھ مذاکرہ رکھیں۔ اتقیاء نہ ملیں تو علماء سے علماء بھی میسر نہ ہوں تو عقلاء کے ساتھ، کیونکہ ایسا نہیں ہوتا کہ میں کسی کی ہلاکت کا ارادہ کروں اور ان میں تقویٰ، علم اور عقل کے مرتبوں سے کوئی مرتبہ ہو۔

میں کہتا ہوں کہ تقویٰ کو مقدم کیا گیا ہے کیونکہ تقویٰ علم کے بغیر ناممکن ہے جیسا کہ خشیت علم کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی اور دو صفتوں سے متصف چیز ایک صفت سے موصوف چیز سے اشرف ہوتی ہے۔ عالم کو عاقل پر مقدم کرنے میں بھی یہی راز ہے کہ عالم ضروری طور پر عاقل ہوگا اور عاقل بعض اوقات عالم نہیں ہوتا۔ عقل بمنزلہ بیج کے ہے اور علم درخت کی مانند اور تقویٰ پھل کی مثل انجیل کی سورہ

نمبر ۱۷ میں ہے۔ ایسے شخص کیلئے تباہی ہے جس نے علم کی بابت سُنا اور اسے طلب نہ کیا۔ اسے جاہلوں کے ساتھ بُری طرح آگ میں اکٹھا کیا جائے اور علم طلب کرو اور سیکھو۔ اس لئے کہ علم اگر تجھے سعادت مند نہیں کرے گا تو شقی بھی نہیں بنائے گا اور اگر تمہیں رفعت و بلندی نہ دے گا تو ذلیل بھی نہیں کرے گا اگر نفع نہیں دے گا تو نقصان بھی نہیں کرے گا۔ یہ نہ کہو کہ ہمیں ڈر ہے کہیں ایسا نہ ہو ہم علم حاصل کر کے اس پر عمل نہ کرسکیں بلکہ یہ کہو ہمیں اُمید ہے کہ علم حاصل کر کے اس پر عمل کریں گے۔ علم، عالم کا شفیع ہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم کے ذمہ لازم ہے کہ عالم کو رسوائی نہ ہو۔ قیامت کے دن اعلان ہوگا۔ اے گروہِ علمائ! تمہارا اپنے رب کے بارے میں کیا گمان ہے؟ علماء عرض کریں گے۔ ہم اپنے رب کی رحمت و مغفرت کے اُمیدوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے ایسا کر دیا۔ میں نے کسی شر کے ارادے سے تمہیں حکمت سے نہیں نواز تھا۔ بلکہ خیر کے ارادے سے تمہیں حکمت سے سرفراز کیا تھا۔ میری رحمت سے میرے نیک بندوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔

مقاتل بن یسار فرماتے ہیں میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے عیسیٰ! علماء کی تعظیم کرو۔ ان کی فضیلت کو پہچان لو کیونکہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد تمام مخلوق میں اس طرح فضیلت رکھتے ہیں جس طرح سورج تمام ستاروں پر۔ جس طرح آخرت دنیا پر اور جس طرح مجھے ہر شئے پر فضیلت ہے۔

احادیثِ طیبہ اور علم:

۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ علماء سے فرمائے گا: میں نے تمہارے سینوں کو علم سے اس لئے لبریز نہیں کیا تھا کہ تمہیں عذاب دوں تم جو کچھ بھی کر چکے ہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (مسند فردوس:۸۰۵۹)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال شریف سے قبل بڑا وسیع اور فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ مدینہ طیبہ میں آپ کا آخری خطبہ تھا اس میں فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے علم حاصل کیا، علم میں تواضع اختیار کی اور اللہ کے بندوں کو علم سکھایا تو جنت میں ثواب کے اعتبار سے افضل اور منزل کے اعتبار سے اس سے اشرف کوئی نہیں ہوگا۔ جو بھی نفیس و رفیع درجہ ہوگا عالم کا اس میں حظ وافر اور بلند مقام ہوگا۔ (مسند حارث:۱:۳۲۱)

۳۔اُمت کو علم پڑھانے والوں کی شان:

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سونے کے منبر رکھے جائیں گے ان پر چاندی کے قُبے ہوں گے۔ موتیوں یاقوت اور زمرّد سے مرصّع ہوں گے۔ ان پر سندس و استبرق کے ریشمی پردے ہوں گے۔ پھر رحمٰن اکبر کی طرف سے منادی ندا دے گا۔ خدا کی رضا کیلئے اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک علم پہنچانے والے کہاں ہیں؟ ان منبروں پر جلوہ افروز ہوں جائیں۔ ان پر کوئی خوف نہیں یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ (حلیہ لابی نعیم: ۵۵۰۷)

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اُمتِ محمدیہ میں علماء و حکماء ہیں گویا وہ فقیہہ ہیں انبیاء کی طرح ہیں قلیل رزق پر خدا تعالیٰ سے راضی رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے قلیل عمل پر راضی رہے گا اور لَآ اِلٰہَ اِلاَّ الله کہنے پر جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

۵۔عالم کی تعظیم:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے قدم طلب علم میں خاک آلودہ ہوں گے اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو آگ پر حرام کردے گا۔ اور اس پر مقرر دونوں فرشتے (کراماً کاتبین) اس کیلئے استغفار کرتے ہیں۔ اگر طلبِ علم کے دوران اس کی اَجل آجائے تو مرتبۂ شہادت پاتا ہے اس کی قبر

رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ باغات جنت میں سے ایک باغ۔

ہوتی ہے۔ قبر کو حدِ نگاہ تک وسعت مل جاتی ہے اس کے پڑوس میں دائیں بائیں آگے پیچھے چالیس چالیس قبریں نُور سے معمور کر دی جاتی ہیں۔ عالم کی نیند عبادت، اس کا مذاکرۂ علمی تسبیح، اس کا سانس لینا صدقہ ہے اس کی آنکھ کا ہر ہر قطرہ جہنم کی آگ کو بجھا سکتا ہے پس جس نے عالم کی توہین کی اس نے علم کی توہین کی، جس نے علم کی توہین کی اس نے نبی کی توہین کی، جس نے نبی کی توہین کی اس نے جبرئیل کی توہین کی، جبرئیل کی توہین کرنے والا خدا کی توہین کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت کے روز ذلیل و رُسوا کرے گا۔

۶۔ رسُولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں بڑے جواد (سخی) کی خبر نہ دوں؟ عرض کیا گیا: ضرور ارشاد فرمائیں۔ فرمایا: سب سے بڑا جواد اللہ تعالیٰ ہے اور مخلوق میں سب سے بڑا جواد میں ہوں

اور میرے بعد جواد عالم ہوگا جو علم کی اشاعت کرے گا قیامت کے دن اسے اٹھایا جائے گا تو وہ اکیلا ہی ایک جماعت ہوگا اور وہ آدمی جواد ہے جو راہِ خدا تعالیٰ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائے۔

۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: جس نے مومن سے دنیاوی تنگی کو دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے اُخروی تنگی دور فرمائے گا اور جس نے تنگ دست پر آسانی پیدا کی اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں آسانی فراہم فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہوتا ہے جو شخص طلبِ علم کی خاطر کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے جو لوگ کسی مسجد میں تلاوت کلام الٰہی اور درس و تدریس کیلئے جمع ہوتے ہیں تو اُن پر سکینہ نازل ہوتی ہے۔ اُنہیں رحمتِ خداوندی ڈھانپ لیتی ہے۔ ملائکہ کرام سایہ فگن ہو جاتے ہیں اور ان کا تذکرہ خود ربّ العزت اپنے پاس مخلوق کے سامنے کرتا ہے۔ (مسلم:۲۲۹۹)

۸۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تین قسم کے لوگ شفاعت کریں گے۔

۱۔ انبیاء علیہم السلام ۲۔ علماء ۳۔ شہداء

راوی کہتا ہے کہ بلند مرتبہ نبوت و شہادت کے درمیان واسطہ ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۴۳۱۳)

۹۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: علم حاصل کرو کیونکہ خدا کی رضا کیلئے علم حاصل کرنا خشیت ہے اس کی طلب عبادت، اس کا مذاکرہ تسبیح، اس کی بحث جہاد، اس کی تعلیم صدقہ اور اس کے اہل پر علم خرچ کرنا قربت ہے اس لئے کہ حلال و حرام کی معرفت جنت کے راستوں کیلئے مینارۂ نور، وحشت میں انیس، وحدت میں جلیس، خلوت میں ہمراز، بیماری و تنگدستی میں رہنما، دشمنوں کے مقابلہ میں ہتھیار اور اختلاف کے وقت دین ہے۔ اللہ تعالیٰ علم کی وجہ سے اقوام کو بلندی عطا کر کے سراسر خیر میں داخل فرما دیتا ہے۔ انہیں ہادی و قائد بنا دیتا ہے کہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔ بھلائی کیلئے پیشوا بنا دیتا ہے کہ ان کے نقشِ قدم پر چلا جاتا ہے۔ اُن کے افعال کی پیروی کی جاتی ہے اور ان کی آراء پر گفتگو ہوتی ہے فرشتے ان کی حلقہ نشینی کے خواہش مند ہوتے ہیں اپنے پَر ان سے ملاتے ہیں اپنی نماز و دعاء میں ان کیلئے استغفار کرتے ہیں یہاں تک کہ ہر رطب و یابس، سمندر کی مچھلیاں و دیگر جانور، جنگل کے درندے اور پرندے آسمان اور اس کے ستارے بھی ان کے حق میں دعا گو رہتے ہیں کیونکہ علم اندھیرے سے نکالنے والا اور قلوب کی حیات ہے۔ ظلمت میں

آنکھوں کا نور، صورتِ ضعف میں بدن کی قوت اور دور دراز کے لوگوں کو احرار کی منازل، سلاطین کی مجالس اور دنیا و آخرت کی سعادات و درجات تک پہنچانے کا سبب ہے۔

علم میں تفکر روزوں کی طرح ہے اور اس کی تکرار نمازوں کے برابر ہے اسی کے ذریعے خدا تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کی جاتی ہے۔ اس کی بزرگی و توحید کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ صلہ رحمی کی جاتی ہے اور حلال و حرام کی پہچان کی جاتی ہے۔ (الترغیب والترہیب: ۵۲۰۱)

۱۰۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا سب عمل ختم ہو جاتے ہیں:

۱۔ صدقہ جاریہ ۲۔ علم جس سے نفع پایا جاتا ہو

۳۔ نیک اولاد جو اس کے حق میں دعائے خیر کرتی رہتی ہے۔ (مسلم: ۱۶۳۱)

۱۱۔ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم سوال کرو "الناس" سے کرو۔ عرض کیا گیا "الناس" (کامل لوگ) کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: اہلِ قرآن۔ عرض کیا گیا: ان کے بعد۔ فرمایا: اہلِ علم۔ عرض کیا گیا: پھر فرمایا: حسین چہرے والے۔ راوی کہتا ہے اہلِ قرآن سے مراد اس کے معنی و مفہوم پر گہری نظر کے حامل لوگ ہیں۔

۱۲۔ سید السادات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے بھلائی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا وہ اللہ تعالیٰ، اس کی کتاب اور اس کے رسول کا خلیفہ ہے دنیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے زہر ہے۔ جو بندوں کو قتل کرتی ہے۔ دنیا سے اس قدر زہر لو جس قدر ادویات میں استعمال کیلئے لیا جاتا ہے تاکہ تم نجات پاسکو۔ راوی کہتا ہے کہ اس میں علماء بھی داخل ہیں کیونکہ یہ بتاتے ہیں یہ حرام ہے اس سے اجتناب کرو اور یہ حلال ہے اسے حاصل کرو۔

۱۳۔ ایک روایت میں ہے عالم (بالتبع) نبی کا درجہ رکھتا ہے لیکن اس کی طرف وحی نہیں آتی۔

۱۴۔ مَعْدِنُ الْبَرَکَات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عالم بن یا متعلم یا سامع یا محب علم پانچواں نہ بن تاکہ ہلاکت سے محفوظ رہے۔ (المعجم الصغیر للطبرانی-۷۸۶)

راوی کہتا ہے دوسری حدیث میں ہے آدمی عالم اور متعلم ہی ہیں باقی سب احمق ہیں۔ ان میں بھلائی کی کوئی بات نہیں۔ (کشف الخفاء ۲۸۴۶)

ان دونوں حدیثوں میں تطبیق اس طرح ہے کہ سامع اور محب بمنزل متعلم ہیں۔

ایک اعرابی نے اپنے بیٹے کو کیا اچھی نصیحت کی ہے کہ تو نوچنے والا درندہ، خناس بھیڑیا یا رکھوالا کتا تو بن جا لیکن ناقص انسان ہر گز نہ بننا۔

۱۵۔ روحِ کائنات ﷺ نے فرمایا: جس کے ہاتھ پر عالم تکیہ لگائے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جو کسی عالم کے سر پر بوسہ دے تو اسے ہر بال کے بدلے ثواب ملے گا۔ (مسند فردوس: ۵۹۱۷)

۱۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سلطانِ دو جہان ﷺ نے فرمایا: جب عزیز ذلیل ہو، غنی فقیر ہو جائے یا جاہل عالم کا مذاق اڑائیں تو اس پر زمین و آسمان اور اس میں بسنے والی مخلوقات سب گریہ کرتے ہیں۔ (ایضاً، ۲۱۰۳)

۱۷۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: حاملین قرآن اہلِ جنت کے رہنما، شہداء ان کے قائد اور انبیاء علیہم السلام ان کے سردار ہیں۔ (حلیہ لابی نعیم، ۶۵۰۶)

۱۸۔ حدیث شریف میں ہے علماء جنت کی کنجیاں اور انبیاء علیہم السلام کے خلفاء ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ انسان کنجی نہیں بنتا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس علم ہے جو چابی کا کام دیتا ہے اس پر دلیل یہ ہے جو شخص خواب میں اپنے ہاتھ میں چابی دیکھے تو اس کی تعبیر یہی ہوتی ہے کہ اسے علم دین کی دولت نصیب ہوگی۔

۱۹۔ حدیث شریف میں ہے تمام مخلوق پر خواہ وہ غافل ہو یا بالغ ہو یا نابالغ چوبیس گھنٹوں میں اللہ تعالیٰ کی ایک ہزار رحمت نازل ہوتی ہے جن سے نو سو ننانوے رحمتیں علماء و طلباء اور مسلمانوں کیلئے ہیں اور باقی ایک رحمت دوسرے لوگوں کیلئے۔

۲۰۔ رسول اللہ ﷺ نے جبریل امین سے پوچھا! کون سا عمل بہتر ہے؟ جبریل امین نے عرض کی: علم۔ فرمایا: اس کے بعد؟ جبرئیل امین علیہ السلام نے جواب دیا: عالم کی زیارت۔ فرمایا: اس کے بعد؟ جبرئیل امین علیہ السلام نے جواب دیا: عالم سے ملاقات۔ پھر فرمایا: رضائے خدا تعالیٰ کیلئے علم حاصل کرے اور اس کا مقصود اپنی اور لوگوں کی اصلاح ہو اور دنیا کا مال مقصود نہ ہو تو میں اس کیلئے جنت کا ضامن ہوں۔

۲۱۔ روحِ کائنات ﷺ نے فرمایا: دس آدمیوں کی دعا قبول ہوتی ہے۔

۱۔ عالم ۲۔ متعلم ۳۔ صاحب حسن خلق ۴۔ یتیم

۵۔غازی ۶۔حاجی ۷۔مسلمانوں کا خیر خواہ ۸۔والدین کی فرمانبردار اولاد

۹۔مریض ۱۰۔خاوند کی خدمت گار بیوی

۲۲۔ نبی اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: علم کیا چیز ہے؟ فرمایا: عمل کا رہنما۔ عرض کیا گیا: عقل کیا ہے؟ فرمایا: خیر کا قائد۔ عرض کیا گیا: ہویٰ (خواہش) کیا ہے؟ فرمایا: گناہوں کی سواری۔ عرض کیا گیا: مال کیا ہے؟ فرمایا: متکبرین کی چادر۔ عرض کیا گیا: دُنیا کیا ہے؟ آخرت کا بازار۔

موت اور حصول علم:

۲۳۔ فخرِ آدم و بنی آدم ﷺ عصر کے وقت ایک آدمی سے گفتگو فرما رہے تھے۔ اس دوران وحی نازل ہوئی کہ اس کی عمر ایک گھنٹہ باقی رہ گئی ہے۔ آپ نے اس آدمی کو بتایا تو وہ مضطرب ہو کر عرض کرنے لگا مجھے فرمائیں کہ اس عرصہ میں کونسا عمل میرے زیادہ موافق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تحصیل علم میں مصروف ہو جا۔ وہ تحصیل علم میں مصروف ہو گیا تو مغرب سے قبل اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

راوی کہتا ہے کہ اگر علم سے افضل کوئی اور چیز ہوتی تو اس چیز کو اپنانے کا حکم دیا جاتا۔

۲۴۔ ایک مشہور روایت میں ہے علماء کے علاوہ تمام لوگ مردہ ہیں۔

۲۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کے انتقال کے بعد سات چیزیں جاری رہتی ہیں۔

۱۔پڑھایا ہوا علم ۲۔جاری کی ہوئی نہریں ۳۔کُھدوایا ہوا کنواں

۴۔تعمیر کی ہوئی مسجد ۵۔ورثہ میں چھوڑا ہوا قرآن پاک

۶۔نیک اولاد جو پس مرگ دُعا کرتی رہے ۷۔صدقہ جاریہ

۲۶۔ رحمتِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: علماء کے پاس اس وقت بیٹھو جب وہ تمہیں پانچ چیزوں کی طرف بلائیں۔

۱۔شک سے یقین کی طرف ۲۔تکبر سے تواضع کی طرف

۳۔عداوت سے خیر خواہی کی طرف ۴۔ریا سے اخلاص کی طرف

۵۔اور رغبت دنیا سے زہد کی طرف

۲۷۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی: اے علی! توحید کی حفاظت کرنا کیونکہ یہ میرا سرمایہ ہے، عمل کے پابند رہنا کیونکہ یہ میری حرفت ہے، نماز قائم رکھنا کیونکہ یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، یادِ الٰہی میں مصروف رہنا کیونکہ یہ میرے دل کی بصیرت ہے اور علم کو بروئے کار لانا کیونکہ یہ میری میراث ہے۔

۲۸۔ حضرت ابوکبشہ انصاری رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا میں چار طرح کے آدمی ہیں۔

۱۔ ایک آدمی جسے اللہ تعالیٰ علم اور مال دونوں سے نوازتا ہے اور وہ علم کے مطابق عمل کرتا ہے۔

۲۔ دوسرے آدمی کو علم نصیب ہوتا ہے لیکن دولت سے محروم رہتا ہے، وہ کہتا ہے اگر اللہ تعالیٰ مجھے فلاں کی طرح مال دیتا تو وہ بھی اس کی طرح راہِ خدا میں خرچ کرتا، یہ دونوں آدمی اجر میں برابر ہیں۔

۳۔ تیسرا جسے اللہ تعالیٰ مال دیتا ہے اور علم نہیں دیتا یہ مال کو راہِ حق میں خرچ کرنے کے بجائے باطل میں خرچ کرتا ہے۔

۴۔ چوتھا آدمی جسے اللہ تعالیٰ نہ علم دیتا ہے اور نہ مال دیتا ہے، وہ کہتا ہے: اگر اللہ تعالیٰ مجھے تیسرے آدمی کی طرح مال دیتا تو میں بھی اس کی طرح خرچ کرتا تو یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔

(سنن ترمذی، ۲۳۲۵)

علم اور آثارِ صحابہ:

۱۔ کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر کھلی فضا کی طرف لے گئے۔ جب صحرا میں پہنچے، کافی دیر آرام کرنے کے بعد فرمایا: اے کمیل بن زیاد یہ قلوب برتن ہیں۔ بہتر دل وہ ہے جو خوب یاد رکھے۔ لہٰذا میں جو کہتا ہوں یاد رکھنا۔ لوگ تین طرح کے ہیں:

۱۔ عالم ربانی ۲۔ متعلم راہِ نجات کا سالک

۳۔ احمق کمینے لوگ جو ہر بلانے والے کی اتباع کرتے ہیں۔

ہر طرف چلنے والے کی طرف میلان کرتے ہیں۔ نہ انہوں نے نورِ علم سے روشنی پائی اور نہ انہوں نے کسی مضبوط یہ اعتماد سے پناہ لی۔ اے کمیل! علم مال سے بہتر ہے، علم تیری حفاظت کرتا ہے

اور مال کی تجھے حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے، مال کے زوال سے مال کی صنعت بھی زائل ہو جاتی ہے۔ اے کمیل! علم زینت ہے جس کے ساتھ انسان آراستہ ہوتا ہے اور اس کے ذریعے انسان طاعت کماتا ہے۔ وَجَمِیْلُ الاحدوثۃ بعد وفاتہ۔ مرنے کے بعد ذکرِ خیر باقی رہتا ہے۔ علم حاکم ہے اور مال محکوم۔

۲۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آدمی گھر سے نکلتا ہے تو اس پر تہامہ پہاڑ کے برابر گناہ ہوتے ہیں۔ جب وہ علمی گفتگو سنتا ہے اس کے دل میں خوفِ خدا پیدا ہوتا ہے اور گناہوں سے توبہ کرتا ہے تو جب وہ گھر کی طرف لوٹتا ہے تو اس کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں اس لئے تم علماء کی مجالس سے دوری اختیار نہ کرو۔ کیونکہ فرشِ زمین پر مجالس علماء سے افضل کوئی جگہ نہیں ہے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک و حکومت اور علم کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے علم کو اختیار فرمایا۔ آپ کو مال اور ملک بھی دے دیا گیا۔

ہُد ہُد اور پانی:

۴۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہُد ہُد کی ضرورت، علمی وجہ سے ہی پیش آئی جیسا کہ نافع بن ارزق سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتایا: حضرت سلیمان علیہ السلام نے پانی طلب کرنے کیلئے ہد ہد کو کیوں اختیار فرمایا اس لئے ہد ہد کیلئے یہ زمین آئینہ کی مانند ہے اور وہ ظاہر کی طرح باطن کو بھی دیکھ لیتا ہے۔ نافع نے عرض کیا: جب یہ جال میں پھنستا ہے تو ایک انگشت زمین کے نیچے کی طرف نہیں دیکھ پاتا۔ آپ نے فرمایا:

اِذْ جَاءَ الْقَدَرُ عَمَی الْبَصَرُ — جب تقدیر آجاتی ہے تو آنکھ اندھی ہو جاتی ہے۔

۵۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنت دس ہزار حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔ جس سے نو سو ننانوے حصے ایسے لوگوں کے نصیب میں ہیں جنہوں نے امرِ الٰہی کو سمجھا۔ ان میں ثواب کی تقسیم عقل کے لحاظ سے ہوگی اور ایک حصہ ضعیف، فقیر، صالحین کیلئے۔

۶۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا: اے بیٹے! ادب کو لازم کر لو کیونکہ یہ مرادوں کے حصول کی دلیل، وحشت میں انس، غربت میں ساتھی، حضر میں ہم مجلس، وسائل ٹوٹ جائیں تو وسیلہ، عدم مال کی صورت میں تمنا، خسیس کیلئے رفعت، شریف کیلئے کمال اور بادشاہ کیلئے جاہ و جلال ہے۔

۷۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علماء کے قلم کی آواز تسبیح ہے۔ علم کی کتابت اور اس کی طرف نظر عبادت ہے، دوات سے روشنائی کا کپڑا کو لگنا اسی طرح ہے جیسے شہداء کے لباس کے ساتھ خون لگ گیا ہو اور جب کوئی قطرہ زمین پر گرتا ہے تو وہ نور بن کر چمکتا ہے۔ عالم جب قیامت کے روز قبر سے اُٹھے گا تو اہلِ محشر نظریں اٹھا کر اس کے جمال کا مشاہدہ کریں گے اور صدا بلند ہوگی یہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہے جو انعاماتِ الٰہیہ سے سرفراز ہوا ہے اور اس کا حشر انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس گروہ کے ساتھ ہوا ہے۔

۸۔ کلیلہ و دمنہ میں ہے جن لوگوں کے حقوق میں کمی نہ کی جائے گی اس کے زیادہ حقدار تین لوگ ہیں:

۱۔عالم ۲۔سلطان ۳۔اخوان

جس نے عالم کی توہین کی اس نے اپنا دین تباہ کر لیا۔ جس نے سلطان کی توہین کی اس نے دنیا برباد کر لی اور جو اپنے بھائیوں کی بے حرمتی کرے اس کی مروت کا جنازہ نکل گیا۔

۹۔ سقراط نے علم کی فضیلت میں کہا: جس طرح تم دوسری اشیاء میں خدام پا سکتے ہو علم کے معاملہ میں خادم پانے پر قدرت نہیں بلکہ خود علم کی خدمت کرنا ہوگی اور کوئی شخص تم سے علم سلب نہیں کر سکتا۔

یہ میرے بس میں نہیں:

ایک حکیم و دانا سے کہا گیا: مت دیکھو۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر کہا گیا: مت سنو۔ اس نے کان بند کر لیا۔ پھر کلام کرنے سے روکا گیا۔ اس نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ پھر کہا گیا: علم حاصل نہ کرو۔ اسنے جواباً کہا: یہ میرے بس میں نہیں ہے۔

عالم سے اگر جرم سرزد ہو جائے تو سزا سے بچنے کی تدبیر نکال سکتا ہے۔ مثلاً چوری ہو تو کہہ سکتا ہے یہ مال میرے پاس امانت تھا تو اب ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے، شراب پینے پر کہہ سکتا ہے میں نے اسے سرکہ جانا، زنا کی صورت میں، میرا اس سے نکاح ہے

بعض علماء نے فرمایا: اپنے بھائیوں کے دلوں کو اپنے بصیرت افروز بیان سے زندہ رکھو جس طرح کہ تم بنجر زمین کو کھیتی باڑی کے ذریعے زندہ کرتے ہو اس لئے کہ نفس کا لذات وشہوات سے

دُور رہنا بنجر زمین آباد کرنے سے کہیں افضل ہے۔

شاعر کہتا ہے:

وفی الجهل قبل الموت موت لا هله   و اجسامهم قبل القبور قبور

و ان امرأ لم یحیی بالعلم میت   و لیس له حتی النشور النشور

۱۔ جاہل موت طاری ہونے سے پہلے ہی مُردہ ہیں اور ان کے جسم قبروں میں داخل ہونے سے پہلے ہی خود قبروں کا منظر پیش کررہے ہیں۔

۲۔ علم کے ذریعے حیاتِ جاوداں سے بے بہرہ رہنے والا سراسر مُردہ ہے۔ یوم النشور کو اسے نہیں اُٹھایا جائے گا۔

نکات متعلقہ فضیلت علم:

جہالت کی صورت میں اگر گناہ ہو جائے تو اس کے زوال کی اُمید نہیں ہوتی اور بصورت علم زوال کی توقع ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش واقع ہوئی تو آپ نے استغفار کی اور یہ علم کے پیشِ نظر تھا اور شیطان نے گمراہی اختیار کی اور ہمیشہ کیلئے گمراہ ہی رہا اس کی گمراہی کا سبب جہالت تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا گواہ:

حضرت یُوسف علیہ السلام کو وزیر کی ضرورت پیش آئی تو بارگاہِ رب العزت میں عرض کی۔ جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ فلاں کو وزیر بنا تو آپ نے کہا کہ وہ انتہائی خستہ حالت میں ہے یہ وزارت کا اہل کیسے ہو سکتا ہے؟ جبرائیل امین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے وزارت کیلئے اس کو منتخب فرمایا ہے اس لئے کہ آپ کی برأت کی گواہی (جھولے میں) اس نے دی تھی اور کہا تھا:

وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ — اور اگر ان کا کرتہ پیچھے سے چاک ہوا تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے۔

(پ ۱۲، یوسف:۲۶)

اس میں نکتہ یہ ہے کہ جو شخص حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت کی گواہی دے وہ آپ کی

حکومت میں شریک ہوسکتا ہے تو جو دین قویم کی برہان مستقیم کے ذریعے حفاظت کرے وہ خداوندی احسان وتحسین کے لائق کیوں نہ ہوگا۔

چیونٹی کا علم وادب:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ — ایک چیونٹی بولی: اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ۔

(پ۱۹، النمل:۱۸)

گویا چیونٹی کہہ رہی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام معصوم ہیں اور یہ بات ناجائز ہے کہ ایک معصوم کسی بری الذمہ کو سزا دے اور یہ ممکن ہے کہ سہواً تمہیں روند ڈالیں کہ تمہارے حال کی طرف ان کی توجہ نہ جائے اور "وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" انبیاء کرام علیہم السلام کی معصیت سے تنزیہہ اور بالاتر ہونے کی طرف اشارہ ہے جب یہ چیونٹی ایک مسئلہ کا علم رکھنے کی وجہ سے ریاست تامہ کی مستحق بن سکتی ہے تو جو آدمی موجودات ومعدومات اشیاء کی حقیقتوں سے واقف ہو وہ دنیا وآخرت کی ریاست کا والی کیوں نہ بنے گا؟

سدھایا ہوا کتا اور علم:

سدھایا ہوا کتا بسم اللہ پڑھ کر چھوڑ دیا جائے تو اس کا کیا ہوا شکار بھی پاک ہے اس میں نکتہ یہ ہے کہ علم کی نسبت کتے کی طرف ہوگئی تو علم کی برکت سے نجس چیز بھی پاک ہوگئی اور یہاں تو نفس و روح اصل فطرت کے اعتبار سے طاہر ہیں لیکن معصیات کی آلائش سے آلودہ ہو چکے ہیں جب یہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علم سے متصف ہوں گے تو ہمیں بارگاہِ خداوندی سے اُمید واثق ہے کہ پلید دل پاک ہو جائے گا اور مردود مقبول بن جائے گا۔

قوت دل اور علم:

دل اعضاء میں رئیس ہے۔ یہ ریاست، اسے قوت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ہڈی اس سے سخت ہے۔ نہ بڑا ہونے کی وجہ سے ہے اس لئے کہ ران کا حجم اس سے کئی درجے زیادہ ہے نہ تیزی کی وجہ سے ہے کیونکہ ناخن اس سے تیز ہیں لہٰذا دل کی ریاست محض علم کی وجہ سے ہے اس سے پتہ چلتا

ہے کہ علم اشرف الصفات ہے۔

چہارم:

تحصیلِ علم فقط اس صورت میں گراں محسوس ہوگی جب تم دنیا سے فرطِ محبت کا شکار ہوگے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دو چیزیں دی ہیں۔ ایک سوادِ عین اور دوسری سُوَیداءِ دل۔ ظاہر ہے کہ سواد، سویداء کی نسبت بڑھ کر ہے کیونکہ سَوَاد مکبّر اور سُوَیداء مصغر ہے جب تم سوادِ عین (آنکھ کی پتلی) پر دنیا کی ایک چھوٹی سی چیز رکھ لو تو تمہیں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تو جب سویداء دل پر ساری دنیا رکھ لو تو دل کو کیا سوجھے گا؟

علم و عمل کا رشتہ:

ایک حکیم نے کہا کہ دل میت ہے اس کی روح علم ہے۔ علم میت ہے اس کی زندگی طلب پر موقوف ہے۔ طلب ایک ضعیف سی چیز ہے اس کی قوت تکرارِ علم میں ہے جب یہ مدارست سے قوت پا لے تو ابھی محجوب ہے اس کا اظہار مناظرہ و بحث سے ہوگا۔ جب یہ مناظرہ کے ذریعے ظاہر ہو تو ابھی عقیم (بانجھ) ہے عمل کی صورت میں اس کا نتیجہ ظاہر ہوگا جب علم و عمل میں رشتۂ ازدواج قائم ہوگا تو توالد و تناسل کی صورت میں ایک ابدی ملک جنم لے گا جس کی کوئی انتہا نہیں۔

علم اور خدمتِ رب:

ایک آدمی کسی بادشاہ کی ملازمت اختیار کرنا چاہتا تھا۔ بادشاہ نے کہا تم میری خدمت کے اہل نہیں ہو۔ جاؤ پہلے علم حاصل کرو پھر آنا۔ وہ شخص تحصیلِ علم میں مصروف ہوگیا اور اس سے خوب محظوظ ہوا۔ بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ اب تم میری خدمت کے اہل بن چکے ہو، علم چھوڑ کر چلے آؤ۔ اس نے جواب دیا: جب تم مجھے اپنی خدمت کے اہل نہیں سمجھتے تھے تو میں تمہاری خدمت کے اہل تھا۔ اب میں رب العزت کی خدمت کا اہل بن چکا ہوں۔ تمہارے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ پہلے میں جہالت کی وجہ سے سمجھتا تھا کہ دروازہ فقط آپ کا ہے اور اب معلوم ہوا ہے کہ دروازہ صرف اور صرف خداوندِ قدوس کا ہے۔

حکایات متعلقہ فضیلتِ علم

۱۔امام ابو یوسف کا کمال علمی:

خلیفہ ہارون الرشید کے پاس فقہاء موجود تھے جن میں قاضی ابو یوسف علیہ الرحمۃ بھی تھے ایک آدمی نے آ کر دعویٰ کیا کہ اس نے رات میرا مال اخذ کرلیا ہے اور پکڑنے والے نے بھری مجلس میں مال پکڑنے کا اعتراف بھی کرلیا تو تمام فقہاء نے بیک زبان کہا اُس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے قاضی ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا۔ اس لئے کہ اس نے اخذ (پکڑنے) کا اعتراف کیا ہے نہ کہ سرقہ (چوری) کا۔ ہاتھ کاٹنے کیلئے اعترافِ سرقہ شرط ہے۔ تمام فقہاء کرام نے آپ کی تائید کی پھر لینے والے سے پوچھا گیا۔ کیا تو نے اس کا مال چرایا ہے؟ اس نے اعتراف کرلیا کہ میں نے چوری کی ہے پھر تمام فقہاء نے ہاتھ کاٹنے کا فتویٰ دیا تو قاضی ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے فرمایا: اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جاسکتا کیونکہ پہلے اس نے مال پکڑنے کا اعتراف کیا تو اس پر ضمان لازم ہوگئی اب یہ چوری کا اقرار کر کے مال کی ضمان ساقط کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا اس کا دوسرا اقرار قابل قبول نہیں اس پر تمام فقہاء انگشت بدنداں رہ گئے۔

۲۔حسنین کا اولادِ رسول ہونا:

محدث شعبی کہتے ہیں کہ میں حجاج بن یوسف کے پاس بیٹھا تھا اس دوران فقیہ خراسان حضرت یحییٰ بن یعمر کو بلخ سے بیڑیوں میں جکڑ کر لایا گیا۔ حجاج نے پوچھا: کیا تم (حضرت امام) حسن اور (حضرت امام) حسین رضی اللہ عنہما کو ذریتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھتے ہو؟ تو انہوں نے جواباً کہا: ہاں سمجھتا ہوں۔ حجاج نے کہا: اس پر واضح ثبوت پیش کرو ورنہ تمہارا جوڑ کاٹ دیا جائے گا۔ حضرت یحییٰ نے فرمایا: اے حجاج! میں قرآن سے ثبوت پیش کرتا ہوں۔ محدث شعبی فرماتے ہیں کہ میں یحییٰ کی اس جرأت مندی اور اندازِ تخاطب "یا حجاج" پر بڑا متعجب ہوا۔ حجاج نے کہا: یہ آیت کریمہ پیش نہ کرنا: نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآئَكُمْ۔ حضرت یحییٰ نے فرمایا: اس کے علاوہ واضح دلیل قرآنِ حکیم سے ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى (پ ۷، الانعام: ۸۴)

اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو (یہاں تک کہ) زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ کو۔

اس آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت قرار دیا گیا ہے۔ بتاؤ آپ کا باپ کون تھا؟ تو حجاج کافی دیر سر جھکائے مبہوت بیٹھا رہا۔ پھر کہنے لگا: ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ میں نے یہ آیت پڑھی ہی نہیں تھی اور حکم دیا کہ ان کی بیڑیاں کھول دو اور اتنا مال دے دو۔

۳۔ امام اعظم اور فاتحہ خلف الامام:

اہلِ مدینہ کی ایک جماعت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے فاتحہ خلف الامام پر مناظرہ کرنے کیلئے آئے تاکہ آپ کو اس مسئلہ میں خاموش وشرمندہ کر کے طعن وتشنیع کریں۔ آپ نے فرمایا: میں تمام سے مناظرہ نہیں کروں گا۔ تم میں سے جو بڑا ہو وہ بات چیت کرے۔ انہوں نے ایک عالم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ہماری طرف سے یہ مناظر ہیں۔ آپ نے پوچھا: کیا یہ تم میں بڑا عالم ہے؟ کہنے لگے: جی! یہی بڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا اس کے ساتھ مناظرہ تمام کے ساتھ مناظرہ ہے؟ بولے: جی سب کے ساتھ۔ آپ نے فرمایا: اس پر اعتراض سب پر اعتراض ہوگا؟ سب نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: کیا میرا اس کے ساتھ مناظرہ اور الزام حجت تمام کے ساتھ مناظرہ والزام حجت ہے؟ انہوں نے تسلیم کرلیا کہ تمام کے ساتھ مناظرہ اور الزام حجت ہے۔ آپ نے فرمایا: وہ کیسے؟ کہنے لگے کہ ہم نے اسے اپنا امام تسلیم کرلیا ہے۔ اس کا قول ہمارا قول ہوگا۔ تو امام اعظم ابوحنیفہ نے فرمایا: جب ہم نماز میں ایک امام مقرر کرلیتے ہیں تو اس کی قرأت ہماری قرأت ہوئی اور وہ ہماری نیابت و نمائندگی ہی کرتا ہے اس پر تمام فقہاء نے الزام کا اقرار کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرلی۔

۴۔ فرزدق کی ذہانت:

فرزدق شاعر نے کسی کی ہجو ومذمت میں یہ شعر کہا:

لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِيْ عَلٰى بَابِكُمْ كَمَا ضَاعَ دُرٌّ عَلٰى خَالِصَةٍ

(جس طرح خالصہ کے گلے میں موتی لٹکانا اسے ضائع کرنے کے مترادف ہے اسی طرح

تمہارے دروازے پر میرا موتیوں جیسا شعر بے کار ہے)۔

خالصہ بڑی ظریفہ، ادیبہ سلیمان بن عبدالملک کی عشقیہ بیوی تھی اور سلیمان کی سروانی سلاطین میں ہیبت مسلم تھی خالصہ نے سلیمان سے شکایت کی۔ سلیمان نے فرزدق کو حاضر دربار کرنے کا حکم دیا کہ اسے بیڑیوں میں جکڑ کر ذلت و رسوائی کے ساتھ لایا جائے۔ جب حاضر کیا گیا تو وہ شدتِ ہیبت کی وجہ سے نڈھال ہو رہا تھا۔ سلیمان نے پوچھا: کیا یہ شعر تمہارا ہے؟

لَقَدْ ضَاعَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ　　　كَمَا ضَاعَ دُرٌّ عَلٰی خَالِصَةٍ

فرزوق نے کہا: میں نے اس طرح نہیں کہا، میرے کسی بدخواہ نے اسے بدل دیا ہے۔ میں نے تو اس طرح کہا تھا۔

لَقَدْ ضَاءَ شِعْرِیْ عَلٰی بَابِکُمْ　　　كَمَا ضَاءَ دُرٌّ عَلٰی خَالِصَةٍ

(تمہارے دروازے پر میرا شعر اس طرح چمکتا ہے جس طرح کہ خالصہ کے گلے کے موتی ہیں)۔

خالصہ پسِ پردہ گفتگو سن رہی تھی اس سے ضبط نہ ہو سکا پردے پھلانگتی ہوئی سرِ محفل آگئی اور اپنے گلے کا قیمتی ہار فرزدق کے گلے کی زینت بنا دیا جس کی قیمت لاکھ سے زائد تھی۔ فرزدق جب رخصت ہو گیا تو سلیمان نے حاجب کے ذریعے ایک لاکھ میں وہ ہار خرید کر پھر خالصہ کے گلے میں ڈال دیا۔

۵۔ امام اعظم کی دانائی:

ایک دن منصور نے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کو طلب کیا۔ محدث ربیع جن کو امام صاحب سے عداوت تھی۔ منصور سے کہنے لگے: اے امیر المومنین! یہ آپ کے دادا (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما) کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ استثناءِ منفصل کے جواز کا فتویٰ دیتے تھے اور یہ ناجائز سمجھتے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ربیع کہہ رہے ہیں کہ لوگوں کی گردنوں میں آپ کی بیعت نہیں ہے۔ منصور کہنے لگا: وہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ آپ کے سامنے بیعت کریں اور گھر جا کر انشاء اللہ کہہ لیں تو بیعت باطل ہو گئی۔ منصور ہنس دیا اور کہنے لگا: اے ربیع! امام ابوحنیفہ کے متعلق اس قسم کی باتوں سے بچو۔ بعد میں ربیع نے شکوہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے میرا خون مباح کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ نے

فرمایا: ابتداء تمہاری تھی میں نے تو صرف دفاع کیا ہے۔

۶۔ امام ابو یوسف اور احترام مسلم:

یہ حکایت بھی ملتی ہے کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ذمی کے قاتل مسلمان کے قتل کا حکم دیا۔ زبیدہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا جو کہ مسلمانوں کی بڑی خیر خواہ تھیں، نے پیغام بھیجا کہ مسلمان کو قتل نہ کرنا۔ جب امام ابو یوسف اور دیگر فقہاء خلیفہ ہارون الرشید کے پاس تشریف فرما تھے تو خلیفہ وقت نے مسلمان کے قتل کا حکم دیا۔ قاضی ابو یوسف فرمانے لگے: میرا فتویٰ بھی یہی ہے لیکن میں قتل کا حکم اس وقت دوں گا جب مقتول کے ورثاء اس بات پر عادل گواہ پیش کریں کہ مقتول قتل کے دن جزیہ دینے والوں میں سے تھا۔ ورثاء گواہ پیش نہ کر سکے اس طرح ایک مسلمان قتل ہونے سے بچ گیا۔

۷۔ السلام علیکم اور امن:

غضبان نے ایک دن حجاج کے کسی دشمن سے کہا کہ تو حجاج کو ہلاک کر دے قبل اس کے کہ وہ تیرا کام تمام کر دے۔ یہ بات حجاج تک پہنچ گئی۔ پھر غضبان حجاج کے پاس آ کر کہنے لگا: تم السلام علیکم کا کیا جواب دیتے ہو؟ حجاج نے کہا: وعلیکم السلام۔ پھر حجاج سمجھا کہ اس نے تو امان لے لی ہے۔ کہنے لگا: اے غضبان تجھے تباہی ہو تو نے میرے سلام کے جواب کی صورت میں امان حاصل کر لی ہے۔ اگر میں نے وعلیکم السلام نہ کہا ہوتا تو تُو آج کے بعد ٹھنڈا پانی نہ پیتا۔

اے صاحبِ عقل! اس صورت میں علم کا فائدہ دیکھو۔ اللہ کیلئے ہی علم اور علماء کی خوبی ہے اور جہالت و جہلاء پر حیف صد حیف۔

۸۔ عبدالملک بن مروان کو کسی شاعر کا یہ شعر سنایا گیا:

وَمِنَّا سُوَيقدٌ وَالْبَطِيْنُ وَقَضِيْبُ   وَمِنَّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ شَبِيْبُ

عبدالملک نے اسے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہوا تو عبدالملک نے پوچھا: کیا تو نے یہ کہا ہے؟ وَمِنَّا اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ شَبِيْبُ

شاعر کہنے لگا: میں نے امیر کی را پر ضمہ نہیں بلکہ فتحہ پڑھا ہے یعنی وَمِنَّا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ شَبِيْبُ۔ یعنی تمہیں ندا کی ہے اور تم سے استغاثہ کیا ہے۔ عبدالملک کا غصہ فرو ہو گیا اور اسے چھوڑ دیا۔

اس طرح ایک شاعر علم کی برکت سے جان سلامت لے کر گھر کو لوٹا۔

۹۔ حاکمِ وقت ابو مسلم نے سلیمان بن کثیر سے کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تم نے کہا ہے کہ یا اللہ! ابو مسلم کا چہرہ سیاہ کر دے۔ اس کی گردن کاٹ دے اور مجھے اس کا خون پلا۔ سلیمان کہنے لگے: ہاں! میں نے ایسا کہا ہے۔ میں نے تو انگوروں کا ایک گچھا دیکھا تھا۔ اس کے متعلق کہا تھا۔ ابو مسلم نے اس کی بات کو پسند کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔

۱۰۔ علوم کا انکشاف:

ایک شخص امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا: میں نے قسم کھائی تھی جب تک میری بیوی مجھ سے بات نہیں کرے گی، میں اس سے گفتگو نہیں کروں گا، اور میری بیوی نے بھی حلف اٹھالیا کہ جب تک میں اس سے گفتگو نہ کروں، وہ مجھ سے بات نہ کرے گی ورنہ اتنا صدقہ اس کے ذمہ لازم ہے اور اتنا صدقہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ فقہاء اس مسئلہ میں حیران ہیں۔ حضرت سفیان ثوری نے فتویٰ دیا ہے کہ جو بھی بات کرے گا حانث ہو جائے گا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ جاؤ اپنی بیوی سے کلام کرلو۔ کسی پر بھی کفارہ لازم نہیں آتا۔ اس آدمی نے یہ فتویٰ سفیان ثوری کو جا سنایا۔ وہ سخت ناراض ہوئے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ حرام کو مباح قرار دے رہے ہیں۔ امام صاحب نے فرمایا: وہ کیسے؟ سفیان ثوری نے اس شخص سے کہا: ان سے دوبارہ سوال کرو۔ اس شخص نے سوال دہرایا۔ آپ نے وہی جواب دیا۔ حضرت سفیان نے دلیل طلب کی۔ آپ نے فرمایا: خاوند کے حلف کے بعد خاوند کی موجودگی میں بیوی نے قسم کھائی تو خاوند سے کلام کرلی اس طرح خاوند سے قسم ساقط ہوگئی۔ اب خاوند بات کرے تو عورت کی قسم ساقط ہو جائے گی اس پر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے: آپ پر جن علوم کا انکشاف ہوتا ہے، ہم ان علوم سے غافل ہیں۔

۱۱۔ امامِ اعظم کی علمی بصیرت:

ایک شخص کے گھر میں چور داخل ہوئے تمام سامان باندھ لیا اور مالک مکان سے قسم لی کہ اگر اس نے کسی کو بتایا تو اس کی بیوی کو تین طلاقیں۔ صبح وہ اپنا سامان بکتا دیکھتا ہے لیکن بولے تو بیوی جاتی ہے۔ مشورہ کیلئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا: اپنے امام مسجد اور اہل محلہ کو

بلاؤ۔ جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ اس کا سامان بھی مل جائے اور بیوی بھی بچ جائے؟ وہ کہنے لگے: کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا: تمام اہلِ محلہ کو ایک جگہ جمع کرو اور ایک ایک کو باہر نکال کر اس سے پوچھو: کیا یہ تیرا چور ہے؟ جو چور نہیں ہوگا اس کے متعلق یہ نفی کرتا رہے گا اور چور پر خاموش رہے گا۔ اس سے سمجھ لینا کہ یہ چور ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت سے مسروقہ مال بھی مل گیا اور حلف بھی نہ ٹوٹا۔

۱۲۔ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک نوجوان رہائش پذیر تھا۔ آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا۔ ایک دن کہنے لگا: فلاں بنت فلاں سے نکاح کا خواہشمند ہوں۔ میں نے پیغامِ نکاح بھیجا تو انہوں نے اس قدر حق مہر طلب کیا جو اس کی بساط سے باہر ہے۔

آپ نے فرمایا: حیلہ کرلو۔ قرض لے کر نکاح کرلو اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمائے گا۔ پھر آپ نے اتنا قرض دے دیا اور شادی سے کچھ عرصہ بعد فرمایا: تم کسی دور دراز سفر کا ارادہ ظاہر کرو اور کہو کہ میں اپنی بیوی کو ساتھ لے جاؤں گا۔ اس نوجوان نے اس طرح کیا۔ بیوی کے والدین نے لڑکی کو بھیجنے سے انکار کردیا اور شکایت لے کر آپ کی خدمت میں آئے۔ آپ نے فرمایا: اسے ایسا کرنے کا حق حاصل ہے۔ پوچھنے لگے: پھر کوئی تدبیر بتادیں۔ آپ نے فرمایا: تم نے اس سے جو مہر لیا ہے وہ واپس کردو۔ انہوں نے تسلیم کرلیا۔ آپ نے نوجوان کو بتایا تو وہ کہنے لگا: میں تو اس سے زائد رقم لوں گا۔ امام صاحب فرمانے لگے اس پر اکتفا کرو ورنہ میں کسی آدمی کیلئے قرض کا اقرار کرکے تمہارے پیچھے لگا دوں گا اور جب تم قرض ادا نہ کرو گے۔ شہر سے باہر قدم نہیں رکھ سکو گے۔ وہ عرض کرنے لگا: اللہ اللہ بخدا ایسا نہ کیجئے کہیں میرے سسرال والے سُن نہ لیں، میں حق مہر پر ہی اکتفا کرتا ہوں، زائد رقم نہیں لوں گا۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے علم کی برکت سے دونوں گھرانوں کے معاملات میں حائل شدہ رکاوٹ دور ہوگئی۔

۱۳۔ لیث بن سعد فرماتے ہیں: ایک شخص امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا: میرا لڑکا نیک کردار نہیں ہے۔ میں زرِ کثیر خرچ کرکے اس کیلئے لونڈی خریدتا ہوں تو وہ آزاد کردیتا ہے اور اگر بھاری رقم صرف کرکے نکاح کرتا ہوں تو طلاق دے دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے سوق النخاسین (بازار) میں لے جاؤ۔ جس لونڈی کو پسند کرے اسے خود خرید کر اس کے نکاح میں دے دو۔ اگر وہ طلاق دے گا تو تمہاری مملوکہ ہی رہے گی اور اگر آزاد کرنا چاہے گا تو اس کا اسے اختیار

نہیں ہے۔ حضرت لیث کہتے ہیں: قسم بخدا مجھے آپ کا جواب اتنا پسند نہیں آیا جس قدر فی الفور جواب دینا پسند ہے۔

۱۴۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص حلف اٹھاتا ہے کہ وہ رمضان المبارک میں دن کے وقت اپنی بیوی سے ہمبستری کرے گا اور تمام فقہاء اس کے جواب میں عاجز ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ رمضان المبارک میں اپنی بیوی کے ساتھ سفر پر چلا جائے تو دن کے وقت صحبت کرے حانث نہیں ہوگا۔

۱۵۔ ایک شخص حجاج بن یوسف کے پاس آیا اور شکایت کی کہ میرے چار ہزار درہم چوری ہو گئے ہیں۔ حجاج نے پوچھا: تمہیں کسی پر شک ہے۔ کہنے لگا کسی پر بھی نہیں۔ حجاج نے کہا کہ شاید تمہاری بیوی نے ایسا کیا ہو۔ وہ کہنے لگا: سبحان اللہ! میری بیوی ایسا نہیں کر سکتی۔ حجاج نے عطار کو بہترین خوشبو تیار کرنے کیلئے کہا کہ ایسی خوشبو پہلے کسی کے پاس نہ ہو۔ جب خوشبو تیار ہوگئی تو مدعی کو بلا کر کہا: یہ خوشبو لے جاؤ اور اسے خود ہی لگانا کسی اور کو نہ دینا۔ پھر اپنی پولیس کو اس خوشبو کی پہچان کرائی اور حکم دیا کہ جامع مسجد اور دیگر مساجد کے دروازوں پر بیٹھ جاؤ، جس آدمی سے یہ خوشبو آئے اسے پکڑ لو۔ سپاہی ایک میڈیوں والے شخص کو پکڑ لائے۔ حجاج نے پوچھا: یہ خوشبو کہاں سے لی ہے؟ بولا: خود تیار کروائی ہے۔ حجاج نے قتل کی دھمکی دی تو اس نے اعتراف کرلیا کہ فلاں عورت (مدعی کی بیوی) سے لی ہے۔ حجاج نے مدعی کو بلا کر کہا: اس نے تمہاری بیوی کی وساطت سے تمہارے چار ہزار درہم چرائے ہیں۔ جاؤ اسے حسنِ ادب سکھاؤ۔ پھر چور سے چار ہزار درہم لے دیئے۔

۱۶۔ خلیفہ ہارون الرشید نے ایک دن امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے کہا کہ جعفر بن عیسیٰ کے پاس ایک لونڈی ہے، جو مجھے بہت پسند ہے۔ اس بات کا جعفر کو بھی علم ہے اور اس نے حلف اٹھا رکھا ہے کہ وہ نہ اسے بیچے گا نہ ہبہ کرے گا اور نہ ہی آزاد کرے گا اور اب وہ اپنی قسم سے نکلنا چاہتا ہے اور آپ نے فرمایا: نصف بیچ دے اور نصف ہبہ کر دے۔

۱۷۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا علمی کمال:

امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک رات سو رہا تھا کہ میرا دروازہ کھٹکا۔ میں نے کہا: دیکھو دروازے پر کون ہے؟ پتا چلا کہ خلیفہ ہارون الرشید بلا رہے ہیں۔

میں اس آدمی کے ساتھ چلتا ہوا خلیفہ کے پاس پہنچا تو کہنے لگا: ایک مسئلہ کی خاطر تمہیں تکلیف دی ہے۔ میں نے اُم زبیدہ سے کہا ہے کہ میں امام عادل ہوں اور امام عادل جنتی ہوتا ہے۔ وہ کہنے لگی: تم امام عاصی ہو اور اپنے لیے جنت کی گواہی دے کر خدا تعالیٰ پر جھوٹ بول رہے ہو، اس لیے دائرہ اسلام سے خارج ہو اور میں تم پر حرام ہو چکی ہوں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، میں نے پوچھا: اے امیر المؤمنین! کیا معصیت کے وقت یا بعد میں کبھی تمہارے دل میں خدا کا خوف پیدا ہوا ہے؟ امیر المؤمنین نے کہا: قسم بخدا میں بہت ڈرتا ہوں۔ تو میں نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم جنتی ہو بلکہ ایک کی بجائے دو کے مستحق ہو۔ قرآنِ کریم میں ہے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ — اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا (حساب) ہونے سے ڈرے اس کیلئے دو جنتیں ہیں۔
(پ ۲۷، الرحمن: ۴۶)

تو خلیفۂ وقت انتہائی تعظیم بجالائے۔ جب میں گھر کو لوٹا تو دنانیر و دراہم سے چھلکتا ہوا طبق میرے آگے آگے تھا۔

۱۸۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رات کے وقت خلیفہ ہارون الرشید کا پیامبر آیا۔ کہنے لگا: جلدی چلیں خلیفۂ وقت یاد فرماتے ہیں۔ آپ خلیفہ کے محل کی طرف چل دیئے۔ وہاں پہنچ کر السلام علیکم کہا تو خلیفہ نے اپنے قریب کرلیا اور رات کو بلانے کی وجہ بیان کی کہ ہمارے گھر سے زیور چوری ہوگیا اور میں نے اپنی خاص لونڈی کو متہم ٹھہرایا ہے اور حلف اٹھایا کہ اگر اس نے سچ نہ بولا تو قتل کر دی جائے گی اور اب مجھے ندامت ہو رہی ہے۔ اس حلف سے نکلنے کی کوئی صورت فرمائیں۔ آپ نے لونڈی سے کہا: کیا تو نے زیور چرایا ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: پھر جو میں کہتا ہوں اس کو ذہن نشین رکھنا اور اس میں کمی بیشی نہ کرنا۔ جب خلیفۂ وقت بلا کر دریافت کریں کیا تو نے چوری کی ہے؟ تو کہہ دینا میں نے چوری کی۔ ہے اور جب کہیں کہ لا زیور کہاں رکھا ہے؟ تو کہہ دینا میں نے چوری نہیں کی۔ جب امام ابو یوسف خلیفہ کے پاس تشریف لائے تو کہا لونڈی کو بلا کر سوال کرو۔ پوچھا گیا: کیا تو نے چوری کی ہے۔ اس نے اعتراف کرلیا۔ جب مال حاضر کرنے کا حکم ہوا تو چوری سے انکار کر دیا۔ تو قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس کے اقرار یا انکار میں ایک بات سچی ہے لہٰذا آپ قسم سے بری الذمہ ہو چکے ہیں۔ اس طرح چاند جیسی لونڈی قتل ہونے سے بچ گئی۔ خلیفۂ وقت نے حکم دیا کہ ایک لاکھ درہم ان کے گھر پہنچا دو۔ خدام نے عرض کیا: بیت المال کا انچارج موجود نہیں ہے، صبح حکم کی

تعمیل ہو جائے گی۔خلیفہ نے فرمایا: انہوں نے ہمیں رات کو آزاد کیا ہے ان کا صلہ کل تک مؤخر نہیں کر سکتے اور فوراً دست بدست ایک لاکھ درہم حاضر کرنے کا حکم دیا۔

۱۹۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا علمی کمال:

خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے امام شافعی اور بشر مریسی کا مناظرہ ہو رہا تھا۔بشر مریسی نے کہا: اہلِ شرق و غرب کا ایک بات پر اتفاق معلوم کرنا ناممکن ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آپ کو معلوم ہے کہ اس شخص کی خلافت پر اہلِ شرق و غرب کا اتفاق ہے اس نے ڈرتے ہوئے اعتراف کرلیا اور اس بات پر مناظرہ ختم ہو گیا۔

۲۰۔امام حسین رضی اللہ عنہ اور اعرابی کی علمی گفتگو:

ایک اعرابی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر حاجت پیش کرتے ہوئے کہنے لگا: میں نے آپ کے جدِ امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے جب تم سوال کرو تو چار قسم کے آدمیوں سے سوال کرو۔

۱۔عربی شریف سے ۲۔کریم آقا سے
۳۔حاملِ قرآن سے ۴۔حسین و جمیل سے۔

عرب تو وہ آپ کے جدِ بزرگوار کے صدقے سے شریف بنے ہیں۔کرم آپ کی سیرت و عادت ہے۔قرآن آپ کے گھر میں نازل ہوا ہے اور باقی رہا وجہ صبیح و حسین، میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے اگر تمہیں کسی کو دیکھنے کا شوق ہو تو حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھو۔آپ نے فرمایا: تمہاری حاجت کیا ہے؟ اس نے اپنی حاجت زمین پر لکھ دی۔آپ نے فرمایا: میں نے اپنے والدِ ماجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ آدمی کی قیمت اس کی خوبی کے مطابق ہوتی ہے اور اپنے جدِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ بھلائی معرفت کے مطابق ہوتی ہے۔میں تین چیزوں کے متعلق سوال کرتا ہوں اگر ایک جواب صحیح ہوا تو ایک تہائی مال اور دو صحیح ہوئے تو دو تہائی مال اور تینوں صحیح ہوئے تو سارا مال دے دیا جائے گا اور ابھی آپ کے پاس عراق سے مہر لگی تھیلی آئی تھی۔وہ اعرابی کہنے لگا: سوال کیجئے اور اللہ تعالیٰ ہی نیکی کی قوت دینے والا ہے اور وہی برائی سے محفوظ رکھنے والا ہے۔آپ نے پوچھا:

سوال: کون سا عمل افضل ہے؟

جواب: اعرابی نے جواب دیا: ایمان باللہ۔
سوال: آدمی کیلئے ہلاکت سے بچنے کا ذریعہ کیا ہے؟
جواب: وثوق باللہ، اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ۔
سوال: آدمی کی زینت کس چیز میں ہے؟
جواب: علم کے ساتھ حلم۔
سوال: اگر علم کی دولت نہ ہو تو پھر؟
جواب مال معہ کرم۔ مال، سخاوت کے ساتھ۔
آپ نے فرمایا: اگر یہ بھی نہ ہو تو پھر کس کا درجہ ہے؟
بولا: فقر مع الصبر۔ فقر، صبر کے ساتھ۔
امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ بھی نہ ہو تو؟
اعرابی نے جواباً کہا: آسمان سے بجلی آئے اور اسے جلا کر خاکستر کر دے۔ اس پر امام حسین رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے اور دنانیر سے بھری تھیلی انہیں دے دی۔

فضیلتِ علم پر شواہدِ عقلیہ:

ہم کہتے ہیں کہ علم کا صفت شرف و کمال اور جہل کا وصفِ نقصان و قبیح ہونا عقلاء کے نزدیک معلوم و مسلم امر ہے اس لیے کہ جب کسی عالم سے کہا جائے: اے جاہل! تو وہ بہت تکلیف محسوس کرتا ہے اور اگر کسی جاہل کو کہا جائے: اے عالم! تو وہ بہت خوش ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ جانتا ہے کہ فی الواقع ایسا نہیں ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ علم لذاتہ محبوب و شریف ہے اور جہل لذاتہ نقصان۔ اور علم جہاں ہوتا ہے تو صاحبِ علم معظم و مکرم ہوتا ہے حتیٰ کہ حیوانات انسان کو دیکھ کر کچھ نہ کچھ احترام و احتشام کرتے ہیں اور کچھ ڈرتے بھی ہیں۔ خواہ حیوان انسان سے کتنا ہی بڑا ہو۔

اسی طرح ایک والیٔ حکومت اپنے سے بڑھ کر صاحبِ علم و عقل والی کو دیکھتا ہے تو بطیب خاطر جھک جاتا ہے اور علماء جب کہ ان سے عناد نہ ہو وہ اپنے سے کم علم لوگوں کے فطرۃً رئیس ہوتے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے معاندین آپ کے قتل کا ارادہ لے کر آتے۔ جب آپ کو دیکھتے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں آپ کا رعب و دبدبہ ڈال دیتا اور وہ ہیبت زدہ ہو کر منقاد و مطیع

ہو جاتے۔ شاعر کہتا ہے۔

لو لم تکن فیه آیاتٌ مبیّنة كانت بداهته تنبئك عن خبر

"اگر آپ کی کوئی اور نشانی نہ ہوتو آپ کو دیکھ لینا اور زیارت ہی بتادے گی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسولِ برحق ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام۔"

یہ بات بلاشبہ ثابت ہے کہ انسان تمام حیوانات سے اشرف ہے اس کی یہ فضیلت قوت و دبدبہ کی وجہ سے نہیں ہے اس لیے کہ بہت سے جانور قوت میں انسان کے برابر بلکہ بڑھ کر ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ فضیلت نورانیۃ اور لطیفہ ربانیہ کے ساتھ مخصوص ہے جس کی وجہ سے یہ حقائق اشیاء کا ادراک اور عبادتِ الٰہی میں اشتغال کے لائق ہوا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے ہی بنائے ہیں کہ میری بندگی کریں۔

(پ ۲۷، الذاریات:۵۶)

نیز جاہل، گہری تاریکی میں غرق ہے اور عالم، ملکوت کے اقطار میں محوِ پرواز اور معقولات کے بحار میں غوطہ زن ہوتا ہے موجود و معدوم اور ممکن و محال کا مطالعہ کرتا ہے۔ پھر ممکن کے جوہر و عرض پھر جوہر کی مرکب و بسیط کی طرف تقسیم معلوم کرتا ہے پھر ہر ایک کی انواع، انواعِ انواع کی طرف اِس طرح اجزا اور اجزاءِ اجزا کی طرف تقسیم میں مبالغہ کرتا ہے کہ کون سی چیز میں غیر کے ساتھ شریک ہے کون سی چیز میں ممتاز ہے۔ ہر چیز کے معلول و علت، مؤثر و اثر، ملزوم و لازم، کلی و جزی اور کثرت و وحدت کو پہچانتا ہے حتیٰ کہ اس کی عقل ایک کتاب کی حیثیت اختیار کرلیتی ہے جس میں جمیع معلومات اپنی اقسام و تفاصیل کے ساتھ مندرج ہوتی ہیں۔ اس درجہ سے بڑھ کر اور سعادت کون سی ہوسکتی ہے۔ پھر عقل اس وصف سے انصاف کے بعد جاہل نفوس کو عالم بنادیتی ہے اور یہ نفس عالم ارواح میں سورج کی طرح تابانی دکھاتا ہے اور تمام نفوس کیلئے حیاتِ ابدیہ کا سبب بن جاتا ہے کہ پہلے یہ کامل تھا تو اب مکمل بن چکا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان واسطہ بن جاتا ہے۔ اس لیے ارشاد ہوتا ہے:

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ ملائکہ کو وحی دے کر اپنے امر سے اتارتا ہے۔

(پ ۱۴، النحل:۲)

مفسرین نے اس روح کی تفسیر علم اور قرآن سے کی ہے جس طرح بدن روح کے بغیر، میت اور فاسد ہے اسی طرح علم کے بغیر روح میت ہے اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشادِ گرامی ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوحًا مِنْ اَمْرِنَا — اور یونہی ہم نے روح کو اپنے حکم سے تیری طرف وحی کیا۔

یہ علم روح الروح، نور النور اور لب اللب ہے۔ اس سعادت کے خواص سے ہے کہ یہ سعادت باقی رہتی ہے اور فنا و تغیر سے محفوظ و مامون ہوتی ہے کیونکہ تصورات کلیۂ متغیر و زوال پذیر نہیں ہوتے اور جب یہ سعادت فی ذاتہ انتہائی جلیل ہے اور ابد الآبدین د دہر الداہرین تک باقی رہتی ہے تو لامحالہ تمام سعادتوں سے اکمل و اتم قرار پائے گی۔

نیز انبیاء کرام علیہم السلام دعوت الی الحق کیلئے مبعوث ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ — اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔

(پ ۱۴، النحل: ۱۲۵)

ایک مقام پر فرمایا:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ — کہہ دیجیے یہ میرا رستہ ہے میں دعوت دیتا ہوں اللہ کی طرف علی وجہ بصیرت میں اور میرے ماننے والے۔

پھر ابتداء واقعہ کو لے لو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً — میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

(پ ۱، البقرہ: ۳۰)

ملائکہ عرض کرتے ہیں:

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا — بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو زمین میں فساد پھیلائے۔

(پ ۱، البقرہ: ۳۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ — مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

(پ ۱، البقرہ: ۳۰)

اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دیگر صفات جلال قدرت، ارادہ، سمع، بصر، وجود، قدم اور مکان

وجہت سے استغنا کی بجائے صفت علم کو جواب کے طور پر ذکر فرمایا، اور انہیں خاموش کر دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ تمام صفاتِ جمال وکمال انتہائی شرافت وکمال والی ہیں۔لیکن صفتِ علم دیگر صفات کی نسبت اشرف ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا علم ظاہر فرمایا تو آپ کو مسجود ملائکہ اور دنیا میں خلیفہ بنا دیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے حضرت آدم علیہ السلام کے اس استحقاق کا سبب علم ہے۔ فرشتے تسبیح وتہلیل پر فخر کرتے تھے۔ تسبیح وتقدیس پر فخر اس صورت میں درست ہو گا۔ جب اس کے ساتھ علم بھی ہو کیونکہ علم کے بغیر ان کا حصول یا تو نفاق کا درجہ ہو گا یا تقلید محض کا اور نفاق اخس المراتب ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ بیشک منافق دوزخ کے نچلے طبقہ میں ہیں۔

(پ ۵، النساء: ۱۴۵)

اور ایسی تقلید، مذموم ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ملائکہ کی تسبیح وتقدیس علم کی وجہ سے ہی باعثِ افتخار بنتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام پر اسم معصیت واقع ہوا۔ کیونکہ آپ سے ایک مسئلہ میں خطاء اجتہادی ہوئی اور اس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا اور جو چیز جس قدر زیادہ پر خطر ہو گی اسی قدر پر رونق ومشرف ہو گی۔ یہ چیز بھی فضیلتِ علم اور جلالتِ علم کو عیاں کر رہی ہے۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام نے علم کی وجہ سے ہی توبہ ورجوع کیا، خطا پر اصرار واستکبار ترک کیا تو اجتباء وبرگزیدگی کی خلعت سے نوازے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کمال ملاحظہ ہو۔ آپ ابتداء ہی میں طلب علم میں مشغول نظر آتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ كَوْكَبًا پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا۔

(پ ۷، الانعام: ۷۶)

پھر ستاروں سے چاند کی طرف اور چاند سے سورج کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کا تفکر ایک شی سے دوسری شئ کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ آپ دلیل باہر اور برہان ظاہر سے مقصود تک پہنچ گئے اور شرک سے بیزاری واعراض کا یوں اعلان فرمایا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (پ ۷، الانعام: ۷۹)

میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے ایک اس کا ہو کر اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔

اور جب آپ اس مرتبہ پر فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے کس طرح آپ کی مدح فرمائی اور کس طرح احسن انداز سے آپ کی خوبی کا ذکر فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ ۷، الانعام: ۷۵)

اور اس طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

کسی مقام پر آپ کے درجات رفیعہ کو اس طرح ظاہر فرمایا:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَیْنٰهَاۤ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (پ ۷، الانعام: ۸۳)

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں۔

پھر اللہ تعالیٰ مَبدء کی معرفت کے بعد معاد کی معرفت کا ذکر فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى (پ ۳، البقرہ: ۲۶۰)

اور جب عرض کی ابراہیم (علیہ السلام) نے اے میرے رب مجھے دکھادے تو کیونکر مُردے جلائے گا۔

اور جب آپ تحصیل علم سے فارغ ہوئے۔ تاج نبوت وقباء رسالت زیب تن کرتے ہوئے تعلیم واتمام والزام حجت میں مشغول ہو گئے۔ کبھی اپنے چچا سے کہتے ہیں:

لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ (پ ۱۶، مریم: ۴۲)

کیوں ایسے کو پوجتا ہے جو نہ سنے نہ دیکھے

اور کبھی قوم سے خطاب کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں:

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْۤ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ

یہ وہ مورتیاں ہیں جن کیلئے تم آسن مار کے بیٹھتے ہو۔

اور کبھی بادشاہِ وقت کے سامنے اعلانِ حق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ
(پ ۳، البقرہ: ۲۵۸)

اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں۔

حضرت صالح، حضرت ہود اور حضرت شعیب علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے حالات کا مطالعہ کرو کس طرح اول تا آخر تعلیم و تعلم اور ارشادِ خلق کیلئے دلائل میں نظر و فکر میں مشغول رہے۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ مکالمہ اور وجوہِ دلائل ہیں اور ہمارے آقا و مولیٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال شریفہ پر محبت و الفت کی نظر ڈالو اللہ تعالیٰ کس طرح بار بار علم کو بطورِ احسان ذکر فرماتا ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۞ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى
(پ ۳۰، الضحیٰ: ۷، ۸)

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور تمہیں حاجت مند پایا پھر غنی کر دیا۔

اِس میں احسان علم کو احسان مال پر مقدم فرمایا۔ ایک مقام پر فرمایا:

مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ

تم (از خود) نہیں جانتے تھے کتاب کیا ہے؟ اور نہ ہی ایمان جانتے تھے۔

پھر فرمایا:

مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا

تم اس سے پہلے اسے نہ جانتے تھے اور نہ ہی تمہاری قوم

نیز آپ کی طرف پہلی وحی ہی یہ نازل ہوئی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۞ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۞
(پ ۳۰، العلق: ۱-۴)

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو خون کی پھٹک سے، پڑھو تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ یہ دعا مانگتے: اے اللہ!

اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِىَ

مجھے اشیاء کی حقیقتیں دکھا، جس طرح وہ ہیں

اگر ہمارے ذکر کردہ دلائل عقلیہ ونقلیہ سے کسی انسان پر شرفِ علم ظاہر نہیں ہوتا تو اس کیلئے کسی چیز کا بھی ظاہر ہونا محال ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے کتاب حکیم میں علم کے کئی اسماء شریفہ ذکر فرمائے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاهُ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ — بیشک اللہ نے اسے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی۔

(پ ۲، البقرہ: ۲۴۷)

اس میں علم کو جسم پر مقدم رکھا۔ ظاہر ہے کہ تمام نعمتوں سے مقصود سعادت بدنیہ ہے اور سعادتِ بدنیہ سعادت مالیہ سے اشرف ہے تو جب سعادتِ علمیہ سعادتِ بدنیہ سے اشرف ہوگی تو لامحالہ سعادتِ مالیہ پر شرف وفوقیت رکھے گی۔

حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ — مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردے بیشک میں حفاظت والا علم والا ہوں۔

(پ ۱۳، یوسف: ۵۵)

آپ نے یہ نہ فرمایا: میں حسیب ونسیب ہوں یا فصیح وصبیح ہوں۔

حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کا اپنی دو چھوٹی چیزوں پر دارومدار ہے۔

۱۔ دل ۲۔ زبان۔

زبان سے گفتگو ہوتی ہے اور مقابلہ ومقاتلہ دل سے۔

شاعر کہتا ہے:

لسان الفتی نصف و نصف فوادہٗ فلم یبق الّا صورۃ اللّحم والدّم

(نوجوان کا نصف زبان ہے اور نصف دل ہے اس کے ماسوا سب خون اور گوشت سے مرکب ایک صورت ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کے بارے میں عذابِ جہل کو عذاب نار پر مقدم کرتے ہوئے فرمایا:

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ
ہاں ہاں بیشک وہ اس دن اپنے رب کے دیدار سے محروم ہیں۔ پھر بیشک انہیں جہنم میں داخل ہونا ہے۔

(پ۳۰، المطففین: ۱۵، ۱۶)

بعض علماء فرماتے ہیں کہ علوم کا مطالعہ تین ذرائع سے ہوتا ہے:

۱۔متفکر دل ۲۔تعبیر کرنے والی زبان ۳۔تصویر کشی کرنے والا بیان

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لفظِ علم میں عین علو کی، لام لطف کی، اور میم مروت کی ہے۔اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ علوم دس طرح کے ہیں:

۱۔ علم توحید، اَدیان کیلئے
۲۔ علم سِر، رَدِ شیطان کیلئے
۳۔ علم شریعت، ارکان کیلئے
۴۔ علم فراست، برہان کیلئے
۵۔ علم سیاست، سلطان کیلئے
۶۔ طب، ابدان کیلئے
۷۔ علم رؤیا بیان کیلئے
۸۔ علم نجوم، ازمان کیلئے
۹۔ علم مبارزت، فرسان (سواروں) کیلئے
۱۰۔ علم حقیقت، رحمٰن کیلئے

نیز علم کی مثال پانی سے بیان کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ جل وعلا نے فرمایا:

وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
اور آسمان سے پانی اتارا۔

(پ۱، البقرۃ: ۲۲)

پانی چار طرح کے ہیں:

۱۔چشمے کا پانی ۲۔کنوئیں کا پانی ۳۔بارش کا پانی ۴۔سیلاب کا پانی

اسی طرح علوم بھی چار طرح کے ہیں:

۱۔علم توحید ۲۔علم فقہ ۳۔علم زُہد ۴۔علم بدعات

۱۔ علم توحید چشمے کی طرح ہے اسے حرکت دینا ناجائز ہے ورنہ گدلا ہو جائے گا۔اس طرح کیفیت ذات باری تعالیٰ کی معرفت طلب کرنا ناجائز ہے ورنہ کفر تک نوبت پہنچ سکتی ہے۔

۲۔ علم فقہ کنوئیں کے پانی کی طرح ہے اور استنباط کے ذریعے بڑھتا ہے جس طرح کہ کنوئیں کا پانی کھودنے سے زیادہ ہوتا ہے۔

گدلا ہو جاتا ہے اسی طرح علم زہد صاف ہے جو کہ (خواہش) و طمع کی آلودگی سے مکدر ہو جاتا ہے۔

۴۔ علم بدعت، یہ سیلاب کے پانی کی طرح ہے جو زندوں کو مارتا ہے اور مخلوق کو تباہ کرتا ہے اور یہی حال بدعات (خصوصاً اعتقادی بدعات) کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ساتواں مسئلہ: تعریف علم میں اقوال:

۱۔ امام ابوالحسن اشعری کہتے ہیں جس کے ذریعے جانا جائے وہ علم ہے، بعض اوقات فرماتے جس کی وجہ سے کوئی ذات عالم بن جائے۔

اعتراض:

عالم و معلوم، علم سے ہی پہچانے جاتے ہیں تو ان دونوں سے علم کی تعریف دَور ہے جو جائز نہیں۔

جواب:

انسان کو اپنی ذات، تکلیف اور نفس کا علم ضروری و بدیہی ہے، یہ علم کہ وہ ان اشیاء کا عالم ہے یہ اصل علم کا علم ہے اس لیے کہ ماہیت، ماہیت مقیدہ میں داخل ہوتی ہے تو اس کا یہ جان لینا کہ علم کا علم ہے ضروری ہے تو دور ساقط، اس کی مزید تفصیل اس باب میں انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مختار قول کے تحت کریں گے۔

۲۔ قاضی ابوبکر کہتے ہیں کہ معلوم جس حال میں ہے اس کی معرفت علم ہے، بعض اوقات کہتے ہیں: علم، معرفت ہی کا نام ہے۔ اول پر اعتراض یہ ہے معرفت معلوم۔ یہ علم کی معلوم کے ساتھ تعریف ہے لہٰذا یہاں بھی دور لازم ہے تو معرفت موافق معلوم ہی ہوگی اس کے بعد، جس حال پر ہے، کا تذکرہ زائد ہے۔

دوسرے پر اعتراض ہے کہ علم معرفت ہی ہے اس میں کئی طرح سے خلل ہے۔

پہلا خلل:

اگر علم، نفس معرفت ہے تو شی کی تعریف بنفسہ لازم آرہی ہے جو محال ہے۔

دوسرا خلل:

معرفت، التباس کے بعد حصول علم کا نام ہے اس لیے کہ معرفت، پہلے جہالت کا تقاضا کرتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں محال ہے۔

۳۔ استاذ ابو اسحاق اسفرائنی کہتے ہیں: تفصیل معلوم علم ہے، بعض اوقات حقائق کا اظہار اور بعض اوقات تبیین کو علم کہتے لیکن یہ قول بھی ضعیف ہے۔علم، تبیین ہے یہ تو ایک لفظ کو دوسرے اخفیٰ لفظ سے تبدیل کرنا ہے اور اس لیے بھی کہ تبیین اور استبان بتارہے ہیں کہ خفاء کے بعد ظہور ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم پر فٹ نہیں آتی۔تبیین المعلوم کو معلوم قرار دینے پر وہی اعتراضات ہوں گے جو قاضی ابو بکر کے قول پر ہوئے۔

۴۔ استاذ ابو بکر بن فورک کہتے ہیں جو اس کے ساتھ متصف ہو اس کا فعل پختہ و مضبوط ہوتا ہے لیکن یہ بھی ضعیف ہے اس لیے کہ واجبات کے وجوب اور محالات کے امتناع کا علم احکام فعل کا مفید نہیں ہوتا۔

۵۔ شیخ قفال نے کہا: معلوم کا اثبات جس حال میں ہو، بعض اوقات معلوم جس حال میں ہو اس کا تصور علم کہلاتا ہے۔سابقہ اعتراضات ان پر بھی وارد ہوں گے۔

۶۔ امام الحرمین کہتے ہیں: ماہیت علم کے تصور اور دوسرے سے امتیاز کے حوالہ سے، ہم یہ کہتے ہیں ہمارے اندر بداہتۃً یہ بات موجود ہے کہ ہم بعض اشیاء کا اعتقاد رکھتے ہیں اب شی میں ہمارا اعتقاد جازم ہوگا یا جازم نہیں ہوگا۔اگر اعتقاد جازم ہے تو وہ مطابق واقع ہے یا مطابق نہیں۔اگر مطابق ہے تو اگر سبب و موجب موضوع و محمول ہیں تو یہ علم بدیہی اور اگر موجب ان علوم ضروریہ کی ترکیب ہے تو علم نظری اور یا کوئی سبب نہیں تو یہ مقلد کا اعتقاد۔اگر جزم مطابق واقع نہیں تو یہ جہل ہے۔اور اگر جازم نہیں تو ان کی دونوں اطراف مساوی ہیں تو شک اگر ایک طرف دوسری سے راجح ہے تو راجح ظن اور مرجوح وہم، لیکن اس تعریف میں بھی چند طرح خلل ہے۔

پہلا خلل:

یہ تعریف تب کامل ہے جب ہم یہ دعویٰ کریں کہ ماہیت اعتقاد کا ہمیں علم بداہتۃً حاصل ہے، جب یہ بات کہنا جائز ہے تو ہم یہ دعویٰ کیوں نہیں کر سکتے کہ ماہیت علم کا علم بدیہی ہے۔

دوسرا خلل:

علم کی تعریف اس کے اضداد کی نفی سے ہے اور ان اضداد کی معرفت، معرفت علم سے اقوی نہیں کہ عدم کو معرفت نقیض کا ذریعہ بنالیا جائے تو یہاں بھی شی کی تعریف، بنفس شئی یا اخفی کے ساتھ تعریف لازم آجائے گی۔

تیسرا خلل:

علم کبھی تصور اور کبھی تصدیق ہوتا ہے، تصور کو جزم، تردد، قوت اور ضعف لاحق ہی نہیں ہوتے جب صورتِ حال یہ ہے تو علوم تصوریہ اس تعریف سے خارج ہو جائیں گے۔

معتزلہ اور تعریف علم:

معتزلہ کہتے ہیں: علم وہ اعتقاد ہے جو سکون نفس کا متقاضی ہو۔ کبھی وہ یہ کہہ دیتے ہیں علم وہی ہے جو سکون کا تقاضا کرے۔ لفظ سکون یہاں اگرچہ مجازاً ہے مگر جب مقصود ظاہر تو اب اس کا ذکر منافی مقصود نہیں۔

اہلِ سُنّت کہتے ہیں: اعتقاد بطور جنس، علم کے مخالف ہے لہٰذا علم کو اعتقاد کہنا درست نہیں۔ لیکن معتزلہ کہہ سکتے ہیں بلا شبہ علم اور اعتقاد کے درمیان جو قدر مشترک ہے ہماری مراد وہی قدر ہے۔

اہلِ سُنّت فرماتے ہیں اس سے علم الٰہی خارج ہو جائے گا کیونکہ وہاں سکونِ نفس کی بات نہیں کی جا سکتی۔

فلاسفہ اور تعریف علم:

فلاسفہ کہتے ہیں: نفس میں معلوم کے مطابق صورت حاصلہ کا نام، علم ہے۔ اس تعریف میں یہ عیوب ہیں۔

پہلا عیب:

لفظ صورت کا اطلاق علم پر بلا شبہ مجاز ہے۔ تلخیص حقیقت یہ بنی کہ جیسے آئینے میں صورت آتی

ہے اسی طرح ذہن میں صورتِ معلوم ہوتی ہے۔

لیکن یہ ضعیف ہے کیونکہ جب ہم پہاڑ و سمندر کا تصور کرتے ہیں اگر دونوں ذہنوں میں آجائیں تو ذہن میں پہاڑ اور سمندر آجائے گا یہ محال ہے، اگر یہ ذہن میں خود حاصل نہیں ہوتے ان کی فقط صورت حاصل ہوتی ہے تو اب معلوم صورت ہوئی تو جس شئی کی یہ صورت ہے وہ لازماً معلوم نہ ہوگی اگر کوئی کہے ذہن میں صورت اور اس کا محل آجاتا ہے تو ذہن میں پہاڑ اور سمندر آجانے والا اعتراض لوٹ آئے گا۔

دوسرا عیب:

الفاظ تعریف کا معلوم کے مطابق ہونا سے دور لازم آرہا ہے۔

تیسرا عیب:

فلاسفہ کے ہاں کئی معلومات خارج میں موجود ہوتی ہیں اور کبھی موجود نہیں ہوتیں۔ایسی صورت میں ایسی معلومات اعتباریہ کو صور ذہنیہ اور معقولات ثانیہ کا نام دیتے ہیں تو اب اس قسم میں مطابقت، معقول ہی نہیں۔

چوتھا عیب:

بعض اوقات ہم معدوم کا تصور کرتے ہیں اور یہاں یہ کہنا ممکن ہی نہیں کہ صورت عقلیہ، معلوم کے مطابق ہے اس لیے کہ مطابقت کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں امر ثبوتی ہوں، معدوم نفی محض ہے وہاں مطابقت کا تحقق محال ہے۔

شیخ غزالی نے تعریف علم کے بارے میں فلاسفہ کی گفتگو کی وضاحت کرتے ہوئے کہا یہ باطنی بصیرت کا ادراک ہے۔جسے ہم بصر ظاہری پر قیاس کر کے سمجھ سکتے ہیں۔بصر ظاہری کا معنی صرف یہ ہے مرئی، قوت باصرہ میں اسی طرح طبع ہوتی ہے جیسے آئینہ میں صورت کا نقش ہوتا ہے۔جیسے بصر، مبصرات کی صورت اخذ کرتی ہے یعنی اس میں ان کی مثال جاگزیں ہوتی ہیں نہ کہ ان کا نفس عین کیونکہ عین (ذات) نار تو آنکھ میں بھی نہیں ہوتا بلکہ اس کی مثال ہوتی ہے جو اس کی صورت ہے، اسی طرح عقل کا معاملہ بھی آئینہ کی طرح ہے اس میں بھی معقولات منقش ہوتی ہیں۔صُور معقولہ سے مراد ان کے

حقائق اور ماہیات ہیں۔

آئینہ میں تین اُمور:

اور آئینہ میں تین امور ہوتے ہیں۔ لوہا اور اس کا شفاف ہونا اور اس میں منقش صورت۔ اسی طرح جوہر آدمی مثل لوہا، اس کا عقل صقالت اور معلوم، صورت کی طرح ہوتا ہے۔

شیخ غزالی کا رد:

لیکن غزالی کی تمام گفتگو ساقط و مردود ہے۔

ان کا یہ کہنا کہ بصر ظاہری کا معنی فقط یہ ہے کہ قوت باصرہ پر صورت مرئی کا انطباع ہوتا ہے یہ ان وجوہات پر باطل ہے۔

پہلی وجہ:

انہوں نے ابصار کی تعریف میں مبصر اور باصر کا ذکر لایا۔ یہ دور ہے۔

دوسری وجہ:

اگر ابصار اس انطباع کا نام ہے تو پھر ہم نقطہ ناظر کی مقدار کے علاوہ کسی کو نہ دیکھ سکیں گے کیونکہ عظیم کا انطباع صغیر میں نہیں ہو سکتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ خارج میں شئی عظیم کے ابصار کے لیے صورت صغیر، منطبعہ شرط ہے تو ہم کہیں گے شرط، مشروط کا غیر ہوتی ہے تو ابصار، صورت منطبعہ کا غیر ہوگی۔

تیسری وجہ:

ہم مرئی کو اس کے حال میں رکھتے ہیں اگر مرضی صورت منطبعہ ہے تو ہم اسے حیز و مکان میں نہ دیکھ سکیں گے ان کا کہنا عقل میں صُور معقولات منطبع ہوتیں ہیں۔ یہ بھی ضعیف ہے اس لیے عقل میں جو حرارت کی صورت مرتسم ہوتی ہے وہ ماہیت میں حرارت کے مساوی ہوگی یا نہ۔ اول صورت میں لازم آئے گا عقل تصور حرارت کے وقت حار و گرم ہو کیونکہ حار کا معنی ہی حرارت سے متصف

ہونا ہے اگر دوسری صورت ہے تو اب ذہن میں ایسی ماہیت کا ہی حصول ہوگا جو ماہیت ہوگا جو ماہیت میں حرارت کے مخالف ہے اور یہ باطل ہے۔

ان کا کہنا، آئینہ میں صورتوں کا مرتسم ہونا درست نہیں تمام فلاسفہ کا اتفاق ہے کہ صورت مرئی آئینہ میں منطبع نہیں ہوتی۔ لہٰذا غزالی کی تفصیل نہ ان کے قول کے مطابق ہے اور نہ ان کے اصولوں کے موافق، لہٰذا یہ تمام تعریفاتِ علم باطل ٹھہریں۔

علم کی مختار تعریف:

یاد رہے کسی شی کی تعریف سے عجز کبھی مطلوب میں بہت ہی زیادہ خفا کی وجہ سے ہوتا ہے اور کبھی شی کے نہایت ہی واضح و آشکار ہونے کی وجہ سے کہ اس سے کوئی زیادہ معروف شئی نہیں ہوتی جس سے اس کی تعریف کی جائے۔ تعریف علم سے عجز اس دوسری وجہ سے ہے۔ حق یہی ہے کہ ماہیتِ علم، تصور بدیہی کی شکل میں آشکار و متصور ہے۔ لہٰذا اس کی تعریف کی ضرورت ہی نہیں۔

اس پر دلیل یہ ہے کہ ہر آدمی بدیہی طور پر اپنے آپ کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ میں آسمان پہ نہیں اور نہ ہی سمندر کی تہوں میں۔ اور اسے ان اشیاء کے عالم ہونے کا علم بدیہی ہے، ان علوم سے اپنی ذات کے متصف ہونے کا علم ہے۔ ایک شئی کی دوسری شی کی طرف نسبت کرنے کا۔ عالم، بالیقین دونوں اطراف کا عالم ہوتا ہے جب اس منسوب کرنے کا علم بدیہی حاصل ہے تو ماہیت علم کا علم ضروری بھی حاصل ہوگا تو جب معاملہ یوں ہے تو علم کی تعریف محال ہے ہاں اس قدر گفتگو یہاں کافی ہے باقی تحقیقات کتب منطق میں موجود ہے۔

آٹھواں مسئلہ، علم کے مترادف الفاظ کا بیان:

علم کے مترادف الفاظ کی تعداد تیس ہے:

۱۔ ادراک۔ ملاقات و وصول، محاورہ ہے: ادرک الغلام (غلام پالیا) ادرکت الثمر (پھل حاصل ہوگیا) ارشاد الٰہی ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا:

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ — ہم تو پالیے گے۔

(پ ۱۹، الشعراء: ۶۱)

تو قوت عاقلہ، جب ماہیت معقول تک پہنچ کر اسے حاصل کر لیتی ہے تو یہ قوت اس جہت سے ادراک کہلاتی ہے۔

۲۔ شعور۔ یہ بغیر پختگی کے ادراک ہے۔ یہ قوت عاقلہ تک معلوم کے پہنچنے کا اول مرتبہ ہے گویا یہ ادراک متزلزل ہوا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے بارے میں "شعر کذا" نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ کہا جاتا ہے: یعلم کذا۔

۳۔ التصور۔ جب قوت عاقلہ معنی پالے اور تمام کا ادراک کرے تو یہ تصور ہے۔

واضح رہے تصور کا لفظ صورت سے ہے، صورت کی وضع اس حالت جسمانی کے لیے ہے جو جسم متشکل کو حاصل ہوتی ہے۔ مگر لوگوں نے جب خیال کیا کہ حقائق معلومات، قوت عاقلہ میں اس حالت پہ ہوتے ہیں جس طرح شکل وہیئت، مادہ جسمانی میں حلول کر جاتے ہیں تو انہوں نے اس تاویل کی بنا پر لفظ تصور کا اطلاق کیا ہے۔

۴۔ الحفظ۔ جب صورت عقل میں حاصل ہو کر اسی طرح خوب مستحکم اور پختہ ہو گئی کہ اگر وہ زائل ہو جائے تو قوت عاقلہ اسے واپس لے آئے اسی حالت کو حفظ کہا جاتا ہے، جب حفظ میں ضعف کے بعد تاکید و پختگی ہے تو بالیقین علم الٰہی کو حفظ نہیں کہہ سکتے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حفظ کی محتاجی کیلئے زوال کا جائز ہونا ضروری ہوتا اور یہ چیز علم الٰہی میں محال ہے تو اسے حفظ کا نام نہیں دیا جا سکتا

۵۔ التذکر۔ عقل میں صورت محفوظ جب زائل ہو جائے اور ذہن اسے لوٹانے کا ارادہ کرے تو یہ ارادہ تذکر کہلاتا ہے۔

یاد رہے لفظ تذکر میں ایک راز ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تذکر ذہن کا محو اور مٹی ہوئی صورت کو واپس لانا ہے اب اگر اس صورت کا شعور ہے تو وہ ذہن اس سے غافل ہوگا جب غافل ہے تو اس کے لوٹانے کا طالب ہونا محال اس لیے کہ جو متصور ہی نہیں۔ اسے طلب کرنا محال ہوتا ہے۔

تو دونوں صورتوں میں مذکور تذکر کی واپسی کی طلب محال ہے حالانکہ ہم اپنے اندر یہ بات پاتے ہیں کہ ہم اسی صورت کو طلب بھی کرتے ہیں اور اسے پاتے بھی ہیں۔

ان اسرار میں جب عاقل ڈوب کر خوب غور کرتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم اس تذکر کی کنہ پا ہی نہیں سکتے حالانکہ لوگوں کے ہاں یہ بڑی آشکار وظاہر شئی ہے تو ان اشیاء کے بارے میں کہا جا سکتا ہے جو عقول واذہان پہ تمام سے مخفی اور مشکل ہیں۔

۶۔ الذکر۔ صورت زائلہ کی واپسی کا جب ارادہ کیا ہو اور وہ اس طلب کے بعد لوٹ کر حاضر ہو گی تو اس وجدان کا نام ذکر ہے اب اگر پہلے ادراک کا زوال نہ ہوتا تو ایسے ادراک کو ذکر نہ کہا جاتا۔ اس لیے شاعر نے کہا:

فالله يعلم أنى لست أذكره　　　و كيف أذكره اذ لست أنساه

(تو اللہ جانتا ہے کہ میں نے اسے یاد نہیں کیا اور میں اسے یاد کروں جبکہ میں اسے بھولا ہی نہیں ہوں)۔

تو شاعر نے حصولِ نسیان کو حصول ذکر کیلئے شرط قرار دیا اور قول کو ذکر قرار دیا کیونکہ یہ نفس میں حصولِ معنی کا سبب بن رہا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ　　ہم نے قرآن کو اُتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔ (پ ۱۴، الحجر: ۹)

اہم تفسیری نکتہ:

یہاں اہم تفسیری نکتہ ہے ارشاد الٰہی ہے:

فَاذۡكُرُوۡنِىۡٓ اَذۡكُرۡكُمۡ　　تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

(پ ۲، البقرہ: ۵۲)

بندہ کیلئے یہ حکم حالت نسیان میں ہے یا زوالِ نسیان کے بعد۔

اگر اول صورت ہے تو وہ حالت نسیان میں غافل ہے تو اس حالت میں یہ حکم اسے کیسے ہو سکتا ہے اور دوسری صورت ہے تو وہ ذاکر ہے اور ذکر حاصل اور تحصیل حاصل محال تو انسان کو اس بات کا حکم کیسے دے دیا؟ اور یہی اشکال اس فرمان الٰہی کی طرف بھی متوجہ ہوتا ہے۔

فَاعۡلَمۡ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ　　جان لو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(پ ۲۶، محمد: ۱۹)

فاعلم، (یقین رکھو) میں تو جواب یہ ہے کہ یہاں حکم معرفت توحید کا ہے اور اس کا تعلق باب تصدیق سے ہے۔لہٰذا اس پر اشکال نہیں ہاں ذکر، تو تصورات میں سے ہے۔لہٰذا یہاں اشکال قوی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اپنے اندر یاد پہ قدرت پاتے ہیں۔اور جب یہ ممکن ہے تو جو کچھ تم نے بصورت اعتراض کہا یہ ضروریات میں تشکیک پیدا کر رہا ہے۔لہٰذا یہ جواب کا مستحق ہی نہیں۔ہاں یہ کہنا باقی رہ جاتا ہے کہ تذکر کی کیفیت کیا ہے۔تو ہم کہتے ہیں کہ اس کی کیفیت سے ہم آگاہ نہیں۔

ایک اور راز:

بلکہ یہاں ایک راز ہے کہ جب تم یاد و ذکر کی ماہیت جاننے سے عاجز ہو حالانکہ یہ تمہاری صفت ہے تو تمہارے لیے مذکور (اللہ تعالیٰ) کی کنہ وحقیقت سے آگاہی کیسے ممکن ہو سکتی ہے حالانکہ وہ مناسبت کے اعتبار سے تم سے سب سے دور ہے تو پاک ہے وہ ذات جس نے سب سے ظاہر کو سب سے مخفی کر دیا تاکہ اس کے ذریعے اس کی کنہ سے عاجز اور اپنی شرح کو انتہائی کوتاہ مانے اور اس کی تقادیر کے اسرار کے مطالعہ سے اس کے ظاہر و باطن کا مشاہدہ کرے۔

۷۔تفسیر معرفت میں اقوال:

المعرفت۔اس لفظ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں

۱۔ معرفت، ادراکِ جزئیات اور علم ادراکِ کلیات ہے۔

۲۔ کچھ کہتے ہیں معرفت، تصور اور علم، تصدیق ہے اور یہ عرفان کو علم سے اعظم قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں ہماری یہ تصدیق کہ تمام محسوسات کی نسبت واجب الوجود کی طرف ہے۔بداہتہً معلوم ہے۔رہا واجب کی حقیقت کا تصور وہ انسانی طاقت سے باہر ہے

دوسری بات یہ ہے کہ جب تک کسی کا وجود معلوم نہ ہوگا اس کی ماہیت، طلب ہی نہیں کی جا سکتی۔اس پر ہی کہا جاتا ہے کہ ہر عارف عالم ہوتا ہے مگر ہر عالم، عارف نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے عارف وہی شخص کہلا سکتا ہے جو علم کے میدانوں میں طاقت بشری کے مطابق مستغرق، ان کی ابتداء سے انتہاء تک اور ان کے مبادی سے غایات تک کا علم رکھنے والا ہو۔

اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت کی طاقت نہیں رکھتا اس لیے کہ اس کی ذات کی کنہ اور اس کی الوہیت راز پانا محال ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جس نے کسی شی کا ادراک کیا اور اس کا اثر اپنے اندر محفوظ کر لیا پھر اس شی کو اس نے دوبارہ جان کر معلوم کر لیا یہ وہ پہلی ہی چیز ہے جس کا ادراک ہوا تھا اسے معرفت کہا جاتا ہے مثلاً کہا جاتا ہے: میں نے اس آدمی کو پہچان لیا، یہ وہی ہے جسے میں نے فلاں موقع پر دیکھا تھا۔

کچھ لوگ ارواح کو قدیم، کچھ انہیں ابدان سے مقدم مان کر کہتے ہیں۔ انہیں جب صُلب آدم علیہ السلام سے نکالا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت اور ربوبیت کا اعتراف و اقرار کیا۔ جب ان کا ظلماتی بدن سے تعلق بنا تو یہ اپنے مولیٰ کو بھول گئیں تو جب انہوں نے ظلمت بدن اور جسم کی کھائی سے نجات پائی تو انہوں نے اپنے رب کی معرفت پائی اور انہیں معلوم ہو گیا کہ ہم اس کی عارف تھیں تو بالیقین اسی ادراک کو عرفان کہا جاتا ہے۔

۸۔ الفہم۔ شئ کا الفاظ مخاطب سے تصور۔ افہام فہم سامع تک معنی کا لفظ کے ساتھ اتصال ہے۔

۹۔ الفقہ۔ کسی کے خطاب کی غرض کا علم، جب کوئی کسی کی غرض وغایت پالیتا ہے تو کہتا ہے:

فقهت كلامك — میں نے تمہارا کلام سمجھ لیا ہے۔

کفار قریش صاحب شبہات وخواہشات تھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں منافع عظیمہ سے واقف نہ ہو پائے تو ارشاد الٰہی ہوا:

لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا — کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے۔

(پ ۱۶، الکہف: ۹۳)

یعنی وہ مقصود اصلی اور غرض حقیقی سے آگاہ نہ ہوئے۔

۱۰۔ العقل۔ یہ صفات اشیاء مثلاً حسن وقبح اور کامل وناقص کا علم ہے، جب تمہیں ان اشیاء میں موجود منافع اور خسارہ کا علم ہوگا تو ان میں موجود نفع اسے بجالانے کا داعی وسبب بن جائے گا، اسی طرح اگر ان میں ضرر رسانی ہے تو وہ اس کے ترک کا داعی وسبب ہوگا تو یہ علم بھی فعل سے مانع اور کبھی اس کے ترک سے مانع ٹھہرا تو یہی علم، عقال ناقہ (اونٹنی کی نکیل) کی طرح قرار پایا، اسی لیے جب کسی صالح سے عقل کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا اشیاء کے خیر وشر کا علم ہے پوچھا عاقل کون؟ فرمایا:

مَنْ عَقَلَ عَنِ اللهِ اَمْرَهٗ وَنَهْيَهٗ — جو اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی پہ رک جائے۔

اس کے مقام کے لائق یہی گفتگو ہے۔ تفصیل ان شاء اللہ اپنے اپنے مقام پر آئے گی۔

۱۱۔ الدرایۃ۔ جو کسی حیلہ وطریقہ سے معرفت حاصل ہو، یہ مقدمات کی تقدیم اور استعمال رؤیت ہے۔ اس کی اصل دریت الصید والدریۃ۔ ہے کیونکہ اس سے نشانہ کا علم ہوتا ہے، ذریعہ اصلاح شعر کو مدری کہا جاتا ہے اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا فکر وحیلہ کرنا محال ہے۔

۱۲۔ الحکمۃ۔ یہ ہر خوبصورت علم اور عمل صالح کا نام ہے۔ یہ علم عملی بھی نظری علم سے خاص ہے اس کا استعمال بجائے علم کے عمل میں زیادہ ہے۔ پختہ عمل کو کہا جاتا ہے: أحکم العمل احکاما، حکم بکذا احکماً، اللہ تعالیٰ کی حکمت سے مراد یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کیلئے دنیاوی اور اُخروی نفع پیدا کر دیا ہے اور بندوں کی حکمت بھی یہی ہے۔

حکمت کی تعریف:

تعریف حکمت مختلف الفاظ سے کی گئی ہے، مثلاً

۱۔ مَعْرِفَةُ الْاَشْيَاءِ بِحَقَائِقِهَا — اشیاء کو ان کے حقائق کے ساتھ جاننا

اس میں یہ اشارہ ہے کہ ادراکِ جزئیات بڑا کمال نہیں کیونکہ یہ ادراکات بدل جاتے ہیں البتہ ادراکِ ماہیت تبدیل وتغیر سے محفوظ رہتا ہے۔

۲۔ اَلْاِتْيَانُ بِالْفِعْلِ الَّذِیْ عَاقِبَتُهٗ مَحْمُوْدَةٌ — اس فعل کو بجالانا جس کا انجام اچھا ہو۔

۳۔ اَلْاِقْتِدَاءُ بِالْخَالِقِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی فِی السِّيَاسَةِ بِقَدْرِ الطَّاقَةِ الْبَشَرِيَّةِ — بقدر طاقت انسانی اپنے خالق کی تدبیر کی اقتدا کرنا۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کے علم کو جہالت سے، اس کے فعل کو ظلم سے، اس کی سخاوت کو بخل سے اور اس کے حلم کو سفہ سے پاک مانے۔

۱۳۔ علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔ اہل علم کے نزدیک یقین یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ شئی یوں ہی ہے اور اس کا خلاف محال ہے تو اب اس اعتقاد کا سبب بداہت فطرت ہوگا یا عقل۔

۱۴۔ الذھن۔ نفس کی قوت جو غیر حاصل کو، حاصل کرلے، تفصیل کچھ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کو تحقیق وعلم اشیاء سے خالی پیدا کیا، ارشاد الٰہی ہے:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا — اور اللہ نے تمہیں ماؤوں کے بطن سے اس طرح نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔

(پ ۱۴، النحل: ۷۸)

اللہ تعالیٰ نے چونکہ اسے اپنی عبادت وطاعت کیلئے پیدا کیا، فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ — میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف عبادت کیلئے پیدا کیا۔

(پ ۲۷، الذریات: ۵۶)

اور طاعت کیلئے علم شرط ہے، دوسرے مقام پہ فرمایا:

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ — میرے ذکر کیلئے نماز قائم کرو۔

(پ ۱۶، طہٰ: ۱۴)

تو واضح ہوگیا حکمِ طاعت کی غرض علم ہے تو علم کا ہر حال میں ہونا ضروری قرار پایا۔ تو ضروری تھا نفس ان معارف وعلوم کے حصول پر قادر ہو تو اللہ تعالیٰ نے اسے حواس عطا فرمائے جو ان کے حصول پر اس کے معاون بن جائیں، سماعت کے بارے میں فرمان ہے:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ — اور اسے دو اُبھری ہوئی چیزوں کی راہ بتائی۔

(پ ۳۰، البلد: ۱۰)

بصر کے بارے میں ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْ اَنْفُسِهِمْ — ہم عنقریب اپنی اپنی نشانیاں دکھائیں گے آفاق میں اور ان کے نفوس میں۔

(پ ۲۵، فصلت: ۵۳)

فکر کے حوالہ سے فرمایا:

وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ — اور خود تم میں تو کیا سوجھتا نہیں تمہیں۔

(پ ۲۶، الذاریات: ۲۱)

جب یہ قویٰ معاون بنتے ہیں تو جاہل روح، عالم بن جاتی ہے، اس ارشادِ باری تعالیٰ کا یہی مفہوم ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ — رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔

(پ ۲۷، الرحمٰن: ۲)

حاصل یہ ہے کہ ان معارف کے حصول کی نفس استعداد، ذہن ہے۔

۱۵۔ الفکر۔ روح کا تصدیقات موجودہ سے تصدیقات متحضرہ کی طرف منتقل ہونا ہے، بعض محققین نے کہا: فکر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مسلسل اس سے نزول علوم کے بارے میں تضرع کرتی ہے۔

۱۶۔ الحدس۔ فکر کا عمل تب تام ہوتا ہے کہ وہ مجہول کے اطراف کے درمیان نسبت کو پالے تاکہ نسبت غیر معلوم معلوم ہو جائے۔ اس لیے کہ نفس، حالت جہالت میں گویا تاریکی میں کھڑا ہے اس کے چلانے کیلئے کسی قائد کی ضرورت ہے۔ جو طرفین کے درمیان میں ہے اور اسے ان دونوں کے ساتھ خصوصی نسبت ہے تو ان دونوں کی طرف نسبت سے دو مقدمے سامنے آئیں گے تو ہر مجہول وغیرہ کا علم دو معلوم مقدمات کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ دو مقدمات دو گواہوں کی طرح ہیں۔

شرع میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے اسی طرح عقل میں دو گواہ لازم ہیں اور یہی مقدمات آدمی کو نتیجہ تک پہنچا دیتے ہیں تو نفس کی اس متوسط کو پانے کی استعداد حدس کہلاتی ہے۔

۱۷۔ الذکاء۔ یہ حدس کی شدت، کمال اور انتہائی درجہ پر ہوتا ہے، اس لیے کہ ذکاء فیصلہ کر گزرنا اور حق کو جلدی پالینا ہے۔ اس کا اصل ہے ذکت النار (آگ کا خوب جلنا) ذکت الریح (ہوا کا تیز چلنا) شاۃ مذکاۃ (تیز چھری سے ذبح بکری)۔

۱۸۔ الفطنۃ۔ اشارہ کردہ بات کو پالینا۔ یہی وجہ ہے اس کا استعمال اکثر حوائج اور رموز کے لیے ہوتا ہے۔

۱۹۔ الخاطر۔ حصول دلیل کی طرف نفس کا حرکت کرنا۔ حقیقت میں وہ معلوم ہی دل میں خاطر اور نفس میں حاضر ہوتا ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: یہ میرے بعد آیا ہے چونکہ نفس اس معنی خاطر کا محل ہوتا ہے اس لیے اسے خاطر کہا تو یہ حال کا محل پر اطلاق ہے۔

۲۰۔ الوہم۔ اعتقادِ مرجوح۔ بعض اوقات اشخاص جزئیہ جسمانیہ کے غیر محسوس اُمور جزئیہ کے حکم کو وہم کہا جاتا ہے، مثلاً خلوص ماں پر عیب اور موذی پر عداوت کا حکم لگانا۔

۲۱۔ الظن۔ اعتقادِ راجح۔ جب قبول اعتقاد، قوت و ضعف کی وجہ سے منضبط نہیں ہی طرح مراتب ظن کا بھی حال ہے اس لیے اس کی تعریف یوں کی جاتی ہے قلبی اعتقاد کی دونوں اطراف میں سے ایک کا راجح ہونا اور دوسری طرف کا جواز ہو۔ پھر ظن پر جو قوت میں متناہی ہے علم کا اطلاق ہوتا ہے لہٰذا ظن کا بھی علم پر اطلاق ہوگا جس طرح بعض مفسرین نے اس ارشاد الٰہی کے تحت کہا:

اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ وہ لوگ جنہیں اپنے رب کی ملاقات کا یقین تھا۔

(پ ۱، البقرۃ:۴۶)

ظن کے اطلاقِ علم پر انہوں نے دو وجہ ذکر کی ہیں:

۱۔ اس پر توجہ دلانا ہے کہ اکثر لوگوں کا دنیاوی علم، اُخروی علم کی نسبت اس طرح ہے جیسے ظن مشابہ علم۔

۲۔ علم حقیقی دنیا میں فقط انبیاء اور صدیقین کو حاصل ہوتا ہے، جس کا ذکر اس آیت میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وہ جو ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر پھر تردد کا شکار نہ ہوئے۔

(پ ۲۶، الحجرات:۱۵)

یاد رہے اگر ظن، قوی دلیل کی بنا پر ہے تو اسے قبول اور قابلِ تعریف قرار دیا جائے گا، اس علم کے احوال کا اکثر مدار اسی پر ہے اور اگر دلیل کمزور ہے تو اس کی مذمت ہوگی، ارشادِ الٰہی ہے:

اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا بیشک گمان حق کو کوئی کام نہیں دیتا۔

(پ ۲۷، النجم:۲۸)

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ بعض گمان گناہ ہے۔

(پ ۲۴، الحجرات:۱۲)

۲۲۔ الخیال۔ غیبت کے بعد محسوس کی صورتِ باقی کا نام ہے۔ خواب اور بیداری میں اس صورت کو خیال کہا جاتا ہے محاورہ ہے۔ الطیف الوارد من صورۃ المحبوب خیالاً۔ ہاں طیف صرف حالت نیند ہی کی صورت کا نام ہوگا۔

۲۳۔ البداہت۔ ابتداً نفس میں بلا فکر حصول کا نام ہے، مثلاً ہمیں یہ علم ہے۔ واحد، دو کا نصف ہے۔

۲۴۔ الاولیات۔ یہ بھی بعینہ بدیہات ہیں۔ اس نام کی وجہ یہ ہے کہ ذہن اولاً ہی محمول قضیہ موضوع کے ساتھ لاحق ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی واسطہ نہیں ہوتا اور جو دوسری شئی کے توسط سے ہے وہ متوسط ہی اولاً محمول ہوتا ہے۔

۲۵۔ الروّیۃ۔ فکر کثیر کے بعد حاصل معرفت ہے اور یہ روی سے مشتق ہے۔

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ — عقل مند وہی ہے جو اپنے نفس کو سمجھے اور موت کے بعد کی تیاری کرے۔

اس لیے کہ موت کے بعد انسان کو جو خبر ملتی ہے اس سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں۔

۲۷۔ الخبرۃ۔ بطریق تجربہ حصول معرفت۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وجدت الناس أخبر تقلہ۔ عرب کا قول ناقۃ خبرۃ۔ (عمدہ دودھ والی) گویا خبر عمدہ معرفت۔ یہ بھی ممکن ہے جملہ اس کی عمدگی پر دال ہو۔

۲۸۔ الرأی۔ ان مقدمات میں دل کا احاطہ جن سے مطلوب کی امید ہو، کبھی نتیجہ خبر قضیہ کو رائی کہہ دیا جاتا ہے۔ رائے، فکر کیلئے صانع کے آلہ طرح ہے، اس لیے محاورہ ہے:

ایاك والرأی الفطیر۔ دع الرای نصب — رائے ترک کر کے صواب پالو۔

۲۹۔ الفراسۃ۔ خلق ظاہر سے خلق باطن پہ استدلال۔ اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ استدلال کے صدق پہ توجہ دلائی ہے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ — بیشک اس میں فراست والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ (پ ۱۴، الحجر: ۷۵)

تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ — تم ان کی پیشانیوں سے انہیں پہچان لو گے۔ (پ ۳، البقرۃ: ۲۷۳)

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ — اور ضرور تم انہیں بات کے اسلوب سے پہچان لو گے۔ (پ ۲۶ محمد: ۳۰)

یہ فرس السبع الشاۃ (بکری کو درندے نے اچک لیا) سے ہے۔ گویا فراست، معرفت کا اُچک لینا ہے۔

اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ انسان کے دل میں بلا سبب بات آجاتی ہے یہ الہام بلکہ وحی کی قسم ہے، اسی بات کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں مراد لیا ہے:

اِنَّ فِیْ اُمَّتِیْ لَمُحَدَّثِیْنَ وَاِنَّ عُمَرَ لَمِنْهُمْ — میری اُمت میں سے کچھ الہام پاتے ہیں اور عمر ان میں سے ہیں۔

[illegible] بات ڈالنا کہا گیا ہے۔

دوسری فراست کی صورت سیکھی گئی ہوتی ہے اور وہ اشکال ظاہرہ سے اخلاق باطنہ پر استدلال ہے، اہلِ معرفت نے ارشادِ الٰہی:

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَیَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ
تو کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اس پر اللہ کی طرف سے گواہ آئے۔

(پ ۱۲، ہود: ۱۷)

کے تحت کہا ہے: بینۃ۔ قسم اول ہے جو صفائی جوہر روح کی طرف اشارہ ہے اور شاہد۔ دوسری قسم ہے جو اشکال سے احوال پر استدلال ہے۔

نواں مسئلہ:

اللہ تعالیٰ پر معلم کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ارشاد الٰہی وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا، اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ، کی اس پر دلالت نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو معلم کہا جائے کیونکہ لفظ معلم جس طرح متعارف ہے کہ جو تعلیم و تلقین سے حاصل کرے اس حوالہ سے اس کا اطلاق اللہ پہ محال ہے۔ جیسے مدرس کو ہر حال میں معلم نہیں کہا جاتا حتیٰ کہ اگر کسی نے متعلمین کیلئے وصیت کی تو اس میں مدرس شامل نہ ہوگا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی بغیر کسی قید معلم نہیں کہا جا سکتا اگر یہ معروف معنی نہ ہوتا تو معلم کا اطلاق اللہ تعالیٰ پہ خوبصورت بلکہ لازم تھا کہ صرف اس کے کیلئے ہی یہ لفظ استعمال ہو۔ اس لیے کہ معلم وہ ہوتا ہے جو دوسرے میں علم پیدا کر دے اور یہ قوت و قدرت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

حسن ترتیب

باب ۳

حصہ دوم

برکات سیرتِ میلاد

حضور اقدس ﷺ کے ایک وفادار اُمتی کے لیے ارمغانِ محبت ہے جس میں محبت واطاعت کے حوالے سے نہایت اہم مواد موجود ہے اس ایک کتاب کا مطالعہ بہت ساری کتابوں سے بے نیاز کردے گا تقریروں اور تحریروں کا حسین گلدستہ ۔۔۔ گویا عقیدت ومحبت کا دریا رواں ہے۔ اُردو اور انگریزی مقالات کا مجموعہ۔ نئی نسل کے لیے خاص تحفہ۔ کل صفحات: ۳۲۰ + ۶۴ = ۳۸۴ قیمت: ۴۵۰ روپے

تحفظ ناموس رسالت ﷺ

تحفظِ مقامِ مصطفےٰ ﷺ کے حوالے سے مستند علمی و تحقیقی ضخیم اور جامع خصوصی اشاعت۔ چودہ صدیوں کا سفر اُمت مسلمہ نے کیسے طے کیا؟ جانثارانِ رسالت کی روح پرور داستان۔ اپنے موضوع پر قرآن وحدیث کی تعلیمات کا خلاصہ ونچوڑ۔ صفحات ۱۲۰۴۔ قیمت ۱۲۰۰ روپے

مولودِ کعبہ نمبر

حضور مولائے مرتضیٰ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت بابرکت میں عقیدت ومحبت کا ایک حسین ارمغان۔ ایک ایسی کتاب جس کا مطالعہ دلوں کو محبت کے لئے مختص کردے۔ صحابہ و اہل بیت اور اولیاء وصلحاء کے مسلک ومشرب کا آئینہ۔ صفحات: ۴۰۴۔ قیمت: ۵۰۰ روپے

عظیم الشان تاجدار بریلی نمبر

مجلہ "انوارِ رضا" جوہر آباد کا اہم تاریخی عظیم الشان "تاجدار بریلی نمبر" ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا تھا۔ جو اُردو اور انگریزی زبان میں ایک اہم دستاویز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے احوال وآثار، علمی منصب ومقام اور تحقیقی کمالات کے بیان میں منفرد کتاب ہے۔ (اسٹاک محدود ہے) صفحات ۵۱۲۔ قیمت ۵۰۰ روپے۔

حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمن نمبر

عصر حاضر میں تصوف وطریقت کی اہم روحانی شخصیت۔ جنہوں نے خطے میں تحریک نقشبندیت کو از سر نو ایک خاص آہنگ کے ساتھ دوام بخشا۔ جو شریعت وطریقت کا حسین امتزاج علم وعمل کا سنگم تھے۔ حضرت اخندزادہ پیر سیف الرحمن ارچی خراسانی کی زندگی میں ان کے کام کے حوالے سے چھپنے والی اہم دستاویز۔ اسٹاک محدود۔ صفحات ۵۴۴۔ قیمت: ۱۰۰۰ روپے۔

موت سے ایصال ثواب تک

زندوں پر مرنے والوں کے حقوق جیسے حساس اور اہم موضوع پر ایک لاجواب تحقیق۔ موت سے ایصالِ ثواب تک جو ہر گھر ہی نہیں بلکہ ہر فرد کی ضرورت ہے مقدر یاوری کرے تو اس کا مطالعہ ضرور کریں دارین میں بھلا ہوگا۔ صفحات: ۲۲۸ قیمت: ۳۰۰ روپے۔

عارف ربانی پروفیسر محمد الیاس برنی نمبر

تحفظ عقیدۂ ختم نبوت کے لیے گراں قدر علمی وتحقیقی خدمات سرانجام دینے والے عظیم قلمی مجاہد اسلام کے احوال وآثار، افکار ونظریات، عقائد ومعمولات کے حوالے سے ایک ایمان افروز دستاویز ہے۔ جس کا مطالعہ فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے اہمیت کا حامل ہے۔ اسٹاک محدود ہے۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت: ۵۰۰ روپے

حضرت طارق سلطانپوری نمبر

فن تاریخ گوئی کے حوالے سے برصغیر کے نامور قادر الکلام شاعر حضرت علامہ محمد عبد القیوم طارق سلطانپوری کے لئے اعترافیہ دستاویز جو ان کی حیات (۲۰۰۹ء) ہی میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئی۔ اردو ادب میں بہترین اضافہ ہے یہ صرف سوانحی خاکہ ہی نہیں بلکہ تاریخ گوئی کے باب میں منفرد حیثیت کی حامل دستاویز ہے۔ جو طلباء واساتذہ کے لئے نعمت ہے۔ اسٹاک محدود۔ صفحات: ۴۵۶۔ قیمت: ۵۰۰

انوارِ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

نامور محقق و مصنف جناب ڈاکٹر حافظ سعد اللہ کے علم افروز اور روح پرور چودہ مقالات کا حسین و جمیل مجموعہ ہے۔ جو اللہ کے فضل سے اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے۔ اساتذہ، طلباء علماء و فضلا بلکہ قوم کے ہر فرد کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ فاضل مصنف نے زندگی بھر کے مطالعہ کا خلاصہ اور نچوڑ ان مقالات میں پیش کر دیا ہے۔ صفحات: ۳۶۸۔ قیمت: ۵۰۰ روپے

سیّدنا امام حسین علیہ السلام نمبر

شہزادہ رسول جگر گوشہ سیدہ بتول حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کے فضائل و مناقب آپ کی عزیمت و استقامت اور حق پر ڈٹ کر آپ کی عظیم قربانی کی داستان۔ حرف حرف روشنی ہے اور سطر سطر اُجالے بانٹ رہی ہے۔ دینی رسائل و جرائد کی تاریخ میں منفرد خصوصی اشاعت۔ صفحات: ۳۳۶۔ قیمت: ۴۰۰ روپے

شانِ حبیب الرحمٰن

قرآن حکیم کی روشنی میں عظمت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موضوع پر مقبول کتاب ہے جس کا مطالعہ حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے باب وا کر دیتا ہے۔ ایک عالم باعمل کی تحقیق اور ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلم سے محبت کی داستان ہے۔

صفحات: ۳۵۲۔ قیمت: ۴۰۰ روپے
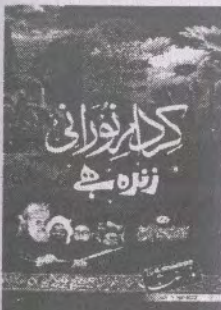
حضرت قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ میں ان پر لکھے اور پڑھے گئے اعترافیہ منظوم و منثور کالموں، مضامین، مقالات، مناقب کا حسین گلدستہ۔ اس میں خطباتِ استقبالیہ بھی شامل ہیں۔ موجودہ عہد کے تنظیمی و تحریکی کام کرنے کے شائقین کے لئے راہنما کتاب ہے۔ صفحات: ۲۷۲۔ قیمت: ۴۰۰ روپے۔

مبلغ اعظم سفیر اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر پونے دو لاکھ غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ وہ تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک ختم نبوت ۵۳، تحریک پاکستان کے عظیم مجاہد راہنما تھے۔ امام احمد رضا بریلوی کے خلیفۂ مجاز اور قائد اعظم محمد علی جناح کے رفیق سفر تھے بلکہ بانیٔ پاکستان کے معتمد دینی مرجع اور قائد اہل سنت کے والد گرامی تھے۔ آپ کی داستانِ حیات۔ اردو انگریزی ۵۰۰ سے زائد صفحات، اہم تصاویر۔ قیمت: ۶۰۰ روپے۔
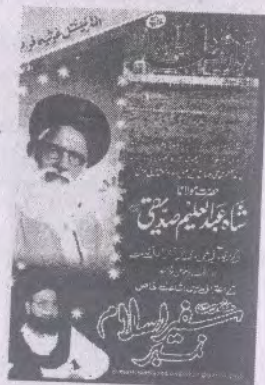
حضرت قائد اہل سنت "مولانا شاہ احمد نورانی کے ۱۸ روح پرور معلومات افروز اور تاریخی مواعظِ حسنہ کا حسین گلدستہ ہے۔ خصوصاً وہ خطاب اس کتاب کا حصہ ہے جس میں دستور پاکستان کے حوالے سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر خاص اہتمام سے نشر کیا گیا تھا۔ آئینی سمجھوتہ۔ دستوری سمجھوتہ پر نقد و نظر گویا یہ ہمارے ملکی سیاست میں خاص اہمیت کا حامل خطبہ ہے۔ اہم تصاویر بھی شامل ہیں۔ امپورٹڈ پیپر۔ صفحات: ۲۸۰ قیمت: ۴۰۰ روپے

سیاسی شعور کی بیداری اور فکری ارتقاء کے لئے ایک ایسی دستاویز ہے جس کا مطالعہ نو آموز سیاست دانوں کے لئے عظیم راہنما بلکہ استاد کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ کتاب مولانا شاہ احمد نورانی کے نور بصیرت کی محکم دلیل و برہان ہے۔ ملکی اور عالمی بدلتے حالات میں قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کے سیاسی تجزیے و تبصرے ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے قارئین کے لئے بہترین منصرہے۔ صفحات: ۳۶۸ قیمت: ۵۰۰ روپے۔

افکار نورانی نمبر

مختلف اوقات میں کیئے گئے مولانا شاہ احمد نورانی کے انٹرویوز کا مجموعہ ہے گویا یہ کتاب ملکی سیاست کے اتار چڑھاؤ کی شہادت ہے اور ایک بالغ نظر دینی و سیاسی رہنما کے محسوسات کی گواہی ہے۔ صفحات: ۴۰۰۔ قیمت ۵۰۰ روپے
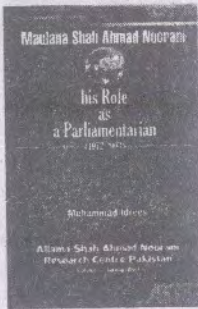
پارلیمنٹ میں مولانا شاہ احمد نورانی کا کردار (۱۹۷۲-۲۰۰۳ء) کے موضوع پر محترم محمد ادریس نے تحقیقی مقالہ لکھا جس پر انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد نے ایم فل کی ڈگری آلاٹ کی ہے۔ انگریزی زبان میں اس اہم دستاویز کو بین الاقوامی معیار پر شائع کیا گیا ہے۔ صفحات: ۲۰۴۔ قیمت: ۳۵۰ روپے

میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نمبر

حضور رحمت عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے جشن ولادت باسعادت کے موضوع پر ایک اہم علم افروز تحقیقی دستاویز۔۔۔۔۔جس کا مطالعہ ہر سطح کے قارئین کے لئے روح پرور اور معلومات افزا ہے اس اشاعت خاص کو درس گاہوں، لائبریری اور ہر اہل محبت کے پاس موجود رہنا چاہیے۔ علماء و طلباء، عوام و خواص، سب کے لئے یکساں مفید ہے۔ صفحات: ۷۳۶۔ قیمت: ۸۵۰ روپے۔

سالانہ نورانی ڈائری

۲۰۰۵ء سے اب تک ۲۰۱۷ء تک ہر سال مسلسل شائع ہونے والی "نورانی ڈائری"۔ عصر حاضر میں شائع ہونے والی تمام ڈائریوں میں منفرد مقام کی حامل ہے جس میں تین تقویمات (ہجری، شمسی اور بکرمی) کے علاوہ اہم تہواروں اور ہر روز کی خصوصیات درج ہیں روزانہ ایک منتخب شعر، حدیث مبارکہ اور کسی منفرد راہنمائی کے ساتھ زندگی کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے راہنماؤں کے رابطہ نمبرز بھی موجود ہیں۔ امپوٹیڈ پیپر اعلیٰ معیارِ طباعت: ہر صفحہ ڈیزائن شدہ۔ قیمت: ۵۰۰ روپے۔

اشاعتِ خاص

خانقاہ جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم
ترنول میں منعقدہ تاریخی
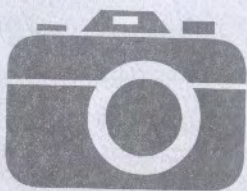
ابلاغیات
کیمرہ کی آنکھ میں

مرتب

ملک محبوب الرسول قادری

انٹرنیشنل غوثیہ فورم

مشائخ کرام......اور علماء کرام کا ایک گوشہ

دستار بندی اور جُبّہ پوشی کا محفوظ لمحہ
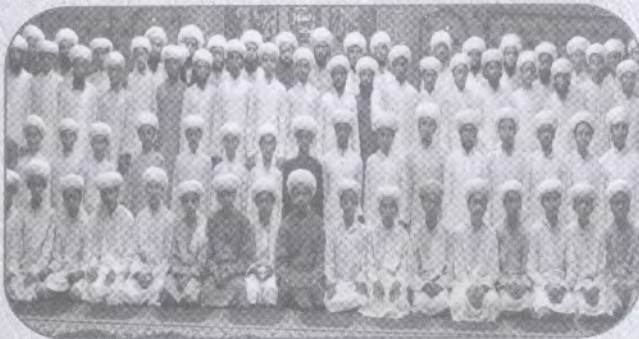
طلباء کرام کا گروپ فوٹو

علامہ قاری زوار بہادر، مفتی محمد صدیق ہزاروی
صاحبزادہ عبدالمصطفےٰ ہزاروی اور علماء کرام اسٹیج پر

شیخ الحدیث استاذ العلماء مولانا محمد سلیمان رضوی درس حدیث دیتے ہوئے

حضرت پیر حسین الدین، مفکر اسلام علامہ سید ریاض حسین شاہ، مفتی منیب الرحمٰن
مولانا محمد منشا تابش قصوری، مولانا اسحاق ظفر

کانفرنس کے موقع پر نمازِ عشاء کا منظر
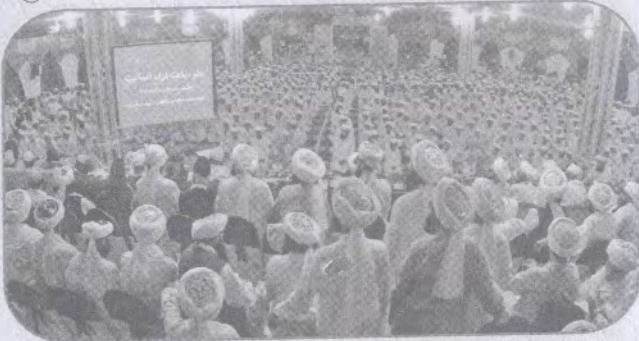
کانفرنس کا نقطۂ عروج

دستار بندی کا منظر

مقتدر علماء کرام کانفرنس میں شریک

علم باعث شرف انسانیت کانفرنس کے اسٹیج کا ایک منظر

پیر آف چورہ شریف حضرت، پیر سعادت علی چوراہی، ملک محبوب الرسول قادری
مولانا غلام محی... الوی اور دیگر

آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول اسلام آباد ملتان میں ایمان افروز اجتماع

دستار بندی اور جُبّہ پوشی کا منظر

مولانا غلام محمد رضوی، پیر سیّد حسین الدین شاہ، علامہ سید ریاض حسین شاہ،

حضرت صاحبزادہ پیر وفیسر محبوب حسین بیربلوی اور علماء مشائخ کے ساتھ
میزبان پروگرام ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی

علامہ سید ریاض حسین شاہ، پیر شمس الدین گولڑوی، مفتی منیب الرحمٰن،
علامہ محمد نعیم جاوید نوری محمدی سیفی اور دیگر

علم باعث شرف انسانیت کے روح پرور اسٹیج پر اتحاد اھل سنت کا منظر نامہ

علم ہی وہ عظیم نعمت ہے، جس کو وجہ فضیلت قرار دیا گیا ہے، محبوب الرسول قادری

فروغِ علم کے سلسلہ میں معاشرے اور سماج کے ہر گوشے میں چراغ روشن کیے جائیں

جوہرآباد (نمائندہ پاکستان) انٹرنیشنل غوثیہ فورم کے چیئرمین مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا ہے کہ علم ہی وہ عظیم نعمت ہے، جس کو وجہ فضیلت قرار دے کر اللہ رب العالمین نے انسان کو دیگر مخلوقات سے افضل و اشرف بنایا لہٰذا اس نعمت کی قدر کرنا اور اس کے ساتھ وابستہ رہنا ہی انسانیت کا (بقیہ نمبر 29 صفحہ 15 پر)

مستحکم پاکستان کیلئے ہر شخص کو کردار ادا کرنا ہوگا: سرفراز سیفی

جوہرآباد (نامہ نگار) نقشبندیہ سیفیہ کے نامور شیخ طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی نے کہا ہے کہ مسلمان کی متاعِ عزیز ایمان ہے اس کی حفاظت ہر مسلمان کو سب سے زیادہ ہمیشہ عزیز رہنی چاہئے۔ پاکستان کو بچانے اور اس کو مضبوط و مستحکم بنانے کیلئے ہم سب کو سیسہ پلائی دیوار کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ وہ جوہرآباد میں اسلامک میڈیا کی فکری نشست میں گفتگو کر رہے تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ اسلام دشمن قوتیں ہمیں جہالت کی موت مارنا چاہتی ہیں، دل زندہ ہونے سے انسان کو حیات جاودانی ملتی ہے۔

بقیہ | اظہار خیال | 29

تقاضہ ہے۔ وہ انوارِ رضا کے شوریٰ اراکین میٹنگ میں اظہارِ خیال کر رہے تھے۔ جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ''علم باعث شرف انسانیت'' کے عنوان سے ایک علمی و تحقیقی، فکری و اعتقادی اور گرانقدر معلوماتی ہمہ جہت اشاعت خاص اگست کے وسط تک منظر عام پر لائی جائے گی اور اس کی تکمیل کیلئے شش جہاتی جدوجہد کا آغاز کر دیا گیا۔ ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ اللہ نے تمام انبیاء و مرسلین بالخصوص تاجدارِ ختم نبوت حضور احمد مجتبیٰ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو معلم کائنات کا خلعت عطا کیا۔ ان پر پہلی وحی میں پڑھنے کا امر فرمایا گیا۔ حضورؐ نے دس بچے پڑھا دینے پر زندگی بھر کے لئے غلام بنا لئے گئے قیدیوں کو آزاد کرنے کا پروانہ عطا کیا۔ اجلاس نے فیصلہ کیا کہ ''علم باعث شرف انسانیت نمبر'' میں اہل علم و دانش، محققین، علمائے قدیم و علمائے جدید، ماہرین تعلیم و تدریس اور نصابیات کے حوالے سے روح پرور تحریریں اور رشحات قلم مجتمع کیے جائیں گے

اسلام آباد (اپنے رپورٹر سے) انٹرنیشنل غوثیہ فورم کے چیئرمین مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا ہے کہ علم ہی وہ عظیم نعمت ہے جس کی وجہ سے انسان کو دیگر مخلوقات سے افضل قرار دیا گیا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ علم کے فروغ کیلئے کوششیں تیز کی جائیں گی اور اس حوالے سے اشاعت خاص آئندہ ماہ کے وسط تک منظر عام پر لائی جائے گی۔

علم کے بغیر کوئی معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا، مولانا محبوب الرسول

اسلام آباد (نامہ نگار) انٹرنیشنل غوثیہ فورم کے چیئرمین مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا ہے کہ علم ہی وہ عظیم نعمت ہے جس کو وجہ فضیلت قرار دے کر اللہ رب العالمین نے انسانوں کو دیگر مخلوقات سے افضل واشرف بنایا لہذا اس نعمت کی قدر کرنا اور اس کے ساتھ وابستہ رہنا ہی انسانیت کا تقاضا ہے۔ وہ گزشتہ روز انوار رضا کی شوریٰ اراکین میٹنگ میں اظہار خیال کر رہے تھے۔

تصوف اسلام کی پریکٹیکل لائف کا منظر نامہ پیش کرتا ہے' ڈاکٹر محمد سرفراز

جوہر آباد (نمائندہ جنگ) پیر طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز نے محبوب الرسول' پیر قطب الحق' ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن' مفتی منیب الرحمٰن ودیگر سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ خانقاہی نظام میں علمی فقدان نے حقیقی تصوف اسلامی کو بدنام کرکے رکھ دیا ہے اس پر انتہا پسندوں نے جلتی پہ تیل کا کام کر دیا ہے۔ یہ طبقات روح اسلام سے نا آشنا اور حکمت کے تقاضوں سے بے بہرہ ہیں۔ تصوف اسلام کی پریکٹیکل لائف کا منظر نامہ پیش کرتا ہے۔

مسلمان کی متاعِ عزیز ایمان ہے اس کی حفاظت ہمیشہ عزیز رہنی چاہیے، محمد سرفراز محمدی سیفی

ہمارے اکابر نے پاکستان بھی اسی مقصد کے لئے حاصل کیا تھا۔ فکری نشست میں گفتگو

جوہر آباد (نمائندہ پاکستان) پاکستان میں طریقت کے سلسلہ نقشبندیہ سیفیہ کے نامور شیخ طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی نے کہا ہے کہ مسلمان کی متاع عزیز ایمان ہے اس کی حفاظت ہر مسلمان کو سب سے زیادہ ہمیشہ عزیز رہنی چاہیے۔ ہمارے اکابر نے پاکستان بھی اسی مقصد کے لئے حاصل کیا تھا۔ آج پاکستان کو بچانے اور اس کو مضبوط و مستحکم بنانے کیلئے ہم سب کو سیسہ پلائی دیوار کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ وہ (بقیہ نمبر 28 صفحہ 15 پر)

جوہر آباد میں اسلامک میڈیا کی ایک فکری نشست میں گفتگو کر رہے تھے۔

آیاتِ شفاء

قرآنِ مجید کی مندرجہ ذیل آیات کو آیاتِ شفاء کہا جاتا ہے۔ یہ آیات حصولِ شفاء کے لیے بہت مفید ہیں بشرطیکہ ان آیات کو بارگاہ رب العزت میں خلوص سے پڑھا جائے۔ اگر کوئی مریض ہو تو ان آیات کو ۱۱ مرتبہ پڑھ کر پانی دم کر کے پلایا جائے اور یہ عمل گیارہ یوم تک کیا جائے۔ شروع میں بسم اللہ شریف اور تین بار سورت فاتحہ پڑھی جائے۔ اگر یہ نہ کیا جا سکے تو پھر ان آیات کو بسم اللہ اور سورت فاتحہ کے ساتھ چینی کی رکابی پر لکھ کر پانی سے دھو کر مریض کو پلائیں ان شاء اللہ بہت جلد صحت یابی حاصل ہو گی۔

۱- وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ

۲- يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○

۳- يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ○

۴- وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○

۵- اَلَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ○ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ○ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○

۶- قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ

علم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر مخلوقات سے افضل بنایا

فروغ علم کے سلسلے میں معاشرے کے ہر گوشے میں چراغ روشن کئے جائیں: مولانا محبوب الرسول

راولپنڈی (نوائے وقت رپورٹ) انٹرنیشنل غوثیہ فورم کے چیئرمین مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا ہے کہ علم ہی وہ عظیم نعمت ہے جس کی وجہ فضیلت قرار دے کر اللہ رب العالمین نے انسان کو دیگر مخلوقات سے افضل و اشرف بنایا لہذا اس نعمت کی قدر کرنا [illegible] سے ساتھ وابستہ رہنا ہی انسانیت کا تقاضہ ہے [illegible] انوار رضا کی شوریٰ اراکین (صفحہ 6 بقیہ 45)

بقیہ — مولانا محبوب الرسول — 45

[illegible] غور [illegible] کر رہے تھے جس میں [illegible] کے باعث شرف انسانیت کے عنوان سے ایک [illegible] تحقیقی فکری و عقائدی اور [illegible] قدر معلوماتی [illegible] اشاعت [illegible] کے ساتھ منظر عام پر لائی جائے گی اور اس کی [illegible] کے لئے [illegible] جد و جہد کا آغاز کر دیا گیا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ اللہ نے تمام انبیاء و مرسلین بالخصوص تاجدار ختم نبوت حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ کائنات کا [illegible] عطا کیا ان پر پہلی وحی میں پڑھنے کا امر فرمایا گیا حضور نے دس بچے پڑھا دینے پر زندگی بھر کے لئے غلام بنائے گئے قیدیوں کو آزاد کرنے کا پروانہ عطا کیا اجلاس نے فیصلہ کیا کہ علم باعث شرف انسانیت اہل علم و دانش، محققین، علمائے قدیم و علمائے جدید، ماہرین تعلیم و تدریس اور نصابیات کے حوالے سے روح پرور تحریریں اور رشحات قلم مجتمع کئے جائیں گے اس میں خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ ترنول کی طرف سے علم باعث شرف انسانیت کانفرنس کی روئیداد، اہل الرائے اصحاب فکر و فن کی آرا و تجاویز اور تحقیقی شاہکار کو بھی حصہ بنایا جائے گا اجلاس نے واضح کیا کہ علم بلا تفریق ساری انسانیت کے لئے نجات دہندہ ہے اور اس کا مرکز و مخزن حضور رسالت پناہ کی ذات گرامی ہے اس لئے فروغ علم کے سلسلہ میں معاشرے اور سماج کے ہر گوشے میں چراغ روشن کئے جائیں۔

بقیہ — ڈبہ پیر — 49

جن، بھوت، جادو ٹونہ اور تعویذ فروشی کا دھندہ کرنے والے قوم کے مجرم ہیں۔ جاہل، ان پڑھ، بے عمل اور بدعمل، جعلی، نقلی ڈبے پیروں کا تصوف اسلام سے کوئی تعلق نہیں تصوف کے تمام سلاسل اپنے اپنے مشائخ کے ذریعے قاسم ولایت مظہر العجائب سیدنا علی المرتضیٰؓ سے جا ملتے ہیں یہ صحابہ کے انوار سے منور نور کی کڑیاں ہیں اور ان سلاسل کا حصہ بن جانے والے لوگ نسبت رسولی حاصل کر لیتے ہیں۔ ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ حضور سیدنا غوث اعظمؒ، شیخ شہاب الدین بہاؤالدین نقشبند جیسے اکابر اولیاء نے اپنے اپنے ماحول میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں اس سلسلے کو اسی انداز میں آگے چلانے کی ضرورت ہے جو انداز اکابر نے اختیار کیا۔ ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ دو نمبر لوگوں کی آڑ میں حقیقی تصوف کی مخالفت دانائی نہیں بلکہ گمراہی ہے اس لئے پاکان امت کا ادب و احترام قائم رکھتے ہوئے ان کے فیوضات و برکات حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

جادو ٹونہ اور تعویذ فروشی کا دھندہ کرنے والے قوم کے مجرم ہیں، محبوب الرسول قادری

بے عمل اور بدعمل، جعلی، نقلی ڈبے پیروں کا تصوف اسلام سے کوئی تعلق نہیں

جوہر آباد (نمائندہ پاکستان) انٹرنیشنل غوثیہ فورم کے چیئرمین مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا ہے کہ خانقاہی نظام معاشی انحطاط میں قوم کا معاون اور جہالت کے راستے میں بند باندھنے کی کامیاب کوشش کا درجہ رکھتا ہے اگر مشائخ علم کے فروغ اور سماجی خدمت کی سعادت سے محروم ہو جائیں تو ان کا وجود معاشرے [illegible]

صورت ہے اولیاء و صوفیا نے ہمیشہ اسی زاویہ نظر سے کام کیا وہ گذشتہ روز دربار فیض دربار راجہ ٹاؤن جوہر آباد میں حضرت صوفی دین محمد قادری چشتیؒ کے عرس کی آخری نشست سے خطاب کر رہے تھے۔ جس میں پیرزادہ صوفی محمد اصغر، پیرزادہ صوفی محمد انور کے علاوہ متعدد نعت خوانوں نے گلہائے عقیدت پیش کئے۔ ملک محبوب [illegible]

خانقاہی نظام میں علمی فقدان نے تصوف اسلامی کو بدنام کر رکھا ہے ڈاکٹر سرفراز سیفی

ہم نے اہل تصوف کے ذریعے تمام دینی طبقات کو ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کرنے کا عزم کر رکھا ہے

اگر تمام خانقاہیں اس نہج پر کام کریں تو وطن عزیز سے جہالت اور منافرت ختم ہو سکتی ہے

جوہر آباد (نمائندہ خصوصی) موجودہ خانقاہی نظام میں علمی فقدان نے حقیقی تصوف اسلامی کو بدنام کر کے رکھ دیا ہے اس پر عربوں میں داعشین اور عجمیوں میں طالبان جیسے انتہا پسندوں نے جلتی پہ تیل کا کام کر دیا ہے یہ طبقات روحِ اسلام سے ناآشنا اور حکمت کے تقاضوں

بقیہ نمبر 49 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ نمبر 49

سے بے بہرہ ہیں تصوف، اسلام کی پریکٹیکل لائف کا منظر نامہ پیش کرتا ہے ان خیالات کا اظہار عصر حاضر میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سیفیہ کے نامور شیخ طریقت حضرت پیر طریقت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی نے مختلف اہل علم و دانش، خانقاہ نشینوں، اصحاب فکر اور اہل قلم سے ملاقاتوں کے دوران کیا انھوں نے کہا کہ ہم نے عزم بالجزم کر رکھا ہے کہ اہل تصوف کے ذریعے تمام دینی طبقات کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا جائے کہ ایسا کرنا از بس ضروری ہے امت مسلمہ کی بقاء و سلامتی اور استحکام

مصنف و صحافی ملک محبوب الرسول قادری، پیر سید قطب الحق شاہ گولڑوی، ڈاکٹر صاحبزادہ ساجد الرحمٰن، مفتی منیب الرحمٰن، مولانا غلام محمد سیالوی، مفتی محمد خان قادری، مولانا فضل سبحان قادری، مولانا محمد منشا تابش قصوری، علامہ عبدالتواب صدیقی، پیر سید نوید الحسن مشہدی، علامہ قاری زوار بہادر، مولانا ظہور احمد جلالی، مفتی محمد صدیق ہزاروی، ڈاکٹر محمد آصف ہزاروی سمیت متعدد شخصیات سے ملاقاتیں کیں ڈاکٹر محمد سرفراز محمدی سیفی نے کہا کہ ہمارے سالکین اتباع شریعت و سنت اور فروغ علم کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے اور بے لوث خدمت کا سلسلہ جاری رکھا جائے گا۔ انٹرنیشنل غوثیہ فورم کے چیئرمین ملک محبوب الرسول قادری نے ان کے اس اقدام کو سراہا اور اسے وقت کی اہم ضرورت قرار دیا۔ ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ اگر تمام خانقاہ نشین اسی نہج پر کام شروع کر دیں تو ملک سے جہالت، ضد اور منافرت کو دیس نکالا مل جائے گا۔

راولپنڈی: جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کے 55 ویں تعلیمی سال کے افتتاح سبق کے موقع پر علامہ پیر حسین الدین شاہ علامہ یعقوب ہزاروی و دیگر اساتذہ طلباء کو سبق پڑھا رہے ہیں

مدارس دینیہ علم وحکمت کے چشمے ہیں' پیر حسین الدین شاہ

اسلام کی ترویج و اشاعت میں مدارس کا کردار ہر دور میں مثالی رہا ہے

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کے 55 تعلیمی سال کے افتتاح سبق کی تقریب سے خطاب

راولپنڈی (نوائے وقت رپورٹ) مدارس دینیہ علم و حکمت کے چشمے ہیں اسلام کی ترویج واشاعت میں مدارس دینیہ کا کردار ہر دور میں مثالی رہا' جامعہ رضویہ ضیاء العلوم دینی ادارہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فلاحی مرکز بھی ہے دین متین کی خدمت قیمتی سرمایہ ہے اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے ہمیں اپنے دین (صفحہ 6 بقیہ 12)

بقیہ | پیر حسین الدین | 12

کی خدمت کے لئے منتخب فرمایا ہے ان خیالات کا اظہار بانی و مہتمم جامعہ رضویہ ضیاء العلوم علامہ پیر سید حسین الدین شاہ نے جامعہ رضویہ کے 55 ویں تعلیمی سال کے افتتاح اسباق کی تقریب کے موقع پر علماء و مشائخ اور طلباء کرام کے اجتماع سے کیا' انہوں نے کہا کہ اسلام امن اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے اسلام کے نام پر معصوم جانوں کا قتل کرنے والے اسلام کے دشمن ہیں دین اسلام دہشت گردی اور انسانیت کے بے جا قتل کی قطعاً اجازت نہیں دیتا' اس حوالے سے ہمارے پیارے نبی کی تعلیم تو یہ ہے کہ آپ نے عین جنگ کے موقع پر بھی دشمنوں کے بچوں' بوڑھوں اور ان کی عورتوں کے جان کا تحفظ کرنے کا درس ارشاد فرمایا تھا ان کا کہنا تھا کہ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم میں طلباء کرام کی دینی اخلاقی' روحانی' تربیت کے ساتھ ساتھ جذبہ حب الوطنی کا بھی درس دیا جاتا ہے پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا پاکستان کا استحکام دین اسلام کا استحکام ہے اس ملک کی حفاظت ہم سب کی مساوی ذمہ داری ہے انہوں نے اساتذہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ طلباء کے شفقت ومہربانی کے ساتھ پیش آئیں ان کی تربیت اپنی حقیقی اولاد کی طرح کریں اوران کی ذہنی استعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے ساتھ برتاؤ کریں' تقریب میں ڈاکٹر سرفراز سیفی' شیخ الحدیث علامہ یعقوب ہزاروی' علامہ عبدالرشید قریشی' علامہ ناصر محمود' علامہ صاحبزادہ انعام الحق شاہ ضیائی' علامہ سید حبیب الحق شاہ ضیائی' علامہ سید شہاب الدین شاہ' علامہ مولانا اسحاق ظفر' علامہ پروفیسر ضمیر احمد ساجد' علامہ عبدالغنی' علامہ اقبال نعیمی' مفتی محمد حنیف قریشی' علامہ اقبال نعیمی' ڈاکٹر عبدالناصر خان'

علامہ مولانا سردار احمد حسین سعیدی' علامہ مولانا خان محمد قادری' مولانا اسلم ضیائی' مولانا عبدالحمید ضیائی' نواز احمد ضیائی' سمیت سینکڑوں علماء ومشائخ نے تقریب میں شرکت کی' آخر میں ملک وقوم کی سلامتی کے لئے خصوصی دعا مانگی گئی۔

علم ہی وہ عظیم نعمت ہے جسے مقتلت قرار دے کر رب العالمین نے انسانوں کو اس دنیا میں اشرف المخلوقات بنا کر بھیجا

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء و مرسلین بالخصوص تاجدارِ ختم نبوت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو معلم کائنات کی خلعت عطا کی

علم ساری انسانیت کیلئے نجات دہندہ ہے اس لیے فروغ علم کے ذریعے معاشرے کے گوشے گوشے میں چراغ روشن ہو گئے

جوہرآباد(نمائندہ خصوصی)انٹرنیشنل غوثیہ فورم کے چیئرمین مولانا ملک محبوب الرسول قادری نے کہا ہے کہ علم ہی وہ عظیم نعمت ہے،جس کو وجہ فضیلت قرار دے کر اللہ رب العالمین نے انسان کو دیگر مخلوقات سے افضل و اشرف بنایا لہٰذا اس نعمت کی قدر کرنا اور اس کے ساتھ وابستہ رہنا ہی انسانیت کا تقاضہ ہے۔وہ انوار رضا کے شوریٰ اراکین میٹنگ میں اظہار خیال کر رہے تھے۔جس میں فیصلہ کیا گیا کہ ''علم باعث شرف انسانیت'' کے

بقیہ نمبر28پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ نمبر 28

عنوان سے ایک علمی وتحقیقی،فکری واعتقادی اور گرانقدر معلوماتی ہمہ جہت اشاعت خاص اگست کے وسط تک منظر عام پر لائی جائے گی اور اس کی تکمیل کیلئے کوشش جہاتی جدوجہد کا آغاز کر دیا گیا۔ملک محبوب الرسول قادری نے کہا کہ اللہ نے تمام انبیاء و مرسلین بالخصوص تاجدار ختم نبوت حضور احمد مجتبیٰ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو معلم کائنات کا خلعت عطا کیا۔ان پر پہلی وحی میں پڑھنے کا امر فرمایا گیا۔حضورؐ نے دس بچے پڑھا دینے پر زندگی بھر کے لئے غلام بنا لئے گئے قیدیوں کو آزاد کرنے کا پروانہ عطا کیا۔ اجلاس نے فیصلہ کیا کہ ''علم،باعث شرف انسانیت نمبر'' میں اہل علم ودانش،محققین،علمائے قدیم وعلمائے جدید،ماہرین تعلیم وتدریس اور نصابات کے حوالے سے روح پرور تحریریں اور رشحات قلم مجتمع کیے جائیں گے اس میں خانقاہ و جامعہ محمدیہ سیفیہ اسلام آباد کی طرف سے ''علم،باعث شرف انسانیت'' کانفرنس کی روئیداد،اہل الرائے اصحاب فکر وفن کی آراء وتجاویز اور تحقیقی شاہکار کو بھی حصہ بنایا جائے گا۔اجلاس نے واضح کیا کہ علم بلاتفریق ساری انسانیت کیلئے نجات دہندہ ہے اور اس کا مرکز و مخزن حضور رسالت پناہ ﷺ کی ذات گرامی ہے،اس لئے فروغ علم کے سلسلہ میں معاشرے اور سماج کے ہر گوشے میں چراغ روشن کیے جائیں۔

ملک شناور علی

تقریب بسم اللہ کے موقع پر

اللہ! میرے علم
میں اضافہ فرما آمین

اتحاد اہلسنت کیلئے کوششیں تیز کردی گئیں، محبوب الرسول قادری

جوہر آباد (ڈسٹرکٹ رپورٹر) اتحاد اہلسنت کیلئے کوششیں تیز کردی گئی ہیں قوم بہت جلد خوشخبری سنے گی؛ اتحاد کے راستے کی تمام رکاوٹوں کو ختم کر دیا جائے گا۔ ان خیالات کا اظہار ملک محبوب الرسول قادری نے زاویہ قادریہ جوہر آباد میں علماء و مشائخ کے مشاورتی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ قبل ازاں ہم نے جماعت اہلسنت پاکستان کے اکابر علماء امام اہلسنت' علامہ سید احمد سعید کاظمی اور استاذ العلماء' مولانا ملک عطا محمد بندیالوی کے مابین تصفیہ کروایا اس کے بعد جمعیت علماء پاکستان کے دونوں دھڑوں کے سربراہوں قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے درمیان غلط فہمیاں ختم کرائیں۔

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے ۔ آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

اخبار

ہفتہ وار

تاجدار

انبالہ

جلد ۱

اشاعت ہفتہ از ۱۸ تا ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۶ء مطابق ۹ تا ۱۵ رجب تا شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ

نمبر ۹

''تعلیمِ اسلام'' ایک غیر مسلم شاعر کی نظر میں

از جناب لالہ امرت لال صاحب بسمل لکھنوی

اے مسلماں! قابلِ توقیر ہے تیرا رسول
جس کی ہستی پر تری ملت کو فخر و ناز ہے

پھول مہکے ہیں ترے گلشن میں گلِ توحید وہ
پتی پتی جس کی گویا اک پر پرواز ہے

کردیا اسلامیوں کو ہمسر عرش بریں
واقعی یہ ہادیٔ اسلام کا اعجاز ہے

ایک امی اور عالمگیر طرزِ بیاں
کیوں نہ مانیں ہم کہ یہ اللہ کی آواز ہے

مست کردیتے ہیں اسکے نغمہائے دلنواز
اللہ اللہ کس قدر یہ کیف پرور ساز ہے

وحشیوں میں جس نے اک روحِ تمدن پھونک دی
واہ کیا اسلام کی تعلیم کا اعجاز ہے

ہے تری باتوں سے اے بسمل صداقت آشکار
تو یقیناً مذہبِ اسلام کا ہمراز ہے

محمد عبداللہ شاہ قادری ابن علامہ سید نور محمد قادری ... کر علمی مخزن ... تشکر کے ساتھ

جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم ترنول شریف اسلام آباد سال 2016 میں
تخصص فی الفقہ (مفتی کورس) کی تکمیل کرنے والے خوش نصیب طلباء

ڈاکٹر محمد معظم فراز محمدی سیفی

جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم سے درس نظامی

پی ایچ ڈی۔ کنگسٹن یونیورسٹی۔ یوکے

پروفیسر (NUST) اسلام آباد

ڈاکٹر محمد عمر فراز محمدی سیفی

جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم سے درس نظامی

FCPS, Paediatrics Surgeon

ڈاکٹر (ملٹری ہاسپٹل)۔ راولپنڈی
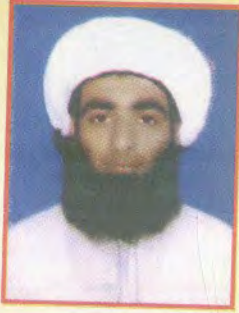
حافظ محمد رضا فراز محمدی سیفی

جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم سے درس نظامی

Electrical Engineer

(NUST) اسلام آباد

مفتی طارق محمد امین محمدی سیفی

جامعہ مدنی مسجد ڈنمارک سے درس نظامی

سول انجینیرنگ میں ماسٹرز (Denmark)

ڈائریکٹر۔ آئی ٹی فرم۔ ڈنمارک

مفتی عمران بن منیر محمدی سیفی

جامعہ مدنی مسجد ڈنمارک سے درس نظامی

کوپن ہیگن یونیورسٹی سے

عربی اور اسلامیات میں ماسٹرز

Consultant & Mentor (Denmark)

مفتی فاروق احمد محمدی سیفی

2006 میں فیضان مدینہ سے عامہ و خاصہ

جامعہ نعیمیہ (عالیہ)، جامعہ نظامیہ (عالمیہ)

نائب ناظم تعلیمات

جامعہ محمدیہ سیفیہ سرفراز العلوم۔ اسلام آباد

اللہ تعالیٰ کی بندگی مومن کا مقصود ہے
عشقِ رسول ﷺ مومن کی میراث ہے
غلامی رسول ﷺ مومن کا اعزاز اور فریضہ ہے

نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مومن کی بنیادی ضرورت ہے

اے اللہ! دنیا کو نظام مصطفےٰ کی عظیم نعمت عطا فرما آمین!

سال 2017ء کی نورانی ڈائری کے ذریعے مسلمانان پاکستان کے لیے ہمارا

پیغام یہ ہے کہ پاکستان میں حکومتی سرپرستی میں
قادیانیوں کو بہت سی مراعات دی جارہی ہیں۔ جو مسلمانوں کے
عقیدۂ ختم نبوت ﷺ اور ناموس رسالت ﷺ پر بدنما داغ ہیں ان
ذریعے ہمارے عوام کے دلوں میں بدعقیدگی کا زہر گھولا جارہا ہے
ہم لوگ حکومت کے اس غلط اقدام کی مذمت کرتے ہیں اور مطا
کرتے ہیں کہ قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹا کر عقیدہ ختم نبوت
اور سرکار دو عالم ﷺ سے محبت کا ثبوت دیں۔

اولیاء صلحاء کے مشن نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ ناموس رسالت ﷺ اور عقیدہ ختم نبوت پر عوا
شعور اجاگر کرنے کا فریضہ انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو ثمر بار فرمائے۔

پیر طریقت حضرت صوفی پیر عبدالمنان سیفی نقشبندی، مجددیہ، سیفیہ جہلم

0305-8936786

مبلغ اسلام حضرت علامہ پیر طفیل احمد ہجویری قادری کی چند کتب کا عکس جو فی سبیل اللہ تقسیم کی جاتی ہیں
آزاد کشمیر کی سرزمین پر انوار و تجلیات کی بارش
عرس
حضرت
المخدوم السید
علی عثمان ہجویری
داتا گنج بخش
رحمۃ اللہ علیہ
سالانہ ختم شریف
مائی صاحبہ
والدہ ماجدہ
الحاج محمد طفیل احمد قادری و برادران
اور
سالانہ
ختم شریف
حضرت الحاج
بابا فتح محمد قادری ہجویری
رحمۃ اللہ علیہ
0300-4287786
دل کی انگلیوں سے لکھی جانے والی
ایمان افروز دینی کتب
توقیر سادات
کشف الحقائق
سبیل رحمت
سبیل ہجویری مع تذکرہ سرکار سیری
ہر سال باقاعدگی سے تزک و احتشام
اور عقیدت و احترام کیساتھ منعقد کیا جاتا ہے
سمیت متعدد کتابوں کے مصنف
پیکر علم و عمل
حضرت علامہ الحاج پیر
محمد طفیل احمد
ہجویری قادری
رینٹھ شریف آزاد کشمیر
بمقام
آستانہ عالیہ ہجوریہ رینٹھ شریف بھالا کھوئی رٹہ آزاد کشمیر

Quarterly
ANWAR-E-REZA
Jauhar Abad
Vol. 11, No.2,3 - 2017